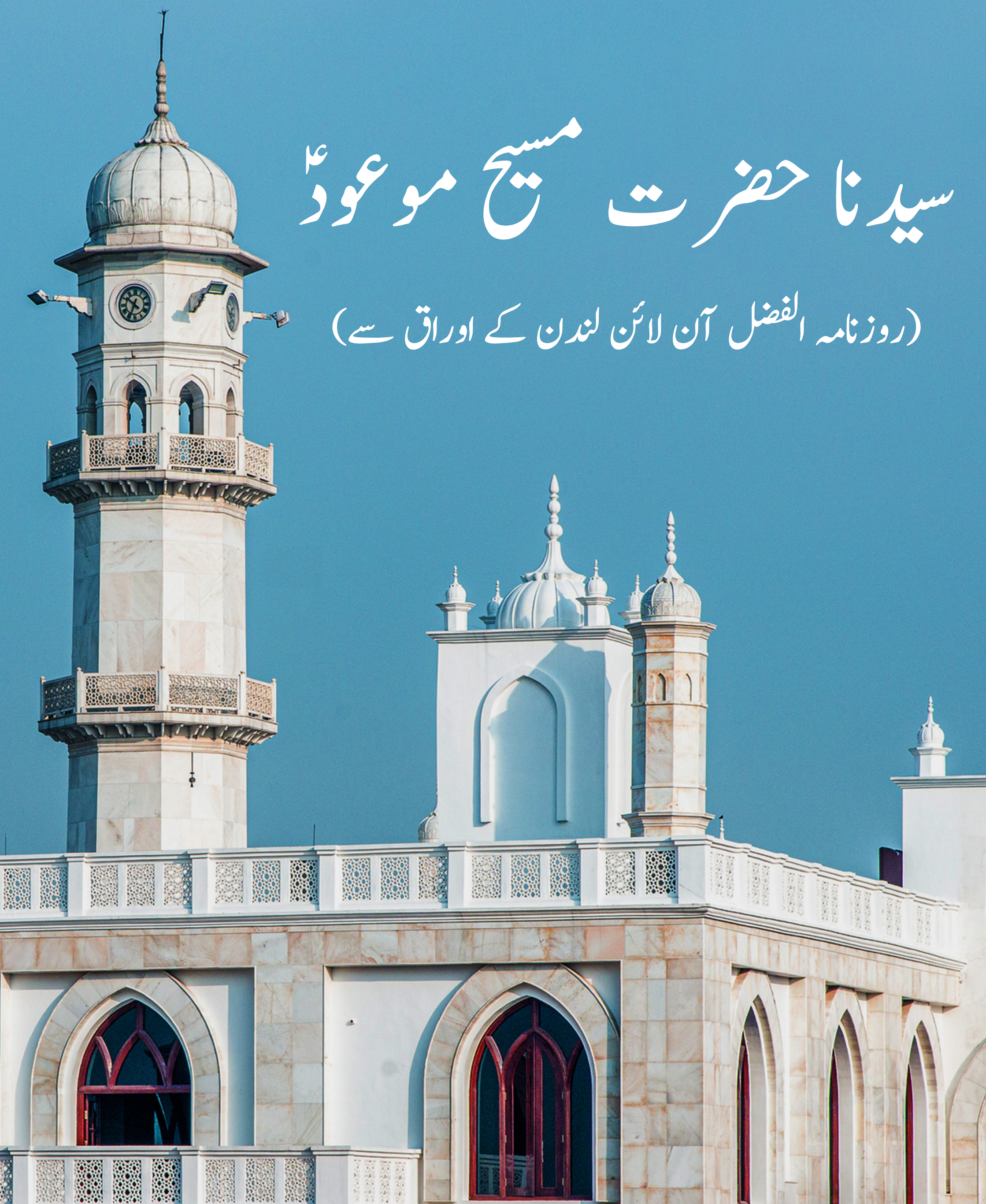
سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)



ادارہ الفضل آن لائن لندن



سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)

مرتبہ

فضل عمر شاہد

ادارہ الفضل آن لائن لندن

ادارہ الفضل آن لائن کی 35 ویں کاوش

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ

رابطہ کرنے کے لیے

ویب سائٹ: www.alfazlonline.org

ای میل ایڈریس: info@alfazlonline.org

editor@alfazlonline.org

فون نمبر: +44 79 51 614020

+44 73 76 159966

آن لائن ایڈیشن

ابتدائیہ

خاکسار نے اپنے آرٹیکلز میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ جس طرح خواتین روزانہ اپنے اہل خانہ کے لیے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر چُنتی ہیں بالخصوص مہمانوں کی آمد پر ون سوّنے کھانے تیار کر کے ٹرے سجاتی ہیں یا ڈائننگ ٹیبل پر چُنتی ہیں۔ بعینہٖ الفضل کی روزانہ تیاری میں اسی اصول کو مد نظر رکھ کر خاکسار کی ٹیم بھی کام کر رہی ہوتی ہے اور یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر قسم کا Taste قارئین کو ملتا رہے۔

یہی اصول کتابوں کی تدوین میں ادارہ نے مد نظر رکھا اور مختلف زاویوں کو لے کر قارئین کو کتابی شکل میں مواد مہیا کیا۔ گزشتہ دنوں ادارہ نے یوم مصلح موعودؓ 2023ء کے موقع پر گزشتہ تین سالوں کا مواد بابت حضرت مصلح موعودؓ کو یکجا کر اس غرض سے پیش کیا کہ کسی اہم دن کے قریب آنے پر اس دن کی مناسبت سے تقاریر لکھوانے کے سلسلہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ کیوں نہ یوں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے مواد کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ تو بے شمار خواتین، مرد و حضرات نے اس اقدام کو سراہا اور لکھا کہ میں یوم مصلح موعودؓ کے حوالہ سے مواد کی تلاش میں تھی یا تھا۔ کسی نے لکھا کہ میں آپ کو تقریر لکھنے کے لیے کہنے والی تھی۔ کسی نے لکھا کہ جس موضوع پر تقریر کرنا تھی وہ مضمون اس مجموعہ میں موجود تھا۔ حتیٰ کہ مکرم ڈاکٹر (ہومیو) حفیظ بھٹی صاحب نے مجھے اسلام آباد ٹلفورڈ میں ملاقات کے دوران جزاکم اللہ کہتے ہوئے کہا کہ مصلح موعودؓ پر بڑا تحفہ آپ نے بھجوایا جو وقت کی مناسبت سے بہت اہم تھا۔ خاکسار نے اپنے تمام عزیز و اقارب کو اسے بھجوا دیا ہے۔

اسی طرز پر اور اسی اصول کو فالو کرتے ہوئے یوم مسیح موعودؑ کی مناسبت سے تمام تین سالوں کا مواد افادہ عام کے لیے ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا ہے تا تقاریر تیار کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام لکھنے والوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ اسے اخبار میں جگہ دینے اور تراش خراش کر کے اشاعت کے قابل بنانے والے میری ٹیم کے تمام ممبران اور رضا کاران کو بھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔

اب اسے کتابی شکل دینے کے لیے مکرم فضل عمر شاہد آف لٹویا کے لئے دعا گو ہوں۔ قارئین بھی ان کے لیے دعا کریں جن کو کتابی شکل میں مواد مہیا کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ ادارہ الفضل کی 35 ویں کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مائدہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے فائدہ کا موجب بنائے ۔ آمین

حنیف محمود

ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن

12-03-2023

فہرست مضامین

(1)
سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل ہونے والی تائیدات الٰہیہ اور قبولیت دعا کے نظارے

(حنیف محمود)

ہم پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو آغاز سے ہی دو بیماریاں لاحق تھیں۔ سر درد اور کثرت پیشاب۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ آپ شدید بیمار ہوئے۔ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ ایک دفعہ تو سورہ یٰس پڑھ دی گئی۔ مگر آپ زندہ رہے نہ صرف زندہ رہے بلکہ لمبی عمر پا کر بیشمار لوگوں کو روحانی زندگی کا تحفہ دیا اور کئی مخالفین کی ہلاکت پیشگوئیوں کے مطابق دیکھ کر اس دنیا سے طبعی موت کے ساتھ رخصت ہوئے۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ ”تیری صحت کا ہم نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے“

بالکل شفا تھی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں خود بیمار ہو گیایہاں تک کہ قرب اجل سمجھ کر تین مرتبہ مجھے سورہ یٰس سنائی گئی مگر خداتعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرما کر بغیر ذریعہ کسی دوا کے مجھے شفا بخشی اور جب میں صبح اٹھا تو بالکل شفا تھی۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 89 - 90 بقیہ حاشیہ)

گمشدہ قوتیں واپس آ گئیں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہو گئی تھی یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف و تصنیف کے لائق نہیں رہی اور ایسی کمزوری تھی کہ گویا بدن میں روح نہیں تھی۔ اس حالت میں مجھے الہام ہوا تُرَدُّ اِلَیکَ ... یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے۔ بعد اس کے

چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گمشدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسر آ گیا۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 319)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اردو کلاس مورخہ 20 ستمبر 1998ء میں فرمایا:

حضرت مولاداد خان صاحب کی رجسٹر روایات میں ایک روایت درج ہے کہ میرے بھائی بہت بیمار تھے۔ ان کے بھائی غالباً اس وقت احمدی نہیں تھے۔ ان کو اسسٹنٹ سرجن بہاولپور کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے کہا کوئی علاج نہ کرواؤ خواہ مخواہ پیسہ برباد کر رہے ہو اس کی موت یقینی ہے اس لئے اگر تمہیں سرجن کہتے ہیں کہ ٹھیک کر دیں گے۔ بیوقوف بنارہے ہیں۔ میں ہمدردی سے کہہ رہا ہوں اس کو لے جاؤ اس نے مرنا ہی مرنا ہے۔ اس کی حالت دن بدن گرتی چلی گئی کچھ بھی نہ رہا بیچارہ۔ تب حضرت مسیح موعود کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ یہ حال ہو گیا ہے اب تو کسی قسم کی امید ہی نہیں رہی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جواباً تحریر فرمایا:

فکرمت کرو اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے۔ ہم دعا کریں گے تم بھی دعا کرو ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط کے دوسرے دن میں نے دیکھا کہ ان کا تپ جاتا رہا۔ میں نے کہا اب آپ کا تپ نہیں رہا اور میں نے خود سہارا دے کر اٹھایا۔ تو بھائی صاحب نے کہا میرا سینہ جو جلتا تھا اب ٹھنڈا پڑ گیا ہے اس پر میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا تھا اور آپ نے جواباً تحریر فرمایا تھا یہ سن کر ان کے منہ سے نکلا۔

’’ھن نئیں مردا (اب نہیں مرے گا)‘‘

اس کے بعد پھر وہ احمدی ہوگئے بیعت کرلی اور پھر آخر تک پوری صحت رہی۔

حالت روبصحت ہو گئی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ایسا اتفاق ہوا کہ نواب سردار محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا قادیان میں سخت بیمار ہو گیا اور آثار یاس اور نومیدی کے ظاہر ہوگئے۔ انہوں نے میری طرف دعا کے لئے التجا کی۔ میں نے اپنے بیت الدعا میں جا

کر ان کے لئے دعا کی اور دعا کے بعد معلوم ہوا کہ گویا تقدیر مبرم ہے اور اس وقت دعا کرنا عبث ہے۔ تب میں نے کہا کہ یاالٰہی اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو میں شفاعت کرتا ہوں کہ میرے لئے اس کو اچھا کردے۔ یہ لفظ میرے منہ سے نکل گئے مگر بعد میں میں بہت نادم ہوا کہ ایسا میں نے کیوں کہا اور ساتھ ہی مجھے خداتعالیٰ کی طرف سے یہ وحی ہوئی ... یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی شفاعت کرے۔ میں اس وحی کو سن کر چپ ہو گیا اور ابھی ایک منٹ نہیں گزرا ہو گا کہ پھر یہ وحی الٰہی ہوئی کہ ... یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی اور بعد میں پھر میں نے دعا پر زور دیا اور مجھے محسوس ہوا کہ اب یہ دعا خالی نہیں جائے گی۔ چنانچہ اسی دن بلکہ اسی وقت لڑکے کی حالت رو بصحت ہو گئی گویا وہ قبر میں سے نکلا... میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس قسم کے احیائے موتیٰ بہت سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آچکے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 88)

عبدالکریم کو شفا ہوئی

عبدالکریم ولد عبدالرحمن ساکن حیدرآباد دکن، مدرسہ قادیان میں زیرتعلیم تھا۔ اسے ایک دیوانہ کتے نے کاٹا۔ علاج کے لئے کسولی بھجوایا جہاں کتے کے کاٹنے کا علاج ہوتا تھا۔ پھر قادیان واپس آیا۔ اب اس بچے میں بھی دیوانگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑفرماتے ہیں:

”تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بیقرار ہوا اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ ہوئی۔“

ہر کوئی کہتا تھا کہ یہ اب مرجائے گا۔ بورڈنگ ہاؤس سے اسے نکال دیا گیا۔ کسولی دوبارہ رابطہ کرکے ڈاکٹرز سے مشورہ مانگا گیا۔ انہوں نے بذریعہ تار کہا Sorry nothing can be done for Abdul Karim یعنی عبدالکریم کے لئے اب کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر حضرت مسیح موعود کی دعاؤں سے یہ روبصحت ہوا اور لمبی عمر پائی۔

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 480)

آپ فرماتے ہیں:

”میں کثرت قبولیت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں 30 ہزار کے قریب قبول ہوچکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔“

(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 497)

پُرنور روحانی چہرہ سے شناخت

حضرت مسیح موعودؑ اپنا کشف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے۔ اس میں مجذوب (جس میں محبت الٰہی کاجذبہ ہے) میری طرف آرہا ہے۔ جب میرے پاس پہنچا تو اس نے یہ پڑھا: عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی‘‘

(البدر)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’کوئی صاحب نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے اور جب وہ آتا ہے تو اس کی طرف مستعد روحیں کھنچی چلی آتی ہیں اور پاک فطرتیں خودبخود روبحق ہوتی جاتی ہیں اور جیسا کہ ہرگز ممکن نہیں کہ شمع کے روشن ہونے سے پروانہ اس طرف رخ نہ کرے ایسا ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ ہر وقت ظہور کسی صاحب نور کے صاحب فطرت سلیمہ کا اس کی طرف بارادت متوجہ نہ ہو‘‘

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 646)

سینکڑوں لوگ اس نورانی مکھڑا کو دیکھ کر انوار ماموریت بھانپ گئے اور اس سے خود بھی نور لیا۔

جیسے حضرت مولانا حکیم نورالدین۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: یہی مرزا ہے اور اس پر سارا ہی قربان ہوجاؤں۔

پھر فرمایا:

’’دیکھو! خداتعالیٰ کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے۔ پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔‘‘

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کی گواہی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کرلیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان

لائے۔''

(روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 329)

آپ نے خود فرمایا: ''میں نے ایسا پُرنور حسن کبھی بھی نہیں دیکھا''

ابوسعید عرب نے بیان کیا۔

میں نے ایک دفعہ ایک چینی کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر پیش کی۔ وہ کچھ دیر دیکھتا رہا اور بولا یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔

پھر ابوسعید بیان کرتے ہیں میں نے دیگر بادشاہوں کی تصویریں پیش کیں۔ جنہیں وہ دیکھ کر خاموش رہا اور آپ کی تصویر کو دیکھ کر بار بار یہی کہتا یہ ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ ڈلہوزی پہاڑ پر جارہے تھے۔ راستے میں بارش نے آلیا۔ میرے ساتھی یکہ سے اتر کر ایک مکان کی طرف بڑھے کہ بارش سے بچاؤ ہو جائے۔ مالک مکان اور اس دوست میں تکرار ہو گئی اور وہ اندر جانے کی اجازت دینے کو تیار نہ تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ اس تکرار کو سن کر ذرا آگے بڑھے۔ مالک مکان کی نظر جونہی آپ پر پڑی فوراً سرنیچا کرلیا اور کہنے لگا کہ دراصل میری جوان بیٹی گھر میں ہے۔ ایک اجنبی کو میں اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ آپ بے شک اندر آجائیں۔

مردان سے ایک شخص حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی طب کا شہرہ سن کر قادیان آیا۔یہ شخص حضرت مسیح موعودؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔اس شرط پر قادیان آیا کہ مرزا صاحب سے ملاقات نہ ہو گی۔ اس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدیہ محلہ سے باہر لیا۔ علاج سے افاقہ ہوا۔ جب واپس جانے لگا تو کسی دوست نے اسے کہا کہ مسجد تو دیکھ جاؤ۔ یہ اس شرط پر راضی ہوا کہ نماز کا وقت نہ ہو تاکہ میں مرزا صاحب کو دیکھ نہ سکوں۔ چنانچہ اس دوست کو ایسے وقت بیت الذکر لے جایا گیا جو نماز کا وقت نہ تھا۔ مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا جونہی یہ بیت الذکر میں داخل ہوا حضور کھڑکی کھول کر اچانک بیت الذکر آگئے۔

جب اس کی نظر حضور کے نورانی چہرہ پر پڑی وہ فوراً قدموں میں آگرا اور بیعت کرلی۔

کسی نے سچ کہا ہے:

”فرشتہ صفت چہرہ سچائی کا مظہر ہوتا ہے“

20 مارچ 2012ء کے اخبار روزنامہ جنگ لندن میں تازہ تحقیق یہ شائع ہوئی کہ انسان کے اندر کی حرکات کے انسانی چہرے پر آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ماہرین نفسیات نے مختلف ملکوں کے ٹیلی ویژن پر آنے والے 52 افراد کے چہروں کا باریک بینی سے تجزیہ کیا۔ ان میں سے نصف یعنی 26 جھوٹ اور 26 سچ بول رہے تھے۔ جھوٹ بولنے والے 26 لوگوں کو سزائیں بھی ہوئیں۔

پیشگوئی مصلح موعود

حضرت مسیح موعودؑ نے دنیا کے تمام مذاہب کو یہ دعوت دی کہ تم میرے پاس قادیان آکر کچھ عرصہ رہو۔ اس دوران میرا خدا کی طرف سے ہونا آپ پر کھل جائے گا۔

اس پر قادیان کے آریہ ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود سے درخواست کی کہ ہم جو آپ کے ہمسائے ہیں ایسا نشان دیکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس مطالبہ پر آپ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور ہوشیارپور جا کر عبادت اور دعاؤں میں منہمک ہوئے اور خداتعالیٰ سے نشان مانگا۔ 40 روز کی گریہ و زاری کے بعد خدا نے بشارت دی کہ

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کردیا۔“

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

اس کے بعد عظیم الشان بیٹے کی پیدائش کی خبر دی اور اس کی صفات بیان کیں۔ جسے آپ نے 20 فروری 1886ء کو شائع فرمایا۔ 3سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور 12 جنوری 1889ء کو یہ عظیم بیٹا آپ کے ہاں پیدا ہوا۔ جس کی 52 علامات اس پیشگوئی میں بیان ہوئی ہیں۔ اس عظیم شخص نے 51 سال سے زائد عرصہ جماعت کی قیادت کی۔

لیکھرام کی پیشگوئی کا پورا ہونا

حضرت مسیح موعودؑ نے 1885ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ دنیا کے تمام مذاہب کے رہنماؤں کو آسمانی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک پنڈت لیکھرام نے قادیان میں 2 ماہ تک قیام کرکے حضرت مسیح موعودؑ سے یہ مطالبہ کیا کہ

''رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو۔''

(روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 115)

پنڈت لیکھرام، آنحضورﷺ کو تو بُرا بھلا کہتا ہی تھا۔ اس نے پیشگوئی مصلح موعود کی تضحیک کرتے ہوئے گستاخانہ اشتہار دیا۔ حضرت مسیح موعود نے جب اس کے متعلق دعا کی تو خدا نے خبر دی۔ ''یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔''

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 563)

بعدازاں حضرت مسیح موعودؑ نے 20 فروری 1893ء سے 6 برس کے اندر اندر اس کے انجام کو پہنچنے کی پیشگوئی کی۔ حضور نے فارسی اشعار میں لکھا کہ خداتعالیٰ اس رذیل کیڑے کو خود جلا دے گا جو حضرت اقدس محمد مصطفیﷺ کا دشمن ہے۔ خبردار اے نادان اور گمراہ دشمن! تو محمدﷺ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔

لیکن یہ بدبخت دشمن اسلام اپنی اسلام دشمنی میں آگے بڑھتا چلا گیا اور بالآخر 20 فروری 1893ء سے 4سال ہی گزرے تھے کہ 5 مارچ 1897ء کو اپنے ہی مکان میں کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں قتل ہو کر انجام کو پہنچا۔ قاتل نہ پکڑا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو قتل کا مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ مگر تحقیق کے بعد آپ بری ٹھہرے۔

یہاں یہ معلومات دینا بھی مفید ہوگا اور تائیدات الٰہیہ کا ایک نظارہ ہی ہے کہ لیکھرام کی نسل اور نام و نشان ختم ہو گیا۔ جبکہ اس کے مقابل پر ''اک سے ہزار ہوویں'' کی پیشگوئی کی جسمانی لحاظ سے تکمیل کا وقت آپہنچا ہے۔ روحانی لحاظ سے تو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد اب 25 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود میں چونکہ ایک ایسے وجود کے آنے کی خبر تھی جو مصلح موعود کہلایا۔ جس کے مقابل پر

آ کر لیکھرام نے حضرت مسیح موعود کی نسل کے خاتمے کی پیشگوئی کروائی تھی۔ صرف حضرت مصلح موعود کی جسمانی اولاد 450 سے تجاوز کر چکی ہے اور لیکھرام ختم ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا ... خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا ... وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 648)

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی

اس کی ہلاکت بھی حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کی قبولیت اور صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔

ڈاکٹر ڈوئی بھی لیکھرام کی طرح ہمارے پیارے رسول حضرت محمدﷺ کا شدید دشمن تھا اور اسلام کو بدنام کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے 8 اگست 1902ء کو مباہلہ کو چیلنج دیا۔

’’ڈوئی بار بار کہتا ہے کہ عنقریب یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ بجز اس گروہ کے جو یسوع مسیح کی خدائی مانتا ہے۔ عیسائیوں کو چاہیئے کہ وہ ڈوئی کو مان لیں تا ہلاک ہونے سے بچ جائیں۔‘‘

آپ نے لکھا کہ میں 70 برس کے قریب ہوں اور ڈوئی 50سال کا جوان ہے۔ لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہو گا۔ اب خدائی فیصلہ ہو گا۔ اگر ڈوئی بھاگ بھی گیا تو یقینا سمجھو کہ اس کے صیہون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔ ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کرنے سے احتراز کیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ مگر ڈوئی پر دباؤ بڑھنے لگا۔ اخباروں میں شور مچ گیا۔ بالآخر اس نے اپنے اخبار میں یوں لکھا۔

’’ہندوستان میں ایک بیوقوف مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ

مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ میں مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں اگر میں ان پر پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مارڈالوں۔"

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 509)

خدا کی غیرت جوش میں آئی۔ یکم اکتوبر 1905ء کو اس پر فالج کا حملہ ہوا۔ فالج کے دوسرے حملہ پر صیہون کو چھوڑ کر جزیرہ کی طرف چلا گیا۔ اس پر ناپاک، شرابی، کبابی تمبا کو نوشی کے الزام لگے۔ عورتوں کا الزام بھی لگا۔ بیوی بچے چھوڑ گئے۔ جسم سے بُو آنے لگی۔ بے حد عدالتی کوششوں کے صیہون پر قبضہ واپس نہ لے سکا۔ واپسی پر صیہون میں کوئی آدمی استقبال کے لئے موجود نہ تھا۔ اس طرح وہ بڑے درد، دکھ اور حسرت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ اس نشان کے پورا ہونے پر فرماتے ہیں:

"اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ اور یورپ اور ہندوستان کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہوسکتا ہے۔ وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے۔ کیونکہ اور نشان جو میری پیشگوئیوں سے ظاہر ہوئے وہ تو پنجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے اورامریکہ اور یورپ سے کسی شخص کو ان کے ظہور کی خبر نہ تھی۔ لیکن یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا۔"

یہ ڈوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ ملبورن چرچ میں منسٹر کے عہدے پر نامزد ہوا اور 1878ء میں انٹر نیشنل ہیلنگ ایسوسی ایشن بنا کر شہرت پائی۔ یعنی بیماروں کو شفا دے گا۔ 1896ء میں کرسچن کیتھولک چرچ کی بنیاد ڈالی اور 1901ء میں صیہون (زائن) شہر کی بنیاد ڈالی۔ اس کا انگریزی اخبار Leavs of Healing تھا۔

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا
اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اِک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

قاضی، حکم، بادشاہ

اب میں آخر پر ایک ایسی تائید الٰہیہ کے نظارے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آج بھی ہم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جنوری 1907ء میں یہ خبر دی گئی تھی کہ

’’شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور 2 آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا ’’وہ بادشاہ آیا‘‘ دوسرے نے کہا کہ ’’ابھی تو اس نے قاضی بنا ہے‘‘ فرمایا: قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔‘‘

(بدر 10 جنوری 1907ء)

اس خبر کے مطابق آج ہمارے امام ہمام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی بادشاہ اور حکم ہیں۔ جو اس وقت 212 ممالک کی سلطانی کر رہے ہیں اور اس شجر خلافت کی شاخوں کے نیچے 25 کروڑ طیور بسیرا کرتے ہیں۔ جو اس بادشاہ کا نورانی چہرہ دیکھنے اور اس کی زندگی بخش اور دل نواز آواز کو سننے کے لئے ہر وقت بیتاب رہتے ہیں۔ ہاں ہاں یہ روحانی پرندے ہر جمعہ کو اپنے پیارے امام کے السلام علیکم یعنی Live سلامتی وصول کرکے اس کا جواب دینے کے منتظر نظر آتے ہیں۔ 1907ء کا سال کیسا مبارک سال تھا کہ اس کے آغاز پر بادشاہ اور قاضی کے آنے کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی اور اسی سال کے آخر پر دسمبر 1907ء میں اِنِّی مَعَکَ یَامَسۡرُوۡرُ کا نعرہ بلند کرکے اس پیشگوئی اور خبر کی تائید کردی۔ جس کا نظارہ آج ہم ہمہ جہت کررہے ہیں اور ائمہ اہل بیت کی اس خبر کی تائید ہوتی دیکھتے ہیں۔

دنیا کی تمام اقوام میں نداء بلند ہوگی جو مشرق و مغرب میں ہر شخص اپنی زبان میں سنے گا۔ ساری دنیا اس کی زیارت کرے گی۔ مشرق کے مومن، مغرب کے مومنین کو اور مغرب کے مومن، مشرق کے مومنین کو دیکھ سکیں گے۔

یہی وہ نمائندہ مسیح و مہدی ہے جو سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کے غار سے جلوہ گر ہو رہا ہے یعنی جو بھی اس برگزیدہ کو دیکھے گا وہ بھی مسرور ہو گا۔

ہاں یہ اپنی ذات میں مسرور اور دوسروں کو مسرور کرنے والا ایک غار میں چھپا بیٹھا تھا۔ نہ کبھی منظر عام پر آیا نہ کبھی تقریر کی۔ انتخاب کے وقت بیت الفضل کے مشرقی جانب سر جھکائے اس جگہ پر بیٹھا تھا۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے جوتے اتار کر خدا کے گھر میں اپنا قدم رکھتے تھے۔

یہ مقام یا اس اعلیٰ مقام سے اطاعت اور وفا کے تعلق کو استوار کرنے کے لئے عاجزی اپنانی پڑتی ہے۔ حضرت سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ لکھتی ہیں خلیفۃ المسیح کے فون کے وقت بھی جھک جایا کرتے تھے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ جب ناظر اعلیٰ تھے تو ہر جمعہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا Live خطبہ سننے اور امام وقت کی السلام علیکم کی صورت میں سلامتی وصول کرنے کے لئے ٹی وی کے سامنے باوضو ہو کر ایسے بیٹھ جاتے جیسے کسی بیت الذکر میں خطبہ جمعہ میں خطیب کے سامنے بیٹھا جاتا ہے اور آج اس کی طرف سے Live سلامتی کا ہم میں سے ہر ایک کو انتظار رہتا ہے۔ یہ سلامتی اسی طرح ہمارے لئے سلامتی بن سکتی ہے کہ ہم اس کی آواز پر لبیک کہیں۔ اللہ والے بن جائیں۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نمائندہ حضرت مسیح موعود کے توسط سے ہم سے مخاطب ہوتا ہے۔

آئیں! سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا عزم کرکے اس کی پکار پر کان دھریں نمازی بن جائیں۔ قرآن پڑھ کر عمل کرنے والے ہوں۔ اپنے اعمال کو دینی بنالیں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 دسمبر 2019ء)

(2)
حضرت مسیح موعودؑ کے ذونسب بزرگ آباؤ اجداد

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کا قدیم قانون اور سنت یہی ہے کہ وہ صرف ان لوگوں کو منصب دعوت ونبوت پر مامور کرتا ہے جو اعلیٰ خاندان میں سے ہوں اور ذاتی طور پر بھی چال چلن اچھے رکھتے ہوں کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے حکیم بھی ہے اور اس کی حکمت اور مصلحت چاہتی ہے کہ اپنے نبیوں اور ماموروں کو ایسی اعلیٰ قوم اور خاندان اور ذاتی نیک چال چلن کے ساتھ بھیجے تا کہ کوئی دل ان کی اطاعت سے کراہت نہ کرے۔یہی وجہ ہے جو تمام نبی علیہم السلام اعلیٰ قوم اور خاندان میں سے آتے رہے ہیں۔ اِسی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی نسبت ان دونوں خوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 280 - 281)

حضرت مسیح موعودؑ کا شجرہ نسب اور خاندان

فرمایا:

’’ہمارا شجرہ نسب اس طرح پر ہے:

میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمد بیگ صاحب ابن مرزا عبد الباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن مرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 172)

مرزا ہادی بیگ مورث اعلیٰ خاندان مسیح موعودؑ حاجی برلاس کی نسل میں سے تھے اور حاجی برلاس سمر قند کے

امیر تیمور کے چچا تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مورث اعلیٰ منگول اور ترک نسل کے تھے امیر تیمور نے اپنی زندگی میں 42 ملک فتح کئے اور اس خاندان نے فارس اور وسطی ایشیاء میں اپنی حکومت قائم کی اور سمر قند کو 1370ء میں اپنا دارالحکومت بنایا۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا ''ماوراء النہر (ترکستان) کے علاقہ سے ایک شخص مبعوث ہوگا جسے الحارث بن حراث کے لقب سے پکارا جائے گا۔''

(سنن ابی داؤد)

سمر قند (SAMARKAND)

تہذیبوں کا سنگم سمر قند از بکستان کا دوسرا بڑا شہر اور صوبہ سمر قند کا دارالحکومت ہے۔زمانہ قدیم سے چین اور یورپ کے درمیان شاہراہ ریشم کے وسط میں واقع ہے۔

امیر تیمور (1336ء - 1405ء) نے، جیسا کہ بیان ہوا ہے اپنی زندگی میں 42 ملک فتح کئے اور فارس اور وسطی ایشیا میں اپنی حکومت قائم کی اور سمر قند کو اپنا دارلحکومت بنا لیا۔

سمر قند جس کا مطلب ہے Rock City کئی تہذیبوں کا سنگم ہے امیر تیمور آرٹ اور آرکیٹیکچر کا بہت بڑا سرپرست تھا انہوں نے سمر قند کو 15 مختلف باغات سے آراستہ کیا جس میں پانی کی نہریں اور چشمے اور گھنے درخت لگوائے شاندار عمارات بنوائیں ان کے پوتے الغ بیگ نے سمرقند میں ایک شاندار رصد گاہ Observatory بنوائی۔

سمر قند اسلام تعلیم اور تحقیق کے مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے آج بھی بی بی خانم مسجد اس کی اہم ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔

امیر تیمور کے بعد جلد ہی یہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور 1550ء میں از بک قبائل نے وسطی ایشیا کے اکثر حصوں پر قبضہ کرلیا اب یہ محدود ہو کر از بکستان کے ایک اہم شہر کے طور پر جانا جاتا ہے۔

از بکستان وسط ایشیا کے مرکزی حصے پر محیط ہے جسے تاریخی طور پر ترکستان کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

19 ویں صدی کے وسط سے 20 ویں صدی کے آخر تک وسط ایشیا کا اکثر علاقہ رشین ایمپائراور پھر سویت یونین کا حصہ بن گیا۔ 1924ء سے 1930ء تک سمر قند از بک(SSR) کا دارلحکومت رہا ہے۔

2001ء میں اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکو کی جانب سے سمر قند کے تاریخی شہر کو عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا گیا ہے اس کو Samarkand – Crossroad of cultures یعنی ”تہذیبوں کا سنگم“ کے طور پر رجسٹر کیا گیا ہے۔

آج کا سمر قند دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ نیا شہر اور پرانا شہر اب بھی 100 سے زیادہ قوموں کے لوگ سمر قند میں بستے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی سمر قند سے ہجرت اور قادیان کی بنیاد

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمر قند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً 200 آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا اور لاہور سے تخمیناً بفاصلہ50 کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فرو کش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کرکے اس کا نام اسلام پور رکھا جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھہ کہلاتا تھا غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھہ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں اورچونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔

مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمر قند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا۔ پھر اس ملک میں آکربادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات جاگیر ان کو ملے چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 162 تا 165 حاشیہ)

طوائف الملوکی کا زمانہ

فرمایا ''سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت 85 گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جواں مردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھےجو اب تک ان کے پاس ہیں غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔

دینی ذوق و شوق اور فیاضی

ہمیشہ قریب 500 آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتےتھے اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے جن کے لئے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسانہ تھا جو تارک نماز ہو یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں اور گردونواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکہ کہتے تھے کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 165 - 166)

Sir Lepel Griffin "The Punjab Chiefs Lain Adamson" Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

مندرجہ بالا کتاب میں بھی آپ کے آباؤ اجداد کاذکر ملتاہے۔

اس کتاب میں وہی باتیں بیان ہوئی ہیں جن کا ذکر حضور نے خود فرمایا مغلوں اور پھر سکھوں اور اس کے بعد انگریزوں کے دربار میں بھی حضور کے آباء کو کرسی ملتی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی حضرت مرزا غلام احمدؑ ان کے چھوٹے بیٹے تھے انہیں دنیا کی طرف ذرا بھی رغبت نہ تھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی غلامی میں مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا اور دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

ابتدا سے گوشہ خلوت رہامجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا تیرا ہی ہے سب برگ و بار

ایک نئے اور مبارک دور کا آغاز

حضرت مسیح موعودؑ کو 1882ء میں ماموریت کا الہام ہوا اور اس سے اگلے سال 1883ء میں مندرجہ ذیل الہام ہوا جو کئی بار دہرایا جاتا رہا۔

سبحان اللہ تبارك وتعالیٰ زاد مجدك ينقطع آباؤك ويبدء منك

سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔اس نے تیرے مجد کوزیادہ کیا تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہو جائے گایعنی بطور مستقل ان کا نام نہیں رہے گا اور خدا تجھ سے ابتداء شرف اور مجد کا کرے گا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 582 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 دسمبر 2019ء)

(3)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے پُر معارف، گرانقدر اور روح پرور ارشادات کی روشنی میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد، اہمیت اور شرکت کی تحریک

(فخر الحق شمس)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جلسہ سالانہ سے بھرپور استفادہ کرنے کے لئے قیمتی ہدایات اور توجہ رکھنے کی تلقین

1891ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی تو اس کے اغراض و مقاصد کو یوں بیان فرمایا کہ:

”اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341)

جلسہ سالانہ پر آنے کی تحریک کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ 27 دسمبر 1892ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے مُحِبّوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہو گا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بِالْمُوَاجِہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اُخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو

رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرورت تشریف لاویں جو زَادِ رَاہ کی اِستطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 282)

جلسہ سالانہ کے موقع پر مورخہ 28 دسمبر 1899ء کو تقریر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

”سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قِیلُ وقَال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض و غایت آ کر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادُو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا یہی اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کے لئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو......... مسلمانوں میں اِدبار اور زوال آنے کی یہ بڑی بھاری وجہ ہے ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لسان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے، شاعر قوم کی حالت پر نَوحَہ خوانیاں کرتے ہیں۔ وہ بات کیا ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ قوم دن بدن ترقی کی بجائے تَنزُّل ہی کی طرف جاتی ہے۔ بات یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے جانے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 265 - 266)

مرکزی جلسہ کی ابتداء تو قادیان دارالامان میں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی اس وقت ہوئی جب آپ کو جاننے والا بھی کوئی نہ تھا اور خداتعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ لوگ دور دور سے یہاں آئیں

گے اور راستوں پر بھی نشان پڑ جائیں گے اور اس جلسہ کی بنیادی اینٹ بھی خداتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ تبھی خداتعالیٰ کے فضل سے نامساعد حالات ہونے کے باوجود بھی خداتعالیٰ نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے اور

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”ربانی باتیں سننے کے لئے۔ حقائق و معارف سننے کے لئے۔ ایمان، معرفت اور یقین میں ترقی کے لئے۔ دعائیں کرنے کے لئے۔ پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے اپنے نئے اور پرانے بھائیوں، دوستوں اور عزیزوں سے ملاقات کے لئے۔ تاکہ آپس میں پیار و محبت بڑھے اور اتفاق و اتحاد کا موجب ہو۔ ان لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کے لئے جو دوران سال اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ خشکی۔ اجنبیت اور نفاق کو دور کرنے کے لئے“

(روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جلسہ کا یہ مقصد ہے کہ روحانیت میں ترقی ہو۔ جب معرفت حاصل ہو جائے تو صرف علمی حظّ تک ہی یہ معرفت نہ رہے بلکہ اس کو روحانیت میں اور عمل میں ترقی کا ذریعہ بننا چاہئے۔ اگر روحانیت میں ترقی نہیں تو جلسہ میں شمولیت بے فائدہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جلسہ کا ایک فائدہ یہ ہے اور اس کے لئے ہر آنے والے کو کوشش کرنی چاہئے کہ آپس کا تعارف بڑھے اور صرف تعارف حاصل کر کے دنیا داروں کی طرح وقتی تعلق نہ ہو بلکہ ہر احمدی کو دوسرے احمدی کے ساتھ محبت اور بھائی چارے کے تعلق میں ترقی کرنی چاہئے اور یہ تعلق اتنا مضبوط اور مستحکم ہو جائے کہ کوئی بات اس تعلق میں رخنہ نہ ڈال سکے، اس کو توڑ نہ سکے“

(ماخوذ از آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

پھر آپ نے فرمایا کہ تقویٰ میں ترقی کرو۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

”یہ جلسہ کے مقاصد میں سے بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر ایک مومن حقیقی مومن نہیں بن سکتا اور تقویٰ

یہی ہے کہ جو علم حاصل کیا، جو روحانیت کا معیار حاصل کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جو محبت کا تعلق قائم کیا ہے، آپس کے تعلقات میں جو خوبصورتی پیدا کی ہے اس میں اب دوام پیدا کرو۔ اسے باقاعدہ رکھو۔ اسے باقاعدہ اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔

پس یہ وہ باتیں تھیں جس کے لئے آپ علیہ السلام نے جلسہ کا انعقاد فرمایا اور فرمایا کہ ہر سال لوگ اس مقصد کے لئے قادیان آیا کریں۔ کتنے بابرکت جلسے ہوتے تھے وہ جن میں خود حضرت مسیح پاک علیہ السلام شامل ہو کر براہ راست جماعت کو نصائح فرمایا کرتے تھے۔ افراد جماعت کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ ان کی روحانی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے بعد وہ باتیں تو نہیں ہوسکتیں۔ نبی کا مقام تو اسی کے لئے خاص ہوتا ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا، جو خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آیا، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں احیائے دین کے لئے بھیجا یقیناً وہ اپنا ایک مقام رکھتا تھا۔ لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس سے خبر پا کر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے بعد قدرت ثانیہ کا نظام جاری ہوا جو خلافت کا نظام ہے۔ پس وہ جاری ہوا اور خلافت احمدیہ کے ذریعہ آپ علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کا کام جاری و ساری ہے۔ جلسوں کا سلسلہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد خلافت کا نظام جب جاری ہوا تو خلافت کی موجودگی میں تقریباً چالیس سال تک جلسے منعقد ہوتے رہے۔ پھر خلافت کے پاکستان ہجرت کر جانے کے بعد ربوہ میں جلسے منعقد ہوتے رہے اور ساتھ ہی جماعت کی وسعت ملکوں ملکوں میں ہونے لگی۔ گو کہ بیرونی مشن قادیان سے ہجرت سے پہلے بھی قائم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ خاص طور پر افریقہ میں بڑی مضبوط جماعتیں قائم ہونے لگ گئی تھیں لیکن مزید مضبوطی اور وسعت ہر آنے والے دن اور مہینے اور سال میں بیرون پاکستان جماعتوں میں ہوتی رہی یہاں تک کہ دشمن نے اس ترقی کو دیکھ کر احمدیوں کے خلاف نہایت ظالمانہ قانون حکومت کے ذریعہ سے جاری کروایا جس کی وجہ سے خلیفہ وقت کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی اور ساتھ ہی وہاں سے احمدیوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی ہجرت کی۔ خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن ہجرت کر جانے کے بعد جہاں لندن کے جلسوں نے ایک نیا موڑ لیا اور وسعت اختیار کی وہاں دوسرے ممالک میں بھی جلسوں میں ایک نیا رنگ پیدا ہوا اور پھر جس میں روز بروز ترقی ہوتی چلی گئی اور آج ہر جگہ جلسوں کے ایک نئے رنگ ہیں۔ یہ تو اب ممکن نہیں کہ احمدیوں کی ایک بڑی تعداد جلسے کے لئے قادیان جائے، نہ ہی یہ ممکن ہے کہ جہاں خلیفہ وقت موجود ہے وہاں احمدیوں کی بڑی تعداد جلسہ میں شامل ہو سکے۔ دنیا میں جس طرح جماعتیں پھیل رہی ہیں اور ترقی کر رہی ہیں ضروری تھا کہ ہر ملک میں جہاں بھی جماعت ہے اس نہج پر جلسے منعقد کئے جائیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

زمانے میں ہوتے تھے۔ سال میں کم از کم ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے ہمیں اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے تربیتی مقصد کے لئے جمع ہونے کا فرمایا تھا“

(خطبہ جمعہ مورخہ 17 اکتوبر 2016ء)

جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خواہ کسی ملک میں بھی ہو یہ جماعت احمدیہ کی ہر آن ترقی کا ایک آئینہ دار ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ہر سال جلسہ سالانہ یو کے کے موقع پر اور اس کے علاوہ جن جن ممالک میں حضور بنفس نفیس تشریف لے جا کر جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار فرماتے ہیں اور اس موقع پر جو ہدایات و نصائح ہوتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں پھیلی ہوئی جماعتوں کی ترقی کا ذکر ہوتا ہے وہ ہمارے لئے ازدیادایمان کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار افراد جماعت کو ان جلسوں سے بھرپور استفادہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے آپ کی ہدایات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

جلسہ کی تمام تقاریر خاموشی سے سنیں

فرمایا: ”حضرت مسیح موعودؑ معرفت کی باتیں خود ہی بیان کر دیا کرتے تھے اور اس زمانے میں حقائق بھی پتہ چلتے رہتے تھے لیکن اب بھی جو ارشادات آپ نے بیان فرمائے انہیں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ انہیں کو سمجھتے ہوئے، انہیں تفسیروں پر عمل کرتے ہوئے ماشاء اللہ علماء بڑی تیاری کر کے جہاں جہاں بھی دنیا میں جلسے ہوتے ہیں اپنی تقاریر کرتے ہیں، خطابات کرتے ہیں اور یہ باتیں بتاتے ہیں تو آج بھی ان جلسوں کی اس اہمیت کو سامنے رکھنا چاہئے وہی اہمیت آج بھی ہے اور تقاریر جب ہو رہی ہوں تو ان کے دوران تقاریر کو خاموشی سے سننا چاہئے“

پس پہلی نصیحت یہ ہے کہ جلسہ کی تمام تقاریر کو خاموشی سے سننا چاہئے۔ یہ نہیں کرنا چاہئے کہ فلاں کی تقریر سننی ہے فلاں کی نہیں، جلسہ کی سب تقاریر سننی چاہئیں اور وہ بھی خاموشی کے ساتھ۔

اپنا وقت دعاؤں اور ذکر الٰہی میں گزاریں

حضور انور فرماتے ہیں۔

”حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعائیں آج بھی شاملین جلسہ کے لئے برکت کا باعث ہیں کیونکہ آپ نے اپنے ماننے والوں کے لئے جو نیکیوں پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سچی محبت دل میں رکھتے

ہیں قیامت تک کے لئے دعائیں کی ہیں پھر یہاں آ کر ایک دوسرے کی دعاؤں سے بھی حصہ لیتے"۔ اس میں حضور انور نے نصیحت فرمائی کہ ایک تو شامل ہونے سے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے حصہ ملے گا، دوسرے یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنا وقت بھی دعاؤں اور ذکر الٰہی میں صرف کریں۔ جن جن نے بھی آپ کو دعاؤں کے لئے کہا ہے ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔

یہ معاملہ ایمان کا ہے

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہیئے۔ پورے غور و فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت سے برے نتائج پیدا کرتی ہے … پس یاد رکھو جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا"

(الحکم 10 مارچ 1902ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اس بیان پر فرماتے ہیں کہ "دیکھیں کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ان لوگوں کے لئے جو جلسہ پر آ کر پھر جلسہ کی کارروائی کو توجہ سے نہیں سنتے تو ایسے لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ باوجود کان اور دل رکھنے کے نہ سننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ رحم کرے اور ہر احمدی کو اس سے بچائے"

مہمان نوازی

اس سلسلہ میں حضور انورایدہ اللہ فرماتے ہیں "جہاں خدمت کرنے والے کارکنان مہمانوں کی خدمت کے لئے پوری محنت سے خدمت انجام دے رہے ہیں وہاں مہمانوں کا بھی فرض ہے کہ مہمان ہونے کا حق ادا کریں اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ جو پاک تبدیلیاں ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کریں"

ہر ایک کو السلام علیکم کرو

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کون سا اسلام بہتر ہے فرمایا ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے، سلام کہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ! ’’تو جب اس طرح سلام کا رواج ہو گا تو آپس میں محبت بڑھے گی اور انشاء اللہ جب آپ ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہوں گے، ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آ رہی ہوں گی تو یہ جلسہ محبت کے سفیروں کا جلسہ بن جائے گا‘‘

نمازوں کی ادائیگی اور جلسہ گاہ کے تقدس کا خیال

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

’’جلسہ کے ایام ذکرالٰہی اور درود شریف پڑھتے ہوئے گزاریں اور التزام کے ساتھ بڑی باقاعدگی کے ساتھ توجہ کے ساتھ نماز باجماعت کی پابندی کریں‘‘

نمازوں اور جلسے کے دوران بچوں کو خاموش رکھیں

حضورانور فرماتے ہیں کہ:

’’ڈیوٹی والے اس چیز کا بھی خاص خیال رکھیں اور مائیں اور باپ بھی اس کا بہت خیال رکھیں اور ڈیوٹی والوں سے اس سلسلہ میں تعاون کریں۔ جو جگہیں بچوں کے لئے بنائی گئی ہیں وہاں جا کے چھوٹے بچوں کو بٹھائیں تا کہ باقی جلسہ سننے والے ڈسٹرب نہ ہوں‘‘

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 28 دسمبر 2019ء)

(4)
حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ بعض روحانی فضائل اور پوشیدہ قرآنی اسرار

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

قرآن کریم کتاب مبین بھی ہے اور کتاب مکنون بھی ہے۔ اس زمانہ میں کتاب مکنون کے بعض روحانی فضائل اور پوشیدہ اسرار اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کھولے جیسا کہ فرمایا لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ (الواقعہ:80) صرف پاک باطن لوگوں کو ہی کتاب عزیز کا علم دیا جاتا ہے۔

(اربعین نمبر 4 صفحہ 137)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا الرحمن علم القرآن یعنی وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اس کے حقیقی معنوں سے تجھے اطلاع دی فرمایا ’’قرآن شریف کے تین تجلیات ہیں۔ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے ولکل امر وقت معلوم…‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 66)

بطور نمونہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے صرف چند اسرار و نکات معرفت قرآنی پیش خدمت ہیں۔

سورۃ فاتحہ کا اعجاز لطیف

’’سورہ فاتحہ… مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل…. آئینہ قرآن نما ہے اس کی تصریح یہ ہے کہ

• قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمام محامدہ کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے اور اس کی ذات کے لئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے سو یہ مقصد الحمد للہ میں بطور اجمال آگیا کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ تمام محامد کاملہ اللہ کے لئے ثابت ہیں جو مستجمع جمیع کمالات اور مستحق جمیع عبادات ہے۔

• دوسرا مقصد قرآن شریف کا یہ ہے کہ وہ خدا کا صانع کامل ہونا اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے اور عالم کے ابتداء کا حال بیان فرماتا ہے اور جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے اور ان امور کے جو لوگ مخالف ہیں ان کا کذب ثابت کرتا ہے سو یہ مقصد رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ میں بطور اجمال آ گیا۔

تیسرا مقصد قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا اور اس کی رحمت عامہ کا بیان کرنا ہے سو یہ مقصد لفظ الرَّحۡمٰنِ میں بطور اجمال آ گیا۔

• چوتھا مقصد قرآن شریف کا خدا کا وہ فیضان ثابت کرنا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے سو یہ مقصد لفظ الرَّحِیۡمِ میں آ گیا۔

• پانچواں مقصد قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرنا ہے سو یہ مقصد مَالِکِ یَوۡمِ میں آ گیا۔

• چھٹا مقصد قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے سو یہ مقصد اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں بطور اجمال آ گیا۔

• ساتواں مقصد قرآن شریف کا ہر یک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا اور تمام توفیق اور لطف اور نصرت اور ثبات علی الطاعت اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف اسے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد چاہنے کے لئے تاکید کرنا سو یہ مقصد اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں بطور اجمال آ گیا۔

• آٹھواں مقصد قرآن شریف کا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کے دقائق کو بیان کرنا ہے اور پھر اس کے طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرع سے اس کو طلب کریں سو یہ مقصد اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں بطور اجمال آ گیا۔

• نواں مقصد قرآن شریف کا ان لوگوں کا طریق و خلق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا تا طالبین حق کے دل جمیعت پکڑیں سو یہ مقصد صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ میں آ گیا۔

• دسواں مقصد قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا غضب ہوا یا جو راستہ بھول کر انواع واقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے تا حق کے طالب ان کی راہوں سے ڈریں سو یہ مقصد غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں بطور اجمال آ گیا ہے۔

یہ مقاصد عشرہ ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہیں جو تمام صداقتوں کا اصل الاصول ہیں سو یہ تمام مقاصد

سورہ فاتحہ میں بطور اجمال آ گئے‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 488 تا 492 حاشیہ نمبر 11)

سورہ القصص میں جسمانی اور روحانی تکمیل کے مراتب ستہ

’’خدا تعالیٰ نے اس سورہ کے ابتداء میں جو سورۃ المومنون ہے جس میں یہ آیت فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ہے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ کیونکر انسان مراتب ستہ کو طے کرکے جو اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں اپنے کمال روحانی اور جسمانی کو پہنچتا ہے سو خدا نے دونوں قسم کی ترقیات کو چھ چھ مرتبہ پر تقسیم کیا ہے اور مرتبہ ششم کو کمال ترقی کا مرتبہ قرار دیا ہے اور یہ مطابقت روحانی اور جسمانی وجود کی ترقیات کی ایسے خارق عادت طور پر دکھلائی ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے کبھی کسی انسان کے ذہن نے اس نکتہ معرفت کی طرف سبقت نہیں کی اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ سبقت کی ہے تو یہ بار ثبوت اس کی گردن پر ہوگا کہ یہ پاک فلاسفی کسی انسان کی کتاب میں سے دکھلاوے اور یہ یاد رہے کہ وہ ایسا ہر گز ثابت نہیں کر سکے گا پس بدیہی طور پر یہ معجزہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وہ عمیق مناسبت جو روحانی اور جسمانی وجود کے ان ترقیات میں ہے جو کامل کے مرتبہ تک پیش آتے ہیں ان مبارک آیات مبارکہ میں ظاہر کر دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ظاہری اور باطنی صنعت ایک ہی ہاتھ سے ظہور پذیر ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے‘‘

(تفسیر سورۃ المؤمنون، بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پاک محمد مصطفیٰؐ

سورۃ الشعراء آیات 218 تا 220 ’’خدا پر توکل کر جو غالب اور رحم والا کرنے والا ہے وہی خدا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو دعا اور دعوت کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہی خدا جو تجھے اس وقت دیکھتا تھا کہ جب تو تخم کے طور پر راست بازوں کی پشتوں میں چلا آتا تھا یہاں تک کہ اپنی بزرگ والدہ آمنہ معصومہ کے پیٹ میں پڑا‘‘

(تریاق القلوب)

’’حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم

جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنی کمالات تامہ کا مظہر"

(توضیح مرام)

اسریٰ اور معراج

یہ مضمون قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم کے شروع میں بیان ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لئے جھکا اس لئے یہ دو قوسوں کے وسط میں آ گیا اوپر خدا اور نیچے مخلوق"

(اربعین نمبر 3 صفحہ 37)

"یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح الامین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رای ما رای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کی کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانی کا ختم ہو گیا اور دائرہ استعداد بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے"

(توضیح مرام)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج میں زمانہ گزشتہ کی طرف صعود ہے اور زمانہ آئندہ کی طرف نزول ہے اور ماحصل اس معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ہیں۔ معراج جو مسجد الحرام سے شروع ہوا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صفی اللہ آدم کے تمام کمالات اور ابراہیم خلیل اللہ کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اور پھر اس جگہ سے قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکانی سیر کے طور پر بیت المقدس کی طرف گیا اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام اسرائیلی نبیوں کے کمالات بھی موجود ہیں اور پھر اس جگہ سے قدم آنجناب علیہ السلام زمانی سیر کے طور پر اس مسجد اقصیٰ تک گیا جو مسیح موعودؑ کی مسجد ہے یعنی کشفی نظر اس آخری زمانہ تک

جو مسیح موعودؑ کا زمانہ کہلاتا ہے پہنچ گئی“

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ اشتہار چندہ منارۃالمسیح)

ابن مریم کی پیشگوئی

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مومن کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ایک مثال فرعون کی عورت سے ہے جو کہ اس قسم کے خاوند سے خدا کی پناہ چاہتی ہے یہ ان مومنوں کی مثال ہے جو نفسانی جذبات کے آگے گر گر جاتے ہیں اور غلطیاں کر بیٹھتے ہیں پھر پچھتاتے ہیں توبہ کرتے ہیں خدا سے پناہ مانگتے ہیں ان کا نفس فرعون کے خاوند کی طرح ان کو تنگ کرتا رہتا ہے وہ لوگ نفس لوامہ رکھتے ہیں بدی سے بچنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

دوسرے مومن وہ ہیں جو اس سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں وہ صرف بدیوں سے ہی نہیں بچتے بلکہ نیکیوں کو حاصل کرتے ہیں۔ ان کی مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے دی ہے۔ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا ہر ایک مومن جو تقویٰ اور طہارت میں کمال پیدا کرے وہ بروزی طور پر مریم ہوتا ہے اور خدا اس میں اپنی روح پھونک دیتا ہے جو کہ ابن مریم بن جاتی ہے..... اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک مومن جو اپنے تئیں اس کمال کو پہنچائے خدا کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے اور وہ ابن مریم بن جاتا ہے اور اس میں ایک پیشگوئی ہے کہ اس امت میں ابن مریم پیدا ہوگا۔

(تفسیر از حضرت مسیح موعودؑ جلد 6 صفحہ 86)

اب اس کی کیفیت اور لطافت براہین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام مریم رکھا پھر اس میں روح صدق نفخ کر کے مجھے عیسیٰ بنایا۔

(تفسیر از حضرت مسیح موعودؑ جلد 8 صفحہ 183)

انسان ایک عالم صغیر ہے

سورہ الشّمس کی تفسیر میں فرمایا ”انسان ایک عالم صغیر ہے جس کے نفس میں تمام عالم کا نقشہ اجمالی طور پر مرکوز ہے پھر جب یہ ثابت ہے کہ عالم کبیر کے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہیں اور اسی طرح پر مخلوقات کو فیض پہنچا رہے ہیں تو انسان جو سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے درجہ پر پیدا کیا گیا

ہے وہ کیونکر ان خواص سے خالی اور بے نصیب ہو گا‘‘

(تفسیر از حضرت مسیح موعود جلد 8 صفحہ 390)

’’یہ تو ظاہر ہے کہ عالم صغیر اور عالم کبیر میں نہایت تشابہ ہے اور قرآن سے انسان کا عالم صغیر ہونا ثابت ہے اور آیت لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ تقویم عالم کی متفرق خوبیوں اور حسنوں کا ایک حصہ انسان کو دے کر بوجہ جامعیت جمیع شمائل وشیون عالم اس کو احسن ٹھہرایا گیا ہے۔‘‘

(تفسیر از حضرت مسیح موعود جلد 8 صفحہ 390)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 8 جنوری 2020ء)

(5)

دس شرائط بیعت

بیان فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

شرط اول

بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو شرک سے مجتنب رہے گا۔

شرط دوم

یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

شرط سوم

یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتّی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

شرط چہارم

یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

شرط پنجم

یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا

اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

شرط ششم

یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستورالعمل قرار دے گا۔

شرط ہفتم

یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

شرط ہشتم

یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

شرط نہم

یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

شرط دہم

یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ جنوری 1889ء از مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 189)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 11 جنوری 2020ء)

(6)
یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے، یہ آدمی نہیں، فرشتہ ہے

(امۃ الباری ناصر۔امریکہ)

خاندان کے بزرگ جن کے ہاتھوں میں بچے پروان چڑھتے ہیں اپنے بچوں کی فطرت، طبیعت اور صلاحیت سے قدرتی طور پر آگاہ ہوتے ہیں۔ اس طرح خالق کے ودیعت کردہ باسعادت انداز اور ہونہار آثار کے سچے بے لاگ گواہ بنتے ہیں۔ درجِ ذیل اقتباسات میں ایک چچا کا اپنے بھتیجے اور ایک والد کا اپنے بیٹے کے لئے ایسے ہی حقیقت کا اظہار پڑھئے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ مشرکین رِجس ہیں، پلید ہیں، شر البرّیہ ہیں، سفہاء ہیں اور ذریتِ شیطان ہیں اور ان کے معبود وقودالنار اور حصبِ جہنم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرتﷺ کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے! اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا ہے اور ان کے بزرگوں کہ شر البرّیہ کہا اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزمِ جہنم اور وقودالنار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رِجس اور ذریتِ شیطان اور پلید ٹھہرایا۔ میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرتﷺ نے جواب ہیں کہا کہ اے چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اس راہ میں وقف ہے۔ میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا! اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کاخیال ہے تو تُو مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہوجا۔ بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں، میں احکامِ الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر باربار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔

آنحضرتﷺ یہ تقریر کررہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہورہی تھی اور جب آنحضرتﷺ یہ تقریر ختم کرچکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری

ہوگئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلی حالت سے بے خبر تھا، تُو اَور ہی رنگ میں اور، اَور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 110 - 111۔ تذکرہ صفحہ 170)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہء دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقتِ عزیز مرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنارہتا تھا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ کی تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رُوبہ خلق بناویں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیاں میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے باربار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہئے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثوابِ اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کردیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے بَرًّۢا بِالْوَالِدَیْنِ جانتے تھے اوربسا اوقات کہا کرتے تھے میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہو کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کررہے ہیں۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحات 182 تا 184 حاشیہ)

ایک معمر ہندو جاٹ جس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گودوں میں کھلایا تھا کی روایت تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ جب آپ کے والد صاحب ملازمت اور دنیوی معاملات سنبھالنے پر زور دیتے تو آپ عرض کرتے ’’ابا! بھلا بتاؤ تو سہی کہ جو افسروں کے افسر اور مالک الملک احکم الحاکمین کا ملازم ہو اور اپنے رب العالمین کا فرمانبردار ہو اس کو کسی ملازمت کی کیا پرواہ۔ ویسے میں آپ کے حکم سے بھی باہر

نہیں۔ مرزا غلام مرتضی یہ جواب سن کرخاموش ہوجاتے اور فرماتے ''اچھا بیٹا جاؤ اپنا خلوت خانہ سنبھالو'' جب یہ چلے جاتے تو ہم سے کہتے ''یہ میرا بیٹا ملاّ ہی رہے گا میں اس کے واسطے کوئی مسجد ہی تلاش کردوں جو دس بیس من دانے ہی کما لیتا مگر میں کیا کروں یہ تو ملاّ گری کے بھی کام کا نہیں۔ ہمارے بعد یہ کس طرح زندگی بسر کرے گا۔ ہے تو یہ نیک صالح مگر اب زمانہ ایسوں کا نہیں چالاک آدمیوں کا ہے'' پھر آبدیدہ ہو کر کہتے کہ ''جو حال پاکیزہ غلام احمدؑ کا ہے وہ ہمارا کہاں یہ شخص زمینی نہیں آسمانی (ہے) یہ آدمی نہیں، فرشتہ ہے۔''

(تاریخِ احمدیت جلد اول صفحہ 52 - 53)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 جنوری 2020ء)

(7)

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کی وجہ تسمیہ اور قیام کا مقصد

وجہ تسمیہ

ہندوستان میں مردم شماری کے موقع پر حضرت بانی جماعت احمدیہ نے 4 نومبر 1900ء کو ”اشتہار واجب الاظہار“ کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

”چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پُری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے۔ اس لئے ایسے وقت میں قرین مصلحت سمجھا گیا ہے کہ اپنے فرقہ کی نسبت ان دونوں باتوں کو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یاد دلایا جائے اور نیز اپنی جماعت کو ہدایت کی جائے کہ وہ مندرجہ ذیل تعلیم کے موافق استفسار کے وقت لکھوائیں۔ اور جو شخص بیعت کرنے کے لئے مستعد ہے۔ گو ابھی بیعت نہیں کی اس کو بھی چاہیئے کہ اس ہدایت کے موافق اپنا نام لکھوائے اور پھر مجھے کسی وقت اپنی بیعت سے اطلاع دے دے۔۔ اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلم فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلم فرقہ احمدیہ۔۔۔۔۔۔

اس فرقہ کا نام مسلم فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دوناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی

تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سر کوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہو گا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سُنتےہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔

سو اے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں۔تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلّی ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا ان کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین۔‘‘

ایک مسلمان صاحب آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ(الحج :79) کے برخلاف ہے۔

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

’’مسلمان بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہےاسلام کے تہتر (73) فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ... اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔ آجکل نیچریوں کا ایک ایسافرقہ نکلا ہے جو جنت، دوزخ، وحی،ملائک سب باتوں کا منکر ہے... غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے لئے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا۔

حضرت یہ تقریر کر رہے تھے کہ اس مولوی نے پھر سوال کیا کہ قرآن شریف میں تو حکم ہے کہ: لَا تَفَرَّقُوْا(ال عمران: 104) اور آپ نے تو تفرقہ ڈال دیا۔ حضرت نے فرمایا:

ہم تو تفرقہ نہیں ڈالتے بلکہ ہم تفرقہ دور کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی حنبلی کہلانے میں بھی ہتک ہے، مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں جن کو آپ بھی صلحامانتے ہیں۔ وہ شخص بدبخت ہو گا جو ایسے لوگوں پر اعتراض کرے اور اُن کو برا کہے۔ صرف امتیاز کے لیے ان

لوگوں نے اپنے یہ نام رکھے تھے۔ ہمارا کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم پر اعتراض کرنے والا خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے۔

اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔خدا تعالیٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے۔ بغیر امتیاز کے اس کے فوائد مترتب نہیں ہوتے اور صرف مسلمان کہلانے سے تمیز نہیں ہو سکتی۔امام شافعی اور حنبل وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں۔ اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہوسکتی... ہم کومسلمان ہونے سے انکار نہیں، مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے۔ پیغمبر خداﷺ نے توریت والوں سے اختلاف کیا اور عام نظروں میں ایک تفرقہ ڈالنے والے بنے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے۔ جب کھوٹ اور ملاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ ایک تمیز ہو جائے......

جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں۔ ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔ میں کوئی بدعت نہیں لایا۔ جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے ...... بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتاہے۔ احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔ آجکل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا۔ اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔‘‘

(بدر مؤرخہ 3 نومبر 1905ء)

قیام کا مقصد

حضرت مسیح موعودنے یکم دسمبر 1888 ء کو درج ذیل اشتہار شائع کیا :۔

’’میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔

اعتراف اور قبولیت کا اتنا ہی منشاء تھا جو سمجھ لیا گیا ہے یا وہ بلند غرض ہے؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن

پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اُس سے تسلی پاتا ہے۔

• اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اسے حاصل ہے؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہوگئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ اُن حملوں کو رو کا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور رُوح پیدا کی جاوے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کے بُت کو عظمت دی گئی ہے اُس کی اَمانی اور امیدوں کو رکھا گیا ہے۔ مقدمات۔ صلح جو کچھ ہے وہ دنیا کیلئے ہے۔ اس بُت کو پاش پاش کیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اُن کے دلوں میں قائم ہو اور ایمان کا شجر تازہ بتازہ پھل دے۔

• میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے...... میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں کیونکہ ہمارے سیّدو مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بُت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے رُوح القدس سے مدد دی گئی ہے۔

• ”مسیح موعود کے وجود کی علّتِ غائی احادیث نبویہؐ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خداتعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔“

• ”اب اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریّت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سو اے حق کے طالبو! سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی

مدد کی ضرورت تھی کیا کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ گزشتہ صدی میں جو تیرھویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔ کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ اسلام سے نکل گئے کس قدر عیسائیوں میں جا ملے کس قدر دہریہ اور طبعیہ ہوگئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے ردّ کے لئے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا میں شائع کی گئیں سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہوجاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریم نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤں نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑہا نفسوں پر اس زہر نے اثر کردیا ہے یہ علمی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان یہ فسق اور فجور کا طوفان یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں نظیر بیان کرو اور ایماناً کہو کہ حضرت آدم سے لے کر تا ایں دم اس کی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہیں تو خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں کے وہ معنی کرو جو ہوسکتے ہیں واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو تاتم پر کھل جائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجالیت ہے جس سے ہر یک نبی ڈراتا آیا ہے جس کی بنیاد اس دنیا میں عیسائی مذہب اور عیسائی قوم نےڈالی۔‘‘

• ’’یہ عاجز تو محض اِس غرض کیلئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ دنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے۔ اور دارالنجات میں داخل ہونے کیلئے دروازہ لا الہ ...ہے‘‘

• ’’میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اُس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہر گز اس کو خداتعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے... سو میں

بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کازمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہو گا بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدد ہوں۔ اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علت غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کاعلم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہو گا۔ اور دوسرا طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔ چنانچہ اب تک جو نشان ظاہر ہوچکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں...“

- ”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کودُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے اُن کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔“
- ”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔“

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 جنوری 2020ء)

(8)
حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں چاند سورج اور سیاروں کی تاثیرات

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آسمان، زمین، چاند، سورج، نجوم، کواکب اوراجرام فلکی کا بکثرت ذکر کیا ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’جب میں ان بڑے بڑے اجرام کو دیکھتا ہوں اور ان کی عظمت اور عجائبات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ صرف ارادہ الٰہی سے اور اس کے اشارہ سے ہی سب کچھ ہو گیا تو میری روح بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ اے ہمارے قادر خدا تو کیا ہی بزرگ قدروں والا ہے تیرے کام کیسے عجیب اور وراءالعقل ہیں۔نادان ہے وہ جو تیری قدرتوں سے انکار کرے اور احمق ہے وہ جو تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اس نے ان چیزوں کو کسی مادہ سے بنایا۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 425 حاشیہ)

سائنسی تحقیق کی رُو سے ہمارے نظام شمسی میں مشہور اجرام فلکی کی تعداد 7 ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی نسبت سورہ فاتحہ کی 7 آیات سے باندھی ہے نیز زمین سے آسمان کے تعلق اور ان کی تاثیرات پر گہری روشنی ڈالی ہے۔

سورہ فاتحہ کی سات آیات اور مشہور سات ستارے

حضرت مسیح موعودؑ نے عربی میں تحریر فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

’’واضح رہے کہ اس سورہ فاتحہ کی آیات سات ہیں اور مشہور ستارے بھی 7ہیں۔ان آیات میں سے ہر آیت ایک ستارے کے مقابل پر ہے تا وہ سب کی سب شیطان کے رجم کا موجب ہوں۔‘‘

(تفسیر سورہ فاتحہ بیان فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 23 حاشیہ)

1۔ زمین کے قریب ترین چاند (Moon)

2۔ اس سے آگے عطارد (Mercury)

3۔ پھر زہرہ (Venus)

4۔ اس کے بعد سورج (Sun)

5۔ پانچویں نمبر پر مریخ (Mars)

6۔ چھٹے نمبر پر مشتری (Jupiter)

7۔ اور ساتویں فلک پر زُحل (Saturn)

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زمین ساکن ہے اور سورج چاند اور دیگر اجرام فلکی اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ بعد کی تحقیقات نے ثابت کیا کہ یہ نظریہ غلط تھا کیونکہ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ اب سب متفق ہیں کہ دراصل ہمارے شمسی نظام کا مرکز سورج ہے جو کہ ایک ستارہ ہے۔ یہ زمین سے 93 ملین میل کے فاصلے پر ہے اور زمین سے 900 گنا بڑا ہے اس کا قطر 8 لاکھ 65 ہزار 300 میل آتا ہے باقی سب سیارے ہیں۔ ہمیں جو چاند نظر آتا ہے یہ زمین کا چاند ہے ورنہ ہر سیارے کے اپنے چاند ہیں۔چاند اپنے اپنے سیارے کے گرد گھوم رہے ہیں اور زمین سمیت سب سیارے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔

سیاروں میں زمین، عطارد، زہرہ اور مریخ اندرونی ساخت کے لحاظ سے کافی مشابہ ہیں تاہم مشتری، زحل گیس کے بڑے بڑے گیند ہیں بلکہ Ring کا خوبصورت اجرام فلکی ہیں۔ زحل کے آگے Uranus, Neptune اور Pluto بعد میں دریافت ہوئے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’یہ ستارے جیسا کہ یہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں آسمان دنیا پر ہی نہیں بلکہ بعض بعض سے بڑے بڑے بُعد پر واقع ہیں اسی آسمان پہ مشتری نظر آتا ہے جو چھٹے آسمان پر ہے۔ ایسا ہی زُحل بھی دکھائی دیتا ہے جو ہفتم آسمان پر ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام زحل ہے جو اس کا بُعد تمام ستاروں سے زیادہ ہے کیونکہ لغت میں زُحل بہت دور ہونے والے کو بھی کہتے ہیں اور آسمان سے مراد وہ طبقات لطیفہ ہیں جو بعض بعض سے اپنے خواص کے ساتھ تملیز ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑیہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 287 حاشیہ)

’’قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے فرشتے نجوم اور شمسی اور قمر اور آسمان کے لئے جان کی طرح ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 143 حاشیہ)

ستاروں کی تاثیرات

آسمان کا زمین کے ساتھ جو تعلق ہے وہ نر اور مادہ کی طرح ہے ستاروں کی خاص تاثیرات کو حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت اعلیٰ شان کے مضمون کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان کی تاثیرات ہیں جیسا کہ آیت (حٰم السجدہ: 13) سے معلوم ہوتا ہے یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اس قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کر سکتی ان کی تاثیرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے...

بعض متقدمین حکماء نے لکھا ہے کہ زمین ابتداء سے ہی بہت ناہموار تھی خدا نے ستاروں کی تاثیرات کے ساتھ ہی اس کو درست کیا۔‘‘

(تحفہ گولڑیہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 282 - 283 حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے اور مختلف آیات قرآنی کی روشنی میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ آسمان پر اجرام فلکی انسانی زندگی اور تمدن پر کتنا اثر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ سورہ الطارق آیت 12، 13 کی تفسیر میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’آسمان موئثرات کا مجموعہ ہے اور زمین متاثرات کا مجموعہ اور امر الٰہی آسمان سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور زمین اس کو قبول کر لیتی ہے اور انکار نہیں کرتی...جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے یعنی سورج چاند ستارے ...... زمین پر موجود اشیاء پراثر ڈالتی ہیں...اس رجع اور صدع کے عمل کے نتیجہ میں بہت سی چیزیں طبقات الارض میں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً چاندی، سونا، لوہا، جواہرات نفیسہ اور ایسی ہیں اور ایسی ہی اور اشیاء اور اس کی اقسام میں سے کھیتیاں، درخت، نباتات، پھل، چشمے اور دریا وغیرہ ہیں نیز جملہ وہ اشیاء جن کے ظاہر کرنے کے لئے زمین پھٹتی ہے اور پھر اس کی اقسام میں سے اونٹ گدھے، گھوڑے اور اسی قسم کے دوسرے تمام چار پائے

جو زمین پر چلتے ہیں اور ہوا میں اڑنے والے تمام پرندے ہیں اور اس کی اقسام میں سے انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور ہر رینگنے والے اور چلنے والے حیوان پر اس کو فضیلت دی گئی ہے اور اسی کی اقسام میں سے وحی اور نبوت و رسالت اور عقل، فطانت، شرافت، نجابت، بیوقوفی، جہالت، حماقت، رزالت اور بے حیائی ہیں اور اسی کی اقسام میں سے انبیاء اور رسولوں کی ارواح ناپرس وجود پر انعکاس طور پر نزول کرتا ہے جو ان کی فطرت سے مشابہ ہو اور جوہر اور خلقت اور صدق و صفا میں کے ان کے مشابہ ہو۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نجوم کی تاثیرات ثابت شدہ متحقق اور مسلمہ ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام عربی سے اردو ترجمہ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ہشتم صفحہ 340)

سورج کی تاثیرات

فرمایا:۔

"سورج چار فصلوں میں چار تغیرات دکھلاتا ہے اول تغیر موسم خریف جو موسم بہار کے مخالف ہے اس تغیر سے وہ درختوں کے آب و تاب کو ویران کرنا شروع کرتا ہے اکثر درختوں کے پتے گر جاتے ہیں اوران کے اندر کا مادہ سیالہ جو تازگی بخش ہوتا ہے خشک ہو جاتا ہے......

پھر دوسرازمانہ جو بذریعہ سورج کے خریف کے بعد ظاہر ہوتاہے وہ موسم سرما کا زمانہ ہے جب کہ آفتاب اپنی دُوری کی وجہ سے شدت بدولت ظاہر کرتا ہے......

زمانہ جو سورج اپنے تغیرات سے جاڑے کے بعد ظاہر کرتا ہے وہ ربیع کا زمانہ ہے یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مردہ پودے نئے سرے سے زندہ کئے جاتے ہیں اور نباتات کا خشک شدہ خون نئے سرے سے پیدا کیا جاتا ہے...

پھر...جو زمانہ بہار کے بعد سورج دیوتا ظاہر کرتا ہے وہ صیف کا زمانہ ہے جو موسم گرما کا زمانہ کہلاتا ہے اور موسم گرما ہیں سورج ان پھلوں کو پکا دیتا ہے جو بہار کے موسم میں ابھی کچے تھے۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 420 تا 422)

سورج کی زمین پر تاثیرات کے بارے میں ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"آفتاب کہہ رہاہے کہ وہ میں ہوں جس پر تمام گرمی و سردی و روشنی کا مدار ہے جو 365 صورتوں میں

365 قسم کی تاثیریں دنیا میں ڈالتا ہے اور اپنی شعاعوں کے مقابلہ سے گرمی اور اپنی انحراف شعاعوں سے سردی پیدا کرتا ہے اور اجسام اور اجسام کے مواد اور اجسام کی شکلوں اور حواس پر اپنی حکومت رکھتا ہے۔"

زمین کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"زمین کہہ رہی ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس پر ہزارہا ملک آباد ہوں اور جو طرح طرح کی نباتات پیدا کرتی اور طرح طرح کے جوہر اپنے اندر طیار کرتی اور آسمانی تاثیرات کو عورت کی طرح قبول کرتی ہوں۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 162 حاشیہ)

سورج کی تاثیرات کو سمجھنے کے لئے "بروج" کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ البروج کے فٹ نوٹ میں فرمایا ہے "بروج آسمان کے ان فرضی مقامات کو کہتے ہیں جن میں فرض کیا جاتا ہے کہ سورج گزرتا ہے۔"

علاوہ ازیں بروج کا ذکر سورہ الجمعہ اور سورہ الفرقان میں ملتا ہے۔ منطقہ البروج وہ لائن ہے جس پر سورج ستاروں میں حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے دراصل یہ سورج کے گرد زمین کی حرکت کا نتیجہ ہے ہئیت دان منطقہ بروج میں بارہ مہینوں کے لحاظ سے بارہ مساوی حصے بناتے ہیں یہ حصے 12 بروج کہلاتے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

1۔شمالی حمل Aries 21 (مارچ، 20 اپریل)

2۔ثور Taurus 21 (اپریل، 20 مئی)

3۔جوزاء Gemini 21 (مئی، 20 جون)

4۔سرطان Cancer 21 (جون، 20 جولائی)

5۔اسد Leo 21 (جولائی، 21 اگست)

6۔سنبلہ Virgo 22 (اگست، 22 ستمبر)

7۔میزان Libra 23 (ستمبر، 22 اکتوبر)

8۔عقرب Scorpio 24 (اکتوبر، 22 نومبر)

9۔قوس Sagittarius 23 (نومبر، 20 دسمبر)

10۔جدی Capricorn 21 (دسمبر، 19 جنوری)

11۔دلو Aquarius 20 (جنوری، 18 فروری)

12۔حوت Pisces 19 (فروری، 20 مارچ)

نجوم کے ماہر سورج کے علاوہ باقی سیاروں کو بھی ان بروج کے ساتھ جوڑ کر ان کے اثرات کے قائل ہیں۔

چاند اور دیگر اجرام فلکی کی تاثیرات

18 مئی 1908ء کو پروفیسر ریگ کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

''چاند سورج اور سیاروں کی تاثیرات کے ہم قائل ہیں ان سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت بھی ان کی تاثیرات کا اثر بچے پر ہوتا ہے۔ یہ امر شریعت کے خلاف نہیں۔ اسی واسطے ہمیں ان کے ماننے میں انکار نہیں۔

نباتات میں چاند کی روشنی کا اثر بین طور سے ظاہر ہے چاند کی روشنی سے پھل موٹے ہوتے ہیں۔ ان میں شیرینی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات لوگوں نے اناروں سے چیخنے کی آواز تک بھی سنی ہے جو چاند کی روشنی کے اثر سے پھوٹتے ہیں۔ اس سے زیادہ جو حصہ پیچدار اور ثابت شدہ نہیں اس کے ماننے کے واسطے ہم تیار نہیں ہیں۔ قرآن شریف میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ چاند سورج اور تمام سیارے انسان کے خادم اور مفید مطلب ہیں اور ان میں انسانی فوائد مرکز ہیں۔ پس ہم اس بات کے ماننے میں کوئی حرج نہیں پاتے کہ جس طرح نباتات سے ہمیں فائدہ پہنچتا ہے اس طرح ان تمام سیاروں سے بھی ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ عقل کو مشتری سے تعلق ہے تو اس کے ماننے کے واسطے بھی ہم تیار ہیں۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 677)

اسٹرالوجی کی کتب میں سیاروں کی بڑی واضح اور تفصیل سے تاثیرات ملتی ہیں اس کے مطابق سورج (جو کہ ستارہ ہے) کے اثرات سب سے زیادہ قوی ہیں۔ چاند سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے اور اس کے مقام کی تبدیلی کے ساتھ سمندر میں لہروں کا مدّوجزر وجود میں آتا ہے۔ عطارد کا تعلق مواصلات سے ہے۔ زہرہ خوبصورتی اہم آہنگی پیدا کرنے کا سیارہ ہے مریخ طاقت، جرات اور جنگ کا سیارہ ہے مشتری Expansion:04 اور صبر و تحمل اور امن کا پاسدار ہے اور زُحل حدود اور ٹھنڈک اور خواہشات کو محدود

رکھنے کا سیارہ ہے۔ یہ سب اثرات زمین اوراہل زمین پر مترتب ہوتے ہیں۔

تاثیراتِ آسمانی کے مضمون کی وسعت

حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے شرح و بسط سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’آسمانوں کو سات میں کیوں محدود کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ درحقیقت یہ تاثیرات مختلفہ کی طرف اشارہ ہے جو مختلف طبقات سماوی سے مختلف ستارے اپنے اندر جذب کرتے ہیں اور پھر زمین پر اُن تاثیرات کو ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تصریح اس آیت میں موجود ہے (الطلاق: 13) یعنی خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو سات پیدا کیا اور ایسا ہی زمینیں بھی سات ہی پیدا کیں اور اُن سات آسمانوں کا اثر جو بامر الٰہی ان میں پیدا ہے سات زمینوں میں ڈالا تا کہ تم لوگ معلوم کر لو کہ خداتعالیٰ ہر ایک چیز کے بنانے پر اور ہر ایک انتظام کے کرنے پر اور رنگارنگ کے پیرائیوں میں اپنے کام دکھلانے پر قدرت تام رکھتا ہے اور تا تمہارے علوم وسیع ہو جائیں اور علوم و فنون میں تم ترقی کرو اور ہیئت اور طبعی اور طبابت اور جغرافیہ وغیرہ علوم تم میں پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ کی عظمتوں کی طرف تم کومتوجہ کریں اور تم سمجھ لو کہ کیسے خدا تعالیٰ کا علم اور اس کی حکمت کاملہ ہر یک شئے پر محیط ہو رہی ہے اور کیسی ترکیب ابلغ اور ترتیب محکم کے ساتھ آسمان اور جو کچھ اس میں ہی ہے اپنا رشتہ زمین سے رکھتا ہے اور کیسے خدا تعالیٰ نے زمین کو قوت قابلہ عطا کر رکھی ہےاور آسمانوں اور ان کے اجرام کو قوت موثرہ مرحمت فرمائی ہے اور یاد رہے کہ جس طرح تنزل اور جسمانی اور روحانی دونوں طور پر آسمان سے ہوتا ہے اور ملائک کی توجہات اجرام سماوی کی تاثیرات کے ساتھ مخلوط ہو کر زمین پر گرتی ہیں ایسا ہی زمین اور زمین والوں میں بھی جسمانی اور روحانی دونوں قوتیں قابلیت کی عطا کی گئی ہیں تا تو اہل اور موثرات میں بکلی مساوات ہو اور سات زمینوں سے مراد زمین کی آبادی کے سات طبقے ہیں جو نسبتی طور پر بعض بعض کے تحت واقع ہیں اور کچھ بے جا نہ ہو گا کہ اگر ہم دوسرے لفظوں میں ان طبقات سبعہ کو ہفت اقلیم کے نام سے موسوم کردیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 155 تا 159 حاشیہ در حاشیہ)

آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے... دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 254)

’’جب کبھی خدا تعالیٰ کا کوئی نشان زمین پر ظاہر ہونے والا ہوتا ہے تو اس سے پہلے آسمان پر کچھ آثار ظاہر ہوتے ہیں۔‘‘

(الحکم 27 دسمبر 1907ء تفسیر مسیح موعودؑ جلد ہشتم صفحہ 4 ایڈیشن اول)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 جنوری 2020ء)

(9)

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے

(مقصود احمد ریحان)

چند روز قبل آسٹریلیا کے جنگلات میں لگی آگ کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے چند مناظر جو کیمرے کی آنکھ کے ذریعے ساری دنیا نے دیکھے، ان مناظر کی ہولناکی نے ہر اس شخص کو جس کے سینے میں دل ہے، خون کے آنسو رُلا دیا۔ کسی منظر میں معصوم جانور جن کی جانیں بچ گئیں، آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر ایک دوسرے کو دلاسہ دے رہے ہیں، کسی تصویر میں اپنے بچانے والے محسنوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض مناظر میں ان جانوروں کی لاشیں نظر آتی ہیں جو راستہ یا مہلت نہ ملنے کی وجہ سے زندہ جل گئے۔ جانوروں کی بے بسی اور معصومیت اور ان کے رنج و الم کے مناظر نے ہر دل کو دکھی کردیا اور ہر دل سے یہ دعا ضرور نکلی ہو گی کہ خداتعالیٰ ان بے زبانوں کے حال پر جلد رحم فرمائے اور اس آگ کے بجھنے کے سامان فرمائے تا کہ ان کی تکالیف ختم ہو سکیں۔

یہ آگ جو آسٹریلیا کے جنگلات میں لگی ، ایک قدرتی آفت تھی۔ آسٹریلیا کے اس حصے میں درجہ حرارت کے ایک حد سے بڑھنے کی وجہ سے جنگلات نے آگ پکڑ لی جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ بے گھر اور لاکھوں جانور ہلاک ہو گئے۔ اس آگ نے اپنی راہ میں آنے والی ہر چیز کو جلا کر خاکستر کیا۔ لیکن زیادہ نقصان ان معصوم اور بے زبان جانوروں کا ہوا جن کی زندگیاں اور ٹھکانے اس آگ کی نذر ہو گئے۔ آسٹریلیا کے جنگلات میں لگی آگ نے جس قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کیا، اگر خدانخواستہ تیسری جنگِ عظیم شروع ہوتی ہے (خداتعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے) تو جو مناظر آج ہم آسٹریلیا کے جنگلات میں دیکھ رہے ہیں، ویسے ہی مناظر، جن کا سوچ کر بھی دل کانپ اُٹھتا ہے، تمام دنیا کے معصوم اور بے بس انسانوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔

آج کل دنیا پر تیسری جنگ عظیم کے بادل بڑی تیزی سے چھاتے جارہے ہیں۔ دنیا کی سپر پاورز کے درمیان مفادات کے ٹکراؤ میں شدت آتی جارہی ہے اور جیسا کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل اقوام عالم کو خبردار کررہے ہیں کہ ہوش کے ناخن لو ورنہ ایک ہولناک تباہی و بربادی اس دنیا کا مقدر ہو سکتی ہے۔

جنگیں ہمیشہ تباہی اور بربادی ساتھ لے کر آتی ہیں۔اور تیسری جنگ عظیم کی شدت کے اندازے تو دنیا کب کے لگا چکی ہے کہ اس کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کا احاطہ انسانی سوچ کے دائرے سے ہی باہر ہے۔پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جنگوں کے نتیجے میں نقصان ہمیشہ عوام الناس ہی اُٹھاتے ہیں جن کا براہِ راست اس جنگ سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔ وہی معصوم اور بے زبان لوگ اپنی جانیں ، گھر بار، مال و اسباب سے محروم ہوتے ہیں جو اپنا بچاؤ کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔اس کے بالمقابل طاقتور اور فیصلہ ساز لوگ،جو بنیادی طور پر اس جنگ کی وجہ بنتے ہیں اور پوری انسانیت کو اپنی انانیت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، ان کے پاس اتنے وسائل ہوتے ہیں کہ ان کو اپنے ان وسائل اور طاقتوں اور مال و دولت پر یہی زعم ہوتا ہے کہ ان کا اپنا کچھ نہیں بگڑے گا۔لیکن خداتعالیٰ کی تقدیر کی چکی جب چلتی ہے تو ایسے تمام فراعینِ وقت اپنی تمام دولتوں، اختیارات اور وسائل سمیت تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

خداتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا

(بنی اسرائیل: 16)

یعنی اور ہم ہر گز عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ کوئی رسول بھیج دیں(اور حجت تمام کر دیں)۔اس لئے خداتعالیٰ کے رسول حضرت مسیح موعودؑ اور اُن کے خلفاء تو دنیا پر بار بارحجت تمام کر چکے ہیں۔اب بھی اگر دنیا خدا کے فرستادے کا انکار کرتی رہے گی تو یقیناً خداتعالیٰ کے غضب کا مورد بننے والے ہوں گے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

کیوں غضب بھڑکا خدا کا کچھ تو سوچو غافلو
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

پس خداتعالیٰ کا غضب تو بھڑک رہا ہے اور جنگ عظیم کی آگ کے شعلے بھی بھڑک رہے ہیں۔بطور ایک احمدی ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب خداتعالیٰ کے حضور پہلے سے بھی زیادہ جھکیں اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے خداتعالیٰ کے رحم کے طالب ہوں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ فرمودہ 11 دسمبر 2015ء میں فرماتے ہیں۔

دنیا اس وقت آگ کے گڑھے کے جس دہانے پر کھڑی ہے کسی وقت بھی ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ وہ اس میں گر جائے۔ ایسے وقت میں دنیا کو اس آگ میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنا اور امن اور

سلامتی دینے کا کام کرنا ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور احمدی ہی کر سکتے ہیں۔ پس اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اور سب سے بڑی چیز اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنا ہے، اس کے آگے جھکنا ہے، اس کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ اس کا تقویٰ اپنے دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ تبھی ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بھی اور دنیا کو بھی امن اور سلامتی دے سکتے ہیں۔ ایسے ہی موقع کے لئے اور ان حالات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

پس اس ذوالعجائب اور سب طاقتوں کے مالک خدا سے تعلق مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ سے پیار میں بڑھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور دنیاداروں کو بھی عقل دے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آواز کو سنیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچیں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 24 جنوری 2020ء)

(10)
نشانِ کسوف و خسوف۔ انکار بھی اقرار بھی

(انصر رضا۔ کینیڈا)

کسوف و خسوف حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی مشہور و معروف اور زبان زد عام علامت اور صداقت کا ایک زبردست نشان ہے اور حدیث کی ایک کتاب دارقطنی میں ان الفاظ میں درج ہے:

’’اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا آیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خلق السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، تَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ، وَ تَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ، وَلَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ‘‘

(سُنَنُ الدَّارقطنی کتاب العیدین)

یقیناًہمارے مہدی کے لئے دو نشانیاں ہیں جو تخلیق ارض و سماء سے لے کر آج تک وقوع میں نہیں آئیں، رمضان کی اول راتوں میں چاند گرہن اور اس کے نصف میں سے سورج گرہن اور یہ تخلیق ارض و سماء سے لے کر آج تک وقوع میں نہیں آئیں۔

دارقطنی کی یہ حدیث مندرجہ ذیل کتابوں میں قدیم علماء نے علامتِ مہدیؑ کے طور پر بیان کی ہے:

- العرف الوردی فی اخبار المہدی از جلال الدین السیوطی
- القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر از ابن حجر المکی الھیثمی
- مکتوبات امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانیؒ حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر 67
- البرھان فی علامات مہدی آخر الزمان از علامہ علی بن حسام الدین
- الاشاعۃ لاشراط الساعۃ از البرزنجی

اس نشان کے بارے میں احمدیہ جماعت کے لٹریچر میں بہت کچھ لکھا جا چکاہے۔ اس مضمون میں اس کے متعلق ایک اور پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ لوگ انبیا علیہم السلام سے نشانات طلب کرتے ہیں لیکن جب وہ نشان ظاہر ہوجاتا ہے تو اس کا انکار کردیتے ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِھَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ ۙ اَنَّھَآ اِذَا جَآءَتْ

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

(الانعام: 110)

ترجمہ: اور وہ اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس ایک بھی نشان آجائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ تو کہہ دے کہ ہر قسم کے نشانات اللہ کے پاس ہیں لیکن تمہیں کیا سمجھائے کہ جب وہ (نشانات) آتے ہیں وہ ایمان نہیں لاتے۔

منکرین کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کے علماء نے پہلے تو آپؑ سے اس نشان کا مطالبہ کرنا شروع کردیا کہ اگر آپ وہی امام مہدی ہیں تو پھر آپ کے لئے کسوف و خسوف کا نشان کیوں نہیں ظاہر ہوا۔ لیکن جب وہ نشان زمین کے مشرقی نصف کرہ میں اور پھر اگلے سال میں مغربی نصف کرہ میں ظاہر ہوا تو علماء نے اس مندرجہ بالا حدیث کو حضرت امام محمد الباقرؒ کا قول کہہ کر اسے حدیث ہی ماننے سے انکار کردیا۔ جبکہ پچھلی صدیوں کے بہت سے علماء و صوفیاء نے کسوف و خسوف کو امام مہدیؑ کی علامات میں سے ایک اہم علامت قرار دیا ہے بلکہ اس زمانہ کے علماء بھی اپنی کتب میں اسے ایک ناقابل تردید علامت اور امام مہدیؑ کی صداقت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔

’’اس واقعہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ رمضان المبارک میں چاند سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہو گا‘‘

(آثار قیامت اور فتنہ دجال کی حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی صفحہ 19)

’’اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہِ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا‘‘

(الامام المھدی ترجمان السنۃ کا ایک باب از بدر عالم میرٹھی صفحہ 4)

’’اس واقعہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ رمضان المبارک میں چاند سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہو گا۔‘‘

(علاماتِ قیامت سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں از ختم نبوت اکیڈیمی لنڈن یوکے صفحہ 210)

’’حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کی ایک عجیب و غریب علامت جو کہ سائنسی نقطۂ نظر کے بالکل خلاف ہو گی کہ جس سال ان کا ظہور مقدر ہو گا اس کے رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہو گا اور اسی رمضان کی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہو گا اور یہ دونوں چیزیں تخلیق کائنات سے لے کر اب تک اس طرح ظہور

پذیر نہیں ہوئیں کہ کسی مہینے کی پہلی رات کو چاند گرہن ہو پھر اس کی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوجائے کیونکہ سائنسی نقطۂ نظر اور جدید فلکیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی مہینے کی 13، 14، 15 تاریخوں کے علاوہ چاند گرہن ممکن نہیں۔ بعض حضرات کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی اس علامت میں تردد پیش آیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اس کا انکار کردیا ہے چنانچہ ماہنامہ البلاغ کے شمارہ صفر المظفر 1424ھ میں مولانا عمر فاروق لوہاروی کا ایک مضمون ''کیا ظہور مہدی 2004 میں؟'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے اس بات کی پرزور اور مدلل تردید کی ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے لئے ماہ و سن کی تعیین درست نہیں۔ یہاں تک تو بات صحیح تھی۔ لیکن آگے موصوف اس تردید میں ماہرین فلکیات کی رائے پیش کرکے جو بات سمجھے ہیں، درحقیقت اس میں انہیں اشتباہ ہوا ہے۔۔۔ یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ امام مہدیؓ کے ظہور کے لئے ماہ و سن کی تعیین درست نہیں لیکن سرے سے اس علامت کا انکار کردینا ناروا ہے جو آغاز تخلیق سے لے کر اب تک رونما ہی نہیں ہوئی جیسا کہ یہ بات پیچھے بیان ہوئی اور علامت تو ہوتی ہی خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر ہے۔''

(اسلام میں امام مہدی کا تصوّر مؤلف حافظ محمد ظفر اقبال صفحہ 102 تا 105)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طرف تو مخالفین احمدیت اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اسے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25 جنوری 2020ء)

(11)

اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کے شاہکار دُمدار ستاروں کا ظہور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے

(عبد السمیع خان۔غانا)

دمدار ستاروں کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایسے کئی دمدار ستارے ظاہر ہوئے جو ایک لمبے عرصہ کے بعد منظر عام پر آئے اور یہ بھی اتفاق نہیں کہ یہ ستارے ایسے سالوں اور حالات میں ظاہر ہوئے جب حضورؑ کی طرف سے غیر معمولی اعلان اور دعاوی ہو رہے تھے۔دمدار ستارے بہت بڑی تعداد میں نظام شمسی میں پائے جاتے ہیں اور سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ زیادہ وقت سورج سے دور ہوتے ہیں اور نظر نہیں آتے جب سورج کے قریب ہوتے ہیں تو دمدار ستارے کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو سورج کے گرد اپنا چکر 200 سال میں اور بعض ہزاروں سال میں مکمل کرتے ہیں اور بہت کم ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم زمین سے بغیر دوربین کے دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑکے زمانہ میں ستارہ ذوالسنین یا دمدار ستاروں کے نکلنے کی پیشگوئی احادیث اور اسلامی لٹریچر میں موجود ہے ایک حدیث میں ہے کہ امام مہدی کے ظہور کی 10 علامات ہیں اور پہلی علامت دمدار ستارے کا طلوع ہونا ہے۔

(بحارالانوار جلد 52 صفحہ 268 از علامہ باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

مشہور محدث نعیم بن حماد نے اپنی کتاب الفتن میں کئی روایات صحابہؓ اور دوسرے راویوں سے جمع کر دی ہیں جن کو متعدد کتب میں نقل کیا گیا ہے مثلاً حضرت ابن مسعودؓ اورحضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ مشرق سے ایک ستارہ نکلے گا وہ زمین پر اس طرح روشن ہو گا جس طرح 14 ویں کا چاند۔ پھر لکھا ہے ایک ستارہ ظاہر ہو گا جس کی کئی دمیں ہوں گی۔

(کتاب الفتن نعیم بن حماد جلد 1 صفحہ 225 ، 229 باب علامات من السماء حدیث 625، 642)

حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ امام مہدی سے قبل مشرق میں ستارہ ذوالسنین طلوع ہو گا یہ وہ ستارہ ہے جو طوفان نوحؑ کے وقت، ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت، فرعون کی غرقابی اور یحیٰؑ کی شہادت کے وقت نکلا تھا اور یہ طلوع کسوف شمس و قمر کے بعد ہو گا۔

(کتاب الفتن نعیم بن حماد جلد 1صفحہ 224 حدیث نمبر 623)

خالد بن معدان سے روایت ہے کہ مشرق میں نور کا ایک ستون طلوع ہو گا جسے تمام اہل زمین دیکھیں گے۔

(کتاب الفتن جلد 1 صفحہ 227 - 231 حدیث نمبر 633، 647)

حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (مکتوبات امام ربانی صفحہ 226 مکتوب نمبر 68 بنام خواجہ شریف الدین حسین) نیز حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان اور اقتراب الساعہ میں نور الحسن خان نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

1835ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش ہوئی اسی سال ہیلی کا دمدار ستارہ (Halley Comet) ظاہر ہوا جو دنیا کے مشہور ترین دمدار ستاروں میں سے ہے۔

ماموریت کا سال اور Great Comet

1882ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو ماموریت کا پہلا الہام ہوا۔ اس لئے یہ سال اس دور کی تاریخ میں نہایت اہم ہے۔ اسی سال 1882ء میں ذوالسنین ستارہ طلوع ہوا جسے دم دار ستارہ بھی کہتے ہیں۔ سائنسی اصطلاح میں اسے Great Comet کہا جاتا ہے۔ Great Comet ہر ایسے دم دار ستارے کو کہتے ہیں جو غیر معمولی روشن ہو جائے اور ماہرین فلکیات کے حلقے سے نکل کر عوام الناس میں بھی پذیرائی حاصل کرلے۔ یہ ستارہ 1882ء میں نظر آنا شروع ہوا پہلے تو صرف طلوع آفتاب سے قبل نظر آتا تھا اور دن کی روشنی میں غائب ہو جاتا تھا مگر بعد میں اتنا نمایاں ہو گیا کہ سورج کی موجودگی میں بھی زمین سے بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ ایک بار سورج کی روشنی میں بادلوں کے پیچھے سے دکھائی دے رہا تھا اس لئے اسے پچھلے ایک ہزار سال میں سب سے زیادہ روشن اور غیر معمولی ستارہ قرار دیا گیا۔ یہ ستارہ فروری 1883ء تک بغیر کسی آلہ کے نظر آتا رہا آخری مرتبہ سپین میں جون 1883ء میں دیکھا گیا۔

متفرق دمدار ستارے

ان کے علاوہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے مختلف اہم سالوں میں یہ ستارے ظاہر ہوتے رہے۔ مثلاً 1874ء میں جون سے اگست تک دمدار ستارہ ظاہر ہوا۔ اسی سال میں حضورؑ کو خواب میں ایک فرشتہ نے نان دیتے ہوئے ایک جماعت کی بشارت دی۔ 1860ء سے لے کر 1879ء تک 20 سال کے دوران 3 غیر معمولی چمک رکھنے والے Comet ظاہر ہوئے۔ لیکن 1880ء سے ان کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور 3 سال کے دوران بڑی چمک والے 4 دمدار ستارے دکھائی دیئے۔ 31 جنوری 1880ء کو ایک اور دمدار ستارہ دکھائی دیا جو 15 فروری تک آلات کی مدد کے بغیر نظر آتا رہا۔ 22 مئی 1881ء کو جنوبی افق پر ایک نیا دمدار ستارہ نظر آیا جو جولائی تک نظر آتا رہا، مئی 1882ء تا جولائی 1882ء ایک اور دمدار ستارہ نظر آتا رہا۔ اس کے بعد 1882ء والا عظیم ستارہ دکھائی دیا۔ اس کے بعد1887ء میں 18 جنوری سے 30 جنوری تک ایک ستارہ جنوبی کرہ ارض میں دکھائی دیا۔

1879ء جو براہین احمدیہ کی تصنیف کے آخری مراحل کا سال ہے اور 1896ء میں جو جلسہ مذاہب عالم میں اسلام کی فتح کا سال ہے ستارے نظر آئے پھر 1901ء میں 12۔اپریل تا 4 مئی ایک Comet دکھائی دیا۔

(دمدار ستاروں کے متعلق کئی تفاصیل الفضل 3 ستمبر 2010ء اور الفضل انٹرنیشنل 22 مارچ 2019ء سے لی گئی ہیں۔ اصل حوالے ان کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہیں)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان ستاروں کو اپنی صداقت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

’’تیسرا نشان ذوالسنین ستارہ کا نکلنا ہے جس کے طلوع ہونے کا زمانہ مسیح موعودؑ کا وقت مقرر تھا اور مدت ہوئی کہ وہ طلوع ہو چکا ہے اسی کو دیکھ کر بعض عیسائیوں کے بعض انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ اب مسیح کے آنے کا وقت آ گیا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 205)

پھر فرمایا۔

’’نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ میں اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ میں لکھا ہے کہ ستارہ دنبالہ دار یعنی ذوالسنین مہدی موعود کے ظہور کے وقت میں نکلے گا۔چنانچہ وہ ستارہ 1882ء میں نکلا اور انگریزی اخباروں نےاس کی نسبت یہ بھی بیان کیا کہ یہی وہ ستارہ

ہے کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 330)

ستارے ٹوٹنے کا نشان

ستارے ٹوٹنے کے نشان کا اشارہ سورۃ الانفطار آیت 3 سے ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

ستاروں کا متواتر ٹوٹنا جیسا کہ آیت وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 242)

1885ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ ماموریت کا اعلان عام فرمایا۔ کثرت سے اشتہارات اور خطوط کے ذریعہ عام دنیا کو بھی اور عالمی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں کو نشان نمائی کی دعوت دی۔ اسی سال 1885ء میں شہب ثاقبہ کا نشان ظاہر ہوا۔ 28 نومبر 1885ء کی رات کو کثرت سے ستارے ٹوٹے جس کی خبر ہندوستان کے علاوہ یورپ امریکا اور ایشیا کے عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ شائع کی گئی۔

اسی طرح شہاب ثاقب گرنے کا ایک اور اہم واقعہ 1907ء کا ہے 31 مارچ 1907ء کو ہندوستان میں آگ کا ایک بڑا شعلہ آسمان پر ظاہر ہوا اور 700 میل تک جابجا زمین پر گرتا ہوا دیکھا گیا۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک شہاب ثاقب تھا جس کے پیچھے ایک لمبی دوہری دھار ایسی تھی جیسا کہ دھواں ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق اخبارات کی اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے انفرادی گواہیاں جو خطوط کی شکل میں حضورؑ کو موصول ہوئی تھیں۔ اپنی کتاب حقیقۃالوحی میں اکٹھی کر دی ہیں۔

(حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 517)

1908ء کا دمدار ستارہ

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات 1908ء میں ہوئی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے ایک ماہ بعد ہی دمدار ستارے سے ہونے والا معلوم انسانی تاریخ کا سب سے بڑا Impact Event پیش آیا جسے Tunguksa Event کہا جاتا ہے۔ 30 جون 1908ء کو روس میں ایک دریا کے کنارے ایک زور دار دھماکہ سنا گیا جو دراصل دمدار ستارے کے پھٹنے سے ہوا تھا جو زمین سے 5 سے 10 کلومیٹر بلندی پر پھٹ گیا مگر کئی سو کلومیٹر دور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ اس کی شدت ہیروشیما پر گرائے جانے والے بم سے ایک ہزار گنازیادہ

تھی اور 2150 مربع کلومیٹر رقبہ سے درختوں کا صفایا ہو گیا۔ یہ واقعہ اگر انسانی آبادی میں پیش آتا تو ایک بڑا شہر تباہ ہو سکتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’مفسروں نے لکھا ہے کہ آنحضرتﷺ کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹے تھے تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرتﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ جو ستارے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے۔ میرے دعوے سے پہلے اس قدر ستارے ٹوٹے تھے کہ ایسی کثرت آگے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ ستاروں کی آپس میں ایک قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔ کوئی سو دو سو ایک طرف تھے اور سو دو سو ایک طرف تھے۔ ہمارے لئے گویا وہ ایک پیش خیمہ تھے۔ اس طرف سے اُس طرف نکل جاتے تھے اور اُس طرف سے اِس طرف نکل جاتے تھے۔

میرے خیال میں تو کسوف و خسوف کا بھی خاص اثر زمین پر ہوتا ہے دمدار ستارے کا پیدا ہونا ایک خارق عادت امر ہے۔ آسمان پر اس کا ظاہر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو گا۔ آئندہ زمین پر جو خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں ان کے لئے یہ پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اس طرف ہمیں الہام بھی ہو رہے ہیں کہ آئندہ خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 260)

سابقہ انبیاء اور فلکی نشانات

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمﷺ کے وقت میں بعض آسمانی تغیرات کی انبیاء بنی اسرائیل نے خبر دی تھی۔ چنانچہ روم کا عیسائی بادشاہ ہرقل جب زمانہ نبویؐ میں دورہ کرتے ہوئے ایلیا کے مقام پر آیا تو ایک دن صبح کے وقت اس کی طبیعت بہت ناساز تھی وہ علم ہیئت کا ماہر تھا اور رصد گاہوں میں بیٹھ کر ستاروں کو دیکھا کرتا تھا۔ اس نے کسی کے پوچھنے پر بتایا کہ آج رات جب میں ستاروں کا معائنہ کر رہا تھا تو میں نے وہ علامات دیکھیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا بادشاہ یعنی نبی آخر الزمانؐ ظاہر ہو گیا ہے۔

(صحیح بخاری باب بدء الوحی)

رسول کریمﷺ کے زمانہ میں شہب بھی گرے اور اس کثرت سے گرے کہ کفار نے خیال کیا کہ

شاید آسمان اور زمین تباہ ہونے لگے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر سورۃ الجن زیر آیت انا لمسنا السماء)

انجیل میں ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ ظاہر ہوا جسے دیکھ کر کئی مجوسی یروشلم میں آئے اور بادشاہ ہیرودیس نے ان کی مدد سے مسیحؑ کی جائے پیدائش پر اطلاع پائی۔

(متی باب 2 آیت 1 تا 12)

شہب کا انبیاء سے تعلق

شہب کے گرنے کا نبی کے ساتھ کیا تعلق ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

''یہ امر واقعات اور احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کے ظہور کی علامت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے شہب کا گرنا سنت کے طور پر مقرر کر رکھا ہےاس کی ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ تا اس آسمانی نشان کو دیکھ کر لوگ اس وسوسہ سے نجات پائیں کہ شاید اس کے معجزات کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مگر کوئی تعجب نہیں کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مخفی وجہ نبی کے زمانہ میں شہب کے گرنے کی ہو اور اس میں کوئی روحانی تاثیرات بھی ہوں جو گو انسانی نگاہ سے مخفی ہوں۔ لیکن ان شیطانی تدابیر کا ازالہ کرنے میں ممد ہوتی ہوں جو انبیاءکے دشمن کرتے رہتے ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 37 سورۃ الحجر)

اسلام اور علم نجوم

اس مضمون کے حوالہ سے ستاروں کے متعلق کسی وہم کا شکار نہیں ہونا چاہئے یہ سب خدا کے دست قدرت کے شاہکار ہیں اور منشاء خداوندی کے تابع ہیں ذاتی طور پر لاشے محض ہیں۔ علم نجوم اور ستاروں کی تاثیرات کس حد تک قابل قبول ہیں اور اسلام کیا رہنمائی کرتا ہے اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا فیصلہ کن بیان ملاحظہ ہو۔

''علم نجوم یا تاثیرات نجوم کا تعلق جہاں تک حقائق سے ہے یہ ہر گز اسلام کے خلاف نہیں۔ قرآن کریم ہمیں قوانین نیچر سیکھنے کا خود حکم دیتا ہے پس یہ ناممکن ہے کہ ایک طرف تو وہ علم ہیئت میں حکمتیں رکھے، ان کے سیکھنے کا حکم دے اور پھر جو ان حکمتوں کو سیکھنا چاہے اس پر شہب مارے جائیں۔ اسلام وہم اور شک

سے روکتا ہے۔ پس جہاں تک ان علوم کا تعلق تخمین اور وہم سے ہے وہ ناجائز ہیں اور جب ان کو مذہب کی طرح سمجھا جاتا ہے وہ شرک بن جاتے ہیں ستاروں کی حرکات میں تاثیرات یقیناًہیں۔ لیکن وہ قانون قدرت کا ایک جزو ہیں ہزاروں امور ایک وقت میں تاثیر ڈال رہے ہوتے ہیں۔ اپنی ذات میں کامل تاثیر جو دوسرے کی محتاج نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پس ستارے کیا کسی اور مادی سبب کے متعلق بھی اگر کوئی شخص خیال کرے کہ وہ قطعی اور یقینی تاثیر رکھتا ہے تو وہ مشرک ہے .... ستاروں کی تاثیرات میں اول تو سینکڑوں وہمی باتیں شامل کر دی گئی ہیں۔ لیکن جو علمی طور پر ثابت ہیں وہ بھی ہزاروں اسباب میں سے ایک سبب ہے مسبب الاسباب خدا ان کا نگران اور موکل ہے پس اسی پر توکل چاہئے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 45 سورۃ الحجر)

الغرض کثیر زمینی اور آسمانی نشانات سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اظہر من الشّمس ہے۔آپؑ نے سچ فرمایا۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 7 فروری 2020ء)

(12)
ست بچن حضرت مسیح موعودؑ کی معرکۃ الآراء کتاب کی روشنی میں

حضرت بابا گرو نانکؒ کے مسلمان ہونے کے ناقابل تردید دلائل

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔ تنزانیہ)

انیسویں صدی میں ہندوؤں میں دو بڑی اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا۔ یہ برہمو سماج اور آریہ سماج تھیں۔ برہمو سماج تنظیم میں مذہبی کٹرپن نہیں تھا۔

دوسری قوم پرست اور مذہبی طور پر سخت متعصب تحریک آریہ سماج تھی، جسے پنڈت دیانند سرسواتی (1824ء - 1883ء) نے 7 اپریل 1875ء کو بمبئی میں قائم کیا۔ اس نے 1875ء میں ستھیارتھ پرکاش (سچائی کی روشنی) کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب میں میں اسلام، عیسائیت، سکھ ازم، بدھ مت وغیرہ تمام مذاہب پر دل آزار حملے کئے۔ سکھوں کے بانی گرو نانک پر شدید تنقید کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نومبر 1895ء میں ست بچن (سچا قول) کے نام سے ایک کتاب شائع فرمائی اور پنڈت دیانند کی خرافات کا دندان شکن جواب لکھ کر حضرت بابا گورو نانک پر لگائے گئے ناپاک الزامات کا ردّ فرمایا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’اصل غرض اس رسالہ کی ان بے جا الزاموں کا رفع دفع کرنا ہے جو آریوں کے سر کردہ دیانند پنڈت نے بابا نانک صاحب پر اپنی کتاب ستھیارتھ پرکاش میں لگائے ہیں‘‘

حضرت بابا گرو نانکؒ کا اسلامی ممالک کی طرف سفر

حضرت بابا گرونانکؒ کا یہ سفر اسلامی ممالک کی طرف تھا۔ اس سفر میں آپ مکہ اور مدینہ میں دو سال تک ٹھہرے۔ حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں۔

’’پس یہ مقام بھی سوچنے کے لائق ہے کیوں ہندوؤں نے باوا نانک صاحب سے اور باوا نانک صاحب نے ہندوؤں سے اُنس نہ کیا اور تمام عمر مسلمانوں سے ہی مانوس رہے اور اسلامی ملکوں کی طرف ہی سفر کرتے

رہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ باوا صاحب ہندوؤں سے قطع تعلق کر چکے تھے۔ کیا ہندوؤں میں ایسی کوئی نظیر مل سکتی ہے کہ کوئی شخص ہندو ہو کر اپنے تمام تعلقات مسلمانوں سے قائم کر لے"

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 117)

بابا نانک کی مسلمان فقراء اور اہل اللہ کے مزاروں پر حاضری اور چلہ کشی

حضرت بابا گورو نانک ایک عظیم توحید پرست تھے اور اپنی پوری زندگی اس کا پرچار کرتے رہے اور ہندوؤں میں بت پرستی اور مخلوق پرستی کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اسلام دنیا میں توحید کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توحید سے اپنی فطری وابستگی کی وجہ سے ہندوؤں سے الگ ہوگئے اور ایک مسلمان صوفی اور بزرگ کا حلیہ اور طرز زندگی اپنا لیا۔ اپنے 25 سالہ دور سیاحت میں آپ نے عظیم مسلمان بزرگوں اور اہل اللہ کے مزارات پر چلے کاٹے اور عبادتیں کیں۔ کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی ہندو پنڈت کے سامنے سر جھکایا ہو بلکہ پنڈتوں اور برہمنوں نے باوا صاحب کی سخت مخالفت کی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"باوا صاحب بہت زور لگاتے تھے کہ ہندوؤں میں کوئی روحانی حرکت پیدا ہو اور وہ بیہودہ رسموں اور باطل عقیدوں سے دستکش ہو جائیں اور اسی لئے وہ ہمیشہ برہمنوں کے منہ سے سخت باتیں سنتے اور برداشت کرتے تھے مگر افسوس کہ اس سخت دل قوم نے ایک ذرہ سی حرکت بھی نہ کی اور باوا صاحب ہندوؤں کی رفاقت سے اس قدر ناامید ہو گئے کہ ان کو اپنے معمولی سفروں کے لئے بھی دو ایسے ہندو خادم نہ مل سکے کہ ان کے خیالات کے موافق ہوں"

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 117)

جن مشہور درگاہوں سے حضرت بابا صاحب نے فیض حاصل کیا ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

1۔ سرسہ کے مقام پر حضرت شاہ عبد الشکور کی خانقاہ پر چالیس روز تک چلہ کیا۔ مسجد کے قریب ایک خلوت خانہ بنا کر اس میں عبادت میں مصروف رہے۔یہ خلوت خانہ اب بھی چلہ باوا نانک کے نام سے مشہور ہے۔

2۔ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر چالیس دن چلہ کیا۔

3۔ پاک پتن میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے مزار پر چلہ کیا۔

4۔ ملتان میں حضرت شاہ شمس تبریز کے روضہ مبارک پر چالیس روز تک چلہ کیا۔

5۔ بغداد میں غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزار پر چلہ کیا۔یہیں پر آپ کو غیب سے وہ چولہ عطا ہوا جس پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات تحریر تھیں اور جسے آپ نے پہنا اور بعد از وفات ابھی تک ڈیرہ بابا نانک میں محفوظ ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

6۔ حسن ابدال میں حضرت بابا ولی قندھاری کے پاس ٹھہرے۔ یہ مقام پنجہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

بیت اللہ کی زیارت اور فریضۂ حج کی ادائیگی

اپنے آخری سفر میں آپ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور قریباً دو سال قیام کیا۔ فریضہ حج ادا کیا اور مدینہ میں روضۂ رسول پر حاضری دی۔ یہاں ایک بہت اہم روایت ہے جس کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ سکھوں میں یہ بات مشہور ہے یا کر دی گئی ہے کہ جب بابا نانک بیت اللہ کی زیارت کو گئے تو آپ اپنی ٹانگیں اور پاؤں خانہ کعبہ کی طرف کر کے بیٹھ گئے۔ لوگوں کے منع کرنے پر جب آپ نے اپنے پاؤں دوسری طرف کئے تو کعبہ بھی اسیُ رخ پر مڑ گیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ست بچن میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’یہ ایک جھوٹا قصہ کہ باوا صاحب جب مکہ میں گئے تو جس طرف پاؤں کرتے تھے مکہ اس طرف آ جاتا تھا۔۔ایسا قصہ بجز اس کے کہ مسلمانوں کا دل دکھایا جاوے اور ایک بے ہودہ اور بے ثبوت یاوہ گوئی سے اُن کو ستایا جاوے کوئی اور ماحصل نہیں رکھتا‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 134)

’’یہ افترا کہ گویا مکہ بابا صاحب کے پیروں کی طرف پھرتا تھا نہایت مکروہ افترا ہے۔مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیہودہ باتیں اس وقت کتاب میں ملائی گئی ہیں کہ جب بابا نانک صاحب کا حج کرنا بہت مشہور ہو گیا تھا۔‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 178)

حج بیت اللہ سے واپسی اور کرتار پور میں قیام

سن 1521ء میں حج بیت اللہ سے واپسی پر بابا نانک گھر نہیں گئے بلکہ سیدھا ملتان گئے اور روضہ مبارک شاہ شمس تبریز صاحب پر چالیس روز چلہ میں بیٹھے رہے۔ روضہ کے جنوب کی طرف وہ مکان ہے جو چلہ

نانک کہلاتا ہے۔ چلہ کشی سے فارغ ہو کر واپس اپنے گاؤں کرتار پور گئے اور بقیہ زندگی کرتار پور میں گزاری۔ کرتار پور میں آپ نے اٹھارہ سال قیام کیا۔یہاں آپ نے ایک مسجد بھی بنوائی اور امام مسجد کا تقرر بھی کیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب بابا نانک پر مجذوبی کا رنگ چڑھ گیا اور آپ حالت استغراق میں چلے گئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے اپنے بال کٹوانے بند کر دیئے اور نماز روزہ کی پابندی بھی نہ کر سکے اسی وجہ سے سکھ اپنے بال(کیس) نہیں کٹواتے۔

وفات

حضرت بابا گورو نانک رحمۃ اللہ علیہ 22 ستمبر 1539ء کو کرتارپور میں وفات پا گئے۔ چونکہ بابا نانک اپنی انسان دوستی کی اور تقدس کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں میں یکساں مقبول تھے اس موقعہ پر مسلمانوں اور ہندوؤں میں سخت تنازع پیدا ہو گیا۔ ہندو ان کے جسد خاکی کو جلانا چاہتے تھے جبکہ مسلمان نماز جنازہ پڑھ کے انہیں دفن کرنا چاہتے تھے۔ ماحول انتہائی کشیدہ ہو گیا۔

اس پر علاقے کے بعض معزز افراد نے مسلمانوں کو خفیہ طور پر تجویز دی کہ وہ رات کو بابا صاحب کی میت کو چوری چھپے دفن کر دیں اور چارپائی پر خالی چادر ڈال دیں۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ باوا صاحب کی میت غائب ہے اور چارپائی پر چادر اور پھول پڑے ہیں۔ اس چادر کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا گیا۔ ہندوؤں نے چادر جلا دی اور مسلمانوں نے دفن کر دی۔ اس طرح یہ سنگین جھگڑا ختم ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

’’پھر اگر باوا صاحب حقیقت میں اسلام کے دشمن تھے تو کیوں ان کا جنازہ پڑھا گیا اور کیوں انہوں نے بخارا کے مسلمانوں کی طرف اپنی سخت بیماری کے وقت خط لکھا کہ اب میری زندگی کا اعتبار نہیں تم جلد آؤ اور میرے جنازے میں شریک ہو جاؤ۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے کسی پادری یا پنڈت کے مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 176)

چولا بابا نانک حضرت بابا گورو نانک کے مسلمان ہونے کی قطعی آسمانی شہادت

مکہ اور مدینہ میں قیام کے دوران حضرت بابا گورو نانک بغداد بھی تشریف لے گئے اور غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی کے مزار پر چلہ کشی کی۔ اس چلہ کے دوران آپ کو ایک چولہ غیب سے عطا کیا گیا۔جنم

ساکھی میں لکھا ہے کہ اس چولہ پر قرآن پاک کے تیس پارے اور خدا تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوئے تھے۔ یہ چولہ آپ نے پہن لیا اور ہمیشہ آپ کے پاس رہا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ ایک مقدس تبرک کے طور پر باوا صاحب کے جانشین گوروؤں کو ملتا رہا۔بعد ازاں یہ چولہ کابلی مل (جو باوا صاحب کی نسل سے تھا) کی اولاد کو منتقل ہوا۔ اس کے بے حد عزت و احترام اور تقدس کی وجہ سے اسے محفوظ کر لیا گیا اور یہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں اب تک محفوظ ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس چولہ پر تحقیقات کا فیصلہ فرمایا اور ابتدا میں اپنے چار دوستوں کو چولہ صاحب دیکھنے کے لئے ڈیرہ نانک بھجوایا۔ حضورؑفرماتے ہیں۔

’’ہم نے ان بیانات پر بھروسہ نہ کر کے خود اپنے خاص دوستوں کو اس کی پوری پوری تحقیقات کے لئے موقع پر بھیجا اور اُن کو تاکید سے کہا کہ کسی کے کہنے پر ہر گز اعتبار نہ کریں اور خود توجہ سے اپنے آنکھ سے اس کپڑے کو دیکھیں کہ اس پر کیا لکھا ہوا ہے‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 144)

جو دوست ڈیرہ نانک گئے ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب

2۔ منشی تاج دین صاحب

3۔ خواجہ کمال الدین صاحب

4۔ میاں عبد الرحمن صاحب

اس وفد نے چولہ صاحب دیکھنے کے بعد واپس آ کر تمام احوال حضرت اقدسؑ کے گوش گزار کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا ڈیرہ نانک کا سفر

حضور تحریر فرماتے ہیں۔

’’لیکن ہم نے ان کے بیان پر بھی اکتفا نہ کیا اور سوچا کہ باوانانک کی اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان گواہی ہے اور ممکن ہے کہ دوسروں کی روایتوں پر تحقیق پسند لوگوں کو اعتماد نہ ہو اور یا آئندہ آنیوالی نسلیں اُس سے تسلی نہ پکڑ سکیں اس لئے یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ آپ جانا چاہئے تا صرف شنید پر

حصر نہ رہے اور اپنی ذاتی روایت ہو جائے۔ چنانچہ ہم بعد استخارہ مسنونہ 30 ستمبر 1895ء کو پیر کے دن ڈیرہ نانک کی طرف روانہ ہوئے۔"

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 153)

حضورؑ کے ساتھ جو 10 صحابہؓ اس سفر میں شامل تھے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ حضرت مولانا نورالدین

2۔ حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی

3۔ مولوی محمد احسن امروہوی

4۔ شیخ رحمت اللہ صاحب

5۔ منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی

6۔ مرزا ایوب بیگ صاحب

7۔ شیخ عبد الرحیم صاحب

8۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب

9۔ سید محمد اسمعیل دھلوی

10۔ شیخ حامد علی صاحب

ایک خطیر رقم (اس وقت کے 14 روپے) ڈیرہ نانک کے خدمت گزار بیدی کو دی گئی اور اُس نے بے شمار قیمتی چادروں اور رومالوں کے نیچے چھپا ہوا چولہ حضرت اقدسؑ اور دوسرے احباب کو دکھایا۔ اس چولہ پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے علاوہ سورۃ فاتحہ، سورت اخلاص، آیت الکرسی اور بہت سی قرآنی دعاؤں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء درج تھے۔ اس چولے پر کسی اور زبان کا کوئی ایک حرف تک موجود نہیں تھا۔

حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض مفتری لوگوں نے یہ کیسا جھوٹ بنا لیا کہ چولے پر سنسکرت اور شاستری لفظ اور زبور کی آیتیں بھی لکھی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بالکل جھوٹ اور سخت مکروہ افترا پردازی ہے اور کسی شریر انسان کا کام ہے

نہ بھلے مانس کا۔ ہم نے بار بار کھول کے دیکھ لیا تمام چولہ پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو صرف ہندسوں لکھا ہوا ہے مگر زبور اور سنسکرت کا نام و نشان نہیں‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 156)

انعامی چیلنج

حضورؑ فرماتے ہیں۔

’’چولا موجود ہے جو شخص چاہے جا کر دیکھ لے اور ہم تین ہزار روپیہ نقد بطور انعام دینے کے لئے طیار ہیں اگر چولہ میں کہیں وید یا اُس کی شرتی ذکر بھی ہو یا بجز اسلام کے کسی اور دین کی بھی تعریف ہو یا بجز قرآن شریف کے کسی اور کتاب کی بھی آیتیں لکھی ہوں‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 156)

تقدیر خاص اور مشیت ایزدی

حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں۔

’’اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پر نہ ہوتا تو ان انقلابوں کے وقت کب کا نابود ہو جاتا۔ مقدر تھا کہ وہ ہمارے زمانہ تک رہے اور ہم اس کے ذریعہ سے باوا صاحب کی عزت کو بےجا الزاموں سے پاک کریں اور ان کا اصل مذہب لوگوں پر ظاہر کریں۔ سو یہ دیکھنا ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس وقت تک چولہ باقی رہنے کی یہی حکمت تھی کہ وہ ہمارے وجود کا منتظر تھا‘‘ سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 156)

چولہ بابا نانک کے ظہور کی حقیقت

بھائی بالا کی جنم ساکھی کے مطابق چولہ غیب سے ظاہر ہوا۔ اس پر جو بھی لکھا ہے وہ خدا کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باوا صاحب کو یہ سب کچھ الہام یا کشف میں بتایا گیا ہو اور پھر آپ نے اس کے مطابق یہ چولہ تیار کروا لیا ہو۔ ان ہر دو صورتوں کے بارہ میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں۔

’’ہم باوا صاحب کی کرامت کو اس جگہ مانتے ہیں اور قبول کرتے ہیں کہ وہ چولہ اُن کو غیب سے ملا اور قدرت کے ہاتھ نے اس پر قرآن شریف لکھ دیا‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 192)

پھر فرمایا:

یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا دکھایا گیا ہو بحکم خدا پھر اس طرز پر یہ بنایا گیا بحکم خدا پھر لکھایا گیا مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار کہ خود غیب سے ہو یہ سب کاروبار

کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں

کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں

(درثمین)

حضرت بابا گورو نانکؒ کے بارہ میں حضرت اقدسؑ مزید فرماتے ہیں۔

”بابا نانک صاحب درحقیقت خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے اور اُن میں سے تھے جن پر الٰہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں“

”باوا صاحب ایک سیدھے سادے اور صاف دل آدمی تھے اور ایک سچے مسلمان کی طرح ان کے عقائد تھے“

”ان کا خاتمہ ایک ایسے صراط مستقیم پر ہوا جس کی رُو سے ہر یک مومن متقی پر فرض ہے کہ اُن کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور پاک جماعت کے رشتہ میں ان کو داخل سمجھے“

”درحقیقت ان کا وجود خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک عظیم الشان نمونہ تھا جس کی تمام مسلمانوں کو قدر کرنی چاہئے“

”ہماری کامل تحقیقات نے یہی فیصلہ دیا ہے کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ سچے مسلمان اور ایسے صادق تھے کہ اسلام کے انوار حاصل کرنے کے لئے ساری زندگی بسر کر دی“

”اب ہم کھول کر لکھتے ہیں کہ ہماری رائے باوا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے اور یقیناً وہ وید سے بیزار ہو کر اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے مشرف ہو کر اُس نئی زندگی کو پا چکے تھے جو بغیر خدا تعالیٰ کے پاک رسول کی پیروی کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہ ہندوؤں کی آنکھ سے پوشیدہ رہے اور پوشیدہ ہی چلے گئے“

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 156)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 8 فروری 2020ء)

(13)

حضرت مسیح موعودؑ کا پیدا کردہ عظیم الشان علم الکلام اور ہندوؤں کی جارحانہ تحریک آریہ سماج کی شکست فاش

(مرزا خلیل احمد قمر)

امت مسلمہ کی شان و شوکت اگرچہ سترھویں صدی میں ہی ماند پڑ چکی تھی۔ مگر دنیا کے مختلف خطوں میں ظاہری رعب و دبدبہ ابھی قائم تھا۔ تاہم کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کی مذہبی علمی سیاسی اور اقتصادی حالت بگڑتی چلی گئی اور انیسویں صدی کے آغاز میں تو مسلمان مکمل طور پر ادبار و تنزل کا شکار ہوگئے خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں تو عیسائیت اور دیگر مذہبی تحریکات کی یلغار ہوئی۔ ہندوؤں میں سے آریہ سماجیوں نے اسلام کے خلاف ایک زبردست محاذ کھولا۔ اس دور میں مسلمانوں کی بد حالی کے مرثیے لکھے گئے اور کسی مرد حق کے لئے نگاہیں تو اٹھتی تھیں مگر مایوس لوٹتیں۔ مسلمان سیاسی اعتبار سے زوال کا شکار تو تھے ہی ان کو حکومتی اداروں سے باہر رکھنے کے لئے بہت سی بنیادی تبدیلیاں لائی گئیں۔ کہ مسلمانوں کو انتظامی اور کاروبار مملکت سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا جائے۔

ہندو موٴرخین کی رائے میں آریہ سماج کے قیام کا واحد مقصد ہندوستان سے اسلام کو ملیامیٹ کرنا اور مکمل ہندو راج کا قیام تھا۔چنانچہ لالہ دھنپت رائے بی ایل ٹی لکھتے ہیں۔

’’ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی آدمی اندولن کی وجہ سے آریہ سماجی ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہندو بھائی ہیں۔ آخر صرف ہندو ہی رہ جائیں گے یہ ہمارا آورش (نصب العین) ہے یہ ہماری آشا (تمنا) ہے سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اس اصول کو لے کر ڈالی تھی‘‘

(اخبار پرکاش لاہور 26 اپریل 1925ء صفحہ 11)

’’اجمیر سے چل کر سوامی دیانند چاند پور پہنچے اور مسلمانوں سے زبردست مناظرہ کیا مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی عبدالغفور صاحب پیش ہوئے اور ان کی مدد کے لئے بہت سے مولوی جمع تھے لیکن سوامی جی مہاراج کے ساتھ صرف منشی بختاور سنگھ اور منشی اندرمن مراد آبادی تھے۔ سوامی جی نے

اعتراضات کی اس قدر بھر مار کی مولوی ان کا کوئی جواب نہ دے سکے اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ مولوی نوراللہ صاحب کئی مسلمانوں سمیت آریہ ہوگئے۔ انہی ایام میں ایک ہزار کے قریب اور مسلمان آریہ ہوگئے۔ آریہ ویروں نے جگہ جگہ شدھی سبھا قائم کر کے مسلمانوں میں پرچار کرنا شروع کر دیا۔ اگر آریہ سماجی دوست اس پوتر کام کو جاری رکھتے تو مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ ویدک دھرم کی شرن میں آجاتا"

(کتاب آریہ سماج اور پرچار کے سادھنا صفحہ 12 از مہاشہ دیودت)

آریہ سماج اپنے قیام کے دوماہ کے اندر اندر ہندوؤں کے تمام طبقات میں مقبولیت حاصل کر گئی۔ چنانچہ دیانند سرسوتی نے ہندوستان کے بہت سے شہروں کا دورہ کیا۔ 1877ء میں پنجاب کے بہت سے شہروں کا دورہ کیا مثلاً ملتان، گورداسپور، راولپنڈی، جہلم، وزیر آباد، گجرات، گوجرانوالہ، لاہور، امرتسر، جالندھر، لدھیانہ اور فیروز پور۔ دیانند جہاں جہاں جاتا تقاریر کرتا جس کے نتیجہ میں وہاں آریہ سماج کا قیام عمل میں آجاتا اور لوگ جوق در جوق آریہ سماج میں شامل ہو جاتے۔ پنجاب میں آریہ سماج کے خوب چرچے شروع ہوگئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں سے بحث مباحثے اور مناظروں نے زور پکڑا۔ تو پنڈت کھڑک سنگھ جو آریہ سماجی تھے ان کا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام سے ایک مباحثہ ہوا جس میں پنڈت صاحب لا جواب ہوگئے اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ چیلنج دیا جس میں مخاطب تو کھڑک سنگھ تھے مگر روئے سخن تمام مذاہب عالم کے علماء کی طرف ہے۔علاوہ ازیں حضور نے حسب ذیل علماء آریہ سماج کو بھی چیلنج دیا۔

سوامی دیانند صاحب، پنڈت کھڑک سنگھ صاحب، باوا نرائن سنگھ صاحب ،منشی مہون داس صاحب، جناب کنہیا لال صاحب، جناب منشی بختاور سنگھ صاحب ایڈیٹر آریہ درپن جناب بابو ساروایرشاد صاحب، جناب منشی شرم پت صاحب سیکرٹری آریہ سماج قادیان۔ پنڈت کھڑک سنگھ کے نام مضمون میں حضور فرماتے ہیں۔

"قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی بھاری نشانی یہ ہے کہ اس کی ہدایت سب ہدایتوں سے کامل تر ہے اور اس دنیا کی حالت موجودہ میں جو خرابیاں پڑی ہوئی ہیں قرآن مجید سب کی اصلاح کرنے والا ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ قرآن مجید اور کتابوں کی طرح مثل کتھا کی نہیں ہے بلکہ مدلل طور پر ہر ایک امر پر دلیل قائم کرتا ہے۔ اس دوسری نشانی پر...بنام کھڑک سنگھ وغیرہ ہم نے پانچ سو روپیہ کا اشتہار بھی دیا تا کہ کوئی پنڈت وید میں یہ صفت ثابت کر کے دکھلاوے کہ وید نے کن دلائل سے اپنے عقائد کو

ثابت کیاہے مگر آج تک کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ دم مار سکے‘‘

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 41 - 42)

حضورؑ کی یہ تحریر پنڈت کھڑک سنگھ کی زندگی میں شائع ہوئی اور پھر پنڈت صاحب لاجواب ہو کر عیسائی ہوگئے تھے اور اپنے لیکچرز آریہ سماج کے خلاف دیتے رہے جو بعد میں آریہ سماج کے اصول و تعلیم کے ابطال کے نام سے شائع ہوئے۔

دیانند سرسوتی پر گرفت

آریہ سماج کی دنوں میں شہرت پھیل رہی تھی۔ پنڈت دیانند بانی آریہ سماج خود موجود تھے۔ انہوں نے جو عقائد ستیارتھ پرکاش میں لکھے ان میں ایک عقیدہ مادہ اور روحوں کا ازلی ابدی ہونا بھی تھا جو ویدوں کی بجائے مادہ پرستی کا رہین منت تھا۔پنڈت صاحب نے مادہ کے ساتھ روح کے ازلی ابدی ہونے کو مذہبی رنگ دے دیا۔جب ارواح ازلی ابدی ہیں تو پھر کسی خدا کی ضرورت ہی نہیں اور جب وہ خالق ہی نہیں تو ان کو تناسخ میں کیوں مبتلا رکھا ہے۔

پنڈت جی نے اس اعتراض کو رفع کرنے کے لئے 7 دسمبر 1877ء کے ’’وکیل ہندوستان‘‘ میں یہ شائع کرایا۔

’’ارواح موجودہ بے انت ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشور کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ اس واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہیں گے اور کبھی ختم نہیں ہوں گے‘‘

دیانند کا یہ اعلان جب حضورؑ کی نظر سے گزرا تو آپ نے خدا تعالیٰ کی عظمت حیؔ و قیوم قادر و توانا خدا کی صفات اور معرفت سے اُس کو غلط ثابت کیا۔چنانچہ آپ نے 9 فروری 1878ء تا 9 مارچ 1878ء تک اخبار ’’سفیر ہند‘‘ میں متعدد مضامین لکھ کر باطل عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کے ساتھ ہی پانچ صد روپے انعام کا اعلان شائع کر دیا جو اس کا مدلل جواب دے۔ یہ اشتہار سفیر ہند میں 9 فروری 1878ء کے ابتدائی صفحوں پر شائع ہوا۔

’’کہ جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سوروپیہ انعام دوں گا‘‘

حضورؑ کا یہ اعلان ’’برادر ہند‘‘ جس کے ایڈیٹر پنڈت شونرائن صاحب اگنی ہوتری تھے جولائی 1878ء میں شائع ہوا۔

''سوامی دیا نند سرسوتی صاحب نے بجواب ہمارے اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے ''غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا'' ثابت کیا تھا معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں ہیں لیکن تناسخ اس طرح پر ہمیشہ بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پاجاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہئے۔چنانچہ اس بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے۔ کاش سوامیصاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں . . . .''

(المعلن مرزا غلام احمد رئیس قادیان 10 جون 1878ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 6 - 7)

اس اعلان پر ایڈیٹر رسالہ ''برادرہند'' پنڈت شونرائن اگنی ہوتری نے اس رسالہ بابت ماہ جولائی 1878ء میں ایک مفصل تبصرہ کیا جس میں سے ایک مختصر اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

''مگر اب ہمارے مضمون نگار مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار جب مرزا صاحب نے مسئلہ مذکور کو اپنی بحث میں باطل ثابت کر دیا تو لاچار سوامی جی (یعنی دیانندسرسوتی۔ناقل) نے مرزا صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ حقیقت میں ارواح بے انت نہیں ہیں لیکن تناسخ صحیح ہے۔خیر کچھ بھی ہو مگر... چند سال ہوئے کانپور میں جب انہوں نے ایک اشتہار اپنا دستخطی مشتہر کیا تھا تو اس میں انہوں نے اول اول اکیس شاستروں کو ایشر کرت (خداکے اپنے تصنیف کئے ہوئے) قرار دیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ جب انہوں نے ان میں بہت سی خوبیاں دیکھیں تو سب کو چھوڑ چھاڑ صرف چند ویدوں کو ''ایشر کرت'' بتلانے لگے پھر اس کے بعد جب ویدوں کا ایک حصہ جس کو برہمن کہتے ہیں ان کی نظروں میں صحیح ثابت نہ ہوا تو اب صرف اس کے اس حصہ کو جس کو منتر بھاگ کہتے ہیں الہامی کہتے ہیں اس سے اگرچہ ان کی کسی قدر متلون مزاجی بھی ظاہر ہوتی ہے...اس میں صرف ایک بہت بڑی کسر یہ باقی ہے کہ وہ اول ایک چیز کی نسبت پہلے ہی سے ایک یقین پیدا کر لیتے ہیں پھر جب کبھی حسب اتفاق اس یقین کا بطلان انہیں معلوم ہو جائے تب اس کو چھوڑتے ہیں مگر اس قسم کی تحقیقات سچے محققوں کے اصول تحقیقات کے بالکل کے مخالف ہے''

(برادر ہند جولائی 1878ء بحوالہ حیات احمد جلد اول دوم صفحہ 114 تا 118 ایڈیشن دوم)

پنڈت اگنی ہوتری صاحب کے مذکورہ بالاریمارکس سے صاف نظر آتا ہے کہ پنڈت دیانند سرسوتی صاحب کے اختراع کردہ مذہب کی حالت وہی تھی جسے قرآن مجید نے بیت عنکبوت سے مثال دی ہے۔

غرض سوامی دیانند نے خود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعودؑ) علیہ السلام کو مباحثہ کی دعوت دی۔ جسے حضرت (مسیح موعودؑ) نے 10 جون کو قبول فرمایا تھا اور سوامی جی کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ مباحثہ کا مقام و تاریخ خود ہی معین کر کے اخبار میں اعلان کردیں۔ لیکن سوامی دیانند جنہوں نے از خود دعوت دی تھی خود ہی میدان مباحثہ سے گزیر کر گئے۔ حضور نے براہین میں پنڈت دیانند سرسوتی کے اعتراضات کا جواب دیاہے اور براہین احمدیہ کے اول مخاطب دیانند سرسوتی ہی تھے۔

اس طرح یہ امر بڑا واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کا باعث آریہ سماج کے بانی دیانند کے اسلام اور بانی اسلام قرآن پر اعتراضات کے جواب دینا تھا۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعودعلیہ السلام) فرماتے ہیں۔

”باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفی علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذباللہ توریت، زبور، انجیل اور فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ایک صاحب نے ان میں سے اخبار ”سفیر ہند“ میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا...نام اس کتاب کا ”البراھین الاحمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ“ رکھا گیا ہے۔ خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے۔ آمین“

(المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب منقول از ضمیمہ اشاعت السنہ نمبر4 جلد دوم صفحہ3 - 4 بابت اپریل 1879ء از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 12)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی بلند پایہ کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف کا پس منظر اور چار اغراض و مقاصد کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے اپنی کتاب ”سلسلہ احمدیہ“ میں لکھتے ہیں۔

”ان ایام میں پنڈت دیانند سرسوتی کی تحریک سے بیدار ہو کر ہندوؤں میں ایک جماعت آریہ سماج کے

نام سے قائم ہوئی جس نے نہ صرف ہندوؤں کے لئے ایک نیا مذہبی فلسفہ پیش کیا بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ پر بھی ہندو قوم میں ایک جارحانہ روح پیدا کر دی۔ دوسری طرف ہندوستان کے مسیحی پادریوں نے جو دہلی کے غدر کے بعد سے مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے کسی قدر مرعوب ہو کر سہمے ہوئے تھے اب پھر سر اٹھانا شروع کیا اور حکومت کے سایہ میں ایک نہایت پر زور مشنری مہم شروع کر دی اور ویسے بھی اس زمانہ میں صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفان عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا۔ تیسری طرف یہ زمانہ ہندوستان کی مشہور مذہبی تحریک برہمو سماج کے زور کا زمانہ تھا جس کا جدید مذہبی فلسفہ امن اور آشتی اور صلح کل پالیسی کے لباس میں مذہب کی عمومی روح کے لئے گویا ایک کاٹنے والی تلوار کا حکم رکھتا تھا اور چوتھی طرف اس زمانہ میں ساری دنیا کا یہ حال ہورہا تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن کی بظاہر خوشگوار ہوائیں جہاں جہاں سے بھی گزرتی تھیں۔ دہریت اور مادیت کا بیج بوتی جاتی تھیں اور یہ زہر بڑی سرعت کے ساتھ ہر قوم و ملت میں سرایت کرتا جارہا تھا۔ اس چو کور خطرے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیز اور دوربین آنکھ نے دیکھا اور آپ کی اکیلی مگر بہادر روح اس مہیب خطرے کے مقابلہ کے لئے بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف جو براہین احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور چار جلدوں میں ہے اسی مرکب حملہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔اس کتاب میں خصوصیت سے الہام کی ضرورت اور اس کی حقیقت اسلام کی صداقت اور قرآن کی فضیلت خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم کی وسعت خدا کی خالقیت اور اس کی مالکیت پر نہایت لطیف اور سیر کن بحثیں ہیں اور ساتھ ہی اپنا ملہم ہونا ظاہر کر کے اپنے بہت سے الہامات درج کئے گئے ہیں جن میں سے بہت سے آئندہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں‘‘

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 17 - 18 از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے۔)

گویا براہین احمدیہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی جارحانہ یلغار کے جواب میں لکھی گئی تھی جس سے اس زمانہ کے مسلمان تنگ و عاجز آچکے تھے۔ اس کے ساتھ آزاد روی اور مغربی تہذیب و تمدن کے نتیجہ میں دین کے بنیادی عقائد پر جدید تعلیمیافتہ افراد کے اعتراضات تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے نتیجے میں اس چومکھی حملے کا کامیاب دفاع کیا گیا۔ برہمو سماج کی تحریک جو ایک طوفان کی صورت میں اٹھی اپنی ہر دلعزیزی کے سیلاب میں کھو گئی۔ آریہ سماج کی طوفانی یلغار اپنی بنیادی عقائد کی بحثوں میں اُلجھ کر اپنے وجود کو گم کر بیٹھی۔ مسیحی مشنری جو ہندوستان میں عیسائیت کے غلبے کے دعوے کر رہے تھے اور جن کو حکومتی سرپرستی حاصل تھی اپنے خود ساختہ خدا کو زندہ آسمان پر ثابت نہ کر سکی اور عیسائیت کی

تثلیث و کفارہ کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گری۔

مسلمانوں میں جو جدید تعلیم کے دلدادہ تھے اور برہمو سماج سے متاثر ہو کر علی گڑھ کی تحریک کی صورت میں جنم لیا تھا۔

مذہبی رواداری کے پردے میں اسلام کے بنیادی عقائد کی تاویل کر رہے تھے۔ جو صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔مغربی تہذیب و تمدن کی چمک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا وہ الحاد و دہریت کی رو میں بہے جارہے تھے۔ حضرت اقدس نے خدا کا حی و قیوم اور قادر و توانا ہونا ثابت کیا وحی و الہام کی حقیقت اور اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کی فضیلت ثابت کی۔ ذیل میں اس واضح حقیقت کو غیروں نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنے انداز میں تجزیہ بھی کیا۔ براہین احمدیہ کے دلائل قاطعہ کے ذریعہ مذاہب باطلہ کے حملوں کا ایسے رنگ میں دفاع کیا گیا کہ مسلمان، آریہ سماجیوں کی یلغار اورعیسائی مشنریوں کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ حضرت اقدس کے علم کلام سے ہر مذہب و ملت کے اہل علم حضرات متاثر ہوئے اور برملا اس جدید علم کلام کا اعتراف کیا۔

نشان کی مدت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1885ء کے شروع میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور پیشواؤں کو اسلام کی تازہ بتازہ برکات اور آیات دیکھنے کی دعوت دی۔ حضورؑ نے یہ اشتہار 20 ہزار کی تعداد میں اور انگریزی میں شائع فرمایا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا۔

’’اگر آپ آریہ ہیں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ ادا کیا جائے گا‘‘

(اشتہارات جلد اول صفحہ 103)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

ہر چند کہ ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اس مضمون کے خط رجسٹری کرا کر بھیجے۔ مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے بلکہ منشی اندر من صاحب کے لئے تو مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا تو وہ کنارہ کر کے فرید کوٹ چلے گئے۔ ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور ان کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق جبکہ اس

تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے۔ ہم سے بحساب ماہوار لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا۔

(مجموعہ اشتہار جلد اول صفحہ 103)

پنڈت لیکھرام 19 نومبر 1885ء کو مرزا نظام الدین وغیرہ کی دعوت پر قادیان آیا تھا جہاں اس نے اسلام کے خلاف تمسخر آمیز تقاریر کیں۔ بعد میں اسی لیکھرام نے براہین احمدیہ کے خلاف تکذیب براہین لکھی جس میں بہت سے تمسخر پر مبنی باتیں درج کیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے ایک رحمت کا نشان مانگا جس کے لئے آپ نے ہوشیار پور میں چلہ کشی کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نشان رحمت کے طور پر ایک عظیم الشان بیٹے کی بشارت دی جس میں اس کی 52 صفحات کا بھی ذکر تھاجس کا حامل اس موعود لڑکے نے ہونا تھا۔ چنانچہ لیکھرام نے اس پیشگوئی کے مقابل ایک پیشگوئی شائع کی۔ جس کے چند فقرے درج ذیل ہیں۔

’’رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہو گا...خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے رحمت کا نشان تو بتاسرائے تھی اور بس... شاید صاحب ذلت و نخوت و نکبت ہو گا۔ ...خدا کہتا ہے ہے وہ غلیظ القلب ہو گا اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم ہو گا... آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہوجائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی‘‘

(کلیات آریہ مسافر حصہ سوم صفحہ 496 تا 498)

آخر یہ موعود لڑکا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے نام سے اپنی عظیم الشان صفات کا حامل 12 جنوری 1889ء کو دنیا میں آیا۔ اس دن حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت احمدیہ کے قیام کے لئے شرائط بیعت کا اعلان شائع فرمایا گویا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش اور جماعت احمدیہ کا قیام توام ہیں۔

لیکھرام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقابلہ آخر جاری رہا۔ آخر 6 مارچ 1897ء کو لیکھرام خداتعالیٰ کے قہری نشان کا شکار ہوا اور بظاہر ایک شدھ ہونے والے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جس کا بعد میں باوجود بہت کوشش و بسیار کے نام و نشان نہ مل سکا۔ آریہ سماج والوں نے لیکھرام کے قتل کا سراغ لگانے کے لئے اس زمانہ میں پچاس ہزار روپے کا فنڈ قائم کیا۔ لیکن لیکھرام کے قتل کے نتیجہ میں آریہ سماج کا سارا دم خم دھواں ہو کر رہ گیا اور مقابلہ مذاہب کے میدان میں پسپائی اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی دفاع اسلام میں آریہ سماجیوں کے مقابلہ اور مناظروں اور اشتہاروں کی کامیابی کو ہر مذہب و ملت کے اہل علم حضرات نے تحسین کی نظر سے دیکھابرملا آپ کے پیدا کردہ علم الکلام کا اعتراف کیا۔

چنانچہ اس مضمون میں چند اہم شخصیات کا اعتراف حقیقت دیا جار ہا ہے۔

ایک برہمو سماجی لیڈر لکھتے ہیں۔ (ہندی سے ترجمہ) ’’راجہ رام موہن رائے کی زبردست شخصیت نے انگلستان اور امریکہ میں برہمو سماج کو یونیٹیرین چرچ کی شکل میں قائم کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ بھارت کے مسلمانوں پر قادیانی سمپروائے (فرقہ) کی وجہ سے بڑا پربھاد پڑا اور مسلمانوں میں سے شردعالو جو برہمو سماج کے ٹیموں کی وجہ سے بربھاوت ہوچکے تھے فریٹا فریٹا پیچھے ہٹ گئے‘‘

(’’ہندوتو‘‘ صفحہ 982 مصنفہ رام داس گوڑبحوالہ ’’حیات طیبہ‘‘)

ایک برہموسماجی لیڈر دیو نند ناتھ سہائے لکھتے ہیں۔

(ہندی سے ترجمہ) برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناًفاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں بھارت میں نہ صرف ہندواور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کر لی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہمو سماج کے ساتھ نہ صرف سہمت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے۔ لیکن ہمیں انہی دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کے لئے چیلنج کیا۔

افسوس ہے کہ برہمو سماج کے کسی ودوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہمو سماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہمو سماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اُسے چھوڑ گئے۔

(رسالہ ’’کومدی‘‘ کلکتہ اگست 1920ء بحوالہ ’’حیات طیبہ‘‘)

آریہ سماج کے نامور پنڈت دیوت صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا۔

آریہ سماج کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو موقع مل گیا۔اس نے آریہ سماج کے خلاف ’’سفیر ہند‘‘ امرتسر میں مضامین کا ایک لمبا سلسلہ شروع کیا اور اس میں سوامی دیانند جی مہاراج کو

بھی چیلنج دیا چونکہ سوامی دیانند جی مہاراج ان دنوں راجستھان کا دورہ کر رہے تھے اس لئے انہوں نے بختاور سنگھ اور منشی اندر من مراد آبادی سے کہا کہ وہ ان کا چیلنج منظور کر لیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انہی ایام میں بعض وجوہ کی بناء پر سوامی جی نے اندر من مراد آبادی کو آریہ سماج سے نکال دیا اس لئے مناظرہ نہ ہو سکا۔ مراز غلام احمد قادیانی نے اس در گھٹنا سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور آریوں کے خلاف ایسا زہریلا لٹریچر لکھا کہ جس سے مسلمانوں کے دلوں میں آریہ دھرم کے متعلق نفرت پیدا کر دی۔

(آریہ سماج اور پرچار کے سادھنا صفحہ 12بحوالہ ’’حیات طیبہ‘‘)

ایڈیٹر صاحب ’’پیسہ اخبار‘‘ لاہور نے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں لکھا۔

’’مرزا صاحب کی تمام تر کوشش آریہ اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صَرف ہوتی ہیں جیسا کہ ان کی مشہور تصنیفات ’’براہین احمدیہ‘‘، ’’سرمہ چشمہ آریہ‘‘ اور بعد کے رسائل سے واضح ہے۔ہم اس کے سوائے اور کیا کر سکتے ہیں۔ وماعلینا الاالبلاغ‘‘

(پیسہ اخبار لاہور دو شنبہ 22 فروری 1892ء)

نامور صحافی سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار ’’سیاست‘‘ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کی اسلامی خدمات اور آریوں اور عیسائیوں کو شکست فاش دینے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

’’مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سے سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سر سید علیہ الرحمۃ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے…مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سر سید کامیاب نہیں ہوئے اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے ہوئے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سر سید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتویٰ شائع ہوئے اور بہت غلاظت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈا زور پکڑ گیا اور علی گڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا…اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکّے دُکّے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہوگئے۔ مگر

کوئی کامیاب نہ ہوا۔اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا...“

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے...

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے اور انہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔

غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی اور اسلام مسیحی اور آریہ مبلغین کے طعن و تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔

(تحریک قادیان صفحہ207 تا 210)

معروف صحافی جناب عبداللہ ملک نے اپنی کتاب ”پنجاب کی سیاسی تحریکیں“ میں سر سید احمد خان اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے طریق کار کا فرقان بیان کرنے کے بعد لکھا۔

سچ یہ ہے کہ اس دور میں جن لوگوں کو سر سید نے متاثر کیا۔ ساتھ ہی ان کو اپنی تعلیمات سے ایک گونہ آزردہ بھی کیا۔ ان ہی آزردہ دلوں کو بہت حد تک مرزا غلام احمد نے اپنے طور طریقوں سے سمیٹا۔ سر سید نے عقل کی بنیاد پر قرآنی آیات اور مذہبی تعلیمات و عبادات کی جتنی توجیہات اور تاویلات کی تھیں مرزا غلام احمد نے ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ سر سید نے رسول خدا کے معجزات کو رؤیا کا فعل بتا کر تاویل کرنے کی کوشش کی لیکن مرزا غلام احمد نے معجزات کو عقلی اور دلائل کی بنیاد پر درست ثابت کیا۔

چنانچہ مرزا غلام احمد اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ میں لکھتے ہیں۔

اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے امور صادر ہوتے ہیں...حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے۔پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ انہوں

نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں بھی۔

(صفحہ 65 - 66)

اب مرزا غلام احمد کی ان تعلیمات نے ان کے حق میں فضا پیدا کی اور ان کے علم و فضل زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت نے مل کر ان کا ایک حلقہ قائم کر دیا۔ ان کے حلقے کی توسیع میں دوسرا سب سے بڑا عمل ان کا آریہ سماج کے حملوں کا منہ توڑ جواب ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ایک طرف عیسائی پادریوں کی یورش ہو رہی تھی تو دوسری طرف ہندوؤں کی ایک تحریک بھی حملہ آور ہورہی تھی کیونکہ ہندوؤں میں بھی ایک خاص قسم کا سیاسی و سماجی عمل جاری تھا۔

(پنجاب کی سیاسی تحریکیں صفحہ 248 - 249)

نامور عالم دین صحافی محقق اورصاحب طرز ادیب جناب مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر ’’موت عالم‘‘ کے عنوان سے ایک مبسوط اور طویل اداریہ لکھا جس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

’’...وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا...دنیا سے اٹھ گیا ...ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتمم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے وہ ہر گز قلب سے نسیاً منسیا نہیں ہو سکتی... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یاد گار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت سر انجام دی ہے...آخر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج

کے چہرے سےانیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ کسی درجہ تک کیوں نہ پہنچ جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں.....اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی.....آئندہ امید نہیں کہ مذہبی دنیامیں اس شان کا شخص پیدا ہو۔جو اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صَرف کردے۔''

(اخبار ''وکیل'' امرتسر 30 مئی 1908ء)

جناب مرزا حیرت دہلوی صاحب ایڈیٹر اخبار ''کرزن گزٹ'' دہلی لکھتے ہیں۔

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اورایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا.....اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں.....اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔''

(اخبار ''کرزن گزٹ'' دہلی یکم جون 1908ء)

بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے لکھا۔

''مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے.....اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا آپ کی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ کاانعام رکھا.....بے شک مرحوم اسلام کاایک بڑا پہلوان تھا۔''

پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے اپنی کتاب ہندو دھرم اور اسلامی تحریکیں میں لکھتے ہیں۔

''آریہ سماج نے شدھی یعنی ناپاک کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ایسا کرنے سے آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقہ سے تصادم ہو گیا۔ آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہیں اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہیں اور مکمل گیان ہیں۔ قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین ہیں اس کدو کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عیسائی مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں شامل نہیں ہوتا۔مذہب کی تبدیلی بے معنی سی ہو گئی ہے۔ آریہ سماج کا تعلیمی کام اب تک جاری ہے۔ مگر سماج کا تبلیغی کام تقریباً بند ہے آریہ سماج کی تحریک خاطر خواہ ترقی نہ کر سکی۔ پرانے ہندو جو بت پرست اور مقلد تھے وہ ویسے کے ویسے ہی رہے اور کچھ انگریزی پڑھے لکھے لوگ جو سماج میں داخل ہوئے وہ مادیات میں پھنس کر دہریہ ہوگئے۔ ان کی تو وہی حالت ہے۔نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔''

(ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں صفحہ 42 - 44)

مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب ڈکٹیٹر مجلس احرار اسلام و سابق ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا۔جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی سے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلد خواب گراں طاری ہو گیا مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔''

(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں صفحہ 24)

اخبار ''تیج'' نے جماعت احمدیہ کے قیام کو ہی آریہ سماج کی مخالف قرار دیتے ہوئے لکھا۔

''ویسے تو آج کل مسلمان بھائیوں کا قریب قریب ہر فرقہ ہندوؤں کا مخالف ہو رہا ہے مگر احمدی مسلمان ہندو جاتی کو بدنام اور تباہ و برباد کرنے کے لئے جو انتھک کوشش کر رہے ہیں اس کی نظیر مسلمانوں کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں پیش کر سکتا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ اس فرقہ کے عالم وجود میں آنے کی غرض و

غایت ہی ہندوؤں اور خاص کر آریہ سماجیوں کو تباہ و برباد کرنا تھی۔“

(اخبار تیج 23 جولائی 1927ء)

جناب عبداللہ ملک آریہ سماج کے جارہانہ حملے اور مسلمانوں پر یلغار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ کی کامیاب مدافعت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”جب کہ آریہ سماج نے ہندو مت کو دلائل اور جدید رجحانات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی تو اس کے لئے اس نے اسلام اور عیسائیت پر حملے بھی ضروری سمجھے اور مذہبی تحریکوں کی توسیع اور ان میں شدت کرنے کے لئے دوسرے مذاہب اور اس کے پیرو کاروں کو نشانہ بنایا جائے۔چنانچہ آریہ سماج نے اس سلسلے میں مسلمانوں کو بہت حد تک چنا اور اسلامی تعلیمات اور رسول خدا کا مضحکہ اڑایا۔ان تعلیمات نے پنجاب کے ہندو کھتری اور پیشہ ور طبقے کو بہت مطمئن اور متاثر کیا۔ کیونکہ اسے مسلمان کا شکار اور زمیندار کو لوٹنے کے لئے ایک مذہبی جواز کی بھی ضرورت تھی جو آریہ سماج کی تعلیمات نے مہیا کی اس کا ردعمل مسلمانوں میں ہونا بھی لازمی تھا۔چنانچہ اس ردعمل نے جو تقاضے مسلمانوں کے اندر پیدا کئے ان کو مذہبی سطح پر مرزا غلام احمد نے آریہ سماج کی تعلیمات پر حملے کر کے پورا کیا۔“

(پنجاب کی سیاسی تحریکات صفحہ 252 - 253)

مرزا غلام احمد کے اس کارنامے کے متعلق سوانح نگار ڈاکٹر بشارت احمد اپنی کتاب ”مجدد اعظم“ میں رقم طراز ہیں۔ (اس کے بعد مجدد اعظم جلد اول صفحہ 84 - 85 طویل اقتباس دیکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ناقل)

”ان تمام سرگرمیوں نے مرزا غلام احمد کو اپنے متشدد پیروکاروں کا ایک مضبوط اور موثر حلقہ پیدا کرنے میں مدد دی۔ چنانچہ آریہ سماج کے خلاف مرزا غلام احمد نے جو تصنیف و تالیف کی۔ جو مناظرے اور مباحثے ترتیب دیئے۔ ان سبھی اقدام نے پڑھے لکھے مسلمانوں کو متاثر کیا اور ان میں اچھی خاصی تعداد میں چھوٹے موٹے سرکاری ملازمین بھی تھے۔ کیونکہ ہندوؤں میں بالعموم آریہ سماج کی تحریک پنجاب میں سرکاری ملازمین اور وکیل اور ڈاکٹروں میں ہی پھل پھول رہی تھیں اور ان سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے مسلمان بھی آریہ سماج کا مقابلہ کرنے کے لئے دلائل اور منطق کے متلاشی تھے۔چنانچہ اس محاذ پر بھی مرزا غلام احمد نے ان مسلمانوں کی تشفی کی۔“

(پنجاب کی سیاسی تحریکیں صفحہ 252 تا 254 از عبداللہ ملک طبع اول یکم جنوری 1971ء ناشر نگارشات پبلشرز 76 انار کلی لاہور مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور)

ایک مشہور سکھ لیڈر سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر رقمطراز ہیں۔

''اس وقت کے مسلمان عالم یہ سمجھتے تھے کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھ کر اسلام کی کوئی بڑی خدمت کی ہے۔ چنانچہ گھر گھر براہین احمدیہ کا چرچا تھا اور تمام پڑھے لکھے مسلمان اس کتاب کے مطالعہ کو ضروری سمجھتے تھے کیونکہ مسلمان عالموں کا خیال تھا کہ اس کتاب میں آریہ سماج اور عیسائیوں کے تمام اعتراضوں کو جواب آچکا ہے۔ ہر ایک مسلمان مناظر اس کتاب کو ایک نظر دیکھ لینا ضروری خیال کرتا تھا۔ الغرض اس کتاب کی تصنیف کی وجہ سے جہاں مرزا صاحب ایک طرف ہندوستان کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گئے وہاں آپ کو عیسائیوں اور آریوں میں بھی کافی شہرت حاصل ہو گئی۔ اور عیسائیوں اور آریوں نے جواب در جواب کی جانب توجہ کی۔یہاں تک کہ نوبت مقدمہ بازی تک پہنچی اور مباہلوں اور بد دعاؤں پر ختم ہوئی۔''

(خلیفہ قادیان صفحہ 4 - 5)

مولانا ابوالکلام آزاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر شذرہ لکھتے ہیں اور آپ کی تصنیف براہین احمدیہ کی اہمیت اور افادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ہے۔ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کردیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی تو ہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے غرض کہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی اس کی صدائے باز گشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے براہونے کا فیصلہ دے دیں محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں اور بطور حفظ ماتقدم اپنے آئندہ دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔لیکن اس کے بہترین فیصلہ کا وقت 1880ء تھا جب کہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔''

(اخبار ''وکیل'' 30 مئی 1908ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 11 فروری 2020ء)

(14)
حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد

(ڈاکٹر محمد علی مرحوم)

1891ء میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے مسیح ناصری کی وفات کا اعلان فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اُمّت مسلمہ کے لئے آنحضورﷺ کی خوشخبری کے عین مطابق ''مسیح اور مہدی'' مامور فرمایا ہے۔

پورے ہندوستان میں مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا۔ 200 جید علماء کے دستخطوں سے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کردیا گیا جس پر مولوی نذیر حسین دہلوی کے بھی دستخط تھے… جن کو ہندوستان میں شیخ الکل فی الکل کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔

ملاؤں کے غم و غصے کی بنیادی وجہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور وہ خود خدا تعالیٰ کی طرف سے ''مسیح'' ہو کر مبعوث ہوئے ہیں…

حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی ماموریت کے دعوے سے ہندوستان کے ہر مذہبی طبقے کو ناراض کیا۔ عیسائیوں کو بتایا کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ دوسروں کو کیا زندہ کرتے ہوں گے وہ ''یسوع مسیح'' تو خود ایک عاجز انسان تھے اور دیگر انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔

شیعہ علماء اور عوام اس وجہ سے سخت ناراض ہوئے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''امام غائب'' کا عقیدہ محض ایک بڑا جھوٹ ہے۔

ہندو پنڈت اور عوام بھی آپؑ کے دشمن ہوگئے کہ انہوں نے نیوگ اور آوا گون اور ذرات اور روحوں کے انادی ہونے کا عقیدہ سختی سے رد کیا۔

سکھ مذہب کے ماننے والوں کو یوں ناراض کردیا کہ انہوں نے یہ اعلان فرمایا کہ حضرت بابا گرو نانک درحقیقت ایک مسلمان ولی اللہ تھے۔

حضرت مرزا صاحبؑ نے ہندوستان کے پیروں فقیروں اور سینکڑوں سالوں سے لوگوں کے مالوں پر پلنے والے، گدی نشین خاندانوں کو یوں ناراض کیا کہ ان کی پردہ دری کردی کہ یہ لوگ محض قبروں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مجاور ہیں اور خدائی تعلق اور نشانوں سے یکسر بے بہرہ اور محروم ہیں اور ان کو خدائی نشان

دکھانے پر بار بار چیلنج کیا۔

پھر ان کے اس دعوے سے کہ وہ خدا تعالیٰ سے اسی طرح وحی پاتے ہیں جس طرح حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور موسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام خدا تعالیٰ سے وحی پاتے تھے....اس بات نے تمام مذاہب کے ماننے والے علماء اور عوام کو شدید غصہ دلایا۔

الغرض کسی طبقے اور مذہب کے ماننے والوں کو "دوست" نہیں بنایا اور عام طور پر سب کو ناراض کیا۔

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے، بدل دے، جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے

کیا یہ طریقہ ہے دنیاداروں اور دنیا پرستوں کا؟ اور عوام میں ہر دلعزیز بننے کا؟ دنیاپرست اور دنیا کے کیڑے انسانوں کی تو بڑی پہچان ہی یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہاں میں ہاں ملا کر ہر کسی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں!

آپؑ نے شدید دشمنوں اور مخالفین کی تمام تر کوششوں اور ہنگاموں کے بیچ رہ کر، نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ، اپنی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا، تقریباً 25 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی کتب تحریر فرمائیں، اشتہارات شائع کئے، سینکڑوں خطوط لکھے اور دور دراز علاقوں کے دورے فرمائے۔

ان سب باتوں کے باوجود، لاکھوں افراد نے آپؑ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کی اور ایک جماعت کھڑی ہو گئی یعنی "جماعت احمدیہ اسلامیہ"

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر متعدد بار اعلان کیا کہ یہ جماعت ساری دنیا میں پھیلے گی اور بڑھے گی اور کوئی اس کی ترقیات کو روک نہیں سکے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گی اور صرف یہی سلسلہ اسلام کہلائے گا۔ آج دنیا کے 214 ممالک میں جماعت احمدیہ اسلامیہ کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں!!

جاننے والے جانتے ہیں کہ کس شدت کی مخالفانہ تحریکات چلی ہیں! ان کی زندگی میں.. پھر 1934ء میں ایک بڑی تحریک چلی، عطاء اللہ شاہ بخاری اعلان کرتے تھے کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے (آج ملتان میں ان کی اپنی قبر ایک عبرت کی جگہ ہے) پھر 1953ء کے اینٹی احمدیہ فسادات ہوئے پھر 1974ء کے واقعات ہیں جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ذوالفقار علی بھٹو کی عبرتناک ہلاکت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ پھر ضیاء الحق کی کاوشیں ہیں جو ان کے دور میں جاری رہی ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ کی

غالب تقدیر حرکت میں آئی اور اس کو اپنی خوشامدی ٹولے سمیت فرعون کی موت کی طرح ہلاک کردیا۔ اور آج تو دشمنی اور مخالفت بلند سطح پر پہنچ گئی ہے۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عبرت حاصل کرنے والی آنکھ دی ہو تو بہت سی باتیں دیکھ لے کہ یہ سب کیا ہے؟

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 12 فروری 2020ء)

(15)
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور غیروں کا اعترافِ حقیقت

(عبدالقدیر قمر)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۸۰﴾

(آل عمران: 180)

ترجمہ: اللہ ایسا نہیں کہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے نتھار کر الگ کردے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ تم (سب) کو غیب پر مطلع کرے بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب بھی یہ حالات پیدا ہوں کہ پتا نہ چلے کون پاک ہے اور کون ناپاک۔ کون اچھا ہے اور کون بُرا،اور کون طیب ہے اور کون خبیث۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیجتا ہے جس پر ایمان لانے والے پاک اور طیب ہوتے ہیں۔ اس امت یعنی امتِ محمدیہ میں بھی یہی ہونے والا تھا۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے آخری زمانہ کے حالات نہایت تفصیل سے بیان فرمادیئے تھے۔ آپؐ نے آخر زمانہ کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا تھا۔

”عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔“

(مشکوٰۃ،کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38 کنز العمال جلد 6 صفحہ 43)

اسی طرح فرمایا اے مسلمانو! تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح تم پہلی قوموں کے نقشِ قدم پر چلو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہودونصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اور کس کے؟

(بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبیؐ)

نیز فرمایا تھا بنی اسرائیل کے 72 فرقے ہوگئے تھے اور میری اُمت کے 73 فرقے ہوجائیں گے۔ ان 73 میں سے سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

(سورۃ الجمعۃ : 4)

ترجمہ: اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رسول کریمﷺ نے نبی کریمﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! یہ آخرین کون ہیں؟ رسول کریمﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اِن میں سے ایک شخص ہو گا جو اُس وقت اگر ایمان ثریا سیارہ پر بھی چلا گیا ہو گا تو وہ اسے واپس زمین پر لائے گا۔

رسول کریمﷺ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت پر ایک ایسا دور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آجائے گا جسے امام مہدی کے سوا کوئی اور دور نہ کرسکے گا۔

23 مارچ 1889ء کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضورﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کا مبارک آغاز کیا اور فرمایا ''کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔''

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو یہ خوشخبری سنائی۔

''تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو دنیا میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک درخت ہوجائے گا۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا۔ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضور کی زندگی میں کثرت سے لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اِس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے 213 سے زائد ممالک میں قائم ہوچکی ہے۔ اب دنیا بھر میں احمدیوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کے الہام کے مطابق دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کی علامت ہے۔

میں وہ پانی ہوں جوآیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو خبر دی تھی کہ وہ اس الٰہی سلسلہ کو بہت ترقی دے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ اے تمام لوگو سن رکھو! کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 66)

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی دیکھ لئے تھے۔ جن سے آپ کا دل خدا تعالیٰ کی حمدوثناء سے بھر گیا اور آپ کی زبانِ مبارک نے یہ اقرار کیا۔

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

قرآن کریم قیامت تک کے لئےایک جامع اور کامل شریعت ہے جس میں قیامت تک پیدا ہونے والے

تمام مسائل کا حل بتایا گیاہے۔ ہر مسئلہ کے بارہ میں نہ صرف ہدایت دی ہیں بلکہ اس کے دلائل اور حکمتیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ایک نبوت کے دعوے دار کی صداقت کو پہچاننے کا مسئلہ بھی نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے خاکسار قرآن کریم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرے گا۔

آنحضورﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان سے کہ دے فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس:17) اس سے پہلے میں ایک عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں دعویٰ نبوت سے قبل تم میں ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں کیا تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے۔ اگر میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں جو دعویٰ نبوت سے قبل کی ہے کسی ایک معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا تمہاری عقل اس بات کو تسلیم کرے گی کہ آج اچانک میں خدائے تعالیٰ کے بارے میں جو احکم الحاکمین ہے جھوٹ اور افترا سے کام لینے لگا ہوں۔

انسانی فطرت تو یہ ہے کہ ہر عادت خواہ نیکی کی ہو یا بدی کی آہستہ آہستہ پڑتی ہے یہ تو فطرت کے ہی خلاف ہے کہ چالیس سال تک انسان سچ بولتا رہا ہو اور اچانک ایسا تغیر پیداہو جائے کہ انسان خدا کے بارے میں جھوٹ بولنے لگ جائے۔

رسول کریمؐ نے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرنے سے پہلے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر جرار چھپا ہوا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے؟ تو انہوں نے کہااَجَرَّبْنَاعَلَیْكَ اَلاَّصِدْقًایعنی ہم نے آپ سے سوائے سچ کے کسی اور چیز کا تجربہ نہیں کیا۔تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا ہوں اور ایک خطرناک عذاب سے تمہیں ڈراتا ہوں۔ یہ بات سن کر حاضرین میں سے ابو لہب اٹھا اور اس نے کہاتَبًّالَکَ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے یہ کیا بات کہی ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی دوست اور دشمن سب کے تجربہ کی رو سے نہایت پاک اور صاف ہوتی ہے اوروہ جھوٹ بولنے کا قطعاً عادی نہیں ہوتا۔ درحقیقت اس کی دعویٰ نبوت سے بعد کی زندگی بھی پاک اور صاف ہوتی ہے لیکن دلیل ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے

اور جاہل سے جاہل بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی دلیل کے مطابق حضرت مرزاغلام احمد صاحب قادیانی سچے قرار پاتے ہیں۔ دیکھئے حضور اپنی پاکیزہ زندگی کے بارہ میں کیسی تحدی سے فرماتے ہیں۔ ”اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا کہ میرے دعویٰ پر ہزار دلائل قائم کر کے تمہیں موقع دیا تا کہ تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افترا یا دغا کا یا جھوٹ کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اورافتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ ہی بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے مجھے ابتداء سے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ ایک دلیل ہے۔“

اس چیلنج کو پیش کئے آج سو سال سے زائد عرصہ ہوچکا ہے لیکن کوئی شخص حضور کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر نکتہ چینی نہیں کر سکا۔

پس اگر دعویٰ نبوت سے قبل کی پاکیزہ زندگی حضورؐ کی صداقت کی دلیل ہے تو یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی بھی دلیل ہے کیونکہ آپ نے بھی دنیا کے سامنے خدائی مرسل ہونے کا دعویٰ پیش کیا تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آیا ہوتا توکوئی اورہی آیا ہوتا

کسی نے کیا خوب کہا ہے اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔ فضیلت تو وہ ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہوجائے۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؑ کے دعویٰ سے پہلے کی پاکیزہ زندگی کے متعلق کئی غیروں کی شہادتیں ملتی ہیں۔ چنانچہ مشہور اہلحدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ ”اشاعۃ السنہ“ حضرت اقدس کی شہرۂ آفاق تصنیف ”براہین احمدیہ“ پر ریویو کرتے ہوئے آپ کے متعلق لکھتا ہے۔ ”مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ) شریعت محمدیہؐ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔“

(رسالہ ”اشاعۃ السنہ“ جلد نمبر 7 صفحہ 6)

مشہورصحافی جناب منشی سراج الدین بانی ”زمیندار“ اخبار لاہور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حق میں اپنی چشم دید گواہی دی کہ:

’’ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔‘‘

(اخبار ’’زمیندار‘‘ 8 جون 1908ء)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: ’’کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمت و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتازو برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔‘‘

(اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر 30 مئی 1908ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے فرمایا:۔

’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہیں اور اپنے دعویٰ میں راست باز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ حق سبحانہٗ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں اور اسلام کی ترقی اور دینی امور کی سربلندی کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں میں ان میں کوئی مذموم اور قبیح چیز نہیں دیکھتا۔ اگر انہوں نے مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بھی ایسی بات ہے جو جائز ہے۔‘‘

(اشارات فریدی جلد نمبر3 صفحہ 791 ترجمہ از فارسی)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت اور سچائی کے جو بھی معیار بیان فرمائے ہیں وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو بھی اظہر من الشّمس کی طرح ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۲﴾

(المجادلہ: 22)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر فرض کردیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے وہ قوت والا اور غالب ہے۔

اسی طرح فرمایا:

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ﴿۵۲﴾

(المومن: 52)

ترجمہ: ہم ضرور اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ہمارے رسولوں پر ایمان لائے ہیں دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی مدد کیا کرتے ہیں اور اگر مدعی کا دعویٰ جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ سزا بھی دیتا ہے جیسے کہ فرمایا:

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ﴿۴۵﴾ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴿۴۶﴾ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِیۡنَ ﴿۴۷﴾ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِیۡنَ ﴿۴۸﴾

(الحاقۃ: 45 تا 48)

ترجمہ: اگر یہ رسول جان بوجھ کر ہم پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا تو ہم اس کادایاں ہاتھ پکڑ لیتے اوراس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے اور تم میں کوئی اسے بچا نہ سکتا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قانون جاری ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے رسولوں کی نصرت کرتا ہے اُن کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ جو لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر افتراء کررہے ہوتے ہیں اور ایک بات کو جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہیں تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ملتی۔ بلکہ وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔

اب آپ ان آیات کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اگر آپؑ اس دعویٰ میں مفتری ہوتے اور جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہوتے تو آپ کو ہلاک ہوجانا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے کہ وہ مفتری کو ہلاک کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو محفوظ رکھا بلکہ باوجود شدید مخالفت کے آپ کامیاب ہوئے۔ اپنے دعویٰ کو لوگوں سے منوایا، دشمنوں کے حملوں سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات آپؑ کے لئے نازل ہوئیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

قرآن کریم کے بعد ہم اپنے پیارے آقا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضورﷺ کی احادیث سے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر روشنی پڑتی ہے۔

ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے اسلام کے آخری دور میں ضعفِ اسلام کے وقت اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت کی خبر دی اور مسیح موعود کی شناخت اور پہچان کے لیے بھی قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ کہیں زمانے کی نشاندہی فرمائی، کہیں مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا، کہیں آپ کی خاطر رونما ہونے والے معجزات کی پیشگوئیاں فرمائیں اور کہیں آپؑ کے مقابل آنے والی اقوام کے حالات اور دجال اور یاجوج ماجوج کی خبریں دیں۔ غرض ہر انداز اور ہر جہت سے آپؐ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک عظیم المرتبت اور بلند شان نشان جو ہر انسانی دخل کے بغیر اور قدرت الٰہی کا شاہکار نشان ہے اور جو رسول اللہﷺ نے بہت روشن اور واضح بیان فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا آیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ

(دار قطنی صفحہ 188)

یعنی ہمارے مہدی کی صداقت کے لئے دو ایسے عظیم الشان نشان ظاہر ہوں گے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر آج تک کبھی ایسے نشان کسی کے لئے رونما نہیں ہوئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو گرہن لگے اور اسی رمضان میں سورج بھی امام مہدی کی صداقت کے لیے گہنا یا جائے گا اور اسے اس کی گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانے دن گرہن لگے گا۔

حضرت مسیح موعود و مہدی موعودؑ کی صداقت کی جانچ کرنے کے لیے آنحضرتﷺ کا بیان فرمودہ یہ نشان بہت بلند اور روشن معیار صداقت ہے۔ جو کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اسے ظاہر کرسکے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے 1882ء میں ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ 1889ء میں لوگوں نے آپ پر ایمان لانا شروع کیا کچھ لوگ یقینا چاند اور سورج گرہن کے اس نشانِ صداقت کے رونما ہونے کے منتظر بھی تھے۔ چنانچہ خدا کی تقدیر نے جلوہ نمائی کی اور حضرت محمد مصطفیٰﷺ کی یہ پیشگوئی 1894ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خاطر پوری ہوئی۔ جب 1894ء کے رمضان کی 13 تاریخ کو چاند کا حسن مسیح موعودؑ کی خاطر ماند پڑا اور اسی رمضان

کی 28 تاریخ کو آپ کے واسطے سورج بھی گہنا گیا اور آپ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ آپ کیا خوب فرماتے ہیں۔

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

میرے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے وَلَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعیٰ عَلَیْھَا کی پیشگوئی فرما کے مسیح موعودؑ کے زمانے کی بھی خبر دی۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر امام مہدی کی قوم کی نشاندہی بھی فرما دی۔ پھر دجال اور یاجوج ماجوج کے واقعات و نشانات اور ان سے مسیح موعودؑ کے مقابلہ کا ذکر فرما کے آپ نے مسیح موعودؑ کے زمانے کی پہچان کو ہمارے لیے آسان تر بنا دیا۔

صاف دل کو کثرت اِعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

آپ اپنے روحانی مشن کے لحاظ سے انتہائی کامیاب زندگی گزار کر 26 مئی 1908ء بروز منگل لاہور میں وفات پا کر اس دارفانی سے کوچ کرکے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور 27 مئی 1908ء کو قادیان ضلع گورداسپور میں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ علیہ السلام کی رحلت جہاں ہر احمدی کے لئے ایک دل سوز واقعہ تھی وہاں غیر از جماعت لیکن اہل عقل و دانش کے لئے بھی کسی صدمہ سے کم نہ تھی۔ آپ کے وصال پر بہت سے اہل قلم نے غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کے فضائل کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ جناب مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر حضور کی وفات پر ''موت عالم'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں۔ ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو...... وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا...... مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔

ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب

کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ،ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہیں مجبور کرتی ہے کہ اس احسان کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے...... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے...... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

جناب مولانا ابوالنصر غلام یٰسین برادر مولانا ابوالکلام آزاد۔ اپریل 1905ء میں قادیان تشریف لائے اور واپسی پر اپنے تاثرات اخبار وکیل امرتسر میں بدیں الفاظ میں شائع فرمائے۔ ’’میرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منسکر مگر حکومت خیز، مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً 66 سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں مَیں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر 1905ء)

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ 1908ء بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد3 نمبر 8 صفحہ 322، 1908ء)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مشہور لیکچر ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے متعلق اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ نے جلسہ مذاہب عالم لاہور 1896ء کے اختتام پر لکھا: ’’حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزاصاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا ہے۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو مضمون کی بدولت

فتح نصیب ہوئی۔‘‘

(اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ مورخہ 24 جنوری 1897ء صفحہ 7)

اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور میں جماعتِ احمدیہ خیرِ اُمت بنتے ہوئے دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام، مساجد کی تعمیر، قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام کررہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب تمام دنیا پر احمدیت کا جھنڈا لہرائے گا اُس وقت ایک خدا ،ایک رسول اور ایک قِبلہ ہو گا۔تب ایک نیا آسمان ہو گا اور نئی زمین ہو گی۔یہی جماعتِ احمدیہ کا شاندار مستقبِل ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھادے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ مَیں تجھے برکت پربرکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سُننےوالو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کرلو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔‘‘

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے لکھا۔ ’’مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے آپ کی پیدائش 40-1839ء میں ہوئی آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ آپ نے انیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1889ء میں بیعت لینی شروع کی... آپ نے

اپنی تصنیف کردہ اسی 80 کتابیں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بیس 20 عربی زبان میں ہیں بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔“

چودھری افضل حق صاحب صدر جمیعۃالاحرار رقمطراز ہیں۔

”آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حِس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مہذب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چونکا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل (حضرت مسیح موعودؑ مراد ہیں۔ ناقل) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اور اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔“

(فتنۂ ارتداد اورپولیٹیکل قلا بازیاں صفحہ 46)

خواجہ حسن نظامی دہلوی صاحب کا بیان اخبار ”منادی“ میں یوں شائع ہوا۔ ”مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے ...... آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔“

(اخبار ”منادی“ 27 فروری 4 مارچ 1930ء)

مولوی عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔ ”مرزا صاحب تو بہر حال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے ہیں اور مسیحیوں، آریوں، ملحدوں کے جواب میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔“

(اخبار ”سچ“ بحوالہ پیغام صلح 22 جنوری 1926ء)

اخبار ”جیون تت“ میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا۔

”وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے، سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔“

(بحوالہ البدر 2 جولائی 1908ء)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے بعض انگریزی مضامین میں حضرت اقدس کی زندگی میں صاف صاف لکھا کہ:

''آپ جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔''

(انڈین انکوائری جلد 29 ستمبر 1900ء صفحہ 237 بحوالہ الفرقان جون 1955ء)

شمس العلماء سید میر مہدی حسن مرحوم استاد علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں حضور کے زمانہ قیام سیالکوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ادنیٰ تامل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔''

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 270)

پھر ایک ملاقات میں چشم پُر آب ہو کر فرمایا۔ ''افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خداتعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں بھی کبھی آتے ہیں۔''

(الحکم 17 اپریل 1934ء صفحہ 3)

علامہ اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں۔

''آپ عزلت پسند اور پارسااور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔'' نیز لکھا۔ ''کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار و قطار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 270 - 272)

دعویٰ نبوت کرنے کے بعدلوگ اس کے دشمن ہوجاتے ہیں اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگا دیتے ہیں۔ پس ایک مدعئ نبوت کی صداقت پرکھنے کے لیے اس کی دعویٰ سے پہلی زندگی کو دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ ہر پہلو سے صاف ہو تو بلاشبہ وہ سچاہے یہ ایسی چودھری افضل حق صدر جمیعۃالاحرار رقمطراز ہیں۔

’’آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حِس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مہذب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چونکا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل (حضرت مسیح موعودؑ مراد ہیں۔ ناقل) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اور اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔‘‘

(فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلا بازیاں صفحہ 46)

خواجہ حسن نظامی دہلوی صاحب کا بیان اخبار ’’منادی‘‘ میں یوں شائع ہوا۔ ’’مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے ...... آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔‘‘

(اخبار ’’منادی‘‘ 27 فروری، 4 مارچ 1930ء)

مولوی عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔ ’’مرزا صاحب تو بہرحال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے ہیں اور مسیحیوں، آریوں، ملحدوں کے جواب میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔‘‘

(اخبار ’’سچ‘‘ بحوالہ پیغام صلح 22 جنوری 1926ء)

اخبار ’’جیون تت‘‘ میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا۔

’’وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے، سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔‘‘

(بحوالہ البدر 2 جولائی 1908ء)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے بعض انگریزی مضامین میں حضرت اقدسؑ کی زندگی میں صاف صاف لکھا کہ:

’’آپ جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔‘‘

(انڈین انکوائری جلد 29 ستمبر 1900ء صفحہ 237 بحوالہ الفرقان جون 1955ء)

نواب محسن الملک۔ آپ سر سید مرحوم کے سیاسی جانشین اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔ حضورؑ کی خدمات کو سراہتے ہوئے 2 اکتوبر 1895ء کو بمبئی سے مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔ ”درحقیقت دینی مباحثات و مناظرات (میں) جو دل شکن اور جیسی درد انگیزی باتیں لکھی اور کہی جاتی ہیں وہ دل کو نہایت بے چین کرتی ہیں اور اسے ہر شخص کو جسے ذرا بھی اسلام کا خیال ہو گا روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ خدا آپ کو اجر دے کہ آپ نے ایک دلی جوش سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ یہ کام بھی آپ کا منجملہ اور بہت سے کاموں کے ہے جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں۔“

(الحکم 7 اگست 1934ء صفحہ 9)

شمس العلماء سید میر مہدی حسن مرحوم استاد علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں حضورکے زمانہ قیام سیالکوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ادنیٰ تامل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔“

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 270)

پھر ایک ملاقات میں چشم پُر آب ہو کر فرمایا۔

”افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خداتعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں بھی کبھی آتے ہیں۔“

(الحکم 17 اپریل 1934ء صفحہ 3)

علامہ اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں۔

”آپ عزلت پسند اور پارسااور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔“ نیز لکھا۔ ”کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار و قطار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔“

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 270 تا 272)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2020ء)

(16)

حضرت مسیح موعودؑ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی

(درثمین احمد۔ جرمنی)

قادیان کی گمنام اور چھوٹی سی بستی میں قوم برلاس کے رئیس مغل گھرانے میں ایک ایسی عظیم الشان ہستی نے جنم لیا جس کو اپنے ظاہری خاندانی جاہ وجلال اور زمین و جائیداد سے کوئی دلچسپی نہ تھی، کاروبار دنیا سے جسے کوئی سرو کار نہ تھا۔اور اس کا زیادہ تر وقت ذکر الٰہی اور قرآن کریم کے تدبر، تفاسیر اور احادیث کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔جس کا جواب دنیاوی امور کے بارے میں یہ ہوا کرتا تھا۔ کہ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہوچکا۔اس وقت کون جانتا تھا کہ یہ عظیم الشان انسان جو کہ خدا کے گھر کا نوکر ہوچکا ہے، آسمانی بادشاہت کا وارث ٹھہرنے والا ہے۔اس کو بشارت مل چکی تھی کہ اب سے صرف اللہ اس کے لئے کافی ہے۔خدا نے اسے برکت دی اور وہ وقت آنے آچکا ہے کہ جب بادشاہ بھی اس کے کپڑوں سے برکت دھونڈتے ہیں، دنیا کے ہر کونے سے لوگ اس کے در پر حاضری دینے کے لئے آنے والے ہیں وہ تو اپنا مکان وسیع کرنے والا ہے وہ جس کا اپنا دسترخوان ٹکڑے ہیں اب دنیا کی قومیں اس کے دسترخوان سے کھانے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا اور وہ کھانے کو اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

(الدھر: 9)

اس بارے میں خود آپؑ کا بیان ہے: ”قرآن شریف نے جس قدر والدین اور اولاداور دیگر اقرباء اور مساکین کے حقوق بیان کئے ہیں۔ میں نہیں خیال کرتا کہ وہ حقوق کسی اور کتاب میں لکھے گئے ہوں“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ 208)

یہ تو وہ ہیں جس کے عہد پر رسولوں کو بھی فخر ہے۔ خدا اپنے گروہ کے ساتھ اس کی تائید کو آنے والا ہے جس کے آنے کی خبر امتِ محمدیہ ﷺ کے مجددِ دین بھی دے رہے ہیں۔ایسے وقت میں جب برصغیر میں مذاہبِ باطلہ دینِ حق پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے تو خدا کا یہ پہلوان تنِ تنہا سپر بن کر ان کا

منہ توڑ جواب دے رہا تھا۔ آپؑ کے اس عظیم الشان کارنامے پر کیا اپنے کیا غیر تمام اہلِ حق یک زبان ہو کر آپؑ کی تائید کے گُن گا رہے تھے۔وہ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء تھا۔اور مجسم خدا کی قدرت تھا ،ان کا خدا سے ایک زندہ تعلق تھا اور وہ ان سب کی امیدوں اور نگاہوں کا مرکز تھے جن کے درمیان وہ اپنی پاک زندگی بسر کر چکا تھا ان سب کی یہی پکار تھی۔

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

خدا کی اس منادی کی زمین و آسماں ، کون و مکاں بھی گواہی دینے لگے کہ یہی ہے ہمارا مہدی و مسیح جس کا انتظار مدتوں سے تھا۔یہی ہے امام کامگار جس کا نزول مبارک اور مقدر تھا۔جس کی بدولت گمنام بستی میں انوار کا سیلِ رواں ہو گیا۔اور جس کے پہلو میں آتے ہی لوگ اپنے وطنوں کو بھول جاتے۔ آپؑ کے عاشقوں کا یہ عالم تھا کہ مانند پروانہ اپنی شمع کے گرد منڈلاتے یہاں تک کہ ان کو اپنی ہوش نہ رہتی۔ایسے عاشقوں کے محبوبؑ کا یہ عالم تھا کہ اس کی ذات کا رُواں رُواں مخلوقِ خدا کی ہمدردی کے لیے وقف تھا۔

حضرت مولوی شیر علی سے روایت ہے کہ ”حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور مجلس میں بیٹھنے سے دل میں خوشی اور بشاشت اور اطمینان پیدا ہوتے تھے اور خواہ انسان کتنا بھی متفکر اور غمگین یا مایوس ہو آپؑ کے سامنے جاتے ہی قلب کے اندر مسرت اور سکون کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔“

(از سیرت المہدی جلد اول صفحہ 357 روایت 397)

حضرت مسیح موعودؑ کا جذبہ ہمدردی خلق آپ کی تحریرات کی روشنی میں

آپؑ نہ صرف خود بنی نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول رہتے بلکہ اپنے رفقاء کو بھی اس کی عمومی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”حدیث میں بھی ذکر آتا ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ایام جاہلیت میں میں نے بہت خرچ کیا تھا، کیا اس کا ثواب بھی مجھ کو ہو گا؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ یہ اسی صدقہ و خیرات کا ثمرہ ہے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کے ادنیٰ فعل اخلاص کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق کی ہمدردی اور خبر گیری حقوق اللہ کی حفاظت کا باعث ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 216)

ایک اور جگہ آپؑ بیان کرتے ہیں ”کہ میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرواپنے تو در کنار میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرولاابالی مزاج ہر گز نہیں ہونا چاہئے۔ ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جارہا تھا، ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا وہ ذرا آگے تھا اور میں راستہ میں ایک بڑھیا 70 یا 75 برس کی ضعیفہ ملی اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑ کیاں دے کر اسے ہٹادیامیرے دل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دے دیا۔میں اس کو لے کر ٹھہر گیا، اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 82 - 83)

آپؑ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرکے سب ترساں رہواور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو۔ نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہے تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔ اگر حرارت کی طرف تمہارا میلان ہو تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلتی ہے۔ یہ مقام نازک ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 8 - 9)

اسی طرح ایک اور جگہ آپؑ فرماتے ہیں ”اس کے بندوں پر رحم کرو ان پر زبان یا ہاتھ کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو، کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤتا قبول کیے جاؤ... بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرونہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرونہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر ہلاکت کی راہوں سے ڈرو...“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 11 - 12)

آپؑ مزید فرماتے ہیں: ”پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہوجاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک

انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت ،سلوک اور احسان سے کا لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں جیسا کہ سعدی نے کہا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

میں ...یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو خواہ کوئی ہو ہندو ہو یا مسلمان۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں‘‘

(بحوالہ ملفوظات جلد 4 صفحہ 216 - 217)

ایک اور موقع پہ آپؑ نے فرمایا۔ ’’میں پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ نافع الناس ہیں اور ایمان اور صدق و وفا میں میں کامل ہیں۔ وہ یقیناً بچا لئے جائیں گے پس تم اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرو‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 184)

آپؑ فرماتے ہیں۔ ’’دراصل خدا کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت بڑی بات ہے خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ وہ اس سے ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہو تا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم اس کے کسی دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہو گا؟ کبھی نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک گویا مالک کے ساتھ سلوک ہے۔خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے ،کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215 - 216)

حضرت اقدسؑ نہم شرطِ بیعت میں فرماتے ہیں۔ ’’یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا‘‘

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ نمبر 147، مجموعہ اشتہارات 12 جنوری 1889ء)

حضرت مسیح موعودؑ کا ہمدردی خلق آپؑ کی ذات کے آئینہ میں یوں تو آپؑ کی زندگی آپؑ کے حسنِ اخلاق کے واقعات سے بھری پڑی ہے مگر ذیل میں خاکسار آپؑ کے حسن سلوک کی چند مثالیں دے گی۔ آپؑ

کی زندگی میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپؑ نے خلقِ خدا سے ایسا شفقت و محبت کا سلوک کیا کہ لوگوں نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ آپؑ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طور پر عمل پیرا تھے اور خلقِ خدا کی ہمدردی میں شب و روز سے بیگانہ تھے۔

حضرت اقدسؑ کا اپنے خدام سے حسن سلوک

حضرت مفتی محمد صادقؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعودؑ اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے۔ میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی۔میں نے حضرتؑ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضورؑ رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے حضورؑ مہربانی کرکے کوئی کپڑا وغیرہ عنایت فرماویں۔ حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسا ارسال فرمایا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دُھسا میرا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں میں نے رضائی رکھ لی اور دُھسا واپس بھیج دیا نیز مفتی صاحبؓ نے بیان کیا کہ جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگایا جو خادم کھانا ساتھ لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے اس سے فرمایا کہ مفتی صاحبؓ کس طرح یہ کھانا ساتھ لے جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا۔ اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر آپؑ نے اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں کھانا باندھ دیا... مفتی صاحبؓ نے بیان کیا کہ حضرت صاحبؑ نے ایک دفعہ مجھے دو گھڑیاں عنایت فرمائیں اور کہا کہ یہ ایک عرصہ سے ہمارے پاس رکھی ہوئی ہیں اور کچھ بگڑی ہیں آپؓ انہیں ٹھیک کرالیں اور خود ہی رکھیں‘‘

(از سیرت المہدی جلد اول صفحہ 391 - 392 روایت 433)

آپؑ کا اکرام ضیف اور مہمان نوازی

آپؑ اکرام ضیف اور مہمان نوازی کے لئے کس قدر حوصلہ اور وسعت اپنے قلب میں رکھتے تھے اور آپؑ کا قلبِ مطہر اس بات کو جائز ہی نہ رکھ سکتا کہ مہمان کو کچھ بھی رنج ہو۔ اسی واسطے آپؑ اپنے اکابر اور صاحبِ حیثیت صحابہ کرام کو خطوط بھی لکھا کرتے تھے تا کہ ان کی مالی معاونت سے مخلوقِ خدا اور مہمانان

کرام کی احسن رنگ میں خدمت ہو سکے اس ضمن میں آپؑ کے ایک مکتوب کا ذکر کرنا چاہوں گی جس میں آپؑ نے مہمانان کی تواضع کے لیے ہونے والے اخراجات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ خط آپ نے اپنے مخلص اور فدائی صحابی مکرم حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحبؓ مدراسی کے نام تحریر کیا تھا۔

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کی ڈاک میں مبلغ ایک سو روپیہ نقد مرسلہ آنمکرم مجھ کو مل گیا... یہ آپ کے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کہ مشکلات میں آپ کی طرف سے مدد پہنچتی ہے۔ اس ملک میں سخت قحط ہو گیا ہے اور اب تک بارش نہیں ہوئی اور اب کی دفعہ ابتلا کا سخت اندیشہ ہے کیونکہ ہمارے سلسلہ کے اخراجات کا یہ حال ہے کہ علاوہ اور خرچوں کے دو سو روپیہ ماہوار کا آٹا ہی آتا ہے۔ اب میں خیال کرتا ہوں اور پانچ سو روپیہ آئے گا اور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک چلے گا اور دوسرے اخراجات بھی مہمان داری کے ہوتے ہیں وہ بھی اس کے قریب قریب ہیں چنانچہ ایندھن یعنی جلانے کی لکڑی وغیرہ غلہ کی طرح کمیاب ہو گئی ہیں اور ایسی کمیاب ہے کہ شائد اب کی دفعہ ڈیڑھ سو یا دو سو روپے ماہواراسی کا خرچ ہو... ہماری جماعت میں اہل استطاعت میں سے ایک آپ ہیں جو حتی الوسع اپنی خدمات میں تعہد رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ یا تو نادار ہیں یا سچا ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا... میں چاہتا ہوں کہ مشکلات کے وقت میں ایک اشتہار شائع کروں تا ہر ایک صادق کو ثواب کا موقع ملے اور اس میں کھلے کھلے طور پر آپ کا بھی ذکر کردوں کیونکہ اب سخت ضرورت کا سامنا ہے اور ہمارے سید ومولیٰ پیغمبر خداﷺ ایسی ضرورتوں کے وقت جب ایسا کرتے تھے تو صحابہ دل وجان سے اس راہ میں قربان تھے جو کچھ گھروں میں ہوتا تھا تمام آگے رکھ دیتے تھے۔ غرض اسی طرح کا اشتہار ہو گا۔

والسلام

خاکسار

26 ستمبر 1895ء

مرزا غلام احمدؑ

(بحوالہ مکتوبات احمد جلد دوئم صفحہ 337)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ رقم کرتے ہیں: ’’منشی کپور احمد صاحبؓ کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آ کر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور ہمارا سامان لا یا جائے۔ چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا اسباب اتروائیں۔ چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہوگئے... حضرت مسیح موعودؑ کو اس واقعہ کا علم ہوا تونہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضورؑ ان کے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضورؑ آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے اور حضورؑ نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس آئے۔ حضورؑ نے یکہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے سوار نہ ہوئے اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے۔ حضورؑ نے خود ان کے بستر اتارنے کیلئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضورؑ نے اسی وقت دو نواڑی پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کروائے اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں۔ اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا غرض یہ کہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے۔ راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا۔ یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ میں منزل پر پہنچ گیا۔ اگر یہاں آ کر بھی اس کو وہی تکلیف ہو تو یقیناًاس کی دل شکنی ہو گی۔ ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے...‘‘

(از سیرت المہدی جلد اول صفحہ نمبر 56 - 57 روایت نمبر 1069)

حضرت مسیح موعودؑ کی ہمدردی اور شفقت کا ایک واقعہ

حضرت مرزا بشیر احمدؓ اپنی تصنیف سیرت المہدی میں رقم کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں آتا ہے: ’’محترمہ مرادبی بی صاحبہ بنت حاجی عبداللہ صاحب ارائیں ننگل نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’جب میں جوان ہوئی تو ہمارے گاؤں میں کھجلی کی بیماری پھیل گئی تو مجھے بھی پڑ گئی۔ میں نو مہینے بیمار رہی، میرے والد صاحب نے کہا کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علاج کے واسطے لے جاؤ۔‘‘ میری والدہ مجھے لے کر آئی۔ اس وقت نیچے دلان میں حضورؑ ٹہل رہے تھے۔ ہم کھرلی کے پاس بیٹھ گئے۔ میری ماں نے عرض کی کہ ’’میں اپنی لڑکی کو علاج کے واسطے لائی ہوں۔ حضور دیکھ لیں۔‘‘ حضورؑ نے فرمایا کہ ’’اس وقت فرصت نہیں ہے۔‘‘ میں اس کُھرلی

میں لیٹ گئی اور میں نے کہا کہ ''میرا علاج کریں نہیں تو میں یہیں مر جاؤں گی (حضرت ام لمؤمنین اب تک میرا کُھرلی میں لیٹنا یاد کرتی ہیں) تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اچھا لڑکی کو لے آؤ۔'' آپ نے میری حالت دیکھ کر دوا لکھی۔

آنولے، بہٹیرے، مہندی اور نیم یہ دوا لکھی۔ میری ماں نے کہا کہ ''یہ لڑکی بڑی لاڈلی ہے اس نے کڑوی دوا نہیں پینی۔'' حضور علیہ السلام نے دروازہ میں کھڑے ہو کر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ ''بی بی تو دوائی پی لے گی تو اچھی ہو جاوے گی۔'' آپ نے تین مرتبہ فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ ''علی نائی کی دوکان سے یہ دوائیں لا کر مجھے دکھاؤ۔'' میری ماں دوا لائی تو حضور نے دیکھی اور فرمایا کہ ''اس کا عرق نکال کے اسے پلاؤ۔'' میری والدہ نے تین بوتلیں عرق کی بنائیں۔ میں پیتی رہی اور بالکل اچھی ہو گئی۔''

(سیرت المہدی جلد دوئم صفحہ نمبر 300 روایت نمبر 1543)

سائل کو خالی نہ جانے دیا

حضرت مرزا بشیر احمدؓ اپنی تصنیف سیرت المہدی میں رقم کرتے ہیں: ''صفیہ بیگم بنت مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی حال معلمہ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک سوالی دریچے کے نیچے کرتا مانگتا تھا۔ حضرت صاحبؑ اپنا کُرتا اتار کر دریچہ سے فقیر کو دے دیا۔ والد صاحبؓ مرحوم نے فرمایا کہ اللہ اللہ کیسی فیاضی فرمارہے ہیں۔''

(از سیرت المہدی جلد دوئم صفحہ نمبر 311 روایت نمبر 1565)

آپؑ کی حیاتِ مبار کہ ایسے بے شمار حسین واقعات سے مزین ہے جن کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ آپؑ مخلوقِ خدا کی خدمت میں کس طرح شب وروز سے بے نیاز ہو کر مصروف رہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مسیح پاکؑ کی روحانی اولاد کی حیثیت سے توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی خلق اللہ سے ہمدردی اور احسان کا سلوک کرنے والے ہوں آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 27 فروری 2020ء)

(17)
حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پُر حکمت کلمات

(مولانا عطاء المجیب راشد۔لندن)

(جملہ حوالہ جات تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مطبوعہ اگست 2004ء قادیان سے ماخوذ ہیں)

1۔ اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں۔

2۔ جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 118)

3۔ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قویٰ اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 139)

4۔ گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 142)

5۔ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت اور پرہیز گاری دوسری حفظِ صحت تیسری اولاد۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 22)

6۔ نذیر کا لفظ اُسی مرسَل کے لئے خدا تعالیٰ استعمال کرتا ہے جس کی تائید میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ اس کے منکروں پر کوئی عذاب نازل ہوگا۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 30)

7۔ جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 34)

8۔ خدا کی عادت ہے کہ ہر نشان میں ایک پہلو اخفا کا رکھتا ہے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 106)

9۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاءؑ تھی۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 111)

10۔ ابصار پر وہ آپ ہی روشنی ڈالے تو ڈالے۔ ابصار کی مجال نہیں ہے کہ خود اپنی قوت سے اسے شناخت کر لیں۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 122)

11۔ سُوَر کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے ... مگر سود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالتِ اِضطرار جائز ہے۔
(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 130 نیز حصہ پنجم صفحہ 179)

12۔ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 160)

13۔ تمام مومنوں اور رسولوں اور نبیوں کا مرنے کے بعد رفع روحانی ہوتا ہے۔
14۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت ہے۔

(جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 163)

15۔ جو لوگ دین کے لئے سچا جوش رکھتے ہین ان کی عمر بڑھائی جاوے گی۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 88)

16۔ انسان کی روحانی زندگی استغفار سے ہے۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 108)

17۔ ہر ایک مامور من اللہ کو وسعت معلومات بھی زمانہ کی ضرورت کے موافق دی جاتی ہے۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 126)

18۔ مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدائے تعالیٰ سے اپنا تعلق کاٹ لےوے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 34)

19۔ جیسا خدا بے حد ہے ایسا ہی اس کا علم بھی بے حد ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 38)

20۔ سنت اللہ یہی ہے کہ ائمۃ الکفر اخیر میں پکڑے جایا کرتے ہیں۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 66)

21۔ اب تو دلوں کو فتح کرنے کا وقت ہے اور یہ بات جبر سے نہیں ہوسکتی۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 138)

22۔ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 157)

23۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔ خداتعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 159)

24۔ نجات کی جڑ معرفت ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 406)

25۔ ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 410)

26۔ خدا کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 423)

27۔ وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے۔ وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اور رنگ اور شان کی حیات ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 435)

28۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تا کہ میں دنیا کو دکھلادوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 439)

29۔ میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 441)

30۔ صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کو طلب کرنا موجب فتحیابی ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 443)

31۔ یادر کھنا چاہئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 443)

32۔ خدا تعالیٰ مغز اور حقیقت کو چاہتا ہے رسم اور نام کو پسند نہیں کرتا۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 444)

33۔ خدا بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اس شخص سے جو خدا سے لاپرواہی کرتا ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 445)

34۔ انسان کی فطرت میں رجوع الی اللہ اور اقرارِ و حدانیّت کا تخم بویا گیا۔

(جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 6)

35۔ انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اسلام ہے۔

(جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 14)

36۔ بہشتی زندگی والا انسان خدا تعالیٰ کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے۔

(جلدسوم حصہ ہفتم صفحہ 317)

37۔ انسان اپنی باتوں سے ایسا ہی پہچانا جاتا ہے جیسا کہ درخت اپنے پھلوں سے۔

(جلدسوم حصہ ہفتم صفحہ 364)

38۔ بلا شبہ یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے کہ قبل از خطرات خطرات سے محفوظ رہنے کی تدبیر بطور حفظِ ما تقدم کی جائے۔

(جلدسوم حصہ ہفتم صفحہ 367)

39۔ اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے۔

(جلدسوم حصہ ہفتم صفحہ 383)

40۔ تخمِ توحید ہر ایک نفس میں موجود ہے لیکن...... وہ تخم سب میں مساوی نہیں۔

(جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 6)

41۔ بدی میں ہلاکت کی زہر ہے اور نیکی میں زندگی کا تریاق۔ اسی لئے بدی کے زہر کو دور کرنے کا ذریعہ نیکی ہی ہے۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 57)

42۔ جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 89)

43۔ تقویٰ کے معنے ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔

(جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 184)

44۔ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 423)

45۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 424)

46۔ انسان کا اسمِ اعظم استقامت ہے۔ اسمِ اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔

(جلد دوم حصہ ششم صفحہ 425)

47۔ مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا۔

(جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 69)

48۔ رحمانیت اور رحیمیّت میں یہی فرق ہے کہ رحمانیت دعا کو نہیں چاہتی مگر رحیمیّت دعا کو چاہتی ہے۔

(جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 71)

49۔ جب تک کسی کے پاس حقیقی نیکیوں کا ذخیرہ نہیں ہے تب تک وہ مومن نہیں ہے۔

(جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 287)

50۔ جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ جو مانگتا ہے اس کو دیا جاتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جاتا ہے۔

(جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 37)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 مارچ 2020ء)

(18)
پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ اور مخالفانہ پیشگوئی لیکھرام بابت پسر موعود کا تقابلی نقشہ

دونوں پیشگوئیوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پنڈت لیکھرام مسلسل حضرت مرزا صاحب کی ذریّت کے خاتمہ کی پیشگوئی کر رہا تھا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہاں جلیل القدر بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ لیکھرام سے اس کے خدا کی غیرت نے کیا سلوک کیا اور خدا تعالیٰ کی تائید نے کس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی آسمانی بشارتیں کس صفائی سے پوری ہوئیں اور کس طرح یہ بچہ (پسر موعود) ناموافق حالات کے باوجود اور دشمن کی قہری نگاہوں کے علی الرغم بڑھتا، پھولتا اور پھلتا رہا۔ حتیٰ کہ اس مقام محمود تک جا پہنچا جس کی اس کے حق میں خوشخبری دی گئی تھی۔ 1885ء سے 1897ء تک گیارہ سال کے عرصہ میں تقابلی موازنہ کریں تو فوراً دو اور دو چار کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بے ساختہ ہاتھ اُٹھتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی مبشر اولاد اور جماعت کو ایسی ایسی حیرت انگیز ترقیات و نصرتوں سے نوازا کہ ساری دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی جبکہ لیکھرام نے اپنے اس مصنوعی اور بناوٹی الہام میں ناکامی اور نامرادی کا عبرت ناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اس تناظر میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃالمسیح الرابعؒ کا تیار کردہ ایک تقابلی موازنہ قارئین کے لئے دلچسپی اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہو گا۔

(ایڈیٹر)

پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ بہ نسبت مصلح موعودؓ

”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔“

”تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔“

”سو قدرت اور رحمت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔“

’’اے مظفر! تجھ پر سلام‘‘

’’خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔‘‘

’’اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔‘‘

’’میں تیرے ساتھ ہوں۔‘‘

’’سو تجھےبشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام لڑکا تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہو گا۔‘‘

’’اس کا نام عنموائیل‌اور بشیر بھی ہے۔‘‘

’’مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔‘‘

’’وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔‘‘

’’وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔‘‘

’’وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔‘‘

’’اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔‘‘

’’نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔‘‘

’’اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا‘‘

’’اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا‘‘

’’میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا‘‘

’’ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت ہوں گے‘‘

’’تیری ذریّت منقطع نہ ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔‘‘

مخالفانہ پیشگوئی پنڈت لیکھرام بہ نسبت پسر موعود

"رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہو گا آپ تو ہر بات کو الٹی سمجھتے ہیں اور 'ر،ز' میں امتیاز نہیں رکھتے۔"

"خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے آپ نے شاید لودہانہ میں بنا کنجر کی سرائے میں جیل خانہ کے متصل فروکش ہونے کو مبارک سمجھا ہو گا۔"

"خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔ رحمت کا نشان تو صرف بنا کنجر کی سرائے تھی اور بس۔"

"اے منکر و مکار تجھ پر آلام"

"خدا کہتا ہے کہ میں جلد مصنوعی کوفی النار کروں گا اور قبر سے نکال کر جہنم میں ڈالوں گا۔"

"آج تک گویا جس کا نام اسلام ہے وہ محض خیال خام تھا اور جس کا نام قرآن تھا وہ شرف کے مرتبہ سے برکسران تھا اب مرزا کی بدولت شرف ومرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گا اور قرآن و اسلام کا نام باہر ہو گا۔"

"مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق مع اپنی برکتوں کے مفقود۔ اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آوے گا اور باطل جاوے گا۔"

"پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا؟ کیا شیطان بے عنوان تھا۔ البتہ خدا کا یہ فرمان تھا کہ مرزا کا ساتھی نہیں، اس کا مدد گار شیطان ہے۔"

"خدا نے یہ فقرہ سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا؟ عرض کیا کہ میں تو دو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں مجھے کیا معلوم ہے... کیا واقعی لڑکا ہو گا فرمایا نہیں لڑکی۔ مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔

مرزا صاحب اب میرا سوال یہ ہے کہ آپ کے یہ لڑکا اب کی دفعہ ہو گا یا دوسری نوبت الہام میں؟ تاہم عبارت اصل لکھی ہے کہ اگر اب کی دفعہ لڑکا ہو گیا تو الہام سچا ثابت ورنہ دوسری دفعہ کی تاریخ بتادیں گے۔ کیوں صاحب! اب خدا نے آپ کو پاک اور ذکی لڑکا دینے کی بشارت دی ہے۔ کیا پہلے لڑکے دو کر یہ منظر، ناپاک ترغبی ہیں اور کیا اپنی ذریت سے ہونے میں کچھ شبہ بھی ہے؟ مرزا صاحب! واقعی اب آپ کے کمالات پیغمبروں کے ساتھ خوب مشابہ ہو چلے..."

"ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔"

’’خدا کہتا ہے کہ وہ آسمانی گولا نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔‘‘

’’شاید صاحب ذلت و نحوست و نکبت ہو گا۔‘‘

’’خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آ کر اعزاز شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کر کے واصل فی النار کرے گا اور آخر کو خود بھی اس میں پڑے گا اور اس کا خرد جال ہو گا۔‘‘

’’وہ نہایت غبی اور کو دن ہو گا۔‘‘

’’خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہو گا اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم ہو گا۔‘‘

’’آیا آپ اور آپ کے دونوں لخت جگر ظلم محض تھے جن کو خدا نے اپنے قہر اور غضب کے قطران سے متعفن اور گندہ کیا اس کو بھی خدا اسی تھیلی کا بٹا بتاتا ہے۔‘‘

’’کیا پہلا ثلاثہ امیروں فقیروں کی قید کا باعث ہوا۔ اب خدا کہتا ہے کہ وہ دائم الحبس ہو گا۔‘‘

’’پہلا ثلاثہ کیوں گمنام رہا؟ اب کہتا ہے محض خلاف ہےاس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیں گے۔‘‘

’’شاید خدا کہتا ہے کہ میں مرزا کی ذریت کو منقطع کروں گا اور نحوست دوں گا۔ مرزا صاحب! آپ ہر ایک بات کو الٹی ہی سمجھتے ہیں۔

نہ ہو کیونکر تمہارا کار الٹا
تم الٹے بات الٹی یار الٹا

’’بعض قادیانی ہے اصل میں کلھم حکم ربانی ہے۔‘‘

’’آپ کی ذریّت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔‘‘

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 59 تا 63)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 6 مارچ 2020ء)

(19)
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔تنزانیہ)

5 مارچ 1897ء کا دن اور دوپہر کے قریب کا وقت ہے۔ پورے لاہور میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ایک درمیانی عمر کا شخص خون میں لت پت اس حالت میں لایا گیا ہے کہ اُس کا پیٹ پھٹا ہُوا اور انتڑیاں کسی تیز دار آلے سے کٹی ہُوئی تھیں اور مُنہ سے بچھڑے کی آواز جیسی آوازیں نکل رہی تھیں۔ خوف و ہراس کا عجیب منظر تھا۔ ڈاکٹرز کی ایک ٹیم فوری طور پر مریض کو طبی امداد دینے کیلئے بلائی گئی۔ ان میں ایک نوجوان ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ بھی تھے۔ ان کے ایک ساتھی ڈاکٹر نے کسی کام کے سلسلہ میں انہیں مرزا صاحب کہہ کر آواز دی تو یہ زخمی شخص تڑپنے لگا اور خوف سے اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس کی جان بچانے کی پوری کوشش کی جا رہی تھی۔ شام کے وقت اس کا آپریشن کیا گیا مگر شدید زخموں کی تاب نہ لاتے ہُوئے یہ بدنصیب اگلے دن 6 مارچ (عید الفطر سے اگلے دن) کو اس جہان فانی سے کُوچ کر گیا۔ اس شخص کا نام لیکھرام تھا جو ہندو آریہ سماج کا بہت بڑا لیڈر تھا مگر انتہائی بد زبان اور گُستاخ تھا۔ اسلام اور آنحضرتﷺ اور قرآن مجید کی تحقیر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے نتیجہ میں روز قیامت تک کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں:

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

انیسویں صدی ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ ملک ہندو مذہب کا اکھاڑہ بنا ہُوا تھا۔ عیسائیت نے پوری طاقت سے اپنے پنجے گاڑے ہُوئے تھے اور پادریوں کی ایک فوج اسلام کے خلاف صف آرا تھی۔ ہندوؤں اور سکھوں نے علیحدہ یلغار کی ہوئی تھی۔ ہندوؤں کی دو اہم تحریکیں نمایاں طور پر اُبھر کر سامنے آئیں ان میں ایک برہمو سماج اور دوسری آریہ سماج تھی۔ برہمو سماج راجہ رام موہنرائے نے

1828ء میں کلکتہ میں قائم کی۔ جبکہ آریہ سماج کی بنیاد سوامی دیانند سرسوتی نے 1875ء میں ممبئی میں رکھی۔ دونوں تحریکوں نے بے شمار سماجی اصلاحات بھی کیں۔ برہمو سماج نسبتاً معتدل رویہ رکھنے والی جماعت تھی جبکہ آریہ سماج سخت کٹر اور بنیاد پرست تنظیم تھی اور وید کے علاوہ تمام مذہبی صحیفوں کو جھوٹا قرار دیتی تھی۔ سوامی دیانند کی تعلیمات ستیارتھ پرکاش کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

لیکھرام اپریل 1857ء میں سید پور ضلع جہلم میں تارا سنگھ اور بھاگ بھری کے ہاں پیدا ہُوا۔ اسے گھر میں لیکھوکے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے پنجاب پولیس میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعد میں اس کا پشاور ٹرانسفر کر دیا گیا۔ یہاں اس کا رابطہ آریہ سماج سے ہُوا۔ لیکھرام سوامی دیانند کی تحریک سے اس قدر متاثر ہُوا کہ پولیس کی نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے آپ کو آریہ سماج کے پرچار کے لئے وقف کر دیا۔ یہ شخص بلا کا خطیب اور مناظر تھا۔ اس نے اردو میں 33 کتابیں تصنیف کیں جو کلیات آریہ مسافر کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف اس کی زبان چُھری کی طرح چلتی تھی۔ اس کے سر پر مسلمانوں کو ہندو بنانے کی دُھن سوار تھی۔ اپنی اس شعلہ بیانی کی وجہ سے وہ ہندوؤں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ یہ وہ دور تھا جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کی حمایت و نصرت کے لئے چمکتے نشانوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر جوش ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کےدن

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے ذریعہ تمام مخالفین، معاندین مکفرین اور مکذبین کو کھلا چیلنج دیا کہ اسلام، بانیٔ اسلام اور قران مجید کی صداقت و حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو مامور کیا گیا ہے اور جو بھی سچائی کا طالب ہو وہ آپ کے پاس آئے اور اپنی تسلی و تشفی کر لے۔

کرامت گرچہ بے نام ونشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

1885ء میں لیکھرام قادیان آیا اور قریباً دو ماہ تک رہا۔ جاتے وقت ایک کارڈ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ آپ میرے لئے خدا سے کوئی نشان طلب کریں۔ فروری 1886ء میں حضرت اقدسؑ نے پیشگوئی مصلح موعود شائع کی اور لکھا کہ اگر لیکھرام راضی ہو تو اس کے بارہ میں پیشگوئی شائع کی جائے۔ اس پر لیکھرام نے جواب دیا کہ آپ کو میری طرف سے اجازت ہے جو چاہو شائع کرو اور میں(لیکھرام)

یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ تم (مرزا صاحب) تین سال کے اندر ہیضے سے ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت اقدسؑ کی کتاب براہین احمدیہ کے مقابلے میں تکذیب براہین احمدیہ شائع کی اور بہت دل آزار حملے کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام کو اس کی بدزبانیوں سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ آخر کار جب اس شخص کی دل آزاری بہت بڑھ گئی اور اس کے ناپاک حملوں نے حضرت اقدسؑ کو مجبور کیا کہ آپ خدا تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اس کے لئے کوئی نشان طلب کریں تو اللہ جل شانہٗ نے آپ کو الہاماً فرمایا:

عِجۡلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ یعنی یہ صرف ایک بےجان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ پھر فرمایا سَتَعۡرِفُ یَوۡمُ الۡعِیۡدِ وَالۡعِیۡدُ اَقۡرَبُ

یعنی تو اس نشان کے دن کو جو عید کی مانند ہے پہچان لے گا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہو گی۔ نیز حضرت اقدسؑ نے اپنے ایک شعر میں اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھا

الا اے دشمن نادان و بےراہ

بترس از تیغ بران محمد

چنانچہ اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت اقدسؑ نے پیشگوئی شائع فرمائی کہ لیکھرام 20 فروری 1893ء سے لے کر 20 فروری 1899ء تک چھ سال کے عرصہ میں خدا تعالیٰ کی قہری تجلی کا نشانہ بنے گا۔

ایک جلالی کشف
’’لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر‘‘

آج 2 اپریل 1893ء صبح کے وقت تھوڑی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اُس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے......... تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام........ کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔

(برکات الدعا)

واقعہ قتل

لیکھرام کے قتل سے چند ماہ قبل ایک نوجوان اس کے پاس آیا اور اسے کہا کہ وہ مسلمان ہے مگر اب ہندو ہونا چاہتا ہے چنانچہ لیکھرام نے بہت خوش ہو کر اسے اپنے پاس رکھ لیا اور 7 مارچ 1897ء کا دن مقرر ہوا جب اُسے باقاعدہ طور پر ہندو بنا کر آریہ سماج میں داخل کیا جانا تھا۔ ہندوؤں نے لیکھرام کو بہت منع کیا کہ یہ شخص اُس کے لئے بہت خطرناک ہو سکتا ہے مگر لیکھرام نے انکار کر دیا اور اس نوجوان کو اپنے مزید قریب کر لیا۔ 5 مارچ (عید الفطر) کو لیکھرام اپنے مکان واقع شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں بالائی منزل پر بیٹھا کوئی تحریری کام کر رہا تھا اور یہ نوجوان بھی اس کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا کہ لیکھرام نے تھک کر انگڑائی لی۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے اس نوجوان نے سُرعت کے ساتھ ایک تیز خنجر لیکھرام کے پیٹ میں گھسا دیا اور اسے بار بار گھمایا تاکہ انتڑیاں پوری طرح کٹ جائیں۔ لیکھرام کے مُنہ سے ذبح کئے ہُوئے بچھڑے کی طرح سے آوازیں نکلیں۔ نیچے صحن میں لیکھرام کی بیوی اور والدہ بیٹھی ہُوئی تھیں وہ دوڑ کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئیں۔ وہ نوجوان آہستہ آہستہ چلتا ہُوا دوسرے ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔ لیکھرام کی ماں نے آگے بڑھ کر اس کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ اتنے میں پولیس بھی پہنچ گئی۔ پولیس کی نگرانی میں کمرے کو کھولا گیا مگر کمرے میں کوئی نہیں تھا اس کمرے میں صرف ایک چھوٹا سا روشن دان تھا جہاں سے چڑیوں کے علاوہ کوئی بڑی چیز نہیں گزر سکتی تھی۔ نیچے گلی میں ایک شادی ہو رہی تھی اور بہت سے لوگ جمع تھے مگر کسی نے بھی قاتل کو جاتے ہُوئے نہیں دیکھا۔ پھر آخر قاتل کہاں گیا اسے آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی؟ یہ قاتل کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا کسی کو علم نہیں۔ حضرت اقدسؑ کے گھر کی بھی تلاشی لی گئی اور پورے ہندوستان کا کونہ کونہ چھان مارا گیا مگر قاتل کا سراغ نہ مل سکا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یقیناً یہ سمجھنا چاہئے کہ جو چُھری لیکھرام پر چلائی گئی یہ وہی چھری تھی جو وہ کئی برس تک ہمارے سیدو مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بےادبی میں چلاتا رہا‘‘

(سراج منیر)

ایک انسان کے اس طرح مارے جانے پر بحثیت انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دکھ ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا...... اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہُوئی۔

وہ لیکھرام تو اپنے انجام کو پہنچ چکا مگر خدا تعالیٰ نے ہماری انکھوں کو ایک اور لیکھرام کی عبرتناک موت کا نشان دکھانا تھا اور وہ اس زمانہ کا لیکھرام تھا جس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

ہے ترے پاس کیا گالیوں کے سوا
ساتھ میرے ہے تائید ربالوری
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا
آج بھی اذن ہو گا تو چل جائے گی

اور پھر نہ صرف ہم نے بلکہ پوری دنیا نے وہ تیغ دعا چلتی ہوئی دیکھی۔ آئندہ بھی خدا تعالیٰ کی غیرت مسیح محمدی کے غلاموں کو ایسے نشان دکھاتی رہے گی۔ (انشاءاللہ)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 مارچ 2020ء)

(20)

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت نے میری روح کو صاف کردیا اور سینہ دھو دیا

صحبت امام کی تاثیرات اور پیدا کردہ انقلاب کے متعلق دلگداز داستان

(حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ نے خطبہ جمعہ 6 اکتوبر 1899ء میں فرمایا:

میں نے بہت غور کی ہے اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ اسی غور و فکر میں گزرا ہے اور اللہ علیم اس بات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانہ سے یہی شوق دامنگیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح پر اپنے مولیٰ کریم کو راضی کروں۔

حضرت مولوی نورالدین (خداتعالیٰ ان پر اپنا بے حد فضل کرے) سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ملا دیا اور اس طرح پر مجھے دین کی طرف اور قرآن کریم کے معارف اور حقائق کی طرف توجہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ بعض اخلاق ردیہ کی اصلاح نہ ہوئی اور طبیعت معاصی کی طرف اس طرح جاتی جیسے ایک سرکش جانور رسا تڑا کر بے اختیار دوڑتا ہے اور قابو سے نکل جاتا ہے اور میری روح میں وہ سیری اور لذت نہ ہوئی جس کا میں جویاں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف میں نے حضرت مولانا صاحب کے منہ سے سنے اور بہت فیض اٹھایا اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ پختہ... اور غیور بن گیا لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا بات تھی جس سے روح میں ایک بیقراری اور اضطراب محسوس ہوتا تھا اور سکون اور جمعیت خاطر جس کے لئے صوفی تڑپتے ہیں میسر نہ آتی تھی اور اس اثنا میں، میں ایک بڑی ناسزا بات اور ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کی پرورش میں بڑا متوجہ تھا اور گویا بغل میں ایک بعل اور لات کو رکھتا تھا اور دل میں سمجھتا تھا کہ یہ خدا کی رضا کی راہ ہے مگر خداتعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں بھی نیت نیک تھی۔ ابھی میں 17 یا 18 برس کی عمر کا سادہ لڑکا تھا کہ سید احمد خان کے خیالات کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا یعنی تہذیب اخلاق جو سید کے خیالات اور معتقدات کا آئینہ تھا میں اسے شروع اشاعت سے پڑھنے لگا اور تیس برس کی عمر تک اس میں متوغل رہا۔ سید صاحب کے قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا الاماشاء اللہ جو میں نے نہ پڑھا

ہو ان کی تفسیر کو بڑے عشق سے پڑھتا برابر بیس بائیس برس کا زمانہ تھوڑا نہیں ایک بڑی مدت ہے۔ اس عرصہ میں بھی میری روح کو طمانیت اور سکینت حاصل نہ ہوئی اور وہی اضطراب اور بیقراری دامنگیر رہتی بلکہ بعض بعض اوقات میں اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ہلاک کرنے والی بے چینی محسوس کرتا اور میں آخر اس نتیجہ پر پہنچتا کہ ہنوز اگر خدا تعالیٰ کو خوش کیا ہوتا اور واقعی خداتعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو گیا ہوتا تو ضرور تھا کہ سکینت اور طمانیت کا سرد پانی میرے ابلتے ہوئے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتا۔ اس خیال سے تردد، تذبذب اور پریشانی اور بھی بڑھتی گئی۔

میرے مخدوم مولوی صاحب بھی سید صاحب کی تصانیف منگواتے اور صفات الٰہی کے مسئلہ میں ہمیشہ سید صاحب سے الگ رہے اور میں ان کے ساتھ ہو کر بھی سید صاحب کی ہر بات کی پچ کرتا اور کبھی مولوی صاحب مجھ سے الجھ بھی پڑتے مگر میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ میرے اس جن کے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ فتوحات ابن عربی اور امام غزالی کی احیاء العلوم کو میں نے کئی بار پڑھا اور خوب غور اور تدبر سے پڑھا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کا ہی معاملہ رہا شاید میری روح ہی ایسی تھی کہ تسلی نہ پاسکتی تھی یا وہ خیالات واقعی طمانیت کا موجب نہ تھے۔ مگر اب کہوں گا کہ وہ خیالات ہی یقیناً یقیناً تسلی بخش راہ نہ دکھا سکتے تھے۔

بہرحال میں اس کو گناہ نہ سمجھتا تھا دل بیقرار رہتا تھا اور ایک دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں نے کئی بار رؤیا میں دیکھا کہ بڑے جلتے ہوئے شعلے مارتی ہوئی آگ کے بھٹوں میں اور کوندتی ہوئی بجلیوں میں ڈالا گیا ہوں اور پھر کئی بار بصیرت کی آنکھ سے دیکھا کہ بہشت میں ڈالا گیا ہوں۔ مگر میں وجوہات اور اسباب کو نہ سمجھتا تھا۔ اسی بیقراری اور اضطراب میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ گزر گیا یہاں تک کہ حضرت مولوی نورالدین کے طفیل سے امام الزمان، نورٌ مرسل اور خلیفۃ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا نورالدین کو تو بہت برس پیشتر براہین احمدیہ کے اشتہار کے ایک پرچہ نے اس نور کا پتہ دے دیا تھا اور اس وقت ہمارے آقا حضرت مسیح موعودؑ ابھی گوشہ گزیں تھے اور کجدار و مریز دنیا میں ہنوز قدم نہ رکھا تھا۔

غرض مولوی صاحب نے مجھے امام الزمان کے متعلق فرمایا چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت اور ان پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن تھا میں نے مان لیا۔ مگر وہ بصیرت اور معرفت نصیب نہ ہوئی۔

مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب لدھیانہ تشریف لے

گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے۔ ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا۔ مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا۔ مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کرلی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری دل و روح میں ایک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اس دوا کو جس کا میں ایک عرصہ دراز سے جویاں تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعودؑ کے دعوے کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالہ اوہام تصنیف کررہا ہوں اور بیمار ہوں کاپیاں پڑھنی، پروف دیکھنے، خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدینؓ کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہنچا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کروں گا۔

مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقعہ اتنی دراز صحبت کا ملا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔ اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کردیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوتے یہ سب خیالات جاتے رہے اور پھر نہ واپس نہ استعفیٰ خداتعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا اس وقت سے لے کر 1893ء تک مجھ کو 6، 6 مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سیکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ انشاء اللہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً پکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جس کو سید احمد خان کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی اور سچی سکینت دینے والی شے نہ تھی وہ ایک فلسفیانہ اور متردادنہ اور متوہمانہ خوابہائے پریشان کا سرجوش ایمان یا جذبہ تھا ایک ایک وقت میں ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا ہے کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دور ڈالنے والی خطرناک راہ تھی میں راستی سے کہتا ہوں اور خدا

گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدس سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔ پھر آپ کی زندگی اور تعلیم و عمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی اسی طرح پر وہ حی، قیوم، متکلم اور متصرف خدا ہے۔ ان باتوں کو جب سنا، نہیں نہیں دیکھا تو جیسے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کے آجانے سے ہر ایک چیز قرینہ سے رکھی ہوئی اور سجی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں نے اپنے اندر ایک روشنی دیکھی اور معرفت کا نور اور بصیرت کا چراغ میرے سینہ میں نظر آنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ سید احمد خان کے خیالات میرے دل سے نہ نکل سکیں گے لیکن آخر خداتعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کو ایسا نکالا کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں اور اب میں خداتعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ محض امام الزمان کی صحبت کے طفیل سے ان خیالات سے، مجھے اس سے کہیں زیادہ نفرت اور بیزاری ہے جیسے اور مردار کھانے سے۔

اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ شہادت اپنی تبدیلی کی محض اس لئے پیش کی ہے کہ تا کہ کسی سوچنے والے دل اور غور کرنے والی طبیعت کو ہدایت اور نور کی طرف رہبری کرسکے اور یہ بتلایا جاوے کہ... شرک سے شدید بغض اور نفرت جو ایمانی غیرت کا تقاضا اور نور اور توحید سے محبت یہ اس ایک ہاں اسی ایک انسان کے پاک انفاس کا نتیجہ ہے۔ میں اللہ کے لئے یقین دلاتا ہوں کہ کفر اور لوازم کفر سے بغض رکھنا اور اسے دل میں مردار اور سور سمجھنا یہ ہر ایک انسان کا خاصہ اور ہر ایک کا دل گردہ نہیں اور جب تک ایک ہادی اور مرشد ایسا نہ ہو کہ اسے قلباً شرک سے بیزاری ہو اور اس کے انفاس طیبہ میں کفر سے بیزاری بخشنے والی پوری تاثیر نہ ہو جب تک انسان معاصی اور کفر اور فسق کی راہوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آقا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ ... کی صحبت اور آپ کے کلام سے مستفید ہونے والا بھی کفر سے واقعی بیزار ہو جاتا ہے اور کوئی گدی اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جو گناہ سے سچی نفرت دلاسکے اور جسے کفر و شرک سے لڑائی رہتی ہو اگر کوئی ہے تو ازراہ کرم بتاؤ۔

میرے دوستو ایک ہی انسان ہے جس کی صحبت میں آج گناہ سے نفرت، خدا سے الفت، رسول سے الفت پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ ہے میرا حال اور اس کو اس لئے بیان کیا ہے تا کہ میرے دوستوں اور بھائیوں کو فائدہ اور دوسروں کو سبق ملے۔ باوجود اس کے کہ میں تا باستطاعت قرآن، فقہ، حدیث اور دین کی ضروری کتابیں پڑھتا مگر خودبخود بلا مدد دستگیرے اس منزل تک نہ پہنچ سکا جہاں مجھے پہنچنا تھا اور جو میری روح کی تسلی اور اطمینان کے لئے ضروری تھی جب تک کہ مجھے صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

اکثر کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے کس امام کی ضرورت تھی۔ وہ احمق ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ باوجودیکہ آنکھوں میں نور اور کانوں میں شنوائی کے پردے موجود ہیں لیکن پھر بھی آفتاب اور ہوا کے بدوں وہ سن نہیں سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لاریب قرآن کریم ایک نور اور معرفت کی شمع روشن ہے لیکن ایک زندہ نمونہ درکار ہے جو قرآن کی طرف لے جاسکے اور قرآن سمجھا سکے۔ ... تقویٰ اللہ اور ایمان کی حقیقت معلوم کرنی چاہئے بلکہ اپنی زندگی اور روح میں اس کے اثروں کو محسوس اور اس کی کیفیتوں سے محظوظ ہونا چاہتے ہو تو امام کی صحبت کا شرف حاصل کرو اور چونکہ سب کے سب نہیں آسکتے اس لئے ایسا ہونا چاہئے کہ ہر محلہ اور ہر شہر میں سے ایک یا دو آدمی جو سمجھدار اور فراست اور ملکہ رکھتے ہوں اور خدا کی پاک باتوں کے سننے کا مذاق رکھتے ہوں وہ آئیں اور آسمانی علوم سے حصہ لیں۔

عزیزو! بڑی ضرورت ہے امام کے پاس بیٹھنے کی اور اس کی باتوں کو سننا بڑی بات ہے اگر کوئی اس امر سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ خداتعالیٰ اس سے بے نیاز ہے، بے نیاز ہے۔

(الحکم 31 اکتوبر 1899ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 مارچ 2020ء)

(21)
حضرت مسیح موعودؑ کے خُلقِ عظیم کے تین درخشاں پہلو

حضرت مرزا بشیر احمدؓ

مؤرخہ 23 جنوری 1960ء کو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے اپنا جو نہایت قیمتی اور بصیرت افروز مضمون پڑھا وہ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے یہ مضمون روزنامہ الفضل ربوہ میں 9 تا 11 فروری 1960ء تین اقساط میں شائع ہوا۔ اب 60سال کے بعد ایک قسط میں اس شمارے کی شان میں اضافہ کر رہا ہے۔

(ایڈیٹر)

آج حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام، مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر نصف صدی سے کچھ اوپر گزرتا ہے۔ میں اس وقت قریباً پندرہ سال کا تھا اور یہ وقت پورے شعور کا زمانہ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ کے تین خاص پہلو اس قدر نمایاں ہو کر میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے ہیں کہ گویا میں اب بھی اپنی ظاہری آنکھوں اور اپنے مادی کانوں سے ان کے بلند وبالا نقوش کو دیکھ رہا اور ان کی دلکش دلآویز گونج کو سن رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلقِ عظیم کے یہ تین پہلو (اول) محبتِ الٰہی (دوم) عشقِ رسول اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور انہی تین پہلوؤں کے چند جستہ جستہ واقعات کے متعلق میں اس جگہ کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ بیان ایک طرح سے گویا دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کا رنگ رکھتا ہے اور کوزہ بھی وہ جو بہت چھوٹااور بڑی تنگ سی جگہ میں محصور ہے۔ مگر خدا چاہے تو ایک مختصر سے بیان میں ہی غیر معمولی برکت ڈال سکتا ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ وَھُوَالْمُسْتَعَانُ فِیْ کُلِّ حَالٍ وَّحِیْنٍ

پہلا پہلو
محبت الٰہی

سب سے پہلے اور سب سے مقدم محبت الٰہی کا نمبر آتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو خالق و مخلوق کے باہمی رشتہ کا مضبوط ترین پیوند اور فطرتِ انسانی کا جزوِ اعظم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں

اس روحانی پیوند کا بہت عجیب و غریب رنگ میں آغاز ہوا۔ اس کا تصور ایک صاحبِ دل انسان میں وجد کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا جوانی کا عالم تھا جبکہ انسان کے دل میں دنیوی ترقی اور مادی آرام و آسائش کی خواہش اپنے پورے کمال پر ہوتی ہے۔ اور حضور کے بڑے بھائی صاحب ایک معزز عہدہ پر فائز ہو چکے تھے اور یہ بات بھی چھوٹے بھائی کے دل میں ایک گونہ رشک یا کم از کم نقل کا رجحان پیدا کر دیتی ہے۔ ایسے وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کے ذریعہ جو ہمارے دادا صاحب سے ملنے آیا تھا حضرت مسیح موعودؑ کو کہلا بھیجا کہ آج کل ایک ایسا بڑا افسر برسر اقتدار ہے جس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ اس لئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تو میں اس افسر کو کہہ کر تمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ یہ سکھ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمارے دادا صاحب کا پیغام پہنچا کر تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقع ہے اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے جواب میں بلاتوقف فرمایا حضرت والد صاحب سے عرض کر دو کہ میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر ”میری نوکری کی فکر نہ کریں۔ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں“

(سیرت المہدی جلد اول)

یہ سکھ زمیندار حضرت دادا صاحب کی خدمت میں حیران و پریشان ہو کر واپس آیا اور عرض کیا کہ آپ کے بچے نے تو یہ جواب دیا ہے کہ ”میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔“ شائد وہ سکھ حضرت مسیح موعودؑ کے اس جواب کو اس وقت اچھی طرح سمجھا بھی نہ ہو گا۔ مگر دادا صاحب کی طبیعت بہت نکتہ شناس تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمانے لگے کہ اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں تو پھر ٹھیک ہے اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا اور اس کے بعد کبھی کبھی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ”سچا رستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے۔ ہم تو دنیاداری میں الجھ کر اپنی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔“ مگر باوجود اس کے وہ شفقتِ پدری اور دنیا کے ظاہری حالات کے ماتحت اکثر فکر مند بھی رہتے تھے کہ میرے بعد اس بچہ کا کیا ہو گا؟ اور لازمۂ بشری کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کو بھی والد کے قربِ وفات کے خیال سے کسی قدر فکر ہوا۔ لیکن اسلام کا خدا بڑا وفادار اور بڑا قدر شناس آقا ہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہمارے دادا صاحب کی آنکھیں بند ہوں خدا نے اپنے اس نوکرِ شاہی کو جس نے اپنی جوانی میں اس کا دامن پکڑا تھا اس عظیم الشان الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ:

اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ

(تذکرہ صفحہ 20 ایڈیشن چہارم)

یعنی اے میرے بندے! تو کس فکر میں ہے؟ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اس شان اور اس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک فولادی میخ کی طرح پیوست ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا تھا؟ اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھ پر خدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔

(خلاصہ کتاب البریّہ جلد 13 صفحہ 194 - 195 حاشیہ)

بلکہ ایک جگہ اس خدائی کفالت کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرماتے ہیں کہ:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكُلِيْ وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِيْ

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 596)

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دوسروں کے دستر خوانوں سے بچے ہوئے ٹکڑے میری خوراک ہوا کرتے تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے میرے دستر خوان پر خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر مسجد میں یا اپنے چوبارے میں نماز اور روزہ اور تلاوتِ قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور اندر سے ہماری تائی صاحبہ جن کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا بچا ہوا روکھا سوکھا کھانا آپ کو بھجوایا کرتی تھیں۔ خدائی نصرت اور خدائی کفالت کے اس عجیب و غریب واقعہ میں ہماری جماعت کے نوجوانوں اور خصوصاً واقف زندگی نوجوانوں کے لئے بھاری سبق ہے کہ اگر وہ بھی پاک و صاف نیت اور توکل علی اللہ کے خالص جذبہ کے ساتھ خدا کے نوکر بنیں گے تو وہ رحیم و کریم آقا جو سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار اور سب قدر شناسوں سے زیادہ قدر شناس ہے وہ انہیں بھی کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے اور وہ اس کے ہاتھ کو تھامنے سے انکار کرتے ہوئے اسے بے سہارا چھوڑ دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا

(اپنے بچوں کی آمین)

غالباً یہ بھی اسی سکھ زمیندار کا بیان ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمارے دادا کی طرف سے نوکری کا پیغام لا کر دیا تھا کہ ایک دفعہ ایک بڑے افسر یا رئیس نے ہمارے دادا صاحب سے پوچھا کہ سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے مگر ہم نے اسے کبھی دیکھا نہیں۔ دادا صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا تو ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے۔ اگر اسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی گوشہ میں جا کر دیکھ لیں۔ وہ تو مسیتڑ ہے اور اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہماری تائی صاحبہ کبھی کبھی بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی خداداد ترقی کو دیکھ کر اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے تایا (یعنی ہمارے دادا صاحب) کو کیا علم تھا کہ کسی دن غلام احمد کی خوش بختی کیا پھل لائے گی۔

(سیرۃ المہدی و تذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحقؓ و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانیؓ مخلوطاً)

خاکسار جب بھی یہ روایت سنتا ہے تو مجھے لازماً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آجاتی ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ:

رَجُلٌ کَانَ قَلْبُہ، مُعَلَّقاً بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ

(سنن ترمذی کتاب الزھد عن رسول اللہ)

یعنی وہ شخص خدا کے خاص فضل و رحمت کے سایہ میں ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔

مسجد میں دل لٹکے رہنے سے یہ مراد ہے کہ ایسا شخص خدا کی محبت اور اس کی عبادت میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ اس کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزرتا ہے اور اگر وہ کسی کام وغیرہ کی غرض سے مسجد سے باہر آتا ہے تو اس وقت بھی وہ گویا اپنا دل مسجد میں ہی چھوڑ آتا ہے کہ کب یہ کام ختم ہو اور کب میں اپنے نشیمن

میں واپس پہنچوں۔ ہونے والے مامورین کی یہ بات ایسے حالات سے تعلق رکھتی ہے کہ جب وہ اپنے دعویٰ سے قبل ریاضات اور عبادات میں مشغول ہوتے ہیں ورنہ دعویٰ کے بعد تو ان کی زندگی مجسم جہاد کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ جس کا ہر لمحہ باطل کا مقابلہ کرنے اور ڈوبتے ہوئے لوگوں کو بچانے میں گزرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں خدا کی محبت اتنی رچی ہوئی اور اتنا غلبہ پائے ہوئے تھی کہ اس کے مقابل پر ہر دوسری محبت ہیچ تھی اور آپ ارشاد نبویؐ کا کامل نمونہ تھے کہ:

اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ

(سنن ابوداؤد کتاب السنة باب مجانب اہل الاھواء و بُغْضُھُمْ)

یعنی سچے مومن کی ہر محبت اور ہر ناراضگی خدا کی محبت اور خدا کی ناراضگی کے تابع اور اسی کے واسطے سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک فارسی نظم میں خدا کی حقیقی محبت کا پیمانہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

ہرچہ غیرے خدا بخاطر تُست
آں بُتِ تُست اے بایماں سست
پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں
دامنِ دل زِ دستِ شاں بُرہاں

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 127 - 128)

یعنی جو چیز بھی خدا کے سوا تیرے دل میں ہے وہ (اے سست ایمان والے شخص) تیرے دل کا ایک بُت ہے۔ تجھے چاہئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہ اور اپنے دل کے دامن کو ان بُتوں کی دست بُرد سے بچا کر رکھ۔

یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ اِدھر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کی خاطر دنیا سے مُنہ موڑا اور اُدھر خدا نے آپ کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرنی شروع کر دیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نے دونوں جہان آپ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ مگر آپ کی نظر میں خدا کی محبت اور اس کے قرب کے مقابل پر ہر دوسری نعمت ہیچ تھی۔ چنانچہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

اے سر و جان و دل و ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دِلم بکشا زِ رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کزعقل مے جوید تُرا دیوانہ ہست
دُور تر ہست از خِردہا آں رہ پنہانِ تو
از حریمِ تو ازیناں ہیچ کس آگہ نشد
ہَر کہ آگہ شُد شُد از احسانِ بے پایانِ تو
عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم مے دہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غِلمانِ تو

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 391 - 392)

یعنی اے وہ کہ تجھ پر میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرہ قربان ہے تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔ وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دور اور نظروں سے مستُور ہے۔ یہ سب لوگ تیری مقدّس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی شخص پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں ہی پہنچا ہے۔ تُو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

دوست ان شعروں پر غور کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے میرے آسمانی آقا! تو نے بے شک مجھے گویا دونوں جہانوں کی نعمتیں دے دی ہیں مگر مجھے ان نعمتوں سے کیا کام ہے؟ مجھے تو بس تُو چاہئے۔ یہ وہی بات ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے نبوت دی۔ فرعون جیسے جبّار بادشاہ پر غلبہ بخشا۔ ایک قوم کی سرداری عطا کی مگر پھر بھی ان کی پُکار یہی رہی کہ ”رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ“ (الاعراف:144) یعنی خدایا تیرے احسانوں کے نیچے میری گردن دبی ہوئی ہے مگر ذرا اپنا چہرہ بھی دکھا دیجئے! یہی حال اپنے محبوب آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ 16 روحانی خزائن جلد 1)

یعنی دونوں جہانوں میں میرا تو بس تُو ہی محبوب ہے اور میں تجھ سے صرف تیرے ہی وصال کا آرزو مند ہوں۔

قرآن مجید سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے بے نظیر معنوی اورظاہری محاسن کی وجہ سے بےحد عشق تھا۔ مگرباوجود اس کے قرآنی محبت کی اصل بنیاد بھی خدا ہی کی محبت پر قائم تھی۔ فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

یعنی قرآن کی خوبیاں تو ظاہروعیاں ہیں مگر اس کے ساتھ میری محبت کی اصل بنیاد اس بات پر ہے کہ اے میرے آسمانی آقا! وہ تیری طرف سے آیا ہوا مقدس صحیفہ ہے جسے بار بار چومنے اور اس کے گرد طواف کرنے کے لئے میرادل بے چین رہتا ہے۔

ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیل گاڑی میں بیٹھ کر قادیان سے بٹالہ تشریف لے جارہے تھے (اور یہ سفر بیل گاڑی کے ذریعہ قریباً پانچ گھنٹے کا تھا) حضرت مسیح موعودؑ نے قادیان سے نکلتے ہی اپنی حمائل شریف کھول لی اور سورہ فاتحہ کو پڑھنا شروع کیا اور برابر پانچ گھنٹے تک اسی سورۃ کو استغراق کے ساتھ پڑھتے رہے کہ گویا ایک وسیع سمندر ہے جس کی گہرائیوں میں آپ اپنے ازلی محبوب کی محبت و رحمت کے موتیوں کی تلاش میں غوطے لگا رہے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 106)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو اس کثرت اور اس تکرار کے ساتھ اپنی وفات کے قرب کے بارے میں‌الہام ہوئے کہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے۔ مگر چونکہ آپ کو خدا کے ساتھ کامل محبت تھی اور اُخروی زندگی پر ایسا ایمان تھا کہ گویا آپ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ ان پے در پے الہاموں کے باوجود ایسے شوق اور ایسے انہماک کے ساتھ دین کی خدمت

میں لگے رہے کہ گویا کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔ بلکہ اس خیال سے اپنی کوششوں کو تیز سے تیز تر کر دیا کہ اب میں اپنے محبوب سے ملنے والا ہوں اس لئے اس کے قدموں میں ڈالنے کے لئے جتنے پھول چُن سکوں، چُن لُوں۔

یہ اسی طرح کی کیفیت تھی جس کے ماتحت آپ کے آقا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں شوق کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی خدایا! اب میں تیرے قدموں میں حاضر ہو رہا ہوں اور تیری قریب ترین معیت کا آرزو مند ہوں۔

خدا نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس محبت کو ایسی قدر شناسی سے نوازا تھا کہ جو اسی کی بے پایاں رحمت کا حق اور اس کی بے نظیر قدر شناسی کے شایانِ شان ہے۔ چنانچہ آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَا اِبْنَ رَّسُوْلِ اللّٰہِ

(تذکرہ صفحہ 53، 442، 490 ایڈیشن چہارم)

یعنی چونکہ اس زمانہ میں تُو میری توحید کا علم بردار ہے اور توحید کے کھوئے ہوئے متاع دنیا میں دوبارہ قائم کر رہا ہے۔اس لئے اے مسیح محمدی! تُو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے کہ میری توحید اور تفرید اور چونکہ عیسائیوں نے جھوٹ اور افتراء کے طور پر اپنے مسیح کو خدا کا اصلی بیٹا بنا رکھا ہے اس لئے میری غیرت نے تقاضا کیا کہ میں تیرے ساتھ ایسا ہی پیار کروں کہ جو اولاد کا حق ہوتا ہے۔ تاکہ دنیا پر ظاہر ہو کہ محمد رسول اللہ کے شاگرد تک اطفال اللہ کے مقام کو پہنچ سکتے ہیں۔اور چونکہ تو میرے محبوب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت میں دن رات مستغرق اور اس کی محبت میں محو ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنے اس محبوب کے روحانی فرزند کی حیثیت میں اپنی لازوال محبت اور اپنی دائمی معیت کے تمغہ سے نوازتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس محبت اور اس معیت اور اس غیرت پر ناز تھا۔ چنانچہ جب آپ کو 1904ء - 1905ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ آپ کو قید کرانے کی داغ بیل ڈال رہا ہے تو آپ اس وقت ناسازی طبع کی وجہ

سے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ الفاظ سنتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ:

''وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے''

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

چنانچہ اپنے ایک شعر میں بھی فرماتے ہیں کہ:

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زارونزار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اور اسی نظم میں دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

دوستو! میں خدا کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر محبت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خدا کی لازوال محبت کی ایک بہت چھوٹی سی جھلک آپ کو دکھا رہا ہوں۔ اب اس بیج کو اپنے دلوں میں پیدا کرنا اور پھر اس پودے کو خدائی محبت کے پانی سے پروان چڑھانا آپ لوگوں کا کام ہے۔ قرآن کے اس زرّیں ارشاد کو کبھی نہ بھولو کہ:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(البقرہ: 166)

یعنی مومنوں کے دلوں میں خدا کی محبت سب دوسری محبتوں پر غالب ہونی چاہئے۔

محبتِ الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ ایسے رنگ میں گفتگو فرماتے ہیں کہ گویا آپ اس محبت کی شراب طہور میں مخمور ہو کر اپنے خدا سے ہمکلام ہو رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''میں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں (مگر دنیا انہیں نہیں دیکھتی لیکن اے میرے خدا) میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تُو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اُچھلتی ہے جیسا کہ

ایک شِیرخوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔‘‘

(ضمیمہ تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کو گواہ رکھ کر فرماتے ہیں:

’’دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہش مند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس کے لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔‘‘

(ضمیمہ تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

پھر اسی محبت الٰہی کے جوش میں اپنے اور اپنے مخالفوں کے درمیان حق و انصاف کا فیصلہ چاہتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال و متاع اور اپنی عزت و آبرو اوراپنے جمیع کاروبار کی بازی لگاتے ہوئے خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اور کس جذبہ اور ولولہ سے فرماتے ہیں :

اے قدیر و خالق و ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہنما

اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

گر تو مے بینی مرا پُرفسق و شرّ
گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کن منِ بدکار را
شاد کن، ایں زمرۂ اغیار را

آتش افشاں بر در و دیوارِ من
دشمنم باش و تبہ کُن کارِمن

در مرا از بند گانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی

در دِلِ من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

بامن از روئے محبت کارکُن
اند کے افشاءِ آں اسرار کُن

اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ
واقفی از سوز ہر سوزندۂ

زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم
زاں محبت ہا کہ در دِل کاشتم

خود بروں آ از پئے ابراءِ من
اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من

آتشے کاندر دِلم افروختی
وز دمِ آں غیر خود را سوختی

ہم ازاں آتش رُخِ من بر فروز
ویں شبِ تارم مبدّل کُن بروز

(حقیقۃالمہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 434)

یعنی اے میرے قادرو قدیر خدا! اے وہ جو زمین و آسمان کا واحد خالق و مالک ہے۔ اے وہ جو اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا اور ان کی ہدایت کا بے حد آرزو مند ہے۔ہاںاے میرے آسمانی آقا! جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں پر نظر رکھتا ہے جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر تو دیکھتاہے کہ میرا اندرونہ فسق و فساد اور فتنہ و شر کی نجاست سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تو مجھے ایک بد فطرت اور ایک ناپاک سیرت انسان خیال کرتا ہے تو میں تجھے تیرے جبروت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھ بد کار کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے اور میرے مخالفوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر۔ تو میرے درو دیوار پر اپنے عذاب کی آگ برسا اور میرا دشمن بن کر میرے کاموں کو تباہ و برباد کر دے۔ لیکن اگر تو جانتا

ہے کہ میں تیرا اور صرف تیرا ہی بندہ ہوں اور اگر تو دیکھ رہا ہے کہ صرف تیرا ہی مبارک آستانہ میری پیشانی کی سجدہ گاہ ہے۔ اگر تو میرے دل میں اپنی بے پناہ محبت پاتا ہے جس کا راز اس وقت تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ تو اے میرے پیارے آقا! تو مجھے اپنی محبت کا کرشمہ دکھا اور میرے عشق کے پوشیدہ راز کو لوگوں پر ظاہر فرمادے۔ ہاں اے وہ جو کہ ہر متلاشی کی طرف خود چل کے آتا ہے اور ہر اس شخص کے دل کی آگ سے واقف ہے جو تیری محبت میں جل رہا ہے۔ میں تجھے اپنی اس محبت کے پودے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو میں نے تیرے دل کی گہرائیوں میں لگا رکھا ہے کہ تو میری بریّت کے لئے باہر نکل آ۔ ہاں ہاں اے وہ جو میری پناہ اور میرا سہارا اور میری حفاظت کا قلعہ ہے۔ وہ محبت کی آگ جو تُو نے اپنے ہاتھ سے میرے دل میں روشن کی ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل و دماغ میں تیرے سوا ہر دوسرا خیال جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ تُو اب اسی آگ کے ذریعہ میرے پوشیدہ چہرے کو دنیا پرظاہر کر دے اور میری تاریک رات کو دن کی روشنی میں بدل دے۔

اس عجیب و غریب نظم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ جس بے پناہ محبت کا اظہار کیا ہے وہ اتنی ظاہر و عیاں ہے کہ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ان اشعار کے الفاظ اس اسفنج کے ٹکڑے کا رنگ رکھتے ہیں جس کے رگ و ریشہ میں مصفّٰی پانی کے قطرات اس طرح بھرے ہوئے ہوں کہ اسفنج کو پانی سے اور پانی کو اسفنج سے ممتاز کرنا ناممکن ہو جائے۔ مگر میں ان اشعار کی تحدّی اور خدائی نصرت پر کامل بھروسہ کے پہلو کے متعلق دوستوں کو ضرور تھوڑی سی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ اشعار جیسا کہ ہماری جماعت کے اکثر واقف کار اصحاب جانتے ہیں 1899ء میں کہے گئے تھے جس پر اس وقت ساٹھ سال کا عرصہ گزرا ہے۔ جس کا زمانہ پانے والے اس وقت ہزاروں لاکھوں لوگ موجود ہوں گے اور یہ عرصہ قوموں کی زندگی میں گویا کچھ بھی نہیں۔ مگر اس قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ان غیرت دلانے والے متحدّیانہ الفاظ کے نتیجہ میں جس غیر معمولی رنگ میں ہزاروں مخالفتوں کے باوجود آپ کے سلسلہ کو ترقی دی اور اس کی نصرت فرمائی اور اسے پھیلایا اور اسے اوپر اٹھایا ہے۔ اس کا چھوٹا سا نظارہ ہمارے سالانہ جلسوں میں نظر آتا ہے۔ جبکہ دو تین سو کی تعداد سے ترقی کر کے جماعت احمدیہ کے نمائندے (نہ کہ کل افراد) جو آج کل جلسہ سالانہ کے موقع پر مرکزِ سلسلہ میں جمع ہوتے ہیں خدا کے فضل سے قریباً ستر اسّی ہزار کی تعداد کو پہنچ جاتے ہیں اور احمدیت کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا دنیا کے اکثر آزاد ملکوں میں بلندو بالاہو کر لہرارہا ہے اور جو لوگ اس سے پہلے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذباللہ گالیاں دیتے تھے وہ آج مسیح محمدی کے خدام کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر آپ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب: 57)

بالآخر میں اپنے مضمون کے اس حصہ کے متعلق جو محبتِ الٰہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے صرف یہ بات کہہ کر اسے ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت کا جذبہ آپ کی ذات تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ کو اس بات کی بھی انتہائی تڑپ تھی کہ یہ عشق کی چنگاری دوسروں کے دلوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ آپ اپنی مشہور و معروف تصنیف ''کشتی نوح'' میں فرماتے ہیں:

''وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21 - 22)

دوستو! ان الفاظ پر غور کرواور اس محبت اور اس تڑپ کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کرو جو ان الفاظ کی تہہ میں پنہاں ہے۔ آپ یقینا اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر اندازہ بھی آپ اپنے ظرف کے مطابق کریں گے اس کے نتیجہ میں لازماً آپ کی روحانیت میں علیٰ قدرِ مراتب غیر معمولی بلندی اورغیر معمولی ترقی اور غیر معمولی روشنی پیدا ہو گی۔

دوسرا پہلو
عشقِ رسولؐ

محبتِ الٰہی کے بعد دوسرے نمبر پر عشقِ رسولؐ کا سوال آتا ہے۔ سو اس میدان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام عدیم المثال تھا۔ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کُفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہٗ اوہام)

یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم! میں ایک سخت کافر انسان ہوں۔

یہ خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں۔ مگر میں نے ایک دن مر کر خدا کو جان دینی ہے۔ میں اسی آسمانی آقا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آ گئی ہو۔ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رؤاں رؤاں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجوداتؐ کے عشق سے معمور تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آ کر سنا تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا اور وہ شعر یہ ہے:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیْ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(دیوان حسان بن ثابت)

یعنی اے خدا کے پیارے رسولؐ! تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے، مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے

اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ ”کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا“

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گزریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے جاں نثار فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر کبھی آپ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق (اور وفات بھی جس پر تیرہ سو سال گزر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آ گئی کہ ”کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا“

قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے نظاروں کی تصویریں دکھا کر اپنا پیٹ پالا کرتے تھے۔ مگر جوش اور غصے میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے اور حضور کو گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے کہ اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا ”نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔“ پروفیسر صاحب اس وقت غصے میں آپے سے باہر ہورہے تھے۔ جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ !یہ کیا بات ہے۔آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی شخص بُرا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں؟ پروفیسر صاحب کی یہ غلطی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر کس نے صبر کیا ہے اور کس نے کرنا ہے؟ مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشقِ رسولؐ اور غیرتِ ناموسِ رسولؐ کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

پنڈت لیکھرام کو کون نہیں جانتا۔ وہ آریہ سماج کے بہت بڑے مذہبی لیڈر تھے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے بد ترین دشمن بھی تھے۔ جن کی زبان اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کی مخالفت میں قینچی کی طرح چلتی اور چھری کی طرح کاٹتی تھی۔ انہوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر کھڑے ہو

کر اسلام اور مقدس بانی اسلامؐ پر گندے سے گندے اعتراض کئے اور ہر دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ کوئی کیا دے گا۔ مگر یہ صاحب رُکنے والے نہیں تھے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پنڈت لیکھرام کا یہ مقابلہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مباہلہ پر ختم ہوا۔ جس کے نتیجہ میں پنڈت جی حضرت مسیح موعودؑ کی دن دونی رات چو گنی ترقی دیکھتے ہوئے اور ہزاروں حسرتیں اپنے سینہ میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہی پنڈت لیکھرام کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی سفر میں ایک سٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر سے گزر ہو گیا اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں پنڈت جی دنیا داروں کے رنگ میں اپنے دل کے اندر آگ کا شعلہ دبائے ہوئے آپ کے سامنے آئے۔ آپ اس وقت نماز کی تیاری میں وضو فرما رہے تھے۔ پنڈت لیکھرام نے آپ کے سامنے آ کر ہندوانہ طریق پر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ اس پر پنڈت جی نے دوسرے رُخ سے ہو کر پھر دوسری دفعہ سلام کیا اور حضرت مسیح موعودؑ پھر خاموش رہے۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت لیکھرام کا سلام نہیں سنا ہو گا حضور سے عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا کہ:

’’ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے!!!‘‘

(سیرۃ المہدی و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانیؓ)

یہ اس شخص کا کلام ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مجسم رحمت تھا۔ ہندوؤں میں اس کے روز کے ملنے والے دوست تھے اور سکھوں میں اس کے دوست تھے اور عیسائیوں میں اس کے دوست تھے اور اس نے ہر قوم کے ساتھ انتہائی شفقت اور انتہائی ہمدردی کا سلوک کیا۔ مگر جب اس کے آقا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا سوال آیا تو اس سے بڑھ کر ننگی تلوار دنیا میں کوئی نہیں تھی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ لاہور کے جلسہ ’’وچھو والی‘‘ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب و ملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باصرار درخواست کی کہ آپ اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلافِ تہذیب اور کسی مذہب کی دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہو گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ممتاز حواری حضرت مولوی نورالدین کو جو بعد میں

جماعت احمدیہ کے خلیفہ اوّل مقرر ہوئے بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اور بڑے دلکش رنگ میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اتنا زہر اُگلا اور ایسا گند اُچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان واپس آئے تو آپ حضرت مولوی نورالدینؓ اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ:

اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَ یُسۡتَہۡزَاُ بِہَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ

(النساء: 141)

یعنی اے مومنو! جب تم سنو کے خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیاجاتا ہے اور ان پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اُٹھ جایا کروتا وقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ اندازِ گفتگو کو اختیار کریں۔

اس مجلس میں حضرت مولوی نورالدینؓ (خلیفہ اوّل) بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت کے ساتھ سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم اور ندامت سے کٹی جارہی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

خان بہادر مرزا سلطان احمد کو جماعت کے سب یا کم از کم اکثر دوست جانتے ہیں۔ وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر حضور کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے بلکہ حضور سے علیحدہ ہی رہے اور حضورؑ کے خاندانی مخالفوں سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ گو بعد میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں بیعت کر لی اور اس طرح آپ نے ہم تین بھائیوں کو چار کر دیا۔ بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے غیر احمدی ہونے کے زمانہ کی

بات ہے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ:

’’ایک بات میں نے والد (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

یہ اس شخص کی شہادت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل نہیں تھا۔ جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جوانی سے لے کر حضورؑ کی وفات تک دیکھا۔ جس نے اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ جس کے تعلقات کا دائرہ اپنی معزز ملازمت اور اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے نہایت وسیع تھا اور جو اپنے سوشل تعلقات میں بالکل صحیح طور پر کہہ سکتا تھا کہ:

’’جفتِ خوش حالاں و بد حالاں شدم‘‘

مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں غیر احمدی ہونے کے باوجود اس کے عمر بھر کے مشاہدہ کا نچوڑ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔‘‘

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَھَا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے۔ حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارتِ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:

''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے۔ مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا؟''

(روایات نواب مبارکہ بیگمؓ)

یہ ایک خالصتاً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن اگر غور کیاجائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کی خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں سے چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

''آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں''

پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا ''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔'' اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔

(روایات نواب مبارکہ بیگم)

چنانچہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر وہ منظوم اور منثور کلام جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رقم فرمایا ایسے شہد کے چھتے کا رنگ اختیار کر گیا تھا جس میں شہد کی کثرت کی وجہ سے عَسَلِ مصفّٰی کے قطرے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں اور کس محبانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ:

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لَعلیسُت در کانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

دریں رہ گر کُشَنَدم در بسوزند
نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کر دی از عشق
فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 649)

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں خدا نے عجیب نور ودیعت کر رکھا ہے اور آپؐ کی مقدس کان عجیب و غریب جواہرات سے بھری پڑی ہے۔ اگر اے منکرو! تم محمدؐ کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو دلیلیں تو بے شمار ہیں مگر مختصر رستہ یہ ہے کہ اس کے عاشقوں میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ محمدؐ کا وجود اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ واللہ! اگر آپؐ کے رستہ میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور میرے ذرّہ ذرّہ کو جلا کر خاک بنا دیا جائے تو پھر بھی میں آپؐ کے دروازے سے کبھی منہ نہیں موڑوں گا۔ سو اے محمدؐ کی جان! تجھ پر میری جان قربان۔ تو نے میرے روئیں روئیں کو اپنے عشق سے منور کر رکھا ہے۔

اسی طرح اپنی ایک عربی نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَ تَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانٖ
یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّۃً
فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَ جَنَانِیْ
مِنْ ذِکْرِ وَجْھِکَ یَا حَدِیْقَۃَ بَھْجَتِیْ
لَمْ اَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّ لَا فِیْ اٰنٖ
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَالَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ لطَّیَرَانٖ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 594)

یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ۔ میں تیرا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اور میرے دماغ میں رَچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لمحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور جس فدائیت کا جذبہ جھلک رہا بلکہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ کاش ہمارے احمدی نوجوان اس محبت کی چنگاری سے اپنے دلوں کو گرمانے کی کوشش کریں اور کاش ہمارے غیر احمدی بھائی بھی اس عظیم الشان انسان کی قدر پہچانیں جس کے متعلق ہم سب کے آقا اور سردار حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ

(کتاب الوفاء ابن الجوزی)

یعنی آنے والے مسیح کو میری روح کے ساتھ ایسی گہری مناسبت اور ایسا شدید لگاؤ ہو گا کہ اس کی روح وفات کے بعد میری روح کے ساتھ رکھی جائے گی۔

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائیوں پادریوں کے ان جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات پر کیا کرتے ہیں کہ:

نَحَتُوْا لِلرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ بُهْتَانَاتٍ وَّ اَضَلُّوْا خَلْقًا كَثِيْرًا بِتِلْكَ الْاِفْتِرَاءِ۔ وَمَا اٰذٰی قَلْبِیْ شَیْءٌ كَاسْتِهْزَاۤئِهِمْ فِیْ شَانِ الْمُصْطَفٰی وَ جَرْحِهِمْ فِیْ عِرْضِ خَيْرِ الْوَرٰی۔ وَاللّٰهِ لَوْ قُتِلَتْ جَمِيْعُ صِبْيَانِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَ اَحْفَادِیْ بِاَعْيُنِنِیْ۔ وَ قُطِعَتْ اَيْدِیْ وَاَرْجُلِیْ وَ اُخْرِجَتِ الْحَدَقَةُ مِنْ عَيْنِیْ۔ وَاُبْعِدْتُّ مِنْ كُلِّ مُرَادِیْ وَاَوْنِیْ وَ اَرَنِیْ۔ مَا كَانَ عَلَیَّ اَشَقُّ مِنْ ذَالِكَ۔ رَبِّ انْظُرْ اِلَيْنَا وَاِلٰی مَا ابْتُلِيْنَا۔

”عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس افتراء کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے بھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسولِ پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دلآزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشرؐ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کرر کھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھوبیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاءِ عظیم سے نجات بخش۔“

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

کیا اس زمانہ میں اس غیرت اور اس فدائیت کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ اور یہ صرف منہ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اورزندگی کا ہر چھوٹا اوربڑا واقعہ اس عظیم الشان فدائیت پر عملی گواہ تھا۔ جسے آپ کے مخالف بھی شدید مخالفت کے باوجود قبول کرنے کے لئے مجبور تھے۔ چنانچہ آپؑ کی وفات پر جو تعزیتی مقالہ امرتسر کے غیر احمدی اخبار ”وکیل“ نے لکھا اس میں مقالہ نگار لکھتا ہے:

”مرزا صاحب کی رحلت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا بھی جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا... مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدروعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں

دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔۔۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کُچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سر انجام دی ہے ...آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہوجائے ناممکن ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔‘‘

(اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر جون 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بے مثال قلمی جہادجو آپؑ نے اسلام کی صداقت اور قرآن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے عمر بھر کیا وہ بے شک بظاہر علمی نوعیت کا تھا اور بادی النظر میں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے پہلو سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ مگر غور کیا جائے تو اسلام کو رسول پاکؐ سے اور رسولِ پاکؐ کو اسلام سے کسی طرح جدا نہیں کیاجاسکتا۔ پس دراصل یہ ساری خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ والہانہ محبت ہی کا کرشمہ تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اپنی ان عدیم المثال خدمات کے باوجود جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپؐ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں اور باربار عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ آقا! یہ سب کچھ آپؐ ہی کے طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابن مریم سے اور سب سے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہر گز نہ پاتا۔‘‘

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411 - 412)

ایک اور جگہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں متوالے ہو کر فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مِرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

ان اشعار میں حضرت مسیح موعودؑ نے جس رنگ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و افضال کی وسعت اور ان کے افاضہ اور اس کے مقابل پر اپنی عاجزی اور انکساری اور آپؑ کے انوار سے اپنے استفاضہ کا ذکر فرمایا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ دنیا کی تمام برکتوں اور تمام نوروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کوان انوار کے ساتھ اس طرح پیوست کیا ہے کہ جس طرح ایک بڑے طاقتور پاور اسٹیشن کے ساتھ بجلی کی تاریں مل کر دنیا کومنور کیا کرتی ہیں۔

اسی طرح آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات طیبات کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان (میں) سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 حاشیہ)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام کو ایسا عشق تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؑ کی جان اس عشق میں بالکل گداز تھی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور اپنے حواسِ ظاہری و باطنی سے محسوس کیا کہ آپؑ کا ذرّہ ذرّہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے محمدؐ اور دین محمدؐ میں پر قربان تھا۔ آپؑ اپنی ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ:

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(ازالہؔ اوہام)

پس اس کے سوائے میں اس جگہ عشقِ رسولؐ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ ایک وسیع سمندر میں سے انسان صرف چند چُلّو ہی بھر سکتا ہے۔ اس لئے اس عنوان کے تحت اب میرے لئے صرف یہی دعا باقی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی عَبْدِكَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب: 57)

تیسرا پہلو
شفقت علیٰ خلق اللہ

اب میں خدا کے فضل سے اپنے اس مضمون کے تیسرے حصہ کی طرف آتا ہوں جو شفقت علیٰ خلق اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اس مختصر سے مقالہ کے لئے (اول) محبتِ الٰہی اور (دوم) عشقِ رسولؐ اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ کے عنوان اس لئے منتخب کئے ہیں کہ ہمارے دین و مذہب کا خلاصہ اور ایک مسلمان کے ایمان و اخلاق کا مرکزی نقطہ ہیں۔ حتیٰ کہ ایک مامور من اللہ کی روحانیت اور اس کے اخلاق اور اس کی قدرومنزلت کو پہچاننے کے لئے بھی اس سے بڑھ کر کوئی اور کسوٹی نہیں۔ منبع حیات یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ گہرا پیوند ہو۔ پیغامِ الٰہی کے لانے والے رسول کی محبت روح کی غذا ہو اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی کا جذبہ دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔ ”بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں۔“

میں نہایت اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبہؑ محبتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کے متعلق بیان کر چکا ہوں۔ اب مختصر طور پر آپؑ کے جذبہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں۔ اس تعلق میں سب سے پہلے میرے سامنے وہ مقدس عہد آتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائی حکم کے ماتحت ہر بیعت کرنے والے سے لیتے تھے اور جس پر جماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہ عہد دس شرائطِ

بیعت کی صورت میں شائع ہوچکا ہے اور گویا احمدیت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس عہد کی شرط نمبر 4 اور شرط نمبر 9 کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ہر بیعت کرنے والا:

”عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح اور عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔“

(اشتہار تکمیل تبلیغ مؤرخہ 12 جنوری 1889ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 جدید ایڈیشن)

یہ وہ عہدِ بیعت ہے جو احمدیت میں داخل ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت مقرر فرمایا اور جس کے بغیر کوئی احمدی سچا احمدی نہیں سمجھا جاسکتا۔ اب مقامِ غور ہے کہ جو شخص اپنی بیعت اور اپنے روحانی تعلق کی بنیاد ہی اس بات پر رکھتا ہے کہ بیعت کرنے والا تمام مخلوق کے ساتھ دلی ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرے گا اور اسے ہر جہت سے فائدہ پہنچانے کے لئے کوشاں رہے گا اور اسے کسی نوع کی تکلیف نہیں دے گا۔ اس کا اپنا نمونہ اس بارے میں کیسا اعلیٰ اور کیسا شاندار ہونا چاہئے اور خدا کے فضل سے ایسا ہی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔“

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

یہ ایک محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ آپ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ جو آپؑ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔

حضرت مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ:

’’اس دعا میں آپؑ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پِتّہ پانی ہوتا تھا۔ اور آپؑ اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِزہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپؑ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے واسطے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ 365 مؤلفہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

ذرا غور کرو کہ آپؑ کے مخالفوں پر ایک عذابِ الٰہی نازل ہورہا ہے اور عذابِ الٰہی بھی وہ جو ایک خدائی پیشگوئی کے مطابق آپؑ کی صداقت میں ظاہر ہوا ہے اور پیشگوئی بھی ایسی جس کے ٹلنے سے جلدباز لوگوں کی نظر میں آپؑ کی صداقت مشکوک ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی آپؑ مخلوقِ خدا کی ہلاکت کے خیال سے بے چین ہوئے جاتے ہیں اور خدا کے سامنے تڑپ تڑپ کر عرض کرتے ہیں کہ خدایا! تو رحیم و کریم ہے تو اپنی مخلوق کو اس عذاب سے بچا لے اور ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے اپنی جناب سے کوئی اور رستہ کھول دے۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ جب آریہ قوم میں سے اسلام کا دشمن یعنی پنڈت لیکھرام آپؑ کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا تو آپؑ نے جہاں اس بات پر خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اسلام کی صداقت کا زبردست نشان ظاہر ہوا ہے طبعاً شکر اور خوشی کا اظہار فرمایا وہاں آپؑ کو پنڈت جی کی موت کا افسوس بھی ہوا کہ وہ صداقت سے محروم ہونے کی حالت میں ہی چل بسے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر (اس کے زخم ایسے ہوتے کہ) وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی وہ (بچ جاتا اور) زندہ ہو جاتا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 28)

ایک دفعہ عیسائی مشنریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدامِ قتل کا سراسر جھوٹا مقدمہ دائر کیا اور ان مسیحی پادریوں میں ڈاکٹر مارٹن کلارک پیش پیش تھے۔ مگر خدا نے عدالت پر آپؑ کی صداقت کھول دی اور آپؑ اس مقدمہ میں جس میں عیسائیوں کے ساتھ مل کر آریوں اور بعض غیر احمدی مخالفین

نے بھی آپؑ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح آپؑ سزا پا جائیں عزت کے ساتھ بری کئے گئے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تو کیپٹن ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جو بعد میں کرنیل کے عہدہ تک پہنچے اور ابھی حال ہی میں فوت ہوئے ہیں آپؑ سے مخاطب ہو کر پوچھا:

''کیا آپؑ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر (اس جھوٹی کارروائی کی وجہ سے مقدمہ چلائیں؟ اگر آپ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے۔'' آپ نے بلا توقف فرمایا کہ ''میں کوئی مقدمہ چلانا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانیؓ صفحہ 107)

مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس فرقہ اہلِ حدیث کو کون نہیں جانتا۔ وہ جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست اور ہم مکتب ہوتے تھے اور حضور کی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' پر انہوں نے بڑا شاندار ریویو بھی لکھا تھا اور یہاں تک لکھا تھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں کوئی کتاب اس شان کی نہیں لکھی گئی مگر مسیح موعود کے دعوے پر یہی مولوی صاحب مخالف ہو گئے اور مخالف بھی ایسے کہ انتہا کو پہنچ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا اور دجّال اور ضالّ قرار دیا اور آپؑ کے مخالف ملک بھر میں مخالفت کی خطرناک آگ بھڑکا دی۔ انہی مولوی محمد حسین صاحب کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک والے اقدامِ قتل والے مقدمہ میں آپؑ کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے جو ایک غیر احمدی بزرگ تھے مولوی محمد حسین کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے ان کے خاندان اور حسب و نسب کے متعلق بعض طعن آمیز سوالات کرنے چاہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں یہ کہہ کر سختی سے روک دیا کہ میں آپ کو ایسے سوالات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور یہ الفاظ فرماتے ہوئے آپؑ نے جلدی سے مولوی فضل دین صاحب کے منہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ ان کی زبان سے کوئی نامناسب لفظ نہ نکل جائے اور اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد مولوی فضل دین صاحب موصوف ہمیشہ اس واقعہ کا حیرت کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے کہ مرزا صاحب عجیب اخلاق کے انسان ہیں کہ ایک شخص ان کی عزت بلکہ جان پر حملہ کرتا ہے اور اس کے جواب میں جب اس کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے اس پر بعض سوالات کئے جاتے ہیں تو آپ فوراً روک دیتے ہیں کہ میں ایسے سوالات کی اجازت نہیں دیتا۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 247 - 248)

یہ وہی مولوی محمد حسین ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ:

قَطَعْتَ وَ دَاداً قَدْغَرَسْنَاہُ فِیْ الصَّبَا

وَلَیْسَ فُؤَادِیْ فِیْ الْوَدَادِ یُقَصِّرُ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا جو ہم نے جوانی کے زمانہ میں اپنے دلوں نصب کیا تھا۔ مگر میرا دل تو کسی صورت میں محبت کے معاملہ میں کمی اور کوتاہی کرنے والا نہیں۔

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقتاً بے نظیر جذبات کا حامل تھا۔ آپؑ نے کسی کے ساتھ تعلق قائم کر کے ان تعلقات کو توڑنے میں کبھی پہل نہیں کی اور ہر حال میں محبت اور دوستی کے تعلقات کو کمال وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ چنانچہ آپؑ کے مقرب حواری حضرت عبدالکریمؓ روایت کرتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہدِ دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہوجائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لَوْمَةَ لَآئِمٍ اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہدِ دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہئے۔ اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مصنّفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صفحہ 44)

اسی روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 93)

اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذباللہ شرابیوں اور فاسقوں اور فاجروں کو اپنا دوست بنانا چاہئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ بعد میں کسی کمزوری میں مبتلا ہو جائے تو اس وجہ سے اس

کا ساتھ نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ بلکہ وفاداری کے طریق پر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ احبابِ جماعت غور کریں کہ کیا وہ ان اخلاق پر قائم ہیں اور یاد رکھو کہ احمدیت کی اخوت کا عہد دوستی کے عہد سے بھی زیادہ مقدس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایاہے کہ:

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً

(بخاری کتاب الاکراہ)

یعنی ہر دینی بھائی کی مدد تمہارا فرض ہے خواہ وہ ظالم ہے یا کہ مظلوم ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! مظلوم کی مدد تو ہم سمجھتے ہیں مگر ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا ظالم کی مدد اسے ظلم سے روکنے کی صورت میں کرو۔ مگر بہر حال اخوت کے عہد کو کسی صورت میں ٹوٹنے نہ دو۔

قادیان میں ایک صاحب بڑھامل ہوتے تھے۔ یہ صاحب بہت کٹر قسم کے آریہ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی بڑی مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ایک مینار کی بنیاد رکھی تو قادیان کے ہندوؤں نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس شکایت کی کہ اس مینار کی تعمیر روک دی جائے کیونکہ اس سے ہماری عورتوں کی بے پردگی ہو گی۔ یہ ایک فضول عذر تھا کیونکہ اول تو مینار کی چوٹی سے کسی کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر اگر کوئی بے پردگی تھی بھی تو وہ سب کے لئے تھی جس میں احمدی جماعت بھی شامل تھی۔ بلکہ جماعت احمدیہ پر اس کا زیادہ اثر پڑتا تھا کیونکہ یہ مینار احمدیہ محلہ میں تھا۔ مگر ڈپٹی کمشنر نے حکومت کے عام طریق کے مطابق ہندوؤں کی یہ شکایت تحصیلدار صاحب بٹالہ کے پاس رپورٹ کے لئے بھجوا دی۔ تحصیلدار صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعودؑ سے ملے اور مینار کی تعمیر کے متعلق حالات دریافت کئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ہم نے یہ مینار کوئی سیر و تفریح یا تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ محض ایک دینی غرض کے لئے بنایا ہے تاکہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہو اور تا ایک بلند جگہ سے اذان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے اور روشنی کا انتظام بھی کیا جائے۔ ورنہ ہمیں اس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تحصیلدار صاحب نے کہا یہ ہندو صاحبان بیٹھے ہیں۔ ان کو اس پر اعتراض ہے کہ ہمارے گھروں کی بے پردگی ہو گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہ اعتراض درست نہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی

ہے ورنہ بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپ نے لالہ بڈھامل کی طرف اشارہ کیا جو بعض دوسرے ہندوؤں کے ساتھ مل کر تحصیل دار صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آئے تھے اور فرمایا کہ یہ لالہ بڈھامل بیٹھے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع پیدا ہوا ہو اور میں نے ان کی امداد میں دریغ کیا ہو اور پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقع ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رُکے ہوں۔ حافظ روشن علی صاحب جوسلسلہ احمدیہ کے ایک جیّد عالم تھے بیان کیا کرتے تھے کہ اس وقت لالہ بڈھامل پاس بیٹھے تھے مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بات کا جواب دینا تو درکنار حضور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ حقیقتاً یہ مخالفوں اور ہمسایوں پر شفقت کی ایک شاندار مثال ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 152 - 153)

ہماری جماعت کے اکثر پُرانے دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائیوں مرزا امام دین اور مرزا نظام دین کو جانتے ہیں۔ یہ دونوں اپنی بے دینی اور دنیاداری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ترین مخالف تھے بلکہ حقیقتاً وہ اسلام کے ہی دشمن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی محض ایذارسانی کے لئے حضورؑ کے گھر کے قریب والی مسجد کے رستہ میں دیوار کھینچ دی۔ اور مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضورؑ کو اور قادیان کی قلیل سی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہو کر رہ گئے۔ لاچار اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی اور ایک لمبے عرصہ تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا۔ اور بالآخر خدائی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے حضورؑ سے اجازت لینے بلکہ اطلاع تک دینے کے بغیر مرزا امام دین اور مرزا نظام دین صاحب کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرا لیا۔

اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت اس قرقی کی بے باقی کے لئے پورا روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو؟ حضرت مسیح موعودؑ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپؑ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی ہے؟ اسے فوراً واپس لو اور دوسری

طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ آپؑ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہو گی۔ یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔

(سیرت المہدی و سیرتِ مسیح موعودؑ صفحہ 115 تا 117)

دوست سوچیں اور غور کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے شرکاء جن کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی حضورؑ کو دکھ دینے کے لئے اور حضورؑ کی مٹھی بھر جماعت کو (اس وقت جماعت مٹھی بھر ہی تھی) پریشان کر کے منتشر کرنے کے لئے ایک خطرناک تدبیر کرتے ہیں اور پھر اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیتے ہیں اور جھوٹا سچا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے۔ مگر جب وہ ناکام ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی اطلاع کے بغیر ان پر خرچہ کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو بھاگتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ظالم ہوتے ہوئے گلہ کرتے ہیں کہ ہم پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جارہا ہے؟ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مظلوم ہوتے ہوئے بھی اپنے دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے وکیل نے مجھ سے پوچھے بغیر یہ ڈگری جاری کرادی ہے۔ یہ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس عدیم المثال سلوک کی اتباع میں تھا جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے مفتوح اور مغلوب دشمنوں سے فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْٓا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

(زرقانی و تاریخ الخمیس)

یعنی جاؤ تم آزاد ہو۔ میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں پھر اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو و شفقت تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنی تصنیف ”سیرت مسیح موعود“ میں حضرت مولوی نورالدینؓ (خلیفہ اوّل) کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ کا عربی حصہ لکھ رہے تھے۔ حضورؑ نے مولوی نورالدینؓ (خلیفہ اوّل) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے۔ وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے

تھے۔ اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر ہوا اور میں نے مولوی نورالدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت صاحب کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں کیابات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ مولوی نورالدین کا رنگ فق ہو گیا کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی نورالدین صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسبِ معمول ہشّاش بشّاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار اُلٹا اپنی طرف سے معذرت کرنے لگے کہ مولوی صاحب کومسوّدہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی۔ مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گم شدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 278 - 279)

اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی جذبۂ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ غلطی حضرت مولوی نورالدینؓ سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا یہ مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اورمعذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے اور پھر توکل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر کس استغنا کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرما دے گا!! یہ شفقت اور یہ توکل اور یہ تحمل خدا کے خاص بندوں کے سوا کسی اور میں پایا جانا ممکن نہیں۔

ہمارے ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آ کر کچھ عرصہ رہا تھا۔ ایک دن سردی کے موسم کی وجہ سے ہمارے نانا جان مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اسے بھجوایا تا کہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کر دیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اس کوٹ کو لے کر میر صاحب کی طرف واپس جا رہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ اس نے کہا میر صاحب نے یہ کوٹ فلاں عزیز کو بھیجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت بُرا مانا ہے اور واپس

کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

’’واپس نہ لے جاؤ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہو گی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے۔ اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 22)

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دلداری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا تا کہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کو کوٹوں کی کمی نہیں تھی اور حضورؑ کے خدام حضورؑ کی خدمت میں بہتر سے بہتر کوٹ پیش کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہو کر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامل نہیں کیا۔

انسان کے اخلاق کا ایک نمایاں پہلو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اس معاملہ میں زیادہ بیان کرتے ہوئے طبعاً حجاب محسوس کرتا ہوں اس لئے صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ارشادِ نبوی کا کامل نمونہ تھے کہ:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

(ترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ)

یعنی خدا کے نزدیک تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے۔

اس کی تشریح میں اس تاثر کو بیان کرنے میں حرج نہیں جو اس معاملہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جماعت کے دلوں میں پایا جاتا تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو ساری جماعت جانتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مقرب صحابی تھے۔ایک دفعہ ان کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی امر میں اختلاف ہو گیا اور حضرت مفتی صاحب اپنی بیوی پر خفا ہوئے۔ مفتی صاحب کی اہلیہ نے اس خانگی ناراضگی کا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی کے ساتھ ذکر کیا۔ غالباً ان کا منشاء یہ تھا کہ اس طرح بات حضرت اماں جان تک اور پھر حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچ جائے گی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب طبیعت کے بہت ذہین اور بڑے بذلہ سنج تھے۔ اس رپورٹ کے پہنچنے پر مفتی صاحب سے فرمایا ’’مفتی صاحب جس طرح بھی ہو اپنی بیوی کو منالیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آج کل ملکہ کا راج ہے‘‘۔ لطیفہ اس بات میں یہ تھا کہ ان ایام میں ہندوستان پر ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تھی اور حضرت مولوی صاحب کے الفاظ میں یہ بھی اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ مستورات کے حقوق کا بہت خیال رکھتے اور ان معاملات میں اپنے اہل خانہ کے

مشورہ کو زیادہ وزن دیتے ہیں۔ مفتی صاحب مولوی صاحب کا اشارہ سمجھ گئے اور فوراً جا کر بیوی کو منالیا۔ اور اس طرح گھر کی ایک وقتی رنجش جنتِ ارضی والے سکون اور راحت میں بدل گئی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 102)

انسان کے اہلِ خانہ میں اس کی اولاد بھی شامل ہے اور اس میدان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ بہت بلند تھا۔ آپؑ اپنے بچوں کے ساتھ بڑی شفقت اور بڑی محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ مگر دوسری محبتوں کی طرف یہ محبت بھی محبتِ الٰہی کے تابع تھی۔ چنانچہ جب ہمارا سب سے چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار ہوا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کوبڑی کثرت کے ساتھ قربِ وفات کے الہامات ہو رہے تھے۔ آپؑ نے انتہائی توجہ اور جان سوزی سے اس کی تیمار داری فرمائی اور گویا تیمارداری میں دن رات ایک کر دیا۔ مگر جب وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا تو آپؑ نے اس کی وفات پر یہ شعر فرما کر کامل صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے پورے شرح صدر کے ساتھ راضی برضاءِ الٰہی ہو گئے۔ اور مرنے والے بچے کو اس طرح بھول گئے کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ فرماتے ہیں :

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

بچوں کی تربیت کے معاملہ میں حضرت مسیح موعودؑ نصیحت کرنے اور بُری صحبت بچانے کے علاوہ اولاد کے لئے دعاؤں پر بہت زور دیتے تھے۔ چنانچہ جو اشعار آپ نے اپنے بچوں کے ختمِ قرآن کے موقع پر آمین کے رنگ میں فرمائے وہ اس روحانی طریقِ تربیت کی ایک بڑی دلکش مثال ہیں۔ میں یہاں صرف نمونہ کے طور پر چند شعر لکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں :

ہو شکر تیرا کیوں کر اے میرے بندہ پرور

تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر

تیرا ہوں میں سراسر تو میرا ربِّ اکبر

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں

یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلامِ در ہیں

تُو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِی
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر زِ نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِی

اور دوسری آمین میں فرماتے ہیں :

میرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے اِن کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تُو بحرالایادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ
نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

یقیناً ہماری کمزوریوں کے باوجود ہماری زندگیوں کی ہر برکت اپنی پاک دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اس تعلق میں ایک مختصر سی بات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگرراولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً گیارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضورؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مگر حضورؑ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شائد دودھ کی عادت ہو گی اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذّت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 255)

سیٹھی صاحب تو خیر مہمان تھے۔ مجھے ایک صاحب نے سنایا کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں کبھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خادم کے طور پر حضورؑ کے سفروں میں ساتھ چلا جایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا قاعدہ تھا کہ سواری کا گھوڑا مجھے دے دیتے تھے کہ تم چڑھو اور آپؑ ساتھ ساتھ پیدل چلتے تھے۔ یا کبھی میں زیاد اصرار کرتا تو کچھ وقت کے لئے خود سوار ہو جاتے تھے اور باقی وقت مجھے سواری کے لئے فرماتے تھے۔ اور جب ہم منزل پر پہنچتے تھے تو چونکہ وہ زمانہ بہت سستا تھا حضورؑ مجھے کھانے کے لئے چار آنے کے پیسے دیتے تھے اور خود ایک آنہ کی دال روٹی منگوا کر یا چنے بھنوا کر گزارہ کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 122 - 123)

حضرت مولوی عبدالکریم کاذکر اوپر گزر چکا ہے۔ وہ بہت ممتاز صحابی میں سے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمباموقع میسر آیا۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہلِ خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضورؑ کو ملنے اندرونِ خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا

بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضورؑ اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اُٹھ بیٹھے؟ میں نے کہا حضورؑ نیچے لیٹے ہوئے ہیں اور میں اوپر کیسے ہو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ!! شفقت کا کیا عالم تھا۔

(سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صفحہ 26)

اب ذرا غریبوں اور سائلوں پر شفقت کا حال بھی سن لیجئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی غریب عورت نے کچھ چاول چُرا لئے۔ لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور شور پڑ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت اپنے کمرہ میں کام کر رہے تھے۔ شور سن کر باہر تشریف لائے تو یہ نظارہ دیکھا کہ ایک غریب عورت چیتھڑوں میں کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں تھوڑے سے چاولوں کی گٹھڑی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو واقعہ کا علم ہوا اور اس غریب عورت کا حلیہ دیکھا تو آپؑ کا دل پسیج گیا۔ فرمایا یہ بھوکی اور کنگال معلوم ہوتی ہے۔ اسے کچھ نہ کہو بلکہ کچھ اور چاول دے کر رخصت کر دو۔

(سیرت مسیح موعود مصنفہ عرفانیؓ حصہ اول صفحہ 98)

اس واقعہ پر کوئی جلد باز شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تو چوری پر دلیری پیدا کرنے والی ہے۔ مگر دانا لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جب مال خود حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا تھا اور لینے والی عورت ایک بھوکوں مرتی اور کنگال عورت تھی تو یہ چوری پر اعانت نہیں بلکہ حقیقتاً اطعامِ مسکین میں داخل ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے حالات میں جبکہ چوری کرنے والا بہت غریب ہو اور انتہائی بھوک کی حالت میں کوئی کھانے کی چیز اٹھا لے تو اسے سارق نہیں گردانا بلکہ چشم پوشی سے کام لیا ہے۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ سیر سے واپس آ کر اپنے مکان میں داخل ہو رہے تھے کہ کسی سائل نے دور سے سوال کیا۔ مگر اس وقت ملنے والوں کی آوازوں میں اس سائل کی آواز گُم ہو کر رہ گئی اور حضرت مسیح موعودؑ اندر چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں کی آوازوں سے دور ہو جانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے کانوں میں اس سائل کی دکھ بھری آواز کی گونج اٹھی تو آپؑ نے باہر آ کر پوچھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اسی

وقت یہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد آپؑ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے مگر دل بے چین تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ پر اسی سائل کی آواز آئی اور آپؑ لپک کر باہر آئے اور اس کے ہاتھ میں کچھ رقم دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ میری طبیعت اس سائل کی وجہ سے بے چین تھی اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ خدا اسے واپس لائے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 286)

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اپنے عزیزوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے ہمسائیوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے خادموں کے لئے اور رحمت تھا سائلوں کے لئے اور رحمت تھا عامۃ الناس کے لئے اور دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس نے رحمت اور شفقت کے پھول نہ بکھیرے ہوں۔ بلکہ میں کہتاہوں کہ وہ رحمت تھا اسلام کے لئے جس کی خدمت اور اشاعت کے لئے اس نے انتہائی فنائیت کے رنگ میں اپنی زندگی کی ہر گھڑی اور اپنی جان تک قربان کر رکھی تھی۔

بالآخر ایک جامع نوٹ پر اپنے اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔ ہمارے بڑے ماموں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ نے میری تحریک پر حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق اور اوصاف کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں وہ فرماتے ہیں :

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت رؤف و رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جبکہ لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، خاکساری، وفاداری، سادگی، عشقِ الٰہی، محبتِ رسولؐ، ادبِ بزرگانِ دین، ایفائے عہد، حسنِ معاشرت، وقار، غیرت، ہمت، اولوالعزمی، خوش روئی اور کشادہ پیشانی آپؑ کے ممتاز اخلاق تھے۔۔۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کواس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپؑ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگرمیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپؑ سے بہتر، آپؑ سے زیادہ خوش اخلاق، آپؑ سے زیادہ نیک، آپؑ سے زیادہ بزرگانہ شفقت رکھنے والا، آپؑ سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں غرق رہنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپؑ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی

اور اسے شاداب کر گئی۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ سوم کی آخری روایت کا ملخص)

یہی میری بھی چشم دید شہادت ہے اور اسی پر میں اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(محررہ 3 دسمبر 1959ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 9، 10، 11 فروری 1960ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 مارچ 2020ء)

(22)
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانات اور اثرات

(عبدالقدیر قمرؔ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

(آل عمران: 180)

یارو مسیحِ وقت کہ تھی جن کی انتظار
راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے
آمد تھی ان کی یا کہ خدا کا نزول تھا
صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصے میں کر گئے

کلی چٹکتی ہے، پھول کھلتا ہے، بند پنکھڑیوں کی مہک خوشبو کا روپ دھار کر عالم کو ایک پیغام دیتی ہے کہ خوابیدہ آنکھیں کھولو، بہار آئی ہے۔ دنیا کے اس چمن میں انبیاء کی آمد اس گلاب کی مانند ہے جو خزاں کے لمبے دور کے بعد بہار جانفزا کا مژدہ سناتا ہے۔

خاکسار رحمۃ للعالمین حضرت سید ولد آدم خاتم النبیّن ﷺ کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح پاک مہدی موعود علیہ السلام کی صداقت پر کچھ لکھنا چاہتا ہے۔ مجھے اُس عظیم وجود کی صداقت پر بات کرنی ہے جس کی آمد عالمِ روحانیت میں انقلاب کا باعث بنی۔ مجھے اُس باغ و بہار شخصیت کی بات کرنی ہے جس کے آنے سے رنگ و نور کا سیلاب امڈ آیا اور عالمِ روحانی کشتِ زعفران ہو گئی۔ جس نے انسانی روح کو سیراب کرنے والا پیغام دیا، جس عشقِ الٰہی کی جستجو رکھنے والوں کو ایک نہایت پیارے خزانے، ایک زندہ خدا کا پتہ دیا۔ جس نے انسان کو بتایا کہ خدا اب بھی انسان سے بات کرتا ہے اور ثبوت کے لئے اپنے وجود کو پیش کیا۔ فرماتے ہیں

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تقریروں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ایسا نہیں کہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے نتھار کر الگ کردے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ تم (سب) کو غیب پر مطلع کرے بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب بھی یہ حالات پیدا ہوں کہ پتا نہ چلے کون پاک ہے اور کون ناپاک۔ کون اچھا ہے اور کون بُرا،اور کون طیب ہے اور کون خبیث۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیجتا ہے جس پر ایمان لانے والے پاک اور طیب ہوتے ہیں۔ اس امت یعنی امتِ محمدیہ میں بھی یہی ہونے والا تھا۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبیﷺ نے آخری زمانہ کے حالات نہایت تفصیل سے بیان فرمادیئے تھے۔ آپؐ نے آخر زمانہ کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا تھا۔

’’عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔‘‘

(مشکوٰۃ،کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38 صفحہ43)

اسی طرح فرمایا اے مسلمانو! تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح تم پہلی قوموں کے نقشِ قدم پر چلو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہودونصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اور کس کے؟

(بخاری کتاب الاعتصام)

نیز فرمایا تھا بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوگئے تھے اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے۔ ان تہتر میں سے سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

عصر حاضر میں انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے نے جس طرح اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں اور فرستادوں کی تعلیم کو فراموش کر دیا اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے عوام سے لے کر علماء تک کے سبھی طبقے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے ہو بلاتفریق امت مرحومہ کے مرثیہ خواں نظر آتے تھے اور بزرگان حال و قال کہہ رہے تھے کہ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی روحانی تاریکی اور ظلمت آج پھر پوری شدت سے عود کر آئی ہے۔اخلاق و تمدن، معیشت واقتصاد اور عقائداور روحانیت کا کوئی ایسا خوفناک مرض نہیں جو انسانیت کو لاحق نہ ہو۔ خاص طور پر احادیث مذکورہ میں جو نقشہ آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کا کھینچا ہے وہ من و عن پورا ہو گیا اس صورتحال کانقشہ ایک معروف عالم دین جناب نواب صدیق حسن خانؒ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔’’اب اسلام کا صرف نام قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے اور اوپر زمین کے ہیں۔ انہی سے فتنے نکلتے ہیں اور انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔‘‘

(اقتراب الساعۃ صفحہ 12)

مولانا الطاف حسین حالی اُمّت کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر لکھتے ہیں۔

پھر اک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر
جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سُو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جل گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے رُوکھ جس کے جلانے کے قابل

نیز لکھا

نہیں دین باقی نہ اسلام باقی

اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

علامہ اقبال مسلمانوں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواہ ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ اُس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہے۔ نہ اُن کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہے۔"

(موجودہ سیاسی کشمش حصہ سوم صفحہ 130 مطبوعہ آرمی پریس دہلی)

عزیز دوستو! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(الجمعۃ: 4)

ترجمہ: اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رسول کریم ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آخرین کون ہیں؟

رسول کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اِن میں سے ایک شخص ہو گا جو اُس وقت اگر ایمان ثریا سیارہ پر بھی چلا گیا ہو گا تو وہ اسے واپس زمین پر لائے گا۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت پر ایک ایسا دور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آجائے گا جسے امام مہدی کے سوا کوئی اور دور نہ کرسکے گا۔

23 مارچ 1889ء کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کا مبارک آغاز کیا اور فرمایا ”کہ میر ااس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔“

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو یہ خوشخبری سنائی۔

”تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو دنیا میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک درخت ہوجائے گا۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا۔ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضور کی زندگی میں کثرت سے لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے دو سَو سے زائد ممالک میں قائم ہوچکی ہے۔ اب دنیا بھر میں احمدیوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کے الہام کے مطابق دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کی علامت ہے۔

میں وہ پانی ہوں جوآیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

اے کاروان احمدیت کے مسافرو! کسی بھی قوم یا جماعت کے مستقبل کا اندازہ اس کے ماضی اور حال کے آئینہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے زندہ ماضی اور تابندہ حال کا ذکر کرتے ہوئے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا ...اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو خبر دی تھی کہ وہ اس الٰہی سلسلہ کو بہت ترقی دے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ اے تمام لوگو سن رکھو! کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی دیکھ لئے تھے۔ جن سے آپ کا دل خدا تعالیٰ کی حمدوثناء سے بھر گیا اور آپ کی زبانِ مبارک نے یہ اقرار کیا۔

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنادیا

قرآن کریم قیامت تک کے لئےایک جامع اور کامل شریعت ہے جس میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل بتایا گیاہے۔ ہر مسئلہ کے بارہ میں نہ صرف ہدایت دی ہیں بلکہ اس کے دلائل اور حکمتیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک نبوت کے دعویدار کی صداقت کو پہچاننے کا مسئلہ بھی نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے خاکسار قرآن کریم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرے گا۔

آنحضورﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان سے کہہ دے فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ اس سے پہلے میں ایک عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں دعویٰ نبوت سے قبل تم میں ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں کیا تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے۔ اگر میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں جو دعویٰ نبوت سے قبل کی ہے کسی ایک معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا تمہاری عقل

اس بات کو تسلیم کرے گی کہ آج اچانک میں خدائے تعالیٰ کے بارے میں جو احکم الحاکمین ہے جھوٹ اور افترا سے کام لینے لگا ہوں۔

انسانی فطرت تو یہ ہے کہ ہر عادت خواہ نیکی کی ہو یا بدی کی آہستہ آہستہ پڑتی ہے یہ تو فطرت کے ہی خلاف ہے کہ چالیس سال تک انسان سچ بولتا رہا ہو اور اچانک ایسا تغیر پیدا ہو جائے کہ انسان خدا کے بارے میں جھوٹ بولنے لگ جائے۔

رسول کریمؐ نے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرنے سے پہلے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر جرار چھپا ہوا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے؟ تو انہوں نے کہا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا یعنی ہم نے آپ سے سوائے سچ کے کسی اور چیز کا تجربہ نہیں کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا ہوں اور ایک خطرناک عذاب سے تمہیں ڈراتا ہوں۔ یہ بات سن کر حاضرین میں سے ابولہب اٹھا اور اس نے کہا تَبًّا لَكَ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے یہ کیا بات کہی ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی دوست اور دشمن سب کے تجربہ کی رو سے نہایت پاک اور صاف ہوتی ہے اور وہ جھوٹ بولنے کا قطعاً عادی نہیں ہوتا۔ درحقیقت اس کی دعویٰ نبوت سے بعد کی زندگی بھی پاک اور صاف ہوتی ہے لیکن دلیل ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور جاہل سے جاہل بھی اس کو سمجھ سکتاہے۔ اسی دلیل کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے قرار پاتے ہیں۔ دیکھئے حضور اپنی پاکیزہ زندگی کے بارہ میں کیسی تحدی سے فرماتے ہیں۔ ’’اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا کہ میرے دعویٰ پر ہزار دلائل قائم کر کے تمہیں موقع دیا تا کہ تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افترا یا دغا کا یا جھوٹ کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اورافتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ ہی بولا ہو گا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے مجھے ابتداء سے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔‘‘

اس چیلنج کو پیش کئے آج سو سال سے زائد عرصہ ہوچکا ہے لیکن کوئی شخص حضور کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر نکتہ چینی نہیں کر سکا۔ پس اگر دعویٰ نبوت سے قبل کی پاکیزہ زندگی حضورؐ کی صداقت کی دلیل ہے تو یقیناحضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی بھی دلیل ہے کیونکہ آپ نے بھی دنیا کے سامنے خدائی

مرسل ہونے کا دعویٰ پیش کیا تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آیا ہوتا توکوئی اورہی آیا ہوتا

کسی نے کیا خوب کہا ہے الفضلُ مَاشھدت بہ الاعداء۔ فضیلت تو وہ ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہوجائے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ سے پہلے کی پاکیزہ زندگی کے متعلق کئی غیروں کی شہادتیں ملتی ہیں۔ چنانچہ مشہور اہلحدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ ’’اشاعتہ السنہ‘‘ حضرت اقدس کی شہرۂ آفاق تصنیف ’’براہین احمدیہ‘‘ پر ریویو کرتے ہوئے آپ کے متعلق لکھتا ہے۔ ’’مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدؐیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔‘‘

(رسالہ ’’اشاعتہ السنہ‘‘ جلد نمبر 7 صفحہ 6)

مشہور صحافی جناب منشی سراج الدین صاحب بانی ’’زمیندار‘‘ اخبار لاہور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حق میں اپنی چشم دید گواہی دی کہ

’’ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔‘‘

(اخبار ’’زمیندار‘‘ 8 جون 1908ء)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔ ’’کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمت و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتازو برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔‘‘

(اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر 30 مئی 1908ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے فرمایا:۔ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہیں اور اپنے دعویٰ میں راست باز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ حق سبحانہ' کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور اسلام کی ترقی اور دینی امور کی سربلندی کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں میں ان میں کوئی مذموم اور قبیح چیز نہیں دیکھتا۔ اگر انہوں نے مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بھی ایسی بات ہے جو جائز ہے۔''

(اشارات فریدی جلد نمبر 3 صفحہ 791 ترجمہ از فارسی)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت اور سچائی کے جو بھی معیار بیان فرمائے ہیں وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو بھی اظہر من الشّمس کی طرح ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

(المجادلہ: 22)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر فرض کردیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے وہ قوت والا اور غالب ہے۔

اسی طرح فرمایا

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ

(المومن: 52)

ہم ضرور اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ہمارے رسولوں پر ایمان لائے ہیں دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی مدد کیا کرتے ہیں اور اگر مدعی کا دعویٰ جھوٹا ہو تواللہ تعالیٰ سزا بھی دیتا ہے جیسے کہ فرمایا

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ

(الحاقۃ: 45 تا 48)

یعنی اگر یہ رسول جان بوجھ کر ہم پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا تو ہم اس کادایاں ہاتھ پکڑ لیتے اوراس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے اور تم میں کوئی اسے بچا نہ سکتا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قانون جاری ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے رسولوں

کی نصرت کرتا ہے اُن کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ جو لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر افتراء کررہے ہوتے ہیں اور ایک بات کو جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہیں تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ملتی۔ بلکہ وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔

اب آپ ان آیات کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اگر آپؑ اس دعویٰ میں مفتری ہوتے اور جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہوتے تو آپ کو ہلاک ہوجانا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے کہ وہ مفتری کو ہلاک کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو محفوظ رکھا بلکہ باوجود شدید مخالفت کے آپ کامیاب ہوئے۔اپنے دعویٰ کو لوگوں سے منوایا، دشمنوں کے حملوں سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات آپؑ کے لئے نازل ہوئیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

قرآن کریم کے بعد ہم اپنے پیارے آقا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضورﷺ کی احادیث سے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر روشنی پڑتی ہے۔

ہمارے آقاومولیٰ حضرت محمد مصطفیﷺ نے اسلام کے آخری دور میں ضعفِ اسلام کے وقت اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت کی خبر دی اور مسیح موعود کی شناخت اور پہچان کے لئے بھی قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ کہیں زمانے کی نشاندہی فرمائی، کہیں مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا، کہیں آپ کی خاطر رونما ہونے والے معجزات کی پیشگوئیاں فرمائیں اور کہیں آپؑ کے مقابل آنے والی اقوام کے حالات اوردجال اور یاجوج ماجوج کی خبریں دیں۔ غرض ہر انداز اور ہر جہت سے آپؐ نےحضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک عظیم المرتبت اور بلند شان نشان جو ہر انسانی دخل کے بغیر اور قدرت الٰہی کا شاہکار نشان ہے اور جو رسول اللہﷺ نے بہت روشن اورواضح بیان فرمایاہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لمھدینا اٰیتینِ لم تکونا مُنذُ خلقِ السماواتِ والارضَ ینکَسِفُ القمرلِاَوّلِ لیلۃِ من رَّمَضَانَ و تنکَسِفُ

الشَمْسُ فِي النِصفِ منه

(دار قطنی صفحہ 188)

یعنی ہمارے مہدی کی صداقت کے لئے دو ایسے عظیم نشان ظاہر ہوں گے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر آج تک کبھی ایسے نشان کسی کے لئے رونما نہیں ہوئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ مہدی موعودؑ کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو گرہن لگے اور اسی رمضان میں سورج بھی امام مہدی کی صداقت کے لئے گہنا یا جائے گا اور اسے اس کی گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانے دن گرہن لگے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ و مہدی موعودؑ کی صداقت کی جانچ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کا بیان فرمودہ یہ نشان بہت بلند اور روشن معیار صداقت ہے۔ جو کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اسے ظاہر کرسکے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے 1882ء میں ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ 1889ء میں لوگوں نے آپ پر ایمان لانا شروع کیا کچھ لوگ یقینا چاند اور سورج گرہن کے اس نشانِ صداقت کے رونما ہونے کے منتظر بھی تھے۔ چنانچہ خدا کی تقدیر نے جلوہ نمائی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ پیشگوئی 1894ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خاطر پوری ہوئی۔ جب 1894ء کے رمضان کی 13 تاریخ کو چاند کا حسن مسیح موعودؑ کی خاطر ماند پڑا اور اسی رمضان کی 28 تاریخ کو آپ کے واسطے سورج بھی گہنا گیا اور آپ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔

آپ کیا خوب فرماتے ہیں۔

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک وتار

میرے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ولَیُترکُنَّ القِلاصُ فَلا یُسعیٰ عَلَیھا کی پیشگوئی فرما کے مسیح موعودؑ کے زمانے کی بھی خبر دی اور حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر امام مہدی کی قوم کی نشاندہی بھی فرما دی۔ پھر دجال اور یاجوج ماجوج کے واقعات و نشانات اور ان سے مسیح موعودؑ کے مقابلہ کا ذکر فرما کے آپ نے مسیح موعودؑ کے زمانے کی پہچان کو ہمارے لئے آسان تر بنا دیا۔

صاف دل کو کثرت ِاعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

آپ اپنے روحانی مشن کے لحاظ سے انتہائی کامیاب زندگی گزار کر 26 مئی 1908ء بروز منگل لاہور میں وفات پا کر اس دارفانی سے کوچ کرکے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور 27 مئی 1908ء کو قادیان ضلع گورداسپور میں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ علیہ السلام کی رحلت جہاں ہر احمدی کے لئے ایک دل سوز واقعہ تھی وہاں غیر از جماعت لیکن اہل عقل و دانش کے لئے بھی کسی صدمہ سے کم نہ تھی۔ آپ کے وصال پر بہت سے اہل قلم نے غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کے فضائل کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ جناب مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر حضور کی وفات پر ”موت عالم“ کے عنوان سے رقمطراز ہیں۔ ”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو...... وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا...... مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہیں مجبور کرتی ہے کہ اس احسان کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے...... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے...... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔“

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

جناب مولانا ابوالنصر غلام یٰسین برادر مولانا ابوالکلام آزاد اپریل 1905ء میں قادیان تشریف لائے اور واپسی پر اپنے تاثرات اخبار وکیل امرتسر میں بدیں الفاظ میں شائع فرمائے۔ ”میرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار

ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز، مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً 66سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں مَیں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر 1905ء)

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ 1908ء بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد 3 نمبر 8 صفحہ 322، 1908ء)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مشہور لیکچر ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے متعلق اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ نے جلسہ مذاہب عالم لاہور 1896ء کے اختتام پر لکھا: ’’حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزاصاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا ہے۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو مضمون کی بدولت فتح نصیب ہوئی۔‘‘

(اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ مورخہ 24 جنوری 1897ء)

اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور میں جماعتِ احمدیہ خیرِ اُمت بنتے ہوئے دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام، مساجد کی تعمیر، قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام کررہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب تمام دنیا پر احمدیت کا جھنڈا لہرائے گا اُس وقت ایک خدا، ایک رسول اور ایک قِبلہ ہوگا۔ تب ایک نیا آسمان ہوگا اور نئی زمین ہوگی۔ یہی جماعتِ احمدیہ کا شاندار مستقبِل ہے۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ

سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھادے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سُننےوالو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کرلو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔‘‘

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے لکھا۔ ’’مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے آپ کی پیدائش 40-1839ء میں ہوئی آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ آپ نے انیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1889ء میں بیعت لینی شروع کی... آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی 80 کتابیں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بیس 20 عربی زبان میں ہیں بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘

چودھری افضل حق صدر جمیعۃ الاحرار رقمطراز ہیں۔

’’آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حِس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مہذب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل (حضرت مسیح موعودؑ مراد ہیں۔ ناقل) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے بڑھا اور اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔‘‘

(فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلا بازیاں صفحہ 46)

خواجہ حسن نظامی دہلوی صاحب کا بیان اخبار ”منادی“ میں یوں شائع ہوا۔ ”مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے...... آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔“

(اخبار ”منادی“ 27 فروری، 4 مارچ 1930ء)

مولوی عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔ ”مرزا صاحب تو بہرحال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے ہیں اور مسیحیوں، آریوں، ملحدوں کے جواب میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔“

(اخبار ”سچ“ بحوالہ پیغام صلح 22 جنوری 1926ء)

اخبار ”جیون تت“ میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا۔ ”وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے، سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔“

(بحوالہ البدر 2 جولائی 1908ء)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے بعض انگریزی مضامین میں حضرت اقدس کی زندگی میں صاف صاف لکھا کہ

”آپ جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔“

(انڈین انکوائری جلد 29 ستمبر 1900ء صفحہ 237 بحوالہ الفرقان جون 1955ء)

نواب محسن الملک۔ آپ سر سید مرحوم کے سیاسی جانشین اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔ حضور کی خدمات کو سراہتے ہوئے 2 اکتوبر 1895ء کو بمبئی سے مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔ ”درحقیقت دینی مباحثات و مناظرات (میں) جو دل شکن اور جیسی درد انگیزی باتیں لکھی اور کہی جاتی ہیں وہ دل کو نہایت بے چین کرتی ہیں اور اسے ہر شخص کو جسے ذرا بھی اسلام کا خیال ہو گا روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ خدا آپ کو اجر دے کہ آپ نے ایک دلی جوش سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ یہ کام بھی آپ کا منجملہ او ربہت سے کاموں کے ہے جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں۔“

(الحکم 7 اگست 1934ء)

شمس العلماء سید میر مہدی حسن مرحوم استاد علامہ اقبال۔ اپنے ایک مکتوب میں حضور کے زمانہ قیام سیالکوٹ

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ادنیٰ تامل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔“

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 270)

پھر ایک ملاقات میں چشم پُر آب ہو کر فرمایا۔ ”افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خداتعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔“

(الحکم 17 اپریل 1934ء)

علامہ اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں۔

”آپ عزلت پسند اور پارسار اور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔“

نیز لکھا۔

”کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار و قطار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔“

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 270 - 272)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 مارچ 2020ء)

(23)
حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم اردو کلام

(یعقوب امجد)

در کلام تو چیزیست کہ شعراء در آں دخلے نیست
(تیرے کلام میں ایسی چیز ہے جس میں شعراء کو دخل نہیں)

ہر شعر خواہ وہ کسی بھی صنف نظم سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا کوئی نہ کوئی پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں شعر کہنے والے کے حالات و واقعات اور اس ماحول کا اثر بھی ہوتا ہے، جس میں وہ پروان چڑھتا اور عقل و شعور کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر اوقات شعر کہنے والا شعر کہنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا، مگر شعر کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ان حالات کا تاثر ہوتا ہے، جو اس پر گزر جاتے ہیں یا جن کے بارے میں اسے خیال ہوتا ہے کہ مستقبل میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت وہ ذہنی طور پر ان خیالات و حالات سے دور ہو تا ہے۔ مگر وہ اس کے لاشعور میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے ناگہاں وہ شعر کے سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اگرچہ شعر گوئی کو عام شاعروں سے ہٹ کر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ کا مقصد شعر گوئی سے نہ ذاتی تفنن طبع تھا اور نہ کسی مجلس و محفل میں شعر سنا کر داد و تحسین پانا تھا۔ آپ نے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف واضح طور پر اشارہ فرما دیا۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپ کی اس خاکساری کو بارگاہ خداوندی میں قبول کیا گیا اور آپ کو الہام الٰہی کے ذریعہ یوں داد دی گئی۔

”در کلام تو چیزیست کہ شعراء در آں دخلے نیست“

(تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم)

تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔

آپ کے شعر کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ نہایت اختصار سے اس کے پس منظر کا کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ عام شعراء کی ڈگر سے ہٹ کر آپ نے کس ضرورت کے تحت اشعار کہے۔

آپ کی سیرت کا ابتدائی باب یہ بتاتا ہے کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ آپ کو عوامی مجلسوں میں جانے سے طبعاً کراہت تھی۔ چونکہ عوامی مجالس میں ہر نوع اور ہر خیال کے حامل انسانوں سے میل جول رہتا ہے اور انسان ان کی صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ آپ کو الٰہی تصرف کے زیر اثر بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا شوق دامنگیر ہوا۔ آپ کا زیادہ وقت خانہ خدا میں گزرتا تھا۔ آپ کی یہ لگن اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ آپ کھانے کے اوقات میں بھی اکثر خانہ خدا میں ہوتے اور آپ کے والد بزرگوار کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اس "مسیتڑ" کے لئے کچھ بھجوا دو۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر جب ہم آپ کے شعر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آغاز سے انجام تک ایک ہی تصویر ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جسے دیکھ کر ہم آپ کی شعری کاوش کے مقصد کو بآسانی پا سکتے ہیں۔ آپ کے شعری مجموعے، جو اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں مرتب ہو چکے ہیں۔ ان کے عنوانات ہی بتا رہے ہیں کہ آپ نے شعر گوئی کے کوچے میں کیوں اور کس لئے قدم رکھا؟ چونکہ اس وقت ہمارے زیر نظر صرف آپ کا اردو کلام ہے۔ اس لئے ہم فی الحال اردو تک ہی محدود رہیں گے۔ یاد رہے کہ بعض اوقات اساتذہ کرام کا اثر بھی شعر گوئی پر ابھارتا ہے۔ مگر آپ نے اپنے تعلیمی تذکرے میں اس کی طرف قطعاً کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ اس لئے آپ اس تاثر سے بھی خالی ہیں اور خالص اپنے ماحول سے ہی اپنی شاعری کا آغاز کرنے والے ہیں۔ بعض اوقات شاعر اپنے دور کے بعض شعراء سے متاثر ہوتا ہے۔ مگر آپ اس تاثر سے بھی کوسوں دور دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ آپ کے دور کے بعض محترم احباب بھی کوئے شعر و ادب میں در آئے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں خوب ناموری حاصل کی تھی۔ مگر نہ آپ ان سے متاثر ہوئے اور نہ انہوں نے کسی بھی انداز میں شاعرانہ تعلّی سے کام لیتے ہوئے آپ کی طرف تنقید و تعریض کا اشارہ کیا۔ انہوں نے قریباً قریباً ولادت تا وفات آپ ہی کا زمانہ پایا۔ ذیل میں ہم چند مشاہیر کے اسمائے گرامی معہ سن ولادت و وفات درج کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو حضور کی شعر گوئی کا پس منظر سمجھنے میں اور آسانی ہو جائے۔

منشی امیر احمد امیر مینائی: ولادت 1828ء، وفات 1903ء

نواب مرزا خان داغ: ولادت 1831ء، وفات 1908ء

مولانا (ڈپٹی) نذیر احمد دہلوی: ولادت 1831ء، وفات 1912ء

مولانا محمد حسین آزاد: ولادت1832ء، وفات 1910ء

مولانا الطاف حسین حالی: ولادت 1837ء ، وفات 1914ء

آپ کا سن ولادت 1835ء اور آپ کا وصال 1908ء میں ہوا۔ اب ذرا موازنہ کیجئے کہ مذکورہ بالا محترمین شعر و ادب کے کس کس کوچے میں کام کرتے رہے اور حضور کا جذبہ شعر گوئی کس قسم کی خدمت کے لئے وقف رہا؟ اس سارے پس منظر کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم آپ کے اردو کلام سے متعلق مذکورہ پس منظر کی روشنی ہی میں اپنے ناچیز و ناقص خیالات تحریر کرتے ہیں۔

آپ کا اردو کلام کتابی صورت میں مدون ہو کر ''درثمین'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ جماعت احمدیہ کے چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے اور مرد و زن سبھی پوری دلچسپی سے اپنے امام زمان کا کلام پڑھتے اور نجی مجالس یا جماعتی جلسوں میں سناتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کا اردو کلام خصوصاً بار بار نت نئے انداز میں چھپتا رہا ہے۔ اس وقت خاکسار کے زیر نظر آپ کا اردو کلام ہے۔ اس پر کچھ اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

''درثمین'' اردو کا جو ایڈیشن خاکسار کے سامنے ہے۔ اس کی پہلی نظم کا عنوان ہے۔ ''نصرت الٰہی'' یہ 1880ء میں ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہوئی۔ براہین احمدیہ کے لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حقیقت کتاب اللہ القرآن اور نبوت محمدیہ کی صداقت نمایاں کرکے منکرین دین پر حجت پوری کر دی جائے۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کے دوران جہاں نثری تحریر کے ساتھ آپ نے منظوم کلام کو موزوں سمجھا نثر کی طرح بے ساختہ شعر گوئی سے کام لیا اور اسے داخل تحریر کر دیا۔ مثلاً پہلی ہی نظم، جس کا عنوان ''نصرت الٰہی'' ہے۔ اس کے اندراج سے پہلے جو چند جملے آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اس نظم سے کلی مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ آپ کا منظوم کلام اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے ارتجالاً چلا آتا تھا۔ مذکورہ نظم کا سیاق یوں ہے۔

''یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اس شان و شوکت کو کاٹ سکی نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔

اسے پیس ڈالتا رہا اور جو شخص اس پر پڑا۔ وہ آپ ہی پیسا گیا۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 106)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

آپ کے کلام کا پس منظر تحریر کرنے کے بعد خاکسار نے آپ کی ایک ابتدائی نظم کا سیاق و سباق تحریر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا منظوم کلام کس شان سے آمد کا جامہ پہن کر برمحل اترا کرتا تھا۔ مذکورہ چاروں اشعار معانی و مطالب کا دریا ہیں تو زبان میں و بیان میں سہل ممتنع کے درجے پر ہیں۔ اس لئے ان چار شعروں میں جو مضمون پیش کیا گیا وہ اس سے بہتر انداز میں پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ایک مثال کے بعد اول خاکسار آپ کے اردو کلام کے عنوانات درج کرتا ہے۔ تاکہ اول سے آخر تک آپ کے کلام کے مضامین و مطالب کو سمجھنا آسان ہو جائے اور وہ پس منظر جو اوپر تحریر کیا گیا اس کی روشنی میں آپ کے کلام کا جائزہ لینا کسی حد تک ممکن ہو سکے۔ تو لیجئے! ایک نظر موضوعات مجموعہ اردو پر ڈالئے:

نصرت الٰہی، دعوت فکر، فضائل قرآن مجید، عیسائیوں سے خطاب، اوصاف قرآن مجید، حمد رب العالمین، سرائے خام، چولہ بابا نانک، محمود کی آمین، خداتعالیٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت اماں جان، ام الکتاب، معرفت حق، بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین، جوش صداقت ، نسیم دعوت، پیشگوئی زلزلہ عظیمہ، انذار، قادیان کے آریہ ، اتمام حجت، انذار و تبشیر، محاسن قرآن کریم، مناجات اور دعوت حق، درس توحید، پیشگوئی جنگ عظیم ، بدظنی سے بچو، ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کاطریق۔

خاکسار نے چیدہ چیدہ موضوعات کا اندراج کیا ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ مختصر نظمیں، الہامی اشعار اور مصرعے بھی ہیں۔ ان تمام موضوعات و عنوانات میں جن مضامین کا احاطہ کیا گیا، ان کی تفصیل کچھ یوں

ہے۔

درس توحید، خداتعالیٰ کی محبت، دین کی صداقت، قرآن کریم کی محبت اور آنحضرتﷺ سے والہانہ عشق و محبت کے نمونے ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے نظیر دلائل و براہین کے ساتھ پیغام حق پہنچایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اخلاقی نصائح، دینی معارف و نکات، اور بے مثل دعائیں بھی ملتی ہیں۔ الغرض آپ کے کلام اردو کا مجموعہ ہر لحاظ سے جامع ہے۔ اردو ادب میں اس کی نظیر تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے۔ ہر نظم برجستہ و برمحل ہے۔ جیسا کہ اوپر ایک مختصر نظم کا سیاق و سباق درج کرکے اس کے مضمون اور مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔ اگر احباب پسند کریں تو آپ کی کتب میں سے تمام منظومات کے سیاق و سباق کا مطالعہ کرکے نہ صرف لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ بلکہ علمی اضافہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

پس آپ کا اردو کلام اول سے آخر تک حکمت و معرفت کے نکات پاکیزہ اور حسین مرقع ہے۔ بلکہ تمام کی تمام نظمیں روحانی تشنہ کامی کی سیرابی کے جام لبالب پیش کرتی ہیں۔ ایک شعر تو کجا ایک لفظ بھی آپ کے کلام میں ایسا نہیں ملتا، جو آپ کے کلام کے مزاج کے خلاف آیا ہو۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا کلام معانی و مطالب کے لحاظ سے مئے عرفان کا ایک شفاف شیشہ ہے۔

اب آپ کے کلام معجزہ بیان کا تذکرہ کچھ زبان و بیان اور شعری خوبیاں سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مثال ہے ”کیا پدی اور کیاپدی کا شوربا“ اس لئے قلم لرزاں، تو دل ترساں ہے کہ کہیں اس عاجز کی خام خیالی ٹھوکر نہ کھائے۔ اس لئے نہایت عجز وانکسار سے آپ کے کلام سے بعض اشعار تحریر کرکے ان کے ظاہری و باطنی محاسن پیش کرنے کی ایک ناکام کوشش کر رہا۔ اللہ کرے کہ اس دشوار مرحلے سے گزرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

حمد باری تعالیٰ

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی

ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

خدا کے علاوہ ہر چیز فنا کا شکار ہونے والی ہے۔ اسی لئے آپ نے نہایت کھلے انداز اور آسان پیرائے میں فرمایا کہ کیسے بھی حالات ہوں دنیا والے کچھ بھی سلوک کریں۔ انسان کو ہر حالت میں خدائے واحد پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب کوئی انسان تمام سہارے چھوڑ کر خدا کا ہو جاتا ہے تو وہ ہر حالت میں اس کی پشت و پناہ بن جاتا ہے۔ اہل دنیا اپنے عناد کے باوجود اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ آپ نے

اس مضمون کو اپنے دو شعروں میں نہایت عمدگی و سادگی سے یوں پیش فرمایا۔

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

یہ 1894ء کا کلام ہے۔ اس دور کی زبان میں "اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے" ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ چاروں مصرعے شستہ و برجستہ اور رواں ہیں۔ مگر چوتھے مصرعے نے ان دونوں شعروں میں کمال درجے کی بلاغت سمو دی ہے۔ توحید کا مضمون بیان کرنا اور سادگی کا انتہائی درجہ اپنانا آپ ہی کا حصہ ہے۔ دوسرا کوئی کیا اپنائے گا؟

درس توحید کے بعد اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ آپ کس حد تک خدائے واحد کے عشق سے سرشار ہیں۔ اس طرح کہ آپ اپنے وجود کو اس کے وجود میں ضم کر چکے ہیں۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

یہ دونوں اشعار اپنے ارفع مضمون اور زبان کے معیار سے کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ مضمون ہے کہ گویا معرفت کا جام لبالب ہے۔ جسے پیتے ہی ایک عارف اپنے وجود سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب حقیقی کے وجود میں ضم ہو کر اپنے وجود کی نفی کا اعلان کرتا ہے اور الفاظ ہیں کہ واقعی "لعل بے بدل" ہیں۔ مضمون جتنا بلند ہے الفاظ اتنے ہی آسان ہیں۔

اب ذرا چند شعر "حمد رب العالمین" کے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ انداز غزل کا ہے۔ مگر غزل اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے؟ آپ فرماتے ہیں۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہارِحسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
خوب رویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

یہ نظم مرصع پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع سے مقطع تک ہر شعر ایسا ہے کہ جان غزل اس پر نثار ہوئی جاتی ہے۔ یہ 1882ء کا نمونہ ہے۔ ذرا اس دور کی چند غزلیں لے کر اس حمد کو ان میں شامل کرکے کسی غیر جانبدار اور ناآشنا نقاد کے سامنے رکھ دیجئے اور کہیے کہ ذرا ان غزلوں پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر کچھ ارشاد فرمایئے۔ تو پھر دیکھیں کہ وہ اس نظم کو کس انداز میں کیسے کیسے پڑھتا اور اس پر ہزار جان سے نثار ہوتا ہے۔ اس میں نہ صرف عارف باللہ کا عاشقانہ انداز ہے۔ بلکہ بعض نادر تشبیہیں بھی ہیں۔ جو اردو شاعری میں تلاش کرنے سے بھی مل نہیں سکتیں۔ مثال کے طور پر ’’خوب رو‘‘ کی ملاحت کو ’’حسن مطلق‘‘ کا حصہ قرار دینا، ’’ہر گیسوئے خمدار‘‘ کو سائل کا ہاتھ قرار دے کر اسے ’’حسن مطلق‘‘ کی طرف پھیلے ہوئے دکھانا اور ہر ’’حسین کی چشم مست‘‘ میں ’’حسن مطلق‘‘ کا جلوہ دکھانا وغیرہ۔

قرآن مجید کے فضائل و اوصاف

توحید باری تعالیٰ کے بعد جگہ جگہ آپ کے کلام میں اس مضمون کا دریا بہتا ہوا دعوت نظارہ دیتا ہے۔ہر شخص میں یہ طاقت کہاں کہ وہ اس دریائے مواج کا شناور بن کر اس کی تہہ سے موتی ڈھونڈ لائے۔ وہ شاید اس کا سطحی نظارہ کرنے کی تاب بھی نہ لا سکے۔ یہ اس شیدا کا کام ہے جو دس ہزار مرتبہ سے زیادہ دفعہ اس

دریا کے پار اتر چکا ہو۔ آیئے ذرا دیکھتے ہیں کہ آپ کس کس شان کے لعل بے بدل نکال کر پیش کرتے ہیں۔ نمونے کے چند اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

☆☆☆

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

☆☆☆

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا، ہر دل بدل دیا
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر

سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر
پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

☆☆☆

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

☆☆☆

شکرِ خدائے رحماں، جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے، نوشتہ نیا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آپ نے قرآن مجید کے فضائل و اوصاف کو نہایت انوکھے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد قرآن کی شان و عظمت کو بیان کرنے کا کوئی ایسا نمونہ ملتا ہے۔ مذکورہ اشعار میں سے آخری شعر آپ کی قرآن مجید سے انتہائی عقیدت و محبت کو بیان کرتا ہے۔ اس سے بہتر انداز اور بہتر الفاظ میں قرآن مجید سے عشق کا اظہار کرنا ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! قرآن کو کعبہ قرار دے کر ہمہ وقت اس کا طواف کرنا اور اس مقدس آسمانی صحیفے کو چومتے رہنا آپ کی دلی آرزو ہے۔ مذکورہ اشعار نہ صرف معانی کے اعتبار سے بلکہ الفاظ کے اعتبار سے بھی ممتاز و وقیع مقام رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ان اشعار میں قرآن مجید کو بے نظیر و یکتا کلام پاک قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے دنیا کے سب سے مہنگے اور خوبصورت لعل و گوہر کی مثال دے کر انہیں بھی حقیر اور بے قیمت قرار دیا ہے۔ وجہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن سراسر خدا کا کلام ہے اور کسی انسان کا کلام کیونکر اس کا ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ قرآن خدا کی معرفت کے لبالب جام پلاتا ہے، معارف کے شیریں پھل دیتا اور ہر شک و شبہ کو دل سے دھو ڈالتا ہے۔ یہ خدا نما ہے اور خدا کا نور ہے۔ باقی تمام کتابیں قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہیں جب کہ قرآنی نور اپنے نشانوں کے جلووں سے خداتعالیٰ کا دیدار کراتا اور تشنہ کامی کا سامان کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ پہلے سارے صحیفوں سے ہر لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان صحیفوں کو انسانوں نے بگاڑدیا ہے۔ الغرض مذکورہ اشعار میں قرآن کی عظمت و بزرگی اور فضلیت و وقعت کا ایک دریا رواں ہے۔ مطالب کی طرح ان اشعار کی زبان بھی ہر انداز سے معیاری ہے اور مضمون کا حق خوب ادا کرتی ہے۔ جہاں جہاں کسی تشبیہ کا استعمال ہوا ہے وہ بھی خوب ہے۔ مثال کے طور پر سابقہ کتب کو غنچے قرار دینا اور قرآن مجید کو ’’گل شگفتہ‘‘ سے بیان کرنا یہ لطیف اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ سابقہ کتب قران مجید کے نزول کے بعد ’’بند غنچوں‘‘ کی طرح اپنا اثر زائل کر چکی ہیں۔ جب کہ قرآن مجید ایک گل شگفتہ کی طرح گلشن ہستی میں اپنی مہک پھیلا رہا ہے۔

حضرت محمد ﷺ سے عشق کا اظہار

آپ کے منظوم کلام میں تیسرا بڑا مضمون ہے۔ جس پر آپ نے دل کھول کر لکھا ہے۔ اس مضمون میں بھی آپ نے اپنے ذاتی تجربے کی بنا نئے انداز سے عشق کے باب میں اچھوتے خیالات کا اضافہ فرمایا ہے۔ آپ نے شعراء کی روایتی انداز کی نعت گوئی سے ہٹ کر اپنی راہ خود نکالی ہے۔ اس لئے آپ کا یہ انداز بھی خالص ذاتی ہے۔ آپ نے روایتی شعراء کی نظموں کے مطالب و معانی اور زبان و بیان دونوں کو ایک طرف رکھ کر ایک نیا اور سادہ انداز اپنا کر اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اس جگہ نمونے کے لئے ایک شعر تحریر کیا جاتا ہے۔

اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں

وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

روایتی نعت گو مدینے جا کر گلی کوچوں کا دیدار کرنے کا طالب ہوتا، روضے کی جالی کو فرط عقیدت سے چومنے کی بات کرتا ہے اور انتہائے آرزو یہ کہ اسی کوچے میں جان دینے کی تمنا کرتا ہے۔ کبھی آپؐ کے

حسن و صورت کا ذکر کرکے روشن مکھڑے، کالی زلفوں اور ان کی مہک کا مضمون باندھتا ہے۔ الغرض جو کچھ وہ حسن مجازی میں دیکھتا ہے۔ وہی کچھ وہ حسن رسالتؐ میں تلاش کرتا ہے۔ لیکن آپ کی نعت گوئی میں آپ کا ذاتی تجربہ عشق شامل ہے۔ آپ نے حلفاً اپنے ایک عربی شعر میں اپنے آقا کی ملاقات کا شرف پانے کا بیان یوں فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ بخدا میں نے اس کے حسن و جمال کا اپنی ان آنکھوں سے، اس جگہ پر بیٹھ کر مشاہدہ کیا ہے۔

محبوب سے ملاقات کا یہ شرف حاصل کرنا ہی کسی نعت گو کے بس میں کہاں؟ یہ تو صرف اسی کو میسر آتا ہے جو اپنے آپ کو حقیقت میں اس کا اہل بنا دے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک فارسی شعر میں حضرت شہ لولاکؐ سے اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے۔

می پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر می داشتم بال و پرے

آپ نے اپنی ایک نظم بعنوان ”ام الکتاب“ میں فرمایا ہے:

اے دوستو! جو پڑھتے ہو ”اُم الکتاب“ کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

ان سطور کے بعد اب خاکسار قارئین کے لئے حضور کے وہ نعتیہ اشعار پیش کرتا ہے جنہیں آپ نے بارہا پڑھا ہو گا۔ مگر امید ہے کہ آج مذکورہ سطور کے مطالعے کے بعد آپ کو ان اشعار کا مطالعہ ایک نیا سرور دے گا۔ لیجئے کچھ منتخب نعتیہ اشعار حاضر ہیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا، نورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

غور کیجئے آپ نے ”ذات حق“ سے ملنے کا وسیلہ نور پیمبری ہی کو قرار دیا ہے۔ یہی مضمون ہے ”سورہ آل عمران“ کی آیت 32 کا۔ گویا آپ نے اس آیت کو رہنما بنا کر اس مقام کو پایا ہے۔ لیجئے نعتیہ اشعار کا

مزید انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

مصطفیؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جان کو مدام
دل کو وہ جامِ لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نقشِ ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تیری رہ میں اڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لا جَرم در پہ ترے سَر کو جھکایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

مذکورہ بالا نعتیہ اشعارِ جن نکات پر مشتمل ہیں۔ پوری نعتیہ شاعری میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح مذکورہ اشعار کے معانی و مطالب ایک سچے عاشق کی دلی کیفیت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح ان اشعار کی زبان و بیان اور الفاظ کی سادگی اور صفائی دل میں اثر کرتی چلی جاتی ہے۔ ہمارا مقصد موازنہ نہیں ہے۔ اگر مقصد یہ ہوتا تو ایسے نعتیہ اشعار یہاں درج کر دیتے جن کے معانی سمجھنے کے لئے بھی ہر قاری کو لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی۔ دراصل شعر تو وہی ہے کہ سنتے ہی دل میں اتر جائے۔ ورنہ محض تشبیہ و استعارہ اور زبان و بیان کے گورکھ دھندے میں قاری کو الجھانا شعر نہیں کہلاتا۔ کیونکہ شعر تو نام ہی پر تاثیر کلام کا ہے۔ مذکورہ اشعار کے اس معیار کو ہر لحاظ سے پورا کرتے ہیں۔ یہ سب اشعار بھی زبان کے اعتبار سے سہل ممتنع کی خوبی رکھتے ہیں۔

چند نعتیہ اشعار بطور نمونہ اور تحریر کئے جاتے ہیں۔ ان کے معانی و مطالب بھی آسان اور عام فہم ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرُ الوریٰ یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا

وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اب چند متفرق نعتیہ اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

الہامی شعر

زندگی بخش جام احمدؐ ہے

کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا

سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے

باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا

میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

دعائیہ مضمون پر مشتمل اشعار

اوپر ہم نے آپ کے کلام کے موضوعات درج کئے ہیں۔ مگر اس مضمون میں ہم سب موضوعات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ہم نے ان میں سے بعض موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اس وقت چوتھا موضوع پیش کیا جا رہا ہے۔ جو دعائیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ عبادت کے اندر ''دعا'' کا نمایاں دخل ہے۔ کیونکہ دعا کو رسول اللہ ﷺ نے ''مخ العبادۃ'' یعنی عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ ہر مصیبت سے نجات پانے کے لئے دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ اس لئے آپ نے اشعار میں دعا کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ اب آپ کے دعائیہ اشعار کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کے دعائیہ اشعار بھی اپنے اندر ہر لحاظ سے ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔ اردو شاعری میں اس کا جواب نہیں مل سکتا۔

اے قادر و توانا آفات سے بچانا

ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
شیطاں سے دور رکھیو! اپنے حضور رکھیو!
جاں پُرزِ نور رکھیو! دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مباک سبحان من یرانی
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

مذکورہ بالا اشعار میں مانگی جانے والی دعاؤں کی قبولیت کا رنگ اس قدر نمایاں ہے کہ کسی مثال یا وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے یہ دعائیں اگرچہ اپنی مبارک اولاد کے لئے کی ہیں۔ مگر آپ کی روحانی اولاد جماعت احمدیہ نے بھی آپ کی ان متضرعانہ دعاؤں کے طفیل خوب حصہ پایا ہے۔ ایک زمانہ گواہ ہے کہ خاندان کے معزز و محترم افراد اور بقیہ جماعت کے احباب نے جو بھی ترقی پائی ہے اور جس میدان میں بھی ناموری حاصل کی ہے۔ وہ آپ کی انہی دعاؤں ہی کا اثر ہے۔ دوست تو دوست دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہر پہلو سے نمایاں ہے۔

اس موضوع پر ایک طویل نظم ہے جو 29صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر جامع اور کامل نظم ہے۔ الفاظ و معانی کا خزانہ تو زبان و بیان کا لاثانی مرقع ہے۔ انداز اتنا رسیلا اور جاذب کہ قاری اول سے آخر تک پڑھتے ہوئے دلچسپی کو قائم رکھتا ہے۔ کیا مجال ہے کہ طوالت کے سبب اکتا جائے۔ ہر ایک شعر اپنی برمحل اہمیت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک بے مثل نگینے کی طرح اپنی اپنی جگہ پر جڑا ہوا ہے۔ اس لئے یہاں صرف چند منتخب اشعار ہی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حظ اٹھانے کے لئے پوری نظم کا مطالعہ ایک

ہی نشست میں کیا جائے تو یہ نظم اپنی خوبیوں کو خود ظاہر کرے گی۔ چند شعر حاضر ہیں۔

اے خدا اے کار ساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطان کامیاب و کامگار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

یہ طویل نظم 29صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مناجات سے شروع ہو کر مختلف انداز میں ابلاغ کے موضوع کو اپنایا گیا ہے کچھ اور نمونے کے اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روز گار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

یہ اشعار پہلی بار 1908ء میں طبع ہوئے تھے۔ اس وقت کی ترقی کا حال آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اب اس پر سو سال گزر چکے ہیں۔ اب بفضل اللہ یہ پیشگوئی اور بھی زیادہ شان سے پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ اب احمدیت دنیا کے طول و عرض میں اس وسعت سے پھیل چکی ہے کہ اب ''دنیائے احمدیت'' پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ یہ احمدیت کی صداقت پر دلیل ناطق ہے۔ ایک اور انداز میں پیغام حق پہنچاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
یاد وہ دن جب کہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دین
مہدیٔ موعودِ حق اب جلد ہو گا آشکار
کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے؟
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار؟

مختصر یہ کہ آپ کا مجموعہ اردو کلام گونا گوں ظاہری و باطنی خوبیوں سے معمور ہے۔ نہ زبان میں طاقت کہ وہ بیان کر سکے نہ قلم میں قوت کہ وہ تحریر کر سکے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو آپ کو ''سلطان القلم'' کا لقب عطا نہیں فرمایا۔ فی الواقع آپ نظم و نثر میں اس مقام پر کھڑے ہیں کہ ''سلطان القلم'' کا لقب آپ ہی کو زیبا ہے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 مارچ 2020ء)

(24)

حضرت مسیح موعودؑ اور سرسید احمد خان باہمی روابط، تائید و حمایت اور اختلافات تاریخ کے آئینہ میں

(مرزا خلیل احمد قمر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سید صاحب تینوں باتوں میں میرے موافق رہے۔ اول حضرت عیسیٰ کی وفات کے مسئلہ میں۔دوم جب میں نے یہ اشتہار شائع کیا کہ سلطان روم کی نسبت گورنمنٹ انگریزی کے حقوق ہم پر غالب ہیں تو سید صاحب نے میرے اس مضمون کی تصدیق کی اور لکھا کہ سب کو اس کی پیروی کرنی چاہیئے۔ سوم اس کتاب امہات المومنین کی نسبت ان کی یہی رائے تھی کہ اس کا رد لکھنا چاہیئے میموریل نہ بھیجا جائے کیونکہ سید صاحب نے اپنی عملی کاروائی سے رد لکھنے کو اس پر ترجیح دی۔ کاش اگر سید صاحب زندہ ہوتے تو میری اس رائے کی ضرور کھلی تائید کرتے‘‘

ایک پولیٹیکل مصالح شناس شخصیت سرسید احمد خان بانی دارالعلوم علی گڑھ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے تعلقات زمانہ ملازمت سیالکوٹ سے لیکر ان کی وفات تک قائم رہے۔ ان تعلقات کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک بہت نمایاں پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ آپ کا ہر اتفاق اور اختلاف سچائی کی خاطر تھا۔ دنیا میں آپ کو کسی کی ذات سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اپنے اس مقام سے سرمو انحراف نہ کیا جس پر خدا تعالیٰ نے بطور حکم و عدل کے آپ کو قائم فرمایا تھا۔ سرسید احمد خان کا ذکر حضور کے ساتھ سب سے پہلے آپ کے دورانِ قیام سیالکوٹ 1868ء - 1864ء میں آتا ہے۔ شمس العلماء سید میر حسن (جو علامہ اقبال کے استاد تھے) حضرت مسیح موعود کی سرسید احمد خان کے ساتھ خط و کتابت کے متعلق لکھتے ہیں۔

’’مرزا صاحب کو کہا کہ سرسید احمد خان نے تورات اور انجیل کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ ان سے خط و کتابت کریں۔ اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کو عربی میں خط لکھا۔ اسی سال سرسید احمد خان نے قرآن مجید کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے

پاس آچکی تھی۔جب میں اور شیخ اللہ داد صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کیلئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے۔ تو اثنائے گفتگوسرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا ذکر بھی آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوع کی تفسیر آ گئی ہے۔ جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے۔ کل جب آپ آویں تفسیر لیتے آویں جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا‘‘

سرسید احمد خان سے حضور کے تعلق کا دوسرا ذکر تقریبًا دس سال بعد آتا ہے اس کے اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ 1875ء میں ہندومذہب میں زندگی کی ایک لہر آریہ سماج کے نام سے اُٹھی اور دیکھتے دیکھتے ہندو، مومن اور عیسائی بھی اس کے ممبر بن گئے۔ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیا نندسرسوتی (وفات اکتوبر 1883ء) کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہندو مت کے بنیادی عقائد پر مباحثہ کی دعوت دی اور ان کے عقائد کو وید کی رو سے غلط قرار دیا۔ پنڈت صاحب خود تو آخری دم تک مباحثہ کیلئے آمادہ نہ ہوئے البتہ امرتسر کے ایک وکیل باوا نرائن سنگھ نے لاہور کے اخبار ’’آفتاب پنجاب‘‘ کے کالموں میں حضرت بانی سلسلہ کے ساتھ بحث کا اعلان کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب نے جواب کیلئے ’’سفیر ہند‘‘ امرتسر کے کالموں کو منتخب فرمایا۔ 23 فروری 1875ء کے ’’سفیر ہند‘‘ میں شرائط مطلوبہ کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اس میں چوتھی شرط یہ تھی۔

4۔ ’’شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کومنصفان تنقید جواب قرار دیا ہے مولوی سید احمد خان ،منشی کنہیا لال، منشی اندرمن کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز میں مولوی سید احمد خان کا نام بھی جو ہم سے اخوت دین رکھتے ،ہیں درج کر دیا ہے‘‘

آگے چلنے سے پہلے بہتر ہو گا کہ سرسید احمد خان صاحب کی خدمات کا کچھ تذکرہ کیا جائے۔

سرسید احمد خان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے 1857ء کے ہنگامہ اور پر آشوب دور کے بعد مومنوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور ’’اسباب بغاوت ہند‘‘ کے نام سے رسالہ تحریر کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ’’لائل محمڈنز آف انڈیا‘‘ میں مسئلہ جہاد پر روشنی ڈالی اور انگریزوں کو مومنوں کے قریب کرنے کی کوشش کی۔ اسی زمانہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ مومنوں اور عیسائیوں کے درمیان جو اختلافات بڑھتے جاتے ہیں اور جن کو عیسائی پادریوں کی دریدہ دہنی اور نا مناسب حرکات نے اور اشتعال دلایا ہے، ان کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ آپ نے عیسائیوں اور مومنوں کو ایک

دوسرے کے قریب لانے کے لئے ’’تبیئن الکلام‘‘ کے نام سے انجیل کی تفسیر لکھی۔ انہی دنوں ولیم میور کی شہرہ آفاق تصنیف ’’لائف آف محمد‘‘ منصۂ شہود پر آئی جس میں دین اوربانی دین کی زندگی کو رکیک حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔ جن کتب کے حوالے دیئے تھے ان کو مشاہدہ کرنے اور قدیم کتب کا مطالعہ کرکے اس کا جواب دینے کیلئے سر سید نے اپنا بہت اسباب فروخت کر کے اپریل 1869ء کو انگلستان کا سفر اختیار کیا۔ ایک سال کی تگ و دو کے بعد خطبات احمدیہ کے نام سے اس کا جواب دیا۔ اسی دوران مومنوں کے زوال اور انگریز کے عروج کا موازنہ کیا۔ مگر قیام انگلستان کے نتیجہ میں سر سید مغربی فلسفہ اور علوم سے کسی قدر مرعوب بھی ہوئے اور انہوں نے دین کو مغربی فلسفہ کے مطابق ڈھالنا شروع کیا اور دین کا مطالعہ مغربی فلسفہ کی عینک سے کرنا شروع کر دیا۔ 1873ء میں سر سید نے دارالعلوم علی گڑھ کی بنیادر کھ کر مسلمانان ہند کی تعلیمی پسماند گی کو دور کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب جانے کا مواقع ملا اور یوں اعتماد سازی کی فضاء پیدا ہو گئی اور مسلمان ایک بار پھر ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ مسلمان نوجوان انگریزی تعلیم حاصل کر کے سر کاری ملازمت حاصل کرنے لگے اور ان میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہو گئی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ نوجوان نسل مغربی فلسفہ سے نہ صرف متاثر ہوئی بلکہ اس رنگ میں رنگی گئی۔ سر سید احمد خان نے مغربی فلسفہ اور مستشرقین کے اعتراضات اور خاص طور پر فرائیڈ کے نظریہ تحلیل نفسی سے متاثر ہو کر یہ نظریہ اختیار کیا کہ الہام دل سے ہی اٹھتا ہے اور دل پر ہی پڑتا ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف لاکھوں انبیاء اوراولیاء کا ذاتی تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ الہام خارج سے آتا ہے اور وہ قلب کی آواز نہیں ہوتی بلکہ خدا کا کلام ہوتا ہے جو انسان کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ چند ایک مادہ پرستوں سے مرعوب ہو کر لاکھوں راست بازوں کے تجربوں اور مشاہدوں کا سید صاحب نے انکار کر دیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین میں الہام کے بارہ میں اعتراضات کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات کے معترف تھے مگر ان کے مذہبی خیالات کو اور (دین حق) کو مغربی فلسفہ کے مطابق ڈھالنے کے سخت خلاف تھے۔حضرت اقدس نے 1885ء دعوت نشان نمائی دی اور مجددیت و ماموریت پر سرفراز ہونے کا اعلان فرمایا اور تمام بڑے بڑے لوگوں کو قادیان آکر نشان دیکھنے کی دعوت دی آپ نے فرمایا۔

’’اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا‘‘

اسی سال نومبر 1885 میں حضرت اقدس نے سر سید احمد خان صاحب اور مہاراجہ دلیپ سنگھ سے متعلق متوحش

خبریں بطور پیشگوئی ہندوؤں اور (مومنوں) کو سنائیں پھر بعد میں 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار بھی شائع فرمایا۔

’’اور باوجود اس رحمت کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر ہمارے وجود میں رکھی ہے۔ اگر کسی کی نسبت کوئی بات نا ملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے بعض دوستوں کی نسبت اپنے جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وار دپنجابی الاصل بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں، جو انشاء اللہ القدیر بعد تصنیف لکھی جائیں گی، منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ہم دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دُعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے‘‘

یہاں نجم الہند سے مراد سرسید احمد خان تھے۔

(مکتوبات سرسید صفحہ 371)

سرسید احمد خان نے مغربی فلسفہ اور مغربی علوم سے متاثر ہو کر قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور جگہ جگہ غلطیاں کیں اور قرآنی تعلیمات کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جودین کے بنیادی عقائد کی نفی کر رہی تھی۔ سرسید نے نہ صرف قبولیت دعا اور الہام ملائکہ اور معجزات کا انکار کیا بلکہ ملائکہ اور نبوت کے متعلق اپنی تفسیر القرآن میں لکھا:

’’جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا‘‘

’’میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں جو انبیاء میں مقتضائے اپنی فطرت کے مثل دیگر قوائے انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے‘‘

’’اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا جبرائیل نام ہے‘‘

سرسید کے سوانح نگار کا تجزیہ: سرسید کی تفسیر کے بارہ میں ان کے سوانح نگار نورالرحمٰن ’’حیات سر سید‘‘ میں تحریر کرتے ہیں:

’’جدید علم کلام کی ایجاد اور اس قدر وسیع اور مہتم بالشّان مسئلے میں ہزاروں اختلافات اور گتھیوں کو سلجھا

کر ایک سیدھی اور ایک نئی رہ قائم کرنا ایک معمولی کام نہ تھا اور نہ ایک ذات واحد کی کوششوں سے انجام پا سکتا تھا۔ اس لئے سر سید نے اپنے اجتہادات میں باوجود غیر معمولی لیاقت وقابلیت کے بے شمار غلطیاں کی ہیں اور بعض ایسی رکیک اور مہمل تاویلات پر اتر آئے ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں کر وہ ان طفل تسلیوں سے اپنے علمی دماغ اور تنقیدی ذوق کو مطمئن کرسکے… لیکن اکثر مسائل ایسے بھی ہیں جہاں ان کا اجتہاد تمام دنیا سے الگ ہی ہے اور وہ تنہا ان عقائد کے حامل نظر آتے ہیں''

(حیات سر سید شائع کردہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ صفحہ 104 - 105)

''سر سید کی یہ رائے سن لینے کے بعد ہر شخص ان کے مذہبی کاموں اور عقائد پر دوبارہ نظر ڈالنا چاہتا ہے اور وہ اسباب ڈھونڈتا ہے جن کی وجہ سے سر سید نے مذہبی تصانیف میں صرف اختلافات ہی نہیں بلکہ بے شمار غلطیاں بھی کیں۔ ذاتی اجتہاد میں غلطی کا امکان ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اس موقع پر بھی خلاف توقع نہیں۔ لیکن ایک اور سبب بھی تھا جس نے سر سید کو بعض جگہ نہایت ہی افسوس ناک غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا۔ سر سید نے انگریزی حکومت کے عروج و اقبال کے ساتھ ہی مغربی علوم کی روشنی اور چمک دیکھی تھی… گویا وہ جدید ترقیات سے اس درجہ متاثر اور مرعوب ہو چکے تھے کہ بغیر غوروفکر کے ان کو قبول و تسلیم کر لیتے تھے چنانچہ ان کے اکثر کاموں میں مغرب پرستی یا اس کا غیر محسوس اثر نمایاں ہے۔ مذہبی اجتہاد کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ اول انہوں نے مغربی علم و حکمت کو حقائق سمجھ لیا اور پھر تاویل کی لے اس قدر بڑھائی کہ بجائے مغربی علوم کے مذہب کو ہی جھکنا پڑا۔ مجتہد حیثیت میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے''

(حیات سر سید صفحہ 107 - 108)

علی گڑھ تحریک مذہبی تحریک نہیں تھی: علی گڑھ تحریک کا درست پہلو اسکا اصلاحی حصہ ہے۔یہ تحریک ہندوستان کے مسلمانوں کی اصلاحی تحریک تھی تاکہ وہ جدید تعلیم حاصل کر کے کاروبار حکومت میں شریک ہوں اوران کے معاشی حالات بہتر ہوں اور ان کی پسماندگی کو دور کرنے میں مدد دی جا سکے مگر سر سید احمد خان دین کے بارے میں اپنے نظریہ عقل یا نیچر پر، مبنی خیالات پیش کرنے لگے۔ چنانچہ معروف مؤرخ شیخ محمد اکرم علی گڑھ تحریک کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سر سید نے جدید الکلام کا آغاز کیا اور ان کے باقی رفقائے کار بالخصوص حالی، محسن الملک اور نذیر احمد ان کے اکثر عقائد سے اختلاف رکھتے تھے۔ دوسرے اس میں کوئی شک نہیں کہ علی گڑھ تحریک نے قوم کو جس رنگ میں رنگا وہ مذہبی نہ تھا بلکہ فی الحقیقت یہ تعلیمی ادبی اور کلچرل تحریک تھی مذہبی تحریک نہ تھی۔ اس کا مقصد اولیٰ قوم کی دنیاوی پستی

کو دور کرنا تھا اور مذہبی احیاء اس کا مطمع نظر نہ تھا"

(موج کوثر صفحہ 43)

حضرت اقدس کی محفل میں ذکر: سر سید کے اس میلان طبع کا ذکر ایک روز حضرت اقدس کی محفل میں بھی ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "سید احمد صاحب کے یورپ کی طرف میلان پر فرمایا کہ انسان جس شے کی طرف پوری رغبت کرتا ہے تو پھر اس کی طرف اس کا میلان طبعی ہوجاتا ہے اور آخر کار وہ مجبور ہو جاتا ہے" حضرت اقدس چونکہ حکم وعدل تھے آپ نے سر سید کے خیالات کی تردید فرمائی ہے۔ آپ نے سر سید احمد خان کا نام لیکر ان کے غلط خیالات کا رد کیا۔ فرمایا: "یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کی ہزیمیت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کردے گا... کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہورہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو ایسا ضعیف کردے کہ کالعدم کردیوے گا"

برکات الدعا کی تصنیف: سر سید احمد خان نے رسالہ الدعاء والاستجابۃ میں لکھا کہ استجابت دعا دراصل کوئی چیز نہیں فقط دل کی تسلی کا ہی نام ہے ورنہ دعا کا قبول ہونا بالکل بے معنی بات ہے۔ خدا اپنے کام سے غرض رکھتا ہے کسی کی دعائیں وغیرہ نہیں سنتا...جس میں آپ نے ان کے پیش کردہ دلائل کو معقولی اور منقولی رنگ میں رد فرمایا اوروحی کے خارج سے آنے اور دعا کی قبولیت کے متعلق اپنا تجزیہ بطور ثبوت پیش کیا اور اس میں وہ تمام طریق تحریر فرمائے جن کے ذریعہ انسان اس مقام پر جا پہنچا ہے جہاں بندہ کی دعائیں جناب الٰہی میں مستجاب ہوتی ہیں۔ حضرت اقدس نے اس کتاب کے آخر میں ایک نظم لکھی اور سر سید کو دعوت دی کہ مجھ سے دعا کے مستجاب ہونے کے نمونے دیکھ لو اور ان نمونوں میں سے جو آپ نے سر سید احمد خان صاحب کے سامنے پیش کئے، ایک نمونہ لیکھرام پشاوری کی پیشگوئی بھی تھی۔ دوسرے رسالہ "تحریر فی اصول التفسیر" میں سر سید نے اپنے دوست حریف سے تفسیر کے اصول مانگے تھے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ "یہ خدمت بھی میں ہی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ بھولے کو رہ بتانا سب سے پہلے میرا فرض ہے"

حضرت اقدس نے سر سید کی تاویلات کارد فرمایا۔ اگر چہ وہ اپنے خیال میں دین کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نادانی سے درحقیقت وہ اس کی جڑ پر تبر چلا رہے تھے۔ پس حضرت اقدس نے سر سید اور ان کے پیرو کاروں کو جو نیچری کہلاتے تھے، ان کی غلطیوں پر متنبہ کیا اور قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے تعلق باللہ کا ہونا ضروری قرار دیا۔ آپ نے تفسیر کے لئے سات معیار تحریر فرما کر لکھا کہ سید صاحب کی تفسیر ان ساتوں معیاروں سے اکثر مقامات میں محروم و بے نصیب ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ’’تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہوجائے اور یہ خیال ہر گز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے بے وارث ہی گزر گئے اور اب ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر صدی میں ضرورت کے وقت انکے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔ خداتعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خداتعالی کی تائید کے نکل نہیں سکتی تھی وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے گا‘‘

سر سید کے بارے میں ایک پیشگوئی کا پورا ہونا: جب 6 مارچ 1897ء کو لیکھرام پیشگوئی کے مطابق قتل ہوا تو حضرت اقدس نے سر سید احمد خان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے 12 مارچ 1897ء کو ایک اشتہار بعنوان سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی شائع فرمایا۔ ’’سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ کاش! اگر وہ چالیس دن تک ہی میرے پاس رہ جاتے تو نئے اور پاک معلومات پالیتے مگر اب شائد ہماری اور ان کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہو گی۔ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ سید صاحب اس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار ہے‘‘

پھر فرمایا ’’آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں ایک پیشگوئی میں نے 20 فروری 1886ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عمر کے ایک حصہ میں ایک سخت غم وہم پیش آئے گا اور اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انھوں نے اخباروں میں رد چھپوایا تھا مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی اور یکدفعہ ناگہانی طور پر ایک شریر انسان کی خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہو گا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع گیا۔ میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس نقصان کے وقت علی گڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم میں مر جاتے۔ یہ بھی میرزا صاحب نے سنا کہ آپ نے اس غم سے تین دن روٹی

نہیں کھائی اور اسقدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہو گئی سو اے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو'' اس پیشگوئی کے بارے میں آپ نے ایک دفعہ سر سید کی وفات کے بعد فرمایا:

''میں نے سید احمد خان کو لکھا تھا کہ میں نے لیکھرام کے واسطے دعا کی تو مجھے خبر دی گئی ہے کہ تیری دعا قبول ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ اس کو ہیبت ناک موت سے مارے گا۔ یہی نمونہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اگر یہ دعا قبول نہ ہوئی تو تمہارے دعویٰ کا ثبوت ہوا۔ اور اگر قبول ہو گئی تو تم اس عقیدہ سے توبہ کرنا اور وہ لیکھرام کی موت کو دیکھ کر فوت ہوا''

چندہ لینے کی کوشش:6مارچ 1897ء کولیکھرام قتل ہوا اور 13 مارچ کو حضور نے اس کی موت پر پیشگوئی پوری ہونے کا اشتہار شائع فرمایا۔ جن دنوں یہ اشتہار زیر تکمیل تھا۔ سر سید احمد خان حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے ذریعے سلسلہ جنبانی کر رہے تھے جس کی تفصیل حیات نور صفحہ 222 - 223 میں درج ہے۔

سر سید احمد خان پر اتمام حجت:سر سید احمد خان صاحب کی وفات 27 مارچ 1898ء کو ہوئی۔ ان کی وفات سے تقریباً ایک سال قبل حضرت مسیح موعود نے سر سید کے مذہبی معتقدات کے بارے میں ان پر اتمام حجت کردی۔ حضرت اقدس نے ... مئی 1897ء میں شائع فرمائی۔ اس میں آتھم و لیکھرام سے متعلقہ پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا خاص طور پر تفصیل سے ذکر فرمایا۔اس کے علاوہ خاص طور پر تین فتنے جو ظہور میں آئے ہیں اور جن کا ذکر براہین(...) میں تھا۔ ان کے بارے میں حضرت اقدس نے بڑی تحدی سے مندرجہ ذیل نوافراد کو قسم موکد بہ عذاب کھانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''کیا محمد حسین بٹالوی یا سیداحمد خان صاحب کے سی ایس آئی۔ یا نذیر حسین،دہلوی یا عبدالجبار۔ غزنوی یا رشیداحمد گنگوہی یا محمدبشیر بھوپالی، یاغلام دستگیر قصوری یاعبداللہ ٹونکی پروفیسر لاہور۔ یا مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ قسم کھاسکتے ہیں کہ یہ تین فتنے جن کا ذکر پیشگوئی کے طور پر براہین (...) میں کیا گیا ہے ظہور میں نہیں آگئے۔ اگر کوئی صاحب ان صاحبوں میں سے میرے الہام کی سچائی کے منکر ہیں تو کیوں خلقت کو تباہ کرتے ہیں میرے مقابل پر قسم کھا جائیں کہ یہ تینوں فتنے جو براہین (...) میں بطور پیشگوئی ذکر کئے گئے ہیں یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور اگر پوری ہو گئی ہیں تو اے خدائے قادر اکتالیس دن تک ہم پر وہ عذاب نازل کر جو مجرموں پر نازل ہوتا ہے پس اگر خداتعالیٰ کے ہاتھ سے اور بلاواسطہ کسی انسان کے وہ عذاب جو آسمان سے اترتا اور کھا جانے والی آگ کی طرح کذاب کو نابود کر دیتا ہے

اکتالیس روز کے اندر نازل نہ ہوا تو میں جھوٹا اور میرا تمام کاروبار جھوٹا ہو گا اور میں حقیقت میں تمام لعنتوں کا مستحق ٹھہروں گا"

اس کے بعد خصوصی طور پر سرسید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اور یاد رہے کہ میں نے سیّد احمد خان صاحب کا نام منکرین کی مد میں اس لئے لکھا ہے کہ ان کو خدا کے اس الہام بلکہ وحی سے بھی انکار ہے جو خدا سے نازل ہوتی اور علم غیب کی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے چونکہ وہ بھی اب عمر کی منزل کو طے کر چکے ہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ یورپ کے کورانہ خیالات کی پیروی کر کے اس غلطی کو قبر میں لیجائیں اب گو وہ متوجہ نہ ہوں اور اس بات کو ٹھٹھے میں اڑائیں مگر میں نے جو (دعوت الی اللہ) کرنی تھی وہ کر چکا ہوں میں ڈرتا ہوں کہ میں پوچھا نہ جاؤں کہ ایک بندۂ گم شدہ کو تم نے کیوں تبلیغ کی" حضرت اقدس نے پادری ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ اقدام قتل میں سرسید احمد خان کو صفائی کا گواہ لکھوایا تھا حضرت اقدس نے مئی 1898ء میں شائع شدہ کتاب فرمائی اس میں سرسید احمد خان کی سیاسی سوجھ بوجھ کی تعریف فرمائی تھی:

خدا ان پر رحم کرے :حضرت اقدس سرسید احمد خان کے بارے میں اپنی پیشگوئی کو اپنی صداقت کا تہتر واں نشان قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: پیشگوئی کی اشتہار 12 مارچ 1897ء سے جو سرسید احمد خان کے سی ایس آئی کی نسبت میں نے کی تھی۔ اس پیشگوئی سے اول ایک اور پیشگوئی اشتہار 20 فروری 1886ء میں کی گئی تھی جو اسی وقت مشتہر ہو کر ہزاروں انسانوں میں شائع ہو گئی تھی جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ سید احمد خان صاحب کو کئی قسم کی بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ ایک عظیم الشان مالی نقصان اٹھا کر بڑی تلخی کے ساتھ اس دنیا سے گزرے اور میں نے صدہا انسانوں کے روبرو جو ان میں سے بہت سے ابتک زندہ موجود ہیں اس کشف کو ظاہر کر دیا تھا کہ مجھے خداتعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ سید صاحب موصوف بعض سخت تکالیف اٹھا کر بعد اس کے جلد اس عالم ناپائیدار سے گذر جائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور بعض اولاد کی موت کا بھی حادثہ انہوں نے دیکھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک شریر بندہ کی خیانت کی وجہ سے اس قدر مالی نقصان ان کو اٹھانا پڑا کہ وہ سخت غم کا صدمہ ان کی اندرونی قوتوں کو یک دفعہ سلب کر گیا ...غرض سید احمد خان کی موت بھی آخر کمزوری کی وجہ سے ہوئی خدا ان پر رحم کرے"

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدس جہاں سرسید کی سیاسی خدمات کے معترف رہے اور ان کو پولٹیکل مصالح شناس بزرگ بہادر اور زیرک انسان قرار دیتے رہے وہیں پر آپ نے سرسید کے غیر دینی خیالات کا بھی

سختی سے نوٹس لیا اور جابجا ان کے غلط خیالات کی اصلاح وتردید فرمائی اور ان پر اتمام حجت کی غرض سے ان کے بارے میں ایک پیشگوئی بھی فرمائی جو کہ پوری نشان سے پوری ہوئی اور حقیقت حال یہی ہے کہ سرسید کی ساری شہرت اور نیک نامی ان کی سیاسی اور تعلیمی خدمات کی وجہ سے ہے۔ ان کے مذہبی نظریات کو کبھی بھی کسی نے صحیح قرار نہیں دیا۔ سرسید احمد خان کو زندگی کے آخری ایام میں بعض سخت صدمات برداشت کرنے پڑے جبکہ علی گڑھ کے خزانچی نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ غبن کرلیا اور سرسید کے بیٹے سید محمود کی کثرت شراب نوشی نے جو حالات پیدا کر دیئے وہ اس پر مستزاد تھے۔ 27 مارچ 1898ء کو ان کی وفات ہوئی۔ تجہیز وتکفین کے اخراجات کیلئے چندہ اکٹھا کیا گیا اور کالج کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2020ء)

(25)
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور آپؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت

(جمیل احمد بٹ)

غیب کی خبروں کا اظہار

حضرت مسیح موعودؑ پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبروں کو ظاہر فرمایا۔ان پیشگوئیوں میں سے بعض کو آپ نے براہینِ احمدیہ حصہ سوم و چہارم میں درج فرمایا۔ بعد میں ان کی اشاعت ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ ان میں سے وقتِ تحریر پوری ہو جانے والی بعض پیشگوئیوں کا آپ اپنی کتابوں میں ذکر بھی فرماتے رہے۔پوری ہونے والی ان سینکڑوں پیشگوئیوں پر مستزاد بہت سی ایسی پیش گوئیاں بھی ہیں جو بار بار پوری ہوئیں۔ ایسی ہی ایک پیشگوئی کا آپ نے یوں ذکر فرمایا۔

’’براہینِ احمدیہ کی یہ پیشگوئی کہ ’’یَأْتِیْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔یَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ‘‘ جس پر 26 برس گزر چکے ہیں ایسے کھلے طور پر پوری ہوئی ہے کہ نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھوں دفعہ اس نے اپنی سچائی ثابت کر دی ہے جس میں تائید اور نصرت الٰہی بھری ہوئی ہے۔ پس ایسی پیشگوئی بجز خدا کے کسی خاص برگزیدہ کے دوسروں سے ہرگز ظہور میں نہیں آ سکتی۔ اگر آسکتی ہے تو کوئی اس کی نظیر پیش کرے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 606 حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے پوری ہونے والی پیشگوئیوں کو ایک محتاط اندازہ کے مطابق دس لاکھ شمار کیا ہے جیسا کہ 1905ء میں براہین احمدیہ حصہ پنجم میں چند ابتدائی عربی الہامات دہرانے اور ان کا ترجمہ تحریر کرنے کے بعد آپؑ نے فرمایا۔

’’ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے جو اوّل درجہ پر خارق عادت ہیں‘‘

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 72)

ان بار بار اور مسلسل پوری ہونے والی پیشگوئیوں میں شہرت، تائید اور رجوع خلائق ہونے، جماعت کی ترقی ہونے، بکثرت لوگوں کے آنے، لاکھوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے، خدا کے ہمیشہ ساتھ رہنے، اپنے اور ساتھی درویشوں کے لئے روٹی عطا ہونے، دشمنوں کے شر اور حملوں سے حفاظت اور ذلت کا ارادہ کرنے والوں کی ذلت کی خبریں شامل ہیں۔ ان پیش خبریوں کے پورا ہونے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ہر دَور کے اور ہر ملک کے احمدی ان کے پورا ہونے پر گواہ ہیں۔

غیب کی یہ خبریں ہمہ جہت تھیں۔ اس حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی 6 صورتیں بیان فرمائی ہیں:

1۔ اپنی ذات

2۔ اپنی بیوی

3۔ اپنی اولاد

4۔ اپنے دوستوں

5۔ اپنے دشمنوں

6۔ دنیا کی کسی اور چیز یا انسان کے متعلق۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر 151)

ان میں سے ہر صورت میں آپؑ پر اظہارِ غیب ہوا۔ جن کے صرف چند عناوین درج ذیل ہیں۔ آپ کی تائید و نصرت، شہرت و ترقی، بکثرت رجوع، بار بارمالی مدد، کامیابیاں، قبولیت دعا، عطائے علم و عرفان، عطائے عربی فصاحت، عطائے معارفِ قرآن، مقدماتِ کرم دین، مارٹن کلارک، ٹیکس، ڈاک، دیوار میں کامیابی، درازیٔ عمر، اپنے تین اعضاء پر رحمت، آپ کی دعوت کی مقبولیت، پھیلاؤ اور غلبہ، سادات میں شادی، مبشر اولاد، آپ کے دوستوں پر افضالِ الٰہی کا نزول، اپنے بعض احباب کی بیماری سے صحت، قادیان آمد ان کے اہل خانہ کی بیماری اور وفات، امتحان میں کامیابی، بعض کاموں کا ہونا یا نہ ہونا، کابل کی شہادتیں، مخالفین کی ناکامی و نامرادی، ان کے شر سے حفاظت، مخالفین مولوی بٹالوی کی ذلت، مجسٹریٹ چند ولال کی تنزلی، مخالف سعداللہ لدھیانوی کا ابتر رہنا، مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین پر 31 ماہ میں مصیبت آنا، آتھم، ڈوئی، چراغ دین، مرزا احمد بیگ، محمد حسن بھیں، لیکھرام، سہج رام سررشتہ دار، مولوی رُسل بابا، بابوالٰہی بخش اکاؤنٹنٹ، اخبار شبھ چنتک کے سومراج، اچھر چند اور بھگت رام کی ہلاکت، آسمانی آفات از قسم طاعون، وبائی ہیضہ،

سخت بارشیں، زلزلے اور عالمگیر جنگیں۔

جماعتی اہم خبریں

مستقبل میں جماعت کی حیرت انگیز ترقی کے بارے میں آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خبریں دیں جیسے اپنے بعد قدرتِ ثانیہ (خلافت) کا ظہور، آپؑ کی ذریت و نسل میں بیسیوں اعلیٰ نشانوں والے مصلح موعود کاظہور، آپؑ کی تبلیغ کا زمین کے کناروں تک پھیلنا، جماعت کو MTA کا ملنا، بادشاہوں کا آپؑ کی بیعت میں آنا اور آپؑ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنا، آپؑ کے ماننے والوں کا علم و معرفت میں کمال حاصل کرنا اور سب سے آگے بڑھ جانا، آپؑ کی نسل و ذریت کا پھیلنا اور مخالف جدی رشتہ داروں کی نسل کا منقطع ہو جانا، قادیان کی ترقی، ہجرت کا ہونا، حضرت عیسیٰؑ کا مخالفین کی کئی نسلوں تک آسمان سے نہ اُترنا، تین سو سال میں جماعت کا عالمگیر غلبہ اور دیگر۔

معروف لوگ

اس کے علاوہ آپؑ کو اپنے زمانہ کے معروف افراد جیسے سر سید احمد خان، بابا گرو نانک، نواب صدیق حسن خان، دلیپ سنگھ، پنڈت اگنی ہوتری، خلیفہ سید محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ ہوشیارپور، شیخ مہر علی رئیس اور دیگر کے بارے میں بھی مختلف خبریں دی گئیں۔

عالمگیر تبدیلیاں

دینی مہمات کے ساتھ ان پیشگوئیوں میں عالمگیر تبدیلیوں کی خبریں بھی تھیں۔ جیسے تقسیم بنگال اور اس کے نتائج۔ ایک مشرقی طاقت کے عروج اور کوریا کا متاثرہونا، خلافتِ عثمانیہ کے مشکل حالات، افغانستان کی بدحالی اور اس پر بیرونی طاقتوں کی یلغار،ملکِ شام میں آپؑ پر ایمان لانے والے ابدال کا ظہور، عظیم جنگیں، زارِ روس کی حکومت کا خاتمہ، اپنے بعد سات آٹھ سالوں میں حکومتِ برطانیہ کا زوال، آریہ سماج کا زوال وغیرہ جیسی اہم خبروں پر مشتمل تھیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر پورا ہو کر عالمی سیاست پر نمایاں اثر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو غیب کی جو خبریں بتائیں ان میں سے بیشتر آپؑ کی حیات میں پوری ہوئیں اور مخالفین اور ایک زمانہ ان پر گواہ ہوا۔ بعض آپؑ کے بعد اپنے اپنے وقت پرپوری ہوئیں اور کئی ہر روز پوری ہوتی ہیں۔

بے مثل

اظہارِ غیب کی یہ کثرت بے مثل تھی۔ اس حقیقت کا آپؑ نے بار بار اظہار فرمایا اور مقابلہ کی دعوت بھی دی لیکن آپؑ کے درج ذیل یہ چیلنج کوئی قبول نہ کر سکا۔

’’میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے‘‘

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 497)

’’اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر1، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 346)

’’اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے........ تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے؟!! کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 181)

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں بکثرت قبول فرماتا تھا۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا۔

’’میں کثرتِ قبولیتِ دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں 20 ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔‘‘

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 497)

آپؑ کی پایہ قبولیت کو پہنچنے والی دُعاؤں کی کل تعداد جو 1897ء میں ہی 20 ہزار ہو چکی تھی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان میں سے اپنے، اپنے اہل و عیال اور قریبی دوستوں یا مخالفین سے متعلق بعض دعاؤں کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں ذکر بھی فرمایا ہے۔ لیکن قبولیتِ دعا کے یہ ان گنت واقعات ان تمام رفقاء کی زندگیوں میں بکھرے ہوئے ہیں جن کا یہ ہر روز کا معمول تھا کہ وہ اپنے ہر قسم کے چھوٹے بڑے معاملات کے لئے حضرت مسیح موعودؑ سے دعا کے درخواست گزار ہوتے اور پھر ان دعاؤں کی قبولیت کے

گواہ بنتے۔

چند مقبول دعائیں

ذکر کی جانے والی ان مقبول دعاؤں میں سے بہت سی ایسی بھی تھیں جن کی قبولیت کی اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبل از وقت خبر بھی دی اور یوں یہ دعائیں قبولیت کا اور ان کی قبولیت کی پیشگوئی کا بھی نشان ہوئیں۔ کتاب حقیقۃالوحی میں مذکور ایسی 10 دُعائیں یہ ہیں۔

1۔ حضرت مولانا نور الدینؓ کے موجود اکلوتے بیٹے کے فوت ہو جانے پر ان کے لئے دُعا کی اور یہ اطلاع ملی کہ ”تمہاری دعا سے ایک لڑکا پیدا ہو گا“ اور اس کا یہ نشان بتایا گیا کہ اس کے بدن پر بہت پھوڑے نکلیں گے پھر حضرت مولوی صاحب کے ہاں بیٹا عبدالحئی پیدا ہوا اور اس کے پھوڑے نکلے۔

(صفحہ نمبر 230)

2۔ قادیان کے آریہ شرمپت داس اپنے بھائی بشمبر داس کی سزائے قید پر دُعا کا درخواست گزار ہوا۔حضرت مسیح موعودؑ نے دُعا کی اور کشف میں دیکھا کہ اس کی سزا نصف ہو گئی ہے اور پھر اپیل میں ایسا ہی ہو گیا۔

(صفحہ نمبر 232)

3۔ 15 اگست1906 ء کو یکدم آپ کا نصف حصہ اسفل بدن کا بے حس ہو گیا۔ شماتتِ اعداء کے خیال کے ساتھ دعا کی اور الہام ہوا کہ ”خدا مومنوں کو رسوا نہیں کیا کرتا“ اور پھر اس کے آدھے گھنٹے کے بعد مرض کا نام و نشان نہ رہا۔

(صفحہ نمبر 245)

4۔ آپ کو الہاماً دہلی میں شادی کی خبر ملی تو شادی کے اخراجات کی فکر ہوئی اور جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ ان اخراجات کی مجھ میں طاقت نہیں تب یہ الہام ہوا ”ہرچہ باید نوعروسی را ہمہ سامان کنم و آنچہ در کارِ شمار باشدعطائے آں کنم“ یعنی جو کچھ تمہیں شادی کے لئے درکار ہو گا تمام سامان اس کا میں آپ کروں گا اور جو کچھ تمہیں وقتاً فوقتاً حاجت ہوتی رہے گی۔ آپ دیتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جیسا کہ فرمایا۔

’’یا وہ زمانہ تھا کہ بباعثِ تفرقہ وجوہ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر ایک بوجھ تھا اور یا اب وہ وقت آ گیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز مع عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غربا اور درویش اس لنگر میں روٹی کھاتے ہیں۔‘‘

(صفحہ نمبر 247)

5۔ ’’نواب علی محمد خان مرحوم رئیس لودھیانہ نے میری طرف خط لکھا کہ میرے بعض امورِ معاش بند ہو گئے ہیں آپ دعا کریں کہ تا وہ کھل جائیں۔ جب میں نے دعا کی تو مجھے الہام ہوا کہ کھل جائیں گے۔ مَیں نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دے دی اور پھر صرف دو چار دن کے بعد وہ وجوہ معاش کھل گئے۔‘‘

(صفحہ 257)

6۔ ’’سیٹھ عبدالرحمن صاحب تاجر مدراس...... کی تجارت کے امور میں کوئی تفرقہ اور پریشانی واقع ہو گئی تھی۔ انہوں نے دعا کے لئے درخواست کی تب یہ الہام ہوا۔

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے تجارتی امور میں رونق پیدا کر دی اور ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوئے کہ فتوحاتِ مالی شروع ہو گئیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد بنا بنایا کام ٹوٹ گیا۔‘‘

(صفحہ 259 - 260)

7۔ آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ صرف استخوان باقی رہ گیا اور یہ خیال کیا گیا کہ صرف چند روز کی بات ہے۔ تب آپؑ نے ان کی صحت کے لئے دعا کی جس سے تغیر پیدا ہو گیا اسی اثناء میں خواب میں انہیں قدموں چلتے دیکھا۔ پندرہ دن میں صحت کے آثار ظاہر ہو گئے اور آہستہ آہستہ پورے تندرست ہو گئے اور پندرہ سال زندہ رہے۔

(صفحہ 265)

8۔ ایک دفعہ آریہ ملاوامل مرضِ دق میں مبتلا ہو گیا اور آثار نومیدی ظاہر ہو گئے۔ دعا کا درخواست گزار ہوا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی تو جواب آیا : قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا یعنی ہم نے تپ کی

آگ کو کہا کہ سرد اور سلامتی ہوجا۔ چنانچہ بعد اس کے وہ ایک ہفتہ میں اچھا ہو گیا اور اب تک وہ زندہ موجود ہے۔

(صفحہ 277)

9۔ 1905ء میں قیامِ باغ کے دوران حضرت اماں جان سخت بیمار ہو گئیں۔ علاج سے فائدہ نہ ہو رہا تھا۔ حتّٰی کہ نشست وبرخواست سے عاری ہو گئیں تو آپؑ نے توجہ سے دعا کی تب الہام ہوا: اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ یعنی میرا ربّ میرے ساتھ ہے۔

اس الہام سے چند منٹ بعد آپ کے دل میں ڈالا گیا کہ مرض اور اس کا علاج کیا ہے۔ پھر چنددن بعد خواب دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے بخار ٹوٹ گیا دوسری طرف نبض دیکھی تو بخار کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر یہ الہام ہوا۔

تو درمنزل ما چو بار بار آئی

خدا ابرِ رحمت بباريد يانے

(صفحہ 290)

الہام کا ترجمہ: اے میرے بندے چونکہ تو میری فرود گاہ میں بار بار آتاہے اس لئے اب تو خود دیکھ لے کہ تیرے پر رحمت کی بارش ہوئی یا نہ۔

(صفحہ 108)

10۔ ایک دفعہ مارچ 1905ء میں لنگرخانہ میں کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل میں روپیہ کی آمدنی کم۔ اس کے لئے دعا کی گئی خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا بہت سا روپیہ آپ کے دامن میں ڈال دیا۔ پوچھنے میں اپنا نام ٹیچی بتایا جو پنجابی میں وقتِ مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت آنے والا۔ اس کے بعد بہت مالی فتوحات ہوئیں اور کئی ہزار روپیہ آ گیا۔

(صفحہ 345)

قبول نہ کئے جانے کی خبر

کتاب نزول المسیح میں درج ذیل دو واقعات ایسے بھی مذکور ہوئے ہیں جن میں دعا کی گئی اور جواب میں قبول نہ کئے جانے کی خبر ملی اور پھر وہ کام نہ ہوئے۔

1۔ ”جب کتاب براہینِ احمدیہ کے بعض حصے تیار ہوگئے تو مجھے خیال آیا کہ ان کو چھاپ دیا جاوے مگر میرے پاس کچھ سرمایہ نہیں تھا۔ تب میں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کہ لوگ مدد کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی وقت تھوڑی سی غنودگی ہو کر جواب ملا ”بالفعل نہیں“ تب باوجود کوشش کے کسی نے ایک پیسہ بھی نہیں بھیجا۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18صفحہ 538)

2۔ میاں عبداللہ سنوریؓ نے ایک کام کے لئے ہر طرح کوشش کی اور کام ہونے کی امید بھی ہو گئی پھر آپ سے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: ”ہم نے جب دعا کی توبلا توقف الہام ہوا ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“ تب میں نے ان کو کہہ دیا کہ یہ کام ہر گز نہیں ہو گا اور وہ الہام سنا دیا اور آخر ایسا ہی ظہور میں آیا۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 612)

دُعا کے نتیجہ میں خبر کا ملنا بھی ایک رنگ میں قبولیتِ دعا ہی ہے۔

مقابلہ کی دعوت: آپ نے سب مخالفین کو اس بارے میں کئی بار مقابلہ کی دعوت دی اور یہ تحدی فرمائی کہ کوئی بھی قبولیتِ دعا کے اس انعام میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایسے چند جملے درج ذیل ہیں۔

”میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی مشکلات کے لئے میری دعائیں قبول ہو سکتی ہیں دوسروں کی ہر گز نہیں ہو سکتیں۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 407)

”اگر دُعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔“

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 346)

”اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کے لئے یہ

خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل کھڑا ہو جائے اگر وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو مَیں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپے کے قریب ہو گی اس کے حوالے کر دوں گا۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 276)

’’وہ مقابلہ کر کے آزما سکتے ہیں کہ جو کچھ اس عاجز کو رویاء صالحہ اور مکاشفہ اور استجابتِ دعا اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافرہ نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے ہر گز نہیں دیا گیا ہے۔‘‘

(ازالہٗ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 478)

غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبولیتِ دُعا کی وہ نعمت عطا ہوئی جس کی فی زمانہ کوئی اور مثال نہیں اور ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے عین مطابق تھا جو اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ رہی ہے۔

علم و حکمت کا عطا ہونا

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے بے مثل علم و حکمت، قرآنِ کریم کے معارف و حقائق، احکامِ دین کی فلاسفی، اسلام پر اعتراضات کے ردّ، مخالف مذاہب کے ابطال، عربی کی فصاحت و بلاغت، اور تحریر میں غیر معمولی جذب و اثر عطا فرمایا اور آپ کو یہ نام دیئے۔

’’اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا۔‘‘

(الحکم 17 جون 1901ء بحوالہ تذکرہ صفحہ 58 حاشیہ)

خزائن کی تقسیم: علم و حکمت کے یہ خزائن آپ نے خوب لٹائے۔ آپ کی کتب، اشتہارات، مکتوبات اور ملفوظات اس کے مخزن ٹھہرے۔ آپ نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی کو بھی ذریعہ اظہار بنایا۔ سب اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی قوتِ تحریر کا ایک مخالف نے یوں اعتراف کیا۔

’’کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ....اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم سے اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ....اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور

واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔“

(تحریر مرزا حیرت دہلوی اخبار کرزن گزٹ دہلی یکم جون 1908ء
بحوالہ سلسلہ احمدیہ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ جلد اوّل صفحہ 182)

دعوتِ مقابلہ: آپؑ نے مباحثوں اور مناظروں میں اپنے مؤقف کا درست ہونا ثابت کیا اور خداداد علم و حکمت سے پُر اپنی ان تحریروں، دلائل اور تفسیر قرآن کو بار بار مقابلہ کے لئے پیش کیا۔ بیش قیمت انعامات بھی رکھے۔ لیکن ان کی عظمت کے آگے کسی کو سر اٹھانے کی تاب نہ ہوئی۔ آپؑ کی ایک ابتدائی تحریر میں یہ چیلنج آج تک جواب طلب ہے۔ ”آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں، بیکن کا اوتار دھاریں، ارسطو کی نظر اور فکر لاویں، اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے اِلٰہِ باطلہ۔“

(براہینِ احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 56)

قرآنی معارف

قرآن کریم کے حقائق و معارف کے بیان میں اس چیلنج کو آپ نے کئی بار دہرایا کہ ”میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔“

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 496)

”جو دینی اور قرآنی معارف، حقائق و اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے مَیں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہر گز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے تو مجھے غالب پائے گی“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 407)

”اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔“

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ نمبر 346)

عام اعتراف

آپ کے علم و فضل کا بار بار اعتراف کیا گیا۔ ایسی چند تحریریں درج ذیل ہیں۔

براہینِ احمدیہ کے بارے میں: ’’ہماری رائے میں یہ کتاب (براہینِ احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔‘‘

(تاریخِ احمدیت از جلد1 صفحہ 173)

’’سبحان اللہ! کیا تصنیفِ منیف ہے کہ جس سے دینِ حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقتِ قرآنو نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ مخالفوں کو کیسے آب و تاب سے دلائل قطعیہ سنائے گئے ہیں۔ دعویٰ ہی مدلل و براہین ساطعہ ثبوت ہے۔ مثبت بہ دلائل قاطعہ تاب دم زدنی نہیں۔ اقبال کے سوا چارہ نہیں۔ ہاں انصاف شرط ہے ورنہ کچھ بھی نہیں........

کتاب براہینِ احمدیہ ثبوتِ قرآنی و نبوت میں ایک ایسی بےنظیر کتاب ہے کہ جس کا ثانی نہیں۔ مصنف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبر آخر الزماں حق ہے۔ دینِ اسلام منجانب اللہ اور اس کا پیرو حق آگاہ ہے۔ عقلی دلیلوں کا انبار ہے۔ خصم کو جو نہ جائے گریز اور نہ طاقتِ انکار ہے۔ جو دلیل ہے بیّن ہے جو برہان ہے روشن ہے۔ آئینہ ایمان ہے۔ لب لباب قرآن ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت حصہ اوّل صفحہ 176)

’’اس کتاب (براہینِ احمدیہ) کی زیادہ تعریف کرنی ہماری حدِ امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفینِ اسلام پر حجتِ اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں ہے۔

’’حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را‘‘

(تاریخ احمدیت حصہ اوّل صفحہ 177)

سرمہ چشم آریہ کے بارے میں: ’’آریہ سماجی لیڈر ماسٹر مرلی دھر سے حضرت مسیح موعودؑ کا مباحثہ سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتاب کو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے لاجواب کہا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ حمیت و حمایتِ اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر

ہندومسلمانوں میں تقسیم کرے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصولِ اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہو گی۔"

(تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 300)

"مرزا صاحب نے اپنی اس کتاب (سرمہ چشمہ آریہ) میں نہ صرف اس معجزہ (شق القمر) بلکہ معجزاتِ انبیاء کی پُرزور و مدلل وکالت کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ معجزات و خوارق کا وقوع عقلاً ممکن ہے۔"

(تاریخِ احمدیت جلد اوّل صفحہ 301)

آئینہ کمالاتِ اسلام کے بارے میں: 1893ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں ایک عربی قصیدہ رقم فرمایا۔ جو کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام کے عربی حصے التبلیغ کے آخر میں درج ہے۔ اس کے بارے میں مولانا نیاز فتح پوری نے لکھا:

"مرزا صاحب کا یہ مشہور قصیدہ 69 اشعار پر مشتمل ہے۔ اپنے تمام لسانی محاسن کے لحاظ سے ایسی عجیب و غریب چیز ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا ایک ایسا شخص جس نے کسی مدرسہ میں زانوئے ادب تہہ نہ کیا تھا کیونکر ایسا فصیح و بلیغ قصیدہ لکھنے پر قادر ہو گیا"

کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک فارسی نعت بھی رقم فرمائی جس کے ایک شعر کے بارے میں ایک مخالف اخبار یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ

"آنحضرت ﷺ کی تعریف و توصیف میں گزشتہ انبیاء و مرسلین سے لے کر صلحائے امت نے بھی بہت کچھ کہا ہے مگر حقیقی تعریف اس شعر میں بیان کی گئی ہے

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش

محمد ہست برہان محمد

(تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 475)

اسلامی اصول کی فلاسفی کے بارے میں: "ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روحِ رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا لیکچر تھا......فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور

بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا........ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب........قرآن شریف سے دیئے اور عام بڑے بڑے اصول و فروعِ اسلام کودلائل عقلیہ اور براہینِ فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے ایک مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلامِ الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان رکھتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظِ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔‘‘

(تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 567 - 568)

’’اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین، مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے‘‘

(تاریخ احمدیت صفحہ 572)

’’یہ کتاب (اسلامی اصول کی فلاسفی) بہت دلچسپ اور مسرت بخش ہے۔ اس کے خیالات روشن، جامع اور پُراز حکمت ہیں۔ پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے‘‘

(انڈین ریویو بحوالہ مسیح موعود اور جماعت احمدیہ صفحہ 189)

اعجاز المسیح کے بارے میں: کتاب اعجاز المسیح عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ اس کے بارے میں مصر کے ایک اخبار نے لکھا۔

’’بلاشبہ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت معجزے کی حد تک پہنچ گئی ہے۔‘‘

(تاریخِ احمدیت جلد 2 صفحہ 171)

پیغامِ صلح کے بارے میں: ’’وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس

آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 536)

آپؑ کے صاحبِ علم و حکمت ہونے کا عام اعتراف

مولوی ارشاد علی ناگپوری نے جو مسلمان سے عیسائی اور پھر عیسائیت سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے پادری صفدر علی کے ایک خط کے جواب میں لکھا۔

’’میں پادری صفدر علی سے پوچھ سکتا ہوں کہ اگر ان کو اپنے دلائل اور عیسائیت کی صداقت پر پورا اعتماد ہے تو پھر وہ اس وقت کہاں تھے جبکہ مولوی غلام احمد صاحب قادیانی نے میدانِ مناظرہ میں کھڑے ہو کر بہادر شیر کی طرح ان کو للکارا۔ اس چیلنج کا آپ لوگوں پر اس قدر اثر تھا کہ کسی پادری کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے مقابل پر آتا۔‘‘

(مسیح موعود اور جماعت احمدیہ صفحہ 200)

مولانا ابوالکلام آزاد: ’’ان کی یہ خصوصیات کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدرو عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے .... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان شعارِ قوی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے .... آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے۔ ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔‘‘

(تاریخِ احمدیت جلد 2 صفحہ 563)

''مرزا صاحب اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیاہے اور کر دکھایا ہے کہ حق، حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کما حقہ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا''

(مسیح موعود اور جماعت احمدیہ صفحہ 209)

علامہ اقبال: ''مرزا غلام احمد قادیانی......اغلباً جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔''

(تحریر علامہ اقبال رسالہ انڈین اینٹی کویری جلد 29 صفحہ 237 - 246)

مولانا سید حبیب: ''مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفینِ اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں...... عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولاناثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے اور انہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔''

(مسیح موعود اور جماعت احمدیہ مارچ 1968ء صفحہ نمبر 161)

مولاناسید حبیب: ''مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانۂ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔''

(مسیح موعود اور جماعت احمدیہ مارچ 1968ءصفحہ نمبر 161)

پاکیزہ اور بے عیب زندگی

حضرت مسیح موعودؑنے ایک پاکیزہ اور بے عیب زندگی گزاری۔ آپؑ کی پاکیزگی پر گو آپؑ کے آبائی وطن قادیان کے رہنے والے اور دعویٰ سے قبل وہاں آ کر آپؑ سے راہ و رسم رکھنے والے سب گواہ موجود تھے۔ اس طرح بٹالہ میں آپؑ کے ہم مکتب اور دوست بھی تھے۔لیکن ایک عجیب الٰہی تصرف تھا کہ اپنی مرضی کے خلاف محض اپنے والد کے حکم کی اطاعت میں آپ کو عین جوانی میں ایک دوسرے شہر اور اجنبی ماحول میں یکّا و تنہا کئی سال گزارنے کا موقع ملا اور یہاں وہ لوگ آپؑ سے متعارف ہوئے جنہوں نے بعد میں برصغیر میں اپنی ذاتی حیثیت یا اپنی اولاد کی شہرت کے سبب ایک نمایاں مقام پایا اور پھر ان سب نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے رنگ میں آپؑ کے بارے میں حسنِ ظن کااظہار کیا اور بالاتفاق گواہی دی کہ آپؑ

کی زندگی پاکیزہ اور بے عیب تھی۔ ایسی چند گواہیاں درج ذیل ہیں۔

حضرت صوفی احمد جانؓ: ”سن شریف حضرت کا تقریباً چالیس یا پینتالیس ہو گا۔ اصل وطن اجداد کا قدیم ملک فارس معلوم ہوتا ہے۔ نہایت خلیق۔صاحبِ مروّت و حیاء۔ جوان رعنا۔ چہرہ سے محبتِ الٰہی ٹپکتی ہے۔“

(تاریخِ احمدیت جلد اوّل صفحہ 175)

مولوی محمد حسین بٹالوی لیڈر اہل حدیث کی گواہی: ”موٴلف براہینِ احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعتِ محمدیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں“

(رسالہ اشاعت السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 248)

شمس العلماء سید میر حسن صاحب استاد علامہ اقبال کی آپ کے قیامِ سیالکوٹ کے زمانہ کے بارے میں گواہی۔

”حضرت مرزا صاحب ......عزلت پسند اور پارسا اور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔“

(حیاتِ احمد جلد اوّل (ہرسہ حصص) صفحہ 92)

منشی سراج الدین صاحب والد مولوی ظفر علی خاں بانی اخبار زمیندار لاہور کی آپ کے زمانہ قیام سیالکوٹ کے بارے میں گواہی۔

”ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے“

(حیاتِ احمد از شیخ یعقوب علی عرفانی جلد اوّل صفحہ 374)

مولانا ابو الکلام آزاد کی گواہی: ”کیریکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اورپسندیدہ اطوار۔ کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز و برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا“

(تاریخِ احمدیت جلد 2 صفحہ 560)

شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب کی گواہی: ”مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم ، بلند ہمت

مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے“

(رسالہ تہذیب النسواں لاہور 1908ء سلسلہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 184)

ایک عیسائی محقق کی گواہی: ”صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ہی ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا ہے جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کیلئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔ میں نے بعض پرانے احمدیوں سے ان کے احمدی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اکثر نے سب سے بڑی وجہ مرزا صاحب کے ذاتی اثر اور جذب اور مقناطیسی شخصیت کو پیش کیا۔“

(سلسلہ احمدیہ حصہ اوّل از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 186)

حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج: اس بارے میں خود حضرت مسیح موعودؑ کا یہ چیلنج حرفِ آخر ہے اور آج تک قائم ہے:

”تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 62)

طویل مہلت ملنا

آغاز شرفِ مکالمہ و مخاطبہ: گو بعض رؤیا حضرت مسیح موعودؑ کو زمانۂ طالبِ علمی میں بھی ہوئے۔ لیکن ان کی کثرت بعد کی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”ٹھیک بارہ سو نوے 1290 ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرفِ مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 208)

عیسوی کیلنڈر کے مطابق اس سال کا دورانیہ یکم مارچ 1873ء تا 18 فروری 1874ء تھا۔ ابتداً یہ مکالمہ بکثرت رویائے صادقہ کا ہونا تھا۔ جسے قرآنِ کریم نے

مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ

(شوریٰ: 52)

ترجمہ: پردے کے پیچھے، فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے آغازِ مکالمہ مخاطبہ کے بعد آپ نے 26 مئی 1908ء کو اپنی وفات تک 35 سال کا عرصہ پایا۔

سلسلۂ الہام: تاہم الہامِ الٰہی کا سلسلہ کچھ عرصہ بعد کا ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

’’جس روز ان (والد صاحب) کی وفات مقدر تھی دوپہر کے وقت مجھے الہام ہوا وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور ساتھ ہی دل میں ڈالا گیا کہ یہ ان کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ بعد اس کے عین اس وقت جب کہ آفتاب غروب ہوا وہ اس جہانِ فانی سے انتقال کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ راجعون اور یہ سب الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیش گوئی تھی جو خدا نے مجھ پر ظاہر کی‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 218 - 219)

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی تاریخِ وفات 2 جون 1876ء تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 137)

یوں وحی و الہام کے آغاز کے بعد وفات تک آپ نے 32 سال کا عرصہ پایا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 27 مارچ 2020ء)

(26)

حضرت مسیح موعودؑ کے آفات و حادثات کے بارہ میں الہامات

امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کراس زمانہ میں آنے والی آفات کاذ کر کیا ہے۔ ذیل میں وہ الہامات پیش کئے جاتے ہیں جن میں آپؑ کو آفات و حادثات کی خبر دی گئی۔

- ’’28 نومبر 1885ء کی رات کو یعنی اس رات کو جو 28 نومبر 1885ء کے دن سے پہلے آئی ہے۔ اس قدر شہب کا تماشا آسمان پر تھا جو میں نے اپنی تمام عمر میں اس کی نظیر کبھی نہیں دیکھی اور آسمان کی فضا میں اس قدر ہزار ہا شعلے ہر طرف چل رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی بھی نمونہ نہیں تامیں اس کو بیان کر سکوں۔ مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت یہ الہام بکثرت ہوا تھا کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ سو اس رمی کو رمی شہب سے بہت مناسبت تھی۔

یہ شہب ثاقبہ کا تماشہ جو 28 نومبر 1885ء کی رات کو ایسا وسیع طور پر ہوا جو یورپ اور امریکہ اور ایشیاء کے عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا۔لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ بے فائدہ تھا۔ لیکن خداوند کریم جانتا ہے کہ سب سے زیادہ غور سے اس تماشا کے دیکھنے والا اور پھر اس سے حظ اور لذت اٹھانے والا میں ہی تھا۔ میری آنکھیں بہت دیر تک اس تماشا کے دیکھنے کی طرف لگی رہیں۔ اور وہ سلسلہ رمی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھاجس کو میں صرف الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے سرورکے ساتھ دیکھتا رہا۔ کیونکہ میرے دل میں الہاماً ڈالا گیا تھا کہ یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے۔ اور پھر اس کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیحؑ کے ظہور کے وقت میں نکلا تھا۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ ستارہ بھی تیری صداقت کے لئے ایک دوسرا نشان ہے۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 104 - 105)

- ’’حضور حجۃ الاسلام نے ایک رؤیا دیکھی کہ گویا دارالامان میں طاعون آ گئی ہے۔ اس کی تفہیم کھجلی ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا۔ قادیان طاعون نامیمون سے مامون ومصئون رہے گا البتہ خارش کا مرض ہو تو تعجب نہیں اس پر جناب نے یہ اجتہاد فرمایا ہے (کہ کھجلی پیدا کردینے والی دوا طاعون کو روک دے

گی)۔ (فقرہ مندرجہ خطوط وحدانی اجتہادی اور قیاسی ہے نہ الہامی)‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 259)

- ’’آج جو 6 فروری 1898ء روز یکشنبہ ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ خداتعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بد شکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 262)

- ’’(الف)مجھے ایک الہام میں یہ فقرات القاء ہوئے تھے کہ یَامَسِیْحَ الْخَلْقِ عُدْوَانَا۔ میرے خیال میں ہے کہ عدوی سے مراد یہی طاعون ہے۔‘‘

(ب) ’’یعنی اے مسیح جو خلقت کی بھلائی کے لئے بھیجا گیا۔ہماری طاعون کے دفع کے لئے مدد کر۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 263 - 264)

- ’’(الف) ان دنوں میں خداتعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ۔وَاُحَافِظُکَ خَاصَّۃً۔سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔

یعنی میں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہو گا۔ مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کریں۔ اور میں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔

(ب) اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہو گااور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہوجائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلا دے۔ لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو۔ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کیلئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں

ٹیکا کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 350 - 351)

- ’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

یَاْتِیْ عَلٰی جَھَنَّمِ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ یعنی اس جہنم پر جو طاعون اور زلزلوں کا جہنم ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ اس جہنم میں کوئی فرد بشر بھی نہیں ہو گا۔ یعنی اس ملک میں اور جیسا کہ نوح کے وقت میں ہوا کہ ایک خلق کثیر کی موت کے بعد امن کا زمانہ بخشا گیا۔ ایسا ہی اس جگہ بھی ہو گا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ یُغَاثُ النَّاسُ وَیُعْصَرُوْنَ۔ یعنی پھر لوگوں کی دعائیں سنی جائیں گی وقت پر بارشیں ہوں گی اور باغ اور کھیت بہت پھل دیں گے اور خوشی کازمانہ آجائے گا اور غیر معمولی آفتیں دور ہوجائیں گی...

یاد رہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں موتوں کی کثرت ضروری تھی اور زلزلوں اور طاعون کا آنا ایک مقلد امر تھا۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ جو لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے دم سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیح کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 341)

- ’’میں ایک اور رؤیا لکھتاہوں جو طاعون کی نسبت مجھے ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے ایک جانور دیکھا جس کا قد ہاتھی کے قد کے برابر تھا مگر مونہہ آدمی کے مونہہ سے ملتا تھا اور بعض اعضاء دوسرے جانوروں سے مشابہ تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ یوں ہی قدرت کے ہاتھ سے پیدا ہو گیا اور میں ایک ایسی جگہ پر بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل، گدھے، گھوڑے، کتے، سور، بھیڑیئے، اونٹ وغیرہ ہر ایک قسم کے موجود ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ سب انسان ہیں جو بد عملوں سے ان صورتوں میں ہیں۔

اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی ضخامت کا جانور ،جو مختلف شکلوں کا مجموعہ ہے، جو محض قدرت سے زمین میں سے پیدا ہو گیا ہے، وہ میرے پاس آبیٹھا ہے اور قطب کی طرف اس کا منہ ہے۔ خاموش صورت ہے، آنکھوں میں بہت حیا ہے اور بار بار چند منٹ کے بعد ان بَنوں میں سے کسی بَن کی طرف دوڑتا ہے اور جب بَن میں داخل ہوتاہے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی شور قیامت اٹھتا ہے اور ان جانوروں کو کھانا شروع کرتاہے اور ہڈیوں کے چاٹنے کی آواز آتی ہے تب وہ فراغت کرکے پھر

میرے پاس آبیٹھتا ہے اور شاید دس منٹ کے قریب بیٹھا رہتا ہےاور پھر دوسرے بن کی طرف جاتا ہے اور وہی صورت پیش آتی ہے جو پہلے آئی تھی اور پھر میرے پاس آبیٹھتا ہے۔ آنکھیں اس کی بہت لمبی ہیں اور میں اس کو ہر ایک دفعہ جو میرے پاس آتا ہے خوب نظر لگا کر دیکھتاہوں اور وہ اپنے چہرہ کے اندازہ سے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے۔میں مامور ہوں اور نہایت شریف اور پرہیز گار جانور معلوم ہوتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہے جو اس کو حکم ہوتا ہے۔

تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی طاعون ہے اور یہی وہ دابۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے...یہی دابۃ الارض جو ان آیات میں مذکور ہے،جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے۔یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے عالم کشف میں نظر آیا اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے اور خداتعالیٰ نے اس کانام دابۃ الارض رکھا۔ کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہےاور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہوسکتی ہے اسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 352 - 353)

- ’’رات کو میں نے دیکھا کہ ایک بڑا زلزلہ آیا۔ مگر اس سے کسی عمارت وغیرہ کا نقصان نہیں ہوا۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 374)

- ’’(الف) خواب میں اول دیکھا کہ ایک چوغہ سیاہ رنگ مجھ کو دیا گیا ہے اور اس کے لوہے کے بٹن میرے ہاتھ میں ہیں اور پھر میں نے اس کے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے ایک پرچہ نکلا۔ اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

بلا نازل یا حادث یا... اور میں نے خواب میں اپنی بیوی کے پاس یہ ذکر کیا کہ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بلا نازل یا حادث یا... اور دو پرچہ اور تھے ان کا مضمون یاد نہیں۔‘‘

’’(ب) فرمایا یہ الفاظ الہام ....ہوئے ہیں مگر معلوم نہیں کہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ بلا نازل یا حادث یا........ یاد نہیں رہا کہ ’’یا‘‘ کے آگے کیا تھا۔ رؤیا کامعاملہ بھی عجیب ہے۔ پیچ در پیچ بات ہوتی ہے اور الگ الگ رنگ ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی شہادت کو آنحضرتؐ نے گائیوں کے ذبح ہونے کے رنگ

میں دیکھا حالانکہ خدا اس بات پر قادر تھا کہ خواب میں خاص صحابہ ہی کو دکھلا دیتا۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 391 - 392)

- ’’رؤیا میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے زلزلہ کا ایک دھکہ۔ مگر میں نے کوئی زلزلہ محسوس نہیں کیا۔ نہ دیوار، نہ مکان ہلتا تھا۔ بعد ازاں الہام ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَضُرُّ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ تَرٰی نَصْرًا مِّنْ عِنْدَ اللّٰہِ وَھُمْ یَعْمَھُوْنَ۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 418)

- ’’آج رات تین بجے کے قریب خدائے تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان تازہ نشان کا دھکہ۔ زَلْزَلَۃُ السَّاعَۃِ۔ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْاَبْرَار۔ دَنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ۔

(ترجمہ مع شرح) یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکا لگے گا۔ وہ قیامت کا زلزلہ ہو گا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے) اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہو گا یا خداتعالیٰ اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا۔ بہر حال حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو قریب ہو یا بعید ہو۔ پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ سخت خطرناک ہے۔ اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا...

بقیہ ترجمہ عربی کا یہ ہے کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کرکے اپنے تئیں بچا لو قبل اس کے جو وہ ہولناک دن آوے جو ایک دم میں تباہ کردے گا اور فرماتاہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں اور بدی سے بچتے ہیں اور پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آ گیا یعنی وہ وقت آ گیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا...

دیکھو آج میں نے بتلا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر یک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہو گا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے۔ جو میرا قہر زمین پر اترے۔ کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی۔ پس اٹھو۔ اور ہوشیار ہوجاؤ۔ کہ وہ آخری وقت قریب ہے۔ جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں۔ میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش

یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جائیں۔ کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا۔ تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی..ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔

نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے۔ آفتاب تو نکلنے کو ہے جب خدا تعالیٰ اس وحی کے الفاظ میرے پر نازل کرچکا تو ایک روح کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک روح تھی اور میں نے اس کو یہ کہتے سنا کہ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔

انسان کا کیا حرج ہے اگر وہ فسق وفجور کو چھوڑ دے۔ کون سا اس میں اس کا نقصان ہے۔ اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے۔ آگ لگ چکی ہے۔ اٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن 449 - 450)

- ’’9 اپریل کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلا دے گا، دور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی کرنے کے لئے دو نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوحؑ نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

اور یاد رہے کہ ان نشانوں کے بعد بھی بس نہیں ہے بلکہ کئی نشان ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ انسان کی آنکھ کھلے گی اور حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ ہر ایک دن سخت اور پہلے سے بد تر آئے گا۔ خدا فرماتاہے کہ میں حیرت ناک کام دکھلاؤں گا اور بس نہیں کروں گا جب تک کہ لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کرلیں۔اور جس طرح یوسفؑ نبی کے وقت میں ہوا کہ سخت کال پڑا یہاں تک کہ کھانے کے لئے درختوں کے پتے بھی نہ رہے۔اسی طرح ایک آفت کا سامنا موجود ہوگا اور جیسا یوسفؑ نے اناج کے ذخیرہ سے لوگوں کی جان بچائی اسی طرح جان بچانے کے لئے خدا نے اس جگہ بھی مجھے ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے۔جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا...

ہاں خداتعالیٰ نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑھائے گی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد کو گھٹائے گی... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس آنے والے نشان کے بعد جو مجھ کو قبول

کرے گا اس کا ایمان قابل عزت نہیں۔جن کے کان ہیں سنیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ زمین والوں نے میری طرف سے منہ پھیرلیا ہے۔ پس جب ایک انسانی سلطنت عدول حکمی سے ناراض ہوجاتی ہے اور ہولناک سزادیتی ہے پھر خدا کا غضب کیسا ہوگا۔پس توبہ کرو کہ دن نزدیک ہیں اور اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الٰہی ہوئی اس جگہ میں اس کو معہ ترجمہ لکھ کر اس اشتہار کو ختم کرتا ہوں ااور وہ یہ ہے۔

بخور آنچہ ترا بخورانم۔ لَكَ دَرَجَةٌ فِي السَّمَاءِ وَ فِي الَّذِيْنَ هُمْ يُبْصِرُوْنَ۔ نَزَلَتُ لَكَ۔لَكَ نُرِیْ اٰیَاتٍ وَّ نَهْدِمُ مَا يَعْمُرُوْنَ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ۔ كَفَفْتُ عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خَاطِئِيْنَ۔اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِيْكَ بَغْتَةً۔ یعنی جو کچھ میں تجھے کھلاتاہوں وہ کھا۔ تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں، ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرادیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 450 تا 452)

- ’’(الف) آج رات خواب میں دیکھا کہ سخت زلزلہ آیا ہے جو پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

(ب) اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات وشہر و مرغزار‘‘

- آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے زار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمین

صبح کر دے گی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہوجائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہوجائیں گے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہوگا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار
اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 454)

(نوٹ) ”خداتعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو نمونہ قیامت ہو گا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نمونہ دکھاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر

اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا۔“

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 454 - 455)

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے

جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے
اک ضیافت ہے بڑی اے غافلو! کچھ دن کے بعد
جس کی دیتا ہے خبر فرقاں میں رحماں باربار
فاسقوں اور فاجروں پر وہ گھڑی دشوار ہے
جس سے قیمہ بن کے پھر دیکھیں گے قیمہ کا بگھار
خوب کھل جائے گا لوگوں پر کہ دیں کس کا ہے دیں
پاک کر دینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہردوار
وحی حق کے ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ
لیکن ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
ایک دم میں غمکدے ہو جائیں گے عشرت کدے

شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار
وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار
کب یہ ہوگا یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
دی خبر مجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایام بہار
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو اے ہوشیار!

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 455 - 456)

- ”آج 29 اپریل 1905ء کو پھر خداتعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ سو میں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خداتعالیٰ نے باربار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خداتعالیٰ اس کو ظاہر فرمادے گا۔ مگر باربار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں ہے۔ یہ خداتعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم اسرار ہے...

خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں چھپ کر آؤں گا۔میں اپنی فوجوں کے ساتھ اس وقت آؤں گا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہو گا کہ ایک ایسا حادثہ ہونے والا ہے۔غالباًوہ صبح کا وقت ہو گا یا کچھ حصہ رات میں سے ،یا ایسا وقت ہو گا جواس سے قریب ہے...

اور خداتعالیٰ فرماتاہے کہ اس روز میں ان پر رحم کروں گا جن کے دل مجھ سے ترساں اور ہرا ساں ہیں جو نہ بدی کرتے ہیں اور نہ بدی کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔اور خدا نے یہ بھی فرمایا کہ اس روز تیرے لئے فتح نمایاں ظاہر ہو گی۔ کیونکہ خدا اس روز وہ سب کچھ دکھلائے گا جو قبل از وقت دنیا کو سنایا گیا۔ خوش قسمت وہ جو اب بھی سمجھ جائے...

مجھے خداتعالیٰ نے اطلاع دی ہے تا وہ جو خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کرتے اور نہ مجھ کو، ان کو پتہ لگ جائے۔ میں محض ہمدردی کی راہ سے یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلہ سہ منزلہ ہیں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے آئندہ ان کا اختیار۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 458 - 459)

- "پھر بہار آئی ،خدا کی بات پھر پوری ہوئی یَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ ھُوَ۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ۔اِنَّہٗ الْحَق۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن 461)

- "(1) زمین تہ وبالا کردی۔ (2) اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ (3) لنگر اٹھا دو۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن 463)

- "پہاڑ گرا اور زلزلہ آیا"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 472)

- "عَفَتِ الدِّیَارُکَذِکْرِی۔ فرمایا: کَذِکْرِی سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے پیشگوئی ہوچکی ہے۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 479)

- "(1) تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ۔ (2) پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔"

(تذکرہ جدیدایڈیشن صفحہ 506)

(الف) "زلزلہ آنے کو ہے۔" فرمایا: "اس کے معنے یہ ہیں کہ اسی زلزلہ کو جو ہوا، اصل زلزلہ نہ سمجھو بلکہ سخت زلزلہ آنے کو ہے۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 512)

(ب) "میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے اوریہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیشگوئی کے مطابق پورا ہوا۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 512)

- "(1) زلزلہ آنے کو ہے۔ ہمارے لئے عید کا دن۔

(2) رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃِ السَّاعَۃِ۔ رَبِّ لَا تُرِنِیْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 513)

9 اپریل 1906ء

’’ان میں سے بعض الہامات مکرر ہیں یعنی پہلے بھی ہوچکے ہیں اور آج پھر بھی ہوئے۔

(1) رَبِّ اَرِنِیْ زَلْزَلَۃِ السَّاعَۃِ۔

(2) یُرِیْکُمُ اللّٰہُ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ۔

(3) اُرِیْکَ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ۔

(4) اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ۔

فرمایا: یہ الہام پہلے بھی ہوچکا ہے اب پھر ہوا ہے اور خوف ہے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب کے متعلق ہے۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 521)

- ’’ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الزَّلْزَلَۃِ۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَھَا۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا۔ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَا۔

ترجمہ: یعنی انسانوں پر حیرت طاری ہوجاوے گی کہ ان کے علوم اور تجارب کی حد سے باہر ظہور میں آئے گا۔ اس دن زمین اپنا قصہ بیان کرے گی کہ اس پر کیا آفت آئی۔ کیونکہ خدا اپنے رسول کو اس کے مافی الضمیر کا ترجمان بنائے گا اور اس رسول کو وحی کرے گا کہ کس باعث سے یہ غیر معمولی آفت ظہور میں آئی۔ پھر خداتعالیٰ مجھے فرماتاہے کہ یہ سب نشان تیرے لئے زمین پر ظاہر کئے جائیں گے تازمین کے لوگ تجھے شناخت کرلیں۔‘‘

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 527 - 528)

پس حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں جو پیشگوئیاں پرانے مذاہب میں پائی جاتی ہیں اور جس طرح قرآن و حدیث ایک مصلح آخر الزماں کی علامات بتاتا ہے وہ پوری ہوچکی ہیں۔ اس زمانہ کے حالات پکار پکار کر اس بات کا مطالبہ کررہے ہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور بنی نوع انسان کو اپنے حقیقی

خدا سے ملا دے۔ اس زمانہ میں جس طرح آفات اور حادثات کا نزول ہورہا ہے اس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ اس کثرت سے نئی نئی بیماریوں کا دنیا میں پھیلنا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون اور اس کے بعد ایڈز اور دیگر بیمایاں جن کا نام و نشان پہلی دنیا میں نہیں ملتا، یہ صاف بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعودؑ آ گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو مسیح الزمان کو پہچاننے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خُون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 206 - 207)

اس زمانہ میں جس قدر آفات سماوی کا نزول ہورہا ہے، یہ واضح طور پر ہماری رہنمائی کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا آ گیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں بھی ہے کہ

’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ثابت کردے گا۔‘‘

چنانچہ اللہ اپنے زور آور حملوں سے لوگوں پر واضح کر رہا ہے کہ مسیح آخرالزمان آ گیاہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دنیا توبہ کرتے ہوئے مسیح آخرالزمان کومان لیں اور عافیت کے حصار میں آجائیں۔ آمین

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مارچ 2020ء)

(27)
قدیم الہامی کتب میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئیاں

(مبارک احمد منیر۔ برکینا فاسو)

حضرت مسیح موعودؑ نے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کر تمام مذاہب کے لوگوں کے انتظار کو ختم کر دیا

دنیا کے تمام مذاہب کی کتب میں آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان مصلح کے ظہور کا ذکر ملتا ہے۔ہندو اپنے کرشن کا انتظار کررہے ہیں ، زرتشت ازم والے سوشیانت کا انتظار کررہے ہیں، بدھ ازم والے بدھا، کے انتظار میں ہیں۔ جس کو انہوں نے متیا کا نام دیا ہے۔ اسی طرح یہود، عیسائی اور مسلمان آخری زمانہ میں مسیح موعود کے آنے کا انتظار کررہے ہیں۔ ہندوؤں کی کتاب بھگوت گیتا میں لکھا ہے کہ:

’’جب کبھی دھرم کا اناش (بگاڑ) ہونے لگتا ہے اور آدھرم (لامذہبیت) کی زیادتی ہونے لگتی ہے تب میں اوتار دھان (ظہور) کیا کرتا ہوں نیکیوں کی حفاظت گناہگاروں کی سر کوبی اور دھرم کی امامت کے لئے میں اوتار لیا کرتا ہوں۔‘‘

(بھگوت گیتا صفحہ 30 ادھیائے نمبر 4 اشلوک نمبر 7، 8)

’’جب ویدوں کی دی گئی تعلیمات اور شریعت ختم ہونے کو ہو گی اور کالکی کے دوبارہ ظہور ہونے کا وقت قریب ہو گا ، تو ایک حصہ پیشگوئی کا اس کی اپنی روحانی تجلی یعنی براہما کے ذریعے ہو گا۔ جو کہ شروع اور آخر ہے جو سب چیزوں پر حاوی ہے۔ وہ زمین پر آئے گا......... وہ زمین میں تقویٰ کو دوبارہ پھیلائے گا اور وہ لوگ جو کالکی کے زمانے کا انتظار کررہے ہوں گے انہیں خدا سے متنبہ کرے گا سو جو اس وقت اپنے اعمال ٹھیک کرے گا وہی انسان قدر کے لائق ہو گا۔ وہ پاکیزگی کی راہ کو ہموار کرے گا۔‘‘

(وشنو پرانا 4:24 صفحہ 498)

اسی طرح زرتشت ازم کی کتب میں ایک مصلح کا ذکر ملتا ہے جس کو Saoshyant کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

”وہ نبی جس کا ظہور سوشانت اور استوت اریتا کے نام سے ہو گا۔ اس کا ظہور اس پوری مادی دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہو گا۔ استوت اریتا کا ظہور اس لئے ہو گا کہ وہ اس مادی دنیا کو زندہ کرے گا جو ہلاک ہو چکی ہے۔“

(Khordeh Avesta Farvardin Yasht 13: 129 page 249)

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”نبی سوشیانت کا ظہور اس لئے ہو گا تا کہ وہ بُرے لوگوں کا سامنا کرے جن کی فطرت شیطانی ہے اور متقی لوگوں کے خلاف جو بُرائیاں یا نقصان دہ چیزیں جنم لے رہی ہیں ان کا خاتمہ کر سکے۔ تا کہ شیطان اور بُرے لوگوں کی وجہ سے جو بُرائیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کو ختم کر سکے۔ مستقبل میں آنے والا نبی روحانی مُردوں کو زندہ کرے گا۔“

(Khordeh Avesta Farvardin Yasht 13: 129 page 249)

سوشیانت کامطلب مستقبل کا محسن ہے۔ چنانچہ زرتشت ازم والے آنے والے مسیح کو اس نام سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح مزید لکھا ہے کہ:

یعنی حضرت زرتشت نیکی کے خدا (بقول زرتشت ازم) اہورمزد سے پوچھتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے گا جب یہ مادی دنیا ٹھیک ہو گی اور سیدھے راستہ پر آئے گی تو اہورمزد جواب دیتا ہے کہ 3000سال بعد۔

(The Pahlavi Rivayat Accompanying the Dadestan i Denig
volume 2 chapter 25: 1, 2 page 415)

حضرت زرتشت علیہ السلام کے زمانہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتاہے۔ بعض کے نزدیک 10 قبل مسیح سے 15 قبل مسیح ہے اور بعض کے نزدیک 6 قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ چنانچہ اگر پہلی والی بات مانی جائے تو حضرت مسیح موعودؑ 3000 سال بعد ہی آئے ہیں اور اور فارسی النسل بھی ہیں جیسے حضرت زرتشتؑ بھی فارسی تھے۔ اس طرح بدھ ازم والے بھی ایک آنے والے مسیح کے انتظار میں ہیں جس کو متیا کہتے ہیں اور اس کی آمد کے وقت کے حالات کچھ اس طرح بیان ہیں۔

"And in the time of those people this continent of Jambudipa (India) will be powerful and prosperous, and villages, town and cities will be but a cock's flight

one from the next. This Jambudipa, like Avici will be as thick with people the Varanasi of today will be royal city called Ketumati, powerful and prosperous, crowded with people and well-supplied... And in that time ...there will arise in the world a Blessed Lord, an Arahant fully-enlightened Buddha named Matteyya, endowed with wisdom and conduct, a Well-Farer, Knower of the world, incomparable Trainer of men to be tamed, Teacher of the gods and humans, enlightened and blessed, just as I am now. He will thoroughly know by his own super-knowledge, and proclaim, this universe with devas and maras and Brahmas, its ascetics and Brahmans, and this generation with its princess and people, just as I do now. He will teach the Dhamma, lovely in its beginning, lovely in its middle, lovely in its ending, in the spirit and in the letter, and proclaim, just as I do now, the holy life in its fullness and purity. He will be attended by a company of thousands of monks, just as I am attended by a company of hundreds."

(The Long Discourse of Buddha translation of Digha Nikaya chapter cakkavatti-sihanada sutta: 23, 25, 26 page 403 - 404)

21 جون 1945ء کے الفضل کے شمارہ میں اس پیشگوئی کا ترجمہ کچھ یوں لکھا ہوا ہے کہ:

’’اس موعود کے آنے کے وقت ہندوستان پورا مہذب اور آباد ہو گا۔ چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر اس میں بکثرت آباد ہوچکے ہوں گے۔ حتّٰی کہ ان کی آبادی اتنی گنجان ہو گی کہ مرغا ایک گھر سے دوسرے گھر چھلانگ لگا کر پہنچ جائے گا۔ نرکت(درخت) اور سرکنڈے کے بن کی طرح ہندوستان انسانوں کی آبادی سے بھر جائے گا۔ یعنی اس کے ویران مقامات بھی آبادہوجائیں گے۔ اس زمانے میں ہندوستان میں ایک ایسارہبر آئے گا، جو کہ میتریا بدھ ہو گا۔ یعنی وہ مختلف اقوام میں حقیقی دوستی اور سچی معرفت الٰہی قائم کرے گا۔ وہ ملہم روحانیت کے اعلیٰ اور ارفع مقام کا مالک اور دوسروں کو روحانیت و معرفت الٰہی حاصل کرانے والا ہو گا۔ جیسا کہ آج میں ہوں۔ وہ موعود دیو،برہما،برہمن وغیرہ سب قسم کے انسانوں سے بھرے ہوئے سارے جہان کی حقیقت خود سمجھ کر ان سب اقوام کو تبلیغ کرے گا۔ جیسا کہ میں آج اپنی قوم کو تبلیغ کررہاہوں۔ وہ ایک ایسے واضح صاف اور آسان مذہب کو پیش کرے گا جو کہ خالص

روحانیت اور توحید خالص کا حامل ہو گا اور وہ اپنے کئی لاکھ مریدوں کے ساتھ رہے گا۔ جیسا کہ اس وقت میں کئی سو مریدوں کے ساتھ رہتا ہوں اور وہ ایسی بستی میں پیدا ہو گا جو کہ اپنے علاقے میں بطور نشان یا جھنڈے کے ہو گی۔

اس پیشگوئی میں مندرجہ ذیل باتیں قابل ذکر ہیں کہ:

(1) وہ موعود ہندوستان میں پیدا ہو گا۔

(2) وہ آخری زمانے میں پیدا ہو گا۔

(3) اس وقت ہندوستان کی آبادی بہت بڑھی ہو گی۔

(4) اس وقت ہندوستان کے ویران علاقے بھی آباد ہو جائیں گے۔

(5) وہ ایک نہایت آسان اور توحید خالص کو پیش کرنے والا اور روحانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے والے مذہب کو پیش کرے گا۔

(6) اس پر اس کی زندگی میں ہی بہت سے انسان ایمان لے آئیں گے۔

(7) اس کے بہت سے متبعین اس کے پاس آ کر رہیں گے۔

اب اگر غور کیا جائے تو تمام علامات بڑے زوروشور سے حضرت مسیح موعودؑ پر پوری اتر رہی ہیں۔

اسی طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے انتظار میں تھے۔ چنانچہ نئے عہد نامہ میں لکھا ہے۔

’’جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہو گا… اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قوتیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔‘‘

(جدید عہد نامہ متی باب 24 آیت 27، 29، 30)

اسی طرح مسلمان بھی مسیح ابن مریمؑ کے نزول کے منتظر تھے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آخری زمانہ میں مسیح محمدی کے بارے میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سب مذاہب کا دعویٰ ہے کہ جب ان کا روحانی مصلح آئے گا تو دنیا کو امن سے بھر دے گا نور ساری دنیا میں پھیل جائے گا اور ظلمت کے اندھیرے مٹ جائیں گے۔ اس روحانی مصلح کے آنے سے دنیا میں فساد ختم ہوجائے گا اور شیر اور بکری ایک ہی جگہ سے

پانی پئیں گے۔ لیکن یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اگر ایک ہی وقت میں تمام مذاہب کے روحانی مصلح آگئے تودنیا میں امن کی بجائے فساد عظیم برپا ہوجائے گا۔ اس طرح تو لوگ اور فتنوں میں مبتلاء ہوجائیں گے۔ چنانچہ اس کا حل ایک ہی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا مصلح آئے جو پہلے تمام انبیاء کا بروز ہو اور وہ تمام اقوام کو ایک ہاتھ پر جمع کرے۔ رسول اللہﷺ کی آمد کے بعد تو اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ایک مصلح آئے۔ کیونکہ پہلی امتوں کی تعلیمات تو ایک خاص وقت اور ایک خاص قوم کے لئے تھیں لیکن صرف اسلام ایسا عظیم الشان مذہب ہے جس کی تعلیمات تمام دنیاکے لئے ہیں۔ چنانچہ اسلام اور رسول اللہﷺ کی امت میں ہی ایک ایسا عظیم الشان مصلح پیدا ہوسکتا ہے جو تمام امتوں کو اسلام کے جھنڈے تلے لا سکے۔ چنانچہ اس آنے والے مصلح کے دو کام ہیں ایک تو امت مسلمہ کی اصلاح اور دوسری تمام اقوام کی اصلاح کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کر تمام مذاہب کے لوگوں کے انتظار کو ختم کردیا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

”دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدمؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسمٰعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داوٗدؑ ہوں، میں عیسیٰ ابن مریمؑ ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 521)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو رُدر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ نے باربار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 521)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 31 مارچ 2020ء)

(28)
تحریرات حضرت مسیح موعودؑ اور وبائی امراض

(عبد القدیر قدسی)

بیماریاں اور بلائیں نازل ہونے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’بہت سے لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آتی ہیں وہ بلاوجہ یونہی آ جاتی ہیں یا ان کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئے گی جس کا ہمیں یقین ہے۔ اس کی اصل جڑ گناہ ہی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 116)

مزید فرمایا کہ:

’’اسی واسطے اللہ کریم نے مسلمانوں کو غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ والی دعا سکھائی ہے کہ جو لوگ اسی دنیا کے کیڑے ہوتے ہیں اوراسی دنیا کی خاطر رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دیتے ہیں اور پھر اسی دنیا میں ہی ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ان میں شامل ہونے سے بچا۔ یہ بڑے خطرے کا مقام ہے۔ دیکھو اب تو مرنے کے لئے نئے نئے سامان پیدا ہوگئے ہیں بہت سے ایسی بیماریاں نکل آئی ہیں جو بالکل نئی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ نمبر 347)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ

(البقرہ: 196)

اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ظاہری زندگی کے قیام کے لیے قرآن نے جو بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں ان کو فراموش کر دینا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ امراض کے پھیلنے کے ظاہری اسباب کے پیچھے روحانی اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے پہلو تہی کی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان مشکلات کا شکار ہوتا ہے۔شریعت اسلامی میں مذکور

تعلیمات کا نہ ماننے سے انسانیت کو نقصان ہی ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’شریعت اسلام نے جو نہایت درجے پر ان صفائیوں کا تقیّد کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ (المدثر: 6) یعنی ہر ایک پلیدی سے جُدا رہ۔ یہ احکام اِسی لئے ہیں کہ تا انسان حفظانِ صحت کے اسباب کی رعایت رکھ کر اپنے تئیں جسمانی بلاؤں سے بچاوے۔

عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ یہ کیسے احکام ہیں جو ہمیں سمجھ نہیں آتے کہ قرآن کہتا ہے کہ تم غسل کر کے اپنے بدنوں کو پاک رکھو اور مسواک کرو، خلال کرو اور ہر ایک جسمانی پلیدی سے اپنے تئیں اور اپنے گھر کو بچاؤ۔ اور بدبوؤں سے دُور رہو اور مردار اور گندی چیزوں کو مت کھاؤ۔

اِس کا جواب یہی ہے کہ قرآن نے اُس زمانہ میں عرب کے لوگوں کو ایسا ہی پایا تھا اور وہ لوگ نہ صرف رُوحانی پہلو کے رُو سے خطرناک حالت میں تھے بلکہ جسمانی پہلو کے رُو سے بھی اُن کی صحت نہایت خطرہ میں تھی۔ سو یہ خدا تعالیٰ کا اُن پر اور تمام دنیا پر احسان تھا کہ حفظانِ صحت کے قواعد مقرر فرمائے۔ یہاں تک کہ یہ بھی فرما دیا کہ وَكُلُوا وَاشۡرَبُوا وَلَا تُسۡرِفُوا (الاعراف: 32) یعنی بے شک کھاؤ پیو مگر کھانے پینے میں بے جا طور پر کوئی زیادت کیفیت یا کمیّت کی مت کرو۔ افسوس پادری اِس بات کو نہیں جانتے کہ جو شخص جسمانی پاکیزگی کی رعایت کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ رفتہ رفتہ وحشیانہ حالت میں گر کر رُوحانی پاکیزگی سے بھی بے نصیب رہ جاتا ہے۔ مثلاً چند روز دانتوں کا خلال کرنا چھوڑ دو جو ایک ادنیٰ صفائی کے درجہ پر ہے تو وہ فضلات جو دانتوں میں پھنسے رہیں گے اُن میں سے مُردار کی بُو آئے گی۔ آخر دانت خراب ہو جائیں گے اور اُن کا زہریلا اثر معدہ پر گر کر معدہ بھی فاسد ہو جائے گا۔ خود غور کر کے دیکھو کہ جب دانتوں کے اندر کسی بوٹی کا رگ و ریشہ یا کوئی جُز پھنسا رہ جاتا ہے اور اُسی وقت خلال کے ساتھ نکالا نہیں جاتا تو ایک رات بھی اگر رہ جائے تو سخت بدبو اُس میں پیدا ہو جاتی ہے اور ایسی بد بُو آتی ہے جیسا کہ چُوہا مرا ہوا ہوتا ہے۔ پس یہ کیسی نادانی ہے کہ ظاہری اور جسمانی پاکیزگی پر اعتراض کیا جائے اور یہ تعلیم دی جائے کہ تم جسمانی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہ رکھو نہ خلال کرو اور نہ مسواک کرو اور نہ کبھی غسل کر کے بدن پر سے میل اتارو اور نہ پاخانہ پھر کر طہارت کرو اور تمہارے لئے صرف روحانی پاکیزگی کافی ہے۔ ہمارے ہی تجارب ہمیں بتلا رہے ہیں کہ ہمیں جیسا کہ روحانی پاکیزگی کی روحانی صحت کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی ہمیں جسمانی صحت کے لئے جسمانی پاکیزگی کی ضرورت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہماری جسمانی پاکیزگی کو ہماری روحانی پاکیزگی میں بہت کچھ دخل ہے۔ کیونکہ جب ہم جسمانی پاکیزگی

کو چھوڑ کر اُس کے بد نتائج یعنی خطرناک بیماریوں کو بھگتنے لگتے ہیں تو اُس وقت ہمارے دینی فرائض میں بھی بہت حرج ہو جاتا ہے اور ہم بیمار ہو کر ایسے نکمے ہو جاتے ہیں کہ کوئی خدمت دینی بجا نہیں لاسکتے اور یاچند روز دکھ اٹھا کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں بلکہ بجائے اس کے کہ بنی نوع کی خدمت کرسکیں اپنی جسمانی ناپاکیوں اور ترکِ قواعدِ حفظانِ صحت سے اوروں کے لئے وبالِ جان ہو جاتے ہیں اور آخر ان ناپاکیوں کا ذخیرہ جس کو ہم اپنے ہاتھ سے اکٹھا کرتے ہیں وبا کی صورت میں مشتعل ہو کر تمام ملک کو کھاتا ہے۔ اور اس تمام مصیبت کا موجب ہم ہی ہوتے ہیں کیونکہ ہم ظاہری پاکی کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھتے۔

پس دیکھو کہ قرآنی اصولوں کو چھوڑ کر اور فرقانی وصایا کو ترک کر کے کیا کچھ بلائیں انسانوں پر وارد ہوتی ہیں اور ایسے بے احتیاط لوگ جو نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے اور عفونتوں کو اپنے گھروں اور کوچوں اور کپڑوں اور منہ سے دور نہیں کرتے اُن کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے نوعِ انسان کے لئے کیسے خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں اور کیسی یک دفعہ وبائیں پھوٹتی اور موتیں پیدا ہوتیں ہیں اور شور قیامت برپا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ مرض کی دہشت سے اپنے گھروں اور مال اور املاک اور تمام اس جائیداد سے جو جانکاہی سے اکٹھی کی تھی دست بردار ہو کر دوسرے ملکوں کی طرف دوڑتے ہیں اور مائیں بچوں سے اور بچے ماؤں سے جدا کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ مصیبت جہنم کی آگ سے کچھ کم ہے؟ ڈاکٹروں سے پوچھو اور طبیبوں سے دریافت کرو کہ کیا ایسی لا پروائی جو جسمانی طہارت کی نسبت عمل میں لائی جائے وبا کے لئے عین موزوں اور مؤید ہے یا نہیں؟ پس قرآن نے کیا بُرا کیا کہ پہلے جسموں اور گھروں اور کپڑوں کی صفائی پر زور دے کر انسانوں کو اس جہنم سے بچانا چاہا جو اسی دنیا میں یکدفعہ فالج کی طرح گرتا اور عدم تک پہنچاتا ہے۔ پھر دوسرے جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے وہ صراطِ مستقیم بتلایا جو انسانی فطرت کے تقاضا کے عین موافق اور قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے اور ہمیں نجات کی وہ راہ بتلائی جس میں کسی بناوٹی منصوبہ کی بدبُو نہیں آتی۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ نمبر 332 تا 334)

’’اوّل درجہ کی ناپاکی جو انسان کو وحشیانہ حالت میں ڈالتی ہے جسمانی ناپاکی ہے اور اِسی سے خطرناک امراض اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی کامل کتاب اپنی تعلیم کا ابتدا اسی سے کرتی سو خدا نے ایسا ہی کیا۔ اوّل جسمانی ناپاکیوں اور دوسری وحشیانہ حالتوں سے چُھڑا کر وحشیوں کو انسان بنانا چاہا۔ پھر اخلاق فاضلہ اور طہارت باطنی کے احکام سکھلا کر انسانوں کو مہذب انسان بنایا اور پھر محبت اور فنافی اللہ کے باریک دقائق تک پہنچا کر مہذّب انسانوں کو باخدا انسان بنا دیا۔ اور پھر یہ سب کچھ کر کے فرمادیا۔اِعۡلَمُوۡۤا

اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید: 18) یعنی جان لو کہ خدا نے زمین کو مرنے کے بعد پھر زندہ کیا۔

سو خدا کا کلام حکمت کے طریقوں سے انسان کو ترقی کے منار تک پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے شرم نہیں کرتا کہ انسان کو جو انسانیت سے گرا ہوا ہے ظاہری ناپاکیوں سے بھی چھڑائے جیسا کہ وہ باطنی ناپاکیوں سے چھڑاتا ہے اُس نے اپنی پاک کلام میں انسانوں کو دونوں قسم کی پاکیزگی کی طرف ترغیب دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ (البقرہ: 223) یعنی خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اُن کو بھی دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سو توّابین کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی اور متطہّرین کے لفظ سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی ترغیب دی۔ اور اس آیت سے یہ مطلب نہیں کہ صرف ایسے شخص کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ جو محض ظاہری پاکیزگی کا پابند ہو بلکہ توّابین کے لفظ کو ساتھ ملا کر بیان فرمایا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لئے اکمل اور اتم محبت جس سے قیامت میں نجات ہو گی اسی سے وابستہ ہے کہ انسان علاوہ ظاہری پاکیزگی کے خدا تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرے۔ لیکن محض ظاہری پاکیزگی کی رعایت رکھنے والا دنیا میں اس رعایت کا فائدہ صرف اس قدر اٹھا سکتا ہے کہ بہت سے جسمانی امراض سے محفوظ رہے۔ اور اگرچہ وہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت کا نتیجہ نہیں دیکھ سکتا۔ مگر چونکہ اُس نے تھوڑا سا کام خدا تعالیٰ کی منشاکے موافق کیا ہے یعنی اپنے گھر اور بدن اور کپڑوں کو ناپاکیوں سے پاک رکھا ہے اس لئے اس قدر نتیجہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ بعض جسمانی بلاؤں سے بچا لیا جائے بجز اُس صورت کے کہ وہ کثرت گناہوں کی وجہ سے سزا کے لائق ٹھہر گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے یہ حالت بھی خدا تعالیٰ میسر نہیں کرے گا کہ وہ ظاہری پاکیزگی کو کماحقّہٗ بجا لا کر اس کے نتائج سے فائدہ اُٹھا سکے۔

غرض بموجب وعدہ الٰہی کے محبت کے لفظ میں سے ایک خفیف اور ادنیٰ سے حصہ کا وارث وہ دشمن بھی اپنی دنیا کی زندگی میں ہو جاتا ہے جو ظاہری پاکیزگی کے لئے کوشش کرتا ہو۔ جیسا کہ تجربہ کے رُو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے اور اپنی بدرروؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اوراپنے کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبُو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں پس گویا وہ اس طرح پر یُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پروا نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں اُن کو آ پکڑتی ہیں۔

اگر قرآن کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا رحم نے یہی چاہا ہے کہ انسان باطنی پاکیز گی اختیار کر کے رُوحانی عذاب سے نجات پاوے اور ظاہری پاکیز گی اختیار کر کے دنیا کے جہنم سے بچا رہے جو طرح طرح کی بیماریوں اور وباؤں کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے اور اس سلسلہ کو قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ مثلاً یہی آیت اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ (البقرہ: 223) صاف بتلا رہی ہے کہ توّابین سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطنی پاکیز گی کے لئے کوشش کرتے ہیں اور مُتَطَهِّرِینَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ظاہری اور جسمانی پاکیز گی کے لئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا (المؤمنون: 52) یعنی پاک چیزیں کھاؤ اور پاک عمل کرو۔ اس آیت میں حکم جسمانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے جس کے لئے کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ کا ارشاد ہے۔ اور دوسرا حکم روحانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے جس کے لئے وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا کا ارشاد ہے اور ان دونوں کے مقابلہ سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ بدکاروں کے لئے عالمِ آخرت کی سزا ضروری ہے۔ کیونکہ جب کہ ہم دنیا میں جسمانی پاکیز گی کے قواعد کو ترک کر کے فی الفور کسی بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ امر بھی یقینی ہے کہ اگر ہم رُوحانی پاکیز گی کے اصول کو ترک کریں گے تو اسی طرح موت کے بعد بھی کوئی عذاب ضرور ہم پر وارد ہو گا۔ جو وباء کی طرح ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہو گا۔

چنانچہ یہی طاعون اس بات کی گواہ ہے کہ جن جن شہروں اور گھروں میں جسمانی پاکیز گی کی ایسی رعایت نہیں کی گئی جیسی کہ چاہئے تھی آخر وبا نے اُن کو پکڑ لیا۔ اگرچہ یہ عفونتی اجرام کم و بیش ہر وقت موجود تھے لیکن وہ اندازہ غلیان سمیّت کا پہلے دنوں میں اکٹھا نہیں تھا۔ اور بعد میں اور اسباب کے ذریعہ سے پیدا ہو گیا۔ یہ کس قدر مشکل بات ہے کہ جب کہ ہم جسمانی ناپاکی اورعفونتِ مہلکہ کا کوئی اندازہ قائم نہیں کر سکتے جب تک وہ خود ہم پر وارد نہ ہو جائے پس کیونکر روحانی سمیّت کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کب اور کس وقت ہمیں ہلاک کر سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ لاپروائی اور غفلت سے زندگی بسر نہ کریں اور دُعا میں لگے رہیں۔ خدا سے اُس کا فضل مانگنا اور دُعامیں لگے رہنا اِس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ یہی ایک راہ ہے جو نہایت ضروری اور واجب طریق ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں عذاب سے بچنے کے لئے دعا ہی ہمیں سکھائی گئی ہے۔ اور وہ دعا سورۃ فاتحہ کی دعا ہے جو پنج وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے یہ دونوں قسم کے عذابوں سے بچنے کے لئے دعا ہے۔ کیونکہ آخری فقرہ دعا کا یہ ہے کہ ”یا الٰہی اُن لوگوں کی راہ سے بچا جن میں طاعون پھوٹی تھی۔“ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا اِس لئے ہے کہ تا ہم دنیا کے جہنم اور آخرت کے جہنم دونوں سے بچائے جائیں۔ لہٰذا میں یقین رکھتا ہوں کہ

اگر کوئی شخص یہ دُعا یعنی سورۂ فاتحہ دفع طاعون کے لئے اخلاص سے نماز میں پڑھتا رہے تو خدا اُس کو اس بَلا سے اور اِس کے بد نتائج سے بچائے گا۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 336 تا 339)

"کفارہ کچھ چیز نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ہم اپنے جسمانی بدطریقوں سے وباء کو اپنے پر لے آتے ہیں۔ اور پھر حفظِ صحت کے قواعد کی پابندی سے اس سے نجات پاتے ہیں۔یہی قانون قدرت ہمارے روحانی عذاب اور نجات سے وابستہ ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 338 حاشیہ)

حفظ صحت کے قواعد کی پابندی سے ان وباؤں سے کسی قدر محفوظ رہا جا سکتا ہے لیکن اصل چیز اس مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اس سے دعا کرنا ہے۔التجا کرنی ہے۔ باقی تمام علوم باقی تمام اسباب ظنیات پر مبنی ہوتے ہیں لیکن قطعی اور یقینی بات یہ ہے کہ وہ خالق کل کائنات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"قانونِ قدرت ہی بتلا رہا ہے کہ علمِ طب ظنّی ہے اور تمام تدابیر اور معالجات بھی ظنّی تو اس صورت میں کس قدر بد نصیبی ہے کہ ایسے ظنّیات پر بھروسہ کر کے مبدء فیض اور رحمت سے بذریعہ دُعا طلبِ فضل نہ کیا جائے۔

دُعا سے ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہی تو چاہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب جس کو اصل حقیقت مرض کی بھی معلوم ہے اور دوا بھی معلوم ہے وہ ہماری دستگیری فرماوے اور چاہے تو وہ دوائیں ہمارے لئے میسر کرے جو نافع ہوں اور یا اپنے فضل اور کرم سے وہ دن ہی ہم کو نہ دکھلاوے کہ ہمیں دواؤں اور طبیبوں کی حاجت پڑے۔ کیا اِس میں شک ہے کہ ایک اعلیٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جس کے ارادہ اور حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں۔ اور جس طرف اس کا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اسی طرف جھک جاتا ہے۔اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالت صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اُس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیّر غیر طبعی پیدا نہ ہو اور غذائیں صالحہ میسر آویں اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضر صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں اور اگر وہ کسی ملک کے لئے وبا اور موت کو چاہتا ہے تو وباء کے پیدا کرنے والے اسباب پیدا کر دیتا ہے کیونکہ تمام ملکوت السماوات والارض اُسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک ذرّہ دوا اور غذا اور اجرام اجسام کا اُس کی آواز

سُنتا ہے یہ نہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے معطّل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ چند سال میں ہمارے جسم کے پہلے اجزا تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزا اُن کی جگہ آجاتے ہیں۔

سو یہ سلسلہ خَلق اور آفرینش ہے جو برابر جاری رہتا ہے ایک عالم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالم اُس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خدا قیّومُ العَالَم بھی ہے جس کے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس نے کسی رُوح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پا کر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم بغیر اس کے جی نہیں سکتے ایسا ہی بغیر اس کے ہمارا وجود بھی پیدا نہیں ہوا۔ پس جب کہ وہ ایساخدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کے حکم سے ہمارے وجود کے ذرّات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تو پھر اُس کے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اُس کی امداد اور فضل کے ہم محض اپنی تدبیروں پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہیں کس قدر فاش غلطی ہے۔ نہیں بلکہ ہماری تدبیریں بھی اُسی کی طرف سے آتی ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں تبھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔ پانی اور ہوا پر بھی ہمارا تصرف نہیں۔ بہت سے اسباب ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضۂ قدرت خدائے تعالیٰ میں ہیں جو ہماری صحت یا عدم صحت پر بڑا اثر ڈالنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ (البقرہ: 165) یعنی ہواؤں اور بادلوں کو پھیرنا یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے اور اس میں عقل مندوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے اختیارِ کامل کا پتہ لگتا ہے اور یہ پھیرنا دو قسم پر ہے۔

ایک ظاہری طور پراور وہ یہ ہے کہ ہواؤں اور بادلوں کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف پھیرا جائے۔

دوسری قسم پھیرنے کی باطنی طور پر ہے اور وہ یہ کہ ہواؤں اور بادلوں میں ایک کیفیت تریاقی یا سمّی پیدا کر دی جائے تاموجب امن و آسائشِ خلق ہوں یا امراضِ وبائیہ کا موجب ٹھہریں۔

سو ان دونوں قسموں کے پھیرنے میں انسان کا دخل نہیں اور بکلّی انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ اور باایں ہمہ ایک یہ مشکل بھی پیش ہے کہ ہماری صحت یا عدم صحت کا مدار صرف اِن ہی دوچیزوں پر نہیں بلکہ ہزار در ہزار اسباب ارضی و سماوی اور بھی ہیں جو دقیق در دقیق اور انسان کی فکر اور نظر سے مخفی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمام اسباب اُس کی جدوجہد سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

پس اِس میں کیا شک ہے کہ انسان کو اس خدا کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے جس کے ہاتھ میں یہ تمام اسباب اور اسباب در اسباب ہیں۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور اُن کے جُدا جُدا مقام ٹھہرائے ہیں اِسی طرح خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خداتعالیٰ کو چشمہءِ فیض سمجھ کر بذریعہ حالی اور قالی دُعاؤں کے اس سے قوت اورامداد مانگتا اوردوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کرکے دُعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبّرانہ حالت میں رہتا ہے۔ جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دُعا کرتا اور اس سے حلِ مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دُعا کو کمال تک پہنچاوے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلّی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہر گز ہر گز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مُنہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا اور اندھا مرتا ہے اور ہماری اس تقریر میں اُن نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطاکار کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دُعا میں فنا ہوتے ہیں پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں اور بمقابل ان کے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دُعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ اُن پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابیاں اُس کو حاصل ہوتی ہیں۔

سو جیسا کہ ابھی مَیں نے اشارہ کیا ہے اصل مطلب دُعا سے اطمینان اور تسلّی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے اور یہ ہر گز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اُسی امر میں میسّر آ سکتی ہے جس کو ہم بذریعہ دُعا چاہتے ہیں بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر میں ہے وہ کامل دُعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے جو شخص رُوح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دُعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔

سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دُعا کرنے والوں کو ملتی ہے اور اُن کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہیں ہوئی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک

دُکھ ہے۔سو یہ اطمینان اور رُوح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہر گز نہیں ملتی بلکہ محض دُعا سے ملتی ہے۔ مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہیں رکھتے وہ ایک ظاہری مرادیابی یا نامرادی کو دیکھ کر مدارِ فیصلہ اسی کو ٹھہرا دیتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر اُن ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دُعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مراد یابی کی دولتِ عظمٰی پاتے ہیں۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 235 تا 238)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام وبائی امراض کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

’’بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔ اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے

یَاحَفِیظُ یَاعَزِیزُ یَارَفِیقُ

رفیق خداتعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے بیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 426 - 427)

پاک وجودوں کی موجودگی اور ان سے وابستگی بھی امن مہیا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’درحقیقت خدائے تعالیٰ کا پاک قانون قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور ان کے انفاس پاک سے اور ان کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا دار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے اور انہیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سورج چمکتا ہے وہ دنیا کے نور ہیں جب تک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دنیا میں ہیں دنیا منور ہے اور ان کے وجود نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ حقیقی آفتاب وماہتاب دنیا کے وہی ہیں۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد نمبر 4صفحہ 328، 329)

(روزنامہ الفضل آن لائن 2 اپریل 2020ء)

(29)

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر اور عفو و درگزر

(ابو المنصور احمد)

عفو و درگزر اُن صفاتِ حسنہ میں سے ہے جو انسان کے کردار کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ عام طور پر ان صفات کے حامل انسان کو کمزور اور انتقام لینے والے شخص کو طاقتور سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ موقع و حالات کے مطابق اور بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود عفو و درگزر کرنے والا انسان حقیقت میں بہت بہادر، اولوالعزم اور اندر سے بہت مضبوط ہوتا ہے کیونکہ صبر کی بناء پر ہی یہ اَوصاف پیدا ہوتے ہیں اور خدا کے انبیاء و مرسلین اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں یہ اَوصاف بدرجۂ اَتم پائے جاتے ہیں۔ یہاںتک کہ وہ صرف اپنے قریبی لوگوں کی خطاؤں سے ہی صبر کے ساتھ عفو و درگزر کا سلوک نہیں کرتے بلکہ اُن کے دشمن اور خون کے پیاسے بھی اُن کے اِس وصف سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں متّقیوں کی شان میں فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

(آلِ عمران :135)

ترجمہ: وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۳﴾

(النور: 23)

ترجمہ: اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔پس چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دےاور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۴﴾

(الشوریٰ: 41 - 44)

اور بدی کا بدلہ، کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا........ اور جو صبر کرے اور بخش دے تو یقیناً یہ اولوالعزم باتوں میں سے ہے۔

آج کے دَور میں جبکہ یہ صفاتِ حسنہ ناپید ہو رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ کے ایک عاشقِ صادق کو آپؐ کی سنت کی احیاء کے لئے مبعوث فرمایا۔ تا جو زندگی کے خواہاں ہیں اُن کو وہی مَے پلا دی جائے اور اُن میں صحابہؓ رسولﷺ کے رنگ ڈھنگ پیدا کر دیئے جائیں۔ آیئے دیکھیں آپﷺ کے ظلّ کامل، مسیحِ محمدی نے اِن اخلاقِ محمدی کا کیسے احیاءِ نَو کیا۔

صبر اور عفو و در گزر کے لئے اَپنوں، غیروں، دوستوں دُشمنوں، رشتہ داروں شریکہ برادری، ہم مذہبوں، غیر مذہبوں، محِبّوں اور جانثاروں سے آپؑ کا کیا سلوک ہوتا تھا؟ اسی سے پتہ چل سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپؑ کو کیسا بنایا تھا؟ اور اخلاقِ محمدیﷺ کا پَرتَو کیسا کامل آپؑ پر پڑا تھا اور اُس سراجِ منیر سے روشنی کا اکتساب کیسے کامل طور پر کیا کہ خود بھی بدرِ کامل بن گئے۔

اِس مضمون میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی پاکیزہ سیرت سے صبر اور عفوو در گزر کے واقعات کی صورت میں کچھ بیان کرنا مقصود ہے جو نہ صرف آپؑ کے اعلیٰ اخلاق پر فائز ہونے پر شاہدِ ناطق ہیں بلکہ آپؑ کی سچائی پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

اَپنوں کی غلطی پر در گزر

حضرت حامد علیؓ حضورؑ کے پرانے خادموں میں سے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ ”مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا بلکہ میں بڑا ہی سُست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔

’’حافظ حامد علیؓ کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ اور معاملہ کرتے تھے جیسا کسی عزیز سے کیا جاتا ہے اور یہ بات حافظ حامد علیؓ ہی پر موقوف نہ تھی۔ حضرت کا ہر ایک خادم اپنی نسبت یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی عزیز آپ کو نہیں۔ بہرحال حافظ حامد علیؓ کو ایک دفعہ کچھ لفافے اور کارڈ آپ نے دیئے کہ ڈاک خانہ میں ڈال آؤ۔ حافظ حامد علیؓ کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا۔ پس وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے اور اپنے مفوّض کو بھول گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ (جو اُن دنوں میں میاں محمود اور ہنوز بچہ ہی تھے) کچھ لفافے اور کارڈ لئے دوڑتے ہوئے آئے کہ ابّا ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ آپؑ نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹرڈ خط بھی تھے اور آپؑ اُن کے جواب کے منتظر تھے۔ حامد علیؓ کو بلوایا اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا۔ ’’حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے ذرا فکر سے کام کیا کرو۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 109)

ضروری اور بہت ضروری خطوط جن کے جواب کا انتظار تھا، مگر خادم کی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے ڈاک میں جانے کے وہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں سے جا ملتے ہیں اس پر کوئی باز پُرس کوئی سزا اور کوئی تنبیہ نہیں کی جاتی۔

حضرت مولوی عبدالکریمؓ اخبار الحکم میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دِیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی اُن مسوّدات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مشغول ہیں۔ سر اُٹھا کر دیکھتے ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق و سباق عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اِس سے پوچھتے ہیں خاموش! اُس سے پوچھتے ہیں دَبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور اُنگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا اور دَرحقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے

ہیں ”خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اِس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھا دے۔“

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانیؓ)

حضرت مولوی عبدالکریمؓ مزید فرماتے ہیں۔

”ایک دفعہ اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت صاحب ”تبلیغ“ لکھا کرتے تھے مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے ایک بڑا دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغتِ خدا داد پر حضرت صاحب کو ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کے لئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیئے۔ مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی۔ واپسی پر کہ ہنوز راستہ میں ہی تھے۔ مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دے دیں۔ مولوی صاحب کے ہاتھ سے مضمون گر گیا۔ واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب معمولاً اندر چلے گئے۔ میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت صاحب نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہورہا ہے۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی، معمول ہشاش بشاش چہرہ، تبسّم زیرِلب تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اتنی تگا پو کیوں کیا گیا۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔“

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 260)

مکرم قاضی یار محمد ایک بڑے مخلص احمدی تھے۔ ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ وہ حضورؑ کے جسم مبارک سے برکت حاصل کرنے کا ایک یہ طریقہ نکالتے تھے کہ جب حضورؑ نماز کی نیت باندھتے تو وہ نماز ہی میں حضورؑ کے جسم پر اپنی دانست میں برکت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پھیرنا شروع کر دیتے اور ان کے ہاتھ پھیرنے کا طریق بھی یہ ہوتا تھا کہ گویا جسم کو ٹٹول رہے ہیں۔ اس سے لازمی بات ہے کہ حضورؑ کو بڑی کوفت ہوتی تھی۔ حضورؑ چاہتے تو سختی سے اس دیوانہ شخص کو روکا جا سکتا تھا۔ مگر آپؑ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپؑ نماز کے دوران اِس مشکل سے بچنے کے لئے کوٹھڑی میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ تا کہ وہ دیوانہ وہاں نہ آسکے۔ اُس دیوانہ کو کوئی ادنیٰ سی تکلیف پہنچانے یا سختی کرنے یا ڈانٹنے کا بھی ذکر نہیں۔

ایک ملازمہ کے بارہ میں گھر میں شور ہوا، حضرت مسیح موعودؑ کو جب معلوم ہوا کہ اُس نے چاول چُرائے

ہیں اور لے کر جاتے ہوئے پکڑی گئی ہے تو آپؑ نے اُس سے نہ صرف دَر گزر کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ احسان کا سلوک فرمایا۔

دشمنوں سے سلوک

میرٹھ سے احمد حسین شوکت نامی ایک شخص نے ایک اخبار شحنہ ہند جاری کیا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مجدد السنہ مشرقیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ایک ضمیمہ جاری کیا۔ جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا اور اس طرح جماعت کی دِلآزاری کرتا میرٹھ کی جماعت کو اس سے خصوصیت سے تکلیف ہوتی۔ 12 اکتوبر 1902ء کا واقعہ ہے کہ میرٹھ کی جماعت کے پریزیڈنٹ جناب شیخ عبدالرشید جو ایک معزّز زمین دار اور تاجر تھے قادیان آئے اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضمیمہ شحنہ ہند کے توہین آمیز مضامین پر عدالت میں نالش کر دوں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ ’’ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہو گا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدّم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔‘‘

جو لوگ اس گندے لٹریچر سے واقف نہیں وہ اِس فیصلہ کی اہمیت سمجھ نہیں سکتے۔ مگر جنھوں نے اس کو دیکھا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس شخص سے عدالت کے ذریعے انتقام لیا جاتا تو عقلاً، عرفاً، اخلاقاً جائز ہوتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر گز پسند نہ فرمایا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے دُشمن کو اس طرح پر معاف کر دیا۔ بلکہ اسی قوم کا ایک واقعہ اس سے پہلے بھی گزرا۔

فساد کرنے والے سِکھّوں کی رہائی

حضرت محمد خانؓ ساکن گِل منج کی روایت ہے کہ ایک بار جبکہ کثرت سے لوگ قادیان آنا شروع ہو گئے تھے بہت سے لوگ قادیان آئے، اُن میں لاہور کے لوگ بھی شامل تھے۔ حضورؑ یہ ذکر فرما رہے تھے کہ دُور دراز سے لوگوں نے آ کر مجھے قبول کیا لیکن قادیان کے لوگوں نے یہ کہا...... اتنے میں حاضرین میں سے دو سِکھّوں نے جن میں سے ایک اندھا تھا اُٹھ کر گڑ بڑ کرنی شروع کی۔ اندھا سِکھ بولا: بھائیو! پیارو مترو! میری اِک عرض وا...... اس کا انداز یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضورؑ کی تقریر میں رخنہ ڈال کر اپنے مذہب کے متعلق کچھ پرچار کرنا چاہتا ہے جس پر قریب کے لوگوں نے اُسے روک دیا کہ بولو نہیں وعظ ہو رہا ہے۔ دو منٹ کے بعد پھر اُس اندھے نے پہلے کی طرح الفاظ کہے۔ پھر لوگوں نے اُسے روک دیا۔ اُس اندھے کے ساتھ نوجوان سِکھ نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اُس وقت پولیس کا انتظام تھا اور

محمد بخش تھانیدار بھی آیا ہوا تھا۔ لوگوں نے تھانیدار کو کہا کہ دو سِکھ مسجد میں گالیاں نکال رہے ہیں۔ تھانیدار اُس وقت مرزانظام الدین کے دیوان خانہ میں کھڑا تھا اور دو سپاہی اس کے ساتھ تھے۔ وہ گئے اور ان سِکھّوں کو پکڑ کر دیوان خانہ میں لے گئے۔ حضرت صاحب کے تقریر ختم کرنے کے دو گھنٹہ بعد کسی شخص نے آ کر بتایا کہ تھانیدار نے ان سِکھّوں کو مارا ہے۔ حضرت صاحب نے اُسی وقت تھانیدار کو فرمایا کہ وہ ان کو چھوڑ دے۔ اس پر اُس تھانیدار نے اُن سِکھّوں کو چھوڑ دیا۔ حضورؑ کی نرمی اور عفو کی یہ ایک عام مثال ہے۔ جب بھی حضورؑ کے سامنے کسی نے ایسی بدتمیزی کی، حضور نے خود اُس کی حفاظت فرمائی حالانکہ عام دُنیاوی نظریہ یہی ہے کہ ایسے لوگوں کی تھوڑی بہت گوشمالی ہوتی رہے تو دوسرے شرپسندوں کو عبرت حاصل ہوتی رہے۔ مگر حضور کا وسیع ظرف، طبیعت کی بے انتہانرمی اور عفو و در گزر کی صفات اپنی مثال آپ تھیں۔

قادیان میں ایک شخص نہال چند(نہالا) بہاروراج ایک برہمن تھا۔ اپنی جوانی کے ایّام میں وہ ایک مشہور مقدمہ باز تھا۔ آخر عمر تک قریباً اُس کی ایسی حالت رہی۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو حضرت اقدسؑ کے خاندان کے ساتھ عموماً مقابلہ اور شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ پھر سلسلہ کے دُشمنوں کے ساتھ بھی رہتا۔ اَخیر عمر میں اُس کی مالی حالت نہایت خراب ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعض اَوقات اُس کو اپنی روزانہ ضروریات کے لئے بھی مشکلات پیش آتی تھیں۔ اُس نے ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کے دروازے پر آ کر ملاقات کی خواہش کی اور اطلاع کرائی۔ حضرت صاحب فوراً تشریف لے آئے۔ اُس نے سلام کر کے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔ حضرت اقدسؑ نے نہ صرف تسلی دی بلکہ پچیس روپے کی رقم لا کر اُس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام چلاؤ پھر جب ضرورت ہو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ اُس کے بعد اُس شخص کا معمول ہو گیا کہ وہ مہینے دو مہینے کے بعد آتا اور ایک معقول رقم آپؑ سے اپنی ضروریات کے لئے لے جاتا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 299)

حضرت مسیح موعودؑ 20 فروری 1892ء کو لاہور تشریف لے گئے اور منشی میراں بخشؓ کی کوٹھی واقع چونا منڈی میں قیام فرمایا لیکن لوگوں کی بکثرت آمدورفت اور دن بھر کے ہجوم کو دیکھ کر محبوب رائیوں کی ایک وسیع اور فراخ کوٹھی میں منتقل ہو گئے۔ یہاں ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے حضرت اقدسؑ کی بردباری اور تحمل کا پورا نقشہ پیش کر دیا۔ حضرت اقدسؑ مجلس میں تشریف فرما تھے اور منشی شمس الدین مرحوم جنرل سیکریٹری کو آپ نے ''آسمانی فیصلہ'' دیا کہ اسے پڑھ کر حاضرین کو سنائیں........ اس مجلس میں بابوموز مدار جو برہمو سماج کے ان دنوں منسٹر تھے اور ایگزیمنر آفس میں بڑے آفیسر تھے اور اپنی نیکی

اور خوش اخلاقی کی وجہ سے معروف تھے۔ سوشل کاموں میں آگے آگے رہتے تھے، وہ اس جلسہ میں موجود تھے۔ ایک شخص جو مسلمان کہلاتا تھا آیا اور اُس نے اپنے غیض و غضب کا اظہار نہایت ناسزاوار الفاظ اور گالیوں کی صورت میں کیا۔ حضرت اپنی پگڑی کا شملہ منہ پر رکھے سنتے رہے اور بالکل خاموش تھے۔ آپؑ کے چہرہ پر کسی قسم کی کوئی علامت نفرت یا غصہ کی ظاہر نہیں ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپؑ کچھ سنتے ہی نہیں۔ آخر وہ تھک کر آپ ہی خاموش ہو گیا اور چلتا بنا۔ حاضرین میں سے اکثر کو غصہ آتا تھا مگر کسی کو یہ جرأت حضرتؑ کے اَدب کی وجہ سے نہ تھی کہ اُسے روکتا۔ جب وہ چلا گیا تو بابو موزمدار نے کہا: ''ہم نے مسیح کی بُردباری کے متعلق بہت کچھ پڑھا اور سنا ہے۔ مگر یہ کمال تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔'' انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور چونکہ اُن کے دفتر میں ہماری جماعت کے اکثر احباب تھے اور وہ اُن سب کا احترام کرتے تھے اور حضرت منشی نبی بخشؓ پر تو اُن کی خاص نظر عنایت تھی۔ وہ اکثر اس واقعہ کو بیان کرتے اور حضرتؑ کے کمال ضبط کی تعریف کرتے تھے۔

(حیاتِ طیّبہ از شیخ عبدالقادر صفحہ 107)

حضرت مولوی شیر علیؓ کا ایک بیان فرمودہ واقعہ جو سیرت المہدی میں درج ہے وہ کچھ یوں ہے۔

''ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مَیں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کے لئے آیا ہوں اور پھر اُس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور بڑے تکلّف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر کہنے لگا کہ آپ کو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ الفاظ کا تلفّظ بھی اچھی طرح نہیں ادا کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبداللطیف شہیدؓ بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے، اُن کو بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے اسی جوش میں اُس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت اقدسؑ نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور کسی دوسرے وقت جبکہ مولوی صاحب مجلس میں موجود نہ تھے فرمانے لگے کہ اُس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ مَیں نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اُس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں،مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 52)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ تحریر فرماتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے حافظ روشن علیؓ نے کہ جب منارۃ المسیح بننے

کی تیاری ہوئی تو قادیان کے لوگوں نے افسران گورنمنٹ کے پاس شکایتیں کیں کہ اِس مینارہ کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پردہ دری ہو گی۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ڈپٹی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعودؑ کو مسجد مبارک کے ساتھ والے حجرہ میں ملا۔ اس وقت قادیان کے بعض لوگ جو شکایات کرنے والے تھے وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سے ڈپٹی کی باتیں ہوتی رہیں اور اس گفتگو میں حضرت صاحب نے ڈپٹی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”یہ بڈھامل بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے کا مجھے موقع ملا ہو اور مَیں نے فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی کی ہو اور پھر اس سے پوچھ لیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف دینے کا اسے کوئی موقع ملا ہو تو اس نے مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔“ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ مَیں اس وقت بڈھامل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شرم کے مارے اپنا سر نیچے اپنے زانوؤں میں دیا ہوا تھا اور اس کے چہرہ کا رنگ سپید پڑ گیا تھااور ایک لفظ بھی منہ سے نہیں بول سکا۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 138)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جو امرتسر کے میڈیکل مشن کے مشنری تھے اور مباحثہ آتھم میں عیسائیوں کی جانب سے پریزیڈنٹ تھے ایک دن خود بھی مناظر رہے۔ انہوں نے 1897ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک مقدمہ اقدام قتل کا دائر کیا۔ یہ مقدمہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا اور بالآخر محض جھوٹا اور بناوٹی پایا گیااور حضرت اقدسؑ عزت کے ساتھ اس مقدمہ میں بَری ہوئے۔

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ بیان فرماتے ہیں۔

”مَیں جو اس مقدمہ کو شائع کرنے والا ہوں ایک عینی شاہد ہوں اُس وقت عدالت میں موجود تھا۔ جب کپتان ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے حضرت اقدسؑ کومخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر مقدمہ چلائیں اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کو حق ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ”میں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔“

اس موقع پر اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا۔ جس پر قتل کے اقدام کا مقدمہ ہو۔ وہ اپنے دشمن سے ہر ممکن انتقام لینے کی کوشش کرتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کو معاف کر کے تعلیم پر صحیح عمل کرکے دکھایا۔ ایک وقت تھا کہ مارٹن کلارک نے مباحثہ اَمرتسر میں حضرت اقدسؑ کو اور آپؑ کی جماعت موجودہ کو چائے کی دعوت دی مگر آپؑ نے غیرت اسلامی کی بناء پر اُس دعوت کو مسترد

کیا کہ یہ شخص نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اور آپؐ کی تکذیب پر زور دیتا اور مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لئے پورا زور لگاتا ہے اور مجھے دعوت دیتا ہے۔ میری غیرت اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ مَیں آنحضرت ﷺ کے دُشمن کے ہاں چائے پیئوں۔ اس حیثیت کا دُشمن ہو اور پھر ذاتی طور پر اُس نے حضرت مسیح موعودؑ کو خطرناک سازش کا نشانہ بنانا چاہا ہو۔ اُس میں وہ بَری ہو کر اپنے اور نبی کریم ﷺ کے دُشمن سے جائز طور پر انتقام لے سکتے تھے مگر آپؐ نے ایک منٹ کے لئے بھی اس کو گوارا نہ فرمایا اور کوئی مقدمہ کرنا نہ چاہا۔ یہ عفو اور در گزر اگر ایسی حالت میں ہوتا کہ آپؐ کو قدرت نہ ہوتی تو اس کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوتی لیکن یہ ایسے موقع پر آپؐ نے دکھایا کہ آپ کو حق تھا اور قانونی طور پر آپؐ سزا دلا سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے پسند نہ فرمایا اور معاف کر دیا۔

یہ واقعہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو شُبہ میں ڈالے کہ شاید فریق مخالف کی طاقت اور رسوخ کے باعث ایسا نہ کیا گیا ہو لیکن یہ شُبہ محض لغو اور بے اصل ہو گا۔ اس لئے کہ اسی بارُسوخ اور طاقتور فریق سے مقدمہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا اور انہوں نے اپنے تمام رُسوخ اور قوت سے کام لے لیا تھا۔ بلکہ بعض بڑے پادریوں نے بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو کہا اور سفارش کی۔ مگر مجسٹریٹ کا جواب یہ تھا کہ مجھ سے ایسی بدذاتی نہیں ہو سکتی کہ مَیں انصاف کو ہاتھ سے چھوڑوں۔ تو شُبہ محض بے اصل ہے۔ جس چیز نے حضرت اقدسؑ کو روکا وہ ایک ہی چیز تھی کہ آپؐ اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لینا چاہتے تھے اور اپنے عمل سے در گزر اور عفو کا سبق دینا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک کی ذات سے آپؐ کو کوئی دُشمنی نہ تھی بلکہ آپؐ کو اس کے عقائد باطلہ اور اُس کے اُس طریقِ عمل سے نفرت تھی جو وہ اسلام کے متعلق رکھتا تھا۔ اس لئے اگر آپ بذریعہ عدالت اس کو سزا دلاتے تو اس غیرت مذہبی اور اَخْلَاص فِی الدَّارَیْن کے خلاف ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً آپؐ کو دیا تھا اور اس میں نفسانیت کے کسی شائبہ کا شُبہ بھی گزر سکتا تھا۔ گو انصاف اور عقل کے نزدیک یہ انتقام صحیح ہوتا اس لئے کہ ڈاکٹر کلارک نے آپؐ کی عزت و آبرو اور آپؐ کی جان پر حملہ کیا تھا۔ مگر آپؐ کو جب موقع دیا گیا تو آپؐ نے پسند نہیں کیا کہ اس سے وہی سلوک کیا جائے۔ جس کا اُس نے خود ارتکاب کیا۔ گو وہ اس کا خود مستحق تھا اور یہ پہلی مثال نہ تھی، آپؐ کی زندگی میں اس کی بہت کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔

اسی مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں مولوی محمد حسین بٹالوی ایک گواہ کی حیثیت سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف پیش ہوئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ابتداء میں انہوں نے

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو لکھا اور حضرتؑ کا اکرام و احترام بہت کرتے تھے۔ مگر بعد میں کسی مخفی شامتِ اعمال کی وجہ سے وہ مخالف ہوئے اور خطرناک مخالفت کا رنگ انہوں نے اختیار کیا۔ یہ مقام ان کی مخالفت کی نوعیت اور اس بارہ میں اس کی تفاصیل اور تذکرہ کا نہیں۔ اتنا تلخ دُشمن تھا کہ کفر و قتل کے فتوے اُسی نے شائع کرائے اور بالآخر وہ اس مقدمہ اقدامِ قتل میں عیسائیوں کا گواہ ہو کر آیا اور وہ یہ ثابت کرنے کے لئے آیا تھا کہ فی الحقیقت جو الزام لگایا گیا ہے وہ گویا (نعوذباللہ) درست ہے۔

اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین کی یہ پوزیشن تھی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف گواہ تھا۔ روزانہ عدالتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک فریق اپنے مخالف گواہوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ ان کی عزت و قار پر واقعاتِ حقّہ سے قطع نظر ایسے حملے ہوتے ہیں کہ وہ عاجز ہو جاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین جب حضرتؑ کے خلاف دل کھول کر گواہی دے چکے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان پر جرح کا موقع دیا گیا۔ حضرتؑ کی طرف سے مولوی فضل الدین پلیڈر لاہور وکیل تھے جو اِس سلسلہ میں داخل نہیں ہیں، انہوں نے مولوی محمد حسین پر کچھ ایسے سوالات کرنے چاہے جو اُن کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیتے۔ اُس نے حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ مَیں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ مگر حضرت صاحب نے اُس کو روک دیا اور باصرار و بزور روکا۔ مولوی فضل الدین اپنے فرض منصبی کو دیانتداری سے ادا کرنے کے لئے اور اپنے موَکل کی صفائی اور بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ایسے تلخ دُشمن اور معاند گواہ کو اصلی صورت میں دِکھادینا چاہتے تھے اور اگر وہ سوالات ہو جاتے تو خدا جانے مولوی محمد حسین اس مقام پر کھڑے رہ سکتے یا گر جاتے۔ مگر حضرت نے قطعاً اجازت نہ دی۔ بلکہ ایک بار ان کو کسی قدر سختی سے روک دیا کہ مَیں ہر گز اجازت نہیں دیتا۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس کے اپنے اختیار سے باہر ہے اور مَیں اس کی عزت کو برباد نہیں کرنا چاہتا۔ آخر مولوی فضل الدین بھی رُک گئے۔

مولوی فضل الدین احمدی نہیں مگر اس بلند ہمتی نے انہیں ہمیشہ آپؑ کا مداح رکھا ہے۔ خیال کرو کہ مولوی محمد حسین تو جان تک کا دُشمن ہے اور آپ کو ایک قاتل ثابت کرنا چاہتا ہے اور آپ کی یہ شانِ رحم و درگزر ہے کہ ایک امر واقعہ کے متعلق بھی اپنے وکیل کو اجازت نہیں دیتے کہ اس سے پوچھا جاوے محض اس لئے کہ وہ ذلیل نہ کیا جاوے۔

اس تمام خطرناک نتیجہ کے لئے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں مگر دُشمن کو اس عمل سے بچالیتے

ہیں۔ اس در گزر و علوِ ہمتی کی نظیر تلاش کرو نہیں ملے گی۔

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانیؓ)

یہی مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے مخالفت اور دُشمنی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، اپنے اخبار میں گالیاں دیں، آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا اور تمام ہندوستان کے مولویوں سے اس پر دستخط کروائے، گورنمنٹ میں آپ کے خلاف جھوٹی مخبریاں کیں اور آپؑ کے خلاف مقدمات میں جھوٹی گواہیاں دیں۔ لیکن آخیر میں جب ان کا اخبار اشاعة السنّہ بند ہو گیا اور ان کی حالت ایسی تباہ و زار ہو گئی کہ وہ اپنا مضمون لئے پھرتے تھے اور کوئی مولوی یا ایڈیٹر اخبار اُسے چھاپتا نہ تھا تو حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحب سے کہلا بھیجا کہ ”آپ ہمارے پاس قادیان آجائیں ہم آپ کے مضمون کی کتابت بھی کروا دیتے ہیں اور چھپوا بھی دیتے ہیں۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے ابتدائی ایّام میں ہماری یہ حالت تھی کہ قادیان کی زمین باوجود فراخی کے ہم پر تنگ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کے مالکوں میں سے تھے۔ لیکن باوجود اس کے بھی آپ کی غریب اور قلیل جماعت کو سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ بعض اوقات باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کے دامن میں قادیان کے شریر اور خبیث مخالفوں نے پاخانہ ڈلوادیا اور ایک ٹوکری مٹی کی بھی غریب مہاجرین کو اُٹھانی مشکل ہو جاتی تھی اور کوئی دن ہم پر ایسا نہ گزرتا تھا کہ ہماری کہیاں اور ٹوکریاں قادیان کے ظالم طبع دُشمن نہیں لے جاتے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ چونکہ خود حضرت اقدسؑ کے اقارب اور عمّ زاد بھائی (جن کا سردار مرزا امام الدین تھا) دُشمن تھے۔ اس لئے ان کی حمایت اور شہ سے ایسا ہوتا تھا۔ سید احمد نور مہاجر جب اپنے ملک سے ہجرت کر کے قادیان آگئے تو انہوں نے ڈھاب میں ایک موقع پر حضرت اقدسؑ کی اجازت سے اپنا مکان بنانا چاہا۔ چنانچہ جب انہوں نے تعمیر مکان شروع کی تو قادیان کے سکھّوں اور بعض برہمنوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو اور اس کے بھائی کو مارا۔ اس کشاکش میں ایک برہمن کو بھی چوٹ لگی اور اس کی پیشانی میں خون نکل آیا۔ سید احمد نور بھی لہو لہان ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر مَیں (راقم) مرزا نظام الدین اور دفعداد چوکیدار ان کے پاس گیا اور اُن کو موقع پر لا کر دکھایا کہ سکھّوں کی بہت بڑی تعداد اس موقعہ پر حملہ آوروں کی صورت میں موجود ہے۔ مرزا نظام الدین ان کو وہاں سے ہٹا لائے اور سمجھایا۔ حضرت صاحب کو مَیں اور مفتی فضل الرحمان نے اطلاع کی اور واقعات کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”باہم صلح اور سمجھوتہ کرا دینا چاہئے جس طرح بھی ہو“ چنانچہ مَیں نے اور مفتی صاحب نے ہر چند کوشش کی۔ ہماری موجودگی میں تو یہ سب لوگ یہی کہتے تھے کہ

ہاں صلح ہو جانی چاہئے عدالت میں نہیں جانا چاہئے مگر دراصل اس شخص کو جس کی پیشانی سے خون نکلا اور اس کا نام پالا رام تھا کہا کہ جا کر نالش کرو چنانچہ اس نے جا کر حضرت مولوی نورالدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور سید احمد نور پر نالش کر دی یہ مقدمہ سردار غلام حیدر خاں مزاری کے اجلاس میں تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا منشاء یہی تھا کہ مقدمہ نہ ہو اور ہم ہر طرح صلح کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جب کامیابی نہ ہوئی اور فریق مخالف نالش کرنے کے لئے چلا گیا تو چونکہ یہ بلوہ تھا اس لئے پولیس کو اطلاع دی گئی۔ پولیس نے اپنی تفتیش سے جرم ثابت پا کر سولہ آدمیوں کا چالان کر دیا اور یہ مقدمہ بھی سردار غلام حیدر کے اجلاس میں تھا۔ قادیان کے آریوں نے انتہائی کوشش کی کہ ہمارے خلاف مقدمہ خطرناک طور پر ثابت ہو مگر چونکہ اس کی بناء محض جھوٹ پر تھی اس لئے وہ پہلی ہی پیشی میں خارج ہو گیا اور دوسرے مقدمہ میں جو پولیس نے چالان کیا تھا ملزموں پر فردِ جرم لگائی گئی۔ آخر شہادت صفائی بھی گزر گئی اور اب صرف آخری مرحلہ تھایعنی صرف فیصلہ۔ اس کے متعلق یقینی تھا کہ ملزم سزایاب ہونگے کیونکہ روئداد مقدمہ میں جرم ان پر ثابت ہو چکا تھا۔ اس مرحلہ پر ملزمان لالہ شرمپت رائے اور لالہ ملاوامل اور بعض دوسرے لوگوں کو لے کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ ان لوگوں سے اُس مکان میں ملے جو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے مکان کے اوپر بنا ہوا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے بڑی معذرت کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کے بزرگ ہمیشہ ہم سے سلوک کرتے آئے ہیں اور یہ بھی بڑے موثق وعدوں کے ساتھ کہا کہ آئندہ ایسی حرکت سرزد نہ ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کی عرضداشت کو سُن کر معاف کر دیا اور مجھ کو حکم دیا کہ مَیں عدالت سردارغلام حیدر میں جا کر حضرت صاحب کی طرف سے کہوں کہ حضرت صاحب نے ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے اور ہم نے مقدمہ چھوڑ دیا ہے۔ مَیں نے واقعات کی صورت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ مقدمہ پولیس نے چالان کیا ہے اس میں سرکاری مدعی ہے۔ سولہ ملزم ہیں، پولیس سولہ ملزموں کا رہا ہو جانا کبھی پسند نہیں کرے گی اور ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہم یہ مقدمہ بطور راضی نامہ ختم کر دیں۔ کیونکہ ہم مدعی نہیں پھر مقدمہ ایسے مرحلے پر ہے کہ صرف حکم باقی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ’’ہمارے اختیار میں جو کچھ ہے وہ کر لینا چاہئے۔ مَیں نے معاف کر دیا ہے۔ میری طرف سے جا کر کہہ دیا جاوے کہ انہوں نے معاف کر دیا ہے۔ ہم کو اس سے کچھ غرض نہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اگر عدالت منظور نہ کرے تو اس میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے فوراً چلے جاؤ۔‘‘

دوسرے دن تاریخ تھی مَیں اور مفتی فضل الرحمان گئے اور عدالت میں جا کرحضرت اقدس کافیصلہ سنادیا۔

وہی تاریخ حکم سنانے کےلئے مقرر تھی۔ پولیس کو قدرتی طور پر جو افسوس ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہے۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ کا کیااختیار ہے؟ سرکار مدعی ہے۔ تمام روئداد مقدمہ ختم ہو چکی ہے صرف حکم باقی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ کچھ بھی ہو حضرت صاحب نے معاف کر دیا ہے۔ آپ کو جو اختیار ہے آپ کریں ہم کو یہی حکم ہے اور آپ تک پہنچا دیا۔ اس پر مجسٹریٹ صاحب بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جب حضرت صاحب نے معاف کر دیا تو مَیں بھی معاف ہی کرتا ہوں اور ملزموں کو مخاطب کرکے اس نے کہا ایسا مہربان انسان کم دیکھا گیا ہے جو دُشمنوں کو اس وقت بھی معاف کر دے جبکہ وہ اپنی سزا بھگتنے والے ہوں اور بہت ملامت کی کہ ایسے بزرگ کی جماعت کو تم تکلیف دیتے ہو، بڑے شرم کی بات ہے، آج تم سب سزا پاتے مگر یہ مرزا صاحب کا رحم ہے کہ تم کو جیل خانے سے بچا دیا۔

یہ واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں کہ قادیان میں کسی کو معلوم نہ ہو۔ یہ وہ دُشمن تھے جنہوں نے حضرت صاحبؑ کے مہمانوں کے دامنوں میں پاخانہ ڈلوایا اور ایسا ذلیل فعل کیا......... لیکن دیکھو کہ آخری وقت میں جب کہ وہ سزا کا حکم سننے کو تیار تھے معاف کر دیا۔ عفو اور درگزر کی ایسی مثال کم ملے گی۔

اسی کے ضمن میں مجھے ایک اور واقعہ کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ

اسی مقدمہ کے دوران ایک شخص سنتا سنگھ بانگرو بھی ملزم تھا۔اس کا ایک چچا نہال سنگھ بانگرو تھا۔ ادھر اس نے فریق مخالف کو مقدمہ دائر کرنے پر آریوں کے ساتھ مل کر اُکسایا تھا۔ چند ہی روز بعد اُسے مشک کی ضرورت پڑی اور یہ ظاہر بات ہے کہ نہایت قیمتی چیز ہے۔ مَیں اس وقت موجود تھا جبکہ وہ حضرت اقدسؑ کے دروازہ پر گیا اور دَستک دی۔ حضرت صاحب باہر تشریف لائے، اس نے کہا کہ مرزا صاحب مشک کی ضرورت ہے کسی جگہ سے ملتی نہیں آپ کچھ مشک دیں۔ حضرت صاحب کو علم تھا کہ یہ اس فتنہ میں ایک لیڈر کی طرح حصّہ لیتا ہے حضرت صاحب نے بجز اس کے کچھ جواب نہیں دیا کہ ٹھہرو مَیں لاتا ہوں۔ چنانچہ آپؑ اندر تشریف لے گئے اور قریباً نصف تولہ مشک اس کے حوالہ کر دی۔ یہ ہے عفوو عطا کی اک عدیم المثل نظیر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیریکٹر میں پائی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے چچا زاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو حضرت صاحب اور سلسلہ کے ساتھ عداوت اور عناد تھا اور وہ کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اُٹھانہ رکھتے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جوبازار اور مسجد مبارک کا تھا ایک دیوار کے ذریعہ بند کر دیا۔ دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے بن رہی تھی اور ہم کچھ نہیں کر سکے، اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ ہم کچھ نہ سکتے تھے بلکہ حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کی تعلیم تھی کہ شر کا مقابلہ شر سے نہ کرو۔ ورنہ اگرچہ جماعت اس وقت بہت قلیل تھی اور قادیان میں بہت ہی تھوڑے آدمی تھے لیکن اگر اجازت ہوتی تو وہ دیوار ہر گز نہ بن سکتی۔ چنانچہ ایک دوسرے موقع پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے حضرت کی ذاتی زمین پر ایک مکان بنانے کا ارادہ کیا گیا اور فریق مخالف نے روکنے کا ارادہ کیا تھا تو ایک ہی دن میں وہ پورا مکان بن گیا۔

وہ ایّام عجیب تھے۔ ابتلاؤں پر ابتلا آتے تھے اور جماعت ان ابتلاؤں کے اندر ایک لذیذ ایمان کے ساتھ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتی تھی۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی اور اس طرح ہم سب کے سب پانچ وقت کی نمازوں کے لئے مسجد مبارک میں جانے سے روک دیئے گئےاور مسجد مبارک کے لئے حضرت صاحب کے مکانات کا چکر کاٹ کر آنا پڑتاتھا۔ یعنی اس کوچہ میں سے گزرنا پڑتا تھا جو حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اوّلؓ کے مکان کے آگے سے جاتا ہے اور پھر منور بلڈ نگ کے پاس سے بازار کی طرف کو حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے مکان کی طرف چلا جاتا ہے۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے۔ بعض نابینا تھے اور بارشوں کے دن تھے۔ راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا اور بعض بھائی اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور نماز کے لئے جاتے ہوئے گر پڑتے تھے اور ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے تھے۔ اُن تکلیفوں کا تصور بھی آج مشکل ہے جبکہ احمدیہ چوک میں پکے فرش پر سے احباب گزرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے خدام کی ان تکالیف کو دیکھ کر بہت تکلیف محسوس کرتے تھے۔ مگر کچھ چارہ سوائے اس کے نہ تھا کہ حضرت ربّ العزت کے سامنے گڑ گڑائیں۔

غرض وہ دیوار ہو گئی، راستہ بند ہو گیا اور پانی تک بند کر دیا گیاآخر مجبوراً عدالت میں جانا پڑا اور عدالت کے فیصلہ کے موافق خود دیوار بنانے والوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دیوار ڈھانی پڑی جو بجائے خود ایک نشان تھا اور اس کی تفصیل انہیں دنوں میں الحکم میں چھپ چکی ہے۔

(الحکم 24 اگست 1901ء)

عدالت نے نہ صرف دیوار گرانے کا حکم دیا بلکہ ہرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر کر دی۔

حضرت اقدسؑ نے کبھی اس خرچہ اورہرجانہ کی ڈگری کا اجر اءپسند نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کی میعاد گزرنے کو آ گئی۔ جب گورداسپور میں مقدمات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیاتو خواجہ کمال الدین صاحب نے محض اس خیال سے کہ اس کی میعاد نہ گزر جائے اس کے اجرا کی کارروائی کی اور اس میں حسب ضابطہ نوٹس مرزانظام الدین صاحب کے نام ہوا کہ اس وقت فریق ثانی میں سے وہی زندہ تھے۔ مرزا امام الدین

فوت ہو چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ مرزا نظام الدین صاحب کو نوٹس ملا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا۔ مَیں اس وقت قادیان میں موجود تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب نے مجھ کو وہ خط سنایا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ دیوار کے مقدمہ کے خرچ وغیرہ کی ڈگری کے اجرا کا نوٹس میرے نام آیا ہے اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کو بھی حق ہے کہ آپ ہر طرح وصول کریں۔ مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہنچتی رہی ہے۔ مگر یہ بھائی صاحب کی وجہ سے ہوتا تھا۔ مجھ کو بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔ آپ رحم کر کے معاف فرما دیں تو آپ اس قابل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس خط کا مفہوم تھا اور یہ بھی چاہا گیاتھا کہ اگر معاف نہ کریں تو بالاقساط وصول کرلیں۔

حضرت اقدسؑ اس وقت گورداسپور میں مقیم تھے اور یہ بھی بارشوں کے ایّام تھے۔ حضرت اقدسؑ کے پاس جس وقت خط پہنچا آپؑ نے سخت رنج کا اظہار کیا کہ کیوں اجرا کرائی گئی ہے، مجھ سے کیوں دریافت نہیں کیا گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب نے یہ عذر کیا کہ ”محض میعاد کو محفوظ کرنے کے لئے ایسا کیا گیا وَاللّٰہ اجرا مقصودنہ تھا۔“

حضرت اقدسؑ نے اس عذر کو بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی اس ڈگری کو اجرا نہ کرایا جاوے۔ ہم کو دُنیا داروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دینے کے لئے یہ کام کیا تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس غرض کے لئے دُنیا میں نہیں بھیجا۔

اور اسی وقت ایک مکتوب مرزا نظام الدین کے نام لکھا اور مولوی یار محمد صاحب کو دیا کہ وہ جہاں ہوں ان کو جا کر فوراً پہنچا ئیں۔

چنانچہ مولوی یار محمد صاحب اُسے لے کر قادیان پہنچے اور قادیان میں اُنہیں نہ پا کر اور یہ معلوم کر کے مرزا نظام الدین موضع مسانیاں گئے ہوئے ہیں مسانیاں پہنچے اور وہاں جا کر وہ خط اُن کو دیا گیا جس میں نہایت ہمدردی کا اظہار تھا اور اُن کو اس ڈگری کے کبھی اجراء نہ کرنے کے متعلق یقین دلایا گیا تھا اور سب کچھ معاف کر دیاتھا۔

مرزا نظام الدین صاحب پر اس خط کا جو اثر ہوا وہ اُن کی زندگی کے باقی ایّام سے ظاہر ہوتا تھا کہ انہوں نے عملاً مخالفت کو ترک کر دیاتھا۔

یہ عفو و درگزر کا نمونہ اور دُشمنوں کو معاف کرنے کی تعلیم کا عملی سبق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دیا۔

اسی سلسلہ میں مجھے ایک اور واقعہ کا اضافہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہے کہ صرف معاف ہی نہیں کر دیا بلکہ مزید احسان اور لطف فرمایا۔ ہمارے ایک نہایت ہی دوست اورحضرت کی راہ میں فدا شدہ بھائی حضرت حکیم فضل الدینؓ کے ساتھ قادیان کے ایک جولاہا نے ایک زمین کے متعلق......... مقدمہ بازی شروع کر دی۔ وہ جگہ دراصل حضرتؑ ہی کی تھی، حکیم فضل الدین صاحب کو دے دی گئی سو اس جولاہا نے حکیم صاحب مرحوم کے خلاف ایک مقدمہ دائر کر دیا۔ چونکہ حضرت اقدسؑ پسند نہ فرماتے تھے کہ شرارتوں کا مقابلہ کیا جاوے، آپ نے حکیم فضل الدین صاحب کو حکم دیا کہ جوابدہی چھوڑ دو۔ زمینوں کی پروا نہیں خدا تعالیٰ چاہے گا تو آپ ہی دے دے گا، زمین خدا کی ہے۔ مرزا نظام الدین صاحب کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے حق کو تو چھوڑتے ہیں، مجھے ہی زمین دے دیں اور میں قیمت بھی دے دوں گا۔

چنانچہ انہوں نے ایک پرامیسری نوٹ بھی لکھ کر بھیج دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مرزا نظام الدین صاحب ہی کو یہ ٹکڑا زمین کا دے دیا جاوے۔ چنانچہ وہ قطعہ زمین کا دے دیا گیا۔ جو بعد میں مرزاصاحب موصوف نے ایک معقول قیمت پر حضرت کے ایک خادم کے ہاتھ فروخت کردیا۔ مگر حضرت نے کبھی اس زمین کی قیمت یا پرامیسری نوٹ کی رقم کا مطالبہ نہ فرمایا۔ اس لئے کہ آپ کی فطرت میں ہی وہ احسان و مروّت رکھی گئی تھی۔

یہ واقعہ ایسے وقت کا ہے کہ اس مقدمہ کی کل کارروائی ختم چکی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی فریق ثانی نے بطور شہادت طلب کرایا تھا اور اس طرح پر آپ کو اور آپ کی جماعت کو تکلیف رسانی میں کمی نہ کی تھی۔ مقدمہ کی حالت یہ تھی کہ اس میں اب حکم سنانا باقی تھا اور وہ ہمارے حق میں تھا۔ مگر آپ نے ایسے وقت میں اس زمین کو مرزا نظام الدین صاحب کے عرض کرنے پر ان کو دے دیا۔

امر واقعہ کے طور پر یہ لکھنے پر مجبور ہوں کہ سلسلہ کے ابتدائی ایّام میں مرزا نظام الدین صاحب اور اُن کے زیر اثر لوگوں کی وجہ سے ہماری جماعت کو ایسی تکالیف پہنچ چکی تھیں کہ قدرتی طور پر کوئی دُنیادار اُن کے مقابلہ میں ہوتا تو اُن کی تکلیف اور ایذاء رسانی کے لئے منتقمانہ طور پر جو چاہتا کرتا مگر نہیں حضرت مسیح موعودؑ کو جب موقع ملا اور اُن پر ایک اقتدار حاصل ہوا تو آپ نے اس طرح لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ

دیا۔ جس طرح پر سید الرسل ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔

(سیرت حضرت مسیحِ موعودؑ از عرفانیؓ)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ اپنی تصنیف ''سلسلہ احمدیہ'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی کی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اُس کو گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے مگر آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آ کر اُن کو ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیحِ موعودؑ کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہوگئے اور آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیحِ موعودؑ کے دل میں آخر وقت تک اُن کی دوستی کی یاد زندہ رہی اور گو آپ نے خدا کی خاطر اُن سے قطع تعلق کر لیا اور اُن فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے اُن کے اعتراضوں کے جواب میں زور دار مضامین بھی لکھے مگر اُن کی دوستی کے زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور اُن کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

قَطَعْتَ وَدَادًا قَدْ غَرَسْنَاهُ فِي الصِّبَا
وَلَيْسَ فُؤَادِيْ فِي الْوِدَادِ يُقَصِّرُ

یعنی تُو نے تو اُس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں۔''

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 214)

نیز فرمایا: ''خدا کی قسم میں اُس تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں اور میرا دل سنگلاخ زمین کی طرح نہیں۔''

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک دیرینہ تعلق رکھنے والے میر عباس علی لدھیانوی تھے اُن کو بھی مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی اشاعت کے وقت ابتلاء آ گیا۔ میر صاحب نے مخالفت کا اعلان کیا اور اس مخالفت میں حدّ ِ ادب اور رعایتِ اخلاق سے بھی وہ نکل گئے مگر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنی کسی تحریر یا کسی تقریر میں اُن کے تعلق کے عہد کو فراموش نہ کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریمؓ بیان فرماتے ہیں۔ ''جالندھر کے مقام پر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام میر صاحب کو سمجھا

رہے تھے اور اس فروتنی اور انکسار کے ساتھ کہ سنگدل اور خشونت طبع انسان بھی اگر قبول نہ کرے تو کم از کم اس کے کلام میں نرمی اور متانت ضرور آجانی چاہئے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام جب بھی اس سے خطاب کرتے تو ''میر صاحب''، ''جناب میر صاحب'' کہہ کر مخاطب کرتے اور فرماتے کہ آپ میرے ساتھ چلیں، میرے ساتھ کچھ عرصہ رہیں۔ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ آپ پر حقیقت کھول دے۔ مگر میر صاحب کی طبیعت میں باوجود صوفی ہونے کے خشونت اور تیزی آجاتی اور ادب اور اخلاق کے مقام سے الگ ہو کر حضرت سے کلام کرتے تھے۔ مگر بایں حضرت صاحب نے اپنے طرزِ خطاب کو نہ بدلا۔ ''آسمانی فیصلہ'' کے آخیر میں میر صاحب کے متعلق ایک مبسوط تحریر موجود ہے اُس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس محبت اور دلسوزی سے آپ نے خطاب کیا ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از عرفانیؓ)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں۔ ''اتنے عرصہ دراز میں مَیں نے کبھی نہیں سنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پُرس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا سکوں فزا دل اور پاک فطرت ہے جس میں سوءِ ظن کا شیطان نشیمن نہیں بنا سکا اور کیا ہی قابلِ رشک بہشتی دل ہے جسے یہ آرام بخشا گیا ہے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ مولوی عبدالکریمؓ)

غریبوں سے ہمدردی

ایک دفعہ جبکہ آپؑ کی عمر پچیس تیس برس کے قریب قریب تھی۔ آپؑ کے والد بزرگوار کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر ایک تنازعہ ہو گیا۔ آپؑ کے والدبزرگوار کا نظریہ یہ تھا کہ زمین کے مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں۔ اس لئے انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ دائر کر دیا اور حضورؑ کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ آپؑ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے۔آپؑ جب نہر سے گزر کر ایک گاؤں پتھنانوالہ پہنچے تو راستہ میں ذرا ستانے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''والد صاحب یونہی فکر کرتے ہیں۔ درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیا کریں تو کیا حرج ہے۔ بہر حال مَیں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں۔ ہاں ہمارا حصہ ہو سکتے ہیں۔'' موروثیوں کو بھی آپؑ پر بےحد اعتماد تھا۔چنانچہ مجسٹریٹ نے موروثیوں سے اصل معاملہ پوچھا تو انہوں نے بلا تأمل جواب دیا کہ خود مرزا صاحب سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ مجسٹریٹ کے

پوچھنے پر آپؑ نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک تو درخت کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے ویسے ہی درختوں میں بھی ہے۔'' چنانچہ آپؑ کے اس بیان پر مجسٹریٹ نے موروشیوں کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ واپسی پر جب آپؑ کے والد صاحب کو اِس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے۔

(حیات طیّبہ صفحہ 15)

حضرت مسیحِ موعودؑ نے اپنے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کے لئے جو دس شرائط تحریر فرمائیں ہیں اُن میں مندرجہ ذیل تین شرائط ہمارے مضمون سے متعلق ہیں۔

چہارم۔ یہ کہ خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 189 - 190)

فرمایا۔ ''یقیناً یاد رکھو کہ مومن متقی کے دل میں شر نہیں ہوتا۔ مومن جس قدر متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذاء کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی کینہ پرور نہیں ہو سکتا۔ہاں دوسری قومیں ایسی کینہ پرور ہوتی ہیں کہ اُن کے دل سے دوسرے کی بات کینہ کی کبھی نہیں جاتی اور بدلہ لینے کے لئے ہمیشہ کوشش میں لگے رہتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ کوئی دُکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے تھے اُنہوں نے پہنچایا ہے۔ لیکن پھر بھی اُن کی ہزاروں خطائیں بخشنے کو ہم اب بھی تیار ہیں۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز مذہب و قوم ہر ایک سے نیکی کرو۔''

(تقریریں صفحہ 29)

نیز فرمایا ''اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں کہ جو محض دل دُکھانے اور توہین کی نیت سے نبی کریم ﷺ کی نسبت اعتراضات کے پیرایہ میں سخت الفاظ لکھے ہیں یا میری نسبت مال خور اور ٹھگ اور

کاذب اور نمک حرام کے لفظ کو استعمال میں لائے ہیں اور مجھے لوگوں کا دغابازی سے مال کھانے والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت کی نسبت سؤر اور کتےؔ اور مُردار خور اور گدھے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ملیچھ ان کا نام رکھا۔ ان تمام دُکھ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کریں اور مَیں اس جوش اور اشتعال طبع کو خوب جانتا ہوں کہ جو انسان کو اس حالت میں پیدا کرتا ہے کہ جب کہ نہ صرف اس کو گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ اس کے رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہےاور سخت غضب پیدا کرنے والے الفاظ سنائے جاتے ہیں لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اگر تم اُن گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا؟ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی اور پہلے کسی سے نہیں ہوئی۔ ہر ایک سچا سلسلہ جو دُنیا میں قائم ہوا ضرور دُنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں۔ سو خبردار رہو۔ نفسانیت تم پر غالب نہ آوے۔ ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تا کہ آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 364)

نیز فرمایا۔ ’’اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمارکئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے......**زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے**......اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

مخلوقِ خدا کے لئے گریہ و زاری

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔

’’حضرت مولانا مولوی عبدالکریم نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ بیت الدُّعا کے اُوپر میرا حجرہ تھا اور مَیں اُسے بطرزِ بیت الدعُا استعمال کیا کرتا تھا۔ اِس میں سے حضرت مسیح موعود کی حالت دُعا میں گریہ و زاری کو سنتا تھا۔ آپ کی آواز میں اس قدر دَرد اور سوزش تھی کہ سُننے والے کا پِتّہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح پر آستانۂ الٰہی پر گریہ و زاری کرتے تھے جیسے کوئی عورت دردِزِہ سے بیقرار ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ مَیں

نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ الٰہی کے لئے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دُعا کرتے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔ یہ خلاصہ اور مفہوم حضرت مولانا سیالکوٹی صاحبؓ کی روایت کا ہے۔ اِس سے پایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ طاعون کا عذاب حضرت مسیح موعود کی تکذیب اور انکار ہی کے باعث آیا مگر آپ مخلوق کی ہدایت اور ہمدردی کے لئے اِس قدر حریص تھے کہ اِس عذاب کے اُٹھائے جانے کے لئے باوجودیکہ دُشمنوں اور مخالفوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ رات کی سُنسان اور تاریک گہرائیوں میں رو رو کر دُعائیں کرتے تھے۔ ایسے وقت میں جبکہ مخلوق اپنے آرام میں سوئی ہے یہ جاگتے تھے اور روتے تھے۔ القصہ آپ کی یہ ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔

(سیرۃ مسیحِ موعود صفحہ 428)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہم سب کو آپس میں صبر کے ساتھ عفو و درگزر کا سلوک کرنے کی توفیق دے اور مخالفین احمدیت کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کے ساتھ پیش آنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 12 مئی 2020ء)

(30)

حضرت مسیح موعودؑ کا بیماروں اور مریضوں سے حُسنِ سلوک

(محمد عثمان شاہد)

اللہ تعالیٰ کے مامورین اور مرسلین کے دل جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت سے غیر معمولی طور پر معمور ہوتے ہیں وہیں اَلْخَلْقُ عیَالُ اللہ کی وجہ سے ان کے سینے خلق خدا کی ہمدردی اور غمخواری سے سرشار ہوتے ہیں۔ مخلوقِ خدا سے شفقت اور ان سے ہمدردی کا ایسا سمندر ان کے دلوں میں موجزن ہوتا ہے کہ کسی دنیاوی اور جسمانی تعلق میں یہاں تک کہ حقیقی والدین میں بھی اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’کوئی نبی اور ولی قوت عشقیہ سے خالی نہیں ہوتا یعنی ان کی فطرت میں حضرتِ احدیت نے بندگان خدا کی بھلائی کے لئے ایک قسم کا عشق ڈالا ہوا ہوتا ہے پس وہی عشق کی آگ ان سے سب کچھ کراتی ہے اور اگر ان کو خدا کا یہ حکم بھی پہنچے کہ اگر تم دعا اور غمخواریٔ خلق اللہ نہ کرو تو تمہارے اجر میں کچھ قصور نہیں تب بھی وہ اپنے فطرتی جوش سے رہ نہیں سکتے اور ان کو اس بات کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم کو اس جان کنی سے کیا اجر ملے گا کیونکہ ان کے جوشوں کی بناء کسی غرض پر نہیں بلکہ وہ سب کچھ قوت عشقیہ کی تحریک سے ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ خدا اپنے نبی کو سمجھاتا ہے کہ اس قدر غم اور درد کو تو لوگوں کے مومن بن جانے کے لئے اپنے دل پر اٹھاتا ہے اس سے تیری جان جاتی رہے گی سو وہ عشق ہی تھا جس سے آنحضرت ﷺ نے جان جانے کی کچھ پرواہ نہ کی پس حقیقی پیری مریدی کا یہی احوال ہے کہ قوت عشقیہ صادقوں کے دلوں میں ضرور ہوتی ہے تا وہ سچے غمخوار بننے کے لائق ٹھہریں جیسے والدین اپنے بچے کے لئے ایک قوت عشقیہ رکھتے ہیں تو ان کی دعا بھی اپنے بچوں کی نسبت قبولیت کی استعداد زیادہ رکھتی ہے اسی طرح جو شخص صاحبِ قوتِ عشقیہ ہے وہ خلق اللہ کے لئے حکمِ والدین رکھتا ہے اور خواہ نخواہ دوسروں کا غم اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے کیونکہ قوتِ عشقیہ اس کو نہیں چھوڑتی‘‘

(مکتوب بنام مولوی عبدالقادر، الحکم مؤرخہ 20/27 اگست 1898ء)

ہمدردی اور شفقت علی الناس کا یہ طبعی اور فطرتی جذبہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہمارے سید و مولا حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوا تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش سے اس کی سند آپ ﷺ کو عطا فرمائی چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر فرمایا

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ

(آل عمران: 159)

کہ یہ سراسر خدا کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر یہ سند آسمانی یوں گویا ہوتی ہے۔

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ

(التوبہ: 128)

کہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے۔

پھر ایک مقام پر آپ ﷺ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰى ﴿۱۰﴾

(النجم: 9 - 10)

کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے قریب ہوئے اور پھر مخلوق کی محبت میں نیچے اترے اور گویا آپ ﷺ نے خدا اور مخلوق کی دو کمانوں کے متحدہ وتر کی صورت اختیار کرلی بلکہ اس اتحاد میں اس سے بھی قریب تر ہوگئے۔

چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت آنحضور ﷺ کی ہی بعثت ثانیہ ہے اور آپؑ کا وجود آنحضور ﷺ کے وجود میں مکمل طور پر محو ہو کر آپ ﷺ ہی کے رنگ میں رنگین ہو گیا تھا اور آپؑ کے وجود نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں آپ ﷺ ہی کے ظل اور بروز کے طور پر آپ ﷺ ہی کے اخلاق اور صفات کو اپنے وجود میں سمولیا تھا اس وجہ سے اس زمانہ میں چشم دنیا نے پھر سے آنحضرت ﷺ کی روشن اور درخشندہ صفات کو ایک مرتبہ پھر بڑی شان کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود باجود میں بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتے دیکھا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دل میں شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایسا سمندر موجزن تھا کہ بجز آنحضرت ﷺ کے وجود کے اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔‘‘

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

مضمون ہٰذا میں حضرت مسیح موعودؑ کی بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی اور شفقت علی الناس کے ایک پہلو جو بیماروں کی خبر گیری، ان کی عیادت ، ان کی تکلیف دیکھ کر آپؑ کی بے چینی و بےقراری ،ان کے لئے ادویات وغیرہ کا اہتمام،ان کی خدمت گزاری کے لئے فطری جذبہ محبت سے کوشاں رہنا اور سب سے بڑھ کر اپنے شافی خدا کی بارگاہ میں ان کی شفایابی کے لئے مضطربانہ دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے اس کے متعلق چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادقؓ بیان کرتے ہیں۔

’’ایک دفعہ جب کہ میں بہت بیمار ہو گیا 1904ء کا واقعہ ہے اور میری والدہ مرحومہ بھی یہاں تشریف لائی ہوئی تھیں انہوں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر میری صحت کے لئے دعا کے واسطے تحریک کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ہم تو ان کے لئے دعا کرتے ہی رہتے ہیں۔آپ کو خیال ہو گا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت پیارا ہے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے‘‘

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 325)

’’ایک یتیم بچہ جس کا نام فجّا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچیرے بھائی مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں رہا کرتا تھا وہاں بعض سختیوں کو ناقابل برداشت پا کر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر آ گیا لیکن بچپن میں مناسب سرپرستی اور تربیت نہ ہونے کی بناء پر اس کے اطوار وحشیانہ اور غیر مہذبانہ تھے ایک مرتبہ وہ اپنی شوخئ طبع کی وجہ سے جل گیا اور کھولتا ہوا پانی اس کے سارے بدن پر گر گیا۔حضرت کو اس سے شدید صدمہ پہنچا اور آپؑ ہمہ تن اس کے علاج معالجہ میں مصروف ہوگئے روزانہ اس کے بدن پر تازہ روئی

رکھی جاتی اور بڑی احتیاط کی جاتی اس یتیم بچہ کے علاج میں نہ آپؑ نے اپنے وقت کا خیال کیا نہ روپے پیسے کی کچھ پروا کی نہ ہی اس کی غذا اور دیکھ بھال میں کوئی کمی روا رکھی خود اپنے سامنے ہر چیز کا انتظام فرماتے اور اسے تسلی دیتے۔ اس یتیم بچہ کی بیماری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیمارداری اور حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی یعقوب علی عرفانیؓ فرماتے ہیں۔

''اس وقت وہ ایک میلی کچیلی شکل کا بچہ تھا اور کسمپرسی کی حالت میں اس نے زندگی کے ابتدائی دن کاٹے تھے عُرفِ عام کے لحاظ سے کسی بڑی قوم اور خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا ایسی مصیبت کے وقت میں جبکہ انسان اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی علالت سے بھی اکتاجاتا ہے آپؑ ایک لمبے عرصہ تک اس کی تیمارداری میں مصروف رہے اور نہ صرف خود بلکہ سب گھر والوں کو اس کے متعلق خاص طور پر ہدایات تھیں اس کے آرام اور علاج میں کوئی کمی نہ کی جاوے یتیم پروری اور تیمارداری کی یہ بہترین مثال ہے''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 288 - 289)

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور ان کی خیر خواہی کے جذبات سے جس طرح آپؑ کا دل معمور تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

''ان کی خیر خواہی اور ہمدردی ہمارے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ زبان کو طاقت ہے کہ بیان کرے اور نہ قلم کو قوت ہے کہ تحریر میں لاوے''

(براہینِ احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 73)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ اپنا ایک چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ بہت سی گنوارعورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربتِ شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیاوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگارہا۔فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح

کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑے ثواب کا کام ہے مومن کوان کاموں میں سست اوربے پرواہ نہ ہوناچاہیئے۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ)

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اُو شان ست
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد زدل آہم
مرا مقصود ومطلوب و تمنا خدمت خلق ست
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کارست ایں
گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذر می خواہم

ترجمہ: میری جان اور میرادل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ نہ تو مجھے اپنے دل کی خبر ہے اور نہ اپنی جان کا کچھ ہوش ہے میری خوشی تو اسی بات میں ہے کہ اپنے دل میں مخلوق خدا کے لئے غم رکھتا ہوں اور اس غم کی وجہ سے میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے فقط اسی میں گم ہوں میرا مقصود اور میری خواہش وتمنا تو بس یہ خدمت خلق ہی ہے یہی میرا کام ،یہی میری ذمہ داری اور یہی میرا فریضہ ہے۔

آپؑ کے ایک بہت ہی مخلص ،آپؑ کے عاشق اور فدائی صحابی جنہیں الہام الٰہی نے مسلمانوں کا لیڈر قرار دیا یعنی حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ جب کاربنکل کے نتیجہ میں سخت بیمار ہوئے تو حضرت اقدسؑ بے چین ہوگئے دن رات مولوی صاحبؓ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعاؤں میں صرف کردیئے ایک روز فرمایا ’’میں نے بہت دعا کی ہے اس قدر دعا کی ہے اگر تقدیر مبرم نہیں تو انشاء اللہ بہت مفید ہو گی۔‘‘

پھر فرمایا:۔

’’میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ کبھی اس قسم کا اضطراب اور فکر میں نے اپنی اولاد کے لئے

بھی نہیں کیا۔“

ایک روز فرمایا کہ ”میں نے ہر چند چاہا کہ دوچار منٹ کے لئے ہی سوجاؤں مگر میں نہیں جانتا کہ نیند کہاں چلی گئی۔“ بعض خدام نے عرض کیا حضور اس وقت جا کر آرام کرلیں تو فرمایا۔

”اپنے اختیار میں تو نہیں۔ میں کیونکر آرام کرسکتا ہوں جبکہ میرے دروازہ پر ہائے ہائے کی آواز آتی ہے میں تو اس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحب کو ہے دیکھ بھی نہیں سکتا۔“

حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کی بیماری میں ان کے لئے ہمہ وقت دعاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے علاج معالجہ اور خوراک و غذا کا بہترین انتظام فرمایا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دو دیگر ڈاکٹرز ہمہ وقت موجود رہتے اور بوقتِ ضرورت دیگر ڈاکٹرز بیرون قادیان سے بھی مشورہ کے لئے بلائے جاتے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اپنے ایک مضمون میں جو الحکم 10 فروری 1906ء میں شائع ہوا بیان کرتے ہیں۔

”حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اس عزیز بیمار کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مولوی صاحبؓ جس چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کرتے حضرت اقدسؑ فوراً آدمی بھیج کر لاہور یا امرتسر سے منگوادیتے یا اگر یہ خاکسار یا خلیفہ صاحب یا مولوی نورالدین صاحبؓ کسی دوائی یا خاص غذا کے لئے عرض کرتے یا حضرت اقدسؑ ان کے لئے کوئی چیز تجویز کرتے تو فوراً امرتسر یا لاہور سے منگوالیتے۔“

”حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحبؓ کے علاج میں کثرت سے روپیہ خرچ کیا اور کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ گئی تھی کہ جس کی نسبت خیال بھی ہوسکے کہ مولوی صاحبؓ کے علاج کے لئے مفید ہو گی اور ان کے لئے بہم نہ پہنچائی گئی ہو اور مولوی صاحبؓ کی یہ کیسی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہر ایک سامان بہم پہنچایا اور ان کے لئے جو کوشش کی گئی کسی راجہ یا نواب کے نصیب ہو تو ہو ورنہ عام امراء کے لئے بھی اس قدر کوشش ہونی محالات سے ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کی برکت سے تھا ورنہ مجھے خوب یاد ہے کہ ان کے والد صاحب فرماتے تھے ”اگر ہم اپنی تمام جائداد بھی نیلام کردیتے اور چاہتے کہ ہمارے بیٹے کا اس قدر ڈاکٹر اور حکیم علاج کرتے رہیں تو بالکل ناممکن تھا بلکہ اتنے لمبے عرصہ کے لئے ایک دفعہ دن میں بھی کسی لائق ڈاکٹر کو دکھانا مشکل تھا۔“

(ملخص صفحہ 192 تا 200)

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اور مخلص صحابی حضرت مفتی فضل الرحمانؓ 1897ء میں ٹائیفائیڈ سے سخت بیمار

ہوگئے حضرت اقدسؑ ہر روز انہیں دیکھنے ان کے گھر تشریف لے جاتے خود بھی علاج فرماتے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھی تاکید فرمائی ایک روز مفتی صاحبؓ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی حضرت مولوی صاحبؓ دیکھنے کے لئے تشریف لائے دیکھ کر وہاں موجود مولوی قطب الدین صاحبؓ سے فرمایا کہ ”آج حالت نازک ہے امید نہیں کہ صبح تک جانبر ہو۔“ حضرت مفتی صاحبؓ کی خوش دامن نے بھی یہ الفاظ سن لئے وہ پریشانی کے عالم میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور مفتی صاحبؓ کی حالت بیان کی۔ آپؑ نے فرمایا میں ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں آپ مولوی صاحبؓ کے پاس جا کر میری طرف سے تاکید کریں انہوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحبؓ تو حالت نازک کا فرما گئے ہیں۔ اس پر فرمایا ”ہیں؟ میں نے تو ابھی اس سے بہت کام لینا ہے۔“ مضمون کو وہیں چھوڑ دیا اور دیکھنے تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا ”بہت اچھامیں چل کر دعا کرتا ہوں۔“

رات بارہ بجے کے قریب حضرت مفتی صاحبؓ کو لگاتار تین مرتبہ اجابت ہوئی اور آپؓ کی آنکھیں کھل گئیں اور طبیعت سنبھل گئی۔ جب فجر کی نماز کے لئے حضرت اقدسؑ تشریف لائے تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے فرمایا کہ بارہ بجے کے قریب میرے دل میں ڈالا گیا کہ اب آرام ہو گیا ہے چنانچہ آپؑ نے ایک دوست کو بھیجا کہ معلوم کرکے آئے کہ آرام کے کیا معنی ہیں جب وہ واپس آئے اور بتایا کہ اب طبیعت بہتر ہے تو اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ)

حضرت منشی ظفر احمدؓ بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک دن مسجد اقصیٰ میں آپ (حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) تقریر فرمارہے تھے کہ میرے دردِ گردہ شروع ہو گیا اور باوجود بہت برداشت کرنے کی کوشش کے میں برداشت نہ کرسکا اور چلا آیا میں اس کوٹھے پر جس میں پیر سراج الحقؓ مرحوم رہتے تھے ٹھہرا ہوا تھا حضرت صاحبؑ نے تقریر میں سے ہی حضرت مولوی نورالدینؓ کو بھیجا انہوں نے درد گردہ معلوم کرکے دوا بھیجی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا تکلیف بڑھتی گئی پھر حضورؑ جلدی تقریر ختم کرکے میرے پاس آگئے اور مولوی عبداللہ سنوریؓ سے جو ساتھ تھے فرمایا کہ آپ پرانے دوست ہیں منشی صاحب کے پاس ہر وقت رہیں اور حضورؑ پھر گھر سے دوالے کر آئے اور اس طرح تین دفعہ یکے بعد دیگرے دوا بدل کر خود لائے تیسری دفعہ جب تشریف لائے تو فرمایا کہ زینے پر چڑھنے اترنے میں دقت ہے۔ آپ میرے پاس ہی آجائیں۔ آپ تشریف لے گئے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ مجھے سہارا دے کر حضرت صاحبؑ کے پاس لے گئے راستہ میں دودفعہ میں نے دعا

مانگی مولوی صاحبؓ پہچان گئے اور کہنے لگے تم یہ دعا مانگتے ہوگے کہ مجھے جلدی آرام نہ ہو تا کہ دیر تک حضرت صاحبؑ کے پاس ٹھہرا رہوں۔ میں نے کہا ہاں یہی بات ہے جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کھانا کھا رہے تھے دال، مولیاں، سرکہ اس قسم کی چیزیں تھیں جب آپؑ کھانا کھا چکے تو آپؑ کے سامنے کا کھانا ہم دونوں نے اٹھالیا اور باوجودیکہ مجھے مسہل آور دوائیں دی ہوئی تھیں اور ابھی کوئی اسہال نہیں آیا تھا میں نے وہ چیزیں روٹی سے کھالیں اور حضورؑ نے منع نہیں فرمایا۔ چند منٹ کے بعد درد کو آرام آ گیا کچھ دیر بعد ظہر کی اذان ہو گئی۔ ہم دونوں مسجد میں آپؑ کے ساتھ نماز پڑھنے آگئے فرضوں کا سلام پھیر کر حضورؑ نے میری نبض دیکھ کر فرمایا آپ کو تو اب بالکل آرام آ گیا میرا بخار بھی اتر گیا تھا۔ میں نے کہا حضور بخار اندر ہے اس پر ہنس کر فرمانے لگے اچھا آپ اندر ہی آجایئے۔ عصر کے وقت تک میں اندر رہا بعد عصر میں نے خود ساتھ جانے کی جرأت نہ کی۔ میں بالکل تندرست ہو چکا تھا۔‘‘

(اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ 167)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ہر ایک اپنے لئے کوشش کرتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام دوسروں کے لئے کوشش کرتے ہیں لوگ سوتے ہیں اور وہ ان کے لئے جاگتے ہیں اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ ان کے لئے روتے ہیں اور دنیا کی رہائی کے لئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کرلیتے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 117 - 118)

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، آپؑ کی سیرت کا ایک ایک حرف اور آپؑ کے وجود کا ایک ایک ذرہ ببانگ دہل اعلان کررہا ہے کہ انبیاءؑ کا یہ وصف بڑے کمال کے ساتھ آپؑ میں موجود تھا اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ایک بے کنار سمندر آپؑ کے سینہ میں موجزن تھا۔ کوئی ضرورت مند دن کو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو یا عین نصف شب کی تاریکی میں، کسی کی حاجت روائی کا معاملہ حالت سفر میں آپؑ کے سامنے پیش ہوا یا وقتِ قیام کسی کی عقدہ کشائی کا موقعہ ملا، آپؑ کے نہایت شفیق دل نے اس وقت تک چین نہ لیا جب تک دعا اور تدبیر کے ساتھ اس کی حاجت براری کا سامان نہ ہو گیا۔

شیخ یوسف علی نعمانی ضلع حصار کے رہنے والے اور ریاست جیند میں ملازم تھے۔ حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کی تبلیغ سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی اور حضرت اقدسؑ کے عاشق و فدائی بن گئے۔ وہ بیمار ہو کر قادیان آگئے تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں حاصل ہوں اور تا حضرت مولوی نورالدینؓ سے

علاج کا موقع میسّر آجائے۔ حضرت پیر صاحبؓ نے مہمان خانہ میں ان کی رہائش کا انتظام کردیا۔ اگلے روز بوقت صبح پیر صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ یوسف علی سخت بیمار ہو کر آئے ہیں اور چل پھر نہیں سکتے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے کہاں ٹھہرایا ہے؟ عرض کیا گیا مہمان خانہ میں فرمایا ٹھہرو ہم بھی ان سے ملنے کے لئے چلتے ہیں وہ بیمار ہیں، عیادت بھی ہوجائے گی چنانچہ آپؑ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سلام ودعا اور احوال پوچھنے کے بعد پیر صاحب کو ہدایت فرمائی ''ہمارے پاس کے مکان میں لے جاؤ تا کہ ہم انہیں ہرروز دیکھتے رہیں یہ جگہ دور ہے۔'' اور فرمایا ''کھانے کے واسطے اطلاع دیتے رہو جیسا کھانا چاہیں وہ تیار ہوجایا کرے اور کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔'' تعمیلِ ارشاد ہوئی اور پھر ہرروز باقاعدگی کے ساتھ یہ ماموزمانہ اور بارگاہ الٰہی کی طرف سے مقرر کردہ یہ شہنشاہ اپنے مرید کی عیادت کو جاتا رہا۔

پیر صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔

''ایک روز بارہ بجے رات کے مرحوم کا اتفاقاً تنگ حال ہو گیا اور قضاء وقدر کے ماتحت موت کے آثار ہو کر جان کندن شروع ہو گئی.....میں مرحوم کے پاس گیا دیکھا تو حالت غیر ہے اور جان کندن شروع ہے.....میں سیدھا حضرت اقدس علیہ السلام کے مکان پر گیا۔اب ساڑھے بارہ بجے ہیں ادھر مریض کا تنگ حال ادھر دروازے بند اور سب سوتے ہیں۔ میں ادھر حصہ مکان کی طرف گیا جس طرف حضرت اقدس علیہ السلام سویا کرتے یا لکھا کرتے ہیں میں نے ایک آواز بڑے زور سے گھبراہٹ میں دی تو پہلے جو بولے تو حضرت بولے کہ صاحبزادہ صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور سراج الحق ہے فرمایا اس وقت کیسے آئے ؟سراج نے عرض کیا کہ یوسف علی کی حالت غیر ہے اور قریب الموت ہے اور جان کندن شروع ہے تمام جسم سرد اور نبض غیر منظم کوئی صورت اچھی نہیں زندگی سے قطعی مایوسی ہے فرمایا شام تک تو ہم نے خبر منگائی اچھے تھے اندر آؤ اور اندر ایک خادمہ سے فرمایا کہ جلدی دروازہ کھول دو ثواب ہو گا...جب میں حسب الحکم اندر مکان میں گیا حضرت اقدسؑ نے تمام کیفیت دریافت فرمائی اور دو تین دوائیاں قیمتی جلدی جلدی لاکر اور ایک گلاس میں ڈال کر عنایت فرمائیں جس میں عنبر اشہب خالص بھی تھا اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور پلاؤ۔ اللہ تعالیٰ شفاءدے اور جلد ہمیں اطلاع دینا اِدھر ہم دعا کرتے ہیں...میں دوا حضرت سے لے کر چلا یوسف مرحوم کو اس حالت نزع میں پلائی اور پلاتے ہی اس مرحوم نے آنکھیں کھول دیں اور چھ ہوش و حواس درست ہوئے تو میں نے سارا قصہ سنایا۔ مرحوم بہت خوش ہوا پھر میں اپنے مکان پر چلا گیا صبح کو قبل از نماز صبح حضرت اقدس علیہ السلام نے مجھ کو مکان پر بلوایا اور فرمایا یوسف علی کا کیا حال ہے صاحبزادہ صاحب تم نے ہمیں اطلاع نہ دی۔ پیر صاحب نے عرض کیا حضور اطلاع کیا

دیتا ادھر آپؑ نے دوادی اور ادھر دعا شروع کی دوا کا پلانا تھا اور شفاء کا ہونا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے پوری تندرستی عود کر آئی۔ فرمایا۔ ”صاحبزادہ صاحب جب وہ دوا لے کر تم روانہ ہوئے تو ہم کو نیند نہ آئی دعاؤں میں لگ گئے اور تمہارا خیال رہا کہ اب خبر لاتے ہوگے اور ہمارے کان آدمیوں کی طرف لگے رہے کہ کون خبر لاتا ہے۔“

(تذکرۃ المہدی از سراج الحق نعمانیؓ صفحہ 91 تا 96)

حضرت مفتی فضل الرحمٰنؓ کی اہلیہ بچی کی پیدائش پر مرض کزاز(tetnus) سے بیمار ہوئیں ان دنوں بہت سے عورتیں اس مرض میں مبتلا ہو کر اگلے جہان سدھار گئی تھیں۔ مفتی صاحبؓ نے نماز مغرب کے بعد حاضر ہو کر حضورؑ سے عرض کیا کہ ان کی اہلیہ کی گردن میں درد اور کھنچاؤ ہے تو فرمایا یہ تو کزاز کا ابتدا ہے مولوی صاحب کو بتلاؤ۔ عرض کیا گیا کہ مولوی صاحبؓ نے دوا حب شفا تجویز کی ہے یہ سن کر حضورؑ خود مفتی صاحبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ مریضہ کو دیکھا اور فرمایا ”دس رتی ہینگ دے دو اور ایک گھنٹہ کے بعد اطلاع دو۔“ مفتی صاحبؓ نے حسبِ ارشاد جا کر اطلاع دی اور عرض کیا کہ کچھ افاقہ نہیں ہوا تو فرمایا ”دس رتی کونین دیدو اور ایک گھنٹہ بعد اطلاع دو۔“ مفتی صاحبؓ نے پھر آ کر عرض کیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہوا تو فرمایا ”دس رتی مشک دے دو۔“ چونکہ یہ ایک بہت قیمت دوا تھی اس لئے یہ مشک اپنے پاس سے دیا اور فرمایا ”ایک گھنٹہ بعد اطلاع دیں۔“ ایک گھنٹہ کے بعد پھر عرض کیا گیا کہ مرض بڑھ رہا ہے تو ارشاد فرمایا ”دس تولہ کیسٹر آئل دے دو۔“ کیسٹر ائل دینے کے بعد مریضہ کو سخت قے ہوئی سانس اکھڑ گئی اور حالت نازک ہو گئی۔ مفتی صاحبؓ بھاگے ہوئے گئے۔ حضرت اقدسؑ نے پاؤں کی آہٹ سنتے ہی دروازہ کھول دیا مفتی صاحبؓ نے حالت بیان کی تو فرمایا ”دنیا کے اسباب کے جتنے ہتھیار تھے وہ ہم چلا چکے ہیں اس وقت کیا وقت ہے۔“ عرض کیا گیا بارہ بج چکے ہیں بڑی شان اور توکل علی اللہ کرتے ہوئے فرمایا ”تم جاؤ میرے پاس صرف ایک دعا کا ہتھیار باقی ہے میں اس وقت سر اٹھاؤں گا جب وہ اچھی ہوجاوے گی۔“ عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں ”چنانچہ مفتی صاحبؓ کا ایمان دیکھو کہ گھر میں آ کر الگ کمرہ میں چارپائی ڈال کر سو رہے کہ وہ جانے اور اس کا خدا۔ مجھے اب کیا فکر ہے۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ جب صبح میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برتنوں کو درست کررہی ہے میں نے پوچھا کیا حال ہے کہا کہ کوئی دو گھنٹہ کے بعد آرام ہو گیا تھا۔“

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 204)

اللہ اللہ کیا عشق ہے خدا کی مخلوق کے ساتھ، کیا شفقت ہے بنی نوع انسان پر کیا جذبات ہیں ہمدردی و

غمخواری کے خدا کے بندوں کے لئے کہ ضرورتمند آتے ہیں اپنی حاجت بیان کرتے ہیں اور خدا کا مسیح ان کے لئے ہر ممکن دنیاوی اسباب کو اختیار کرکے خدا کے حضور سجدہ میں گرجاتا ہے حاجت مندوں کی حاجت پوری ہوجاتی ہے تکلیف میں مبتلا درد سے نجات پالیتے ہیں ملول دلوں کا غم راحت میں بدل جاتا ہے اور وہ تکلیف دور ہوتے ہی آرام سے سوجاتے ہیں لیکن ان کا شفیق روحانی باپ ان کے لئے بے چین اور بیقرار ہو کر ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے جب تک کہ ان کے آرام کی اسے خبر نہیں مل جاتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ہمدردی اور شفقت صرف اپنوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ یہ تو فیوض کا وہ سیل رواں تھا کہ جو بھی اس کی راہ میں آیا بلا تفریقِ مذہب وملت اور بلا امتیاز امیر وغریب اس کی برکتوں سے سیراب و فیض یاب ہوا۔

قادیان کے ایک آریہ لالہ شرمپت تھے جو ایک مدت سے حضرتؑ کے پاس آیا کرتے تھے اور جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کے کئی نشان ملاحظہ کئے تھے لیکن برا ہو تعصب اور عناد کا کہ جب بھی گواہی کاوقت آیا اسلام سے عناد اور دشمنی کی وجہ سے انہوں نے شہادت سے پہلوتہی کی۔ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے پیٹ پر ایک پھوڑا نکل آیا جس نے نہایت تکلیف دہ صورت اختیار کرلی حضرت مسیح موعودؑ کو معلوم ہوا تو آپؑ چند دوستوں کے ہمراہ ان کے مکان پر جو نہایت تنگ و تاریک تھا ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے لالہ جی سخت گھبرائے ہوئے تھے اور انہیں اپنی موت کا یقین ہوچکا تھا حضرت صاحبؑ نے انہیں بہت تسلی دی اور فرمایا ’’گھبراؤ نہیں میں ڈاکٹر عبداللہ کو مقرر کردیتا ہوں۔ وہ اچھی طرح آپ کا علاج کریں گے دوسرے روز حضرت اقدسؑ پھران کے گھر تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی لے گئے اور انہیں خاص طور پر لالہ صاحب کے علاج پر مامور کردیا اور علاج کے اخراجات کا بوجھ بھی ان پر نہیں پڑنے دیا۔ آپؑ روزانہ بلاناغہ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے، بہت تسلی دیتے اور فرماتے فکر نہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم اچھے ہوجاؤ گے روزانہ عیادت کے لئے ان کے گھر جانے کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اور جب زخم مندمل ہونے لگا اور حالت کافی بہتر ہو گئی تب آپ وقفہ سے جانے لگے تاہم یہ سلسلہ عیادت اس وقت تک جاری رہا جب تک لالہ صاحب مکمل صحت یاب نہیں ہوگئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 169 - 170)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جبتک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے...بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرنا یہ بھی سنت نبوی ہے...شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو ایک بھی ایسا نہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 68)

جن دنوں میں ہندوستان بالخصوص پنجاب میں طاعون اپنے زوروں پر تھی اور آپؑ کے مخالفوں پر موت کے سامان لے کر اتر رہی تھی خدا کا یہ بندہ اور اس کی مخلوق کا اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ہمدرد وجود رات کی تاریکیوں میں ان کی عافیت کے لئے دعائیں کرتا ہوا خدا کے حضور سربسجود رہتا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے ایک رات جب حضرت اقدسؑ کو اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کرتے سنا تو وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہء الٰہی پر گریہ وزاری کررہے تھے کہ جیسے کوئی عورت درد زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپؑ مخلوق خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوگئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا"

(بحوالہ سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔ اےؓ۔ صفحہ 51)

"مرزا نظام الدین حضرت اقدسؑ کے چچازاد بھائی تھے مگر آپؑ کے اور سلسلہ کے شدید معاند تھے۔ ایذا رسانی کا سلسلہ بھی ان کی طرف سے ہمیشہ جاری رہتا وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگئے۔ حضورؑ کو علم ہوا تو فوراً ان کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے اور ان کے لئے مناسب علاج تجویز فرمایا۔"

(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت 511)

حضرت مولوی یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت مسیح موعودؑ کے خادموں میں ایک شخص پیرا پہاڑیا تھا جو ضلع کانگڑہ کا باشندہ تھا۔ وہ آپؑ کی بعثت اور ماموریت سے پہلے قادیان میں آیا اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بحیثیت ایک خادم کے رہنے لگا۔ اس کی حالت ایک نیم وحشی کی سی تھی وہ ہر ایک قسم کے آداب اور انسانیت کے معمولی لوازم سے بھی ناواقف

تھا...بیمار ہو گیا اور اسے طاعون ہوا اس کو حسب دستور segregation camp میں پہنچا دیا گیا۔ حضرت اقدسؑ نے خان صاحب اکبر خانؓ کو خصوصیت سے اس کی تیمارداری اور ضروری انتظام متعلق علاج کے لئے مقرر کیا۔ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ڈاکٹر قاضی محبوب عالمؓ جے پور سے نہایت اعلیٰ درجہ کا عرق کیوڑہ بھیجا کرتے تھے...یہ عرق نہایت قیمتی ہوتا تھا آپؑ نے اس کی بوتلیں خان صاحب کے سپرد کیں اور چند ہدایات دیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اس کی گلٹی پر جونکیں لگوادیں اس کے علاج میں کسی خرچ کا مضائقہ نہ کیا جاوے باربار اس کی خیریت کی خبر دریافت کرتے تھے۔ خان صاحب نے جونکوں والے کو تلاش کیا مگر وہ جونکیں مہیا نہ کرسکا۔ اس طرح پر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔ خان صاحب نے خیال کیا کہ دوسرے وقت میں انتظام ہوجائے گا مگر نہ ہوا، غفلت ہو گئی۔ پیرا کی موت مقدر تھی اور تقدیر مبرم تھی وہ فوت ہو گیا۔ حضرت کو جب یہ معلوم ہوا کہ خان صاحبؓ جونکیں نہیں لگواسکے اور قادیان سے باہر سے جونکیں منگوانے میں انہوں نے غفلت کی ہے تو آپؑ بہت ناراض ہوئے۔ آپؑ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ اگر یہاں سے نہ ملی تھیں تو کیوں نہ بٹالہ یا کسی دوسری جگہ سے منگوا لی گئیں خواہ کچھ بھی خرچ ہوجاتا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 180 - 181)

حضرت اقدس علیہ السلام اگرچہ کسی کی بیماری کی خبر سن کر بنفس نفیس اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ علیہ السلام کو نہایت ہی رقیق قلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور وہ دل محبت اور احساس کے لئے اتنا رقیق تھا کہ آپؑ اپنے مخلص احباب کی تکلیف کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ سکتے تھے۔ اور ان کی تکلیف کا منظر آپؑ کے لئے سراسر ناقابل برداشت ہوتا تھا اس لئے بعض اوقات عیادت کے لئے خود نہ جاسکتے تو مختلف ذرائع سے عیادت کرلیتے مثلاً رشتہ داروں، عزیزوں، اطباء اور ڈاکٹرز کے ذریعہ حال احوال معلوم کرتے رہتے مریض کو تسلی وتشفی کے پیغام بھیجتے رہتے اور خود اس مریض کے لئے خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے رہتے اور اس مریض کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعاؤں کا ذخیرہ جمع کرتے رہتے چنانچہ جب آپؑ کے ایک بہت ہی مخلص مرید نوجوان مرزا ایوب بیگ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اس نوجوان سے اس کے اخلاص ووفا کی وجہ سے بہت محبت تھی تو انہوں نے دوران بیماری ’’فاضلکا‘‘ کے مقام سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اسی مضمون کا پھر تار بھی بھجوایا کہ ان کا دل بہت چاہتا ہے کہ وہ حضورؑ کی زیارت کریں۔ حضور مجھے فاضلکا میں آکر مل جائیں ان دنوں خود حضورؑ سر درد اور موسمی بخار کی وجہ سے شدید بیمار تھے آپؑ

نے انہیں جواباً جو خط بھجوایا وہ حضور کی اس رقت قلبی کا بہترین عکاس ہے آپؑ نے تحریر فرمایا: ’’میں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ میرادل جلد صدمہ قبول کرتا ہے یہی چاہتا ہوں کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں...مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں۔ نہ دور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اس درد کو بیان کروں...اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملی میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے چلی جاتی ہے...میری حالت تحریر کے لائق نہ تھی لیکن تار کے درد انگیز اثر نے مجھے اس وقت اٹھا کر بٹھادیا ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 187)

یہی حال آپؑ کا مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ کی آخری بیماری کے وقت تھا کہ باوجودیکہ آپؑ نے مولوی صاحبؓ کے علاج معالجہ کا بہترین انتظام کردیا تھا ان کی خوراک وغذا کا خیال خود رکھتے تھے لمحہ لمحہ کی خبر منگواتے اور مسلسل گریہ وزاری اور خدا کے حضور دعائیں کرتے تھے یہاں تک کہ کئی کئی راتیں اس طرح دعاؤں میں گزار دیں کہ ایک منٹ کے لئے بھی آپؑ سو نہ سکے لیکن رقت قلب کا یہ حال تھا کہ آپؑ کو خود جاکر مولوی صاحبؓ کو دیکھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالکریمؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں۔

’’جب مولوی عبد الکریم صاحب بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحبؑ سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر ہوں اور حضرت صاحبؑ قادیان میں ہیں اور بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زاروقطار روپڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرتؑ کا چہرہ نہیں دیکھا۔ تم مجھے حضرت صاحبؑ کے پاس کیوں نہیں لے جاتے ابھی سواری منگواؤ اور مجھے لے چلو ایک دن جب ہوش تھی کہنے لگے جاؤ حضرت صاحبؑ سے کہو کہ میں مرچلا ہوں۔ مجھے صرف دور سے کھڑے ہو کر زیارت کراجائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ میں نیچے حضرت صاحبؑ کے پاس آئی کہ مولوی صاحبؓ اس طرح کہتے ہیں حضرت صاحبؑ فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرادل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا؟ مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا حضرت ام المومنینؓ نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ’’اچھا میں جاتا ہوں مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر مجھے دورہ ہوجائے گا۔‘‘ خیر حضرت صاحبؑ نے پگڑی منگا کر سر پر رکھی اور ادھر جانے لگے میں جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر آگے چلی گئی تاکہ مولوی صاحبؓ کو اطلاع دوں کہ حضرت صاحبؑ تشریف لاتے ہیں۔

جب میں نے مولوی صاحبؓ کو جا کر اطلاع دی تو انہوں نے الٹا مجھے ملامت کی کہ تم نے حضرت صاحبؑ کو کیوں تکلیف دی؟ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ میں نے کہا آپ نے خود تو کہا تھا۔ انہوں نے کہا وہ تو میں نے دل کا دکھڑا رویا تھا تم فوراً جاؤ اور حضرت صاحبؑ سے عرض کرو کہ تکلیف نہ فرمائیں۔ میں بھاگی گئی تو حضرت صاحبؑ سیڑھیوں کے نیچے کھڑے اوپر آنے کی تیاری کررہے تھے۔ میں نے عرض کردیا کہ حضور آپ تکلیف نہ فرمائیں۔‘‘

(تاریخِ احمدیت جلد دوم صفحہ 404)

آپؑ فرماتے ہیں۔

’’حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا میں پیاسا تھا اور تونے مجھے پانی نہ دیا میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی جن لوگوں سے یہ سوال ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا تھا جو ہم نے کھانا نہ دیا تو کب پیاسا تھا جو پانی نہ دیا اور تو کب بیمار تھا جو تیری عیادت نہ کی پھر خداتعالیٰ فرمائے گا میرا فلاں بندہ جو ہے وہ ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اس کی کوئی ہمدردی نہیں کی اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی ایسا ہی ایک اور جماعت کو کہے گا کہ شاباش تم نے میری ہمدردی کی میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا وغیرہ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا تب اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ میرے فلاں بندہ کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہی ہمدردی تھی۔ دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خداتعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں۔ حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی۔ مگر نہیں اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک گویا مالک کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ خداتعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215 - 216)

(روزنامہ الفضل آن لائن 20 مئی 2020ء)

(31)

رسول اللہؐ کی بیان فرمودہ حضرت مہدی معہودؑ کی ایک علامت کا حضرت مرزا غلام احمدؑ کی ذات میں عظیم الشان ظہور

(قمر داؤد کھوکھر۔ آسٹریلیا)

امت مسلمہ میں ظاہر ہونے والے حضرت امام مہدیؑ کے بارہ میں بہت سی روایات پیشگوئیوں کے رنگ میں بکھرے موتیوں کی طرح کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان روایات میں حضرت امام مہدیؑ کے ظہور سے متعلق بے شمار علامات بیان فرمائی گئی تھیں۔ جن کی غرض یہ تھی کہ امت ان علامات کے ذریعہ سچے مہدی کو پہچان سکیں اور اس پر ایمان لا کر اپنی نجات کا سامان کر سکیں۔ ان علامات میں سے کچھ تو ظاہری لحاظ سے پوری ہوئیں اور اکثر علامات استعارہ کا رنگ رکھتی تھیں وہ کسی اور رنگ میں اور کسی اور طرح سے پوری ہوئیں کیونکہ پیشگوئیوں میں اکثر اخفاء اور امتحان کا پہلو ہوا کرتا ہے۔

انہی روایات میں سے ایک روایت کا ذکر حضرت علیؓ سے مروی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ ”اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ“ کہ مہدی ہم میں سے اور ہمارے اہل بیت سے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا۔ ایک دوسری سند کے ساتھ یہ الفاظ آئے ہیں کہ اَلْمَهْدِيُّ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ کہ مہدی کو اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا۔

(سُنَن ابنِ مَاجه کِتَابُ الْفِتَن بَاب 34 خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ، حدیث نمبر 4085)

اس حدیث کی شرح میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ اہل عرب اَصْلَحَ اللّٰهُ کا کلمہ کسی کی مدح اور دعا کے لئے استعمال کرتے ہیں اور جب امراء کو مخاطب کرنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ ”اَصْلَحَ اللّٰهُ الْاَمِيْرَ اَیْ وَفَّقَهٗ وَسَدِّدْ خُطَاهٗ وَاَصْلِحْ شَأْنَهٗ“ کہ اللہ امیر کو نیکی کی توفیق دے، اسے راہ سداد پر قائم رکھے اور اس کے سارے کام درست کر دے اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ ”وَمَعْنَى يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ اَیْ يَتُوْبُ اِلَيْهِ وَيُوَفِّقُهٗ وَيُلْهِمُهٗ رُشْدَهٗ بَعْدَ اِنْ لَمْ يَكُنْ كَذَالِكَ وَيُعِدُّهٗ لِلْخِلَافَةِ وَلِلْقِيَادَةِ کہ حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام مہدی کو ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا اور ان کو توفیق عطا فرما کر اپنی طرف سے علم وہدایت الہام کرے گا اور انہیں خلافت کے لئے اور مسلمانوں کی قیادت کے لئے تیار کرے گا۔‘‘

(اَلْمَسِیْحُ الْمُنْتَظَرُ وَنِهَایَةُ الْعَالَمِ از عبد الوهاب عبد السلام طویلة صفحه 59 -61)

اس حدیث کی شرح میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک غیر احمدی عالم دین لکھتے ہیں ’’یعنی اپنی توفیق و ہدایت سے ایک ہی رات میں نسبتِ نبوت کا نور عطا فرما کر ولایت کے اس مقام پر پہنچا دے گا جہاں وہ اس سے پہلے نہ تھے۔‘‘

(ظہور مہدی تک از ابو عبد اللہ آصف نقشبندی صفحہ 52)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مقام مہدیؑ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ’’مہدی کے کامل مرتبہ پر وہی پہنچتا ہے جو اول عیسٰیؑ بن جائے یعنی جب انسان تبتّل اِلَی اللّٰہ میں ایسا کمال حاصل کرے جو فقط روح رہ جائے تب وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روح اللہ ہو جاتا ہے اور آسمان میں اس کا نام عیسٰی رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش اس کو ملتی ہے۔‘‘

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 368)

نبی کریم ﷺ کی امام مہدیؑ سے متعلق اس علامت کا ظہور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی مبارک زندگی میں کیسے اور کس طریق پر ہوااس تعلق میں 3 واقعات قارئین کی دلچسپی اور علم میں اضافہ کے لئے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

1۔ ایک ہی رات میں خدا نے بتمام و کمال میری اصلاح کردی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

’’تخمیناً پچیس برس کے قریب عرصہ گزر گیا ہے کہ میں گورداسپورہ میں تھا کہ مجھے یہ خواب آئی کہ میں ایک جگہ چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اُسی چارپائی پر بائیں طرف میرے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی بیٹھے ہیں جن کی اولاد اب امرتسر میں رہتی ہے۔ اتنے میں میرے دل میں محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تحریک پیدا ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ کو چھوڑ کر مولوی صاحب کی جگہ کی طرف رجوع کیا۔ یعنی جس حصہ چارپائی پر وہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اس حصے میں میں نے بیٹھنا چاہا۔ تب انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور وہاں سے کھسک کر پائینتی

کی طرف چند انگلی کے فاصلے پر ہو بیٹھے۔ تب پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی میں ان کو اٹھا دوں پھر میں ان کی طرف جھکا تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر پھر چند انگلی کی مقدار پر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کواور زیادہ پائینتی کی طرف کیا جائے۔ تب پھر وہ چند انگلی پائینتی کی طرف کھسک کر ہو بیٹھے۔ القصہ میں ایسا ہی ان کی طرف کھسکتا گیا اور وہ پائینتی کی طرف کھسکتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو آخر چارپائی پر سے اُترنا پڑا اور وہ زمین پر جو محض خاک تھی اور اس پر چٹائی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی اُتر کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک کا نام ان میں سے خیراتی تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں ایک دعا کرتا ہوں تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دعا کی کہ رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّي الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِيْ تَطْهِيْرًا، اس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور مولوی عبداللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اٹھ گئے۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے بتمام و کمال میری اصلاح کردی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی۔‘‘

حضور علیہ السلام یہ واقعہ درج کرنے کے بعدمزید تحریر فرماتے ہیں۔ ’’اور انہی دنوں میں شاید اس رات سے اوّل یا اس رات کے بعد میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادّہ نکال دیا ہے اور ایک مصفّا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیاہے اور یہ عمل کرکے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 351 - 352)

حضور علیہ السلام نے جولائی 1899ء میں ’’تریاق القلوب‘‘ کا آغاز فرمایا اور 1900ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واقعہ کے شروع میں جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ’’تخمیناً پچیس برس کے قریب عرصہ گزر گیا ہے‘‘ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اندازاً 1874ء یا 1875ء کا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مذکورہ بالا پہلے رؤیا کا ذکر اپنی 1902ء کی تصنیف ’’نزول المسیح‘‘ میں

بھی فرمایا ہے اور یہ رؤیا ذکر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی عبد اللہ کی وفات قریب ہے میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر میں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بہ تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہو گئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی تھی۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 614 - 615)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مذکورہ بالا پہلے رؤیا میں جن مولوی عبد اللہ غزنویؒ کا ذکر فرمایا ہے یہ اپنے وقت کے صلحاء اور اہل اللہ میں سے تھے اور یہ وہی ہیں جن سے حضور علیہ السلام نے اپنے مدعا کے لئے دعا کی درخواست بھی کی تھی اور جب انہوں نے دعا کی تو بہت جلد الہاماً بتا دیا گیا تھا۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 251)

2۔ محبت رسولؐ اور درود کی برکت سے الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1882ء کے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ”ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہی وہ برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیﷺ۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہیٰ احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیّی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہاھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

انہی ایام (1882ء) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض مبشر رؤیا، خوابیں اور

کشف بھی دکھائے گئے جن کا ذکر حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی تصنیف ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ از عربی عبارت) ایک رات میں لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ بدر تام کی طرح روشن تھا۔ آپ ﷺ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا۔ اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اس معانقہ کے بعد نہ تو میں نے محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ ان دنوں کے بعد مجھ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَائُھُمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ......‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 550)

3۔ ایک ہی رات میں عربی زبان کا چالیس ہزار مادہ سکھا دیا گیا

1893ء میں ہندوستان کے بعض علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی دانی پر اعتراض کیا اور حضور علیہ السلام کو علوم عربیہ سے بے بہرہ قرار دیا۔ مخالف علماء کی اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مدد طلب فرمائی۔ اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں قبول فرمایا کہ ایک ہی رات میں عربی زبان کے 40 ہزار مادے آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عربی زبان کا علم دیئے جانے کے بعد حضور علیہ السلام نے عرب و عجم کے علماء کے کبر کو توڑنے کے لئے اور اہل عرب پر حجت قائم کرنے کے لئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں کم و بیش 24 کتب بھی تحریر فرمائیں جن میں ہزاروں روپیہ کے انعامی چیلنج بھی دیئے لیکن کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکی۔

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 234)

عربی کتب کی تصنیف و اشاعت کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی زبان میں تقریر کرنے کا

کبھی موقع نہ آیا تھا۔ اس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا۔ وہ اس طرح پر کہ اپریل 1900ء میں عید الاضحیہ سے ایک روز قبل یعنی یوم عرفہ کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ کو ایک رقعہ کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ میں آج کا دن اور رات کا کچھ حصہ دعا میں گزارنا چاہتا ہوں موجودالوقت دوستوں کے نام اور پتے مجھے لکھ کر بھیج دیں۔ تا دعا کے وقت وہ مجھے یاد رہیں۔ حضور علیہ السلام کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور ایک بڑی فہرست احباب کے ناموں اور پتوں کی حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔ دوسرے دن عید تھی۔ حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹیؓ صبح کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی میں آج خصوصیت سے عرض کرنے آیا ہوں کہ حضور تقریر ضرور کریں خواہ چند فقرے ہی ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ ”خدا نے مجھے بھی یہی حکم دیا ہے۔ آج صبح کے وقت الہام ہوا ہے کہ مجمع میں عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی ہے۔ میں کوئی اور مجمع سمجھتا تھا، شاید یہی مجمع ہو اور نیز الہام ہوا ہے کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔“

عید کی نماز کے لئے حضورؑ نے مسجد اقصیٰ ہی میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا تھا۔ آٹھ بجے صبح تک مسجد کے اندر کا حصہ اور صحن سارے کا سارا بھر گیا۔ اندازاً دو سو کے قریب مجمع ہو گا۔ حضرت اقدسؑ ساڑھے آٹھ بجے تشریف لائے۔ نماز حضرت مولانا عبدالکریمؓ نے پڑھائی اور خطبہ کے لئے حضرت اقدسؑ مسجد کے درمیانے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ پہلے خطبہ اردو زبان میں شروع کیا جس میں اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر ایک شاندار تقریر کی۔ ابھی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ نے عرض کی کہ حضور کچھ جماعت کے اتحاد و اتفاق کے موضوع پر بھی فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس موضوع پر بھی کچھ وعظ فرمایا۔ اس کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ اب میں الہام الٰہی کے ماتحت عربی زبان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب میرے نزدیک ہو کر بیٹھ جائیں اور خطبہ کے الفاظ نوٹ کرتے جائیں۔ حضرت اقدسؑ اس خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔” تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی۔ اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی، ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلمبند کی جائے، کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الہیٰ کے بیان کر سکے۔ جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام ”خطبہ الہامیہ“ رکھا گیا ہے، لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید دو سو کے قریب ہو گی۔ سبحان اللہ! اس وقت ایک غیبی چشمہ

کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے۔ اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔...یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔''

خطبہ کے بعد حضرت مولوی عبد الکریمؓ نے اس کا اردو ترجمہ سنایا۔ اسی دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرط جوش کے ساتھ سجدہ میں جا پڑے۔ آپؑ کے ساتھ تمام حاضرین نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ سجدہ سے سر اٹھا کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ''مبارک'' یہ گویا قبولیت کا نشان ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 375 - 376، نشان نمبر 165)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اپنے دعویٰ سے پہلے کوئی بہت بڑے عالم نہ تھے، نہ کسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے اور نہ ہی آپؑ کا شمار علماء میں کیا جاتا تھا۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا انبیاءؑ اور فرستادوں کے ساتھ یہی طریق ہے کہ وہ خود ان کا معلّم ہو کر ان کو خود علوم آسمانی سے بہرہ ور فرماتا ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرۃ: 32) بیان فرما کر علوم عطا فرمائے گئے۔ حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں یہی فرمایا کہ وَاٰتَیۡنٰهُ حُکۡمًا وَّعِلۡمًا اسے ہم نے حکمت و علم عطا کیا تھا۔ اور سورۃ انبیاء میں مذکور دیگر انبیاء کے بارہ میں بھی یہی فرمایا گیا وَکُلًّا اٰتَیۡنَا حُکۡمًا وَّعِلۡمًا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم عطا کئے (الانبیاء: 80) اور سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا (النسآء: 114) بعینہ اسی طریق پر حضرت مرزا غلام احمدؑ کو عربی زبان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح علم دیا جانا آپؑ کے لئے ایک عظیم الشان نشان تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے''

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 496)

یہ وہ تین خاص واقعات ہیں جو حضرت نبی کریم ﷺ کی اپنی امّت میں ظاہر ہونے والے مہدی کی ایک علامت کو پورا کرنے والے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ان

واقعات کے ظہور نے اَصْدَقُ الصَّادِقِین نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی بھی تصدیق کردی ہے کہ اَلْمَهْدِیُّ یُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ وَاحِدَةٍ کہ مہدیؑ کواللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا۔

علامات مہدی سے متعلق حکم و عدل حضرت مسیح موعودؑ کی ایک فکر انگیز تحریرسیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اپنی تصنیف ''حقیقۃ الوحی'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''اور یہ خیال بھی اپنے دلوں میں سے نکال دو کہ جب تک وہ تمام علامتیں مسیح موعود اور مہدی معہود کی (جو صرف ظنّی روایات کی بناء پر تمہارے دلوں میں ہیں) پوری نہ ہولیں تب تک قبول کرنا ہر گز روا نہیں۔ یہ قول ان یہودیوں کے قول سے مشابہ ہے جنہوں نے نہ حضرت عیسیٰؑ کو قبول کیا اور نہ ہمارے نبی ﷺ کو۔ کیونکہ جو کچھ اپنی روایتوں کی بناء پر نشانیاں قرار دی تھیں وہ سب پوری نہ ہوئیں۔ پس کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ تمہاری قراردادہ علامتیں پوری ہو جائیں گی۔ نہیں بلکہ ایسی پیشگوئیوں میں ایک امتحان بھی مخفی ہوتا ہے اور خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کے نشانوں کو عزت کی نگہ سے دیکھتے ہو یا نہیں۔ تمام روایات کب سچی ہو سکتی ہیں۔ بہت سی جھوٹی باتیں مل جاتی ہیں ان پر پورا تکیہ کرنا خطرناک امر ہے۔

یہ توبتلاؤ کہ کس نبی کی نسبت مقرر کردہ علامات پوری ہو گئیں جو پہلی قوم نے مقرر کر رکھی تھیں۔ پس خدا سے ڈرو اور پہلے بدقسمت منکروں کی طرح خدا کے مرسل کو اس بناء پر ردّ مت کرو کہ تم نے اس میں وہ تمام مقرر کردہ علامتیں نہ پائیں اور یقیناً یاد رکھو کہ یہ بات کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی کہ ان کی مقرر کردہ علامتیں آنے والے نبی میں پائی جائیں اسی لئے انہوں نے ٹھوکریں کھائیں اور جہنم میں پڑے۔ ورنہ تمام علامتیں پا کر پھر انکار کرنا انسان کی فطرت میں داخل نہیں۔ کوئی بات ٹھوکر کھانے کی ہوتی ہے جس سے بدقسمت انسان ٹھوکر کھاتا ہے۔ یہود کا گمان تھا کہ مسیح آنے والا ایک بادشاہ کی صورت میں آئے گا اور اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ آسمان سے نازل ہو گا۔ پس اسی وجہ سے آج تک انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قبول نہیں کیا کیونکہ نہ تو ان سے پہلے الیاس نبی آسمان سے اُترا اور نہ حضرت عیسیٰؑ بادشاہ ہوئے، کوشش تو کی گئی مگر اس میں ناکام رہے۔ اور پھر ہمارے نبی ﷺ کی نسبت یہودیوں کے عالموں بلکہ ان کے تمام نبیوں نے بھی یہی سمجھ رکھا تھا کہ وہ آخرالزّمان نبی ﷺ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہو گا۔ مگر ایسا ظہور میں نہ آیا بلکہ وہ نبی بنی اسماعیل میں سے پیدا ہو گیا۔ تب لاکھوں یہودی دولت قبول سے محروم رہ گئے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسی صراحت سے علامتیں بیان کر دیتا کہ یہودی ٹھوکر نہ کھاتے۔ مگر جبکہ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ صراحت نہیں کی گئی تو پھر اور کس کے لیے کی جاتی۔ پس یاد رکھو کہ ایسی پیشگوئیوں میں امتحان بھی مقصود ہوتا ہے۔ جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں وہ اس امتحان

کے وقت تباہ نہیں ہوتے اور روایات کو صرف ایک ظنی ذخیرہ خیال کر لیتے ہیں اور یہ بھی سمجھ لیتے ہیں کہ اگر کوئی روایت یا حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس کے معنی کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ پس وہ تمام مدار شناخت کا خدا کی نصرت اور خدا کی تائید اور خدا کے نشانوں اور شہادتوں کو قرار دیتے ہیں اور جس قدر علامتیں روایتوں کے ذریعہ سے میسر آ گئی ہیں ان کو کافی سمجھتے ہیں اور باقی روایتوں کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ یہی طریق سعید فطرت یہودیوں نے اختیار کیا تھا جو مسلمان ہو گئے تھےاور یہی طریق ہمیشہ سے راستبازوں کا چلا آیا ہے اور اگر راستبازوں اور خدا ترسوں کا یہ طریق نہ ہوتا تو ایک نفس بھی یہودیوں اور عیسائیوں میں سے آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لا سکتا اور نہ کوئی یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قبول کر سکتا۔ بہت سے یہودی اس ملک میں رہتے ہیں۔ ان کو پوچھ کر دیکھ لو کہ کیوں وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لائے آخر وہ دیوانہ نہیں ہیں کوئی عذر تو ان کے پاس ہے۔ پس تم یاد رکھو کہ ان کی طرف سے تم یہی جواب پاؤ گے کہ وہ علامتیں جو ان کی احادیث اور روایتوں میں لکھی تھیں پوری نہیں ہوئیں اور اس طرح پر وہ اس ضد پر قائم رہ کر واصل جہنم ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اب جبکہ ثابت ہوا کہ تمام قرار دادہ علامتوں کا پورا ہونا شرطِ ایمان قرار دینا جہنم کی راہ ہے جس کی وجہ سے کئی لاکھ یہودی واصل جہنم ہو چکے تو اس راہ کو تم کیوں اختیار کرتے ہو۔ مومن کو چاہئے کہ دوسرے کے حالات سے عبرت پکڑے۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ جس امتحان میں خدا تعالیٰ نے یہودیوں کو ڈالا تھا وہی امتحان تمہارا بھی کیا گیا ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ ۚ﴿۲﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۳﴾ (العنکبوت: 2 - 3) یقیناً سمجھو کہ یہ کاروبار خدا کا ہے نہ انسان کا۔ پس قبول کرنے میں سابقین میں داخل ہو جاؤ۔ اور خدا سے مت لڑو کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اور اگر تم تقویٰ کی نظر سے دیکھو تو تم سمجھ سکتے ہو کہ جس قدر تم نے مخالف روایات کو مضبوط پکڑ لیا ہے عقل اور انصاف تم پر یہ واجب نہیں کرتا کہ تم ضرور ایسا کرو۔ کیونکہ وہ سب مجموعۂ ظنّیات ہے کہ جو احتمالِ کذّب بھی رکھتا ہے اور قابلِ تاویل بھی ہے۔ پس اپنی جانوں پر رحم کرو یقین کے پہلو کو کیوں چھوڑتے ہو۔ کیا ظنّ یقین کے ساتھ برابر ہو سکتا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ روایتیں صحیح نہ ہوں جن کو تم صحیح سمجھتے ہو یا اور معنی ہوں۔ کیا وہ بلا جو یہودیوں کو تمام علامتوں پر ضد کرنے سے پیش آئی وہ تمہیں پیش نہیں آسکتی سو تم ان کی لغزشوں سے فائدہ اٹھا لو۔‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 599 - 601)

اپنے مقام سے غافل لوگوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔’’وَلَیۡسَ اَحَدٌ اَشۡقٰی مِنَ

الَّذِیْ یَجْھَلُ مَقَامِیْ اس شخص سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں جو میرے مقام سے بے خبر ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین، عربی حصہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 91)

حضور علیہ السلام اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں۔

امروز قوم من نشناسد مقام من

روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

”آج میری قوم نے میرے مقام کو نہیں پہچانا لیکن وہ دن آتا ہے کہ میرے مبارک اور خوش بخت زمانہ کو یاد کر کے لوگ رویا کریں گے۔“

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(32)
حضرت مسیح موعودؑ کا سفر آخرت
وفات سے متعلق مخالفین کے اعتراضات کے جوابات اور احمدیوں کے صبر کا نمونہ

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن۔ تنزانیہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ

(آل عمران: 186)

دستِ عزرائیل میں مخفی ہے سب رازِ حیات
موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شرابِ زندگی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بارہ میں معاندین احمدیت جو کذب بیانی سے کام لیتے ہیں اور استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں اس پر اگرچہ احمدیوں کے دل بہت رنجیدہ ہوتے ہیں مگر انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا دکھ اور درد اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اُسی کی پاک اور بابرکت ذات سے فیصلہ طلب کرتے ہیں کہ وہی ہے جو احکم الحاکمین ہے اور جب اُس کا فیصلہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر ایسے بد زبانوں اور بد گمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہیں بچتی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو وصال سے کچھ عرصہ قبل خدا تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر وفات کی خبریں دی گئیں۔ دسمبر 1905ء میں حضور نے ''رسالہ الوصیت'' تحریر فرمایا اور جماعت کو اس عظیم سانحہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

''خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور اس بارے میں اُس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ الہام ہوا۔ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّر۔ تیری اجل قریب آ گئی ہے۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اُداسی چھا جائے گی۔ یہ ہو گا۔ یہ ہو گا۔ یہ ہو گا۔ بعد اس کے تمہارا واقعہ ہو گا۔ تمام حوادث اور عجائباتِ

قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔" چنانچہ حضور نے رسالہ "الوصیت" میں جہاں ایک طرف جماعت کو اپنی وفات کے بارہ میں اطلاع دی تو دوسری طرف ایک عالمگیر مالی نظام "نظام وصیت" جاری فرمایا اور بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے علاوہ جماعت کو اپنی وفات کے بعد خلافت کی خوشخبری بھی دی اور فرمایا کہ اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔"

حضرت اقدس کے آخری سفر لاہور کا پس منظر

دسمبر 1907ء میں اسلام دشمن آریہ سماج وچھو والی نے لاہور میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ کانفرنس کے منتظمین نے حضرت اقدس کی خدمت میں کوئی چھ یا سات خطوط تحریر کئے اور بڑی لجاجت اور عاجزی اور انکساری سے حضرت اقدس کو اس میں شامل ہو کر اپنا مضمون پڑھنے کی دعوت دی۔ اس کانفرنس کا موضوع تھا "کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے اور اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟" آریہ سماج کے سیکرٹری ڈاکٹر چرنجیو بھار دواج ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے قریبی دوست تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو ہر طرح کی تسلی دی اور قسمیں کھائیں کہ یہ کانفرنس پر امن ہو گی اور تمام تقاریر شائستگی اور ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہوں گی اور کسی طور پر بھی کسی کے مذہبی جذبات کی دل آزاری نہیں ہو گی۔ حضرت اقدسؑ کو پھر بھی اس کانفرنس میں شامل ہونے میں انقباض تھا مگر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اصرار پر حضور مضمون لکھنے پر رضامند ہو گئے مگر خود نہ جانے کا فیصلہ فرمایا۔ دراصل آریہ سماج والوں نے سازش کے ذریعہ حضرت اقدس سے اپنے لیڈر لیکھرام کے قتل کا انتقام لینے کا منصوبہ بنایا تھا جو 1897ء میں حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق قتل کر دیا گیا تھا جس سے ہر آریہ گھرانے میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔

جس کی دعا سے آخر
لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر
وہ میرزا یہی ہے

کانفرنس کے دوسرے روز 3 دسمبر کو حضورؑ کا مضمون حضرت مولوی نورالدینؓ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اس کانفرنس میں ہندوستان بھر سے قریباً 400 احمدی نہ صرف اپنے خرچ پر شامل

ہوئے بلکہ 4 آنہ فی کس کے حساب سے کانفرنس فیس ادا کر کے منتظمین جلسہ کو گرانقدر مالی فائدہ بھی پہنچایا۔ اگلے روز 4 دسمبر کو آریہ سماج کی طرف سے مضمون پڑھا گیا۔ اگرچہ آریہ لیڈروں کی طرف سے شائستگی کی ہر ممکن یقین دہانی کروائی گئی تھی مگر آریہ سماج اپنے خبثِ باطن سے باز نہ رہ سکا اور اسلام اور بانئ اسلام کی شان میں اس قدر بد زبانی اور دل آزاری کی کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔ شرافت و نجابت کا پردہ سر بازار چاک ہو کر رہ گیا۔ انتہائی افسردہ اور دل گرفتہ احمدی جب قادیان واپس آئے اور یہ سارا دلخراش واقعہ حضرت اقدسؑ کے گوش گزار کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور جلسہ میں شرکت کرنے والے وفد سے فرمایا کہ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دی گئیں اور تم وہاں بیٹھے سنتے رہے۔ تمہیں فوراً اس جلسہ سے اُٹھ کر آجانا چاہئے تھا۔ وفد کے اراکین افسوس اور شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھے رہے اور حضرت اقدس سے اپنی اس کمزوری اور غلطی پر دلی معذرت طلب کی۔ یہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آقا سے عشق اور یہ تھی اس عشق کی غیرت۔ کہاں ہیں وہ دشمنانِ احمدیت جو اس پاک وجود پر توہینِ رسالتِ محمدیہ کا جھوٹا الزام لگاتے نہیں تھکتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔

حضرت اقدس نے بدتہذیب آریوں کو ان کی اس بدعہدی کا جواب دینے کے لئے ایک کتاب چشمۂ معرفت لکھنی شروع کی جو کئی ہفتوں میں مکمل ہو کر 15 مئی 1908ء کو چھپ کر تیار ہوئی۔ دوسری طرف حضرت اماں جانؓ کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں رہتی تھی اور آپ چاہتی تھیں کہ لاہور جا کر کسی قابل لیڈی ڈاکٹر سے صحت کے لئے مشورہ کریں۔ چنانچہ حضرت اماں جان کے اصرار پر حضورؑ لاہور جانے کے لئے رضامند ہو گئے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ کا خواب

حضرت اقدسؑ کی بیٹی سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ نے اس سفر سے کچھ عرصہ قبل ایک خواب دیکھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتی ہیں۔

”میں نیچے اپنے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت سے لوگ ہیں جیسے کوئی خاص مجلس ہو۔ مولوی عبدالکریم صاحب دروازے کے پاس آئے اور مجھے کہا بی بی جاؤ ابا سے کہو کہ رسول کریمؐ اور صحابہؓ تشریف لائے ہیں آپ کو بلاتے ہیں۔ میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے تھے اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرہ پر ہے پُر نُور اور پُر جوش۔ میں نے کہا ابا مولوی عبد الکریم صاحب کہتے ہیں رسول کریم ﷺ صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے لکھتے لکھتے نظر اُٹھائی اور مجھے کہا جاؤ کہو ”یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا۔“ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے یہ خواب حضرت اقدس کو بھی سنایا۔

لاہور کے لئے روانگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام 27 اپریل 1908ء کو لاہور جانے کے لئے قادیان سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہ 11 افراد تھے۔ روانگی سے قبل حضور نے وہ حجرہ بند کیا جس میں آپ آخری عمر میں تصنیف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا ”اب ہم اس کو نہیں کھولیں گے۔“ ایک رات بٹالہ میں قیام فرمایا اور 29 اپریل کو بذریعہ ریل لاہور پہنچ گئے۔ لاہور میں حضور کا قیام برانڈرتھ روڈ پر واقع احمدیہ بلڈ نگ میں تھا۔ ابتدائی 10 روز آپ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ کے گھر پر ٹھہرے مگر اس کے بعد وفات تک آپ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؓ کے مکان میں قیام پزیر رہے۔ اگرچہ حضرت اقدسؑ کا لاہور کا سفر تبدیلیٔ آب وہوا اور کچھ آرام کے لئے تھا مگر لاہور آ کر مصروفیات میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شمع جلے اور پروانے نہ آئیں۔ عشاقان مسیح موعودؑ کی آمد کا تانتا بندھ گیا جو آپ کے مقدس وجود سے فیض پانے کے لئے جوق در جوق دیارِ مسیح پر پہنچنے لگے۔ مہمانوں اور ملاقاتیوں میں ہر طبقے اور ہر مذہب کے لوگ شامل تھے۔ حضرت اقدس کا یہ سفر غیر معینہ مدت کے لئے تھا۔ اس لئے قادیان سے معتبر صحابہؓ بھی لاہور آ گئے اور اخبار البدر بھی لاہور شفٹ کر دیا گیا۔ ملاقاتوں کے علاوہ حضورؑ تقریر و تحریر میں بھی مشغول رہے۔ لاہور کے عمائدین اور رؤوسا بھی ملنے آتے رہے۔ پروفیسر کلیمنٹ ریگ اور سر فضل حسین نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ مورخہ 9 مئی کو حضرت اقدس کو الہام ہوا ”اَلرَّحِيْلُ ثُمَّ الرَّحِيْلُ“ کُوچ کا وقت آ گیا ہے ہاں کُوچ کا وقت آ گیا ہے۔ مورخہ 17 مئی کو الہام ہوا ”مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار“ کہ نا پائیدار عمر پر بھروسہ نہ کر۔ مورخہ 20 مئی کو الہام ہوا ”اَلرَّحِيْلُ ثُمَّ الرَّحِيْلُ وَالْمَوْتُ قَرِيْبٌ“ کُوچ کا وقت آ گیا ہے ہاں کُوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے ان الہامات میں واضح طور پر حضرت اقدسؑ کو وفات کی خبر دی گئی تھی۔ حضرت اماں جانؓ نے سخت گھبراہٹ کا اظہار کیا اور کہا اب قادیان واپس چلیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا ”اب تو ہم اسی وقت جائیں گے جب خدا لے جائے گا۔“ ”پیغامِ صلح“ وہ مضمون ہے جو 31 مئی کو ایک جلسے میں پڑھا جانا تھا۔ حضرت اقدسؑ کی یہ آخری تصنیف ہے جس میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا اور لکھا کہ دونوں قوموں میں باعثِ تنازعہ دو مسئلے ہیں۔ مذہبی

اور سیاسی مگر مذہبی مسئلہ جھگڑے کی اصل بنیاد ہے۔ یہ مضمون حضرت اقدسؑ نے 25 مئی کی شام کو مکمل کیا۔ عصر کی نماز کے بعد آپ ہوا خوری کے لئے تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (غیر مبائع) اپنی مشہور تصنیف مجد اعظم جلد دوم میں لکھتے ہیں۔ ’’گرمی کا موسم تھا۔ حضرت اقدس بمعہ بیوی صاحبہ کے عموماً شام کو فٹن یا بند گاڑی میں بیٹھ کر سیر کو جایا کرتے تھے۔ 25 مئی 1908ء کی شام کو بھی تشریف لے گئے مگر چہرہ اداس تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور آج اداس نظر آتے ہیں۔ فرمانے لگے ’’ہاں میری حالت اُس ماں کی طرح ہے جس کا بچہ ابھی چھوٹا ہو اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتا ہو اور وہ اُسے چھوڑ کر رخصت ہو رہی ہو۔‘‘ واپسی پر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔‘‘

حضورؑ کی بیماری اور وفات

تاریخ احمدیت جلد دوم میں تفصیل سے یہ سارا واقعہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ سیرت المہدی حصہ اول اور حیات طیبہ مرتبہ شیخ عبد القادر سوداگرمل اور غیر مبائعین کی کتب میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہاں میں سیرت المہدی سے روایت نقل کرتا ہوں۔ ’’**روایت نمبر 12**۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری بیماری، بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا ’’اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے‘‘ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ’’یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔‘‘ خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود 25 مئی 1908ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شائد لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل میں یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے وفات پا گئے ہیں اور یک دم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی۔ اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔ جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمان صاحب

قادیانیؓ نے عرض کیا کہ حضورؑ ہو گیا ہے۔ آپؑ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔ مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؑ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے؟ مگر آپ جواب نہ دے سکے۔ اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔ یہ آخری تحریر جس میں غالبًا زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔ نو بجے کے بعد حضرت صاحبؑ کی حالت زیادہ نازک ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد غرغرہ شروع ہو گیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے قریب انجیکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا۔ بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپؑ کو کیوں تکلیف دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک غَرغَرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان وقفہ لمبا ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمَ۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اُٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں ایک اور دَست آیا مگر اب اس قدر ضُعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے اس لئے میں نے چارپائی

کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضُعف تھا کہ آپؑ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا "اللہ یہ کیا ہونے والا ہے" تو آپؑ نے فرمایا "یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔" خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحبؑ کا کیا منشاء ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔"ہاں" والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی اور ضُعف بہت ہو گیا تو میں نے کہا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین) کو بلا لیں؟ آپ نے فرمایا بلالو نیز فرمایا محمود کو جگا لو۔ پھر میں نے پوچھا محمد علی خان یعنی نواب صاحب کو بلا لوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا یا نہیں اور دیا تو کیا دیا۔ نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہوجاتی تھی اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے۔"

سیرت المہدی کی روایت میں نے اوپر درج کر دی۔اس کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مکرم ناصر احمد بی اے ایل ایل بی نے ایک کتاب

"An account of the last days and death of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad in Lahore with a brief history of Ahmadiyya Buildings"

کے نام سے شائع کی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔"صبح دو یا تین بجے آپؑ کو بہت ضُعف ہو گیا۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؓ، مولانا نورالدین صاحبؓ، خواجہ کمال الدین صاحبؓ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ کو بلایا گیا۔ حضورؑ نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ کو اپنے قریب آنے کو کہا اور فرمایا "مجھے ایک بڑا دست آیا ہے کچھ دوائی تجویز کریں" پھر فرمایا "اصل شفاء تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے آپ دوائی بھی تجویز کریں اور دعا بھی کریں۔" علاج شروع کر دیا گیا۔ "جب حالت زیادہ خراب ہوئی اور نبض رک گئی تو اس وقت ڈاکٹر سُدرلینڈ کو بلایا گیا۔ حافظ فضل احمد صاحبؓ پاس بیٹھے سورت یٰسین کی تلاوت کر رہے تھے۔ اوپر درج کی گئی دونوں روایات کو ملا کر پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ 26 مئی کی صبح آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے جن ڈاکٹر صاحب نے حضورؑ کا معائنہ کیا اور پوچھا کہ حضورؑ کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ ڈاکٹر سُدرلینڈ تھے (ان کا تعارف آگے آئے گا)۔ یہاں ایک تیسری روایت کا ذکر بھی بہت ضروری ہے جو مخالفین کی جانب سے بڑے تواتر سے پیش کی جاتی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے خسر

حضرت میر ناصر نوابؓ نے اپنی سوانحِ حیات ''حیاتِ ناصر'' کے نام سے مرتب کی۔ یہ سوانح عمری حضرت میر صاحبؓ کی وفات کے 3 سال بعد 1927ء میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ ایڈیٹر الحکم نے شائع کی۔ آپ اس میں لکھتے ہیں ''حضرت صاحبؑ جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپؑ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت صاحبؑ کے پاس پہنچا اور آپؑ کا حال دیکھا تو آپؑ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے اس کے بعد آپؑ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کے دوسرے روز دس بجے کے بعد آپؑ کا انتقال ہو گیا'' اس روایت کے نیچے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ نے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذاتی خیال تھا جبکہ حضور کی نعش مبارک کو ریل میں لے کر جانے کے لئے آپ کے معالج ڈاکٹر سُدر لینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کی تصدیق پر افسر مجاز سول سرجن لاہور ڈاکٹر کننگھم نے سرٹیفیکیٹ دیا کہ حضورؑ کی وفات اعصابی تھکان سے اسہال کی وجہ سے ہوئی تھی اس لئے ریل میں لے جایا جا سکتا ہے۔'' صبح ساڑھے دس بجے حضرت اقدسؑ کی وفات ہوئی۔ جسدِ اطہر کو غسل دینے کی سعادت بھائی عبدالرحیم، شیخ رحمت اللہ صاحب اور ایک اور احمدی کو حاصل ہوئی۔ اڑھائی بجے تک غسل اور کفن سے فراغت کے بعد احمدیہ بلڈ نگ میں جنازہ پڑھا گیا جو حضرت مولانا نورالدینؓ نے پڑھایا۔ چار بجے شام جنازہ دل گرفتہ اور اشکبار احمدیوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لاہور ریلوے سٹیشن پہنچایا۔ ریلوے کا سیکنڈ کلاس کا ڈبہ حضرت اقدسؑ کے جسد مبارک کے لئے ریزرو کروایا گیا تھا۔

جنازہ کی لاہور سے روانگی اور قادیان آمد شام پونے چھ بجے گاڑی لاہور سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئی اور رات 10 بجے بٹالہ پہنچی۔ نعش مبارک کو صندوق سے نکال کر چارپائی پر رکھا گیا۔ 27 مئی کو صبح 2 بجے حضورؑ کا جسد مبارک احمدیوں نے کاندھوں پر اُٹھایا اور قادیان روانہ ہوئے اور صبح آٹھ بجے قادیان پہنچ گئے۔ تابوت علیحدہ طور پر قادیان پہنچایا گیا۔ عشاقانِ مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بالاتفاق خلیفۃ المسیح الاولؓ منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔جس کے فوراً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھایا۔ شام 6 بجے بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔حضرت اقدسؑ کا جسد اطہر لحد میں رکھا گیا جو قبر کے فرش پر بنائی گئی تھی۔ اور لکڑی کا وہ تابوت جس میں نعش لاہور سے بٹالہ تک لائی گئی تھی اسے توڑ کر اس کے ٹکڑوں سے اس لحد کو ڈھانپا گیا اور بعد میں مٹی ڈالی گئی۔''

لاہور میں مخالفین کی اخلاق سوز اور شرمناک حرکات

حضرت اقدسؑ کی لاہور آمد کے ساتھ ہی مخالفین کے خبثِ باطن کا اظہار شروع ہو گیا۔ اوباشوں نے احمدیہ بلڈ نگ کے باہر ڈیرے لگا لئے اور دشنام طرازی اور بداخلاقی کا وہ مظاہرہ کیا کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت اقدسؑ اپنے غلاموں کو صبر کی مسلسل تلقین فرماتے رہے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ مگر جیسے ہی 26 مئی کو حضرت اقدسؑ کی اچانک وفات کی خبر پھیلی ہزاروں بدفطرت اور دریدہ دہن حضرت اقدسؑ کی جائے وفات کے باہر اکٹھے ہوگئے اور جس قدر کمینگی اور گھٹیا پن کا مظاہرہ ہو سکتا تھا وہ شروع کر دیا گیا۔ قریب تھا کہ اوباشوں اور غنڈوں کا یہ طائفہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر حملہ آور ہوتا۔ پولیس کی بھاری نفری پہنچ گئی اور حالات کو کنٹرول میں لایا گیا۔ یہاں سے نامراد ہو کر یہ بدتہذیب لوگ اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں جمع ہوگئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جشن منانے اور مغلظات بکنے میں مشغول ہو گئے۔جب حضرت اقدسؑ کا جنازہ لاہور ریلوے سٹیشن لے جایا جا رہا تھا ان معاندین نے ایک جعلی جنازہ تیار کیا جو اصل جنازہ کے پیچھے پیچھے لایا گیا اور عشاقانِ مسیح موعودؑ کی جس قدر دل آزاری ہو سکتی تھی کی گئی مگر آفرین ہے غلامانِ مسیح محمدیؑ پر کہ ان کے جگر پاش پاش ہوگئے مگر ان مخالفین کی دریدہ دہنی کے مقابل صبر و استقلال کی چٹان بنے رہے اور ایک لفظ مُنہ سے نہ نکالا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”دوسری طرف جب حضرت مسیح موعود کی وفات کی خبر مخالفوں تک پہنچی تو ایک آنِ واحد میں لاہور کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بجلی کی طرح پھیل گئی اور پھر ہماری آنکھوں نے مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے وہ نظارہ دیکھا جو ہمارے مخالفوں کے لئے قیامت تک ایک ذلت اور کمینگی کا داغ رہے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے نصف گھنٹہ کے اندر اندر وہ لمبی اور فراخ سڑک جو ہمارے مکان کے سامنے تھی شہر کے بدمعاش اور کمینہ لوگوں سے بھر گئی اور ان لوگوں نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر خوشی کے گیت گائے اور مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔ ہماری غم زدہ آنکھوں نے ان نظاروں کو دیکھا اور ہمارے زخم خوردہ دل سینوں کے اندر خون ہو کر رہ گئے۔ مگر ہم نے ان کے اس ظلم پر صبر سے کام لیا اوراپنے سینوں کی آہوں تک کو دبا کے رکھا۔ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری کمزوری کا زمانہ تھا بلکہ اس لئے کہ خدا کے مقدس مسیحؑ نے ہمیں یہی تعلیم دی تھی کہ

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 179)

جنازہ ریلوے اسٹیشن پہنچا تو اسٹیشن ماسٹر نے جنازہ ریلوے کے ذریعہ بٹالہ بھیجنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس تک یہ جھوٹی اطلاع پہنچائی گئی تھی کہ حضرت اقدسؑ کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے اور سرکاری قانون کے تحت کسی بھی Contageous Disease سے وفات یافتہ کی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس پر حضرت شیخ رحمت اللہؓ نے ڈاکٹر سُدرلینڈ کا تصدیقی سرٹیفیکیٹ پیش کیا جس میں واضح لکھا تھا کہ حضرت اقدسؑ کی وفات ہیضہ سے نہیں ہوئی۔ اس پر جنازہ ریل میں لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

حضرت اقدس کی وفات پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر 1: مرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی؟

جواب: یہ بات قطعی طور پر بے بنیاد اور کلیتۃً جھوٹ ہے۔ حضرت اقدسؑ کو اسہال کی پرانی تکلیف تھی جو سخت دماغی محنت اور تھکاوٹ کی وجہ سے عموماً بڑھ جایا کرتی تھی۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی تھی کہ مسیح دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا نازل ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ زرد رنگ بیماری کی علامت ہوتا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ مسیح موعودؑ کو اپنے جسم کے اوپر کے حصہ میں اور نچلے حصہ میں بیماریاں لاحق ہوں گی۔ اگر یہ بات بغیر حکمت کے ہوتی تو صرف زرد رنگ سے مسیح موعودؑ کی شان میں کیا اضافہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو MIGRAIN اور VERTIGO یعنی شدید سر درد اور چکروں کی تکلیف تھی اور کثرتِ پیشاب اور اسہال کی بیماری تھی اور یہ بیماریاں اسلام کی مدافعت میں سخت اور مسلسل دماغی کام کرنے کے نتیجے میں لاحق ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ حضورؑ کو ذیابیطس (DIABETES MELLITUS) کا مرض لاحق تھا جس میں پیشاب کثرت سے آتا ہے۔ مزید برآں سخت دماغی کام کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اعصابی کمزوری کی وجہ سے بھی پیشاب بار بار اور کثرت سے آتا ہے۔ اس بیماری کو Nervous Polyuria کہا جاتا ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار بہت دعا کی اے خدا تُو نے اتنا عظیم الشان کام

میرے سپرد کیا ہے اور یہ بیماریاں بھی ساتھ لگا دیں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالا گیا کہ یہ بیماریاں ساتھ رہیں گی کیونکہ یہ مسیح موعودؑ کو نشان کے طور پر دی گئی ہیں۔ جہاں تک ہیضہ کا تعلق ہے اس کا دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا۔ سیرت المہدی کی روایت کے مطابق حضرت اقدس کو پانچ چھ مرتبہ اسہال کی تکلیف ہوئی اور ایک دفعہ قے آئی۔ ایک عام آدمی جو میڈیکل سے ناواقف ہے وہ کوئی بھی نتیجہ نکال سکتا ہے مگر ڈاکٹرز اور میڈیکل کے طلباء اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بیماری کی تشخیص محض چند علامات سے ہر گز نہیں کی جا سکتی کیونکہ بہت سی علامات متعدد بیماریوں میں مشترک ہوتی ہیں اور بیماری کی اصل تشخیص کے لئے بعض اوقات بڑی تگ ودو کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً ملیریا اور ٹائیفائڈ کی بہت ساری علامات مشترک ہوتی ہیں اور بغیر لیبارٹری چیک اپ کے تشخیص کرنا مشکل ہوتا ہے۔ افریقہ میں چونکہ ملیریا بہت عام ہے اس لئے ہر بخار کو ملیریا سمجھ لیا جاتا ہے۔اب آیئے اسہال کی طرف جنہیں میڈیکل کی زبان میں Diarrhea کہا جاتا ہے Diarrhea کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

Types of Diarrhea

1- Iinfective Diarrhea: Common types of infective diarrhea include Gastroenteritis- Viral-Bacterial- Dysentery.

i- Amoebic dysentery (caused by Amoeba Hystolytica).

ii- Bacillary dysentery (Shigellosis)

iii- Cholera (caused by a bacteria vibrio cholera)

iv- Food poisoning etc

2- Non Infective Diarrhea: Common types of non infective diarrhea include

i- irritable bowel syndrome

ii- Drugs induced diarrhea

iii- Stress diarrhea etc

The Most Common Cause For Infective Diarrhea Is Consuming Contaminated

Food And Water.

اب اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دورہ لاہور کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے اس پورے سفر میں کبھی گھر سے باہر کا کھانا نہیں کھایا۔ کسی کی دعوت قبول نہیں کی، نہ کسی ہوٹل سے کھانا کھایا۔ حضورؑ کا کھانا حضرت اماں جانؓ خود یا اپنی نگرانی میں تیار کرواتی تھیں۔ سیرت المہدی کی روایت دوبارہ پڑھ لیں۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں کہ شام کو جب میں باہر سے واپس آیا تو میں نے دیکھا حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ پلنگ پہ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ اب اگر کھانا infected ہوتا تو حضرت اماں جانؓ کو بھی اسہال کی تکلیف ہو جاتی۔ لیکن حضرت اقدسؑ کے گھر کے کسی فرد کا بھی پیٹ خراب نہ ہوا۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کو اسہال کی تکلیف کسی Infection کی وجہ سے نہیں تھی۔ اب جب کہ میں نے ثابت کیا ہے کہ یہ Infevtive Diarrhea نہیں تھا تو ہیضے کا الزام کلیتّہ باطل ہو جاتا ہے۔

ایک اور بات جس کا بڑی شدّو مد سے ذکر کیا جاتا ہے وہ حضرت اقدس کے خُسر حضرت میر ناصر نواب صاحب کی سوانح حیات ''حیات ناصر'' کا ایک حوالہ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بیماری کے وقت حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا ''میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔'' مخالفین باربار اور جگہ جگہ یہ حوالہ اپنے الزام کی تصدیق کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں۔

یہاں میں سب سے اہم سوال اُٹھاتا ہوں کہ کسی بھی بیماری کی تشخیص بیمار نے کرنی ہوتی ہے یا ڈاکٹر نے؟ دنیا بھر میں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی شخص کی بیماری کی حتمی تشخیص کے لئے میڈیکل سرٹیفیکیٹ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اسے ہی حتمی تصور کیا جاتا ہے۔ خواہ مریض یا اس کے لواحقین بیماری کی کوئی بھی تشخیص کریں اسے اہمیت نہیں دی جاتی۔ حضرت اقدسؑ کی وفات سے دو گھنٹے قبل لاہور کے ایک انتہائی قابل اور سینئر ڈاکٹر پروفیسر ڈاکٹر سُدرلینڈ نے حضورؑ کا معائنہ فرمایا اور اسہال کی تکلیف کو سخت دماغی کام کے سبب پیدا ہونے والی اعصابی کمزوری کا نتیجہ قرار دیا۔ یہاں بہتر ہو گا کہ میں ڈاکٹر سُدرلینڈ کا تعارف کروا دوں۔ ڈاکٹر سُدرلینڈ (DR. Sutherland) ان کا پورا نام David Waters Sutherland تھا۔ یہ آسٹریلین فزیشن تھے 1872ء میں پیدا ہوئے۔ 1893ء میں Edinburgh سے MD کی ڈگری حاصل کی۔ اپنے میڈیکل کیرئیر میں انہوں نے MRCP اور FRCP کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ بعد ازاں آپ نے انڈین میڈیکل سروس جائن کر لی۔ اپنی سروس کے دوران ڈاکٹر سُدرلینڈ نے بنگال، انڈیا اور افغانستان میں خدمات سر انجام دیں۔ 1897ء میں آپ کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں میڈیسن اور پیتھالوجی کا

پروفیسر تعینات کر دیا گیا۔ 1905ء میں میجر کا رینک ملا۔ (بعد میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچے)۔ 1909ء سے 1921ء تک کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پرنسپل اور ڈائریکٹر رہے۔ 1926ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد سکاٹ لینڈ واپس تشریف لے گئے۔ 1939ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ 1909ء میں ان کی نہایت اہم کتاب Differential Diagnosis Of Fevers کے نام سے چھپی۔ یہاں ڈاکٹر سُدرلینڈ کا تعارف کروانے کا مقصد یہ ہے کہ سب کو علم ہو کہ یہ کتنے قابل ڈاکٹر تھے جنہوں نے حضرت اقدسؑ کا معائنہ فرمایا اور بعد ازاں ڈاکٹر سُدرلینڈ کی تصدیق پر سول سرجن لاہور DR Cunningham نےDeath Certificate جاری کیا۔ اس سرٹیفیکیٹ میں ڈاکٹر سُدرلینڈ نے وفات کی وجہ اعصابی کمزوری کے نتیجہ میں ہونے والے اسہال کو قرار دیا تھا اور ہیضے کو مکمل طور پر رد کر دیا تھا۔لاہور ریلوے سٹیشن پر اسٹیشن ماسٹر جماعت کے مخالفین میں سے تھا اور ان کی شرارت سے متاثر ہو کر اس نے حضرت اقدسؑ کے جسد اطہر کو ریل کے ذریعہ بٹالہ بھجنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر جب ڈاکٹر سُدرلینڈ کا تصدیقی سرٹیفکیٹ اسے دیا گیا تو مجبوراً اسے اجازت دینا پڑی۔

اعتراض نمبر2: مرزا صاحبؑ کی وفات بیت الخلاء میں ہوئی؟

جواب: یہ وہ گھٹیا الزام ہے جو کوئی گھٹیا ترین شخص ہی لگا سکتا ہے۔ یہ کلیّتاً جھوٹ اور بغض و تعصب اور شدید دشمنی کا شاخسانہ ہے اور کمینے بے شرم اور بے حیا لوگ ایسے الزامات خدا تعالیٰ کے فرستادوں پر ہمیشہ سے لگاتے چلے آئے ہیں۔ الزام لگانے والا کوئی شخص موقع کا گواہ نہیں اور عینی شاہدین کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اپنے بستر پر اس حالت میں ہوئی کہ ارد گرد آپ کے افراد خانہ اور دوست احباب موجود تھے اور یہ سب عینی شاہدین ہیں اور واقعہ کے بارہ میں انہی کی شہادت قبول کی جائے گی نہ کہ اُن خبیث الفطرت لوگوں کی جو سرے سے موقع پر موجود ہی نہیں تھے۔ اس ضمن میں میں اسلامی قانونِ شہادت اور عدالتی قانون آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کس کی گواہی قبول کئے جانے اور کس کی گواہی ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے قابل ہے۔

اسلامی قانونِ شہادت

شہادت کے لغوی معنی خبر قاطع کو کہتے ہیں اور فقہ کی رُو سے شہادت کسی واقعہ کے بارہ میں اپنے مشاہدے اور دید کے مطابق خبر دینے کو کہتے ہیں نہ کہ ظن اور تخمینہ کی بنیاد پر۔ شہادت اس قطعی اور فیصلہ کن بیان کا نام ہے جو قانونی عدالت میں حاضر ہو کر کسی ایک معاملے کے متعلق دیا جاتا ہے جو بیان کرنے

والے شاہد نے صاف طور پر دیکھا ہو۔ مجلۃالاحکام العدلیہ میں لکھا ہے ”گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی شہادت دے اسے اس نے خود دیکھا ہو اور اپنی شہادت میں یہی کہے۔ گواہ کے لئے جائز نہیں کہ محض شنید کی بنیاد پر شہادت دے۔“ قرآن شریف میں ہے کہ ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر افتراء باندھے جبکہ سچائی اُس کے پاس آ چکی ہو۔“ پھر فرمایا ”سچی گواہی کو مت چھپاؤ۔ اور جو کوئی اسے چھپائے گا تو اس کا دل گناہگار ہو جائے گا۔“ رسول اللہ ﷺ نے بھی گواہی دینے کے بارہ میں خاص طور پر نصیحت فرمائی۔ خلاّل نے اپنے جامع میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے ”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے شہادت کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے سوال فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟ سائل نے جواب دیا جی ہاں۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا اسی طرح کسی واقعہ کو دیکھ لینا تو شہادت دینا۔“

گواہ کا معیار

گواہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ 1۔بالغ ہو، 2۔عاقل ہو، 3۔عادل ہو، 4۔ناطق ہو، 5۔بینا ہو اور 6۔ ضروری ہے کہ شاہد (گواہ) اور مشہود علیہ (جس کے خلاف گواہی دی جائے) کے درمیان کوئی عداوت نہ ہو (اسلام کا قانون شہادت مرتبہ مولانا سید محمد متین ہاشمی- شائع کردہ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

In the court of law "A credible witness is one who is not speaking from hearsay"

1- the witness had personal knowledge

2- He or she was actually present at the scene

3- The witness paid attention at the scene and

4- He or she told the whole truth

اس حوالے سے دیکھیں تو حضرت اقدسؑ کی وفات کے وقت جو احباب موجود تھے وہ عینی شاہدین بھی تھے اور ایک قابلِ بھروسہ گواہ کی تمام خصوصیات اُن میں موجود تھیں جبکہ بد تہذیب مولوی اور اُن کے بد قماش چیلے چانٹے موقع کا گواہ نہ ہونے اور حضرت اقدسؑ سے شدید عداوت اور نفرت کی وجہ سے قطعی طور پر اس قابل ہی نہیں کہ اُن کی گواہی کی کوئی حیثیت ہو اور ان کی طرف سے کوئی بھی بنایا گیا قصہ جھوٹا اور رد کر دینے کے قابل ہے۔ اس تناظر میں ایک بار پھر سیرت المہدی کی روایت پڑھیں سیرت

المہدی کی روایت کے مطابق علی الصبح قریباً ساڑھے چار یا پانچ بجے حضرت اقدس کا بستر صحن سے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا- حضورؑ کی وفات ساڑھے دس بجے صبح ہوئی- اس حساب سے وفات سے قبل قریباً پانچ سے چھ گھنٹے حضورؑ نے اس کمرے میں اپنے بستر پر گزارے۔ اور یہ بات نوٹ کر لیں کہ احمدیہ بلڈنگ لاہور کے اس کمرہ کے ساتھ کوئی واش روم ہے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آخری چند گھنٹوں میں جسم میں پانی کی سخت کمی کی وجہ سے اسہال آنے ویسے ہی بند ہو چکے تھے مگر اعصابی کمزوری اور ضعف کا شدید غلبہ تھا۔ ڈاکٹر سُدرلینڈ نے بھی جب صبح آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے آپؑ کی خیریت دریافت کی تو آپؑ نے اسہال کی شکایت نہیں فرمائی بلکہ زبان اور گلے کی خشکی کا ذکر کیا۔ اس کے بعد آپؑ پر نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی اور پھر نزع کا عالم اور پھر اپنے بستر پر وفات ہوئی۔ حضرت اماں جانؓ اور گھر کی دوسری چند خواتین پردہ میں رہ کر چارپائی کے پاس نیچے فرش پر بیٹھی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ آپ کے قدموں میں بیٹھے تھے اور دوسرے احباب بھی کمرے میں موجود تھے۔ان تمام حقائق اور قطعی گواہیوں کے باوجود اگر پھر بھی کوئی معاند حضرت اقدسؑ کی جائے وفات کے بارہ میں جھوٹ بولتا ہے پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

اعتراض نمبر3: مرزا صاحب کی عمر 80 سال ہو گی پیشگوئی جھوٹی نکلی؟

جواب: حضرت اقدسؑ نے کبھی بھی یہ پیشگوئی نہیں فرمائی تھی کہ آپؑ کی عمر 80 سال ہو گی۔ حضور کو جو الہام ہوا وہ یہ تھا ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِكَ (تذکرہ) کہ تیری عمر 80 برس یا اس کے قریب ہو گی۔ حضرت اقدسؑ نے خود اس الہام کی تشریح فرمائی۔ حضورؑ فرماتے ہیں ”جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر (74) اور چھیاسی (86) کے اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ براھین احمدیہ حصہ پنجم)
عمر کے متعلق ایک اور الہام ہوا ”اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم“

(حقیقۃ الوحی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کے بارہ میں مخالفین نے بہت مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور کی پیدائش ہوئی ان دنوں میں باقاعدہ تاریخ پیدائش کا اندراج اور ریکارڈ رکھنے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا 40 سالہ دور اقتدار اپنے اختتام کے قریب تھا جب حضرت اقدسؑ کی ولادت ہوئی۔ کئی مقامات پر حضورؑ نے اندازے سے اپنی عمر لکھی ہے جس کو مخالفین بنیاد بنا کر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی گہری تحقیق کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا تعین ہو چکا ہے اور اب یہی تاریخ پیدائش معین طور پر جماعت میں تسلیم شدہ ہے یعنی 13

فروری 1835ء بمطابق 14 شوال 1250ھ ہے اور وفات 26 مئی 1908ء بمطابق 24 ربیع الثانی 1326ھ ہے۔ اس تاریخ پیدائش کی بنیاد مندرجہ ذیل حوالے ہیں۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں ''عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے'' (تحفہ گولڑویہ) ''میری پیدائش کا مہینہ پھاگن تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ جمعہ کا دن تھا اور پچھلی رات کا وقت تھا''

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ)

اس حساب سے حضرت اقدس کی پیدائش یا 17 فروری 1832ء بنتی ہے اور یا پھر 13 فروری 1835ء۔ حضرت اقدسؑ کی ایک اور تحریر ہے جو 1835ء کی تصدیق کرتی ہے وہ یہ ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ ''یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔''

(حقیقۃ الوحی)

پھر فرمایا۔ ''جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔''

(تریاق القلوب)

ان دونوں حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ 1290ہجری میں آپؑ کی عمر 40 برس تھی۔ اب 1290 میں سے 40 نکالیں تو آپؑ کی پیدائش 1250 ہجری بنتی ہے (یعنی 1835ء) اور وفات 1326 ہجری۔ اس حساب سے وفات کے وقت حضرت اقدسؑ کی عمر قمری اور اسلامی کیلنڈر کے حساب سے 76 سال تھی جبکہ عیسوی کیلنڈر کے مطابق آپؑ اپنی عمر کے چوہترویں سال میں تھے۔ تو جو اللہ تعالیٰ کا آپ سے آپؑ کی عمر کے بارہ میں وعدہ تھا وہ بعینہٖ اسی طرح پورا ہوا۔

اعتراض نمبر 4: الہام ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' غلط نکلا۔

جواب: اس الہام کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں ''یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہو گی جیسا کہ وہاں کے دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی

فتح نصیب ہو گی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔‘‘

(البشریٰ)

خاکسار نے جب اس الہام پر غور کیا تو مجھ پر اس کے ایک اور معنی آشکار ہوئے اور وہ کہ یہ الہام ظاہری رنگ میں بھی پورا ہوا۔ اس الہام میں حضرت اقدسؑ کی قادیان سے ہجرت کی طرف اشارہ تھا اور خبر یہ دی گئی تھی کہ یا تو حضور کی وفات قادیان میں قیام کے دوران ہو گی جو مکہ سے مشابہ ہے اور یا پھر آپؑ کی وفات قادیان سے ہجرت کے دوران ہو گی جو مدنی زندگی کی طرف اشارہ تھا۔ اس تناظر میں دیکھیں تو جب حضرت اقدسؑ قادیان سے رخصت ہونے لگے اور اپنے حجرے کو بند کیا تو فرمایا۔ اب ہم اس کو نہیں کھولیں گے۔ لاہور کا سفر غیر معینہ مدت کے لئے تھا کیونکہ جب حضرت اماں جانؓ نے قادیان واپس جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تو اُس وقت جائیں گے جب خدا لے جائے گا۔ علاوہ ازیں حضرت اقدسؑ کے اہل خانہ بھی آپ کے ساتھ قادیان سے لاہور آئے اور اکثر جید صحابہؓ بھی قادیان سے لاہور آ گئے۔ حتیٰ کہ اخبار البدر بھی لاہور شفٹ کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت اقدسؑ کی قادیان سے ہجرت تھی۔ الہام داغِ ہجرت بھی پورا ہوا اور پھر حضورؑ کی وفات بھی مدنی زندگی یعنی ہجرت کی حالت میں ہوئی۔

اعتراض نمبر5: حدیث میں آیا ہے کہ نبیؑ جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ مگر مرزا صاحب کی وفات لاہور میں ہوئی اور تدفین قادیان میں۔

جواب: اس حدیث کا راوی عبدالرحمان بن ابی بکر ملیکی ہے جسے اول درجہ کا ضعیف راوی قرار دیا گیا ہے تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضرت یعقوبؑ مصر میں فوت ہوئے مگر ان کا جسد مبارک شام میں لا کر دفن کیا گیا۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کے تابوت کو ان کی وفات کے لمبے عرصہ بعد حضرت موسیٰؑ مصر سے اُٹھا کر شام میں لائے اور انہیں شام میں دفن کیا گیا۔ مصر میں حضرت یوسفؑ کی نعش مبارک کو سنگ مرمر کے تابوت میں بند کر کے دریائے نیل کے کسی کنارے امانتاً دفن کیا گیا تھا کیونکہ حضرت یوسفؑ نے کہا تھا کہ ان کے جسد خاکی کو مصر سے لے جا کر شام میں دفن کیا جائے۔

اعتراض نمبر 6: نبی کا ورثہ نہیں ہوتا مگر مرزا صاحب نے وراثت چھوڑی۔

جواب: بخاری کی جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کے بارہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس سے مراد صرف آنحضرتﷺ کا اپنا وجود تھا۔ اس کا اطلاق باقی انبیاءؑ پر نہیں ہوتا۔ قرآن شریف سے پتہ چلتا

ہے کہ حضرت داؤدؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ان کی روحانی اور دنیاوی جائیداد کے وارث ہوئے یعنی نبوت بھی ملی اور حکومت بھی۔ سورۃ النمل میں اس کا ذکر ملتا ہے وَوَرِثَ سُلَیۡمَانُ دَاوٗدَ (النمل: 17) ایک روایت کے مطابق حضرت سلیمانؑ نے ایک ہزار گھوڑا ورثہ میں پایا۔ حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی یَرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ (مریم: 12) اے خدا مجھے وہ بیٹا عطا کر جو میرا اور یعقوبؑ کے گھرانے کا وارث ہو۔ بنی اسرائیل کا تابوت سکینہ نسل در نسل وراثت کے طور پر منتقل ہوتا رہا۔

اعتراض نمبر 7: حدیث میں آیا ہے یُدۡفَنُ مَعِیَ فِی قَبۡرِی یعنی وفات کے بعد مسیح میری قبر میں دفن ہوگا۔

جواب: ہمارے مخالفین چونکہ دین کی روح سے ناآشنا ہیں وہ ہر بات ظاہری لیتے ہیں اور جگہ جگہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اہل یہود نے بھی اسی وجہ سے ٹھوکر کھائی کہ تورات کو چھوڑ کر حدیثوں کی کتاب طالمود کو پکڑ کر بیٹھ گئے اور ہر پیشگوئی کی ظاہری شکل دیکھنے کی خواہش میں مسیحؑ کا انکار کر بیٹھے۔

آنحضرت ﷺ نے اسی وجہ سے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب میری اُمت یہود سے مکمل مشابہت اختیار کر لے گی کہ فرق کرنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰؑ کی سب سے زیادہ مخالفت اہل حدیث نے کی تھی اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بھی سب سے زیادہ مخالفت اہل حدیث نے کی۔ مولوی نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، ثنا اللہ امرتسری وغیرہ سب اہل حدیث تھے اور حدیثوں کے ظاہری معنے کرنے کی وجہ سے ایمان سے محروم رہ گئے اور لوگوں کی گمراہی کا موجب بنے۔ اب یہ حدیث کہ مسیح ابن مریمؑ میری قبر میں دفن ہوگا دراصل اُس انتہائی قریبی تعلق اور محبت کو ظاہر کرتی ہے جو آنحضرت ﷺ کو مسیح موعودؑ سے اور مسیح موعودؑ کو آپ سے تھی۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ میرا اور مسیح موعودؑ کا اس قدر شدید قلبی تعلق ہے کہ وفات کے بعد بھی ہم اکٹھے ہوں گے یعنی ہماری روحیں اکٹھی ہوں گی وگرنہ دو بے جان جسموں کے ایک قبر میں ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اور پھر مسیحؑ کی وفات پر کون بدبخت مسلمان آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھولے گا! اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔

ایک ذاتی واقعہ

غالباً 1989ء کی بات ہے۔ میری ڈیوٹی میو ہسپتال لاہور کے ایمرجنسی وارڈ میں تھی۔ شام کی شفٹ ختم ہوئی تھی اور میں دوسرے ڈاکٹرز کے ساتھ ریسٹ روم میں بیٹھا تھا کہ ایک اور ڈاکٹر صاحب آگئے جو سینئر تھے مگر میری ان سے زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ باتوں باتوں میں انہیں علم ہوا کہ میں احمدی ہوں۔ مگر یہاں کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ جب میں ڈیوٹی ختم کر کے واپس اپنے کمرے میں پہنچا جو نیو ہاسٹل میں تھا تو یہی

ڈاکٹر صاحب میرے کمرے میں آ گئے اور جماعت پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور آخر پر یہی اعتراض کیا کہ مرزا صاحب کی وفات بیت الخلاء میں ہوئی وغیرہ۔ میں نے قرآن شریف ہاتھ میں پکڑا اور خدا کی قسم اُٹھا کر کہا کہ یہ الزام کلیتاً جھوٹا ہے اور ہمارے دشمن مولویوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے استہزاء کی نیت سے کذب بیانی سے کام لیا ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو یہ قرآن ہاتھ میں لیں اور اسی طرح خدا کی قسم اُٹھائیں جس طرح میں نے اُٹھائی ہے اور اگر آپ نے قسم اُٹھالی تو خدا تعالیٰ آپ کو اس کی عبرتناک سزا دے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے مُنہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ چند منٹ تک خاموش مجھے دیکھتے رہے اور پھر اُٹھ کر کمرے سے نکل گئے۔ فیس بُک اور سوشل میڈیا پر ایسے کئی بدزبان ہیں جو انفرادی طور پر اور مختلف گروپوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف دشنام طرازی اور بد زبانی میں مصروف ہیں۔ میں اُنہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی ان گندی اور سفلی حرکتوں سے باز آجائیں ورنہ حضرت اقدس کا الہام۔اِنِّی مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اَھَانَتَکَ۔ ان کی نسلیں اُجاڑ دے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گُستاخ شامت آنے والی ہے
بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تُو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنے والی ہے
ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

(درثمین)

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(33)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے سفر لاہور 1892ء کے متعلق پیسہ اخبار لاہور کا ایک نوٹ

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں

(غلام مصباح بلوچ۔ کینیڈا)

"مرزا صاحب دو ہفتے سے لاہور میں تشریف رکھتے تھے اور لاہور کی خاص و عام طبائع کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ کسی وجہ سے سیالکوٹ کو چلے گئے ہیں۔ ہر شخص، گھر میں، دکان پر، بازار میں، دفتر میں مرزا صاحب اور اُن کے دعوے مماثلت مسیح کا ذکر کرتا ہے۔ آج تک اخبارات نے کالم کے کالم اور ورقوں کے ورقے مرزا صاحب کے حالات اور عقائد کی تردید یا تائید میں لکھ ڈالے ہیں مگر ہم نے عمداً اِس بحث کو نہیں چھیڑا جس کی بڑی وجہ یہ ہے پیسہ اخبار کوئی مذہبی اخبار نہیں مگر اب چونکہ معاملہ عام انٹرسٹ کا ہو گیا ہے اور کئی صاحبوں نے پیسہ اخبار کی رائے مرزا صاحب کے عقائد اور عام حالات کی نسبت دریافت کی ہے۔ اس لیے ہم مختصر طور پر ایک دو باتیں ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے حق میں جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے ہم کو اِس سے سخت افسوس ہوا ہے، کوئی مسلمان زنا کرے، چوری کرے، الحاد کا قائل ہو، شراب پیے اور کوئی کبیرہ گناہ کرے کبھی علمائے اسلام اُس کی تکفیر پر آمادہ نہیں سنے گئے مگر ایک با خدا مولوی کو جو قال اللہ اور قال الرسول کی تابعداری کرتا ہے بعض جُزوی اختلافات کی وجہ سے کافر گردانا جاتا ہے

گر مسلمانی ہمیں است کہ واعظ دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر شخص مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو تسلیم کرے لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مولوی صاحبان اپنی اِس لیاقت اور ہمت کو غیر مسلموں کے مقابلے میں صَرف کریں جو اَب مرزا صاحب کے مقابلے میں صرف ہو رہی ہے:

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند
سعدی از دستِ خویشتن فریاد

اہل اسلام مطمئن رہیں کہ مرزا صاحب اسلام کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ بات ہمارے عقیدے کے مطابق اُن کے اختیار سے بھی باہر ہے۔ اگر اہل ہنود خصوصًا آریہ لوگ اور عیسائی لوگ مرزا صاحب کی مخالفت میں زور و شور سے کھڑے ہو جاتے تو ایسا بیجا نہیں تھا، مرزا صاحب کی تمام کوششیں آریا اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صَرف ہوئی ہیں جیسا کہ اُن کی مشہور تصنیفات براہین احمدیہ، سرمہ چشم آریا اور بعد کے رسائل سے واضح ہیں۔ ہم اِس کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ وما علینا الاّ البلاغ۔ اس قدر لکھ دینا بھی نا مناسب نہ ہو گا کہ ہم ہر گز مرزا صاحب کے معتقدوں میں سے نہیں۔“

(پیسہ اخبار لاہور 22 فروری 1892ء صفحہ 6)

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(34)
حضرت مسیح موعودؑ کا حُلیہ اور اخلاق و عادات

(احمد شرجیل)

حُلیہ مبارک

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک اعلیٰ درجہ کے مردانہ حُسن کے مالک تھے اور فی الجملہ آپ علیہ السلام کی شکل مبارک ایسی وجیہہ اور دلکش تھی کہ دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ کتابی تھا اور رنگ سفیدی مائل گندمی تھا اور خدوخال نہایت متناسب تھے۔ سر کے بال نہایت ملائم اور سیدھے تھے مگر بالوں کے آخری حصہ میں کسی قدر خوبصورت خم پڑتا تھا۔ڈاڑھی گھنی تھی مگر رخسار بالوں سے پاک تھے۔قد درمیانہ تھا اور جسم خوب سڈول اور متناسب تھا اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے اور ہڈی فراخ اور مضبوط تھی۔

ذاتی خصائل

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بہت تیز چلتے مگر وہ تیزی ناگوار معلوم نہیں ہوتی تھی۔ زبان بہت صاف تھی مگر کسی لفظ میں کبھی کبھی خفیف سی لکنت پائی جاتی تھی جو صرف ایک چوکس آدمی ہی محسوس کر سکتا تھا۔اخیر عمر تک کمر میں خم نہیں آیا اور نہ ہی رفتار میں فرق پڑا۔ دور کی نظر ابتداء سے کمزور تھی البتہ پڑھنے کی نظر آخر تک اچھی رہی اور یوم وصال تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ ابتداء میں جسم ہلکا تھا مگر اخیر عمر میں درمیانہ درجہ کا جسم ہو گیا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے یا یونہی بلا ضرورت ادھر ادھر نظر اٹھانے کی عادت بالکل نہیں تھی بلکہ اکثر اوقات آنکھیں نیم بند اور نیچے کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ گفتگو کا انداز یہ تھا کہ ابتداء میں آہستہ آہستہ کلام فرماتے مگر حسب تقاضہ وقت آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ چہرے کی جلد نرم تھی اور جذبات کا اثر فوراً ظاہر ہونے لگتا تھا۔ لباس ہمیشہ پرانی ہندوستانی وضع کا پہنتے تھے یعنی عموماً بند گلے کا کوٹ یا جُبّہ، دیسی کاٹ کرتہ یا قمیض اور معروف شرعی ساخت کا پاجامہ جو آخری عمر میں عموماً گرم ہوتا تھا۔ سر پر اکثر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے نیچے عموماً نرم قسم کی ٹوپی ہوتی تھی۔ کھانے میں نہایت درجہ سادہ مزاج تھے اور کسی چیز سے شغف نہیں تھا بلکہ جو چیز میسّر آجاتی بے تکلّف تناول فرمالیتے اور عموماًسادہ غذا پسند فرماتے اور نہایت کم کھاتے مگر جسم اس طرح تھا کہ

ہر قسم کی مشقت برداشت کر سکے۔

آپؑ کا صبر و استقلال و شجاعت

کسی بھی روحانی مصلح کا رستہ پھولوں سے نہیں گزرتا بلکہ انہیں سخت دشوار رستوں اور بے آب و گیاہ صحراؤں اور گہرے سمندروں سے گزرتا ہے بلکہ جتنا کسی مصلح کا رستہ مشکل اور وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کا مشن وسیع اور زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اسی طرح آپؑ کی ساری زندگی صبر و استقلال اور شجاعت کا شاندار منظر پیش کرتا ہے۔لہٰذا جب آپؑ نے دعویٰ کیا تو ہندوستان کی تمام قومیں یک جان ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور یوں نظر آتا تھا کہ ایک چھوٹی سے کشتی جسے ایک کمزور انسان اکیلا بیٹھا ہوا ایک ٹُوٹے چپّو کے ساتھ چلا رہا ہے۔چاروں طرف سے گہرے سمندر کی لہریں اسے گھیرے ہوئے ہیں اور طوفان کا زور اسے یوں اٹھاتا اور گراتا ہے جیسے کسی تیز طوفان کے سامنے ایک کاغذ اڑتا پھر رہا ہے مگر یہ شخص قطعاً ہراساں نہیں ہوتا بلکہ برابر کشتی چلاتا جا رہا ہے اور اس طوفان کو ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں دیتا۔یہی وہ منظر تھا جس نے دشمنوں کے دل کو بھی موہ لیا حتّٰی کہ معاندین بھی آفرین بول اٹھے۔

محنت اور انہماک

آپؑ ہر وقت کسی نہ کسی مفید کام میں لگے رہتے اور کوئی وقت بیکار نہ گزارتے۔ آپؑ نے ساری زندگی ایک ایک لمحہ ایسے سپاہی کی طرح گزارا ہے جسے کسی عظیم الشان قومی خطرے کے وقت کسی نہایت نازک مقام پر نگران مقرر کر دیا جائے اور ساری قوم کا انحصار اسی ایک سپاہی پر ہو۔ اکثر اوقات آپؑ کام کے انہماک میں کھانا اور سونا تک بھول جاتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؑ نے تصنیف کے سلسلے میں ساری ساری رات خرچ کر دی اور ایک منٹ تک آرام نہیں کیا۔ آپؑ کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ’’اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِی لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ‘‘ یعنی تُو وہ برگزیدہ مسیح ہے جس کا کوئی وقت بھی ضائع جانے والا نہیں۔

عبادت الٰہی

آپؑ کی عبادت الٰہی کا عالم یہ تھا کہ جوانی کی زندگی جو نفسانی لذات کے زور کا زمانہ ہوتی ہے وہ آپؑ نے ایسے رنگ میں گزار دی کہ دیکھنے والوں میں آپؑ کا نام ’’مسیتڑ‘‘مشہور ہو گیا کیونکہ آپؑ سارا سارا دن مسجد میں یاد الٰہی اور عبادت الٰہی میں گزار دیتے۔تہجد میں ایسے پابند تھے کہ ساری زندگی اوّل وقت میں بیدار ہو کر تہجد ادا کرتے حتّٰی کہ بیماری کے وقت بھی جبکہ اٹھنا محال ہوتا بستر پر ہی تہجد ادا کرتے۔قرآن کریم سے ایسا شغف تھا کہ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ سارا سارا دن مطالعہ قرآن میں گزار دیتے اور قرآن ہی آپؑ کی زندگی کا سہارا تھا حتّٰی کہ خود ہی فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

راست گفتاری

آپؑ کی راست گفتاری نہایت نمایاں اور مسلّم تھی۔ عام حالات میں ہر شخص ہی سچ بولتا ہے مگر بوقت امتحان سچ بولنا ہی تقویٰ کی علامت اور قابل داد ہے اور ایسے وقت میں قابل رشک ہے کہ جب سچ بولنے سے اپنی ذات اور رشتہ داروں اور تعلق داروں اور اپنی قوم کو نقصان پہنچتا ہو۔ آپؑ نے ہر موقع پر خواہ کچھ ہو جائے سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔ مثلاً ایک فوجداری مقدمہ میں جو محکمہ ڈاک کی طرف سے آپؑ کے خلاف دائر کیا تھا اور حالات ایسے تھے کہ اگر آپؑ صرف اپنی زبان سے ہی اس کا انکار کردیتے تو بری ہو جاتے مگر آپؑ نے بڑی دلیری کے ساتھ اس فعل کا اعتراف کیا اور ساتھ ہی اس جرم کے عدم علم کا بھی اظہار کر دیا۔ اس پر مجسٹریٹ نے آپؑ کو بری کر دیا۔ تو یہ تھی آپؑ کی راست گفتاری کہ باوجود وکلاء کے زور دینے کے آپؑ نے سچ کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

تکلّفات سے پاک زندگی آپؑ بالکل سادہ مزاج اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؑ کا طریق سادہ اور ہر قسم کے تکلّفات سے بالا تھا۔ خوراک اور لباس کا تذکرہ آپؑ کے ذاتی خصائل میں گزر چکا ہے۔ اگر مجلس کا ذکر کیا جائے تو آپؑ دیگر سجادہ نشینوں سے بالکل مختلف تھے اور کبھی مجلس میں علیحدہ اور نمایاں مسند اختیار نہ کرتے بلکہ سب صحابہؓ کے ساتھ مل کر بیٹھ جاتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپؑ پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور دیگر چارپائی کے دوسرے حصّے پر۔ سفر کے لئے نکلتے تو ایک خادم اور ایک گھوڑا ساتھ ہوتا تو بجائے خود سواری پر بیٹھنے کے خادم کو ہی سوار کر دیتے اور خود پیدل چلتے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ سفر خرچ میں سے کھانے کے لئے خود سے زیادہ خرچ اپنے خادم کو نکال کر دیتے اور خود صرف ایک آنے پر گزارہ کرلیتے۔

گھر کے کام کاج خود ہی کرتے اور کسی قسم کا عار محسوس نہ کرتے اور مہمانوں کے لئے خود ہی برتن لگا دیا کرتے اور صفائی بھی خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ غرض آپؑ کی مبارک زندگی ہر جہت سے بالکل سادہ اور تکلّفات کی آلائش سے بالکل پاک تھے۔

الغرض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اسلام کے لئے، وہ رحمت تھا اہل و عیال کے لئے، وہ رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے، وہ رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے بھی۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(35)
حضرت مسیح موعودؑ فتح نصیب جرنیل، جناب ابوالکلام آزاد کے حقیقت افروز مقالے

(دوست محمد شاہد مرحوم مؤرخ احمدیت)

’’امام الہند‘‘ ابو الکلام آزاد (ولادت 17اگست 1887ء۔ وفات 21فروری 1958ء) برصغیر کے نہایت ممتاز لیڈر اور بے مثال انشاء پرداز اور نامور محقق تھے۔ آپ کے قلم سے اخبار ’’وکیل امرتسر‘‘ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے وصال (26 مئی 1908ء) پر حسب ذیل دو حقیقت افروز مقالے شائع ہوئے۔

پہلا مقالہ

’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا، خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا۔ یہ تلخ موت، یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہہ خاک پنہاں کردی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے۔ صدائے ماتم مدّتوں اس کی یاد تازہ رکھے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹا نے کے لئے اسے امتدادِزمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہو، ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دُنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جُدا ہو گیا،اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب

جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ اور اگر شور بختی مزاحم صلح و احسان نہ ہو تو یکجہتی کے ساتھ مشترکہ فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک اُصولوں کے ساتھ۔

مرزا صاحب اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعتِ مہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہد رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دیئے سید احمد۔ غلام احمد۔ رحمت اللہ۔ آل حسن۔ وزیر خاں۔ ابوالمنصور۔ یہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کے زمرہ کے لوگ تھے۔ جنہوں نے بابِ مدافعت کا افتتاح کیا اور آخر وقت تک مصروفِ سعی رہے۔ اختلافِ طبائع اور اختلافِ مدارجِ قابلیت کے ساتھ ان کے اندازِ خدمت بھی جُداگانہ تھے۔ اس لئے اثر اور کامیابی کے لحاظ سے ان کے درجے بھی الگ الگ ہیں۔ تاہم اس نتیجہ کا اعتراف بالکل ناگزیر ہے کہ مخالفین اسلام کی صفیں سب سے پہلے انہی حضرات نے برہم کیں۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکاہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدرو عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصّوں کی پاداش میں پڑے سِسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے اِمتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دُنیا اسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلاف اصلیت محض شامتِ اعمال سے مفسدہ 1857ء کا نفسِ ناطقہ مسلمان ہی قرار دیئے گئے تھے۔ اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھااور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیانِ راہ سے کم فائدہ نہ اٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کے میراثی عارضۂ قلب کا جو اسلام کی خُود رَو سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعدنسلٍ منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہو جائے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے

اس ابتدائی اثر کے پر خچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحقِ کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طِلسم دُھواں ہو کر اُڑنے لگا۔

کچھ شُبہ نہیں ان حضرات نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام اپنے حریفوں کا خواہ اُن کے ساتھ زندہ قوموں کا پولیٹیکل جذبہ بھی شریک ہو، ہمیشہ فتح نصیب مدِّمقابل رہا ہے اور انشاء اللہ دُنیا کے آخری سانس تک رہے گا۔ انہوں نےمدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کر دکھا دیا ہے۔ اگر ہم آج اپنے نئے اور پُرانے اختلافات سے قطع نظر کر کے محض اسلام کی خدمت غایت المقصود قرار دے لیں تو یقیناً اس جوشیلے اور اسلام کی خداداد طاقت سے چشم پوشی کرنے والے لاٹ پادری (بشپ) کی زندگی میں ہی جس نے ایک مسیحی مشن کی پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے دوسری جوبلی کے لئے دہلی کی مسجد عظمیٰ کے کیتھڈرل بنائے جانے کا اِدعاء ناروا ظاہر کیا تھا۔ وہ وقت آجائے کہ اسلام کی روحانی فتوحات سینٹ پال کے گرجے کو مریم و مسیح کی پرستش کی بجائے ایک خدا کی عبادت گاہ بنالیں اور ناقوسِ کلیساء کے بدلہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کا زمزمۂ قدسی فضا میں گونجنے لگے۔

ہر چند پادریوں نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ہمالہ بنا کے کھڑا کر دیا ہے مگر کاغذ کے تودوں کے لئے چند شرارے ہی کافی ہیں۔ برعکس اس کے مسلمانوں کا لٹریچر اگر سرکشی اور تمرّد کے حق میں توپ اور گولہ ہے تو طلب حق کے اضطراب سے تڑپنے والوں کے لئے صندل و کافور ہے۔ کاش اس کی تاثیر کی آزمائش کی جائے اور اسے عیسائی آبادی کی زبانوں میں منتقل کر کے کثرت سے شائع کیا جائے کیونکہ ترقئ علم و حکمت کے ساتھ مذہب وہاں وبال دوش ہوا جاتا ہے اور دُنیا طلبی کے انہماک نے وہاں روح کی تشنگی غیر محسوس بنا رکھی ہے۔ اس لئے کہ عیسائیت اس فطرتی جذبہ کو جو دنیوی حشمت کے بوجھ میں دَب گیا ہے اُبھارنے سے بالکل قاصر ہے۔ یہ فخر اسلام کا ہی حصہ ہے کہ اس حالت میں بھی وہاں جب کبھی اس کی تجلی عکس فگن ہوتی ہے وَجدان بے تاب ہونے لگتے ہیں۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رَگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام

دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم نے اس وقت سے کہ سوامی دیا نند نے اسلام کے متعلق اپنے دماغی فلسفہ کی نوحہ خوانی جا بجا کی تھی، ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ کر رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمّع اُتارنے میں مصروف رہے ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہوجائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔

فطرتی ذہانت، مشق مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شانِ خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذاہبِ غیر پر اُن کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کرسکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب وملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائبات خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دُنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مَیں ان سب کے لئے حَکَم وعَدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا۔ ذوقِ مطالعہ اور کثرتِ مشق کا آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کردے۔ فقط۔‘‘

دوسرا مقالہ

’’اگرچہ مرزا صاحب نے عُلوم مروّجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر ان کی زندگی اور زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتی۔ اُنہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرتِ سلیمہ کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا اور 1877ء کے قریب جبکہ اُن کی 35 - 36 سال کی عمر تھی ہم اُن کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں۔ وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دُنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لُطف اُٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اُسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دُنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا

ہے کبھی حمایت اور حقیقتِ اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ 1886ء میں بمقام ہوشیارپور جو مباحثات انہوں نے کئے ان کا لُطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔"

غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وَجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اُترا ہے۔ اُن کی کتاب "براہینِ احمدیہ" نے غیر مسلمانوں کو مرعُوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گردو غُبار سے صاف کر کے دُنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہّم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دُنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے باز گشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔ گو بُزرگانِ اسلام اب براہین کے بُرا ہونے کا فیصلہ دے دیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں اور بطور حفظ ماتقدم اپنے دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔لیکن اس کے بہتر فیصلہ کا وقت 1880ء تھا جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔ کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کے ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانانِ ہند میں اُن کو ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔"

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مؤلف "مجدّدِ اعظم" جناب ڈاکٹر بشارت احمد نے ان معرکہ آراء تحریروں کو جن کا لب و لہجہ اور منفرد انداز و اسلوب جناب ابو الکلام آزاد کی سحر طرازی کی غماز ہے۔ غلطی سے عبداللہ العمادی ایڈیٹر "البیان" کی طرف منسوب کردیا ہے جو کہ صریحاً غلط ہے۔ عمادی صاحب اس وقت امرتسر میں نہیں تھے۔ "الوکیل" امرتسر کی ادارت کے فرائض ان دنوں جناب "امام الہند" ابوالکلام آزاد انجام دے رہے تھے اور یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ نے اگست 1908ء میں اپنے والد کی شدید علالت کے باعث "الوکیل" سے استعفیٰ دیا تھا۔ بالفاظ دیگر مئی، جون، جولائی کے شمارے آپ ہی کے زیرِ ادارت منظرِ عام پر آئے۔

(عکسی "الہلال" کا دیباچہ جلد اول زیر عنوان حیاتِ ابوالکلام ناشر الہلال اکیڈیمی 32 – اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور)

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(36)
حضرت مسیح موعودؑ کی ذات اقدس پر ہونے والے اعتراضات آپؑ کی صداقت کا ثبوت ہیں

(فہیم احمد ناگی۔لندن)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ ؕ

(حٰمٓ السجدہ: 44)

ترجمہ: تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرما رہا ہے کہ تجھ سے قبل بھی انبیاء صادقہ اور رسولوں پر اُن کے مکذبین اور مخالفین کی جانب سے الزامات اور اعتراضات کئے گئے ہیں۔جس طرح یہ الزامات اوراعتراضات پہلے غلط تھے، اسی طرح آج بھی غلط ہیں۔ غرضیکہ قرآن کریم نے اُن تمام اعتراضات کو باطل قراردیا ہے جو گزشتہ انبیاء پر اُن کے مخالفین کی جانب سے لگائے گئے۔ مقام حیرت ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والوں نے مذکورہ بالاآیت کی موجودگی میں خاتم الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے خلاف بھی انہی اعتراضات کو دہرایا ہے جو گزشتہ انبیاء پر اُن کے مخالفین اور مکذبین کی طرف سے لگائے جاتے رہے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’کوئی شخص واقعی طور پر میرے پر کوئی الزام نہیں لگا سکتا اورنہ میرے نشانوں پر کوئی جرح کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہ مجھ پر کوئی ایسی نقطہ چینی نہیں کرسکتا اورنہ میرے بعض آسمانی نشانوں پر کوئی ایسی حرف گیری کرسکتا ہے جووہی حرف گیری انبیاء گزشتہ پر اُن کے بعض نشانوں پردشمنوں نے نہیں کی۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 348)

مگر یہ بات قطعی ہے کہ ان اعتراضات کاجواب دینا انتہائی ضروری ہے تاکہ ان باطل اعتراضات کے نتیجہ

میں کسی شخص کو ٹھوکر نہ لگے۔ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

”خدا کے رسولوں اور ماموروں پر جو یہ اندھی دنیاطرح طرح کے الزام لگاتی ہے اگر ان کو دفع نہ کیا جائے تو اس سے دعوت اور انذار کاکام سست ہوجاتاہے بلکہ رُک جاتا ہے اور ان کی باتیں دلوں پراثر نہیں کرتیں اور معمولی رنگ کے جواب اچھی طرح دلوں کے زنگ دور نہیں کرسکتے۔ پس اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی بد گمانیوں سے ہلاک نہ ہوجائیں اورہیزم دوزخ نہ بن جائیں۔“

(روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 102)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا فقط یہی ایک دعویٰ آپؑ کے دعویٰ نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کیلئے کافی ہے۔

اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

لہٰذا دیگر انبیاء کے مخالفین اور مکذبین کی راہ پر چلتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے مخالفین اور مکذبین نے بھی آپؑ پروہی اعتراضات کئے ہیں جو گزشتہ انبیائے صادقہ پر کئے گئے۔ ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض وہ ہے جو ملاّں اپنی تقریراور تحریر میں انتہائی تمسخرکے انداز میں بیان کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ مرزا صاحب نے حکیم محمد حسین قریشی مرحوم کی معرفت ٹانک وائین منگوائی۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ٹانک وائین شراب کی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ یہ ایک دوائی کانام ہے جو مختلف امراض میں کام آتی ہے اور خصوصاً بچہ کی پیدائش کے بعد بہت مفید ہے۔ چنانچہ طب کی مشہور کتاب Materia Medica of Pharmaceutical Combination & Specialities جوعلم الاجزاء وخواص الادویہ کی کتاب ہے اس میں ”ٹانک وائین“ کے متعلق درج ذیل عبارت لکھی ہے۔

“Restorative after child birth prophylatic against malarial fever, anaemia, anorexia (page 197)”

کہ ٹانک وائین بچہ کی ولادت کے بعد زچہ کی بحالی صحت کے لئے مفید ہے۔ نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمی خون اور بھوک نہ لگنے کیلئے بھی مفید ہے۔

جب ہم حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کا خط جس میں ٹانک وائین کا ذکر ہوا ہے پڑھتے ہیں تو اس میں کسی جگہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ نہیں لکھا کہ مَیں نے اسے استعمال کرنا ہے۔ یہ امر کسی

سے پوشیدہ نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام خاندانی حکیم بھی تھے اور اکثر محض للہ، غریب بیماروں کو بعض اوقات اپنی گرہ سے نہایت قیمتی ادویہ دیا کرتے تھے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ٹانک وائین کسی شراب کی دکان پر فروخت نہیں کی جاتی بلکہ یہ صرف میڈیکل سٹورز پر دستیاب ہوتی ہے۔پھر اس خط سے، جس کا حوالہ دیا جاتا ہے، یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے گھر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ولادت کاذکر کرتے ہوئے بعض ادویات طلب فرمائی تھیں۔ لہٰذا محض دوائی منگوانے سے یہ نتیجہ اخذ کرلینا یہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے خود اپنے استعمال کیلئے منگوائی تھی،سوائے بغض وعنادکے اور کچھ بھی نہیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی ذات بابرکات ایک اور دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کی وفات بیت الخلاء میں ہوئی۔ قرآن کریم کاارشاد ہے ہے ”ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ“ کہ اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔ اور اگر ملاّں ایسا نہ کرسکیں تو پھر ہمارا جواب قرآنی الفاظ میں یہی ہے کہ ”لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ“ تاہم بدنیتی سے ایسے الزام لگانے والے ہر سچائی کا خون کرنے پرتُلے ہوتے ہیں۔ واقعہ وفات کے وقت موقع پر موجودہ اصحابؓ کی متفقہ گواہی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی وفات بستر علالت پرہوئی اور یہ گواہی روزِازل سے شائع شدہ اور مشہور ہے۔ اس کے برعکس معترضین میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ اس پس منظر میں اُن کا گھر بیٹھے یہ اعتراض کرنا سراسر افتراء نہیں تواور کیا ہے۔اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی نبی پر اس قسم کے اعتراضات کرنے سے اُس کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ نبوت کاسچا دعویٰ کرنے والوں کی جو نشانیاں قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہیں اُن کی رُو سے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ایک سچے نبی ہیں۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں نبوت کاسچا دعویٰ کرنے والوں کے مخالفین اور مکذبین کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مخالفین اور مکذبین میں پوری طرح جلوہ گر ہیں۔

دراصل بعینہٖ یہی اعتراضات تمام نبیوں کے سردار حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی آپؐ کے مخالفین و مکذبین کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ چنانچہ بعض عیسائی مصنفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق جو زہر افشانی کی ہے اُس کو بیان کرتے ہوئے مشہور مؤرخ محمد حسنین ہیکل اپنی کتاب ”حیات محمد صلی اللہ وسلم“ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

”چیرونوچن نوجوان نسبتاً زیادہ سنجیدہ ہے۔ لکھتاہےحضرت محمدﷺ نے شراب کی مستی میں جان دی اور اس

کی لاش میلے کے ڈھیر سے ملی۔'' (نعوذباللہ)

(حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ محمد حسنین ہیکل، ترجمہ محمد مسعود عبدہٗ، صفحہ نمبر 17 الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ کیا ملاؤں کی طرف سے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر کئے جانے والے اعتراضات وہی نہیں ہیں جو عیسائیوں نے آنحضرتﷺ کی ذات بابرکات پر بھی لگائے گئے ہیں۔ کیا یہ وہی ذہنی پستگی اور اخلاقی گراوٹ کا نمونہ نہیں جو عیسائی مصنفین نے اپنے بغض اور عناد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر لگائے۔

پس لازم تھا کہ جس قسم کے اعتراضات حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفی صلیﷺ پر آپ کے دشمنوں کی طرف سے لگائے گئے وہی اعتراضات آپ کے روحانی فرزند سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر بھی آپ کے دشمنوں کی طرف سے آپ کی طرف لگائے جاتے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے نعوذباللہ، مالخولیا یا جنون کی وجہ سے مسیح ہونے کا دعویٰ کردیا۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

''یوں تو مَیں کسی کے مجنون کہنے یادیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہوسکتا بلکہ خوش ہوں۔ کیونکہ ہمیشہ سے ناسمجھ لوگ ہر نبی اوررسول کا بھی اُن کے زمانہ میں یہی نام رکھتے آئے ہیں اورقدیم سے ربانی مصلحوں کوقوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہاہے۔''

(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 212)

چنانچہ قرآن کریم اسی الزام کو جو حضرت اقدس محمدﷺ پر اُن کے مکذبین اور مکفرین کی جانب سے لگایا گیاہے یوں ذکر فرماتا ہے۔

وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۲﴾

(القلم: 52)

یعنی یقیناً کفار سے بعید نہیں کہ جب وہ ذکر سنتے ہیں تو وہ تجھے اپنی نظروں (کے قہر) کے ذریعہ گرانے کی کوشش کریں۔ اوروہ کہتے ہیں یہ تو یقینًا دیوانہ ہے۔

پس ازل سے یہی روایت نظر آتی ہے کہ کوئی بھی نبی جو کہ درحقیقت اپنے وقت میں سچائی کا سب بڑاعلمبردار،راستی اور صداقت کاسرچشمہ ہوتا ہے اور لوگوں کی نیک امیدوں کامرکز ہوتاہے،وہ جیسے ہی

اپنی ماموریت کا اعلان کرتا ہے تو اس کے مخالف اسے جھوٹا، دھوکہ باز اور کذاب قرار دیتے ہیں اور اسے دنیا کا سب سے بدترین وجود ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال موجودہ زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین کا ہے۔ جب تک آپ نے مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا آپ کی شخصیت اور اسلامی خدمات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے جو اہل حدیث کے سردار سمجھے جاتے ہیں ”براہین احمدیہ“ کی اشاعت پر ان الفاظ پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا کہ۔ ”اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مغالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذٰلك امرا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔“

(اشاعۃ السنہ جلد 7 صفحہ 169)

لیکن جونہی آپ نے ماموریت کا اعلان فرمایا، تو مولوی محمد حسین بٹالوی بھی سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور مکفرین کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین و مکفرین کی صف اوّل میں جا بیٹھے اور حضور علیہ السلام کے خلاف عرب وعجم کے علماء کے فتاویٰ تکفیر جمع کرنے کے لئے سر گرم ہوگئے۔اور اس طرح انہوں نے چودہ سوسال پہلے والے اسلام کے اوّلین زمانہ کو آخرین کے ساتھ ملاتے ہوئے، اُن کفار مکہ کی یادتازہ کردی جو پہلے آنحضورﷺ کو صادق اور امین کہتے نہ تھکتے تھے۔ لیکن آپؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد وہی آپ کو جھوٹا اور کذاب قرار دینے لگے۔ قرآن کریم ان حالات کا ذکر یوں محفوظ کرتا ہے:

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝

(ص: 5)

اور کافروں نے کہا یہ سخت جادو گر ہے (اور) سخت جھوٹا ہے۔

پس یہ اعتراضات اور الزامات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات پر لگائے گئے ہیں وہی آپؑ کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل بن گئے ہیں۔ آپؑ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں باربار

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(37)
حضرت مسیح موعودؑ کی غیرت توحید، محبت الٰہی اور توکل علی اللہ

(نصیر احمد قمر۔لندن)

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت روحانی لحاظ سے دنیا کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ توحید مفقود ہوچکی تھی۔شرک کادَوردورہ تھا۔ لوگ اپنے خود تراشیدہ بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے اورفساد حدکمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کے قیام کے لئے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد ویگانہ کی طرف بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کےذریعہ پھر سے دنیا میں توحید قائم ہوئی۔وللہ در القائل:

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت بھی روحانی لحاظ سے دنیا کی یہی حالت تھی۔ لوگ توحید سے منہ موڑ کر قسما قسم کے شرک اوربت پرستی میں مبتلاتھے۔ لوگوں نے صدہا ارباب متفرقہ بنارکھے تھے۔ مخلوق پرستی کا بازار گرم تھا۔ آریہ سماج یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خداخالق نہیں ہے۔ بلکہ ذرہ ذرہ کائنات کا انادی اوراپنی ذات میں مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ یہ لوگ تینتیس کروڑ دیوتا ربوبیت کے کاروبار میں خداکے شریک قرار دیتے تھے۔ ادھر عیسائیوں نے خداکے ایک عاجز اورمسکین بندے کو خدا بنا رکھا تھا۔ اس فساد فی البر والبحر کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی پیشگوئیوں اورپہلے سے کئے گئے وعدوں کے عین مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو توحید باری تعالیٰ کے قیام اورغلبہ اسلام کی غرض سے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنی بعثت

کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

’’خداتعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے تامیں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھہرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 55)

آپؑ کی غیرت توحید نے قطعاً یہ برداشت نہ کیا کہ لوگ خدائے واحد ویگانہ کو چھوڑ کر شرک کی راہوں پر چلیں۔ چنانچہ آپؑ نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کے خدا کا حسین تصور پیش کیا اورتمام مذاہب باطلہ کا رد ثابت کیا۔ آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کی پہلی سورۃ،سورۃ فاتحہ کی ابتدائی آیات سے ہی ہندوؤں، آریوں اورعیسائیوں کے جھوٹے خداؤں کا بطلان ثابت فرمایا اور بتلایا کہ ہمارا خدا ایک قادروتوانا خداہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ ہمارابہشت ہماراخداہے اورہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدامیں ہیں اوریہ کہ ہماراخدازندہ خداہے۔

واحدہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

آپؑ نے فرمایا کہ ’’اسلام نہایت ہی مبارک مذہب ہے جو اس خدا کی طرف رہبری کرتاہے جو نہ تو عیسائیوں کے خدا کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیداہواہے اورنہ ہی وہ ایساہے کہ آریوں کے پرمیشر کی طرح مکتی دینے پر قادر نہ ہو...اسلام کا خدا ایساقدوس اور قادر خداہے کہ اگر تمام دنیا مل کر اس میں کوئی نقص نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی۔ ہماراخداتمام جہانوں کا پیدا کرنے والا خداہے۔ وہ ہر ایک نقص اورعیب سے مبرا ہے کیونکہ جس میں کوئی نقص ہو وہ خدا کیونکر ہوسکتاہے۔‘‘

(الحکم 6 جنوری 1908ء صفحہ 372)

یوں حضور نے دنیا میں قیام توحید کے لئے عظیم الشان جہاد کا علم بلند کیا۔ اس سلسلہ میں معرکہ آراء کتب تصنیف فرمائیں اوراسی غرض سے باذن الٰہی ایک عظیم الشان جماعت احمدیہ کی بنیادرکھی۔ جو آج بھی خداکے فضل وکرم سے خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کی زیر سیادت دنیا سے شرک وبت پرستی کو مٹانے اور وحدہ لاشریک خدا کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ہمہ تن کوشاں ہے۔جس کی مساعی کسی بھی اہل نظرسے پوشیدہ نہیں ہیں۔

قیام توحید کے مقصد کو کماحقہ حاصل کرنے کے لئے محبت الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔ حضورعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’اصل توحید کو قائم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت سے پوراحصہ لو اوریہ محبت ثابت نہیں ہوسکتی جب عملی حصہ میں کامل نہ ہو نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188)

سوال پیداہوتاہے کہ محبت الٰہی کس چیز کا نام ہے اوراس سے کیا مراد ہے؟

اس بارہ میں حضورعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’خداکے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ کی رضا کو مقدم کرلیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتاہے فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ جیساتم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اورسخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔‘‘

(ملفوظات جلدسوم صفحہ 188)

چنانچہ جب ہم اس لحاظ سے حضورعلیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپؑ کی محبت الٰہی واضح طورپر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ابتدائے عمر سے ہی دنیاوی امور سے بے رغبت تھے اور نماز، ذکرالٰہی اور تسبیح وتحمید سے شغف رکھتے تھے۔ آپؑ ہر معاملہ میں رضائے الٰہی کو مقدم فرماتے۔

آپؑ کا یہ نظریہ تھا کہ ’’خدا کی راہ میں ہرایک ذلت اورموت فخر کی جگہ ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 30)

محبت الٰہی میں آپؑ فنائیت کے مقام تک پہنچے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ:

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ رب العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یارہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اپنے مخالفین ومعاندین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"یاد رکھو جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں بلکہ اس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 425)

اور پھر مخالفین اپنی سازشوں اور شرارتوں میں حد سے بڑھ گئے اور نعوذباللہ آپ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے تو بڑے جلال سے فرمایا۔

سر سے لے کر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں

اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کامل مومنین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جیسا کہ محبت کا حق ہے فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرۃ: 166) اور ظاہر ہے کہ کامل محبت الٰہی بجز اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن نہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران: 32)

حضور علیہ السلام کی اطاعت رسول ﷺ بھی بے مثل و بے نظیر تھی۔ آپ نے اپنی تقاریر وتصانیف میں جابجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ حتی کہ فرمایا:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کامل اطاعت الٰہی و اطاعت رسولؐ ہی کے نتیجہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان انعام ،انعامِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ چنانچہ فرمایا۔

ایں آتشم ز آتش مہر محمدیؐ است

ویں آب من زآبِ زلالِ محمدؐ است

محبت الٰہی کا ایک تقاضایہ بھی ہے تھا کہ محبوب کے کلام سے بھی محبت کی جائے۔ حضور علیہ السلام کو کلام الٰہی، قرآن مجید سے عشق ومحبت کا جو عظیم الشان تعلق تھا اس کا علم حضورؑ کی تحریرات اور سیرت کے

مطالعہ سے بخوبی ہوجاتا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ آپ کی بعثت ہی توحید الٰہی، عظمت رسولؐ اور حکومتِ قرآن پاک کے دلوں میں قیام کی خاطر ہوئی تھی۔ حضور کا یہ شعر آپؑ کی محبت الٰہی اور محبت قرآن پر زبردست دلیل ہے۔ فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اللہ تعالیٰ سے آپؑ کی یہ محبت یک طرفہ نہ تھی بلکہ وہ بھی آپؑ سے پیار کرتا تھا۔ وہ بکثرت آپؑ سے کلام کرتاتھا اور اپنی شیریں اور دل نشیں باتوں سے ہر خوف وحزن کے موقع پر آپؑ کو تسلی دیتا تھا۔ اس نے آپؑ سے فرمایا تھا۔ ”اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ“ کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں؟

آپؑ بھی اپنے محبوب رب کی باتوں پر کامل یقین اور بھروسہ رکھتے تھے۔فرمایا کرتے تھے۔ ”ہم کو اپنے خدائے قادر ومطلق اور اپنے مولیٰ کریم پر اس سے زیادہ بھروسہ ہے کہ جو مُمسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسہ ہوتاہے کہ جن کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اوراپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے آپ مدد کرے گا۔“

(اشتہار ”عرض ضروری بحالت مجبوری“ مشمولہ براہین احمدیہ حصہ دوم)

جب آپؑ نے خداکے وہ الہامات اوروہ پیشگوئیاں جو اس نے آپؑ پر ظاہر کی تھیں ،دنیا کے سامنے پیش فرمائیں تو مخالفین نے آپؑ کی ہنسی اڑائی اور تمسخر اوراستہزاء سے کام لیا۔ مگر چونکہ آپؑ خداتعالیٰ کی باتوں پر یقین کامل رکھتے تھے اس لئے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

”خداکے کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہوسکتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہولے۔“

(اربعین نمبر 4 بحوالہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 458)

غرضیکہ محبت الٰہی کی طرح آپؑ کا توکل بھی بے نظیر اورمثالی تھا۔

فرماتے ہیں۔ ”میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتاہوں۔ جب سخت حبس ہوتاہے اور اگر گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے تو لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہو گی۔ ایساہی جب میں اپنی صندوقچی کو

خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 325)

اسی طرح فرمایا۔ ”ہمارا اپنے کام کے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے۔ اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا رد۔ اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین۔ بلکہ ہم سب سے اعراض کرکے اور غیر اللہ کو مردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔“

(سبز اشتہار)

آپؑ کا تو یہ نعرہ تھا کہ:

پناہم آں تو انائیست ہر آں

زبخلِ نا توانم مترساں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ ہمارے دلوں میں بھی ایسی ہی غیرت توحید پائی جائے کہ ہم قیام توحید کے لئے اپنی زندگیاں صرف کرنے والے ہوں۔ ہمیں بھی ایسی ہی محبت الٰہی نصیب ہو اور ہم بھی توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 26 مئی 2020ء)

(38)
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا حقیقی مقصد ”شریعت اسلامیہ کا عملاً احیاء“

(رحمت اللہ بندیشہ۔ جرمنی)

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُكِیۡ وَمَحۡيَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۳﴾

(الانعام: 163)

ترجمہ: اُن کو کہہ دے میری نماز اور میری پرستش میں جِدّوجُہداور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اوراُس کی راہ میں ہے۔ وہی ہے جوتمام عالموں کارَبّ ہے۔

(ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اِسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 162)

اِس آیتِ کریمہ میں ہمارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کاوہ بلندترین مقام فنافی اللہ بیان کیا گیا ہے جو عدیم المثال ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس زندگی کاایسا دِلرُبا نقشہ بیان کیا گیا ہے جوہرجہت سے لاثانی اور بے نظیرہے۔

اِس دَورِآخرین میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزندِجلیل اورآپؐ کے عاشقِ صادق کویہ سعادت اورتوفیق عطافرمائی کہ وہ کلیتًااپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہوگیااور کچھ ایسا فنا ہوا کہ اُس ماہتابِ ہدایت نے اَپنے وجود میں آفتابِ ہدایت کا ایک کامل اورحسین عکس پیدا کرلیا۔ غلامِ صادق کاوجود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ کامل بن گیا۔ اُس کی زندگی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں قدم بقدم چلتی ہوئی اِس آیتِ کریمہ کی ایک جیتی جاگتی تصویربن گئی۔ اُسی تصویر کی جھلکوں میں سے مختصراً ایک جھلک تحریر کرنا میرا مقصود ہے۔ یعنی اگر میں اپنے عنوان کو بیان کرنا چاہوں تویہ بنتاہے۔

”حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کی بعثت کا مقصد حقیقی شریعت اسلامیہ کا احیاء“

ایک دَرد مند دِل کی کیفیت

19 ویں صدی کے آخرمیں سارا ملکِ ہندوستان عیسائیت کی یلغار کی زَد میں تھا۔ ہر طرف عیسائیت کی تبلیغی سر گرمیوں کا زور تھا۔ مسلمان بالکل بے دَست وپا تھے جبکہ عیسائیوں کی یلغار، حکومت کی پُشت پناہی اور مال و دَولت کے بَل بوتے پر اُن کو خَس وخاشاک کی طرح بہائے لئے جارہی تھی۔ اِس کیفیت کو دیکھ کرحضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کے دِل میں جودَرد اُٹھا اور جس طرح خدمتِ اِسلام کابے پناہ جذبہ اُبھرا اُس کی کیفیت کا اَندازہ آپؑ کی اِس دَرد بھری تحریرسے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888ء کو درج ذیل اشتہار شائع کیا ’’میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خداتعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پُہنچادیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔ اذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات،بحوالہ سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 470)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر1888ء میں شائع کیا ہے جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے۔ اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے۔

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہو گا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدااور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ و علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اوریُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا داری کرے گااور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرلے گااور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقداخوت محض للہ باقرارطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں۔ جن کی تفصیل یکم دسمبر1888ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 189 - 190، ایڈیشن اوّل)

اِسلام کی اِس حالتِ زار پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے سینہ میں جو تلاطم برپا تھا اُس کا کچھ اَندازہ آپؑ کے اَشعار سے بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویراں ہے اور دنیا کے ہیں عالی منار
دِن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کاہم پر رات ہے
اَے میرے سورج نکل باہر کہ مَیں ہوں بیقرار
دِل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل دیکھ کر
اَے میری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اُتار

بعثت کی دو اغراض یعنی اندرونی و بیرونی فتنوں سے اسلام کی حفاظت

’’یاد رکھو کہ میرے آنے کی دو غرضیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو غلبہ اِس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچے کی طرح ہو گیا ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا مَیں ادیانِ باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پُر زور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں۔ اور وہ ثبوت علاوہ علمی دلائل کے انوار اور برکاتِ سماوی ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت اگر تم پادریوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی مخالفت کیلئے کیا سامان کررہے ہیں۔ اور ان کا ایک ایک پرچہ کتنی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ اسلام کا بول بالا کیا جاتا۔ پس اِس غرض کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔اور مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کیلئے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں اور نہ خدا نے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اِس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہو گا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلوار اُٹھائی مَیں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظت خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بیکس مسلمانوں کے خون سے زمین سُرخ ہو چکی۔

غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو۔

دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے۔ اس کیلئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے۔ مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔ اب جو کچھ ہے وہ دنیا ہی کیلئے ہے۔ اور اس قدر استغراق دنیا میں ہو رہا ہے کہ خداتعالیٰ کیلئے کوئی خانہ خالی نہیں رہنے دیا۔ تجارت ہے تو دنیا کیلئے۔ عمارت ہے تو دنیا کیلئے۔ بلکہ نماز روزہ اگر ہے تو وہ بھی دنیا کیلئے۔ دنیاداروں کے قرب کیلئے تو سب کچھ کیا جاتا ہے مگر دین کا پاس ذرہ بھی نہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کے اعتراف اور قبولیت کا اتنا ہی منشاء تھا جو سمجھ لیا گیا ہے یا وہ بلند غرض ہے مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اُس سے تسلّی پاتا ہے۔

اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اُسے حاصل ہے؟ مَیں سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہوگئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ اُن حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور رُوح پیدا کی جاوے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کے بُت کو عظمت دی گئی ہے اُس کی اَمانی اور امیدوں کو رکھا گیا ہے۔ مقدمات۔ صلح جو کچھ ہے وہ دنیا کیلئے ہے۔ اس بُت کو پاش پاش کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اُن کے دلوں میں قائم ہو اور ایمان کا شجر تازہ بتازہ پھل دے۔

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 293 تا 295)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دِل میں جس قدرخدمتِ اِسلام کی تڑپ تھی اورجس طرح یہ لگن آپ کو لگی ہوئی تھی اُس کی حدّوبست کااَندازہ کرنا اِنسانی عقل وفہم کے بَس میں نہیں۔خود حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام بھی اَپنی طبیعت میں فطرتی عاجزی اوراِنکساری کے بے پناہ جذبات واِحساسات کے اِظہارمیں حددرجہ اِخفاء اوراِحتیاط سے کام لیتے تھے۔ لیکن یہ جذبہ خدمتِ اِسلام توآپؑ کے رَگ وریشہ میں اِس گہرائی تک سرایت کرچکا تھا کہ وہ آپ کے حرف حرف اورزندگی کی ہراَدا سے چھلک چھلک پڑتاتھا۔ چنانچہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ:

’’میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ

کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں.....اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق وصدق تمام ترانجام دوں۔ اس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا.....اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اِسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اورمبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 35 - 36)

مسیح اور مہدی کی حیثیت

’’عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے.......... اور محمد مہدی ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کےساتھ خدائی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں کیونکہ ہمارے سیّدو مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بُت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے رُوح القدس سے مدد دی گئی ہے۔

(گورنمنٹ انگریزی اورجہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ نمبر 28 - 29)

’’مسیح موعود کے وجود کی علّتِ غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خداتعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔‘‘

(کتاب البریہ حاشیہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ نمبر 262)

’’اب اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت

اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریّت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سو اے حق کے طالبو! سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ گذشتہ صدی میں جو تیرھویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔ کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ اسلام سے نکل گئے کس قدر عیسائیوں میں جا ملے کس قدر دہریہ اور طبعیہ ہوگئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے ردّ کے لئے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا میں شائع کی گئیں سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہوجاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریم نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤں نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑہا نفسوں پر اس زہر نے اثر کردیا ہے یہ علمی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان یہ فسق اور فجور کا طوفان یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں نظیر بیان کرو اور ایمانًا کہو کہ حضرت آدم سے لے کر تا ایندم اس کی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہیں تو خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں کے وہ معنے کرو جو ہوسکتے ہیں واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو تاتم پر کھل جائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجّالیت ہے جس سے ہریک نبی ڈراتا آیا ہے جس کی بنیاد اس دنیا میں عیسائی مذہب اور عیسائی قوم نے ڈالی جس کے لئے ضرور تھا کہ مجدّد وقت مسیح کے نام پر آوے کیونکہ بنیاد فساد مسیح کی ہی امت ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 251 تا 254)

’’یہ عاجز تو محض اِس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا وے کہ دنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے۔ اور

دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ ہے۔“

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ نمبر 52 - 53)

”میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تاایمانوں کو قوی کروں اور خداتعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اُس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اِسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کازمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہو گا بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو مَیں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں۔ اور یہی کام ہیں جن کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علّتِ غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا۔ اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کاعلم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہو گا۔ اور دوسرا طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔ چنانچہ اب تک جو نشان ظاہر ہوچکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جو نادان عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار کرتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے جو تمام پادری ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہوسکتے۔ آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں پیشگوئیاں ظہور میں آرہی ہیں اور خوارق لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ پس کیا ہی وہ انسان

نیک قسمت ہے کہ اب ان انوار اور برکات سے فائدہ اٹھائے اور ٹھوکر نہ کھائے۔‘‘

(کتاب البریہ حاشیہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ نمبر 291 تا 298)

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیاسو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 306 - 307)

خدمتِ اسلام کے لئے زندگی وقف کرنا

اس بابت جس قدر جوش آپؑ میں پایا جاتا تھا۔ ذرا اِس کا اندازہ لگایئے۔ فرمایا۔

’’اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے کہہ دیا جاوے کہ اِس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہو گا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 100)

پھراسی تسلسل میں اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔ فرمایا۔

’’میں خود اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے کے لئے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 99 - 100)

جذبۂ خدمتِ اِسلام کے بارہ میں گواہیاں

حضرت مسیحِ پاک علیہ السّلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت مولانا عبدالکریمؓ سیالکوٹی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ:

’’میرا تو خیال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے... کوئی مشغولی اور تصرّف جودینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے، مجھے

سخت ناگوار گزرتا ہے... جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کرلیتا ہوں، جب تک کہ وہ کام نہ ہوجائے...ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔''

(سیرت حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام از مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 28)

حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کے ایک اوربزرگ صحابی حضرت یعقوب علی عرفانیؓ اپنالمبا اورقریبی مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔

''حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کی فطرت میں تبلیغِ اِسلام کاجوش اِس قدر تھا کہ بعض اَوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اِس جوش سے میرادِماغ پھٹ جائے۔''

(حیاتِ احمداز یعقوب علی عرفانیؓ جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 150)

حضرت منشی ظفراحمدؓ کپورتھلوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیحِ پاک علیہ السّلام نے ایک موقع پر فرمایا۔

''میرے دِماغ میں اِسلام کی حالت اورعیسائیوں کے حملوں کودیکھ دیکھ کراِس قدرجوش اُٹھتاہے کہ بعض وقت مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ دِماغ پھٹ جائے۔''

(الحکم 7 تا 14 فروری 1923ء صفحہ 8)

حضرت مسیحِ موعودؑ کی ایک بہت بڑی دِلی تمنّا

حضور علیہ السلام کی ایک بہت بڑی دلی تمنا یہ تھی کہ ساری دُنیا میں اِسلام کا بول بالا اورغلبہ ہو۔ یہ سوچ اورفکر آپؑ کوہمیشہ دامن گیر رہتی۔ آپ کے اِس بے تاب جذبے کااَندازہ ایک دلچسپ روایت سے ہوتا ہے جو حضرت مفتی محمدصادقؓ کی بیان کردہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کے پاس کمرہ میں بیٹھے تھے۔ حضورؑ ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے۔ دروازے پر کسی شخص نے خوب زوردَار دستک دی۔ آپؑ نے مجھے اِرشاد فرمایا کہ جا کرمعلوم کروں کہ کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے؟ میں نے دروازہ کھولا تودستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سیّد محمد احسن امروہوی نے بھجوایا ہے کہ حضورؑ کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی

جائے کہ آج فلاں شہر میں اُن کا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہوا اور اُنہوں نے اُس کو شکستِ فاش دی۔ اس کو بہت رگیدا اور وہ مولوی بالکل لاجواب ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ سارا پیغام من وعن حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا تو حضور سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ان کے اس طرح زوردار دروازہ کھٹکھٹانے اور فتح کا اعلان کرنے سے میں یہ سمجھا تھا کہ شائد وہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے !"

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 289 - 290)

اپنی گزارشات کا اختتام حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دلی تمنا پر کرتا ہوں، آپ کس درد سے فرماتے ہیں۔

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کرکے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں اپنی زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جائیں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 290 - 291)

یہی وہ درد و کرب تھا جو راتوں کو بھی آپؑ کو بے قرار رکھتا تھا اور آپؑ اسلام کی فتح اور غلبے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور خدائے قادروقیّوم کے آستانے پر اپنی بے تاب دُعاؤں کے ساتھ جھک جاتے اور عرض کرتے۔

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفیؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
اے میرے پیارے مجھے اس سیل غم سے کر رہا
ورنہ ہوجائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار
اس دیں کی شان وشوکت یاربّ مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

(روزنامہ الفضل آن لائن 11 جون 2020ء)

(39)
صداقت حضرت مسیح موعودؑ

(ہارون احمد عطاء۔ جرمنی)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

(المائدہ: 68)

ترجمہ: اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے لکھ چھوڑا ہے کہ باوجود مخالفت کے اور اعترضات کے میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِيْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۲﴾

(المجادلہ: 22)

”اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔“

پہلی آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو دنیوی شر سے یعنی لوگوں کے استہزاء سے بچائے گا (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) اور جس موعود نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے فیض پا کر مسیح محمدی کا اعلان کیا ہے وہ بھی اس آیت سے فیض پا کر ایک الٰہی جماعت کا بانی بنا۔

دوسری آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نہ صرف خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ حمایت کرے گا بلکہ عموماً تمام رسولوں کے ساتھ بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اس آیت میں رسول کی جمع یعنی رُسُل کا استعمال کیا ہے جو الحمد للہ علی ذالك حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حیاتِ قدسی پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔

مخالفین کی کوششیں ناکام ہوتی چلیں گئیں اور ہر اعتراض کا جواب ان کو حضرت مسیح موعودؑ نے مدلّل اور مسکّت کی شکل میں دیا۔

پہلا اعتراض

جماعت احمدیہ کے خلاف وائٹ پیپر کی طرح پر جو رسالہ شائع کیا ہے اس میں ایک اعتراض بالکل وہی ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

’’مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے مثلاً ’ق‘ اور ’ک‘ کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔‘‘

(قادیانیت، اسلام کے لیے سنگین خطرہ صفحہ 12)

جواب: یہ حوالہ انہوں نے درج کیا ہے اور رسالہ کا عنوان ہے ’’قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ‘‘ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زبان میں لکنت تھی۔ آپ صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے تو اس سے اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہو گیا؟ اسلام کو اتنا شدید خطرہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں لکنت تھی۔ نادانی کی بھی کوئی حد ہے کوئی واقعی خطرہ کی بات ہو تو انسان مانے بھی کہ ہاں یہ عنوان درست ہے۔ ایسے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بزرگوں اور انبیاء کی زبان میں لکنت ہو یا وہ غیر فصیح ہوں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور ان کی زبان سے اقرار کروایا کہ ھُوَاَفۡصَحُ مِنِّی (القصص: 35) میں فصیح الکلام نہیں، ہارون مجھ سے زیادہ فصیح کلام کر سکتا ہے۔ اگر واقعی لکنت قابل اعتراض امر ہے تو اللہ تعالیٰ نے کم فصیح کو کیوں چن لیا؟ لکنت والے کو کیوں چن لیا؟ پس قرآن کریم تو حضرت موسیٰؑ کی زبان سے خود غیر فصیح ہونے کا اقرار کروا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ دین الٰہی کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے لیکن جب یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پر بات کرتے ہیں تو چونکہ مقدر یہ ہے کہ دشمن جو باتیں ماضی میں دُہراتے رہے، وہی باتیں اب بھی دُہراتے رہیں۔اس لئے فرعون نے جو اعتراض کیا کہ موسیٰؑ غیر فصیح ہے ، زبان میں لکنت ہے۔ وہی اعتراض آج ان کو دُہرانا پڑا اور انہوں نے

تفاسیر میں بھی لکنت اور زبان کی دقت کے متعلق بہت سے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ الشعرا میں لکھا ہے:

''گھٹے گھٹے ماحول کی وجہ سے آپ (حضرت موسیٰؑ) کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے بعض اوقات فصحاء پر بھی جب غم شدّت اختیار کرتے ہیں اور ان کے سینوں میں گھٹن پیدا کرتے ہیں تو ان کی زبانوں میں بھی تردد پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقصود کو بیان نہیں کرسکتے۔''

(ترجمہ)

اس کے علاوہ ہم مزید دیکھتے ہیں کہ اسلام میں بھی ایسے مسلّمہ بزرگ ہیں جو عظیم الشان مقام رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہی گواہی پائی جاتی ہے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کیا یہ لوگ حضرت بلالؓ کو بھول گئے ہیں جن کو حضرت عمرؓ سیدنا بلالؓ کہا کرتے تھے اور جب وہ ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی بجائے ''اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھتے تھے تو صحابہؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ انہیں غصہ نہیں آتا تھا اور نہ وہ حضرت بلالؓ کو اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے سنگین خطرہ قرار دیتے تھے بلکہ وہ شدت غم سے تڑپتے اور بلکتے تھے کیونکہ انہیں یاد آجاتا تھا کہ حضرت بلالؓ اسی آواز کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ کی زبان میں بھی لکنت تھی۔

(تفسیر روح المعانی زیر تفسیر آیت: واحلل عقدۃ من لسانی)

حضرت حسینؓ کی زبان میں لکنت تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حسینؓ نے یہ لکنت اپنے چچا حضرت موسیٰؑ سے ورثہ میں پائی ہے۔''

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے:

''یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی منتظر کی زبان میں بھی لکنت ہو گی اور بعض دفعہ اس کی زبان جب کلام کو بیان کرنے سے پیچھے رہ جائے گی تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر مارے گا۔''

(تفسیر روح المعانی تفسیر آیت: یفقھوا قولی)

تو اگر امام مہدی نے پیشگوئیوں کے مطابق اس مزعومہ خطرہ کے ساتھ آنا تھا تو پھر اس خطرہ کو قبول کرنا

پڑنا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کی سچائی کی علامت ہے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مورخہ 29 مارچ 1985ء)

دوسرا اعتراض

''مرزا صاحب ''ابن مریم'' کس طرح ہو گئے آپ کی والدہ کا نام تو چراغ بی بی تھا۔''

جواب نمبر 1:

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث ہے:

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ إِلَّا وَ الشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِيْنَ يُوْلَدُ، فيستهلُّ صارخًا من مسّ الشيطان، ايّاه الّا مريم وابنها

(بخاری کتاب التفسیر باب وإني اعيذها بك ۔۔۔ کتاب بدء الخلق باب قول اللّٰه تعالىٰ و اذكر في الكتاب مريم)

کہ ہر چیز پیدا ہونے والے بچے کو بوقتِ ولادت شیطان مس کرتا ہے اور بچہ جب اسے مسِ شیطان ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے، چلاتا ہے مگر مریم اور ابن مریم کو مسِ شیطان نہیں ہوتا۔

اس پر طبعًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف مریمؑ اور ابن مریمؑ ہی مسِّ شیطان سے پاک ہیں تو پھر کیا باقی انبیاء کو عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خصوصاً مسِّ شیطان ہوا تھا؟ اس کا جواب علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں یہ دیا ہے:

مَعْنَاهُ اَنَّ كُلَّ مَوْلُوْدٍ يَّطْمَعُ الشَّيْطَان فِي إِغْوَائِهِ إِلَّا مَرْيَم وَابْنَهَا، فَإِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُوْمَيْنِ، وَكَذٰلِكَ مَنْ كَانَ فِي صِفَتِهِمَا

(تفسیر کشاف زیر آیت واذکر فی الکتاب مریم)

کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ہر بچہ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ سوائے مریم اور ابن مریم کے۔ کیونکہ وہ دونوں پاک تھے اور اسی طرح ہو وہ بچہ (بھی اس میں شامل ہے) کو مریم اور ابن مریم کی صفت پر ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی حدث میں ''مریم'' اور ''ابن مریم'' سے صرف 2 انسان ہی مراد نہیں بلکہ 2 قسم کے انسان مراد ہیں۔ گویا جو مریمی صفت میں اور ابن مریمی صفت میں مومن اور انبیاء ہوں وہ سب ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان مبارک پر یاد کئے گئے ہیں۔

ان صفات کی مزید تشریح قرآن مجید میں ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾ وَمَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ﴿۱۳﴾

(التحریم: 12 - 13)

ترجمہ: اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

ان آیات سے ما قبل کی ملحقہ آیات میں کافر مردوں کو 2عورتوں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان کے خاوند مومن تھے مگر وہ دونوں کافرہ تھیں۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ مومن 2 قسم کےہوتے ہیں: (1) آسیہ (زوجہ فرعون) صفت (2) مریمی صفت۔ پہلے وہ مومن جو کفر کے غلبہ کے نیچے دب چکے ہوں اور وہ اس سے نجات پانے کے لئے دست بدعا ہوں۔ اور دوسرے وہ مومن جن پر روزِ ازل سے ہی بدی غلبہ نہ پا سکی۔

وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا (الانبیاء: 92) یہ دوسری قسم کا مومن قرآنی اصطلاح میں ''مریم'' کہلاتا ہے۔ پھر وہ مریمی حالت سے ترقی کر کے فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا (الانبیاء:92) کے مطابق ''ابن مریم'' کی حالت میں چلا جاتا ہے کیونکہ مقامِ مریمی صدیقیت ہے اور مقامِ ابنِ مریم مقامِ نبوت۔ گویا ہر نبی پر 2 زمانے آتے ہیں۔ پہلے وہ مقامِ مریمی میں ہوتا ہے اور اسی حالت کے متعلق قرآن مجید نے اشارہ کیا۔

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ

(یونس: 17)

''پس میں اس (رسالت) سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔''

اور ان دونوں حالتوں یعنی صدیقیت اور نبوت کی حالتوں میں وہ مسِّ شیطان سے پاک ہوتا۔

سورۃ تحریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت مریم صدیقہؑ اپنی پاکیزگی کے انتہائی مقام پر پہنچ کر حاملہ ہوئیں اور اس حمل سے حضرت عیسیٰؑ جو خدا کے نبی تھے پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک مومن مرد بھی پہلے مریمی حالت میں ہوتا ہے اور پھر ایک روحانی اور مجازی حمل سے گزرتا ہوا مجازی ''ابن مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ مومن مرد مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ''مریم'' ہوتا ہے اور اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں حمل سے گزرتا ہے۔ اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں ''ابنِ مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام کافروں اور مومنوں کو 4 عورتوں ہی سے تشبیہ دی ہے۔ مرد عورتیں تو نہیں ،ہاں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ان کو عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے حضرت عباسیہ طوسیؒ کا یہ قول نقل کیا:

''قیامت کے دن جب آواز آئے گی کہ اے مردو! تو مردوں کی صفت میں سے سب سے پہلے حضرت مریمؑ کا قدم پڑے گا۔''

(تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت رابعہ بصری نواں باب صفحہ 51 شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ 55)

جواب نمبر2:

اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَا یُشَابِهُهٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِہٖ جَائِزٌ حَسَنٌ

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 689)

کہ ایک چیز کا نام دوسری چیز کو (جو اکثر خواص میں اس سے ملتی ہو) دینا جائز ہے۔

جواب نمبر3:

اسم علم بھی بطور مجاز دوسرے کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب تلخیص المفتاح صفحہ 59 - 60 میں لکھا ہے ''ولا تَکُونُ عَلَمًا......اِلاَّ اِذا تُضَمَّنَ نُوْعٌ وَّ صَفِیَّۃٌ کَحَاتِمٍ...... کہ عَلَم استعارہ استعمال نہیں ہوتا ہاں جب کوئی صفت پائی جائے تب اسم علم بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ جیسے حاتم ہے۔''

(تلخیص المفتاح از محمد عبد الرحمٰن قزوینی صفحہ 59 مطبع مجتبائی دہلی)

جواب نمبر4:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُھْدِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ

(منصب امامت صفحہ 53 مصنفہ سید اسمٰعیل شہیدؒ)

کہ تم میں سے جو شخص عیسیٰ بن مریم کو زہد کی حالت میں دیکھنا چاہے وہ حضرت ابو درداء کو دیکھے۔

(تمام جوابات کے حوالہ جات از مکمل تبلیغی پاکٹ بک صفحہ 504 - 602
اور صفحہ 807، مرتّبہ ملک عبد الرحمٰن خادم)

(روزنامہ الفضل آن لائن 18 جون 2020ء)

(40)

حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت دعا کا ایک عظیم الشان نشان

(حضرت حکیم فضل الدینؓ)

”1907ء میں میرا دوسرا لڑکا عبدالحفیظ تولّد ہوا۔ سردی کے ایام تھے اور ان دنوں میں بہت زچہ عورتیں تشنج کی مرض سے مر رہی تھیں۔ زچہ کے لئے یہ مرض بہت خطرناک ہوتی ہے۔ سینکڑوں میں سے کوئی ایک بچتی ہو گی۔

میری بیوی حفصہ (بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) کو بچہ تولّد ہونے کے ساتویں دن مغرب کے قریب اس کے آثار معلوم ہوئے۔ چونکہ ان دنوں میں یہ وبا تھی اس لئے اس کی طرف بہت توجہ ہو گئی۔ میں مغرب کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں دوڑا گیا اور اُن سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا یہ تو بڑی خطرناک مرض کا پیش خیمہ ہے۔ تم فوراً اس کو دس رتی ہینگ دے دو اور گھنٹہ ڈیڑھ کے بعد مجھے اطلاع دو۔ میں عشاء کے بعد پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مرض میں ترقی ہو گئی ہے۔ فرمایا دس رتی کونین دے دو اور ایک گھنٹہ کے بعد پھر مجھے اطلاع دو اور یہ نہ سمجھنا کہ میں سو گیا ہوں۔ بے تکلف مردانہ سیڑھیوں سے آواز دو۔ میں نے عرض کیا اِس وقت مشک کہاں سے لاؤں۔ حضور ایک مٹھی بھر کر مشک کی لے آئے۔ فرمایا یہ دس رتی ہو گی۔ میں نے عرض کیا حضور یہ زیادہ ہے۔ فرمایا لے جاؤ پھر کام آوے گا۔ میں نے وہ لے لی اور دس رتی مریضہ کو دے دی۔ ایک گھنٹہ بعد پھر گیا اور عرض کیا کہ مرض میں بہت اضافہ ہو گیا۔ فرمایا دس تولہ کسٹر آئل دے دو۔ میں نے آ کر دس تولہ کسٹر آئل دے دیا۔ اس کے بعد اُس کو سخت قے ہوئی اور قے اِس مرض میں آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ قے کے بعد اُس کا سانس اکھڑ گیا، گردن پیچھے کو کھچ گئی۔ آنکھوں میں اندھیر آ گیا اور زبان بند ہو گئی۔ میں پھر بھاگ کر سیڑھیوں پر چڑھا۔ حضور نے میری آواز سن کر دروازہ کھول دیا اور فرمایا کیوں خیر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ سانس اکھڑ گیا ہے، گردن کھچ گئی، آنکھوں میں روشنی نہیں، زبان بند ہو گئی ہے۔ فرمایا دنیا کے جتنے ہتھیار تھے وہ تو ہم نے چلا لئے۔ اب ایک ہتھیار باقی ہے اور وہ دعا ہے۔ تم جاؤ، میں دعا سے اُس وقت سر اٹھاؤں گا جب اسے صحت ہو گی۔ میں یہ سن کر واپس لوٹ آیا۔ اور اسے کہا اب تجھے کیا فکر ہے۔ اب تو ٹھیکیدار نے خود ٹھیکہ لے لیا ہے۔ اُس وقت رات کے دو بج چکے تھے۔ میں

گھر آیا اور مریضہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چارپائی لے کر سو رہا۔ صبح کو کسی برتن کی آہٹ سے میری آنکھ کھلی۔ جب میں نے دیکھا تو میری پائینتی کی طرف میری بیوی کچھ برتن درست کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہا آپ تو سو رہے اور مجھے دو گھنٹے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا۔ الحمد للہ رب العٰلمین"

(سیرتِ احمدؑ مرتبہ قدرت اللہ سنوریؓ صفحہ 170 تا 172)

پیشہ ہے رونا ہمارا پیش رب ذو المنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

(روزنامہ الفضل آن لائن 19 جون 2020ء)

(41)
اخلاق مسیح کی ایک جھلک

(حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلافت جوبلی کے موقع پر ادارۂ الحکم بھی الفضل کی طرح ایک خاص نمبر شائع کر رہا ہے اور ایڈیٹر صاحب الحکم نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں بھی اس خاص نمبر کے لئے ایک مضمون لکھوں اور ایڈیٹر صاحب کے علاوہ اس اخبار کے بانی ہمارے مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بھی مجھے ایک خط کے ذریعہ تحریک فرمائی ہے۔ افسوس ہے کہ میں اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ کی تصنیف کی مصروفیت کی وجہ سے اس وقت کوئی علیحدہ مضمون نہیں لکھ سکتا مگر ان اصحاب کی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلہ احمدیہ کے مسودہ سے ایک چھوٹا سا حصہ ان کی خدمت میں نقل کر کے بھجوا رہا ہوں تا کہ مجھے اس مبارک تقریب میں شرکت کا ثواب حاصل ہو جاوے۔

جہاں تک اُن اخلاق کا سوال ہے جو دین اور ایمان سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو خلق خاص طور پر نمایاں نظر آتے تھے۔

اول۔ اپنے خدادا مشن پر کامل یقین

دوسرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے نظیر عشق و محبت۔

یہ دو اوصاف آپ کے اندر اس کمال کو پہنچے ہوئے تھے کہ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں ایک پرزور جلوہ نظر آتا تھا۔ بسا اوقات اپنے خداداد مشن اور الہامات کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دنیا کی کسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات ان پیشگوئیوں کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لئے وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ اگر وہ پوری نہ ہوں تو مجھے مفتری قرار دے کر برسرعام پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے تا کہ میرا وجود دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ اپنے الہام کے قطعی ہونے کے متعلق اپنی ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں

آں یقینے کہ بود عیسٰی را

بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقینِ کلیم بر تورات
واں یقینِ ہائے سیّد السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

یعنی جو یقین کہ حضرت عیسیٰ کو اس کلام کے متعلق تھا جو ان پر نازل ہوا اور جو یقین کہ حضرت موسیٰ کو تورات کے متعلق تھا۔ اور جو یقین کہ نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر نازل ہونے والے کلام کے متعلق تھا۔ میں یقین کی رو سے ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ لعنتی ہے۔

ایک اور جگہ اپنے منثور کلام میں فرماتے ہیں۔

’’یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خداتعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر‘‘

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 412)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است

یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خداداد پر قربان ہیں اور میں آپ کے آل و

عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر کون و مکان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمال کی ندا آ رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشقِ محمدم مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود برہِ دین مصطفےٰؐ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

یعنی خدا سے اتر کر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی شراب میں متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے رستے میں قربان ہو جائے۔ خدا کرے مجھے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہ تھی بلکہ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام کے حالات میں جس واقعہ کا ذکر اس رسالہ میں اوپر گزر چکا ہے وہ اس محبت کی ایک عام اور دلچسپ مثال ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ نہایت درجہ وسیع القلب اور ملنسار تھے اور ہر دوست و دشمن کو انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے تھے۔ جب پنڈت لیکھرام نے آپ کے آقا اور محبوب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بد زبانی سے کام لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تو آپ نے پنڈت صاحب کا سلام تک قبول نہ کیا اور دوسری طرف منہ پھیر کر خاموش ہو گئے اور جب کسی ساتھی نے دوبارہ توجہ دلائی تو غیرت اور غصہ کے الفاظ میں فرمایا کہ

''ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے مگر اس سے عشق و محبت کے اس اتھاہ سمندر پر بے انتہا روشنی پڑتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کے دل میں موجزن تھا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ روایت بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ ایک دفعہ آپ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے کہ

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ سو اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آ جاوے مگر مجھے اس کی پروا نہیں۔ کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ کے مخلص رفیق نے آپ کو اس رقت کی حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ ''حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟'' آپ نے فرمایا۔ ''کچھ نہیں۔ میں اس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔''

(سیرت المہدی)

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ دوسرے بزرگوں کی محبت سے خالی تھے بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی ایک خاص جلا دے دی تھی اور آپ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور امام کے پیچھے بھی پڑھنی چاہئے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ ''حضور! سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟'' آپ نے فوراً فرمایا ''نہیں نہیں۔ ہم

ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی۔“

اسی طرح آپ کو غیر مسلم قوموں کے بزرگوں کی عزت کا بھی بہت خیال تھا اور ہر قوم کے تسلیم شدہ مذہبی بزرگوں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے نام کو عزت کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیتا ہے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں اس کی بزرگی کا خیال بٹھا دیتا ہے اور اس کے سلسلہ کو استقلال اور دوام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا شخص جسے اس قدر قبولیت حاصل ہو جاوے جھوٹا نہیں ہو سکتا اور ہر انسان کا فرض ہے کہ سچوں کی طرح اس کی عزت کرے اور کسی رنگ میں اس کی ہتک کا مرتکب نہ ہو۔ اس معاملہ میں خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم

ہمچو خاک افتادہ بر درے

ہر رسولے کو طریق حق نمود

جان ما قرباں براں حق پرورے

یعنی میں ان تمام رسولوں کا خادم ہوں جو خدا کی طرف سے آتے رہے ہیں اور میرا نفس ان پاک روحوں کے دروازے پر خاک کی طرح پڑا ہے۔ ہر رسول جو خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آیا ہے (خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک میں آیا ہو) میری جان اس خادم دین پر قربان ہے۔

(محررہ 16 دسمبر 1939ء)

(الحکم جوبلی نمبر 1939ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن 11 اگست 2020ء)

(42)

سیرتِ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے بعض شیریں واقعات

(ندیم احمد فرخ)

خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ سے پایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

’’میں نے خدا کے فضل سے نہ کہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّدومولا، فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64 - 65)

جب ہم سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ کی ساری زندگی اطاعت رسول ﷺ میں گزری ہے چنانچہ آپ کے ایک رفیق حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی ایک روایت میں حضرت مسیح موعودؑ کےاخلاقِ حسنہ کا نہایت ہی پیارے انداز سے ذکر کرنے کے بعد آپ کے اخلاق کے متعلق کیا ہی پیارا لکھتے ہیں کہ

’’اگر حضرت عائشہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ’’کان خلقہ قرآن‘‘ تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ’’کان خلقُهٗ حُبَّ محمدٍ و اتباعهٗ علیہ الصّلوٰۃ و السلام‘‘

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 827 روایت نمبر 975)

اب خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ میں سے چند ایک واقعات مختلف عناوین کے تحت درج کرتا ہے:

نماز باجماعت

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ۔۔۔ ’’جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ ہر جگہ اپنی مسجد میں اکٹھے ہو کر نماز باجماعت پڑھیں جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے پرا گندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 197)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ:

’’میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت کی عادت نہیں ڈالتے مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اس لئے جمعہ کے لئے مسجد نا جا سکے میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں تاہم میں جمعہ پڑھنے کو مسجد کو آرہا تھا ایک شخص مجھے اس وقت کی عمر کے لحاظ سے تو شکل اس وقت یاد نہیں رہ سکتی مگر اس واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے۔ محمد بخش اس کا نام ہے اور اب قادیان میں ہی رہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ واپس آرہے ہیں۔ کیا نماز ہو گئی ہے انہوں نے کہا آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی میں واپس آ گیا میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعود نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔۔۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا تو تھا کہ میں گیا تو تھا۔ لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب آپ کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کیا آج لوگ مسجد میں ذیادہ تھے۔ اس وقت میرے دِل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔۔۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا۔ ہاں حضور آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔۔۔ بہر حال یہ واقعہ ہوا جس کا آج تک میرے قلب پر ایک گہرا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو نماز باجماعت کا کس قدر خیال رہتا تھا۔‘‘

(الحکم 21 جولائی 1943ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے۔ بیان کرتے ہیں کہ:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ میں کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ عدالت میں اور مقدمہ ہوتے رہے میں باہر ایک درخت کے نیچے انتظار کرتا رہا۔ چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اس لئے میں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مگر نماز کے دوران میں ہی عدالت سے مجھے آوازیں پڑنی شروع ہو گئیں مگر میں نماز پڑھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہو اتو میں نے دیکھا کہ میرے پاس عدالت کا بہرہ کھڑا ہے سلام پھیرتے ہی اس نے مجھے کہا مرزا صاحب مبارک ہو آپ مقدمہ جیت گئے ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ اوّل صفحہ نمبر 14 روایت نمبر 17)

عشقِ رسولؐ

حضرت مرزا سلطان احمدؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک بات جو میں نے خاص طور پر دیکھی کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرتﷺ) کے متعلق والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرتﷺ کی شان میں ذرا سی بھی بات کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو بار بار دہرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ خاکسارعرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی بیان کرتے تھے کہ جب 1907ء میں آریوں نے وچھو والی لاہور میں جلسہ کیا ودسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت صاحب نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلافِ وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرتﷺ کے متعلق سخت بد کلامی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اٹھ کر آئے اور فرمایا کہ۔

پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرتﷺ کو ایک مجلس میں برا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرتِ دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بد زبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اٹھ کر آنا چاہیے

تھا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ 201 روایت نمبر 196)

عشقِ قرآن

حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

’’جس دِن شب کو عشاء کے قریب حسین کامی سفیر روم قادیان آیا اس دِن نمازِ مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ کو دورانِ سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے اتر کر نیچے لیٹ گئے اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے مگر حضور نے تھوڑی دیر میں سب کو ہٹا دیا۔ جب اکثر دوست وہاں سے رخصت ہوگئے تو آپ نے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ مولوی صاحب مرحوم دیر تک نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف سناتے رہے یہاں تک کہ آپ کو افاقہ ہو گیا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 439 روایت نمبر 462)

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’۔۔۔۔۔۔ حافظ نبی بخش صاحبؓ نے (حضور سے) ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار) بہت وظیفے پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کون سا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 349 روایت نمبر 318)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

عموماً لیکچرار اور مصنفین اپنے مضمون کا مسودہ یا نوشت تیار کرنے سے قبل اس کے متعلق بعض کتب اور رسائل کو پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس غرض کے لئے ہمیشہ قرآن کریم کو پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری کتابوں کی طرف چنداں متوجہ نہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کے حضور کی تصانیف

میں بکثرت قرآن کریم کے حوالے ہی پائے جاتے ہیں۔ گویا آپ کی تمام تحریریں۔ آپ کا تمام کاروبار قرآن شریف کی تفسیر تھا۔ آپ کو قرآن شریف کے ساتھ خاص محبت تھی جس کا اظہار آپ کی نظموں میں بخوبی ہو رہا ہے۔ مثلاً:

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
اے عزیزو سنو کہ بے قرآن حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(شمائل احمد صفحہ نمبر 21 شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

محبتِ دین اور غیرتِ دینی

آپ اپنے منظوم کلام میں اپنے دِل کی کیفیت کو خدا کے حضور پیش کرکے خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

آپؑ کے دِل میں کس قدر محبتِ دین اور غیرتِ دین تھی اس بات کا اندازہ مندرجہ ذیل روایات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

’’میرا ایک کلاس فیلو تھا۔ جس کا نام محمد عظیم ہے۔ اور وہ پیر جماعت علی شاہ سیالکوٹی کا مرید ہے۔ وہ مجھ سے بیان کرتا ہے میرا بھائی کہا کرتا تھا ایامِ جوانی میں جب مرزا صاحب کبھی کبھی امرتسر آتے تھے تو میں ان کو دیکھتا تھا وہ پادریوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے۔اس زمانہ میں عیسائی پادری بازاروں وغیرہ میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے تھے۔ مرزا صاحب ان کو دیکھ کر جوش سے

بھر جاتے تھے اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔۔۔۔۔“

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 232، روایت نمبر 254)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر درد کا دورہ حضرت مسیح موعودؑ کو اسقدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے جسم میں گرمائی آجائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا۔میں نے عرض کی حضور اس وقت تو کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔

فرمایا: آنحضرت کی نعت میں کچھ اشعار یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہینِ احمدیہ کی نظم

”اے خدا! اے چارہ آزما“

خوش الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپؑ کے بدن میں گرمائی آنی شروع ہو گئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا۔۔ جب میں نے یہ اعتراضات سنائے تو حضورؑ کو جوش آ گیا اور فوراً آپ بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی اور بہت سے لوگ بھی آ گئے اور دورہ ہٹ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم جلد نمبر 2 صفحہ 38، روایت نمبر 1039)

اسی طرح آپؑ کے ایک اور رفیق حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اپنے وسیع تجربہ کی بناء پر فرماتے ہیں:

”ایک ہی چیز ہے جو آپ کو متاثر کرتی ہے۔ اور جنبش میں لاتی ہے اور حد سے زیادہ غصہ دلاتی ہے وہ ہے ”محرمات اللہ اور اہانت شعائر اللہ“

فرمایا! میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے“

(حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر 2 صفحہ 159 - 160)

عائلی زندگی

حضرت شیخ محمود احمد عرفانیؓ تحریر کرتے ہیں:

محترمہ استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ جو مکرم قاضی اکمل صاحب کی حرم محترم ہیں اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں اور جن کو حضرت اقدسؑ کے گھر میں بہت قریب سے حالات دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اپنی ایک روایت میں جو انہوں نے مجھے لکھ کر دی، لکھا ہے:

’’ایک دفعہ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ میں جب پہلے پہل دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا حضرت اقدس علیہ السلام گڑ والے چاول بہت پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بڑے شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ سو وہ بالکل راب سی بن گئی جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے۔ میرے چہرہ کو دیکھا جو کہ رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟

پھر فرمایا نہیں! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں پھر خوش ہو کر کھائے۔

حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دِل بھی خوش ہو گیا۔‘‘

(سیرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 225 - 226)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بد زبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:

’’ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے۔‘‘

حضور بہت دیر تک معاشرتِ نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

’’میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آواز کسا تھا۔میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دِل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دِل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ

درشتی کسی پنہائی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307)

عاجزانہ راہیں

حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑ کیا دے کر ہٹا دیا۔ میرے دِل پر چوٹ سی لگی۔اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیوں کے ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 83)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ جو آپ کے بڑے بیٹے تھے بیان کرتے ہیں کہ ’’دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو ان کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا بیٹھا ہوں۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 200 روایت نمبر 192)

’’ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ پر بیماری کا دورہ ہوا۔باوجود یہ کہ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے۔ اوپر بیت الذکر کی چھت پر نمازِ مغرب تشریف فرما تھے۔ احباب فوری تدابیر میں مصروف ہوگئے۔ پیرا کو بھی خبر ہوئی وہ بھی اس وقت مٹی گارے کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ میں لت پت تھے اسی حالت میں بیت الذکر میں چلا آیا۔ آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب ہوتا۔اس ہئیت کذائی (اسی حال میں) سے وہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا۔بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آ گیا؟ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے کچھ بھی نہیں سنا اور حضرت کو دبانے لگا۔حضرت نے فرمایا:اس کو کیا خبر ہے؟ جو کرتا ہے کرنے دو کچھ حرج نہیں؟‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 360)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک اور خادم مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمہ کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہمرکاب ہوتا تھا لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے۔ آپ فرماتے کہ ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہو کہ کیوں شرم آتی ہے۔

(حیاتِ طیبہ صفحہ 15)

آپؑ فرماتے ہیں:

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’ایک دفعہ اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت صاحب تبلیغ (یعنی آئینہ کمالاتِ اسلام کا عربی حصہ) لکھا کرتے تھے۔ مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے ایک بڑا دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خدا داد پر حضرت مسیح موعودؑ کو بڑا ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کرنے کے لئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیے۔ مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی۔ واپسی پر کہ ہنوز راستہ ہی میں تھے کہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کرعاجز راقم کو دے دیں۔ مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا۔ واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب معمولاً اندر چلے گئے۔ میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت صاحب نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہو رہا ہے۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی تو معمولی ہشاش بشاش چہرہ تبسم زیرِ لب تشریف لائے اور بڑا عزر کیا کہ ’’مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر تگاپو کیوں کیا گیا۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرماوے گا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 260، روایت نمبر 292)

حضرت چوہدری حاکم علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ حضرت صاحب بڑی مسجد میں کوئی لیکچر یا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک سکھ مسجد میں گھس آیا اور سامنے کھڑا ہو کر حضرت صاحب کو اور آپ کی جماعت کو سخت گندی اور فحش گالیاں دینے لگا۔ اور ایسا شروع ہوا کہ بس چپ ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس وقت بعض طبائع میں اتنا جوش تھا کہ اگر حضرت صاحب کی اجازت ہوتی تو اس کی وہیں تکہ بوٹی اڑ جاتی۔ مگر آپؑ سے ڈر کر سب خاموش تھے۔ آخر جب اس کی فحش زبانی حد کو پہنچ گئی تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ دو آدمی اسے نرمی کے ساتھ پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیں مگر اسے کچھ نہ کہیں۔ اگر یہ نہ جاوے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے قادیان میں ایک پولیس کا سپاہی رہا کرتا ہے اور ان دنوں حاکم علی نامی ایک سپاہی ہوتا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 257، روایت نمبر 286)

حضرت میاں سراج الدین صاحبؓ لکھتے ہیں کہ:

’’سراج الدین لمبے بالوں والا جو سجادہ نشین تھا آیا ہے، پہلے تو نرمی سے باتیں پوچھتا رہا۔ پھر گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ ایک گھنٹہ تک بابر گالیاں دیتا رہا۔ آپؑ سنتے رہے جب وہ گالیاں دے کر تھک گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ بس یا کچھ اور بھی؟‘‘

(الحکم 26 مئی 1935ء صفحہ 6)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے، اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا، آپ کے قتل کے فتووں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوشش کو ہی کافی نہ سمجھا جاتا تھا ،اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ اور پھر اس پر بس نہیں، ایسے خطوط عموماً آپ کو بیرنگ بھیجے جاتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا اور جب کھولتا تھا تو ان میں اوّل سے آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گزر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

رفقاء سے محبت

آپؑ کی حضرت صاحبزادہ عبدالطیف صاحبؓ سے محبت کے بارے میں حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’مولوی عبد الطیف صاحب کی شہادت کے بعدان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعودؑ کے پاس قادیان لایا۔ آپ نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سر بمہر کر دیا اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اسے اپنی بیت الدعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔ اور یہ ساراعمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے اور نیز بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے گئے ہوں گے کہ دعا کی تحریک رہے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 339، روایت نمبر 370)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے ایک حصہ میں بالا خانہ میں رہا کرتے تھے اور جب تک ان کی شادی اور خانہ داری کا انتظام نہیں ہوا حضرت صاحب خود ان کے لئے صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کہ خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مہمانوں کی بڑی خاطر منظور ہوتی تھی اور پھر جو لوگ دینی مشاغل میں مصروف ہوں ان کو تو آپ بڑی قدر اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 344، روایت نمبر 380)

مہمان نوازی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی اور جو لوگ جلسہ کے موقعہ پر قادیان آتے تھے،خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی، وہ آپ کی محبت و مہمان نوازی سے پورا پورا حصہ پاتے تھے اور آپ کو ان کے آرام اور آسائش کا از حد خیال رہتا تھا۔ آپ کی طبیعت میں تکلف بالکل نہیں تھا اور ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اس کی خدمت اور مہمان نوازی میں دلی خوشی پاتے تھے۔ اوائل زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آتا تو آپ ہمیشہ اسے ایک مسکراتے ہوئے چہرے سے

ملتے اور مصافحہ کرتے۔ خیریت پوچھتے۔ عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے۔سردیاں ہوتیں تو چائے وغیرہ تیار کروا کے لاتے۔ رہائش کی جگہ کا انتظام کرتے اور کھانے وغیرہ کے متعلق مہمان خانہ کے منتظمین کو خود بلا کر تاکید فرماتے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک پرانے رفیق نے جو دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت کے تھے، خاکسار مؤلف سے بیان کیا کہ میں جب شروع میں قادیان آیا تو اس وقت گرمی کا موسم تھا، حضرت مسیح موعودؑ حسب عادت نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ ملے اور مجھے خود اپنے ہاتھ سے شربت بنا کر دیا اور لنگر خانہ کے منتظم کو بلا کر خود میرے آرام کے بارہ میں تاکید فرمائی اور مجھے بھی بار بار فرمایا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔ پھر اس کے بعد جب میں سردیوں میں آیا اور نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں سونے کے لئے لیٹ گیا اور رات کا کافی حصہ گزر گیا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ جب میں اٹھ کر گیا اور دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ خود بنفسِ نفیس ایک ہاتھ میں لال ٹین لئے اور دوسرے میں ایک پیالا تھامے کھڑے تھے اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ”اس وقت کہیں سے دودھ آ گیا تھا۔ میں نے کہا آپ کو دے آؤں کہ شاید رات کودودھ پینے کی عادت ہو۔“ وہ دوست بیان کرتے ہیں کہ میں شرم سے کٹا جارہا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ اپنی جگہ معزرت فرمارہے تھے میں نے اس وقت اٹھا کر آپ کو تکلیف دی ہے۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے آپ کے جذبہ مہمان نوازی کا کس قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔“

(سلسلہ احمدیہ جلداوّل موٴلفہ مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے۔ صفحہ نمبر 44 - 45)

ہمدردی خلق اور وفاداری

حضرت مولوی عبدا کریم سیالکوٹی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

”میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اگر ہمارا کوئی دوست ہو اور اس کے متعلق ہمیں اطلاع ملے کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اسے اپنے مکان میں اٹھا لائیں اور پھر جب اسے ہوش آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ جائیں تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔“

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 381، روایت نمبر 421)

غریب پروری

’’قادیان کے قریب سٹھیالی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو قادیان سے قریباً 6 میل کے فاصلے پر ہو گا وہاں سے ایک جٹ فقیر آیا کرتا تھا۔۔۔

وہ مسجد مبارک کی چھت کے نیچے آکر کھڑکی کے پاس آواز لگایا کرتا تھا۔ جو بیت الفکر کی مغربی دیوار میں ہے۔ اس کی آواز یہ ہوتی تھی۔

’’غلام احمد! ایک روپیہ لینا ہے۔‘‘

یعنی اے غلام احمد (علیہ السلام)! روپیہ لینا ہے۔ اور وہاں بیٹھ جاتا۔ حضرت صاحب کسی کام میں بعض اوقات مصروف ہوتے اور آپ کی توجہ اس میں ہوتی اور آپ اس کی آواز کو نہ سن سکتے تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آواز لگاتا۔ اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتا اور کوئی اسے ٹوکتا تو اسے کہہ دیتا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں تو غلام احمد (علیہ السلام) سے مانگتا ہوں۔ حضرت اقدس کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اسے کچھ کہا ہے تو آپ نہ پسند فرماتے اور ہنستے ہوئے اس کو روپیہ دے دیا کرتے اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ سائل کوزیادہ دیر انتظار میں نہ رکھتے تھے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی انتظار میں تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا۔ حتیٰ کے وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے اتنے میں جو کھانا آیا تو حضور نے جو سارہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں اٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

’’آؤ میاں نظام دین ہم اندر بیٹھ کے کھانا کھائیں۔‘‘

یہ فرما کر حضور بیت کے ساتھ والی تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے کوٹھری کے

اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔''

(سیرت طیبہ صفحہ 188 از مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے۔)

جانوروں پر رحم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میاں یعنی خلیفہ المسیح الثانیؓ دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا کرتے میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے کہنے والے کے اخلاق پر بڑی روشنی پڑتی ہے''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 176، روایت نمبر 178)

حضرت خواجہ عبد الرحمان صاحبؓ متوطن کشمیر نے بیان کیا کہ:

''ایک دفعہ ایک بڑا موٹا کتا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں گھس آیا اور بچوں نے اسے دروازے بند کر کے مارنا چاہا۔ لیکن جب کتے نے شور مچایا تو حضرت صاحب کو بھی پتا لگ گیا اور آپ ہم پر ناراض ہوئے چنانچہ ہم نے دروازہ کھول کر کتے کو چھوڑ دیا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر 1 صفحہ 312 - 313 روایت نمبر 342)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ کو بھر پور طریق پر اپنانے کی توفیق عطا فرمائے کیوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اخلاق کانمونہ جو ہمارے لئے چھوڑا ہے اگر ہم ان پر عمل کریں گے تو ہم اپنے اس معاشرے کو جنت نظیر معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل آن لائن 2 ستمبر 2020ء)

(43)
حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ پیدائش

(حضرت مولانا عبدالرحیم دردؓ۔ مبلغ انگلستان)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے مبلغ انگلستان کا حسب ذیل مضمون اپنے ان الفاظ کے ساتھ اشاعت کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔

’’مکرمی مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے مبلغ لندن نے ایک مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر اور تاریخ پیدائش کی تعیین کے متعلق لندن سے ارسال فرمایا۔ مجھے درد صاحب نے اجازت دی ہے کہ اگر مناسب ہو تو مضمون میں تبدیلی کر لی جائے لیکن چونکہ مضمون بہت محنت اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور ایسے تحقیقی مضامین میں رائے کا اختلاف چنداں قابلِ لحاظ نہیں ہوتا اس لئے باوجود اس مضمون کے بعض حصص سے اختلاف رکھنے کے میں اسے بغیر کسی تبدیلی کے آپ کی خدمت میں بغرض اشاعت ارسال کرتا ہوں‘‘

ذیل میں مذکورہ بالا مضمون شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

الفضل مورخہ 11 جون 1933ء اور 18 جون 1933ء میں سید احمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق بہت مفید حوالے جمع کئے ہیں اور مکرمی مولوی اللہ دتا صاحب (ابوالعطاء جالندھری۔ ناقل) نے اپنی کتاب تفہیماتِ ربّانیہ میں صفحہ 100 سے 112 تک آپ کی عمر کے متعلق عالمانہ بحث کی ہے لیکن دونوں صاحبوں نے ’’اہلحدیث‘‘ مجریہ 26 مئی 1933ء اور مولوی صاحب نے عشرۂ کاملہ کا جواب دیا ہے۔ میرے نزدیک آپ کی عمر کا سوال ایسا ہے کہ اسے مستقل حیثیت سے فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

عمر کے متعلق الہامات

الہام ثَمَانِیْنَ حَوْلاً اَوْ قَرِیْباً مِنْ ذَالِكَ اَوْ تَزِیْدُ عَلَیْهِ سِنِیْنًا وَ تَرٰی نَسْلاً بَعِیْداً (اربعین نمبر 3 طبع دوم صفحہ 36 اور ضمیمہ تحفہ گولڑویہ طبع دوم صفحہ 29) اور الہام وَ تَرٰی نَسْلاً بَعِیْداً وَلَنُحْیِیَنَّكَ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ثَمَانِیْنَ حَوْلاً اَوْ قَرِیْباً مِنْ ذَالِكَ (ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول صفحہ 634 اور 635) کا مطلب حضرت مسیح موعودؑ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔

''جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو 74 اور 86 کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 97)

پس اگر آپ کی عمر شمسی یا قمری حساب سے اس کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو یہ الہامات پورے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کی پیدائش 1822ء اور 1836ء کے اندر ثابت ہو جائے تو کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

تاریخ پیدائش کا تعیّن

یقینا ہماری طرف سے جو کچھ اس بارے میں لکھا گیا ہے اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے الہامات پورے ہو گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا تعین ایک بالکل الگ سوال ہے۔ اس لئے دیکھنا چاہئے کہ ان الہامی حدود کے اندر اندر بحیثیت مجموعی آپ کی تاریخ پیدائش کہاں تک معین کی جا سکتی ہے۔

تاریخ پیدائش کے فیصلہ کا طریق

یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہ تھی کیونکہ حضور فرماتے ہیں۔

''عمر کا اصل اندازہ تو خداتعالیٰ کو معلوم ہے''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 193)

اسی طرح غالباً ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی یادداشت نہیں کیونکہ اس زمانہ میں بچوں کی عمر کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا۔ ایسی صورت اصل تاریخ پیدائش کا فیصلہ دو ہی طرح ہو سکتا ہے۔ یا تو کسی کے پاس کوئی ایسی مستند تحریر مل جائے جس میں تاریخ پرانے زمانہ کی لکھی ہوئی ہو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مخالفین کی تحریرات پر یکجائی نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ زیادہ میلان کس سن کی طرف ہے۔

قابلِ غور امور

پیشتر اس کے کہ مختلف تحریرات پر اس طرح نظر ڈالی جائے دو تین امور قابل غور ہیں اور وہ یہ کہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر سے مجھے (سید احمد علی صاحب نے انجام آتھم حاشیہ صفحہ 7 کا بھی حوالہ دیا ہے جو اس طرح ہے۔ ''آتھم کی عمر قریباً میرے برابر تھی۔'' پھر اس کتاب کے صفحہ 206 پر فرمایا ''کمثل کان فی عمروھن'' دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب 64 سال کے (اعجاز احمدی صفحہ 3) یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ آتھم 27 جولائی 1896ء کو مرا تھا۔ (انجام آتھم صفحہ 1) اس لئے آپ کی عمر 76 سال ہوئی درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس رنگ میں اپنی عمر آتھم کے برابر ظاہر کی ہے وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک حوالہ کو لے کر نتیجہ نکال لیا جائے۔ آتھم کے مقابلہ میں جس امر پر آپ زور دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ''ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں مؤثر ہے'' (اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مورخہ 20 ستمبر 1894ء) پھر فرماتے ہیں ''ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں۔'' (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ) عمر کے متعلق جو وضاحت فرمائی ہے وہ اس طرح ہے۔

''اگر آتھم صاحب 64 برس کے ہیں تو عاجز قریباً 60 برس کا ہے۔''

(اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مورخہ 20 ستمبر 1894ء)

پھر فرماتے ہیں کہ: ''اور بار بار کہتے ہیں (آتھم صاحب) کہ میری عمر قریب 64 یا 68 برس کی ہے۔۔۔۔۔ دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے۔''

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

پھر فرماتے ہیں: ''آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستر برس کی میری عمر ہے اور پہلے آپ اس سے اسی سال کے کسی پرچہ ''نور افشاں'' میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر 64 برس کے قریب ہے۔ پس میں متعجب ہوں کہ اس ذکر سے کیا فائدہ۔ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شاید میں فوت نہ ہو جاؤں۔ مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادۂ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ اگر آپ 64 برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً 60 کے ہو چکی''

(اشتہاری انعام تین ہزار روپیہ مورخہ 5 اکتوبر 1894ء)

پس ان واضح تحریروں کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر آتھم کے بالکل برابر نہیں قرار دی جا سکتی۔ بلکہ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

’’بہتیرے سو سو برس زندہ رہتے ہیں۔ مگر عبداللہ آتھم کی جیسا کہ نور افشاں میں لکھا گیا ہے صرف اب تک 64 برس کی عمر ہے۔ جو میری عمر سے صرف چھ سات برس ہی زیادہ ہے۔ ہاں اگر مسیح کی قدرت پر اب بھروسہ نہیں رہا۔۔۔۔۔ مرنے کا قانون قدرت ہر یک کے لئے مساوی ہے۔ جیسا آتھم صاحب اس کے نیچے ہیں۔ ہم بھی اس سے باہر نہیں اور جیسا کہ اس عالم کون و فساد کے اسباب ان کی زندگی پر اثر کر رہے ہیں۔ ویسا ہی ہماری زندگی پر بھی مؤثر ہیں‘‘

(انوار الاسلام حاشیہ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 37 - 38)

پس میں سمجھتا ہوں کہ آتھم کے مقابلہ میں جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے وہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک موٹا اندازہ ہے۔ اصل غرض آپ کی عمر کا تعین نہیں بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ زندہ رکھنا ار مارنا خدا کے اختیار میں ہے۔ اور قانون قدرت کے اثر کے لحاظ سے دونوں کی عمروں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

دوسرا امر جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مقامات پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ ’’جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خداتعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا۔‘‘ (تریاق القلوب صفحہ 68 و براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 105 اور آئینہ کمالات اسلام صفحہ 548) لیکن جہاں تک مجھے علم ہے آپ نے یہ کہیں فرمایا۔ ’’سب سے پہلا الہام قریباً 25 برس سے ہو چکا ہے۔‘‘ یہ اندازہ لگانا کہ چونکہ اربعین 1900ء میں تالیف ہوئی۔ اس لئے آپ کی پیدائش 1825ء میں ثابت ہوئی۔ درست نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ ثمانین حولاً والا الہام سب سے پہلا الہام ہے اور نہ یہ کہ سب سے پہلا الہام چالیس برس کی عمر میں ہوا۔

تیسرا امر یہ ہے کہ ایک کتاب کی کسی عبارت کو اس کتاب کی تاریخ اشاعت سے ملا کر نتیجہ نکالتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ عبارت کے لکھے جانے کی تاریخ اور کتاب کی تاریخ اشاعت میں بہت بڑا فرق ممکن ہے۔ مثلاً نزول المسیح اگست 1909ء میں شائع ہوئی ہے لیکن اس کا صفحہ 117۔ اگست 1902ء میں لکھا گیا۔ جیسا کہ اس صفحہ پر لکھا ہے۔ ’’آج تک جو 10 اگست 1902ء ہے۔‘‘ البتہ اشتہارات اور ماہواری رسائل کی صورت اور ہے۔ ان کی تاریخ اشاعت پر نتیجہ نکالنے میں غلطی کا کم احتمال ہے۔ حقیقۃ الوحی ایک

ضخیم کتاب ہے۔ اس کے صفحہ 201 پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ’’میری عمر اس وقت 68 سال کی ہے۔‘‘ یہاں ظاہر ہے کہ لفظ ’’اس وقت‘‘ سے کتاب کی تاریخ اشاعت فرض کرنا نہایت غلط ہو گا۔ کیونکہ اشاعت کی تاریخ 15 مئی 1907ء کتاب پر لکھی ہوئی ہے۔

چوتھی بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر شمسی حساب مدنظر رکھتے تھے۔ یا قمری۔ سو اس کے متعلق جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ عام طور پر آپ کا طریق اپنی تصانیف، اشتہارات اور خطوط میں ملک کے رواج کے مطابق شمسی حساب اور تاریخ کا شمار تھا۔ گو قمری سن بھی کہیں کہیں درج کیا گیا ہے۔ مگر کثرت سے عموماً شمسی طریق کو ہی آپ مدنظر رکھتے تھے۔ اس لئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کا اندازہ بیان فرمایا ہے وہاں شمسی سال ہی مراد لئے جائیں گے۔ قمری نہیں۔ خواہ کہیں کہیں قمری سن بھی آپ نے بیان فرما دیا ہو۔

1833ء

اب دیکھنا چاہئے کہ بحیثیت مجموعی آپ کی تاریخ پیدائش کہاں تک معین کی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

’’جب میری عمر 40 برس تک پہنچی تو خداتعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا‘‘

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ’’ٹھیک 1290ھ میں خداتعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ 199)

گویا کہ 1290ھ میں آپ کی عمر چالیس برس ہو چکی تھی۔ آپ کی وفات 1326ھ میں ہوئی۔ گویا قمری حساب سے پورے 36برس آپ شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے ممتاز رہے۔ شمسی حساب سے 35 سال۔ اس طرح آپ کی تاریخ پیدائش 1833ء ثابت ہوئی۔

1835ء

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 97 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’میری عمر 70 برس کے قریب ہے۔‘‘

یہ کتاب اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ 1905ء میں لکھی گئی (سیّد احمد علی صاحب نے جو حوالہ اس

ضمن میں دیا ہے وہ درست نہیں۔ گو دوسرے مقامات سے یہ ثابت ہے) اس لئے آپ کی تاریخ پیدائش 1835ء معلوم ہوئی۔

ریویو بابت نومبر دسمبر 1903ء صفحہ 479 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”میری عمر 70 سال کے قریب ہے۔ حالانکہ ڈوئی صرف 55 سال کی عمر کا ہے۔“

اسی طرح تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 71 پر فرماتے ہیں۔ ”میری طرف سے 23 اگست 1903ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں 70 برس کے قریب ہوں۔ اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ پچاس برس کا جوان ہے۔“

ان دونوں حوالوں سے نتیجہ نکالتے وقت ایک تیسرا حوالہ بھی جو اسی کے متعلق ہے مگر کچھ پہلے کا ہے مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے۔ ”میری عمر غالباً 66 سال سے بھی کچھ زیادہ ہے۔“ (ریویو اردو ستمبر 1903ء صفحہ 346) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”66 سال سے کچھ زیادہ۔“ اگر اس وقت آپ کی عمر 67 سال سمجھی جائے تو تاریخ پیدائش 1835 بنی۔

1834ء

کتاب البریہ سے جو عبارت سیرۃ المہدی حصہ اول میں نقل کی گئی ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر چالیس برس کے قریب تھی۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ سلسلۂ مکالمات الٰہیہ کے شرف کے وقت آپ نے اپنی عمر متعدد مقامات پر چالیس برس بیان فرمائی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ آپ کے والد ماجد کی وفات کب ہوئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی تصنیف سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 150 پر آپ کے والد بزرگوار کے انتقال کو 1876ء میں قرار دیا ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر فیصلہ کن ہے اور وہ یہ ہے کہ نزول المسیح صفحہ 117 - 118 پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ”آج تک جو دس اگست 1902ء ہے۔مرزا صاحب مرحوم کے انتقال کو 28 برس ہو چکے ہیں۔“ گویا کہ یہ واقعہ 1874ء کا ہے۔ اس میں سے 40 نکالیں تو تاریخ پیدائش 1834ء ثابت ہوتی ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر یکجائی نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش 1836ء سے پہلے پہلے کی ہے اس کے بعد یا 1839ء کسی صورت میں بھی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تاریخی شہادتیں

کتاب البریہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ”میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خداتعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔ اسی طرح آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ صفحہ 543 - 544 پر بھی آپ یہی فرماتے ہیں۔ ”سو اس کے متعلق تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ 1818ء کے قریب راجہ رنجیت سنگھ نے رام گڑھیوں کو زیر کر کے ان کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ یعنی قادیان رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گیا تھا۔“ (سیرت المھدی حصہ اول صفحہ 110) اور پنجاب چیفس میں لکھا ہے کہ ”رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا۔ غلام مرتضےٰ کو قادیان واپس بلا لیا اور اس کی جدی جاگیر کا ایک معقول حصہ اسے واپس کر دیا۔ اس پر غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گیا۔ اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں“ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کشمیر کی فتح کے وقت رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل تھے۔ کشمیر 1819ء میں فتح ہوا۔ اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ گو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم قادیان میں واپس آ گئے تھے مگر قادیان کے ارد گرد کے گاؤں ابھی تک نہیں ملے تھے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے۔ اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے 5 گاؤں واپس ملے۔ کیونکہ اسی عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنا لی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے اور لاہور سے لے کر پشاور تک اور دوسری طرف لدھیانہ تک اس کی ملک داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔“

(کتاب البریہ)

پشاور 1823ء میں رنجیت سنگھ کے ماتحت آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مصائب کا سلسلہ گو ختم ہو گیا تھا مگر ابھی فراخی نہیں شروع ہوئی تھی۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کو اکثر فوجی خدمات پر باہر رہنا پڑتا ہو گا اور گھر کا گزارہ تنگی ترشی میں ہوتا ہو گا۔ حتّٰی کہ غالباً 1833ء کے قریب انہوں نے

کشمیر جانے کا ارادہ کیا جس کی طرف آئینہ کمالات اسلام حصہ عربی صفحہ 543 میں اشارہ کیا گیا ہے اور غالباً 1833ء - 1834ء میں رنجیت سنگھ نے اپنے مرنے سے 5 سال پہلے قادیان کے ارد گرد کے 5 گاؤں ان کی جدی جاگیر کے انہیں واپس کر دیئے۔ اس وقت تک وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں نمایاں خدمات بھی کر چکے تھے اور ان کا حق بھی ایک طرح دوبارہ قائم ہو گیا تھا۔ پس اس حساب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش 1833ء - 1834ء کے قریب ماننی پڑے گی۔

مخالفین کی شہادت

اب دیکھنا چاہیئے کہ آپ کے مخالفین آپ کی عمر کے متعلق کیا کچھ کہتے ہیں۔ لیکھرام کا جو حوالہ سیّد احمد علی صاحب نے درج کیا ہے اس کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش 1836ء اور 1833ء پیدائش کے سن نکلتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک ان سے بڑھ کر جس مخالف کو علم ہونا چاہیئے وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جن کو بچپن سے ہی آپ سے ملنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ ان کے اشاعت السنہ 1893ء کے حوالہ سے آپ کی پیدائش 1830ء کے قریب بنتی ہے۔

صحیح سن ولادت

غرض 1836ء انتہائی حد ہے۔ اس کے بعد کا کوئی سن ولادت تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ بحیثیت مجموعی زیادہ تر میلان 1833ء اور 1834ء کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ شرف مکالمہ مخاطبہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ معین ہیں۔ اور یہ واقعی ایک اہم واقعہ ہے جس پر تاریخ پیدائش کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ 1290ھجری ایک معین تاریخ ہے اور اس حساب سے 1833ء کی پیدائش ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا اہم واقعہ آپ کے والد ماجد کے انتقال کا ہے۔ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت کے متعلق جو رائے ہو وہ بھی زیادہ وزن دار سمجھنی چاہیئے۔ سو اس کے متعلق آپ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ والد ماجد کی وفات کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی اور اپنے والد صاحب کی وفات 1874ء میں معین فرما دی۔ خلاصہ میرے نزدیک یہ نکلا کہ 1833ء - 1834ء صحیح سنِ ولادت قرار دیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(اخبار الفضل قادیان 3 ستمبر 1933ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن 1 ستمبر 2020ء)

(44)
حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ پیدائش معیّن ہو گئی

حضرت مرزا بشیر احمدؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ پیدائش معیّن ہو گئی

14 شوال 1250 ہجری مطابق 13 فروری 1835ء بروز جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش اور عُمر بوقت وفات کا سوال ایک عرصے سے زیرِ غور چلا آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور کی تاریخ پیدائش معین صورت میں محفوظ نہیں ہے۔ اور آپ کی عُمر کا صحیح اندازہ معلوم نہیں۔ کیونکہ آپ کی پیدائش سکھوں کی حکومت کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ جبکہ پیدائشوں کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔ البتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض ایسے امور بیان فرمائے ہیں جن سے ایک حد تک آپ کی عُمر کی تعیین کی جاتی رہی ہے۔ ان اندازوں میں سے بعض اندازوں کے لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال 1840ء بنتا ہے اور بعض کے لحاظ سے 1831ء تک پہنچتا ہے اور اسی لئے یہ سوال ابھی تک زیر بحث چلا آیا ہے کہ صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے۔

میں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے اور اپنے اندازوں کو سیرۃ المہدی کے مختلف حصّوں میں بیان کیا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ گو مجھے یہ خیال غالب رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا سال 1836 عیسوی یا اس کے قریب قریب ہے مگر ابھی تک کوئی معین تاریخ معلوم نہیں کی جاسکی تھی۔ لیکن اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں جن سے یقینی طور پر معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے جو بروز جمعہ 14 شوال 1250 ہجری مطابق 13 فروری 1835 عیسوی مطابق یکم پھاگن 1891 بکرمی ہے۔ اس تعیین کی وجوہ یہ ہیں:

(1) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام نے تعیین اور تصریح کے ساتھ لکھا ہے جس میں کسی غلطی یا غلط فہمی کی گنجائش نہیں کہ میری پیدائش جُمعہ کے دن چاند کی چودھویں تاریخ کو ہوئی تھی۔

(2) ایک زبانی روایت کے ذریعہ جو مجھے مکرمی مفتی محمد صادق صاحب کے واسطہ سے پہنچی ہے اور جو مفتی

صاحب موصوف نے اپنے پاس لکھ کر محفوظ کی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ہندی مہینوں کے لحاظ سے میری پیدائش پھاگن کے مہینہ میں ہوئی تھی۔

(3) مندرجہ بالا تاریخ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام کے دوسرے متعدد بیانات سے بھی قریب ترین مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ ٹھیک 1290ھ میں شرفِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے تھے۔ اور اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔وغیرہ وغیرہ۔

میں نے گزشتہ جنتریوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور دوسروں سے بھی کرایا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ پھاگن کے مہینے میں جمعہ کا دن اور چاند کی چودھویں تاریخ کِس کِس سن میں اکھٹے ہوئے ہیں۔ اس تحقیق سے یہی ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش 14 شوال 1250 ہجری بمطابق 13 فروری 1835 عیسوی ہے۔ جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگا:

تاریخ معہ سن عیسوی	تاریخ چاند معہ سن ہجری	دن	تاریخ ہندی مہینہ معہ سن بکرمی
4 فروری 1831ء	20 شعبان 1246ھ	جمعہ	7 پھاگن 1887 بکرم
17 فروری 1832ء	14 رمضان 1247ھ	جمعہ	یکم پھاگن 1888 بکرم
8 فروری 1833ء	17 رمضان 1248ھ	جمعہ	4 پھاگن 1889 بکرم
28 فروری 1834ء	18 شوال 1249ھ	جمعہ	5 پھاگن 1890 بکرم
13 فروری 1835ء	14 شوال 1250ھ	جمعہ	یکم پھاگن 1891 بکرم
5 فروری 1836ء	17 شوال 1251ھ	جمعہ	3 پھاگن 1892 بکرم
24 فروری 1837ء	18 ذیقعدہ 1252ھ	جمعہ	4 پھاگن 1893 بکرم
9 فروری 1838ء	20 ذیقعدہ 1253ھ	جمعہ	7 پھاگن 1894 بکرم
یکم فروری 1839ء	15 ذیقعدہ 1254ھ	جمعہ	3 پھاگن 1895 بکرم
21 فروری 1840ء	16 ذی الحج 1255ھ	جمعہ	4 پھاگن 1896 بکرم

اس نقشہ کی رو سے 1832 عیسوی کی تاریخ بھی درست سمجھی جاسکتی ہے۔ مگر دوسرے قرائن سے جن میں سے بعض اوپر بیان ہوچکے ہیں اور بعض آگے بیان کئے جائیں گے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش 1835 عیسوی میں ہوئی تھی۔ پس 13 فروری 1835ء بمطابق 14 شوال 1250 ہجری بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے اور اس حساب کی رو سے وفات کے وقت جو 24 ربیع الثانی 1326 ہجری میں ہوئی آپ کی عمر پورے 75 سال 6 ماہ اور دس دن کی بنتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی تاریخ معین طور پر معلوم ہو گئی ہے۔ ہمارے احباب اپنی تحریر وتقریر میں ہمیشہ اس تاریخ کو بیان کیا کریں گے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کے متعلق کوئی ابہام اور اشتباہ کی صورت نہ رہے اور ہم لوگ اس بارہ میں ایک معین بنیاد پر قائم ہوجائیں۔

اس نوٹ کے ختم کرنے سے قبل یہ بھی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک الہام الٰہی میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کی عمر 80 سال یا اس ے پانچ یا چار کم یا پانچ یا چار زیادہ ہو گی۔ اگر اس الہام کے لفظی معنی لئے جائیں تو آپ کی عمر پچھتر، چھہتر یا اسّی یا چوراسی، پچاسی سال کی ہونی چاہیئے بلکہ اگراس الہام کے معنے کرنے میں زیادہ لفظی پابندی اختیار کی جائے تو آپ کی عمر پورے ساڑھے پچھتر سال یا اسّی یا ساڑھے چوراسی سال کی ہونی چاہیئے اور یہ ایک عجیب قدرت نمائی ہے کہ مندرجہ بالا تحقیق کی رو سے آپ کی عمر پورے ساڑھے پچھتر سال کی بنتی ہے۔

اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل نوٹ ہے کہ ایک دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام اپنی پیدائش کے متعلق بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر ہزار ششم میں سے ابھی گیارہ سال باقی رہتے تھے کہ میری ولادت ہوئی اور اسی جگہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ابجد کے حساب کے مطابق سورۃ والعصر کے اعداد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ نکلتا ہے۔ جو شمار کے لحاظ سے 4739 سال بنتا ہے۔ یہ زمانہ اصولاً ہجرت تک شمار ہونا چاہیئے کیونکہ ہجرت سے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اب اگر یہ حساب نکالا جائے تو اس کی رُو سے بھی آپ کی پیدائش کا سال 1250ھ بنتا ہے۔ کیونکہ 6000 میں سے 11 نکالنے سے 5989 رہتے ہیں۔ اور 5989 میں سے 4739 منہا کرنے سے 1250 بنتے ہیں۔ گویا اس جہت سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے متعلق مندرجہ بالا حساب صحیح قرار پاتا ہے۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذالك

(روزنامہ الفضل آن لائن 15 دسمبر 2020ء)

(45)
حضرت سلطان القلمؑ

(مرزا فضل احمد)

جیسا کہ پیشگوئی تھی کہ جب حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوں گے تو وہ اس قدر مال لوٹائیں گے کہ لوگ اسے لینے سے ہی منکر ہو جائیں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مبعوث ہو کر وہ روحانی خزائن لٹائے کہ جن کی نظیر لانا جوئے شیر لانے سے بھی مشکل کام ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خداتعالیٰ سے الہام پا کر جب ماموریِ زمانہ ہونے کا اعلان فرمایا تو اس کے ساتھ ہی آپ نے قلم کے جہاد کا اعلان بھی فرمایا اور روحانی خزائن بانٹنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

چنانچہ آپ نے ہزاروں سال سے مدفون خزائن جب دنیاکے سامنے پیش کرنے شروع کئے تو ایک دنیا کی آنکھ حیرت و استعجاب سے خیرہ ہو گئی اور لکھنے والوں نے لکھا:

''جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔۔۔ اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔''

خداتعالیٰ نے آپ کو ''سلطان القلم'' کے گراں بہا خطاب سے نوازا اور آپ کے قلم کو ''ذوالفقارِ علی'' فرمایا۔ آپ کے قلم نے خدائی تائید سے ایسے جلوے دکھائے اور ایسا لٹریچر معرضِ وجود میں آیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ اس لٹریچر کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ......وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے، اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے،دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا،زمین

پر اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا۔‘‘

(ازالہ ءاوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

آپ نے یہ روحانی خزائن اس کثرت سے تقسیم کئے کہ دنیائے مذاہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپ کی کتب جو ’’روحانی خزائن‘‘ کے نام سے شائع شدہ ہیں، کی تعداد 90 کے قریب پہنچتی ہے۔ آپ کے ملفوظات، مکتوبات اور مجموعہ ہائے اشتہارات اس پر مستزاد ہیں۔ علومِ روحانی سے مالامال ان خزائن کا جو بھی مطالعہ کرے گا، وہ اس بات کی گواہی دے گا جو مولانا ابوالکلام آزاد نے دی کہ:

’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو،جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا......جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔‘‘

یہ بہت بڑی شخصیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ، مسیح موعودؑ کی ذات بابرکات تھی۔ آپ نے تحریر، تقریر، خطبات، اشتہارات اور مکتوبات کے ذریعہ روحانی مائدہ تقسیم فرمایا۔ آپ کے جملہ روحانی خزائن کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

روحانی خزائن

آپؑ نے اسلام کی حقانیت وصداقت اور آنحضورﷺ کی سچائی اور عظمت کے اظہار کیلئے 80 سے زائد کتب تحریر فرمائیں۔ یہ کتب علوم کا خزانہ ہیں جن میں قرآن کی تفسیر سے لیکر موجودہ زمانہ کے مسائل اور ان کے حل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آپ کی یہ کتب23 جلدوں میں شائع شدہ ہیں اور ’’روحانی خزائن‘‘ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ کتب اردو،عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں قریباً 66 کتب اردو زبان میں ہیں۔

ملفوظات

ملفوظات سے مراد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا وہ پاکیزہ اور پر معارف کلام ہے جو حضورؑ نے اپنی مقدس مجالس میں یا جلسہ سالانہ کے اجتماعات میں اپنے اصحاب کے تزکیۂ نفس، ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت اور قیامِ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمایا۔ یہ ملفوظات اردو میں ہیں اور ’’ملفوظات‘‘ کے نام سے 10جلدوں میں شائع شدہ ہیں۔

مکتوباتِ احمد

مکتوباتِ احمد سے مراد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے وہ خطوط ہیں جو آپ نے مختلف وقتوں میں حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف بغرض تبلیغ یا ان کے سوالات کا جواب دینے کی خاطر لکھے۔ یہ مکتوبات بھی اپنے اندر علم کی اک دنیا سمیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کے یہ مکتوبات 3جلدوں میں شائع شدہ موجود ہیں۔

مجموعہ اشتہارات

آپ نے جب دعویٰ فرمایا تو اس وقت اپنی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کیلئے اشتہارات شائع کرنانہایت مفید سمجھا جاتا تھا چنانچہ آپ نے بھی اس طریقہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی حقانیت اور آنحضرتﷺ کی صداقت کے اثبات میں اشتہارات شائع کیے۔ 1878ء سے آپ نے یہ اشتہارات شائع کرنےشروع کئے اور یہ سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ آپ کے یہ اشتہارات حُجج قاطعہ، براہینِ نیرہ اور زندہ خدا کے زندہ کلام سے پر ہیں اور اس روحانی اسلحہ کا اہم حصہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کو دین حق کے غلبہ کیلئے عطا فرمائے تھے۔ آپ کے یہ اشتہارات تین جلدوں میں شائع شدہ موجود ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہوجائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں۔“

تفسیر قرآن حضرت مسیح موعودؑ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑنے تمام مذاہب والوں پر حقانیتِ اسلام ثابت کرنے کی غرض سے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں۔ ان کتب میں آپ نے قرآنی تعلیمات کو بطور ثبوت بیان فرمایا اور قرآنی آیات کی خوبصورت، پرمعارف اور دلنشین تفسیر فرمائی۔ آپؑ نے اپنی تصانیف میں جہاں بھی قرآن کی آیات کی توضیح فرمائی ہے، ان سب کو یکجا کرکے ”تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام“ کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر پہلے دس جلدوں میں تھی اوراب چار جلدوں میں شائع شدہ ہے۔

فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ

رسول اللہ ﷺ نے آنے والے مسیح کیلئے یہ بات بھی بیان فرمائی تھی کہ وہ ''حکم و عدل'' ہو گا یعنی انصاف کے ساتھ متنازعہ امور کا فیصلہ کرے گا۔ آپ نے یہ کام بھی بطریق احسن انجام دیا۔ آپ نے بہت سے معاملات میں امت مسلمہ اور جماعت احمدیہ کی راہنمائی فرمائی اور اپنے وقیع اور قیمتی فتاویٰ سے نوازا۔ یہ فتاویٰ سلسلہ کے لٹریچر میں بکھرے ہوئے قیمتی موتی تھے جنہیں یکجا کر کے ''فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

تذکرہ

آپؑ نے نبوت کی تعریف یہ بھی بیان فرمائی کہ خداتعالیٰ نبی کو کثرتِ مکالمہ و مخاطبہ سے نوازتا ہے۔ آپ کو بھی یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا اور کشوف و رؤیا سے نوازا۔ اس وحی مقدس اور رؤیا و کشوف کو یکجا کرکے ''تذکرہ'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

عربی بول چال

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شدید خواہش تھی کہ احبابِ جماعت عربی زبان سیکھیں۔ چنانچہ اس خواہش کی تکمیل کیلئے آپؑ نے جو کوششیں فرمائیں، ان کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے۔ یہ کتاب ان عربی فقرات اور ان کے ترجمہ پر مشتمل ہے جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس لئے مرتب کئے تا جماعت کے لوگ انہیں یاد کریں۔ یہ مضمون ابتدائی طور پر رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا اور بعد ازاں اسے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق

حضرت اقدس مسیح موعود کو نثر کے ساتھ شعر پر بھی یکساں دسترس حاصل تھی اور آپ نے اپنی کتب میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف، آنحضور ﷺ کی مدح سرائی اور اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کثرت کے ساتھ اشعار سے کام لیا ہے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

یعنی شعر و شاعری سے ہمارا مقصد و مدعا صرف اس قدر ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ آپ نے اپنی کتب میں جہاں جہاں اشعار لکھے ہیں، ان اشعار کو یکجا کرکے شائع کیا گیا ہے۔

درثمین اردو

درثمین اردو آپ کے اردو اشعار کا مجموعہ ہے۔ آپ کا یہ کلام سنجیدہ علمی و ادبی حلقوں میں نہایت وقیع اور پر معارف مانا گیا ہے جسے پڑھ کر انسان پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

درثمین فارسی

درثمین فارسی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا فارسی منظوم کلام ہے۔ آپ کا فارسی منظوم کلام بھی انتہائی پر معارف، دل نشین اور وجد آور ہے۔ آپ کے فارسی منظوم کلام کا اردو ترجمہ بھی شائع شدہ ہے۔ یہ ترجمہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے کیا ہے۔

القصائد الاحمدیہ

عام طور پر قصائد الاحمدیہ کے نام سے معروف، حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منظوم عربی کلام کا مجموعہ ان قصائد پر مشتمل ہے جو حضور نے اپنی اردو اور عربی تصانیف میں جا بجا رقم فرمائے ہیں۔ ان قصائد کا اصل موضوع رسول عربی حضرت محمدﷺ کی ذات سے آپ کے بے مثال عشق و محبت کا اظہار ہے۔ حضور کا یہ کلام فصاحت و بلاغت، پاکیزگیٔ افکار اور خالص عربی اسلوب کے لحاظ سے ایک بے مثل شاہکار ہے اور اسلامی عربی لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ۔ آنحضورﷺ کی مدح میں آپ کا مشہور قصیدہ "يَا عَينَ فَيضِ الله" بھی اسی کتاب کا حصہ ہے۔

آپ نے کبھی کسی دینی مدرسہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی کسی شاعر سے اصلاح لی۔ لیکن جب بھی آپ کو اپنے جذبات کی ترجمانی کی ضرورت پیش آئی، آپ نے اپنے خداداد علم سے اردو، فارسی اور عربی میں بلا تکلف اور بلا تصنع طویل قصائد اور نظمیں تحریر فرمائیں جو ادب کی بلندیوں کو چھوتی ہیں۔ آپ کا یہ کلام رہتی دنیا تک آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک زندہ نشان ہے۔

دُرِ مکنون

دُرِ مکنون المعروف ’’کلامِ احمد‘‘ حضرت اقدس مسیح موعود کا دعویٰ سے قبل کا پرمعارف منظوم کلام ہے جو شائع شدہ ہے۔ دعویٰ سے قبل آپ اپنے کلام میں تخلص کا استعمال بھی فرماتے تھے۔ آپ کا تخلص ’’فرخ‘‘ تھا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 8 ستمبر 2020ء)

(46)
حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

(مرزا دانیال احمد)

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کرکے پھر اس کو گرانے میں کبھی پہل نہ کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے گو آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آکر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہوگئے اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کرلیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زور دار مضامین بھی لکھے مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہوجانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

قَطَعْتَ وُدَاداً قَدْ غَرَسْنَاہٗ فِی الصَّبَا
وَلَیْسَ فَوَادِیْ فِی الْوَدَادِ یُقَصِّرُ

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے۔

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقۃً بے نظیر جذبات کا حامل تھا۔ چنانچہ آپؑ کے مقرب حواری حضرت مولوی عبدالکریم صاحب روایت کرتے ہیں کہ

’’حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا۔میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کردے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلاخوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں

گے۔فرمایا۔عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کردینا چاہیے اور دوستوں کی طرف سے کسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہیے۔

اس روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہوتو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تا کہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنی تصنیف ''سیرت حضرت مسیح موعود'' میں لکھتے ہیں۔

''ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے وہ ایسا مضمون تھا کہ اس خداداد فصاحت وبلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہورہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب کا رنگ فق ہوگیا۔ کیونکہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعود کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہوجاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جائے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان آئیں وہ حتی الوسع آپؑ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس طرح آپؑ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 589 تا 592)

(روزنامہ الفضل آن لائن 9 ستمبر 2020ء)

(47)
سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی دعوی سے پہلی پاکیزہ زندگی کی چند جھلکیاں

(عبد القدیر قمر)

دوستو، عزیزو، دانشورو، ادیبو اور مفکرو۔ جب ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا تو وہ سب لوگ جو پہلے آپ کو صادق وامین کہتے تھے آپ کو مختلف ناموں سے پکارنے لگے۔ اس پر اللہ تعالی نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ انہیں کہہ دے۔

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ

(یونس: 17)

میں نے تمہارے اندر عمر کا ایک حصہ گذارا ہے۔ کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے۔

مولانا محمود الحسن صاحب کے ترجمۃ القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

آخر میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میرا صدق وعفاف ،امانت ودیانت وغیرہ اخلاق حسنہ تم میں ضرب المثل ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذاللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افتراء کرنے لگے۔

فروری 1835ء کا دن وہ تاریخی اور یادگار دن ہے جس دن سورہ جمعہ میں واقعہ پیش گوئی۔۔۔ وَآخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ۔۔۔ جس کی شرح سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر یوں فرمائی کہ جب ایمان ثریا ستارے پر پہنچ جائے گا تو اس کی نسل میں سے ایک یا ایک سے زائد افراد اسے واپس لائیں گے۔اسی فرد کو بزرگان امت نے۔۔۔۔ نسخۃ منسخۃ منہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس قرار دیا ہے۔[الخیر الکثیر صفحہ 72] نیز ان باطنہ باطن محمد کہ اس کا باطن محمد کا باطن ہے [فصوص الحکم صفحہ 51 - 53] کے مطابق وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا۔ جس کے ہاتھوں

میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کے ذریعے لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے مطابق تمام دوسرے ادیان پر غلبہء اسلام مقدر تھا۔ میری مراد سیدنا و امامنا و مرشدنا حضرت مرزاغلام احمد قادیانی علیہ الصلاۃ والسلام کے وجود باجود سے ہے۔جنہیں اللہ تعالی نےاپنے ہاتھوں پروان چڑھایا، خود تربیت کی اور محض اپنے فضل و کرم سے صراط مستقیم پر گامزن کیا۔

پاکیزہ بچپن

سیدنا حضرت مسیح معودعلیہ السلام کے بچپن کےحالات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں توہمیں معلوم ہوتاہے کہ آپ کا بچپن انتہای مقدس، معصوم، پاکیزہ، اور مطہر تھا۔ ایام طفولیت سے ہی آپ کی طبیعت دینی امور کی طرف راغب تھی۔ بچپن میں ہی ساتھیوں سے کہا کرتے کہ دعا کریں خدا نماز نصیب کرے۔ آپ کے ایک استاد مولوی گل علی شاہ صاحب سکنہ بٹالہ آپ کے بچپن کے بارہ میں بتاتے ہیں

مرزا صاحب مطالعہ میں ہی مصروف رہتے اور بچوں کے ساتھ کھلنے کودنے کا آپ کو کوئی شوق نہ تھا۔ ان ایام میں عام طورپر کشتی، کبڈی اور مگدراورموگری اٹھانے کے کھیل مروج تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بٹیربازی،مرغ بازی بھی کثرت سے تھی مگر مرزا صاحب بالطبع ان کھیلوں سے متنفر۔ اور کوئی شخص بیان نہیں کرتا کہ اس نے کبھی ان لڑکوں میں کھیلتے ہوئےیا کسی کے ساتھ لڑتے جھگڑتے کبھی دیکھا ہو۔ مرزا صاحب کی مرغوب خاطرا گر کوئی چیز تھی تو وہ مسجد اور قرآن شریف۔

(حیات احمد جلد 1 از حضرت یعقوب علی عرفانی)

مکرم منشی عبدالواحد صاحب جوبٹالہ میں تحصیلدار تھےقادیان دارالایمان میں سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے والد محترم حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمرمبارک چودہ۔ پندرہ سال تھی۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت صاحب اس عمر میں سارا دن قرآن شریف پڑھتے تھے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضی صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے اورقرآن شریف پڑہتا رہتا ہے۔

مکرم منشی عبدالواحد صاحب قادیان بہت دفعہ جاتے اور ان کا بیان تھاکہ حضرت صاحب کو ہمیشہ قرآن شریف پڑہتے دیکھا ہے۔

(اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 133)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قادیان سے دو کوس دورواقع گاؤں کے ایک ضعیف العمر نمبر دار ہندو جاٹ اور میاں جان محمد اور گلاب نجاریہ اور دوسرے بہت سے لوگوں کا متفقہ بیان ہے کہ

مرزا غلام احمد اپنے بچپن کے زمانہ سے اب تک جو چالیس سال سے زیادہ ہوں گے نیک بخت اورصالح تھے اکثر گوشہ نشین رہتے تھے۔سوائے یاد الٰہی اور کتب بینی کے آپ کو کسی سے کوئی کام نہ تھا۔۔اپنے والدین کے دنیاوی معاملات وامورمیں فرمانبر دار اوران کے ادب اور احترام میں فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔بچپن میں جو کبھی بچوں میں کھیلتے تو کوئی شرارت یا جھوٹ یافریب نہ کرتے نہ مار پیٹ اور شور کرتے۔ہاں کئی بار ایسا ہوا کہ کسی لڑکے کی بھوک محسوس کرتے تو والدہ سے روٹی لا کر دے دیتے۔۔۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے بڑا ہی نیک رہا۔ دنیا کے کسی کام میں نہیں لگا بچوں کی طرح کھیل کود میں مشغول نہیں ہوا۔ شرارت، فساد، جھوٹ، گالی اس میں نہیں۔۔۔نمبر دارصاحب مزید کہتے ہیں کہ

میں نے بچپن سے مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کو دیکھا ہے میں اور وہ ہم عمر ہیں اور قادیان میرا آنا جانا ہمیشہ رہتا ہے اور اب بھی دیکھتا ہوں جیسی عمدہ عادات اب ہیں ایسی نیک خصلتیں اور عادات پہلے تھیں۔اب بھی وہی ہیں۔ سچا،امانتداراورنیک۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پرمیشور مرزاصاحب کی شکل اختیار کرکے زمین پر اتر آیاہے۔اور پرمیشر اپنے جلوے آپ دکھارہاہے اگر ایسے ہی لوگوں میں پرمیشوراوتار نہ لے تو پھر کس میں اپنا روپ دھار کراپنے آپ کو ظاہر کرے۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 298 تا 303)

ملک غلام محمد صاحب نے بیان کیا کہ میں نے سید محمد علی شاہ صاحب(جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہم جولی اوربچپن کے ساتھی تھے) سے اس میعار کے پیش نظر کہ انبیاء علیہ السلام کی پہلی زندگی ہر قسم کے عیبوں سے پاک اور معصومانہ ہوتی ہے۔ عام طور پر حضورؑ کی نسبت دریافت کرتا تھا۔ان کی زبانی جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ سید محمد علی کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب بچپن سے پاک صاف اورنیک ہیں۔ ان کی زندگی کی نسبت کوئی کسی قسم کا شبہ نہیں کر سکتا اور ان کے والد صاحب ان کواکثر مسیتڑ کہا کرتے تھے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 165)

اسی طرح ملک غلام محمد صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک بابا جو سید محمد علی صاحب کا نائی تھا اور بوڑھا

آدمی تھا اس سے بھی میں حضرت صاحب کی نسبت دریافت کیا کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ یہی ظاہر کیا کہ آپ بچپن سے نیک اور شریف تھے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 169)

پاکیزہ اور مطہر جوانی کی چند جھلکیاں

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلی وافضل اورپاکیزہ صفات حسنہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ،وَتَحْمِلُ الكَلَّ،وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ ،وَتَقْرِي الضَّيْفَ ،وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ

(بخاری باب بدء الوحی)

یعنی آپ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور بیکس اور بےمدد گارلوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اوروہ اخلاق جو ملک سے مٹ چکے تھے وہ آپ کی ذات کے ذریعہ سےدوبارہ قائم ہو رہے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اورسچی مصیبتوں پرلوگوں کی مدد کرتے ہیں، گویا یہ وہ اعلی درجہ کی خوبیاں تھیں جو ہمارے آقاومولی صلی اللہ علیہ وسلم میں دعوئی نبوت سے پہلے پائی جاتی تھیں۔ سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے جو واقعات میں بیان کرنے لگا ہوں ان واقعات آپ کو ہو بہ ہو وہی تصویر نظر آئے گی۔ کیونکہ ظل اپنےاصل سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
احمد کو محمد سے تم کیسے جدا سمجھے

لوگوں کوبچانے کی فکر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مکان کی دوسری منزل پرچوبارہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اسی کمرے میں سات،آٹھ اور آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔جب رات کا ایک حصہ گذر گیا تو حضورؑ کو کچھ ٹک ٹک کی آواز آئی اور آپ کے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ اس کمرے کی چھت گرنے والی ہے آپ نے اپنےایک ساتھی مسیتابیگ کو آواز دی کہ مجھے خدشہ ہے کہ چھت گرنے والی ہے اس نے کہا۔میاں یہ تمہارا وہم ہے نیا مکان بنا ہوا ہے اوربلکل نئی چھت ہے۔ آرام سے سو جاو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے۔ میں پھرلیٹ گیا لیکن تھوڑی دیر بعد پھر وہی ڈرمیرے دل پرغالب ہوا۔

میں نے پھراپنے ساتھی کوجگایا مگراس نےپھر اسی قسم کا جواب دیا۔پھر ناچارلیٹ گیا۔ مگرپھرمیرے دل پرشدت کے ساتھ یہ خیال غالب ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا شہتیر ٹوٹنے والا ہے۔ میں پھر گھبرا کراٹھا اوراس دفعہ سختی کے ساتھ اپنےساتھی کو کہا کہ میں جو کہتا ہوں کہ چھت گرنے والی ہے اٹھو۔تو تم اٹھتے کیوں نہیں۔ اس پر ناچاروہ اٹھااورباقی لوگوں کو بھی ہم نے جگا دیا۔پھرمیں نے سب کو کہا کہ جلدی باہر نکل کرنیچےاترچلو۔ دروازے کے ساتھ ہی سیڑھی تھی میں دروازے کھڑا ہو گیا۔ وہ سب ایک ایک کر کےنکل کراترتے گئے۔ جب سب نکل گئے تو حضرت صاحب فرماتے تھے کہ پھرمیں نے قدم اٹھایا۔ ابھی میرا قدم شاید آدھاباہر اور آدھا دہلیز پرتھا کہ یک لخت چھت گری اور اس زور سے گری کہ نیچے کی چھت بھی ساتھ ہی گر گئی۔۔ ہم نے دیکھا کہ جن چار پائیوں پرہم لیٹے ہوئے تھےوہ ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 6 - 7)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن دنوں سیالکوٹ میں ملازم تھے تو جب آپ کو تنخواہ ملتی تو محض کھانے کا خرچ رکھ کرباقی سب محلہ کی بیوگان اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ کپڑے بنوا دیتے یانقد دے دیتے تھے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 595)

محبت الٰہی

جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکاہے کہ بچپن سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے اور مسجد اور تلاوت قرآن مجید کے علاوہ آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا جب آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو جس طرح والدین کو فکر ہوتا ہے کہ اب بچہ جوان ہو گیا ہے اسے کوئی کام کاج۔ کوئی نوکری وغیرہ کرنی چاہیے آپ کے والد صاحب کو بھی فکر ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد فرماتے ہیں۔ ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود کے والد صاحب نےعلاقہ کے ایک سکھ زمیندارکے ذریعہ جوہمارے دادا صاحب سے ملنے آیاتھاحضرت مسیح موعود کو کہلا بھیجا کہ اس ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں اس لیئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تومیں اس افسر کو کہہ کرتمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔یہ سکھ زمیندارحضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضرہوا اور ہمارے دااصاحب کاپیغام پہنچا کر تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقعہ ہے اسے ہاتھ سےجانے نہیں دینا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود نےاس کے جواب میں بلا توقف فرمایا۔

حضرت والد صاحب سے عرض کر دو کہ میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر، میری نوکری کی فکر نہ کریں میں نے جہاں نوکر ہونا تھاہو چکاہوں۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے۔)

اس سلسلہ میں حضرت سید سرور شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت منشی احمد جان مرحوم سے ملے تو چونکہ حضرت منشی صاحب علم توجہ کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھےاوراس علم کے ذریعہ مریضوں کا علاج بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے ان سے دریافت کیا کہ آپ علم توجہ کے ماہر ہیں اس علم میں آپ کا سب سے بڑا کمال کیا ہے؟ منشی صاحب مرحوم بڑے منکسر المزاج صوفی فطرت کے نیک بزرگ تھے انہوں نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت میں یہ کر سکتا ہوں کہ اگرمیں کسی شخص پر توجہ ڈالوں تووہ تڑپ کر زمین پر گر جاتاہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔

منشی صاحب اس سےاس کی روحانیت کو کیافائدہ پہنچا؟ اور اس کے نفس کی پاکیزگی اور خداکے تعلق میں کیا ترقی ہوئی؟

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد فرماتے ہیں کہ حضرت منشی صاحب بڑی نکتہ رس طبیعت کے بزرگ تھے۔ بے ساختہ عرض کیا۔ حضرت، میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ ایک ایسا علم ہےجسے حقیقی روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ حضرت منشی صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلی روحانی مقام کوشناخت کرکے اور دنیا کی موجودہ ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے حضور کے دعوی اور سلسلہ بیعت سے بھی پہلے حضور کومخاطب کرکے یہ شعر کہا تھا۔

ہم غریبوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(سیرت طیبہ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے۔ صفحہ 136)

تلاوت قرآن کریم۔ ولی آدمی

جن دنوں حضرت میر ناصر نواب صاحب دوران ملازمت ہنوواں میں مقیم تھے کہ آپ کی اہلیہ(حضرت نانی اماں صاحبہ) بیمار ہو گئیں تو وہ انہیں لے کر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس قادیان دارالامان لے کر آئے۔۔۔حضرت نانی اماں نے بیان کیا کہ۔جس وقت میں گھر میں آئی تھی میں نے حضرت صاحب(حضرت مرزا غلام احمد) کو پیٹھ کی طرف سے دیکھا تھا کہ ایک کمرے میں الگ بیٹھے ہوئے رحل پر قرآن شریف رکھ کر پڑھ رہے تھے۔میں نے گھر والیوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ مرزا صاحب کا چھوٹا لڑکا ہےاور بالکل ولی آدمی ہے۔قرآن ہی پڑھتا رہتا ہے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 219)

سیالکوٹ ملازمت کے دوران سیدنا حضور علیہ السلام کچہری سے واپس آتے ہی دروازہ بند کر لیتے اور اندر صحن میں جا کر قرآن پڑھتے رہتے۔ مائی حیات بی بی بیان کرتی ہیں کہ میرے والد صاحب بتلایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب قرآن مجید پڑھتے پڑھتے بعض دفعہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔ اور یہاں تک روتے ہیں کہ زمین تر ہو جاتی ہے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 594 - 595)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ منشی عبدالواحد صاحب بٹالہ میں تحصیلدار تھے۔وہ بٹالہ سے قادیان حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر 14، 15 سال کی ہو گی۔۔۔ عبدالواحد صاحب نے ذکر کیا کہ حضرت صاحب اس عمر میں سارادن قرآن شریف پڑھتے تھےاور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے۔ اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے۔ اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔ منشی عبد الواحد صاحب قادیان بہت دفعہ جاتے اور ان کا بیان تھا کہ حضرت صاحب کو ہمیشہ قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہے۔

(اصحاب احمد جز 4 صفحہ 133)

امین ودیانتدار

مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے بیان کیا کہ میں نے مرزا سلطان احمد سے پوچھا کہ حضرت صاحب کے ابتدائی حالات اورعادات کے متعلق آپ کو جو علم ہووہ بتائیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ والد صاحب

ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے تھے۔ گھر والے ان پر پورا اعتماد کرتے تھے۔ گاؤں والوں کو بھی ان پر پورااعتبار تھا۔ شریک جو ویسے مخالف تھے۔ ان کی نیکی کے اتنے قائل تھے کہ جھگڑوں میں کہہ دیتے تھے کہ جو کچھ یہ کہہ دیں گے ہم کو منظور ہے۔ ہر شخص ان کو امین جانتا تھا۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 200)

اسلام کے لئے غیرت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف جب دیکھتے کہ مسلمان اسلامی تعلیم سے کس قدر دور ہو چکے ہیں۔ اور دوسری طرف غیروں،خاص طورپر عیسائی پادریوں، اور آریہ منادوں کو قرآن اور اسلام پر حملہ آور دیکھتے تو آپکا دل تڑپ اٹھتاتو آپ ان کا جواب دینے کے لئے مختلف سکیمیں سوچتے۔ ان کے اعتراضات اور حملوں کا جواب دینے کے لئے آپ نے اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ عیسائی پادریوں اوردوسرے معترضین سے مناظرے کرنے لگے اس طرح ہر میدان میں اسلام کی فوقیت اور قرآن کے غلبہ کومبرہن کرنے لگے۔ جب حضورعلیہ السلام اپنےزمانہ جوانی میں سیالکوٹ میں تھے۔ ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے مولوی سیدمیر حسن صاحب سیالکوٹی تحریر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں بھی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا۔ایک دفعہ پادری الائیشہ صاحب جودیسی عیسائی پادری تھے اور حاجی پورہ سے جانب جنوب کی کوٹھیوں میں سے ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔مباحثہ ہوا۔ پادری صاحب نے کہا عیسائی مذہب قبول کرنے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ نجات کی تعریف کیا ہے؟ اورنجات سے آپ کیامراد رکھتے ہیں؟ مفصل بیان کیجئے۔ پادری صاحب نے کچھ مفصل تقریر نہ کی اورمباحثہ ختم کر بیٹھے اور کہا۔ میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔

پادری بٹلر صاحب ایم اے جو بڑے فاضل اور محقق تھےان سےحضرت مرزا صاحب کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہد پور کے قریب رہتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب فرماتے تھے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ سر تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا،بری رہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ مریم بھی توآدم کی نسل سے ہے۔ پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے۔ اورعلاوہ ازیں عورت ہی نے توآدم کو ترغیب دی جس سے آدم نے درخت ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار

ہوا۔ پس چاہیے تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بری رہتے۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 141)

پیر جماعت علی شاہ صاحب سیالکوٹی کا ایک مرید محمد عظیم بیان کرتا تھا کہ میرا بھائی کہا کرتا تھا کہ ایام جوانی میں جب مرزا صاحب کبھی کبھی امر تسر آتے تھے تو میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ پادریوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں عیسائی پادری بازاروں وغیرہ میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب ان کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتے تھےاور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 232)

آریہ سماج بھی ان دنوں اسلام پر پوری قوت سے حملہ آور تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کا بھی بھرپور مقابلہ کیا۔ ان سے بھی مناظرے کئےاور کتابیں لکھیں۔ چنانچہ 1884ء میں آریہ سماج ہوشیار پور کے رکن اور مدارالہام لالہ مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر سے آپ نے کامیاب مناظرہ کیا۔ پھر آپ نے کتاب سرمہ چشم آریہ تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں معجزہ شق القمر، نجات دائمی ہے یا محدود، روح ومادہ حادث ہیں یا انادی اورمقابلہ تعلیمات ویدوقرآن پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب پر مولوی محمد حسین صاحب نے جو تبصرہ لکھا وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ کتاب لاجواب مؤلف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔ اس میں جناب مصنف کا ایک ممبر آریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم وید پر بمقام ہوشیارپور ہواتھا۔ اس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں آریہ سماج کی کتاب (وید) اور اس کی تعلیمات وعقائد (تناسخ وغیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے۔ ہم بجائے تحریرریویواس کتاب کے بعض مطالب بہ نقل اصل عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ مطالب بحکم، مشک آنست کہ خودببوئدنہ کہ عطار بگوئد، خود شہادت دیں گے کہ وہ کتب کیسی ہے۔ اورہمارے ریویو کی حاجت باقی نہ رہنے دیں گے۔۔۔ (مزید لکھتے ہیں) مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اورفدا ہورہا۔ پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 9 نمبر5، 6 صفحہ 145 تا 158 بحوالہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 6 - 7)

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ہاتھ دھلانا

دعویٰ سے قبل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حضرت اقدس علیہ السلام سے اس قدر عقیدت تھی کہ وہ آپ کے ہاتھ دھلانے کو اپنے لئے قابل فخر گردانتے تھے۔ چنانچہ حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ بیان کرتے ہیں کہ دعویٰ سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ،مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضورؑ نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں مگر مولوی صاحب نے باصرار حضورؑ کے ہاتھ دھلائےاور اس خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھا۔

(سیرۃ المہدی جز 1 صفحہ 629)

غیروں کا اقرار

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضورعلیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہماری رآئے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔۔۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 6 بحوالہ سیرۃالمہدی)

مولوی ظفر علی خاں صاحب، مولوی سراج الدین صاحب کی شہادت دیتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب 1860ء - 1861ء قریب ضلع سیالکوٹ میں ملازم تھے اس وقت آپ کی عمر 22، 23 سال کی ہو گی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔

(اخبار زمیندار 8 جون 1908ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن 25 ستمبر 2020ء)

(48)
صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی ایک دلیل دعویٰ سے قبل کی پاکیزہ زندگی

(مبشر محمود ظفر)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ

(یونس: 17)

(ترجمہ) اس سے پہلے میں ایک عرصۂ دراز تم میں گزار چکا ہوں۔ کیا پھر (بھی) تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیتِ قرآنی کے ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اور دوسری خوبی جو شرط کے طور پر مامورین کے لئے ضروری ہے وہ نیک چال چلن ہے کیونکہ بدچال چلن سے بھی دِلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خوبی بھی بدیہی طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے:فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ یعنی ان کفار کو کہہ دے کہ اِس سے پہلے میں نے ایک عمر تم میں ہی بسر کی ہے پس کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس درجہ کا امین اور راستباز ہوں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں صفتیں جو مرتبہ نبوت اور ماموریت کے لئے ضروری ہیں یعنی بزرگ خاندان میں سے ہونا اور اپنی ذات میں امین اور راستباز اور خدا ترس اور نیک چلن ہونا قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال درجہ پر ثابت کی ہیں اور آپ کےاعلیٰ چال چلن اور اعلیٰ خاندان پر خود گواہی دی ہے۔ اور اِس جگہ میں اِس شکرکے ادا کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنی وحی کے ذریعہ سے کفار کو ملزم کیا اور فرمایا کہ یہ میرا نبی اس اعلیٰ درجہ کا نیک چال چلن رکھتا ہے کہ تمہیں طاقت نہیں کہ اس کی گذشتہ چالیس برس کی زندگی میں کوئی عیب اور نقص نکال سکو باوجود اس کے کہ وہ چالیس برس تک دن رات تمہارے درمیان ہی رہا ہے۔ اور نہ تمہیں یہ طاقت ہے کہ اس کے اعلیٰ خاندان میں جو شرافت اور طہارت اور ریاست اور امارت کا خاندان ہے ایک ذرہ عیب گیری کرسکو۔ پھر تم سوچو کہ جو شخص ایسے

اعلیٰ اور اطہر اور انفس خاندان میں سے ہے اور اس کی چالیس برس کی زندگی جو تمہارے روبروئے گذری۔ گواہی دے رہی ہے جو افترا اور دروغ بافی اِس کا کام نہیں ہے تو پھر ان خوبیوں کے ساتھ جبکہ آسمانی نشان وہ دِکھلا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں اس کے شامل حال ہو رہی ہیں اور تعلیم وہ لایا ہے جس کے مقابل پر تمہارے عقائد سراسر گندے اور ناپاک اور شرک سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر اس کے بعد تمہیں اس نبی کے صادق ہونے میں کونسا شک باقی ہے۔ اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذّبین کو ملزم کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ 512 میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گذر گئے اور وہ یہ ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدّت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں ہے اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے مجھے محفوظ رکھا ہے تو پھر جو شخص اِس قدر مُدت دراز تک یعنی چالیس برس تک ہر ایک افترا اور شرارت اور مکر اور خباثت سے محفوظ رہا اور کبھی اس نے خلقت پر جھوٹ نہ بولا تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ برخلاف اپنی عادت قدیم کے اب وہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے لگا"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 281 - 283)

حضورؑ کی یہ پاکیزہ فطرت اور خدا نما عادات و خصائل ہی کا نتیجہ تھا کہ جس نے بھی بصیرت کی نگاہ سے دیکھا آپ کا والہ و شیدا ہو گیا۔ میاں محمد یاسین صاحب احمدی ٹیچر بلوچستان کی روایت ہے کہ "مجھے مولوی برہان الدین صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی غلام رسول صاحبؒ (1813ء تا 1874ء، مولوی نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور مولوی عبداللہ غزنوی کے ہم مکتب تھے) قلعہ میاں سنگھ کے پاس گئے اور اس وقت حضور ابھی بچہ ہی تھے۔ اس مجلس میں کچھ باتیں ہورہی تھیں۔ باتوں باتوں میں مولوی غلام رسول صاحبؒ نے جو ولی اللہ و صاحب کرامات تھے فرمایا کہ اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔ انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔ مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ مکرم مولوی غلام محمد صاحب سکنہ بیگووالہ ضلع سیالکوٹ نے بتایا کہ میں نے یہ بات اپنے والد محمد قاسم صاحب سے اسی طرح سنی تھی۔"

(منقول از "روایات صحابہ" غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 104 تا 105 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 53)

حضرت مسیح موعودؑ براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل خلوت نشینی میں رہے اور زیادہ لوگ آپ کو جانتے تک نہ تھے۔ فرمایا:

ابتداء سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

نیز اپنی گمنامی کی حالت کا ذکر ان الفاظ میں کیا: ''یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف۔ کیونکہ مَیں اُس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احدٌ مِّن النّاس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا'' (حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 460) لیکن 19 ویں صدی کے آخری ربع میں آپؑ کو خدائی تقدیر دنیا کی اصلاح کیلئے گوشہ گمنامی سے نکال کر علمی میدان کی جانب کھینچنے لگی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تاریخی طور پر اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں: ''پبلک میں آپ نے تصنیف براہین سے صرف کچھ قبل یعنی 1877ء، 1878ء میں آنا شروع کیا اور مضامین شائع کرنے شروع فرمائے اور تبلیغی خطوط کا دائرہ بھی وسیع کیا۔ مگر دراصل مستقل طور پر براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اُٹھنی شروع ہوئیں''

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 93 مطبوعہ 2008ء)

لہٰذا زیادہ تر حوالہ جات جو اس دلیل کو ثابت کرنے کیلئے ہمیں ملیں گے وہ براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد کے ہی ہونگے اور اس اصولِ قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دو طرح کے لوگوں کےاقوال سے حضرت مسیح موعودؑ کا میعارِ صداقت جانچ سکتے ہیں:

اول: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ سے قبل حضرت اقدسؑ کے ساتھ وقت گزارا اور بعدہ مخالف ہوگئے یا قبول نہیں کیا۔

دوم: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ سے قبل حضرت اقدسؑ کے ساتھ وقت گزارا اور بعدہ بیعت کرلی یا ان کی اولاد نے بیعت کی۔

اول الذکر میں سے چند مثالیں

اہلِ حدیث فرقہ کے معروف مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں براہینِ احمدیہ پر ریویو تحریر کیا جس میں حضرت اقدسؑ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی نیز خاندانی

شرافت اور بزرگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ”بالآخر ہم اس قدر کہنے سے باز ہرگز نہیں رہ سکتے کہ اگر یہ معاملہ گورنمنٹ تک پہنچتا تو یقین تھا کہ ہماری زیرک اور دانشمند گورنمنٹ ایسے مفسدوں کو جنہوں نے بحق ایسے شریف خاندانی کےجو ایک معزز نیک نام و خیر خواہ سرکار کا بیٹا ہے اور خود بھی سرکار کا دلی خیر خواہ وشکر گزار و دعا گو ہےاور درویشی و غربت سے زندگی بسر کرتا ہے ایسا مفسدانہ افترا کیا اور بہت لوگوں کے دلوں کو آزار پہنچایاہے، سخت سزا دیتی۔“

(اشاعۃ السنہ نمبر 7 جلد 7 صفحہ 193)

نیز اپنے ریویو کا اختتام اس دعا پر کیا: ”اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہانوں کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کی برکات سے ان کو مالا مال کردے اور کسی اپنے صالح بندے کے طفیل اس خاکسار شرمسار گنہگار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کے آپ کی اخص برکات سے فیض یاب کر آمین۔“

(اشاعۃ السنہ نمبر 11 جلد 7 صفحہ 348)

ضمناً یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ مولوی صاحب دلی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب واپس بٹالہ آئے تو اگرچہ ایک عالم کی حیثیت سے ہندوستان بھر میں مشہور ہوگئے اور ہر جگہ ان کا طوطی بولنے لگا۔ مگر اس وقت بھی ان کی حضورؑ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضورؑ کا جوتا آپ کے سامنے سیدھا کرکے رکھتے اور اپنے ہاتھ سے آپ کا وضو کرانا موجب سعادت قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی کا چشم دید واقعہ ہے کہ: ”دعویٰ سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقعہ بٹالہ پر تشریف فرماتھے۔ میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضورؑ نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں مگر مولوی صاحب نے باصرار حضورؑ کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔“

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 124 طبع اوّل)

لیکن دعویٰ مسیحیت کے بعد جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے بلکہ اول المکذبین بن کر آپ کے خلاف پہلا اور منظم محاذ قائم کر لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان بھر کے تمام علماء کو چیلنج دیا کہ وہ آپ کی دعویٰ سے قبل کی زندگی کے کسی گوشہ کو داغ دار ثابت

کر دکھائیں۔ اس زبردست تحدی نے مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء اور سجادہ نشینوں پر سکوت مرگ طاری کر دیا اور وہ حضورؑ کی بے لوث زندگی پر انگشت نمائی کرنے سے سراسر قاصر رہے۔

اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد اور اخبار زمیندار کے بانی منشی سراج الدین احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں لکھا: ”ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعۂ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے ہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔“

(اخبار زمیندار مئی 1908ء بحوالہ بدر 25 جون 1908ء صفحہ 13 کالم نمبر 1، 2)

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا: ”کیریکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرض کہ مرزا صاحب کی زندگی کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار، کیا بلحاظ مذہبی خدمات و حمایتِ دین مسلمانانِ ہند میں اُن کو ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچایا۔“

(اخبار وکیل 30 مئی 1908ء صفحہ 1 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 563 جدید ایڈیشن)

ثانی الذکر میں سے چند مثالیں

1885ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے نشان نمائی کی دعوت کا ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس وقت حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیرویؓ ریاست جموں کے شاہی طبیب کی حیثیت سے جموں میں مقیم تھے کہ یہیں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا اشتہار ملا اور آپ حضرت اقدسؑ کی زیارت کیلئے دیوانہ وار جموں سے قادیان روانہ ہوگئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 210)

پہلی ملاقات میں ہی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اس پر حضرت مولاناؓ نے عرض کیا کہ پھر حضور وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آجائے تو سب سے

پہلے میری بیعت لی جائے۔ آپؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

(حیاتِ نور از عبدالقادر سوداگر مل صفحہ 117)

اس سے قبل آپؓ اکثر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یاالٰہی! کوئی ایسا مرد کامل پیدا کر جو اس پر آشوب زمانے میں دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرسکے۔ آپؓ نے اس کیفیت کا ذکر اپنی ایک عربی تحریر میں یوں فرمایا: ''میں تو ایک ایسے شخص کے دیدار کا حریص تھا جو زمانے میں سے منفرد اور یکتا ہو اور دین کی تائید اور مخالفین کا منہ بند کرنے کیلئے میدان میں کھڑا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ اسی اثناء میں مجھے جناب جلیل القدر عالم متبحر، مجدّدِ صدی، مہدیٔ زمان، مسیح دوران، مؤلف براہین احمدیہ کی بشارت ملی۔ پس میں حقیقتِ حال جاننے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی فراست سے جان لیا کہ آپ ہی مسیح موعود اور حکم و عدل ہیں اور یہ کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے تجدیدِ دین کیلئے مقرر فرمایا ہے اور آپ نے اس پر لبیک یا الہ العالمین (اے جہانوں کے معبود میں حاضر ہوں) کہا۔ پس میں اس عظیم الشان احسان پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گیا۔''

(یہ حضرت مسیح موعود کی کتاب سے عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے جہاں حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے الفاظ بیان کئے ہیں)

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 151)

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ حضرت مسیحِ موعودؑ کے ان اوّلین عشاق میں سے تھے جنہوں نے اپنے کثیر ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کی پروا نہ کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کر لی اور شاہی پر غلامی کو ترجیح دی۔ آپ کو حضرت صاحب کی اطلاع اس وقت ہوئی جب کہ براہین احمدیہ کے تین حصے شائع ہوچکے تھے۔ آپ نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے براہینِ احمدیہ پر اپنا ریویو شائع فرمایا جس میں حضرت اقدسؑ کی تائید میں یوں گویا ہوئے: ''ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ کتاب براہین احمدیہؑ اور اس کے مؤلف جناب مخدومنا مولانا میرزا غلام احمدؑ صاحب دام فیوضہ ہیں۔ جو ہر طرح سے دعویٔ اسلام کو مخالفین پر ثابت فرمانے کے لئے موجود ہیں۔ جناب موصوف عامی علماء اور فقرا میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں۔ صدہا سچے الہام اور مخاطبات اور پیشگوئیاں اور رؤیاء صالحہ اور امر الٰہی اور اشارات وبشارات اجراء کتاب اور فتح و نصرت اور ہدایات امداد کے باب میں زبان عربی، فارسی، اردو وغیرہ میں جو مصنف صاحب کو بہ

تشریح تمام ہوئے ہیں،مشرح و مفصل اس کتاب میں درج ہیں۔ اور بعض الہامات زبان انگریزی میں بھی ہوئے ہیں۔ حالانکہ مصنف صاحب نے ایک لفظ بھی انگریزی کا نہیں پڑھا۔ چنانچہ صدہا مخالفین اسلام کی گواہی سے ثابت کرکے کتاب میں درج کئے گئے ہیں،جن سے بخوبی صداقت پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے، کہ مصنف صاحب بے شک امر الٰہی سے اس کتاب کو لکھ رہے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (رواہ ابو دائود) جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد منجانب اللہ پیدا ہوتا ہے تو تمام مذاہب باطلہ کے ظلمات کو دور کرتا ہے اور دین محمدیؐ کو منور اور روشن کرتا ہے۔ ہزارہا آدمی ہدایت پاتے ہیں اور دین اسلام تروتازہ ہو جاتا ہے۔ مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدّد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت محمدیہ میں سے ہیں۔ اور دوسری حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اسی کی تائید میں ہے۔“

حضورؑ کے ذکرِ خیر میں آپؓ مزید تحریر فرماتے ہیں:

”اے ناظرین! میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بے شک و شبہ جناب میرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبان سلوک کے واسطے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضر اور منکران اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجۃ بالغہ ہیں۔ یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے۔ اور آفتاب عالم تاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسا ہادی کامل بھیج دیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات ضلالت سے نکالے۔ اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے،تاکہ حق و باطل چھٹ جائے۔ اور خبیث و طیب میں فرق ّبین ظاہر ہو جائے۔ اور کھوٹا کھرا پرکھا جائے۔“ نیز آپ نے اپنی خداداد فراست سے یہ بھی پہچان لیا کہ یہ شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے گا۔لہذا یہ شعر کہا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(اخبار الفضل 23 جون 1931ء صفحہ 5 تا 7)

اگرچہ حضرت صوفی صاحبؓ کو ظاہری بیعت کا موقع نہ مل سکا لیکن حضورؑ نے آپؓ کا نام اپنے صحابہ خاص

313 (فہرست مندرج ازالہ اوہام) میں شامل کیا۔ 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ نے پہلی بیعت کے لئے حضرت صوفی صاحبؓ کے مکان کو شرف بخشا اور پہلی بیعت کا شرف حضرت صوفی صاحبؓ کے داماد حضرت حکیم مولوی نور الدّین صاحبؓ خلیفہ اوّل کو حاصل ہوا اور عورتوں میں پہلی بیعت کی سعادت بھی آپؓ کی بیٹی اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی زوجہ حضرت صاحبزادی صغریٰ بیگمؓ کو نصیب ہوئی۔

(تاریخِ احمدیت جلد اوّل صفحہ 382)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 12 دسمبر 2014ء میں فرماتے ہیں: سورۃ یونس کی آیت سترہ میں جو اصول اللہ تعالیٰ نے نبی کی صداقت کا بیان فرمایا ہے کہ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی پس پہلے مَیں تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل نہیں کرتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ کہیں یا آپؐ نے کفار کو یہ کہا۔ بہر حال یہ ایک اصول ہے نبی کی صداقت کا کہ جو اس کا ماضی ہے وہ اس کی زندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔ یہ تقریر کا موقع بھی اس طرح پیدا ہوا کہ قادیان میں مخالفین کے بعض بڑے بڑے مخالف علماء جمع ہوئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بڑی دشنام طرازیاں کیں، بڑی تقاریر کیں اور بڑا منصوبہ کر کے وہ جلسہ انہوں نے منعقد کیا اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ فساد پیدا کیا جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ وہ فساد تو نہ کر سکے لیکن انہوں نے جو بھی دریدہ دہنی کی جا سکتی تھی، گند بکا جا سکتا تھا بکا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جلسہ منعقد کیا یا کہنا چاہئے کہ ایک اجلاس کی صورت تھی جہاں آپ نے ان اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ثابت کی۔

بہر حال وہ ساری باتیں تو نہیں، ایک آدھ اقتباس مَیں اس میں سے لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: ”حضرت مرزا صاحب کی دعوے سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان یہ فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو؟ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ۔ اس کے تحت ہر ایک نے یہ گواہی دی کہ آپ کی پہلی زندگی بالکل پاک تھی یا کم از کم اعتراض نہیں اٹھا سکے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد

میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالے میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والدنے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ گیا۔ علمائے نفس نے مانا ہے کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ (جو نفسیات کے ماہر ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ جو اخلاقی برائیاں ہیں وہ آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہیں) ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے'' کہ کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

(معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61)

اب خاکسار اس مضمون کا اختتام حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس سے کرے گا جس میں آپؑ نے بڑی تحدی کے ساتھ اس دلیل کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہے۔ فرمایا: ''تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

(روزنامہ الفضل آن لائن 29 ستمبر 2020ء)

(49)
حضرت مسیح موعودؑ کے توکل علی اللہ کے واقعات

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

توکل کی تعریف کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”خدا شناسی اور خدا پر توکل اسی کا نام ہے کہ جو حدّیں لوگوں نے مقرر کی ہوئی ہیں اُن سے آگے بڑھ کر رجا پیدا ہو“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 299)

آپؑ کے توکل علی اللہ کے چند نادرواقعات پیش خدمت ہیں۔

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

حضرت مسیح موعودؑ بچپن سے ایک روحانی شخصیت تھے آپ کو دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا ہمہ وقت خدا تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت اور قرآن کریم کی تلاوت اور غرباء کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ آپ کے والد صاحب اکثر فکر مند رہتے تھے کہ آپ کوئی ہنر سیکھیں ، کوئی نوکری کریں تاکہ مستقبل میں اپنے بیوی بچوں کی کفالت کر سکیں اس زمانے کے لوگوں کا متفقہ بیان ہے:”مرزا غلام احمد اپنے بچپن کے زمانہ سے اب تک جو چالیس (برس) سے زیادہ ہوئے نیک بخت اور صالح تھےاکثر گوشہ نشیں رہتے تھے۔ سوائے یاد الٰہی اور کتب بینی کے آپ کو کسی سے کوئی کام نہ تھا۔ کھانا بھیج دیا تو کھالیا کپڑا بنا کے دے دیا تو پہن لیا اور اپنے والدین کے دنیاوی معاملات و امور میں فرمانبردار اور ان کے ادب اور احترام میں فرو گزاشت نہیں کرتے تھے بچپن میں جو کبھی بچوں میں کھیلتے تو کوئی شرارت یا جھوٹ یا فریب نہ کرتےنہ مارپیٹ اور شور کرتے۔ ہاں کئی بار ایسا ہوا کہ کسی لڑکے کی بھوک محسوس کرتے تو والدہ سے روٹی لا کر دے دیتے خود حضرت اقدس نے ایک بار اپنی زبان سے یہ فرمایا ایک لڑکا بھوک سے مضطرب تھا اور روٹی کا وقت بھی گزر چکا تھا والدہ صاحبہ گھر نہیں تھیں ہم نے چپکے سے سیر بھر کے قریب دانے (غلّہ) نکال کر اس کو دے دیئے تا کہ وہ بُھنا کر اپنا پیٹ بھرے“

(بحوالہ تذکرۃ المہدی، مرتبہ حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ صفحہ 298)

ایک معمر ہندو جو آپ کے والد صاحب کے دوست تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ماموریت کے زمانہ میں قادیان آئے اور کہا ’’میں ان کی پیدائش کے زمانہ سے پہلے کا ہوں اور میں نے ان کو گود میں کھلایا ہے جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے بڑا ہی نیک رہا۔ دنیا کے کسی کام میں نہیں لگا۔ بچوں کی طرح مکمل کھیل کود میں مشغول نہیں ہوا۔ شرارت فساد جھوٹ گالی کبھی اس میں نہیں۔ ہم اور ہمارے ہم عمر اس کو سُست اور سادہ لوح اور بے عقل سمجھا کرتے تھے کہ یہ کس طرح گھر بسائے گا۔ سوائے الگ مکان میں رہنے کے اور کچھ کام ہی نہیں تھا۔ نہ کسی کو مارا نہ آپ مار کھائی۔ نہ کسی کو برا کہانہ آپ کو کہلوایا۔ ایک عجیب پاک زندگی تھی مگر ہماری نظروں میں اچھی نہیں تھی۔ نہ کہیں آنا نہ جانا نہ کسی سے سوائے معمولی بات کے بات کرنا اگر ہم نے کہیں کوئی بات کہی کہ میاں دنیا میں کیا ہورہا ہے تو تم بھی ایسے رہو اور کچھ نہیں تو کھیل تماشہ کے طور پر ہی باہر آیا کرو تو کچھ نہ کہتے ہنس کے چپ ہورہتے۔ تم عقل پکڑو، کھاؤ کماؤ کچھ تو کیا کرو۔ یہ سن کر خاموش ہو رہتے۔

آپ کے والد مجھے کہتے نمبردار! جا غلام احمد کو بلا لاؤ اسے کچھ سمجھا دیں گے۔ میں جاتا،بلاتا۔ والد کا حکم سن کر اسی وقت آجاتے اور چپ چاپ بیٹھ جاتے اور نیچی نگاہ رکھتے۔

آپ کے والد صاحب فرماتے۔بیٹا غلام احمد! ہمیں تمہارا بڑا فکر اور اندیشہ رہتا ہے تم کیا کرکے کھاؤ اسی طرح سے کب تک گزارو گے تم روزگار کرو کب تک دُلہن بنے رہو گے خورو نوش کا فکر کرنا چاہئے۔ دیکھو دنیا کماتی کھاتی پیتی ہے کام کاج کرتی ہے تمہارا بیاہ ہو گا بیوی آوے بالک بچے ہوں گے وہ کھانے پینے پہننے کے لئے طلب کریں گے ان کا تعہد تمہارے ذمہ ہو گا اس حالت میں تو تمہارا بیاہ کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کچھ ہوش کرو۔ اس غفلت اور اس سادگی کو چھوڑ دو۔میں کب تک بیٹھا رہوں گا بڑے بڑے انگریزوں افسروں حاکموں سے میری ملاقات ہے وہ ہمارا لحاظ کرتے ہیں۔ میں تم کو چٹھی لکھ دیتا ہوں تم تیار ہوجاؤ یا کہو میں خود جا کر سفارش کروں تو مرزا غلام احمد کچھ جواب نہ دیتے۔ وہ بار بار اسی طرح کہتے آخر جواب دیتے تو یہ دیتے کہ ’’ابّا! بھلا بتلاؤ تو سہی کہ جو افسروں کے افسر اور مالک الملک احکم الحاکمین کا ملازم ہو اور اپنے ربّ العالمین کا فرمانبردار ہو اس کو کسی کی ملازمت کی کیا پرواہ ہے ویسے میں آپ کے حُکم سے کبھی باہر نہیں‘‘

مرزا غلام مرتضیٰ صاحب یہ جواب سن کر خاموش ہوجاتے اور فرماتے اچھا بیٹا جاؤ اپنا خلوت خانہ سنبھالو۔ جب یہ چلے جاتے تو ہم سے کہتے کہ یہ میرا بیٹا ملّا ہی رہے گا میں اس کے واسطے کوئی مسجد ہی تلاش کر دوں جو دس بیس من دانے ہی کما لیتا مگر میں کیا کروں یہ تو ملّا کے بھی کام کا نہیں۔ ہمارے بعد یہ کس

طرح زندگی بسر کرے گا۔ ہے تو یہ نیک صالح مگر اب زمانہ ایسوں کا نہیں چالاک آدمیوں کا ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر کہتے کہ جو حال پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں ہے یہ شخص زمینی نہیں آسمانی، یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 301 - 302)

آپ کو اپنے پیدا کرنے والے رب پر پورا توکل تھا اور جیسا کہ آپ کو الہام بھی ہوا ’’جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو‘‘

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 390)

آپ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ خود آپ کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہو گئی تو بشری تقاضے کے تحت آپ کچھ فکر مند ہوئے تو آپ کو آسمان کے خُدا نے مخاطب ہو کر فرمایا

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ یعنی کہ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کے تقویٰ اور توکل نے آپ کے والد صاحب کے سارے خدشات کو غلط ثابت کر دیا اور آپ کر دیا اور آپ کی غیب سے مدد فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَتَوَکَّلۡ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِہٖ ؕ

(الفرقان: 59)

اور تُو اس پر توکل کر جو زندہ ہے (اور سب کو زندہ رکھتا ہے) کبھی نہیں مرتا اور اس کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی تسبیح بھی کر۔

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۳﴾ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ

(الطلاق: 3 - 4)

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اس کو خیال بھی نہ ہو گا۔

اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) ہی کے لئے کافی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بعینہٖ اسی طرح ہوا جیسا کہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ’’پس مجھے اُس خدائے عزّوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا‘‘

(کتاب البریہ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 25)

طاعون کا ٹیکہ

حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب کے نتیجہ میں آپ کی پیشگوئی کے مطابق پنجاب میں 1902ء میں طاعون زوروں پر تھی حکومت وقت نے حفاظتی ٹیکہ لگوانا ضروری قرار دیا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی اِنِّی اُحافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر رہ رہے ہیں اس کو بچاؤں گا۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے کے نتیجے میں ٹیکہ لگوانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ’’اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکہ کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک رحمت کا نشان دکھا دے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہو گا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 1 - 2)

اس پر مصر کے ایک جریدہ نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ نے ٹیکا کی ممانعت کر کے ترک اسباب کیا ہے اور دوا نہ کرنے کو مدارِ توکل قرار دیا اور یہ امر قرآن مجید کے مخالف اور آیت لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ (البقرہ: 196) اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو کے منافی ہے اور توکل کے بھی خلاف ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے عربی زبان میں ایک کتاب ’’مذاہب الرحمٰن‘‘ کے نام سے تصنیف فرمائی اور ایڈیٹر کو مدلل جواب دیا اور اپنے دعاوی سے بھی مطلع کیا آپ نے فرمایا کہ اسباب چند مراتب کے بعد ختم ہوجاتے ہیں اور خالص اور الٰہی رہ جاتا ہے۔

آپ کے توکل علی اللہ کا یہ غیر معمولی واقعہ ہے آپ نے واضح طور پر کشتی نوح میں فرمایا کہ یہ معصیت

ہو گی کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کردوں نیز ٹیکہ کرانے سے لازم آئے گا کہ گویا میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہیں لایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں ’’ہمارے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے کسی کو توخوشی ہے کہ میری اولاد بہت زیادہ ہے اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا جتّھا بہت ہے پر میں خوش ہوں کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر مطلق ہے‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 171)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو اور سچے پیروؤں کو اس موذی مرض سے خارق عادت طور پر محفوظ رکھا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 اکتوبر 2020ء)

(50)

حضرت مسیح موعودؑ کا سفر سیالکوٹ کے دوران پُر معارف و پُر تاثیر ''لیکچر سیالکوٹ''

(فخرالحق شمس)

جماعت سیالکوٹ کی درخواست پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مورخہ 27 اکتوبر 1904ء کوسیالکوٹ کا سفر فرمایا۔ صبح 4 بجے حضور قادیان سے پالکی میں روانہ ہوئے۔ نصف راستہ پالکی میں طے کر لینے کے بعد پا پیادہ سفر اختیار فرمایا۔ بٹالہ اسٹیشن سے سیالکوٹ تک بذریعہ ٹرین سفر فرمایا۔ امر تسر، اٹاری، میاں میر، لاہور، گوجرانوالہ اور وزیر آباد سے ہوتے ہوئے گاڑی شام چھ بجے کے بعد سیالکوٹ پہنچی اور حضور نے ورود مسعود فرمایا۔ ہر اسٹیشن پر حضرت مسیح موعودؑ کے استقبال کے لئے کثیر تعداد میں احباب جماعت موجود تھے۔ حضور کے قیام کے لئے حضرت حکیم حسام الدین کا ایوان تجویز ہوا اور حضور وہیں فروکش ہوئے۔ یہ وہی محلہ تھا جس میں حضور گمنامی کی حالت میں چالیس برس پہلے زمانہ ملازمت کے دوران قیام پذیر رہے تھے۔ حضور کے اس تاریخی سفر کے موقع پر جماعت سیالکوٹ نے حضور کی زیارت کی غرض سے آنے والے مہمانوں کی آمد کا اندازہ کر کے بڑے وسیع پیمانے پر مہمان نوازی کا انتظام کر رکھا تھا۔ حضور اور حضور کے مہمانوں کی تواضع، دل جوئی اور آرام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے گھر مہمانوں کے لئے خالی کر دیئے۔ حضور کے تشریف لاتے ہی مہمانوں کی کثرت بڑھتی گئی۔

مورخہ 28 اکتوبر 1904ء کو جمعہ تھا۔ اس دن لوگ نہایت کثرت سے اس مسجد(اب مسجد مبارک کہلاتی ہے جس کو بعض شرپسند عناصر نے مورخہ 23، 24 مئی کی درمیانی شب کو شہید کر دیا) میں جو حضور کی فرودگاہ سے ملی ہوئی تھی۔ وقت مقررہ سے پہلے ہی جمع ہو گئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جمعہ پڑھایا۔ نماز جمعہ کے بعد بہت سے اصحاب نے بیعت کی۔بیعت کے بعد حضور نے ایک پُرتاثیر تقریر فرمائی۔ حضور نے پہلے 31 اکتوبر کو واپسی کا ارادہ فرمایا۔ حضور کے اس ارادہ کو احباب نے بہت محسوس کیا اور حضور کی خدمت میں اس ارادہ کے التواء کے لئے عرض کیا۔جس پر حضور نے اپنا ارادہ 3 نومبر تک ملتوی فرما دیا۔ 2 نومبر کو تجویز ہوئی کہ حضور کی طرف سے دین اسلام پر ایک پبلک لیکچر دیا جاوے۔

حضور نے 31 اکتوبر کی دوپہر کے بعد لیکچر لکھا اور 2 نومبر کو یہ لیکچر چھپ بھی گیا۔ اس طرح لیکچر کی تیاری میں صرف ایک ہی دن صرف ہوا۔

لیکچر کا مقام سرائے مہاراجہ صاحب بہادر منتخب ہوا۔ یکم نومبر کی شام کو لیکچر گاہ میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا۔ اور دریوں کا فرش بچھایا گیا اور کرسیاں رکھی گئیں۔ الغرض لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کر دی گئی۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اس قدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ رات ہی کو وہاں سوئے اور اکثر علی الصبح اُٹھ کر فجر کی نماز سے بھی پہلے وہاں جا پہنچے۔

حضور کا جلوس بڑی شان سے گزرتا ہوا بالآخر لیکچر گاہ تک پہنچا۔ جہاں شہر کے ہر مذہب و ملت کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں حضور کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور جب جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو ہر شخص اس کوشش میں تھا کہ میں ایسی جگہ بیٹھوں جہاں سے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ مامور کو دیکھ سکوں۔ حضور کا نورانی اور خدا نما چہرہ سامعین کو خصوصیت سے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ حضور کے ساتھ ہی ایک کرسی پر حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحب اور دوسری طرف حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ جناب مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کا نام پیش کیا جو متفق طور پر منظور ہوا اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں آپ نے نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ آپ کی اس افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ پھر حضور کے مطبوعہ لیکچر کو پڑھنا شروع کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اس روح پرور تقریر کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا۔ جس کے بعد جلسہ ختم ہو گیا۔

چونکہ 3 نومبر کو حضور کی تاریخ روانگی مقرر تھی اس لئے بیعت کرنے والوں میں جوش ارادت انتہا کو پہنچ گیا اور وہ کثرت سے بیعت میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن حضرت مسیح موعودؑ کی قادیان کی طرف روانگی تھی۔

حضور کے لیکچر سیالکوٹ کا خلاصہ

حضور نے اپنے معرکہ آراء لیکچر میں تمہید کے بعد نہایت اچھوتے رنگ میں اپنے وجود کو اسلام کی صداقت کے ثبوت میں پیش فرمایا اور اس ضمن میں پہلی مرتبہ مجمع عام میں کرشن ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اعلان

فرمایا کہ میرا اس زمانہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ فرمایا وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں کے لئے اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ لیکچر کے آخر میں حضور نے فرمایا مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے۔ کیونکہ میں اپنے اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اُس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اُس وقت بھی مجھ سے محبت رہی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایک گمنام کا آخر کار یہ عروج ہو گا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے۔ فرمایا اس قدر لوگوں کی کثرت ہو گی کہ قریب ہو گا کہ وہ لوگ تھکا دیں۔ کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکّار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 27 اکتوبر 2020ء)

(51)
حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا وفات مسیح ناصریؑ سے گہرا تعلق ہے

(ساجد محمود بٹر۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

معاندین احمدیت ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے دعویٰ مسیحیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے نزدیک اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت بھی ہو چکے ہوں تو ان کی وفات کا حضرت بانی جماعت احمدیہ کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ چنانچہ مشہور دیوبندی عالم مولانا مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات سے مرزا جی اور انکے دعووٴں کا کوئی تعلق نہیں''

(علامات قیامت اور نزول مسیح صفحہ 12)

قارئین کرام! اصل بات یہ ہے کہ حیات ووفات مسیح کے مسئلہ سے ان علماء کا انتہائی واضح فرار اور صریح گریز صرف اورصرف اس بناء پر ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی حیات عیسیٰ ثابت نہیں کرتی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اس بھیانک خیال کودور سے دھکے دیتی ہیں۔ جبکہ اس کے بر عکس قرآن کریم اوراحادیث نبویہ و فات مسیح کابانگ دہل اعلان کر رہے ہیں۔ ان علماء کو معلوم ہے کہ متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ قطعیت سے وفات مسیح ثابت کر رہی ہیں۔اس لیے سوچا کہ اگر عوام الناس میں حیات مسیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو سوائے شرمندگی کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس کھوکھلی بحث پرزور دیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوی کو حیات ووفات مسیح ناصری سے کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ بڑی واضح بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے میں مسیح کے آنے کی خبر دی

ہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس خبر کو سو فیصد سچا مانتی ہے۔اس عظیم الشان پیشگوئی کے دو ہی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہو گا کہ دو ہزار سال پہلے آنے والے مسیح ناصری اب دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہو گا کہ آنے والے مسیح سے مراد مثیل مسیح ہے اور آنے والے موعود کی چونکہ مسیح ناصری سے بہت زیادہ مشابہتیں اور مماثلتیں ہونی تھیں اسلئے آنے والے موعود کو مسیح کا نام دے دیا گیا جیسے بہادر آدمی کو شیر کہہ دیتے ہیں اور سخی آدمی کو حاتم طائی۔

ان علماء کا یہ خیال ہے کہ مسیح ناصری اب تک آسمان پر زندہ ہیں اس لیے اس پیشگوئی کے مطابق اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے وہی آسمان سے تشریف لائیں گے۔ جبکہ جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ چونکہ از روئے قرآن کریم واحادیث مبارکہ حضرت عیسی علیہ السلام باقی انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں اور قرآن کریم اور احادیث نبوی کے مطابق مردے دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں آتے اس لئے لازماً آنے والے مسیح موعودسے مراد مثیل مسیح موعود ہیں نہ کہ مسیح ناصری۔

معزز قارئین! مذکورہ بالا الفاظ پر غور کریں دو اور دو چار کی مانند یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام از روئے قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ثابت ہو جائیں تو حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ خود بخود جھوٹا ثابت ہو جائے گا کیونکہ آپ کے دعوے کی بنیاد ہی یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آپ کو ان کا مثیل بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت بانئ جماعت احمدیہ اور مسئلہ وفات مسیح

حضرت بانئ جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی بنیاد آپ کا یہ الہام ہے ”مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ402)

مذکورہ بالا الہام میں دو دعوے ہیں پہلا دعویٰ وفات مسیح کا ہے اور اس پر بنیاد رکھتے ہوئے دوسرا دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا مثیل مسیح ہونے کا ہے۔ ایک ادنیٰ شعور کے آدمی کو بھی یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ اگر مرزا صاحب کے الہام میں پہلا دعویٰ وفات مسیح کا غلط ہے جو دوسرے دعویٰ کی بنیاد ہے تو لازماً دوسرا دعویٰ مثیل مسیح ہونے کا سو فیصدغلط ہو گا۔ اس لئے حضرت بانئ جماعت احمدیہ کے دعویٰ کا وفات مسیح کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین کو چیلنج دیا کہ اگر تم حیات مسیح ثابت کر دو تو اس صورت میں میری طرف سے ایک نشان کیا اگر ایک لاکھ نشانات بھی ہوں تب بھی

وہ قابل قبول نہیں ہو ں گے۔ میں توبہ کر لوں گا اور مسئلہ وفات مسیح سے متعلقہ اپنی تمام کتب کو نذر آتش کر دوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ چنانچہ ذیل میں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو وفات مسیح سے گہرا تعلق ہے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اپنے زمانے کے بڑے اور نامور علماء سید مولوی محمد نذیر حسین دہلوی اور مولوی عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

’’میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات... ثابت ہو جائے تو میں اپنے الہام سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا اور ان تمام نشانوں کی پروانہیں کروں گا جو میرے اس دعویٰ کے مصدق ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں‘‘

(اشتہار 2 اکتوبر 1891ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 235 - 236 ایڈیشن 1989ء)

حیات مسیح ثابت ہونے کی صورت میں لاکھ نشان بھی قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:۔

’’سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن اورحدیث اس دعوے کے مخالف ہیں اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے پر ایک نشان کیابلکہ لاکھ نشان بھی دکھاوے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے۔ غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے۔ لہٰذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہو جانا ضروری ہے کیونکہ مخالف قرآن و حدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں۔ ہاں ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 239 - 240 اشتہار 6 اکتوبر 1891ء ایڈیشن 1989ء)

میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا

ایک اور اشتہار میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی جو پورے ہندوستان میں اہلحدیث کے بہت بڑے عالم سمجھے جاتے تھے جنھوں نے نصف صدی کے قریب حدیث پڑھائی تھی اور پورے ملک میں شیخ الکل مشہور تھے، کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

’’اس قدر تو خود میں مانتا ہوں کہ اگر میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بینہ قرآن وحدیث ہے اور دراصل حضرت عیسیٰ ابنِ مریم آسمان پر بجسد عنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے۔ تو گو میرا دعوی ہزار الہام سے موید اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھلاؤں، تاہم وہ سب ہیچ ہیں۔ کیونکہ کوئی امر اور کوئی دعوی اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ یا حضرت! ایک جلسہ بحث مقرر کرکے میری دلائل پیشکردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بینہ قطعیہ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابنِ مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تألیف کی ہیں، جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔‘‘

(اشتہار 17 اکتوبر 1891ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 242)

اپنے قول سے رجوع کروں گا

پھر ایک اور اشتہار میں مولوی سید نذیر حسین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ (یہ اشتہار آپ نے مولوی نذیر حسین صاحب کی وفات و حیات مسیح پر بحث سے انکار پر تحریر فرمایا)

’’میں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اپنے اس الہام پر غلطی پر نکلا اور آپ نے نصوص صریحہ بینہ قطعیہ سے مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات کو ثابت کر دکھایا تو تمام عالم گواہ رہے کہ میں اپنے اس دعوے سے دست بردار ہو جاوں گا، اپنے قول سے رجوع کروں گا۔ اپنے الہام کو اضغاث احلام قرار دے دوں گا اور اپنے اس مضمون کی کتابوں کو جلا دوں گا اور میں نے اللہ جلّ شانہ کی قسم بھی کھائی کہ در حالت ثبوت

مل جانے کے میں ایسا ہی کروں گا۔‘‘

(اشتہار 23 اکتوبر 1891ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 261)

صدق و کذب کا معیار

’’یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے صدق و کذب آزمانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر۔ اب قرآن درمیان میں ہے۔ اس کو سوچو۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 حاشیہ صفحہ 178)

’’ہمارے دعوے کی جڑھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہے۔ اس جڑھ کو خدا اپنے ہاتھ سے پانی دیتا ہے اور رسول اس کی حفاظت کرتا ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 246)

قارئین کرام ان مذکورہ حوالوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ان حوالوں کو پڑھنے کے بعد ایک ادنی فہم کا انسان بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٔ مسیحیت ومہدویت کو توڑنے کے لیے صرف حیات مسیح کی ایک آیت کافی ہے۔اگر یہ لوگ حیات مسیح کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں توایسی صورت میں ان نام نہاد مسلمان علماء کواحمدیت کی مخالفت میں نہ تو تنظیمیں بنانے کی ضرورت پڑے گی نہ ہی راتیں جاگ کر لاکھوں صفحات سیاہ کر کے کتب لکھنی پڑیں گی۔ آخر کیا ضرورت ہے کہ گلی گلی محلے محلے اتنی محنت کر کے احمدیت کے خلاف جلوس نکالے جائیں اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اشتعال انگیز تقاریر کی جائیں۔ بہتر یہی ہے کہ جماعت احمدیت کو باطل کرنے کے لیے حیات مسیح کا ثبوت پیش کر دیں۔ ان نام نہاد علماء کو معلوم ہے کہ حیات مسیح کا عقیدہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے نہ ہی ان کے پاس اس کے حق میں عقلی دلائل ہیں۔چونکہ دلائل وبراہین سے تہی دست ہیں اس لیے ان کو انتہائی غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد یہی تدبیر سوجھی کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوی کو مسیح کی وفات سے کوئی تعلق نہیں، کا نعرہ لگا کر عوام کی توجہ اصل موضوع سے ہٹا دی جائے۔ لیکن حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے مذکورہ بالا حوالے اور ان کے علاوہ آپ کی متعدد تحریرات ان علماء کے اس بے بنیاد دعوی کو جڑھ سے

اکھاڑنے کے لیے کافی ہیں۔

میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں

حضرت بانئ جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اے ناظرین! میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا قرآن وحدیث میں ایک ذرہ نشان نہیں ملتا لیکن ان کی وفات پر کھلے کھلے نشان اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ موجود ہیں۔‘‘

(اشتہار 23 اکتوبر 1891ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 257)

میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ قرآن شریف،حدیث اور عقل اس کی مصدق ہے

پھر آپ اشتہار 26 مارچ 1891ء میں تحریرات فرماتے ہیں:۔

’’میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ در حقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحیٰی کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔اس زمانے کے لیے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں۔یہ خدا تعالیٰ کافعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خدا داد بھی اس کی مؤید ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 203)

(روزنامہ الفضل آن لائن 22 دسمبر 2020ء)

(52)
حضرت مسیح موعودؑ کا فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر

(طاہر احمد۔فن لینڈ)

خاکسار کا اس سے قبل ایک مضمون مورخہ 6 جون 2020ء کے شمارہ میں ’’فن لینڈ میں احمدیت کی ابتدائی تاریخ‘‘ کے عنوان سے چھپ چکا ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپؓ کی حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کے ساتھ خط و کتابت اور حضرت چوہدری صاحب رضی اللہ عنہ کی فن لینڈ میں تبلیغ کا ذکر تھا۔ خاکسار کو اپنی کسی ریسرچ کے سلسلے میں فن لینڈ کی نیشنل لائبریری کی آرکائیوز کو کنگھالنا پڑا تو ایک موقع پر خوشگوار حیرت نے جکڑ لیا پھر مزید تحقیق کی تو اللہ کی حمد سے دل بھر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً یہ فرمایا تھا کہ ’’**مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا**‘‘ (الحکم مورخہ 27 مارچ و 12 اپریل 1898ء جلد2 نمبر5 - 6 صفحہ 13) اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ’’**خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔**‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 648)

اور یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی تبلیغ کو ہر سمت تک پہنچا دیا اور پہنچا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اللہ کے اس وعدہ کے ایفا کی مثالیں فن لینڈ کے اخبارات میں بھی نظر آتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی زندگی ہی میں قادیان سے تقریبا 5000 کلو میٹر دور آپؑ کا ذکر یہاں تک پہنچا دیا تھا اور کس طرح آپؑ کی وفات پر بھی آپؑ اور آپ علیہ السلام کے مشن (جو اللہ کی توحید کے قیام اور اسلام کے احیاء کا مشن ہے) کا ذکر فن لینڈ کے اخبارات میں ہوا۔ تاریخ کے یہ انمول موتی خاکسار قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کرتا ہے (خاکسار کے مطابق یہ معلومات اس سے پہلے جماعتی ریکارڈ میں نہیں ہیں)۔

پگٹ کو تنبیہ کی خبر

خاکسار کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر فن لینڈ کے سویڈش زبان کے اخبار ’’فولکت‘‘ نے شائع کیا تھا۔ فن لینڈ حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں روس کا حصہ تھا (1809ء - 1917ء) لیکن اس سے پہلے تقریباً 700 سال یہ سویڈن کے زیرِ نگیں رہا جس کی وجہ سے اُس وقت تک بھی سویڈیش اثرات اور زبان کا کافی اثر تھا اور سویڈیش پریس و اخبارات فنش اخبارات کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے جان ہیو پگٹ کے دعویٰ کو چیلنج کیا اور اُس کو تنبیہ کی تو اخبار نے اپنے 1903ء کے فروری کے شمارہ میں ’’قابلہ مسیحیت‘‘ کے عنوان کے تحت جن الفاظ کے ساتھ آپؑ کا تعارف کرایا وہ بذاتِ خود ایک نشان ہے ، اخبار لکھتا ہے۔

’’مسٹر سمتھ پگٹ، جنہوں نے کچھ ماہ قبل یہ اعلان کیا تھا کہ وہ مسیحا ہیں، انگلینڈ میں مکمل طور پر گمنامی میں کھوچکے ہیں، لیکن ان کا بھارت میں حریف ہے جو اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ پنجاب کے شہر قادیان سے تعلق رکھنے والے مرزا غلام احمد نے ایک پرچہ جاری کیا ہے جس میں انہوں نے مسٹر پگٹ پر توہین رسالت کا الزام لگایا ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں ’’میں سچا مسیحا ہوں، زمین پر خدا کی عظمت کا اعلان کرنے آیا ہوں۔‘‘ لگتا ہے کہ وہ ایک قسم کے کھیلوں کے کھلاڑی ہیں۔۔۔۔‘‘

(اخبار Folket مورخہ 6 فروری 1903ء شمارہ نمبر 6)

’’کیا دنیا کو محمڈن (مسلمانوں) سے خطرہ لاحق ہے‘‘

ایک اور سویڈش اخبار Åbo Tidning نے اپنے جون 1905ء کے شمارہ میں ایک تفصیلی سیاسی تجزیہ شائع کیا جس کا عنوان تھا ’’کیا دنیا کو محمڈن سے خطرہ لاحق ہے؟‘‘ (قارئین کے لیے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت خصوصاً مسلمانوں کے لیے لفظ ’’محمڈن‘‘ کا استعمال عام تھا) اس مضمون میں اخبار نے مغربی اقوام جو کہ پوری دنیا میں اکثر مقامات پر قابض تھیں یا اثر و رسوخ رکھتی تھیں کو مسلمانوں یا مسلمان تحریکوں و اقوام سے درپیش خطرات کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس تفصیلی مضمون سے چیدہ چیدہ حصے پیش خدمت ہیں۔

اخبار آرٹیکل کے شروع میں لکھتا ہے کہ، جس طرح غیر معمولی طور پر مبالغہ کی حد تک یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مغرب کو ’’ییلوڈینجر‘‘ (Yellow Peril) سے بہت خطرہ ہے اسی طرح اب یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ محمڈن خطرہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ مزید لکھتا ہے

اس طرح یہ کہا گیا ہے کہ ایک مقدس جنگ، ’’جہاد‘‘، اسلامی نظریے کا مرکزی نقطہ ہوگا، ایسا کہ اس طرح کی جنگ شاید ایشیاء اور افریقہ، دونوں خطوں سے یوروپینز(Europeans) کو مکمل طور پر بے دخل

کرنے پر منتج ہو گی۔ پھر مزید یہ لکھتا ہے کہ

ایک امریکی سائنس دان، Crawford. H. Toy، جو ہارورڈ یونیورسٹی کے اورینٹل زبانوں کے پروفیسر ہیں، نے اب اس کے خلاف بات کی ہے اور یہ دکھانا چاہا ہے کہ اس خطرے کو بھی بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ ''وہ توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربی زبان کے لفظ ''جہاد'' کا مطلب مقدس جنگ نہیں ہے۔ اس کا مطلب ایک مسلح کوشش ہوسکتی ہے، لیکن اس کے عام معنی نفس مطمئنہ کے حصول کی سنجیدہ کوشش کرنا........ یہ قرآن مجید میں 36 مرتبہ آیا ہے، اور اکثر مواقع پر یہ واضح طور پر جنگ کے حوالہ سے نہیں آیا بلکہ اس کا ترجمہ ''کوشش'' کے طور پر کیا جانا چاہئے۔''

آنحضرتؐ کے اسوہ اور طرزِ عمل کے بارے میں Crawford. H.Toy کے حوالے سے اخبار کی گواہی

''محمد (ﷺ) نے خود مخالف لوگوں پر بلا اشتعال حملے نہیں کئے، اور زیادہ تر معاملات میں محمڈن فاتحوں نے مظلوم لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ انھیں اجازت دی کہ وہ جہاں چاہتے ہیں اپنا اعتقاد برقرار رکھیں۔ یہ اُن عیسائی مبلغین کے بالکل برعکس ہے، مثال کے طور پر جیسا کہ کارل دی گریٹ جیسے جس نے ''Saxons'' کو بڑی تعداد میں قتل کر کے اور بچ جانے والوں کو غلاموں میں تبدیل کر کے انہیں 'convert' کیا۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اس کے بعد مصنف ترکی، مصر، مراکش، عرب، فارس اور افغانستان کا جیو پولیٹیکل تجزیہ کرنے کے بعد انڈیا کے بارے میں کہتا ہے۔

''محمڈن (مسلمانوں) کی آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں سب سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ لیکن ہندوستانی محمڈن کی کوئی سیاسی تنظیم نہیں ہے، اور وہ انگریزی تاج کے ماتحت وفادار رعایا دکھائی دیتے ہیں۔'' پھر مزید لکھتا ہے کہ

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا بیان اور آپؑ کی امن پسندی کا اخبار کا اعتراف

''ہندوستان کے محمڈن (مسلمانوں) کے معاملے میں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال ہی میں ظاہر ہوئے مسیحا، مرزا غلام احمد نے ''Review Of Religions'' کے ایک آرٹیکل میں بہت ہی جوش کے ساتھ اس بات

پر زور دیا ہے کہ وہ بھی پہلے مسیحا کی طرح، امن کی تبلیغ اور تمام جنگ کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ نئے نبی لکھتے ہیں، ’’آج کوئی مہذب قوم مذہبی معاملات پر تلوار نہیں پکڑتی‘‘، ’’خونی مہدی پر یقین رکھنا خدائی مرضی کے منافی ہے‘‘ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جنگ کے فن میں عیسائی قومیں مسلمانوں سے بہت آگے ہیں کو بطور ایک ثبوت دیکھتے ہیں کہ خدا نہیں چاہتا کہ اسلام جنگ کے ذریعے پھیل جائے۔‘‘

(اخبار Åbo Tidning، جون 1909ء شمارہ 154)

رجسٹر روایت میں شیخ عبدالکریم صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب جلد ساز کراچی، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایت اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی درج ہے کہ 1904ء میں ایک روز سیر کے موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 13 صفحہ 114)

حضرت مسیح موعودؑ نے جب یہ فرمایا تھا تو تب فن لینڈ بھی رشیا کا ہی ایک خود مختار علاقہ تھا اور تب تک آزاد نہیں ہوا تھا اور Nicholas II زارِ روس کی بادشاہت تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو فن لینڈ کے حق میں بھی پورا فرمائے اور ہمیں بھی اس کام کی تکمیل میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر اخبارات میں خبریں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کی خبر نے پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور اخبارات اور سرکردہ لوگ بلاتفریق مذہب یہ لکھنے اور کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ایک عظیم شخصیت اب اس دنیا سے کُوچ کر گئی ہے۔ خاکسار کی تحقیق کے مطابق فن لینڈ کے کم از کم 4 سویڈیش اخبارات نے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی وفات پر خبریں یا کالم لکھے۔ فن لینڈ کے دارالحکومت سے تب سب سے زیادہ شائع ہونے والے اخبار ’’Hufvudstadsbladet‘‘ جو کے آج تک شائع ہورہا ہے،نے کچھ اس طرح خبر شائع کی:

’’ہندوستان میں محمڈن مسیحا، ایک ’’مہدی‘‘ مرزا غلام احمد خان (خان شاید غلطی سے اخبار نے ساتھ لگا دیا ہے۔ مصنف) نام کے، حال ہی میں لاہور میں وفات پاگئے جہاں وہ بنیادی طور پر اسلامی دنیا کی احمدیہ اسکیم کے

سربراہ کی حیثیت سے سر گرم تھے۔ یہ شخص جس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ خدا کی طرف سے اُس سچے عقیدے کی تبلیغ کے لئے زمین پر بھیجا گیا تھا جسے یہودیوں ، عیسائیوں اور مسلمان نے مسخ کر دیا تھا۔ یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے لیکن اُن کے آباء سمرقند سے ہجرت کر کے وہاں آئے تھے۔اُنہوں نے کچھ مدت تک حکومت کی نوکری کی لیکن اپنی مذہبی تبلیغ کی خاطر استعفیٰ دے دیا۔ اُنہوں نے بہت ساری کتابیں اور پرچے لکھے اور شائع کیےجن میں انہوں نے اپنی تعلیمات بیان کیں۔۔۔۔ ان سب کے علاوہ وہ ایک اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے یہاں تک کہ انہوں نے دو اخبار جس میں ایک انگریزی زبان میں ہے، شائع کیے۔

ان کی معلومات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین کے علاقہ ”Nazareth“ میں نہیں مرے تھے بلکہ اُنہیں صلیب سے زندہ اتارا گیا تھا اور پھر انہوں نے مشرق کے راستے کا سفر کیا اور آخر کار کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں وفات پائی۔ عیسیٰؑ موسیٰؑ کا مسیحا تھا اور مرزاؑ محمد(ﷺ) کا مسیحا تھا۔

زیادہ تر مسلمان اس مبلغ کو بنیادی عقیدے سے ہٹا ہوا خیال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے ارد گرد پیرو کاروں کی ایک جماعت جمع کر لی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُن کی تعداد 70,000 سے 80,000 افراد کے درمیان ہے۔ خود لاہور میں 10,000 پیرو کار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھےاور معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ ایک انگریز جو کہ اُن کو ملا تھا ،نے اُن کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص قرار دیا اور اُن کو تیز ذہن کے ساتھ ایک قابلِ احترام مظہر (phenomenon) بیان کیا ہے۔ حکام نے اُنہیں آزادانہ طور پر تبلیغ کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی کیوں کہ وہ ایک انتہائی امن پسند انسان تھے اور انہوں نے اپنے پیرو کاروں کو ہمیشہ حکومتی قوانین کی تعمیل کرنے کی تعلیم دی۔ وفات کے وقت اُن کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔“

(اخبار Hufvudstadsbladet مؤرخہ 26 جون 1908ء شمارہ 171)

اِس کے علاوہ اخبار Nya Pressen نے بھی یہ خبر من و عن انہی الفاظ کے ساتھ اپنے شمارہ مؤرخہ 27 جون 1908ء میں شائع کی۔

ایک اور اخبار نے بھی مندرجہ ذیل اضافے کے ساتھ تقریباً اُنہیں الفاظ کے ساتھ یہ خبر شائع کی:

”کہا جاتا ہے کہ مرزاؑ مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھے اور عیسیٰؑ سے بھی زیادہ عجیب معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔“

(اخبار Åbo Underrättelser مؤرخہ 28 جون 1908ء)

اسی طرح ایک اور اخبار نے بھی کم و بیش انہیں الفاظ میں لکھا:

''کہا جاتا ہے کہ مرزاؑ مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھےاور عیسیٰؑ سے بھی زیادہ عجیب معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ ایک انگریز جو کہ اُن کو ملا تھا، نے اُن کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص قرار دیا اور اُن کو تیز ذہن کے ساتھ ایک قابلِ احترام مظہر بیان کیا اور مقناطیسی شخصیت قرار دیا۔ حکام نے اُنہیں آزادانہ طور پر تبلیغ کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی کیوں کہ وہ ایک انتہائی امن پسند انسان تھے اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ حکومتی قوانین کی تعمیل کرنے کی تعلیم دی۔ وفات کے وقت اُن کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔''

(اخبار Syd Österbotten مؤرخہ 30 جون 1908ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے (التکویر: 11) کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''دیکھو! کس قدر پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں۔''

(عربی عبارت کا اردو ترجمہ کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 473)

''ایساہی طلوع شمس کاجو مغرب کی طرف سے ہو گا۔ ہم اسپر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتاہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے مَنوّر کئے جائیں گے اور اُن کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 515 مطبوعہ 1891ء، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376 - 377)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مغربی اقوام میں اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ جلد اسلام کے نور سے منور ہوں۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن 5 جنوری 2021ء)

(53)
حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں تین فتنوں کے متعلق پیشگوئی

(عبد القدیر قدسی)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں تین فتنوں کے متعلق پیشگوئی جو پوری ہوئی اور اس حوالے سے آپؑ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1880ء میں الہاماً تین فتنوں کی خبر دی گئی۔ وہ الہامات براہین احمدیہ میں شائع ہوئے۔ وہ یہ ہیں:

(فتنہ نمبر 1) ”ولن ترضی عنك الیهود ولا النصٰری وخرقوا له بنین و بنات بغیر علم۔ قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔ ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین۔ الفتنة ههنا فاصبر کما صبر اولوا العزم“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 266 - 267 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

ترجمہ: ”پادری لوگ اور یہودی صفت مسلمان تجھ سے راضی نہیں ہوں گے اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں انہوں نے بنا رکھی ہیں ان کو کہہ دے کہ خدا وہی ہے جو ایک ہے اور بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی بیٹا اور نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہم کفو۔اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا۔ایک فتنہ برپا ہو گا پس صبر کر جیسا کہ اولو العزم نبیوں نے صبر کیا۔“

(تذکرہ صفحہ 38)

(فتنہ نمبر 2) ”و اذ یمکر بك الذی کفر۔ اوقد لی یاهامان لعلی اطلع الی اله موسی وانی لاظنه من الکاذبین۔ یاد کر جب منکر نے بغرض کسی مکر کے اپنے رفیق کو کہا کہ کسی فتنہ یا آزمائش کی آگ بھڑکاتا میں موسیٰ کے خدا پر یعنی اس شخص کے خدا پر مطلع ہوجاؤں کہ کیونکر وہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہے یا نہیں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ یہ کسی واقعہ آئندہ کی طرف اشارہ ہے کہ

جو بصورت گزشتہ بیان کیا گیا ہے۔ تبت یدا ابی لھب وتب۔ ما کان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا وما اصابك فمن اللّٰہ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کو لائق نہ تھا کہ اس کام میں بجز خائف اور ترسان ہونے کے یوں ہی دلیری سے داخل ہوجاتا اور جو تجھ کو پہنچے وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ کسی شخص کے شر کی طرف اشارہ ہے جو بذریعہ تحریر یا بذریعہ کسی اور فعل کے اس سے ظہور میں آوے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ الا انھا فتنۃ من اللّٰہ لیحب حبا جما۔ حبا من اللّٰہ العزیز الاکرم عطاءً غیر مجذوذ۔ اس جگہ فتنہ ہے۔ پس صبر کر جیسے اولوالعزم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ خبردار ہو۔ یہ فتنہ خدا کی طرف سے ہے تا وہ ایسی محبت کرے جو کامل محبت ہے۔ اس خدا کی محبت جو نہایت عزت والا اور نہایت بزرگ ہے وہ بخشش جس کا کبھی انقطاع نہیں“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 609 - 610 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

(فتنہ نمبر 3) ”میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کر۔ فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کردے گا۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 665 حاشیہ در حاشیہ نمبر 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف ”سراج منیر“ (سن اشاعت مئی 1897ء) میں ان تینوں الہامات میں مذکور تین فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ایک دانشمند انسان جب براہین احمدیہ کو کھول کر صفحہ 241 میں نصاریٰ کے ذکر اور ان کے مکر اور حق پوشی کی پیشگوئی کے بعد پھر اس الہام کو پڑھے گا الفتنۃ ھٰھُنا فاصبر کما صبر اولوا العزم اور پھر آگے چل کر جب پانسو گیارہ صفحہ پر ایک مفتری اور بیباک مسلمان کے ذکر کے بعد پھر اس الہام کو پڑھے گا الفتنۃ ھٰھُنا فاصبر کما صبر اولوا العزم اور پھر آگے چل کر جب صفحہ 557 میں ایک چمکتے ہوئے نشان کے ذکر کے بعد پھر اس الہام کو پڑھے گا الفتنۃ ھٰھُنا فاصبر کما صبر اولوا العزم تو ان تین فتنوں کے تصور سے جو صفحہ 241 اور صفحہ 511 اور صفحہ 557 براہین احمدیہ میں اس وقت سے سترہ برس پہلے لکھی ہوئی ہیں طبعاً اس کے دل میں ایک سوال پیدا ہوگا کہ یہ تین فتنے کیسے ہیں جن میں سے ایک عیسائیوں سے تعلق رکھتا ہے اور ایک

کسی منصوبہ باز مسلمان سے اور ایک کھلے کھلے نشان کے ظہور کے وقت سے۔ اور پھر جب واقعات کی تلاش میں پڑے گا تو وہ تین بھاری بلوے اس کی نظر کے سامنے آ جائیں گے جو ہر ایک ان میں سے فتنہ عظیم کہلانے کا مستحق ہے۔ تب خدا کا عمیق علم دیکھ کر ضرور سجدہ کرے گا جس نے اس وقت یہ خبریں دیں جبکہ ان تینوں فتنوں کا نام و نشان نہ تھا اگر یہ تینوں فتنے چیستاں کے طور پر کسی واقعات کے جاننے والے کے سامنے پیش کئے جائیں تو فی الفور وہ جواب دے گا کہ ایک فتنہ آتھم کی پیشگوئی کے متعلق کا ہے جو عیسائیوں اور ان کے حامی بخیل مسلمانوں سے ظہور میں آیا یعنی ان مسلمانوں سے جن کا نام اس پیشگوئی میں یہود رکھا ہے۔ اور دوسرا فتنہ محمد حسین بٹالوی کی تکفیر کا فتنہ ہے۔ اور تیسرا وہ فتنہ جو ہندوؤں کی طرف سے نشان الٰہی کے ظہور کے بعد وقوع میں آیا۔ یہ تین فتنے ہیں جو پُرشور و بلوہ کی طرح ظہور میں آئے جن کی خدانے سترہ برس پہلے خبر دیدی تھی!!!

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 52 - 53)

آپ علیہ السلام ان تین فتنوں کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ:

’’اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان تینوں فتنوں میں سے کوئی فتنہ بھی قومی شور و غوغا سے خالی نہ تھا اور ہر ایک میں انتہائی درجہ کا جوش بھرا ہوا تھا۔۔ اور ہر ایک میں غیر معمولی غل غپاڑہ اٹھا تھا۔

چنانچہ عیسائیوں کا فتنہ اُس وقت وقوع میں آیا تھا جب آتھم میعاد پیشگوئی کے بعد زندہ پایا گیا۔ پادریوں کو خوب معلوم تھا کہ الہامی پیشگوئی میں صریح شرط تھی کہ آتھم رجوع کی حالت میں جو ایک دلی فعل ہے میعاد میں مرنے سے مستثنٰی رکھا گیا ہے اور یہ بھی وہ خوب جانتے تھے کہ آتھم پیشگوئی کی ہیبت سے ضرور ڈرتا رہا۔ اور وہ ایام میعاد میں عیسائیت کے تعصّب پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور ان کی مجلسوں سے بھاگ کر فیروزپور کے گوشہ خلوت میں جا بیٹھا۔ اور نیز ان کو خوب معلوم تھا کہ ایک دفعہ بیماری کے وقت میں اس نے یہ بھی کہا کہ ’’میں پکڑا گیا‘‘ اور خوب جانتے تھے کہ فطرتاً اس کی روح ڈرنےوالی تھی۔ اور انہیں کماحقہ اس بات کا علم تھا کہ اس نے اپنی حرکات سے خوف ظاہر کیا استقامت ظاہر نہیں کی اور پہلی وضع متعصّبانہ کو ایسا بدل دیا کہ اثناء میعاد میں دین اسلام کی مخالفت میں کبھی دو سطر کا مضمون بھی کسی اخبار میں نہیں چھپوایا اور نہ کوئی رسالہ نکالا جیسا کہ اس کی قدیم سے عادت تھی اور نہ کسی مسلمان سے بحث کی بلکہ اس طرح پر دنوں کو گذارا جیسا کہ کسی نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ چار ہزار روپیہ دینے پر بھی قسم نہ کھائی۔ اور مارٹن کلارک سر پیٹ پیٹ کر رہ گیا مگر نالش نہ کی اور تعلیم یافتہ سانپ وغیرہ الزاموں کو ثابت نہ کر سکا۔ ان تمام وجوہات سے پادری صاحبوں کو یقینی علم تھا کہ

وہ بزدل اور ڈرپوک نکلا۔ اور میعاد کے بعد بھی وہ اپنا قصہ یاد کر کے رویا......

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ سب لوگ اس کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیتے تب بھی وہ کبھی نالش نہ کرتا۔ اور اگر میں ایک کروڑ روپیہ بھی اس کو دیتا تو کبھی قسم نہ کھاتا۔ اس کا دل میرا قائل ہو گیا تھا اور زبان پر انکار تھا۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں آتھم سے زیادہ میری سچائی کا اور کوئی گواہ نہ تھا۔

غرض پادریوں نے آتھم کے معاملہ میں حق پوشی کر کے بہت شوخی کی اور امرتسر سے شروع کر کے پنجاب اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ناچتے پھرے اور بہروپ نکالے اور ایسا شور و غوغا کیا کہ ابتداء عملداری انگریزی سے آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور اس جھوٹی خوشی میں جس کے مقابل انہیں کا کانشنس ان کے منہ پر طمانچے مارتا تھا بہت بُرا نمونہ دکھایا۔ اور گندی گالیوں سے بھرے ہوئے میری طرف خط بھیجے اور وہ شور کیا اور وہ شوخی ظاہر کی کہ گویا ہزاروں فتح ان کے نصیب ہو گئیں اور ہزاروں اشتہار چھپوائے مگر پھر بھی اتنے اور اس قدر جوش کے ساتھ آتھم کا مردہ جنبش نہ کر سکا اور اس جھوٹی فتح کی خوشی میں اس نے کوئی دو ورقہ رسالہ بھی شائع نہ کیا۔ بلکہ ایک اخبار میں شائع کر دیا کہ یہ تمام فتنہ اور شور و غوغا جو عیسائیوں کی طرف سے ہوا یہ میری خلاف مرضی ہوا میں ان کے ساتھ متفق نہیں۔ اور گو سچی گواہی کو چھپایا مگر مخالفانہ تیزی اور چالاکی سے بھی چپ رہا یہاں تک کہ الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے سات مہینہ کے اندر فوت ہو گیا۔ غرض بڑا بھاری فتنہ یہ تھا جس میں دین اسلام پر ٹھٹھا کیا گیا۔ اور جس میں بدبخت مولویوں اور دوسرے جاہل مسلمانوں نے پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا کر اپنا مُنہ کالا کیا۔ اور ایک الہامی پیشگوئی کی ناحق تکذیب کی اور اسلام کی سخت توہین کے مرتکب ہوئے۔ اب صفحہ 242 براہین احمدیہ غور سے پڑھو اور انصاف کرو کہ کیسی صفائی سے اس فتنہ کی اس میں خبر ہے اور کیسا صاف صاف لکھا ہے کہ اول عیسائی مکر کریں گے اور پھر صدق ظاہر ہو جائے گا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 53 تا 55)

عبد اللہ آتھم کے متعلق ’’آخری اشتہار‘‘ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’ناظرین یاد رکھیں کہ آخری پیغام جو آتھم صاحب کو قسم کھانے کے لئے پہنچایا گیا وہ اشتہار 30 دسمبر 1895ء کا تھا۔۔ خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اس کے وجود کو اس کے ہم مذہب لوگوں کی نظر سے چھپا لیا اور جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ 30 دسمبر 1895ء تک ہماری طرف سے اس کو

تبلیغ ہوتی رہی کہ شائد وہ خدا تعالیٰ سے خوف کرکے سچی گواہی ادا کرے۔ پھر ہم نے تبلیغ کو چھوڑ دیا اور خداتعالیٰ کے وعدہ کے انتظار میں لگے سو آتھم صاحب نے 30 دسمبر 1895ء میں سے ابھی سات مہینے ختم نہ کئے تھے کہ قبر میں جا پڑے۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 3 - 4)

عبداللہ آتھم کی وفات 27 جولائی 1896ء کو بمقام فیروز پور ہوئی۔

پھر ’’دوسرا فتنہ جو دوسرے درجہ پر تھا محمد حسین بٹالوی کی تکفیر کا فتنہ تھا۔ اس میں بھی عوام کا شور وغوغا پادریوں کے شور وغور سے کچھ کم نہ تھا۔ اسی فتنہ کی تقریب پر بمقام دہلی سات یا آٹھ ہزار کے قریب مکفر اور مکذب جامع مسجد میں میرے مقابل پر اکٹھے ہوئے تھے۔ اگر عنایت الٰہی شامل نہ ہوتی تو ایک خطرناک بلوہ برپا ہو جاتا۔ غرض اس فتنہ کا بانی محمد حسین بٹالوی تھا اور اس کے ساتھ نذیر حسین دہلوی تھا جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں فرمایا جو صفحہ 511 میں درج ہے تبت یدا ابی لھب و تبّ۔ ما کان لہ ان یدخل فیھا الّا خائفا یعنی دونوں ہاتھ ابی لہب کے ہلاک ہوگئے جس سے اس نے فتویٰ تکفیر لکھا اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہئے تھا کہ اس مقدمہ میں دخل دیتا مگر ڈرتا ہوا۔ یہ فتنہ بھی پشاور سے لے کر کلکتہ بمبئی حیدر آباد اور تمام بلاد پنجاب اور ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور جاہل مسلمانوں نے رافضیوں کی طرح مجھ پر لعنت بھیجنا ثواب کا موجب سمجھا۔ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات ٹوٹ گئے اور بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے علیحدہ ہو گیا۔ سلام ترک کیا گیا یہاں تک کہ ہماری جماعت میں سے کسی مُردہ کا جنازہ پڑھنا بھی موجب کفر سمجھا گیا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 55 - 56)

محمد حسین بٹالوی نے 1891ء میں بڑے پیمانہ پر ملک گیر دورے کرکے مخالفت کا بازار گرم کیا اور کفر کے فتوے کی تیاری اور اشاعت کے حوالے سے بھرپور کوششیں کیں جس کا تفصیلی ذکر تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 385 تا 389 میں موجود ہے۔

’’تیسرا فتنہ جو تیسرے درجہ پر ہے وہ فتنہ ہے جو اب لیکھرام کی موت پر کُھلا کُھلا نشان ظاہر ہونے کے وقت ہندوؤں سے وقوع میں آیا اور انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت تھی فتنہ کو انتہا تک پہنچایا اور قتل کے منصوبے کئے اور کر رہے ہیں اور گورنمنٹ کو اکسایا اور اکسا رہے ہیں۔اس فتنہ کے ساتھ چونکہ ایک کھلا کھلا نشان ہے جس سے مخالفوں کے دلوں پر زلزلہ آ گیا ہے اور فتح عظیم حاصل ہوئی ہے۔ اور بہت سے

اندھے سوجاکھے ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ فتنہ تیسرے درجہ پر ہے۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 56)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق 6 مارچ 1897ء کو پنڈت لیکھرام عبرتناک موت کا شکار ہو۔

(تفصیل: تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 580 تا 601)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ میں مذکور ان تین فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

’’یہ تین فتنے ہیں جن کا براہین احمدیہ میں آج سے سترہ برس پہلے ذکر ہے۔ اب اگر بڑے سے بڑے متعصب مسلمان یا عیسائی یا ہندو کے سامنے یہ کتاب براہین احمدیہ رکھ دی جائے اور ان تینوں فتنوں کے مقامات اس کو دکھلائے جائیں اور حلفاًاس سے پوچھا جائے کہ یہ تینوں فتنے واقعی طور پر وقوع میں آ چکے یا نہیں۔ اور کیا یہ پیشگوئی کے طور پر براہین احمدیہ میں لکھے گئے تھے یا نہیں۔ اور کیا یہ واقعات ثلاثہ جو بڑے زورشور سے ظہور میں آچکے نہیں بتلاتے اور گواہی نہیں دیتے کہ حقیقت میں ایک فتنہ عیسائیوں کی طرف سے بھی ہوا جس میں لاکھوں انسانوں کا شوروغوغا ہوا اور گروہ کے گروہ نہایت پُرجوش صورت میں بازاروں میں پھرتے تھے اور بہروپ نکالتے تھے اور دوسرا فتنہ حقیقت میں محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے خیالات کو اس عاجز کی نسبت بھڑکتی ہوئی آگ کے حکم میں کر دیا اور بھائیوں کو بھائیوں سے اور باپوں کو بیٹوں سے اور دوستوں کو دوستوں سے علیحدہ کر دیا اور رشتے ناطے توڑ ڈالے۔ اور تیسرا فتنہ لیکھرام کی موت کے وقت اور نشان الٰہی کے ظاہر ہونے کے حسد سے ہندوؤں کی طرف سے ہوا اس فتنہ کے جوش میں کئی معصوم بچے قتل کئے گئے راولپنڈی میں قریباً چالیس 40 آدمیوں کو زہر دیا گیا اور مجھ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور گورنمنٹ کو مشتعل کرنے کیلئے سعی کی گئی اور آئندہ معلوم نہیں کہ کیا کچھ کریں گےاب بتلاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں کہ جیسے براہین احمدیّہ میں تصریح اور تفصیل کے ساتھ تین فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ تینوں فتنے ظہور میں آگئے۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 56 - 57)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہامات میں مذکور ان تین فتنوں کے متعلق پیشگوئیوں کا ذکر کرنے اور ان کے پورے ہونے کے حوالے سے تفصیل بیان کرنے کے بعد اپنے زمانے کے نو معروف افراد کے نام لکھے وہ نام یہ تھے:

1۔ محمد حسین بٹالوی

2۔ سر سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

3۔ نذیر حسین دہلوی

4۔ عبدالجبار غزنوی

5۔ رشید احمد گنگوہی

6۔ محمد بشیر بھوپالی

7۔ غلام دستگیر قصوری

8۔ عبداللہ ٹونکی پروفیسر لاہور

9۔ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ

ان نو افراد کے نام لکھنے کے بعد بطور چیلنج تحریر فرمایا:

”اگر کوئی صاحب ان صاحبوں میں سے میرے الہام کی سچائی کے منکر ہیں تو کیوں خلقت کو تباہ کرتے ہیں میرے مقابل پر قسم کھا جائیں کہ یہ تینوں فتنے جو براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی ذکر کئے گئے ہیں یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور اگر پوری ہو گئی ہیں تو اے خدائے قادر اکتالیس دن تک ہم پر وہ عذاب نازل کر جو مجرموں پر نازل ہوتا ہے پس اگر خداتعالیٰ کے ہاتھ سے اور بلاواسطہ کسی انسان کےوہ عذاب جو آسمان سے اترتا اور کھا جانے والی آگ کی طرح کذاب کو نابود کر دیتا ہے اکتالیس روز کے اندر نازل نہ ہوا تو میں جھوٹا اور میرا تمام کاروبار جھوٹا ہو گا اور میں حقیقت میں تمام لعنتوں کا مستحق ٹھہروں گا۔

اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس قسم کی پیشگوئیاں جن کو خود بیان کرنے والے نےاپنی تحریروں اور چھپی ہوئی کتابوں کے ذریعہ سے مخالفوں اور موافقوں میں پیش ازوقت شائع کر دیا ہو اور اپنی عظمت میں میری پیشگوئیوں کے مساوی ہوں اس زمانہ میں دکھاویں جن میں الٰہی قوت محسوس ہو تب بھی میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 57 - 58)

مذکورہ بالا نو افراد کے انتخاب کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’غرض یہ نو صاحب ہیں جو قسم کھانے کیلئے منتخب کئے گئے ہیں کیونکہ ہر ایک ان میں سے ایک جماعت اپنے ساتھ رکھتا ہے پس اس کے ساتھ فیصلہ کرنے سے جماعت کا فیصلہ خود ضمناً ہو جائے گا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 58)

موجودہ زمانے کے کئی احمدیت مخالف علماءایسے ہیں جو انہیں نو افراد میں سے کسی نہ کسی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور بڑے فخریہ انداز میں ان کی احمدیت مخالف کوششوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر موجودہ زمانے کے متعصب علماء یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی ایک ہی پیشگوئی بتائیں جو پوری ہوئی۔

اب ان سے یہ پوچھنے والی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانے میں ان بڑے بڑے علماء کو مخاطب کرکے چیلنج کے طور پر مقابل پر قسم کھانے کے لیے بلایا۔ اگر یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئی تھیں تو وہ مقابل پر آکر قسم کھا لیتے۔ صرف 41 دنوں کی بات تھی سچ اور جھوٹ واضح ہوجانا تھا۔ ان نو علماء میں سے کسی ایک نے بھی ہمت کی ہوتی تو لمبی چوڑی مخالفتوں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔وہ علماء مقابل پر کیوں نہیں آئے کیونکہ ان کو علم تھا کہ براہین احمدیہ میں مذکور پیشگوئیاں پوری ہو گئیں ہیں اسی لیے وہ مقابل پر قسم کھانے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

موجودہ زمانے کے علماء نے الزام دینا ہے تو ان نو علماء کو دیں جنہوں نے قسم نہ کھا کر پیشگوئیوں کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کردی اور نہ صرف پیشگوئیوں کی سچائی کو ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ ملہم من اللہ کو بھی سچا ثابت کر دیا ہے کیونکہ پیشگوئیاں علم غیب پر مشتمل ہوتیں ہیں اور علم غیب صرف رسول اور نبی کو ہی ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں بار بار کہتا ہوں کہ اگر یہ انسان کا فعل ہوتا تو کب کا تباہ کیا جاتا اور قبل اس کے جو تمہارا ہاتھ اٹھتا خدا کا ہاتھ اس کو تباہ کر دیتا دیکھو خدا فرماتا ہے عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ (الجن: 27 - 28) یعنی غیب کو چنے ہوئے فرستادوں کے سوا کسی پر نہیں کھولا جاتا۔ اب سوچو اور خوب غور سے اس کتاب کو پڑھو کہ کیا وہ غیب جس کی اس آیت میں تعریف ہے کامل طور پر پیش نہیں کیا گیا میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ تمہیں دکھایا گیا اگر ان اندھوں کو دکھایا جاتا کہ اس

صدی سے پہلے گذر گئے تو وہ اندھے نہ رہتے۔“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 59 - 60)

قسم کھانا کتنا آسان تھا۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے بیان میں جھوٹا سمجھتے تو ہمت کرتے۔ قسم کھاتے اور اپنے گھر جاتے۔ صرف 41 روز کا انتظار تھا پھر سب واضح ہوجانا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اور قسم کیلئے ضروری ہو گا کہ جو صاحب قسم کھانے پر آمادہ ہوں وہ قادیان میں آ کر میرے روبرو قسم کھاویں میں کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہ دین کا کام ہے پس جو لوگ باوجود مولویت کی لاف کے اس میں سستی کریں تو خود کاذب ٹھہریں گے اگر میرے جیسے شخص کو جس کا نام دجّال رکھتے ہیں مغلوب کرلیں تو گویا تمام دنیا کو بدی سے چھڑائیں گے اور قسم کے وقت یہ شرط نہایت ضروری ہو گی کہ میں ان کی قسم سے پہلے پورے دو گھنٹے تک عام جلسہ میں ان پیشگوئیوں کی سچائی کے دلائل ان کے سامنے بیان کروں گا تا وہ جلدی کر کے ہلاک نہ ہو جائیں اور نیز ان پر حجت پوری ہو اور ان کا حق نہیں ہو گا کہ بجز قسم کھانے کے ایک کلمہ بھی منہ پر لائیں خاموشی سے دو گھنٹے تک میرے بیان کو سنیں گے پھر حسب نمونہ مذکورہ قسم کھا کر اپنے گھروں میں جائیں گے۔“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 57 - 58)

موجودہ زمانے کے علماء نے اگر کچھ کہنا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے ان علماء کو کہیں جنہوں نے ایسا اچھا اور آسان موقع گنوا دیا۔ مخالفت کرنا، گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا تو ویسے ہی مخالفین انبیاء کی روش ہے۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے حضور فیصلہ کے لیے حاضر ہونا اور اس سے فیصلہ چاہنا ہے۔ قسم کھانا بھی ایک ذریعہ ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے علماء تعصب کو دل سے نکال کر خوف خدا رکھتے ہوئے بجائے بدزبانیاں کرنے کے اس فیصلہ کن طریق کو اپناتے ،معاملہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لے جاتے تو سچ عیاں ہوجاتا لیکن انہوں نے مقابل پر خاموشی اختیار کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام تر دعاوی کو سچا ثابت کر دیا۔

صاف دِل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر ہے دِل میں خوفِ کردگار

اگر وہ قسم نہیں کھانا چاہتے تھے تو اس دوسرے طریق کو اپناتے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے فرمایا تھا:

’’اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس قسم کی پیشگوئیاں جن کو خود بیان کرنے والے نے اپنی تحریروں اور چھپی ہوئی کتابوں کے ذریعہ سے مخالفوں اور موافقوں میں پیش ازوقت شائع کر دیا ہو اور اپنی عظمت میں میری پیشگوئیوں کے مساوی ہوں اس زمانہ میں دکھاویں جن میں الٰہی قوت محسوس ہو تب بھی میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 57 - 58)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں ان بڑے بڑے علماء کو ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جس کو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مقابل پر پیش کرسکیں اور یہ دکھا سکیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کوئی اور بھی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے اور اسے بھی غیب کی خبریں ملتی ہیں۔پوری دنیا میں کسی ایک شخص کا بھی نہ ملنا ثابت کرتا ہے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ جس شخص سے ہم کلام ہوتا تھا اور جسے غیب کی خبریں دیتا وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ اس طرح ان علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو ایک اور لحاظ سے تسلیم اور ثابت کر دیا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 6 فروری 2021ء)

(54)
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے متعلق قرآن و حدیث اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیاں

(شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان)

آخری زمانہ کے متعلق ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ ذکر ملتا ہےاور ایک موعود کے آنے کی بھی پیشگوئیاں ملتی ہیں۔قرآن و حدیث میں بھی اس کے متعلق واضح اشارے ملتے ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰﷺ نے عالم اسلام کے تنزل اور ادبار کے زمانہ میں ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی۔ وہ مسیح ومہدی آپؐ کے روحانی فرزند اور خلیفہ کے رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔اس مسیح و مہدی نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں احیائے دین اور قیام شریعت کا علم بلند کرنا تھااور خدا نے اس کے ذریعہ تمام ملتوں کے مقابل روئے زمین پر اسلام کو غالب کرنا تھا۔ یعنی غلبہ اسلام اس کے ہاتھ پر مقدر ہے۔اس آنے والے مسیح و مہدی کی تائید و نصرت کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری تھا تا کہ یہ عظیم مقصد پورا ہو سکے۔

اُمت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں امام مہدی کا ظہور ہو گا اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول بھی اسی زمانہ میں ہو گا۔ مسلمانوں کا نظریہ امام مہدی اور مسیح موعود کے بارہ میں یہ ہے کہ دونوں وجود الگ الگ ظاہر ہوں گے جب کہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔درحقیقت احادیث اور روایات میں آنے والےموعود کے مختلف صفات کے لحاظ سے کئی نام بیان ہوئے ہیں۔ مگر زیادہ تر دو نام مسیح اور مہدی مذ کور ہیں اور حدیث کی رو سے دیکھا جائے تو یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل مسیح اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ چنانچہ رسول کریمﷺ کی ایک حدیث ہے ’’لَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ‘‘ (سنن ابن ماجہ باب شدّۃ الزمان) کہ سوائے عیسیٰ ابن مریم کے اور کوئی المہدی نہیں ہے۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہوں گے۔

ایک اورحدیث میں صاف الفاظ میں عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیتے ہوئے فرمایا

یُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَھْدِیًّا

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم)

یعنی قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ ہو عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے اس کےامام مہدی ہونے کی

حالت میں۔

مذکورہ بالا دو روایات اس بات کے سمجھنے کیلئے کافی ہیں کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور احادیث میں جہاں عیسیٰ ابن مریم کی آمد کیلئے ''نزول'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد محض ظلّی اور بُروزی رنگ میں مسیح ابن مریم کی دنیا میں بعثت ہے۔

بعثت حضرت مسیح موعودؑ اور قرآن کریم

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۵﴾

(سورۃ جمعہ: 2 تا 5)

ترجمہ۔ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے ، قدّوس ہے، کامل غلبہ والا اور صاحبِ حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

سورہ جمعہ کی اِن آیات میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کی پہلی بعثت عرب کے اُمّیوں میں ہوئی اور دوسری بعثت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مطابق آخرین میں مقدر تھی۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ دریافت فرمایا کہ یہ آخرین کون لوگ ہیں جن میں حضور ﷺ کی دوسری بعثت ہو گی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اُسی مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دُنیا میں قائم

کریں گے۔

اِن آیات میں آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے فارسی الاصل شخص کی بعثت کو آنحضرتﷺ کی بعثت قرار دیا گیا ہے گویا آنے والا موعود آنحضرتﷺ کا ظلّ کامل ہو گا۔

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰٮۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷﴾ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَہُوَ یُدۡعٰۤی اِلَی الۡاِسۡلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸﴾ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۹﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۰﴾

(الصّف: 7 تا 10)

ترجمہ۔ اور (یاد کرو) جب عیسی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً مَیں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو توریت میں سے میرے سامنے ہے۔ اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نُور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے دین کے ہر شعبہ پر کلیّتاً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہو گا۔اس آیت کے اصل مصداق آنحضرتﷺ ہی ہیں لیکن وہ موعود غلبہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ظاہر ہونا تھا اس لئے مسیح اور مہدی کو آنحضرتﷺ سے جدا نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا آنا آنحضرتﷺ کا آنا قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہو گی۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 232)

آیت نمبر 8 کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی شان احمدیت کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ آپ ﷺ محمد کے طور پر بھی جلوہ گر ہوئے جس کی پیشگوئی حضرت موسیٰ نے فرمائی اور احمد کے طور پر بھی جس کی پیشگوئی حضرت عیسیٰ نے فرمائی۔

(ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1026 حاشیہ نمبر 1)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بروزی رنگ میں شان احمدیت کے ساتھ ایک موعود کے رنگ میں بعثت کی بشارت دی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے۔

سورۃ الصّف کی ہی آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ اسی مضمون کے تسلسل میں فرماتا ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ﴿٩﴾

(الصّف: 9)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

اس آیت کے معنوں میں اُس موعود کے ظہور کا وقت بھی بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بیان فرماتے ہیں: ”اس آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ اتمام نور کیلئے چودھویں رات مقرر ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 124)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ غلبہ اسلام کی کامل تکمیل امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے وابستہ ہے چنانچہ چند ایک حوالجات درج ہیں

(الف) تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے:

هٰذَا عِنْدَ خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ

کہ اس آیت میں مذکور غلبۂ اسلام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔

(ب) تفسیر جامع البیان جلد 29 میں لکھا ہے:

وَذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

کہ یہ غلبہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول پر ہو گا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ۔تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کے متعلق حضرت علی بن حسین نے فرمایا:

نَزَلَتْ فِي الْمَهْدِيِّ

کہ یہ آیت امام مہدی کےبارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ اِس سے مہدی اور اس کی جماعت مُراد ہے۔

(بحار الانوار جلد 13 صفحہ 13)

بعثت حضرت مسیح موعودؑ اور احادیث کی پیشگوئیاں

قرآن کریم کے بعد اب ہم احادیث پر نظر ڈالیں تو مسیح موعود کے بارہ میں رسول کریمﷺ کی متعدد احادیث ملتی ہیں۔ایک روایت میں آتا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ

(بخاری،کتاب الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہو گی جب ابن مریم (یعنی مثیل مسیح) تم میں مبعوث ہو گا جو تمہارا امام ہو گا اور تم میں سے ہو گا۔ایک اور روایت میں ہے

کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

اس حدیث میں آنحضورﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ آنے والا مسیح مسلمانوں کا امام ہو گا اور ایسا ہر گز نہیں کہ وہ امام کسی دوسری قوم سے تعلق رکھنے والا ہو گا بلکہ اسلام کا ہی پیرو ہو گا۔اس حدیث سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بجسد عنصری دنیا میں آنے جیسے باطل خیالات کا ردّ ہو جاتا ہے۔

پھر ایک اور حدیث میں مسیح موعود کے کام اور مشن کا ذکر کچھ اس طرح سے آیا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا جب تک عیسیٰ ابن مریم جو منصف مزاج حاکم اور عادل امام ہوں گے، مبعوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔(جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

مسلمانوں نے اپنی کم عقلی کی بنا پر اس حدیث کے مفہوم کو بالکل نہیں سمجھا اور آنے والے مسیح کے بارے میں غلط عقیدے رائج ہوگئےاور لوگ یہ ماننے لگے کہ مسیح ظاہری طور پر صلیب کو چن چن کر توڑے گااور ظاہری طور پر خنزیروں کو تلاش کرکے ان کا قتل کرے گا۔ کس قدر خام خیالی ہے کہ ایسی سوچ بن گئی۔

پھر ایک اور حدیث ہے جس میں آنے والے مسیح موعود اور امام کی بیعت کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَبَایِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ

(سنن ابوداؤد، باب خروج المھدی)

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو! جب تمہیں اس کا علم ہو جائے تو فوراً اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

جب سورۃ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ نازل ہوئی تو حدیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کے

استفسار پر آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری کتاب التفسیر) کہ جب ایمان زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر چلا جائے گا تب ان میں سے یعنی بنو فارس میں سے کوئی شخص یا اشخاص دوبارہ ایمان کو قائم کریں گے۔ سورۃ جمعہ کی اس آیت کے اعداد بحساب جُمل 1275 بنتے ہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ آنے والا موعود تیرہویں صدی کے میں ظاہر ہو گا۔

احادیث میں مسیح موعود کی جو علامتیں بیان کی گئیں ہیں انکے مطابق مسیح موعود نے عیسائیت کے غلبہ کے وقت آنا تھا۔ کیونکہ اس موعود کا کام حدیث میں ''يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ'' بیان ہوا ہے۔ یعنی مسیح موعود عیسائی عقائد کو باطل ثابت کرے گا۔ عیسائیت کا یہ غلبہ تیرہویں صدی ہجری میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا حدیث میں مذکور پیشگوئیوں کا تقاضا تھا کہ مسیح موعود تیرہویں صدی ہجری کے آخیر یا چودھویں صدی ہجری کے آغاز پر ظاہر ہوتا۔

اب وہ احادیث پیش ہیں جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آنے والا مسیح موعود کس علاقہ میں ظاہر ہو گا۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءَ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ

(صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

یعنی آنحضرت ﷺ نے خروج دجّال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں مسیح ابن مریم کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا۔ وہ دمشق کی طرف سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ مسلمانوں نے اس حدیث سے غلط مطلب لے لیا کہ مسیح موعود کا نزول دمشق شہر کے مشرقی حصہ میں سفید مینار پر ہو گا اور بہت عجیب وغریب تاویلیں اس حدیث کے بارہ میں کی گئی ہیں۔ مگر درحقیقت اس حدیث سے مراد دمشق شہر کے مشرق میں نزول مسیح ہے، خاص دمشق شہر نہیں۔ اس لئے خاص جائے نزول کے بارہ میں اختلاف ہی رہا ہے۔ لیکن احادیث پر غور کرنے سے جائے نزول کا معمّہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِصَابَةٌ تَغْزُوا الْهِنْدَ وَهِيَ تَكُوْنُ مَعَ الْمَهْدِيِّ

اِسْمُہٗ اَحْمَدُ

(رواہ البخاریؒ فی تاریخہٖ)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ایک جماعت ہندوستان میں (مخالفین اسلام سے) جہاد کرے گی اور وہ مہدی کے ساتھ ہو گی۔ اس مہدی کا نام احمد ہو گا۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی ’’کدعہ‘‘ بستی سے نکلے گا۔فرمایا:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنَ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃ

(جواہر الاسرار قلمی، صفحہ 56 بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 967)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کدعہ نامی بستی سے ظاہر ہو گا اور کدعہ سے مراد قادیان ہے جو درحقیقت پہلے ’’اسلام پور قاضی‘‘ تھا۔ پھر کادیؔ یا کادیںؔ کے نام سے معروف رہا۔ اس طرح کدعہؔ دراصل قادیانؔ کا ہی معرّب ہے۔

اور بھی متعدد احادیث ہیں جن میں مسیح موعود کے بارہ میں پیشگوئیاں ملتی ہیں یہاں مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کروں گا جس میں آنے والے مسیح موعود کیلئے ایک نشان کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ

(سنن دار قطنی جلد نمبر1، باب صلوٰۃ الکسوف و الخسوف صفحہ 65)

یعنی ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے آج تک کسی کیلئے ظاہر نہیں ہوئے۔ یعنی ماہ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں سے) پہلی رات کو اور سورج کو (سورج گرہن کی تاریخوں میں سے) درمیانی تاریخ کو گرہن لگے گا۔

عین حدیث کے الفاظ کے مطابق آنے والے موعود کے حق میں یہ پیشگوئی بھی بڑی شان کے ساتھ 1894ء کے رمضان المبارک میں پوری ہوئی۔

بعثت مسیح موعود اور صلحائے امت کی پیشگوئیاں

امت مسلمہ میں گزشتہ صدیوں میں بے شمار بزرگان اولیاء کرام اور صلحائے امت گزرے ہیں جن کی تکریم ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ ان صلحائے کرام نے بھی مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ان میں سے بعض ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

بارہویں صدی کے مجدّد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میرے ربّ بڑی عظمت والے نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدیؑ ظاہر ہونے کو تیار ہیں۔“

(تفہیمات الٰہیہ جلد2 صفحہ 123)

حضرت حافظ برخوردار خان علیہ الرحمۃ جو سیالکوٹ کے ایک ولی کامل بزرگ گزرے ہیں۔ مسیح موعود کی آمد کے بارہ میں فرماتے ہیں:

پچھے اک ہزار پہ گزرے تریسے سال
عیسیٰؑ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

یعنی جب ہجری سن کے پورے تیرہ سو سال گزر جائیں گے تب حضرت عیسیٰ کا ظہور ہو گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت حافظ برخوردار صاحبؒ ”عیسیٰؑ کے ظہور“ کے قائل ہیں آسمان سے اترنے کے نہیں۔

(قلمی نسخہ ”انواع“ صفحہ 14)

ایک مشہور شیعہ بزرگ حضرت ابو سعید خانم ہندی گزرے ہیں۔ آپ نے کشف میں حضرت امام مہدیؑ کی زیارت کی تھی۔ آپ پورا کشف بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں: ”كُلُّ ذٰلِكَ بِكَلَامِ الْهِنْدِ“ (صافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد صاحب الزمان جزو سوم حصہ دوم صفحہ 304) یعنی کشف میں حضرت امام مہدیؑ نے جس زبان میں کلام فرمایا وہ سارا ہندوستانی زبان میں تھا۔

(امام مہدی کا ظہور صفحہ 363)

ایک صوفی بزرگ حضرت شیخ حسن العراقی گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں شیعہ اصحاب کی معتبر کتاب غایۃ المقصود میں لکھا ہے: ”میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں … جب میں شام میں نوجوانی کی حالت میں جامع بنی امیہ میں داخل ہوا تو میں نے ایک شخص کو کرسی پر بیٹھے ہوئے مہدی اور اس کے خروج کے بارے میں

گفتگو کرتے سنا۔ اس وقت سے مہدی کی محبت میرے دل میں گڑ گئی اور میں دعا میں لگ گیا، کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے ملائے۔پس میں ایک سال تک دعا کرتا رہا۔ ایک دن میں مغرب کے بعد مسجد میں تھا کہ اچانک ایک آدمی میرے پاس آیا، کہ جس کے سر پر عجمیوں کی پگڑی بندھی ہوئی تھی اور اونٹ کے بالوں کا جُبّہ تھا۔ اس نے میرے کندھے کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور مجھے کہا، میری ملاقات کی تجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں مہدی ہوں، پس میں نے اس کے ہاتھ چومے۔‘‘

(غایۃ المقصود جلد دوم صفحہ 81)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موعودِ زمانہ عجمی ہوگا نہ کہ عربی۔ اس حوالہ کو پہلے حوالہ سے ملا کر دیکھیں تو موعود امام کا ہندوستان میں ظاہر ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو انہیں رویاء میں حضورؐ نے فرمایا تھا، ایک کتاب فصوص الحکم تحریر فرمائی۔ اس میں پیشگوئی فرمائی کہ آنے والا موعود جو خاتم الاولیاء بھی ہے تو ام پیدا ہوگا۔اس سے پہلے ایک لڑکی پیدا ہوگی اس کے بعد وہ پیدا ہوگا۔آپ فرماتے ہیں۔

’’اور اوپر قدم اور طریق شیث علیہ السلام کے ہوگا۔ اخیر ایک لڑکا کہ پیدا ہوگا وہ اس نوع انسان سے اور وہ لڑکا اٹھانے والا ہوگا علم اسرارِ شیثؑ کا وہ لڑکا ختم کرنے والا ولادت آدم کا ہے اور پیدا ہوگی ساتھ بہن اس کی۔ پس نکلے گی اس کی شکمِ مادر سے آگے اس کے اور نکلے گاوہ بعد بہن اپنی کے۔ اسطرح کہ ہوگا سر اس کا نزدیک دونوں پاؤں بہن اپنی کے اور ہوگی ولادت اس کی چین میں۔‘‘

(فصوص الحکم صفحہ 36 مترجم مولانا محمد مبارک علی حیدر آبادی مطبوعہ 1308ھ مطبع احمدی کانپور)

اس پیشگوئی میں سب سے پہلے بتایا گیا کہ آنے والا موعود خاتم الاولاد ہوگا۔ خاتم الاولاد کے معنے یہاں خاتم الاولیاء کے ہیں۔ دوسرے وہ توام پیدا ہوگا اور اس سے پہلے ایک اس کی بہن پیدا ہوگی اور اسکا مولد چین ہوگا۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ متن عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ عربی میں ’’الصین‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ عربی میں غیر عرب علاقہ یا دور دراز علاقہ کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی موعود زمانہ کا مولد غیر عرب علاقہ یا دور دراز کا ہونا ہی مراد ہے۔

حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کی ہی ایک اور تصنیف ’’فتوحاتِ مکیہ‘‘ ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں آنے والے موعود کے اصحاب اور مقربین کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ’’وہ سب عجمی ہوں گے۔ ان

میں سے کوئی عربی نہ ہو گا۔ لیکن وہ عربی میں کلام کرتے ہوں گے۔ ان کیلئے ایک حافظ قرآن ہو گا جو ان کی جنس سے نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ہو گی۔ وہ اس موعود کا خاص وزیر اور بہترین امین ہو گا۔“

(فتوحات مکیہ جلد سوم صفحہ 364 تا 365)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور پیشگوئیوں کا پورا ہونا

مذکورہ بالا تمام پیشگوئیوں کے مطابق جو قرآن، حدیث، کتب سماویہ اور صلحائے امت مسلمہ نے کیں وہ موعود مسیح و مہدی اس دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور وہ کوئی اور نہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰےصلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور ظلّ اور آپ ؐکے غلام صادق اور خود کو آپ کا شاگرد قرار دینے والے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود ہیں۔ آپؑ کے آنے سے یہ تمام پیش خبریاں روز روشن کی طرح پوری ہوئیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپؑ پیشگوئیوں کے مطابق 1250ھ میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔یہ وہی قادیان ہے جسے حدیثوں میں کدعہ کہا گیا جو دو نہروں کے درمیان ہے۔ اور دمشق سے مشرق میں ہندوستان کی سر زمین پر موجود ہے۔ آپؑ 1290ھ میں بعمر چالیس سال الہام الٰہی سے مشرف ہوئے اور چودہویں صدی ہجری کے آغاز پر خدا تعالیٰ سے حکم پا کر آپ نے امام مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کی صداقت پر کسوف خسوف کا عظیم الشان نشان 1311ھ کے رمضان میں ظاہر ہوا۔ آپؑ نے دہریوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کے مقابل پر اسلام کا مضبوطی سے دفاع کیا اور ہر دشمن کے دانت کھٹے کئے اور ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح ہر میدان میں اسلام کا جھنڈا اونچا کیا۔آپ نے دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا ایک مضبوط نظام قائم فرمایا۔آپ کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوّت کا قیام عمل میں آیا اور اب خلافت کے سائے تلے دنیا کے 212 ممالک میں اس موعود مسیح پر ایمان لانے والے موجود ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(55)
سلطان القلم حضرت مسیح موعودؑ کے آخری سال

(حلیم خان شاہد۔ انڈیا)

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

قرآن کی تعلیمات کے مطابق چار بڑی اقسام ثابت ہوتی ہیں۔ 1۔نفس اور شیطان کے خلاف جہاد 2۔ جہاد بالقرآن یعنی دعوت و تبلیغ 3۔ جہاد بالمال 4۔ جہاد بالسیف (دفاعی جنگ) اور الحمد للہ جماعت احمدیہ کسی بھی جہاد کے میدان میں پیچھے نہیں بلکہ اتنی آگے ہے کہ کوئی دوسرا اس کی دھول کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ وہ اصلاح نفس کا جہاد ہو یا دعوت تبلیغ قرآن کا۔ وہ مالی جہاد ہو یا جہاد بالسیف۔ ہر میدان میں اس جماعت نے کامیابیوں کے وہ جھنڈے نصب کئے ہیں کہ دشمن بھی اس کے معترف ہیں۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء بعض پڑھنے والے اس سوچ میں ہونگے کہ جہاد بالسیف کے ذریعہ جماعت نے کب اور کیوں اپنا عمل دکھایا تو ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار نہیں دیا بلکہ آنحضرت کی پیشگوئی کے مطابق اس کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے عارضی التوا کا اعلان فرمایا۔ اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر جہاد بالسیف کی شرائط موجود ہوں تو پھر یہ جہاد بھی ضروری ہے۔ آپؑ نے واضح فرمایا۔

”گر دشمن باز نہ آئیں تو تمام مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے جنگ کریں“

(نورالحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8صفحہ 62)

اس کی مختصر سی جھلک ہم نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جب حالات تبدیل ہوتے دیکھے۔ چنانچہ پاکستان کے ہر مشکل وقت میں احمدی مجاہدین نے شاندار کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ الحمد للہ لیکن اس وقت جو حالات تھے وہ حالات حضرت مسیح موعودؑ کے دور کے حالات سے بالکل منفرد تھے یعنی ایک امن اور آزادی بھرا ماحول تھا اس لئے آپؑ نے فرمایا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

آپؑ نے آنحضرت کی پیشگوئی کے مطابق یضع الحرب کے حکم کو صادر کیا اور فرمایا کہ ہمارے دین کی اشاعت کے لئے اب جنگوں کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے حضور نے بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ اسلام کی ساری جنگیں دفاعی تھیں۔ لیکن اب وہ حالات نہیں جو نبی پاک کے زمانہ میں ہجرت کے بعد تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’جن قوموں سے ہمارے نبی کا واسطہ پڑا ان کو مذہبی امور میں دلائل سننے یادلائل سنانے سے کچھ غرض نہ تھی بلکہ انہوں نے اُٹھتے ہی تلوار کے ساتھ اسلام کو نابود کرنا چاہا اور عقلی طور پر اس کے ردّ کرنے کے لئے قلم نہیں اُٹھائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کی کوئی ایسی کتاب نہیں پاؤ گے جس میں اسلام کے مقابل پر عقل یا نقل کے رنگ میں کچھ لکھا گیا ہو کہ وہ لوگ صرف تلوار سے ہی غالب ہونا چاہتے تھے اس لئے خدانے تلوار سے ہی ان کو ہلاک کیا مگر ہمارے اس زمانہ میں اسلام کے دشمنوں نے اپنے طریق کو بدل لیا ہے اور اب کوئی مخالف اسلام کا اپنے مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھاتا اور یہی حکمت ہے کہ مسیح موعود کے لئے یضع الحرب کا حکم آیایعنی جنگ کی ممانعت ہو گی اور تلوار کی لڑائیاں موقوف ہو گئیں۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 92 - 93)

آپؑ نے اس امر کو اپنے اشعار میں یوں بیان فرمایا۔

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں بھولتے ہوتم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

چنانچہ حضورؑ کے دور میں ہر مذہب والوں نے اسلام کے خلاف ایک خطرناک جنگ شروع کر رکھی تھی اور اس میدان جنگ میں نیزہ ہائے قلم لے کر نکلے تھے اس کے جواب میں مسیح آخر الزماں نے کیا ہتھیار

لیا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

''یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔اس میں یہی سر ہے کہ یہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 214)

نیز ایک مقام پر آپؑ نے فرمایا۔

''اور اب قلمی لڑائیوں کا وقت ہے اور چونکہ ہم قلمی لڑائیوں کے لئے ہیں اس لئے بجائے لوہے کی تلوار کے لوہے کی قلمیں ہمیں ملی ہیں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 93)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں جہاد، روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔''

(مکتوبات بنام حضرت میر ناصر صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ 66
مؤلفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل ہلال پوریؓ)

دوستو!جب تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ امن اور سلامتی کا پیغام پہنچانے کے لئے کس طرح دلائل اوربراہین کے ساتھ فریق مخالف کے ساتھ ہر روز مذاہب عالم کے میدان کارزار میں فتح نصیب جرنیل کے طور پر قلم کے ذریعہ چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ایک ایسا جہاد جو نہ صرف قلب و ذہن کو مطمئن کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دلوں میں ایک پاک روحانی انقلاب بھی برپا کرتا ہے۔جس میں ہر مذہب و ملت کے تعلق رکھنے والے کے لئے اسلام کا زندگی بخش پیغام ہے۔ آپؑ نے اپنی پوری زندگی میں اس قلمی جہاد کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی جس طرح اللہ تعالیٰ الہاماً آپؑ کو بتایا تھا کہ:

"میں ہر میدان میں تیرے ساتھ ہوں گا اور ہر ایک مقابلہ میں روح القدس سے میں تیری مدد کروں گا۔"

(تحفہ گولڑیہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 241)

یہ تائید و نصرت کا سلوک آپؑ کے ساتھ ہمیشہ رہا ان بے شمار قلمی جہاد کو اس مختصر مضمون میں بیان کرنا ایک بہت ہی مشکل امر ہے صرف آخری سال میں جو آپ نے قلمی جہاد بیماری اور ضعف کے باوجود سرانجام دیئے اس کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ وباللہ توفیق

مؤرخہ 27 اپریل 1908ء کو الٰہی اذن سے حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لے گئے۔ قیام لاہور کے دنوں میں حضورؑ کو بہت مصروفیات رہا کرتی تھیں تقریر اور تحریر کے ساتھ ساتھ خلق خدا کا تانتا بندھا رہتا اور رجوع کا یہ عالم تھا کہ باوجود مخالفانہ کوششوں اور سخت روکوں کے لوگ جوق درجوق لوہے کی طرح اس مقناطیس کی طرف کھینچے چلے آتے اور اپنے علم و ذوق کے مطابق سوالات کرتے اور جواب پاتے تھے۔ لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کی مصروفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اے فرماتے ہیں۔

"الغرض حضورؑ کا قیام لاہور ایسے ہی حالات کا مجموعہ اور اسی قسم کی مصروفیات کا مرکز تھا۔ حق و حکمت کے خزائیں لٹا کرتے اور علم و معرفت کے موتی بٹا کرتے تھے اور اگرچہ اس سفر کا عرصہ بالکل محدود، زیادہ سے زیادہ صرف ایک ماہ تھا مگر اس سفر کے نقشہ پر بحیثیت مجموعی غور کرنے سے ایک ایسی پر کیف کیفیت نمایاں طور سے نظر آنے لگتی ہے جیسے کوئی یکہ و تنہا مسافر کسی لمبے بے آب و گیاہ اور سنسان ویرانے کے سفر کو جلد جلد طے کر کے منزل مقصود پر پہنچنے کی انتھک اور سرگرم کوشش میں لگ رہا ہو یا کوئی جری ہو بہادر جانباز جرنیل چاروں طرف سے خونخوار دشمنوں کے گھیرے میں پھنسا ہوا دائیں بائیں اور آگے پیچھے کے واروں کو بچاتا،ان کا حلقہ توڑ کر شیر نر کی طرح حملے کرتا اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف ہو، بعینہٖ یہی حال حضور کی تبلیغی کوششوں، سرگرمیوں اور مساعی جمیلہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا تھا اور ایسا نظر آتا تھا کہ گویا حضورؑ کی ساری زندگی کا نچوڑ اور سارے مقاصد اور سلسلہ کے اہم مسائل اور خصوصی عقائد کی تکمیل کا یہ سفر ایک مجموعہ اور خلاصہ تھا اور یہ کہ حضورؑ ان ایام کو غنیمت جان کر ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ انہاک اور مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ کوئی لمحہ فارغ نہ جاتا تھا اور حضور کی پوری توجہ اور ساری کوشش و سعی تبلیغ اور اشاعت ہی پر مرکوز تھی اور کم از کم پچیس مختلف صحبتوں اور تقاریر کا ذکر تو اخبارات میں موجود ہے۔ کتنی تقاریر اور ڈائریاں میری کوتاہ قلمی یا غیر حاضری کی نذر ہوئیں یا کتنی صحبتوں میں شرکت سے دوسرے ڈائری

نویس محروم رہے اس بات کا علم اللہ کو ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ بہت کچھ لکھنے سے رہ جایا کرتا تھا مجھے خود اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ بہت سے وہ معارف اور حقائق جو حضورؑ سیر کے وقت بیان فرمایا کرتے، میں اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے صفحہ قرطاس پر نہ لاسکا... خلاصہ یہ کہ حضورؑ کی ساری حیات طیبہ، انفاس قدسیہ اور توجیہات عالیہ جہاں خدا کے نام کے جلال کے اظہار، اس کے رسول ﷺ کے صداقت و عظمت کے اثبات اور اس کی مخلوق کی بہتری و بہبودی کے لئے وقف تھیں وہاں خصوصیت سے حضور کی پاکیزہ زندگی کے یہ آخری ایام انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ کی سچی تفسیر اور مصدقہ نقشہ تھا۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 393 - 394)

قارئین کرام! یہ وہ مسیح تھا جس کا کوئی بھی وقت ضائع نہیں ہوا ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ اور تحریر و تصنیف میں مشغول رہے۔ ان بہترین تصانیف میں سے ایک چشمہ معرفت تھی جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں تصنیف فرمائی۔ آیئے اس جامع کتاب کی خوبی و تصنیف کے تعلق سے کچھ مختصر تاریخ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

چشمہ معرفت کی تصنیف

''آریہ سماج نے اپنی مذہبی کانفرنس میں اسلام اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم پر ناپاک حملے کئے تھے۔ اور گو آریہ سماج نے جب اس کانفرنس کے مضامین شائع کئے تو اس میں سے قابل اعتراض حصے حذف کر دیئے۔ مگر جن گندی باتوں کو ہزاروں افراد نے سنا ان کا ازالہ کرنا ازبس ضروری تھا۔ لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے شروع جنوری 1908ء میں ہی اس کے جواب میں ''چشمہ معرفت'' کے نام سے ایک مبسوط اور جامع کتاب تالیف فرما دی جو 15 مئی 1908ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب اپنے نام کی طرح معرفت کا ایسا پاک چشمہ ہے جس سے اسلام کی خوبیاں اور کمالات بحر مواج کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 513)

نیز اس کی خصوصیت میں یہ شامل ہے کہ اس میں بہت سے مضمون نہایت جامعیت سے چند سطروں میں آجاتے ہیں اور چند سطروں کے بعد ایک نیا مضمون سامنے آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر ایک حصہ ان دعاوی کے رد میں فرمایا جو ڈاکٹر بھارد واج سیکرٹری آریہ سماج لاہور نے وید کے بارے میں کئے تھے اور دوسرا حصہ ان حملوں کے رد میں جو قرآن اور آنحضرت ﷺ

پر کئے گئے تھے اور اس طرح حضورؑ نے اس کتاب میں اسلام کے زندہ ہونے کے متعلق تمام غیر مذاہب والوں کو چیلنج کیا اور فرمایا۔

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفارروئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 339 - 340)

گویا کہ تبلیغ اسلام کے لئے آپؑ نے ہر مذاہب والوں کو چیلنج دیا اور ہمہ تن اس فریضہ کی تکمیل کے لئے دن رات ایک کئے اس بات کااندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ:

''30 اپریل 1908ء حضورؑ کے قیام لاہور کا پہلا دن تھا جب کہ ابھی پوری طرح یکسوئی اور سکون میسر نہیں آسکا تھا اس دن سے ہی حضورؑنے پوری قوت سے پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 528)

اور یہ قوت ہمیں حضورؑکے آخری ایام میں اور زیادہ تیزی پیدا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تاریخ میں آتا ہے کہ آپؑ آخری ایام میں لاہور میں تحریرو تبلیغ میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ گویا عظیم فاتح جرنیل ہے جو ایک دوسری منزل پر روانہ ہونے سے قبل اپنا کام تیزی سے ختم کرنے کی فکر میں دن رات ایک کئے ہوتا ہے آپؑ کمزوری اور ضعف کے باوجود ہمیشہ تقریر اور تحریر میں مصروف رہتے۔ان ہزاروں تکالیف میں سے دو کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت مہتہ عبدالرحمٰن قادیانیؓ فرماتے ہیں:

''17 مئی 1908ء کی صبح کو مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے چند معزز تعلیم یافتہ رؤساء لاہور کی دعوت کی تھی اور حضرت اقدسؑ سے اس موقع پر کچھ تقریر کرنے کی بھی درخواست کی تھی چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس کو منظور بھی فرمالیا تھا۔ 16 کی رات کو حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور متواتر چند دست آجانے کی وجہ سے بہت ضعف ہو گیا چنانچہ 17 کی صبح کو جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ

والسلام بیدار ہوئے تو یہ الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ چنانچہ اس وعدہ الٰہی سے طاقت پا کر حضرت اقدسؑ نے اس موقع پر قریباً اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے ہو کر بڑی پُر زور تقریر فرمائی۔"

(تذکرہ صفحہ 639، الحکم نمبر 35 جلد 12 مورخہ 30 مئی 1908ء صفحہ 1)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد کپور تھلویؓ ایک جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کو خارش کی بہت سخت شکایت ہو گی تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔علاج بھی برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی … ایک دن میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ بالکل صاف ہیں مگر آپؑ کے آنسو بہہ رہے ہیں … میں نے جرأت کر کے پوچھا کہ حضور آج خلاف معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دل میں ایک معصیت کا خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے کام تو اتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور ادھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اس پر مجھے الہام ہوا

"ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے"

اس سے میرے قلب پر بے حد رقت اور ہیبت طاری ہے کہ میں نے ایسا خیال کیوں کیا۔ ادھر تو یہ الہام ہوا مگر جب اٹھا تو ہاتھ بالکل صاف ہوگئے اور خارش کا نام ونشان نہ رہا۔ ایک طرف اس پُرشوکت الہام کو دیکھتا ہوں دوسری طرف اس فضل اور رحم کو تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کے رحم اور کرم کو دیکھ کر انتہائی جوش پیدا ہو گیا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے"

(تذکرہ صفحہ 685، الحکم جلد 37 نمبر 12 مورخہ 7 اپریل 1934ء صفحہ 4)

قارئین کرام! یہ عظیم فاتح جرنیل ان تکالیف کے باوجود قلمی جہاد میں ہمیشہ مصروف رہتا۔ ان مصروفیت کے ایام میں آپؑ نے آخری سال میں جو قلمی جہاد کی اس کا ایک خوبصورت نقشہ تصنیف "پیغام صلح" میں بھی نظر آتا ہے۔ آیئے اس کتابچہ کے تعلق سے کچھ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

پیغام صلح کی تصنیف

"پیغام صلح" حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا دنیا کے لئے اپنا آخری پیغام ہے اور مشیت الٰہی میں جتنا حصہ لکھا جانا تھا وہ جب تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا حضورؑ کی وفات نہیں ہوئی۔ اس معرکہ آراء مضمون

میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے برصغیر کی دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح اور آشتی پیدا کرنے کے لئے ایک درد مندانہ اپیل کی ہے اور زریں لائحہ عمل اور معاہدہ کی تجویز فرمایا ہے۔''

معاہدہ کی تجویز

''چنانچہ حضورؑ نے اس میں خدا تعالیٰ کی عالمگیر صفت ربوبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد ہندوؤں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہندو اور آریہ صاحبان اگر ہمارے نبیﷺ کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین و تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہو گی ہندو صاحبو کی خدمت میں ادا کریں گے۔اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہو گا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہﷺ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔اور اگر ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہو گی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 534)

ان تجویز کے ساتھ ساتھ حضورؑ نے صاف صاف لفظوں میں لکھا کہ ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کرسکتے ہیں۔لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔''

(پیغام صلح ، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

اس کتابچہ کی اہمیت کے بارےمیں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ فرماتے ہیں:۔

''خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے آخری دو تین روز ایک ایسی اہم اور مہتم بالشان تصنیف میں مصروف رہے جس میں نسل انسانی کے لئے بے نظیر اور فقید المثال خدمت کا مواد اور امن عالم کے قیام کی تجاویز درج ہیں۔جس کا نام اس شہزادہ صلح و آشتی اور امن و

سلامتی نے مضمون کی مناسبت اور وقت کی ضرورت کے لحاظ سے ”پیغام صلح“ تجویز فرمایا۔“

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 407)

”حضور کا یہ آخری مقدس پیغام عوام تک پہنچانے کے لئے 21 جون 1908ء کو پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور نے رائے پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں خواجہ کمال الدین نے ”پیغام صلح“ کا مضمون نہایت بلند آواز اور موٴثر لہجے میں پڑھا جسے حاضرین نے بہت سراہا۔ اندرون ملک میں ”پیغام صلح“ کی مقبولیت اور پسندید گی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ہندوؤں نے اس کی تائید کی اور اس پر عمدہ رائے کا اظہار کیا۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 536)

ان عمدہ رائے میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے جن کو تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 536 تا 537 سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اخبار (ہندو پیٹریٹ) مدراس نے لکھا۔

”دو عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کے ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے ... ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جانی چاہئے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے۔“

(ریویو آف ریلیجنز اردو 1908ء صفحہ 440 تا 444)

ایک غیر مسلم دوست پی بی سنگھ نے لکھا۔

”کتاب پیغام صلح نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے بھی مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں“

(بحوالہ الفضل 29 مارچ 1940ء صفحہ 2 کالم 2)

مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا:

”چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے

(حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے 1891ء میں دعوی مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ ''پیغام صلح'' کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کے مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اخوت اور محبت کے روح پیدا ہو۔

بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔''

(اخبار فرنٹیر میل 22 دسمبر 1948ء بحوالہ تحریک احمدیت صفحہ12 - 13
مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد راجیکی قادیان)

چنانچہ ''پیغام صلح'' کو مغربی ممالک میں خاص عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔مشہور رسالہ ''ریویو آف دی ریوریوز'' نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سے ہو کر مسلمانان ہندو قانون اساسی کے خیمے میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے ... وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے اس پیغمبر صلح کی یہ نرالی تجویز ہے۔''

(ریویو آف ریلیجنزاردو 1908ء صفحہ 438 تا 440)

گو کہ اس نرالی تجویز کا دوست تو دوست غیر بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

قارئین کرام: ایسا ہی قلمی جہاد کا ایک نقشہ 23 مئی 1908ء کی تاریخ میں ملتا ہے۔

اخبار عام کی غلط رپورٹ اور حضورؑ کی تردید

اخبار عام 23 مئی 1908ء نے حضورؑ کے پبلک لیکچر کی خبر دیتے ہوئے یہ غلط رپورٹ شائع کی کہ گویا حضور نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضورؑ نے اسی دن ایڈیٹر صاحب اخبار عام کو ایک مفصل تریدی خط لکھا کہ:

''اس جلسہ میں مَیں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہاہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا

دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ ،علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتدا اور متابعت سے باہر ہوجاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ اس سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں لکھتا آیاہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا ہے ... میں خود ستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی امر ایسے پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہو گا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا بس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 531 - 532)

یہ تھی وہ آخری تحریر جو خدا کے اس برگزیدہ نے لکھی لیکن مشیت الٰہی کے تحت یہ خط آپؑ کی وفات کے بعد شائع کیا گیا۔

پیارے دوستو! حضرت مسیح موعودؑنے آخری دنوں میں قیام لاہور کے دوران صرف تصنیف کے ذریعہ سے ہی اتمام حجت نہیں فرمائی بلکہ حضورؑ نے ان دنوں میں تبلیغ و تقریر کے ذریعہ بھی اتمام حجت کیا جس میں گوروہرسہائے ضلع فیروز پور میں باوا نانکؒ کے تبرکات میں قرآن شریف کا انکشاف اور اس کے ذریعہ ہندو اور سکھ اصحاب پر اتمام حجت، اسی طرح سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان اور آپؑ کی ان کے ساتھ ملاقات اور گفتگو 7 اپریل 1908ء کو ایک امریکن سیاح مسٹر جارج ٹرنر کی قادیان میں آمد آپؑ کی ان سے ملاقات اور سوال و جواب کا ایک سنہرا ماحول پیدا ہوجانا شامل ہے۔سوال و جواب کی محفل کے دوران موصوف کا سوال کہ آپؑ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی کیا سچائی ہے؟ اس کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا:

’’خود آپ اتنے دور دراز ممالک سے یہاں اک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ہماری صداقت کی ایک بھاری دلیل

ہے کیونکہ ایسے وقت میں جب کہ ہم بالکل گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا یاتون من کل فج عمیق ویاتیك من کل فج عمیق'' یعنی اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہوجائیں گے اور خدا کی مدد ایسی راہوں سے آئے گی کہ وہ لوگوں کے بہت چلنے سے گہرے ہوجائیں گے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 519)

اسی طرح 2 مئی 1908ء کو شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب سے حضورؑ کی ملاقات اور آپؑ کا ان کو فارسی میں تبلیغ کرنا بھی شامل ہے نیز 12 مئی 1908ء انگلستان کے ماہر ہیت دان پروفیسر ریگ سے حضورؑ کی ملاقات ہوئی جس میں پروفیسر صاحب نے آپؑ سے بہت سے سوالات کئے اور آپؑ نے ان تمام سوالات کے نہایت لطیف، مسکت اور جامع جوابات دیئے جنہیں سن کر مسٹر ریگ ازحد متاثر ہوئے اور حضورؑ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ:

''مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہوگیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 528 - 529)

اسی طرح 17 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک پبلک لیکچر کے ذریعہ روسائے لاہور کو تبلیغ کی ،اس جلسہ دعوت میں لاہور کے بڑے بڑے روساء، امراء، وکلاء، بیرسٹر اور اخبار کے ایڈیٹر مدعو تھے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے۔ حضرت اقدسؑ کی بے نظیر تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 530)

یہ مختصر سی جھلک تھی اس جہاد کی جو آپؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں سرانجام دیئے گو کہ آپؑ نے پوری زندگی تبلیغ و اشاعت میں صرف کی آخر میں وہ وقت بھی آپہنچا کہ اس برگزیدہ وجود نے اس دنیا کو الوداع کہا اس جیسے بین الاقوامی شخصیت کا انتقال جس نے مذہبی دنیا میں اپنے فولادی قلم زبردست مقناطیسی جذب و کشش، مقدس تعلیمات اور غیر معمولی قوت قدسی کے ساتھ ربع صدی سے زائد عرصے تک تہلکہ مچار رکھا کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا جس پر خاموشی اختیار کی جاسکتی۔ادھر یہ چونکا دینے والی خبر سنی گئی ادھر ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پریس میں ایک شور پڑ گیا اور اخبارات نے حضورؑ کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو خراج عقیدت پیش کیا۔اُن اخبارات میں مسلمان،

ہندوؤں اور عیسائی وغیرہ ہر قسم کے مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 559 - 560)

ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔ اخبار وکیل امرتسر نے لکھا: ’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگاں خواب ہستی کو بیدا کرتا رہا۔ خالی دنیا سے اٹھ گیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 560)

نیز لکھتا ہے کہ:

’’غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 561)

۞ ’’علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ‘‘ علی گڑھ نے لکھا کہ:

’’مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874ء سے 1876ء شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے انعام رکھا تھا...آپ نے اپنی تصنیف کردہ 80 کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے 20عربی زبان میں ہیں ... بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

۞ اسی طرح ’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی نے لکھا کہ:

”مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔“

(تشحیذ الاذہان جلد 3 نمبر 10 صفحہ 382، تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

- ”کرزن گزٹ“ دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ:

”اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجابی بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں..اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارت پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔“

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 183)

- اسی طرح غیر مسلم اخبارات میں سے ”میونسپل گزٹ“ نے لکھا کہ:

”مرزا صاحب علم،و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 566)

- ”جیون تت“ میں دیوسماج کے سیکرٹری نے لکھا۔

”وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 568)

آج حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر صدی سے زیادہ گزر چکا ہے مگر خدا کے فضل سے حضورؑ کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم الشان قلمی خدمات کے اعتراف کا سلسلہ آج تک جاری ہے بلکہ جوں جوں صداقت کی روشنی پھیلتی جاتی ہے حضورؑ کی مقدس ذات دنیا کی گہری توجہ اور خاص دلچسپی کا مرکز بنتی جارہی ہے اور

عالمی رجحانات بڑی تیزی سےاس حقیقت کی طرف آرہے ہیں کہ بیسویں صدی کی کوئی مذہبی تاریخ آپؑ کے قلمی جہاد کے ذکر کے بغیر مکمل ہوہی نہیں سکتی اور ہمیں اس ذکر کو محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت ہمیں خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ہر قسم کی علمی اور اخلاقی ،روحانی اور جسمانی شفاءاور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا دونوں جہانوں سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

’’وہ خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہوجاؤ اور تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا۔

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 361)

پس یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس سلطان القلم مسیح و مہدیؑ کو ماننے کی توفیق ملی اور اس نے ہمیں ان روحانی خزائن کا وارث ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں۔ تاکہ ہمارے دل، ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہوجائیں۔ اللہ کرے ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(56)
حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ

آپ کی رؤیا و کشوف کی روشنی میں

(جاذب محمود طالب علم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کا ایک بہت اعلیٰ مقام بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پانے کا ذریعہ آنحضرت ﷺ کو قرار دیا۔ فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: 32)

یعنی اگر تم اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ذریعہ محبت رسول ﷺ ہے اس نسخہ پر عمل کر کے ہزاروں لوگوں نے خدا کی محبت پائی ہے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت بلند مقام ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے مقام و مرتبہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

ایک اور جگہ آپنے فرمایا:

’’حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت ﷺ ہیں۔۔۔اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر یک مدح و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت ﷺ کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصّہ حاصل کرتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 580 - 581 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

مگر حقیقی متابعت میں عشق کے معنی شامل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مزدور کا اپنے کام سے عشق نہ ہو، اس میں

جذبہ نہ ہو، تو اس کا کام بھی اتنا اعلیٰ نہیں ہو گا۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے کام سے عشق رکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عشق اس کے کام کو اعلیٰ کر دیتا ہے۔ معمول کے مطابق، اگر کسی شخص کو اپنے کام سے محبت ہویا کسی شعبہ سے محبت ہو، تو دیکھا گیا ہے کہ اسی کے سپرد اس کام کو کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرتﷺ سے عشق انتہا کے درجہ تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو حضورﷺ کے دین کی تجدید کے لئے چنا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”اس زمانہ میں بھی جو کچھ خدا تعالیٰ کا فیض اور فضل نازل ہو رہا ہے، وہ آپﷺ ہی کی اطاعت اور آپﷺ ہی کی اتباع سے ملتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ رسول اللہﷺ کی اتباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: 32)

اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل میں ہوں۔ ان نشانات کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کے محبوبوں اور ولیوں کے قرآن شریف میں مقرر ہیں مجھے شناخت کرو۔“

(ملفوظات جلد اوّل 132)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا ہے کہ عشقِ رسول کے نتیجہ میں مَیں تم سے پیار کروں گا۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ محبت الٰہی کی کیا علامات ہیں؟ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہو گا، اسے بلا شبہ آنحضرتﷺ کے زمانے میں ہونے کی خواہش محسوس ہوتی ہو گی۔ کہ کاش میں اس زمانے میں ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پر وحی نازل کی اور دنیا پر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ کتنے خوش قسمت وہ صحابی ہیں جنہوں نے اس وقت کو دیکھا اور حضورﷺ کو مانا اور ان سے سیکھا اور اس کامل رسول کی اور اس کے خدا کی رضا کو پایا۔

ہر سلیم عقل یہ ماننے پر مجبور رہے گی کہ اِس شخص نے اللہ تعالیٰ کے پیار کو پایا ہے۔ اس بات کا صریح ثبوت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواب سے ملتا ہے جو آپ نے 1886ء میں دیکھی:

”خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

ھٰذا رجل یحب رسول اللہ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر3، تذکرہ صفحہ 34)

درج ذیل واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت آنحضرتﷺ کی پاک ذات کی نسبت کیسے جاگتی تھی۔ آپ کی غیرت آنحضرتﷺ کے پاک اسوہ پر کسی حملہ کو برداشت نہ کر پاتی۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام فیروزپور سے قادیان آرہے تھے۔ حضور علیہ السلام پلیٹ فارم کے قریب ہی نماز کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ وضو فرما رہے تھے کہ لیکھرام، جو آپ کا سخت دشمن تھا اور آنحضرتﷺ پر حملے کرتا تھا، آپ کی طرف بڑھا اور سلام کیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ:

اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا مگر حضرت نے یونہی سر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔ اس نے سمجھا شاید سنا نہیں۔ اس نے پھر (سلام) کیا۔ حضرت بدستور استغراق میں رہے۔ وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ فرمایا۔ اس نے آنحضرتﷺ کی بڑی توہین کی ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔ آنحضرتﷺ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔

(حیاتِ طیبہ صفحہ 211)

یہ آپ کی غیرت کا ایک نمونہ ہے جو آپ میں آنحضرتﷺ کی محبت کی وجہ سے جاگی۔ اگر جاگی تو اس لئے نہیں کہ کسی نے آپ کو برا بھلا کہا۔ نہیں۔ جاگی تو صرف اس لئے کہ کسی نے آپ کے محبوب کی گستاخی کی۔ آپ نے کتابیں بھر دیں اور اشتہارات شائع کیے اور نظمیں لکھیں اور کھول کھول کر دنیا کے لئے ثابت کر دیا کہ آنحضرتﷺ کی گستاخی کرنا ناممکن ہے۔ آپ کی پاک زندگی پر کوئی معقول شخص ملامت نہیں کر سکتا۔ آپ علیہ السلام نے تمام مخالفینِ اسلام کے ہاتھ ہر قسم کے ہتھیار سے خالی کر دیے۔

آپ کی اس تعجب انگیز محبت نے آسمانوں سے قبولیت پائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور دنیا کو اطلاع دی کہ ہم اس کے عشق کو قبول کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کو پہلا کشف 1864ء یا 1865ء میں ہوا جب آپ ابھی صرف انتیس تیس سال کے تھے۔ آپ اس کشف کو اپنے لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں:

’’اوائل ایام جوانی میں ایک رات میں نے (رؤیا میں) دیکھا کہ میں ایک عالیشان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرتﷺ کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضورﷺ کہاں تشریف فرما ہیں؟ انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کے اس کے اندر چلا گیا اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضورﷺ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے مجھے بہتر طور پر میرے سلام کا جواب دیا۔ آپﷺ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپﷺ کی پر شفقت و پر محبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپﷺ کی محبت نے مجھے فریفتہ کرلیا اور آپﷺ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے احمد! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور وہ مجھے اپنی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضورﷺ! یہ میری ایک تصنیف ہے۔ آپﷺ نے پوچھا اس کتاب کا کیا نام ہے۔ تب میں نے حیران ہو کر کتاب کو دوبارہ دیکھا۔ تو اسے اس کتاب کے مشابہ پایا جو میرے کتاب خانہ میں تھی اور جس کا نام قطبی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا نام قطبی ہے۔ فرمایا اپنی یہ کتاب قطبی مجھے دکھا۔ جب حضورﷺ نے اسے لیا تو حضورﷺ کا مبارک ہاتھ لگتے ہی وہ ایک لطیف پھل بن گیا۔ جو دیکھنے والوں کے لئے پسندیدہ تھا۔ جب حضورﷺ نے اسے چیرا۔ جیسے پھلوں کو چیرتے ہیں تو اس سے بہتے پانی کی طرح مصفّا شہد نکلا۔ اور میں نے شہد کی طراوت آنحضرتﷺ کے داہنے ہاتھ پر انگلیوں سے کہنیوں تک دیکھی اور شہد حضورﷺ کے ہاتھ سے ٹپک رہا تھا۔ اور آنحضرتﷺ گویا مجھے اس لئے وہ دکھا رہے ہیں تا مجھے تعجب میں ڈالیں۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ دروازے کی چوکھٹ کے پاس ایک مردہ پڑا ہے جس کا زندہ ہونا اللہ تعالیٰ نے اس پھل کے ذریعہ مقدر کیا ہوا ہے اور یہی مقدر ہے کہ نبی کریمﷺ اس کو زندگی عطا کریں۔ میں اسی خیال میں تھا کہ دیکھا کہ اچانک وہ مردہ زندہ ہو کر دوڑتا ہوا میرے پاس آ گیا اور میرے پیچھے کھڑا ہو گیا مگر اس میں کچھ کمزوری تھی گویا وہ بھوکا تھا تب نبی کریمﷺ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور اس پھل کے ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا ان میں سے حضورؐ نے خود کھایا اور باقی سب مجھے دے دئے ان سب ٹکڑوں سے شہد بہہ رہا تھا۔اور فرمایا۔ اے احمد اِس مردہ کو ایک ٹکڑا دے دو تا اسے کھا کر قوت پائے میں نے دیا تو اس نے حریصوں کی طرح اسی جگہ ہی اسے کھانا شروع کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرتﷺ کی کرسی اونچی ہو گئی

ہے حتیٰ کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہا تھا اور ذوق اور وجد کی وجہ سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت بھی میں کافی رو رہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ وہ مردہ شخص اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے روحانی فیوض کے ذریعہ سے اسے اب میرے ہاتھ پر زندہ کرے گا۔ اور تمہیں کیا پتہ شاید یہ وقت قریب ہو۔ اس لئے تم اس کے منتظر رہو۔ اور اس رؤیا میں آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے پاک کلام سے اپنے انوار سے اور اپنے (باغِ مقدس کے) پھلوں کے ہدیہ سے میری تربیت فرمائی تھی۔‘‘

(ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 548 - 549، تذکرہ صفحہ 1 - 3 حاشیہ)

یہ رؤیا براہین احمدیہ میں بھی مذکور ہے مگر چونکہ اس کے شروع کا اور آخر کا حصہ اس تفصیل سے آئینہ کمالاتِ اسلام میں درج ہے اس لئے وہاں سے لیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے ایک کشف تقریباً 1876ء میں دیکھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حس جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبرِ خدا ﷺ و حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم اجمعین (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 - 599 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)۔۔۔ پھر۔۔۔ میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھے ایک کتاب دکھاتے اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی تفسیر ہے جس کو میں نے تالیف کیا ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو دوں تب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے لے لیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے مگر آپ ﷺ بولتے نہیں تھے گویا آپ ﷺ میرے بعض غموں کی وجہ سے غمگین تھے، اور میں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کا وہی چہرہ تھا جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ آپ ﷺ کے نور سے گھر روشن ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ خدا جو نور اور نورانی وجودوں کا خالق ہے۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 16 - 17 حاشیہ)

1882ء میں آپ نے یہ خواب دیکھی:

”اور ایک رات میں کچھ لکھ رہا تھا کہ اسی اثنا میں مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ اس میں نے وقت آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ بدرِ تام کی طرح درخشاں تھا۔ آپ ﷺ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا یا احمد بارك الله فيك“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 34 - 35)

یعنی اے احمد! تجھ میں اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔

1891ء میں آپ نے یہ خواب دیکھی جس سے آپ کا آپ ﷺ سے قرب کا پتا لگتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”ایک مدت کی بات ہے جو اس عاجز نے خواب میں دیکھا جو آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ پر میں کھڑا ہوں اور کئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں ان کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا اور اس کے ہاتھ میں ایک سرکنڈہ تھا اور وہ اس سرکنڈہ کو زمین پر مارتا تھا اور ہر یک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہو گی۔ تب وہ یہی کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضۂ شریفہ کے پاس کی زمین پر اس نے اپنا سرکنڈہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہو گی۔ تب آنکھ کھل گئی اور میں نے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ معیّت معادی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جو شخص فوت ہونے کے بعد روحانی طور پر کسی مقدّس کے قریب ہو جائے تو گویا اس کی قبر اس مقدس کی قبر کے قریب ہو گئی۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 352، تذکرہ صفحہ 147)

18 اکتوبر 1892ء کو آپ علیہ السلام نے یہ خواب دیکھی:

”جب میں رات کو بعد تحریر نعت نبی کریم ﷺ اور مناقب و محامد صحابہ رضی اللہ عنہم سویا تو مجھے ایک نہایت مبارک اور پاک رویا دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع مکان میں ہوں جس کے نہایت

کشادہ اور وسیع دالان ہیں اور نہایت مکلف فرش ہو رہے ہیں اور اوپر کی منزل ہے اور میں ایک جماعت کثیر کو ربانی حقائق و معارف سنا رہا ہوں اور ایک اجنبی اور غیر معتقد مولوی اس جماعت میں بیٹھا ہے جو ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔ مگر میں اس کا حلیہ پہچانتا ہوں وہ لاغر اندام اور سفید ریش ہے اس نے میرے اس بیان میں دخل بےجا دے کر کہا کہ یہ باتیں کنہ باری میں دخل ہے اور کنہ باری میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہے تو میں نے کہا کہ اے نادان ان بیانوں کو کنہ باری سے کچھ تعلق نہیں یہ معارف ہیں اور میں نے اس کے بے جا دخل سے دل میں بہت رنج کیا اور کوشش کی کہ وہ چپ رہے مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا تب میرا غصہ بھڑکا اور میں نے کہا کہ اس زمانہ کے بد ذات مولوی شرارتوں سے باز نہیں آتے خدا ان کی پردہ دری کرے گا اور ایسے ہی چند الفاظ اور بھی کہے جو اب مجھے یاد نہیں رہے۔ تب میں نے اس کے بعد کہا کہ کوئی ہے کہ اس مولوی کو اس مجلس سے باہر نکالے تو میرے ملازم حامد علی نام کی صورت پر ایک شخص نظر آیا اس نے اٹھتے ہی اس مولوی کو پکڑ لیا اور دھکے دے کر اس کو اس مجلس سے باہر نکالا اور زینہ کے نیچے اتار دیا تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری جماعت کے قریب ایک وسیع چبوترہ پر کھڑے ہیں اور یہ بھی گمان گذرتا ہے کہ چہل قدمی کر رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی کو نکالا گیا آنحضرت ﷺ اسی جگہ کے (قریب) ہی کھڑے تھے مگر اس وقت نظر اٹھا کر دیکھا نہیں اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام ہے یعنی یہی کتاب اور یہ مقام جو اس وقت چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے اور آنجناب ﷺ نے اپنی انگشت مبارک اس مقام پر رکھی ہوئی ہے کہ جہاں آنحضرت ﷺ کے محامد مبارکہ کا ذکر اور آپ کی پاک اور پر اثر اور اعلیٰ تعلیم کا بیان ہے اور ایک انگشت اس مقام پر بھی رکھی ہوئی ہے کہ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات اور صدق و وفا کا بیان ہے اور آپ تبسم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

هذا لی و هذا لاصحابی

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے اور یہ میرے اصحاب کے لئے۔ اور پھر بعد اس کے خواب سے الہام کی طرف میری طبیعت متنزل ہوئی اور کشفی حالت پیدا ہو گئی تو کشفًا میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس مقام میں جو خدا تعالیٰ کی تعریف ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا ظاہر کی اور پھر اس کی نسبت یہ الہام ہوا کہ ھذا الثناء لی۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 215 - 217 حاشیہ، تذکرہ صفحہ 166 - 167)

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے۔

”7 دسمبر 1892ء کو ایک اور رؤیا دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضیٰ ہوں۔ اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے تب میں نے دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور تودّد سے مجھے فرماتے ہیں۔

یاعلی دعھم وانصارھم وزراعتھم

یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے۔اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروؤں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 218 - 219، تذکرہ صفحہ 170)

چنانچہ 1893ء میں آپ علیہ السلام نے آئینہ کمالاتِ اسلام کے اشتہار میں فرمایا کہ:

اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرّت ظاہر کی۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 652، تذکرہ صفحہ 187)

1893ء میں حضور نے یہ خواب دیکھی:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس سے پہلے بھی قریب عرصہ میں مجھے آپ کی زیارت ہو چکی تھی۔ آپ نے مجھے اپنا چابک بنایا اور مجھے مقابلہ کے لئے تیار کیا تاکہ میں فرعونی سیرت لوگوں اور ظالموں سے جنگ کروں۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 561، تذکرہ صفحہ 180)

7 اپریل 1893ء کو آپ نے فرمایا کہ:

پیغمبرِ خداﷺ نے فرمایا: ”یہ باغِ اسلام ہم تم کو دیتے ہیں۔“

(حِبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ صفحہ 158، تذکرہ صفحہ 653)

27 اکتوبر 1900ء کو آپ علیہ السلام نے یہ خواب سنائی اور حضور کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں بھی حضور نے اس کو درج فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

”یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی اس کی تصدیق آنحضرتﷺ نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ

سلمان منا اھل البیت علی مشرب الحسن

میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سِلم“

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 212، تذکرہ صفحہ 314)

حضور علیہ السلام نے 14 مارچ 1906ء کو فرمایا:

”میں نے اپنی خواب میں دیکھا کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا انت سلمان و منی یا ذا البرکات“

(ریویو آف ریلیجنز مارچ 1906ء صفحہ 162، تذکرہ صفحہ 515 - 516)

یعنی تو سلمان ہے اور مجھ سے ہے اے صاحبِ برکات۔

14 اگست 1907ء کو آپ فرماتے ہیں کہ یہ الہام ہوا:

”آج ہمارے گھر میں پیغمبرﷺ آئے، آگئے، عزت اور سلامتی۔“

(البدر جلد 6 نمبر 33، 15 اگست 1907ء، تذکرہ صفحہ 615)

حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ فرماتے ہیں کہ ان کو حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے فرمایا کہ

”حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے بارہا بیداری میں ہی آنحضرتﷺ سے ملاقات کی ہے اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپ سے براہِ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے

نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔"

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 572 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 678)

حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

"ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارا جو باہر کا مکان ہے اس کے آگے دو گھوڑے خوب موٹے تازے بندھے ہوئے ہیں اور عربی گھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر ایک گھوڑے پر رسول اللہ ﷺ سوار ہیں اور ایک گھوڑے پر میں سوار ہوں اور ہم دونوں بہادروں کی طرح تیز رفتار چلتے ہیں اور چلنے (میں) کوئی کمی نہیں۔ بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔"

(الحکم جلد 38 نمبر 30 مورخہ 21 اگست 1935ء صفحہ 6، تذکرہ صفحہ 687 - 688)

جب حضور علیہ السلام سیالکوٹ میں نوکر تھے، تو آپ نے اپنے ساتھی بھیم سین کو مخاطب کر کے یہ خواب سنایا کہ:

"آج رات میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ مجھ کو بارگاہِ ایزدی میں لے گئے اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہان کو تقسیم کر دو۔"

(سیرتِ احمد علیہ السلام مصنفہ مولوی قدرت اللہ سنوریؓ صفحہ 150 - 151 روایت 66، تذکرہ 694)

1900ء میں حضور علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ پڑھا۔ یہ حضور کی صداقت کا ایک عظیم نشان تھا۔ حضور کی عربی زبان میں، جو رسول اللہ ﷺ کی زبان تھی، ایسی فصاحت و بلاغت نصیب ہوئی کہ دیکھنے والوں کے لئے ایک عجیب نظارہ تھا۔ سامعین میں سے ایک صحابی سید امیر علی شاہ صاحب کی یہ روایت ملتی ہے کہ:

"۔۔۔ دیکھا تھا کہ جس وقت عربی خطبہ بروز عید پڑھا جاتا تھا اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جلسہ میں موجود ہیں اور اس خطبہ کو سن رہے ہیں۔ یہ خواب عین خطبہ پڑھنے کے وقت ہی بطور کشف اس جگہ بیٹھے ہوئے ان کو معلوم ہو گیا تھا۔"

(رقم فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ بروق کتاب تعطیر الانام خلافت لائبریری ربوہ، تذکرہ صفحہ 290)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کا ایک زبردست فرمان ملتاہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔“

(حیاتِ نور صفحہ 194)

یہ بات پڑھ کر ہر کوئی جانچ سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام کا آنحضرت ﷺ سے کیسا تعلق حضور علیہ السلام نے جوڑ دیا۔

اب یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہیں اور ان کے پیرو کار ہیں ہم یہ جذبہ اپنے اندر کیسے پیدا کریں اور حضور علیہ السلام کے اعلیٰ نمونہ پر کس طرح چلیں۔ تو اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دے دیا۔ متابعت تو کرو مگر دل میں عشق پیدا کرنا متابعت کے لئے ضروری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک اور زبردست اصول بیان کر دیا اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۷﴾

(الاحزاب: 57)

یعنی یقیناً اللہ اور اس کے ملائکہ اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجو اور اس پر سلامتی بھیجو۔

اس آیت کا بھی سب سے اعلیٰ نمونہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود اپنا ایک کشف بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

(المائدہ: 36)

تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقےیعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور

کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمد

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131)

آج کل مخالفینِ احمدیت یہ حملے سوچے سمجھے بغیر کر جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرتﷺ کی گستاخی کی نعوذباللہ من ذالک۔ پس ان سب معترضین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دل نشیں عشق پر تعجب کیوں نہیں آتا؟ کیا وہ اس بات پر تدبر نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ محبت انہوں نے کسی میں نہیں دیکھی؟ ہر نیک فطرت شخص بالطبع ماننے پر مجبور ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص نہیں جو آنحضرتﷺ سے اتنا پیار کرتا ہو۔ تاریخ میں کسی کو کوئی عالم یا بزرگ یا مجدد نہیں ملے گا جس کا پیار اس شدت تک پہنچا ہو۔

بہت سے محدثین اور مجدّدین گزرے ہیں جنہوں نے آپﷺ سے محبت کے جذبہ دکھائے اور اللہ تعالیٰ کو پایا۔ آپ علیہ السلام ان سب سے اعلیٰ تر مقام پر اسی لئے ہیں کہ آپ کا عشقِ رسول ان سب سے اعلیٰ تھا۔ ان الہامات رؤیا کشوف اور خوابوں سے اب ہر دیکھنے والا کسی اور ثبوت کا محتاج نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اعلیٰ نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اللّٰھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد و بارِك و سلِم انك حمید مجید

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(57)
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی نصرت الٰہی

یعصمك الله من عندہ و لو لم یعصمك الناس

(محمد فاتح احمد ناصر۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

حضرت رسول اکرمﷺ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں وعدہ دیتے ہوئے فرمایا کہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ: 68) یعنی اللہ تعالیٰ نہ صرف حضرت رسول اکرمﷺ کی جان بلکہ عزت و عصمت کی حفاظت کو بھی اپنے ذمہ لینے کا وعدہ فرماتا ہے اور ایسے دلائل وبراہین کے عطا فرمائے جانے کا بھی وعدہ فرماتا ہے جو دشمنان دین کو مسکت کریں گے۔اسی طرح مومنین کے ازدیاد ایمان کا بھی ذریعہ ہوں۔نیز پیدائش نبویﷺ سے قیامت تک ایسے سلطان نصیر عطا فرماتا رہے گا جو آپ کی ذات بابرکات پر اٹھنے والے ہر قسم کے اعتراض کا دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی بلند ترین شان مصطفوی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے اور اپنے عملی نمونوں سے اصلاح کا کام کرتے رہیں گے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کیونکہ حضرت محمدﷺ صفات الٰہیہ کے مظہراتم اور انسان کامل اور تمام اوّلین و آخرین کے سردار ہیں۔ دنیا کی ابتدا سے لے کر اس کے اخیر تک حضرت محمد مصطفیﷺ جیسا کوئی وجود نہ پیدا ہوا اور نہ ہو گا۔ صحف سابقہ بھی آپ کی عظمت و خوبیوں کے ذکر سے رطب اللسان رہے۔تمام پاکباز اور فرشتے حضورﷺ کی حمد کے گیت گاتے ہیں بلکہ خود خداوند کریم نے آپ کے ذکر کو بلند کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ (الانشراح) یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو رفعت و سربلندی سے ہمکنار کر دیا۔

حضرت رسول اکرمؐ کی بعثت فی الآخرین

ہم جانتے ہیں کہ حق و باطل کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ رسول اکرمﷺ کے زمانہ سے ہی دشمن آپ کو ناکام کرنے کا کوئی حربہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور نہ ہی اب کوئی کمی چھوڑتے ہیں۔سورۃ جمعہ کے مضامین کے موافق جب اللہ تعالیٰ نے آخرین میں آپﷺ کے غلام صادق کو منصب مسیحیت و مہدویت سے سرفراز فرماتے ہوئے آپ کو نیابت رسولﷺ کا لبادہ پہنایا تو اس سے قبل ہی بزرگان دین، مسیحِ محمدی کو رسول اللہﷺ کا ظل اور بروز قرار دے چکے تھے۔ مثلاً اردو کے مشہور شاعر جناب امام بخش ناسخ تحریر کرتے ہیں۔

اوّل و آخر کی نسبت ہو گی صادق یہاں
صورت معنی شبیہ مصطفٰی پیدا ہوا
دیکھ کر اس کو کریں گے لوگ رجعت کا گماں
یوں کہیں گے معجزے سے مصطفٰی پیدا ہوا

(دیوان ناسخ جلد دوم صفحہ 54 مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1923ء)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریر فرمایا تھا:

’’امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلینﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامۃ الناس گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں آئے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہو گی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس جامع محمدی کی پوری تشریح ہو گا اور اسی کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہو گا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔‘‘

(الخیر الکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ 72 مدینہ پریس بجنور)

حفاظت عصمت کا خدائی وعدہ

طاغوتی طاقتیں ایک مرتبہ پھر آپ کے خلاف بر سر پیکار ہوئیں۔اس خدائی شمع کو بجھانے کے لیے اپنے تمام ہتھیاروں، کیل کانٹوں سے مسلح ہو کر شیطان نے ایک مرتبہ پھر بساط بچھائی، اپنے تمام مہروں کو سامنے لا کر عظیم ترین قوت کا مظاہرہ کیا۔ اور چشم فلک نے ایک مرتبہ پھر دور نبویﷺ جیسی ہی مشکلات و

مصائب کا نمونہ پھر دنیا میں دیکھا۔ مگر دور اوّلین میں عطا فرمودہ خدائی وعدہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ایک مرتبہ پھر پوری شان سے جلوہ گر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امام الزمان، حضرت محمد ﷺ کے غلام صادق کو بھی اپنے فضل سے نہ صرف تمام تر شیطانی قوتوں کی شکست بلکہ ہر میدان میں ترقیات کی بشارت دیتے ہوئے انہی الفاظ میں حفاظت و ترقیات کی عظیم الشان خوشخبریاں عطا فرمائیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’ان لم یعصمك الناس فیعصمك الله من عندہ۔ یعصمك الله من عندہ و ان لم یعصمك الناس۔ (براہین احمدیہ صفحہ 510) ترجمہ۔ اگر چہ لوگ تجھے نہ بچاویں یعنی تباہ کرنے کی کوشش کریں مگر خدا اپنے پاس سے اسباب پیدا کر کے تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچا لے گا اگر چہ لوگ بچانا نہ چاہیں۔

اب دیکھو کہ یہ کس قوت اور شان کی پیشگوئی ہے اور بچانے کے لیے مکرر وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں صاف وعدہ کیا گیا ہے کہ لوگ تیرے تباہ اور ہلاک کرنے کے لیے کوشش کریں گے اور طرح طرح کے منصوبے تراشیں گے مگر خدا تیرے ساتھ ہو گا اور وہ ان منصوبوں کو توڑ دے گا اور تجھے بچائے گا۔ اب سوچو کہ کون سا منصوبہ ہے جو نہیں کیا گیا۔ بلکہ میرے تباہ کرنے او رہلاک کرنے کے لیے طرح طرح کے مکر کیے گئے۔ چنانچہ خون کے مقدمے بنائے گئے، بے آبرو کرنے کے لیے بہت جوڑ توڑ عمل میں لائے گئے اور ٹیکس لگانے کے لیے منصوبے کیے گئے۔ کفر کے فتوے لکھے گئے، قتل کے فتوے لکھے گئے لیکن خدا نے سب کو نامراد رکھا۔ وہ اپنے کسی فریب میں کامیاب نہ ہوئے۔ پس اس قدر زور کا طوفان جو بعد میں آیا، مدت دراز پہلے خدا نے ان کی خبر دے دی تھی۔ خدا سے ڈرو اور سچ بولو کہ کی علم غیب اور تائید الٰہی ہے یا نہیں؟‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 528 - 529)

پھر فرمایا: ’’براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے یعصمک اللّٰہ من عندہ و لو لم یعصمک الناس یعنی خدا تجھے تمام آفات سے بچائے گا اگر چہ لوگ نہیں چاہیں گے کہ تو آفات سے بچ جائے۔ یہ اس زمانہ کی پیشگوئی ہے جب کہ میں ایک زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا اور کوئی مجھ سے نہ تعلق بیعت رکھتا تھا نہ عداوت۔ بعد اس کے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ میں نے کیا تو سب مولوی اور ان کے ہم جنس آگ کی طرح ہو گئے۔۔۔ مگر خدائے علیم نے ان کی ایک نہ سنی۔۔۔ ان لوگوں نے میرے پھانسی دلانے کے لیے اپنے تمام تر منصوبوں سے زور لگایا اور ایک دشمن خدا اور رسول کی مدد کی۔۔۔ (مگر) اسی نے بچایا جس نے پچیس برس پہلے یہ وعدہ دیا تھا کہ تیری قوم تو تجھے نہیں بچائے گی اور کوشش کرے گی کہ تو ہلاک

ہو جائے مگر میں تجھے بچاؤں گا۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 242 - 243)

معزز قارئین! اسی خدائی وعدہ کے موافق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے تابع ہم آپ کی تمام تر زندگی کو عصمت الٰہی کے گھنے سائبان تلے دیکھتے ہیں۔ آپ کی جان لینے کے بے شمار منصوبے کیے گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی خاک اڑا دی۔ پھر انسانی عدالتوں میں آپ کی جان مال اور عزت و آبرو پر حملوں کی خاطر مقدمات کیے گئے مگر آپ کی ہر میدان میں فتح ہوئی، دلائل کے میدان میں آپ پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے مگر آپ بڑی تحدی سے فرماتے رہے:۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار ونزار

اور جب ایک مرتبہ ایک سخت مقدمہ میں دشمن کی تباہ کن چال سے سخت پریشانی کا اظہار کیا گیا کہ دشمن کہتاہے کہ اب آپ دام میں پھنس چکے ہیں اور میں آپ کا شکار کروں گا۔ تو آپ لیٹے ہوئے تھے مگر جوش کے عالم میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور بہت جوش سے فرمایا کہ

”میں اس کا شکار ہوں؟ میں شکار نہیں ہوں۔ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔“ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دہرائے اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی اور نیم بند رہتی تھیں،واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکنے لگی تھیں اور چہرہ اتنا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا“

(سیرت المہدی جلد اوّل)

اور پھر چشم فلک نے وہ نظارے دیکھ کر انگلیاں دانتوں میں دبالیں جہاں تمام شیطانی ومذہبی و دنیاوی قوتیں اور طاقتوں کی مخالفتوں کے باوجود خائب و خاسر رہیں۔ اور آپ محض اور محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح دین و دنیا کی تمام تر ترقیات میں اپنا قدم آگے سے آگے بڑھاتے رہے۔ آپ نے اپنے شعری کلام میں فرمایا:۔

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیر غار

اور انہی الٰہی نصرت و تائیدات کے بے شمار واقعات میں سے ایک بہت ہی نادر واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

’’قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب سے میں نے سنا ہے کہ مولوی کرم الدین بھیں والے کے مقدمہ کے دوران ایک دفعہ حضرت صاحب بٹالہ کے راستہ گورداسپور کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ رتھ میں خود خواجہ صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب مرحوم تھے اور باقی لوگ یکّوں میں پیچھے آ رہے تھے۔ اتفاقاً یکے کچھ زیادہ پیچھے رہ گئے اور رتھ اکیلی رہ گئی۔ رات کا وقت تھا آسمان ابر آلود تھا اور چاروں طرف سخت اندھیرا تھا۔ جب رتھ وڈالہ سے بطرف بٹالہ آگے بڑھا تو چند ڈاکو گنڈاسوں اور چھریوں سے مسلح ہو کر راستہ میں آ گئے اور حضرت صاحب کی رتھ کو گھیر لیا اور پھر وہ آپس میں یہ تکرار کرنے لگ گئے کہ ہر شخص دوسرے سے کہتا کہ تو آگے ہو کر حملہ کر مگر کوئی آگے نہ آتا اوراسی تکرار میں وقت گزر گیا اور اتنے میں پچھلے یکے آن ملے اور ڈاکو بھاگ گئے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ اس وقت یعنی جس وقت ڈاکو حملہ کرنے آئے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کی پیشانی سے ایک خاص قسم کی شعاع نکلتی تھی جس سے آپ کا چہرہ مبارک چمک اٹھتا تھا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ قادیان اور بٹالہ کی درمیانی سڑک پر اکثر چوری اور ڈاکہ کی وارداتیں ہو جاتی ہیں مگر اس وقت خدا کا خاص تصرف تھا کہ ڈاکو خود مرعوب ہو گئے اور کسی کو آگے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔‘‘

(سیر المہدی حصہ دوم روایت نمبر 454)

قارئین کرام! اعلائے کلمہ توحید کے لیے نیک اور پاک گروہ کا پیدا کرنا نبی کا سب سے مقصد عظیم ہوا کرتا ہے اور اسی مقصد کی تکذیب میں بھی دشمن نے ناخنوں تک زور لگایا کہ آپ کو بے یار و مدد گار کرکے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ اور یوں آپ کا سلسلہ ختم ہو جائے مگر آپ نے الٰہی تائید سے بڑے جلال سے فرمایا: ’’خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی قدرت دکھانے کے لیے پیدا کرنا چاہا ہے۔۔۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لیے بطور نمونہ

کے ٹھہریں گے۔"

(اشتہار 4 مارچ 1889ء)

نہ صرف آپ کی مبارک زندگی میں بلکہ اس کے بعد بھی خواہ 1934ء کی ہندوستان گیر مخالفت کی تحریک ہو جہاں یہ بلند و بانگ دعوے کیے گئے کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، منارة المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے، تمام دنیا سے احمدیوں کو ختم کر کے صرف ایک احمدی کو زندہ رکھیں گے اور اسے میوزم میں رکھیں گے تا کہ آئندہ اپنے بچوں کو بتا سکیں کہ احمدی اس طرح کے ہوا کرتے تھے۔ چاہے 1952ء کی ملک گیر تحریک مخالفت سامنے ہو یا 1974ء اور 1984ء میں اٹھایا گیا عالمی طوفان ہو۔خواہ دنیا کے بہت سے مسلمان ممالک میں سینکڑوں کلمہ گو احمدیوں کی جانوں مالوں اور عزتوں کی پائمالی کی ناپاک کوششیں ہوں۔ مگر ان تمام تر مخالفتوں کی کوششوں کے باوجود آج قیام احمدیت کو 132 سال بعد بھی ناکامی و خسرانی انہی دشمنان احمدیت کے ہی حصہ میں آئی۔ اور اس کے برعکس تمام دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں احمدی مسلمان جو اپنی جان، مال، عزت، وقت ہر قربانی پیش کر کے،ہمہ وقت اعلائے کلمہ توحید و اسلام کی کوشش میں مصروف کار ہیں، اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت عصمت فرمائی۔ اور آپ کو ہی کامیاب و کامران فرمایا۔ آپ نے اپنے کلام میں کیا ہی خوب فرمایا:

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

بر صغیر کے ایک ممتازعالم دین مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی مدیر صدق جدید (لکھنؤ) نے قادیان سے شائع ہونے والے رسالہ پر تبصر کرتے ہوئے 1957ء میں لکھا تھا:

"احمدیہ جماعت قادیان اپنے رنگ میں جو خدمت تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں کر رہی ہے یہ رسالہ اس کا پورا مرقع ہے۔ جماعت کے مشن یورپ، امریکہ، مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، ماریشس، انڈونیشیا، نائیجیریا اور ہندوستان و پاکستان کے خدامعلوم کتنے مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ ان سب کی فہرست اور ان کی کارگزاریاں، ان سے تبلیغی لٹریچر کی اشاعت انگریزی، فرنچ، جرمن، ڈچ،اسپینی، فارسی، برمی، ملایا، تامل، ملیالم،

مرہٹی، گجراتی، ہندی اورر اردو زبان میں ان کی مسجدوں اور ان کے اخبارات و رسائل کی فہرست اور اسی قسم کی دوسری سر گرمیوں کا ذکر ان صفحات میں نظر آ جائے گا۔ اور ہم لوگوں کے لیے جو اپنی کثرت تعداد پر نازاں ہیں ایک تازیانہ عبرت کا کام دے گا۔ کاش! ان لوگوں کے عقائد ہمارے جیسے ہوتے اور ہم لوگوں کی سر گرمی عمل ان کی جیسی۔‘‘

(صدق جدید 7 جون 1957ء)

یہ تقریباً 65 سال پہلے کی تحریر ہے جب کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ نہ صرف ہزاروں لاکھوں گنا بڑھ چکی ہے بلکہ کئی گنا بڑھ کر خدمت اسلام میں کوشاں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلك

قارئین کرام!اس معرکہ حق و باطل میں دشمن نے ایک کوشش یہ بھی کی کہ آپ کو دلائل کے میدان میں شکست دے کر آپ کی عصمت دری کی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محض اپنے فضل سے وہ علم کلام عطا فرمایا جس نے نہ صرف آپ کی تمام دنیا میں علم و فضل اور زبان و بیان کے لحاظ سے پہچان کروائی بلکہ اپنے اندر لاانتہا علم و عرفان کے موتی سمیٹے ہونے کے باعث کروڑوں عاشقان توحید کی تسلی و تشفی اور معرفت خداوندی کا باعث بنا اور بن رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کی عظیم الشان خوبیوں کے متعلق ہندوستان کے ایک بڑے ادیب مولانا ابو الکلام نے آپ کی وفات پر تحریر کیا۔

’’وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلابات کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم تاریخ میں منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔۔۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔۔۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں

زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

(بدر 18 جون 1908ء صفحہ 2 - 3)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح پیغام کو سمجھنے اور اپنی زندگیاں اس کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(58)
حضرت مسیحِ موعودؑ اور تعلیمِ قرآن کا بیان

(سید شمشاد احمد ناصر۔ مبلغ سلسلہ امریکہ)

یہ زمانہ اس لحاظ سے بہت مبارک زمانہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے میں امام مہدی اور مسیح موعود کا ظہور مقدر تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں ہی مسیحِ موعود اور امام مہدی ہوں کیوں کہ یہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پھر آپ فرماتے ہیں۔

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

آنحضرتؐ کی پیشگوئی

آنحضرتؐ نے آخری زمانے کی علامات میں سے فرمایا تھا کہ

يُوشِكُ اَن يَاتي على الناس زمان لا يبقیٰ من الاسلام الاّ اسمه ولا يبقیٰ من القرآن الاّ رسمه مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدیٰ وعلماء هم شرّ من تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود

یعنی لوگوں پر وہ زمانہ آتا ہے کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے محض الفاظ رہ جائیں گے (یعنی عمل جاتا رہے گا) اس زمانے کے لوگوں کی مساجد تو بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہونگی اور اُن کے علماء آسمان کے نیچے بد ترین مخلوق ہوں گے۔ اُن سے ہی فتنہ پیدا ہو گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

(مشکوۃ کتاب العلم شعیب الایمان از امام بیہقی بحارلانوار)

اس حدیث میں بیان کردہ اسلام کی حالتِ زار کی ساری پیشگوئیاں من و عن پوری ہو چکی ہیں اور ہر روز

پوری ہوتی ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ترمذی ابواب الایمان میں بھی ایک اور حدیث یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اکہتر (71) یا بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اسی طرح نصاریٰ کا حال ہوا اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اور پھر ترمذی کتاب الایمان ہی میں ایک اور وضاحت بھی بیان کی گئی ہے کہ اِن 73 فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجیہ ہو گا اور پھر اسکی بھی اہم علامت یہ بیان فرمائی کہ ''ما انا وعلیہ واصحابی'' کہ وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقشِ قدم پر چلنے والی ہو گی۔

چنانچہ حکومتِ پاکستان کی قومی اسمبلی نے 4 ستمبر 1974ء کو فیصلہ کر کے بتا دیا کہ وہ ناجی فرقہ جو رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والی جماعت احمدیہ ہی ہے۔ الحمد اللّٰہ علیٰ ذالك۔ کیوں کہ اس میں سارے مسلمان فرقے ایک طرف اور جماعت احمدیہ ایک طرف اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہی جماعت احمدیہ ایک جماعت ہے جو اللہ اور اسکے رسولؐ کی خاطر جان و مال اور وقت و عزت کی قربانیاں دے رہی ہے۔ یہ وہی منفرد جماعت ہے جو آج کلمہ لاالہ الا اللّٰہ محمدؐ رسول اللّٰہ، اذان، تبلیغ، حج، نماز اوراسلامی شعار کو اپنانے سے جسے روکا گیا اور روکا جا رہا ہے جیسے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ روکے گئے تھے۔ اور یہ جماعت ایک امام خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر ایسی متحد ہے کہ جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنے سے مل نہیں سکتی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''یداللّٰہ فوق الجماعۃ'' کہ خدا کی تائید و نصرت اسکے شاملِ حال ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا مقصد اور مشن

مناسب ہو گا کہ آپ کے آنے کا مقصد اور آپ کے مشن کے بارے میں آپ ہی کے الفاظ میں لکھا جائے۔
ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور اُن کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔۔۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی راہ

کی طرف راہبری کرتا ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم)

پھر فرماتے ہیں: ’’یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ دنیا کے مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن لایا ہے اور دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لاالہ اللہ محمدؐ رسول اللہ ہے۔‘‘

(حجۃ الاسلام)

فرماتے ہیں: ’’میں آسمان سے اترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو مرے دائیں بائیں تھے جن کو مرا خدا جو مرے ساتھ ہے مرے کام کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو مرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کے ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔‘‘

(فتح اسلام)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’ایسا ہی یہ عاجز بھی اسی کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا قرآن شریف کے احکام بہ وضاحت بیان کر دیوے‘‘

قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں: ’’ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف کو خاتم الکتب یقین کرے اور اس شریعت کو جو آنحضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے اُسکو ہمیشہ تک رہنے والا مانے اور اس میں ایک ذرہ بھر اور ایک شعشہ بھی نہ بدلے اور اسکی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھو دے اور اپنے وجود کا ہر ذرہ اسی راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اسکی شریعت کی مخالفت نہ کرے، تب پکا مسلمان ہوتا ہے۔‘‘

(الحکم 6 مئی 1908ء صفحہ 5)

اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا

ہے اور اسکی تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہِدایت کہلاتی ہے“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 361 نیا ایڈیشن)

پھر فرماتے ہیں:

”مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرتﷺ کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اسکو دیکھ نہیں سکتے“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 9 نیا ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے آنے کا ایک بڑا مقصد قرآن شریف کی تعلیمات کا احیاء، ترویج اور اشاعت تھی تا کہ لوگ سمجھیں کہ قرآن کریم میں کیا ہے اور اس پر عمل کرنے سے کتنا ثواب اور پھر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اسکے لئے آپ نے قرآن شریف کی تعلیمات کو بار بار بیان فرمایا ہے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ہی پڑھ لیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات کا ایک ختم نہ ہونے والا سمندر ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی تعلیمات کا مقابلہ کرنے کا چیلنج بھی دیا اور آپ کی کتب براہینِ احمدیہ اس پر شاہد ہیں۔ لیکن آج تک کوئی بھی میدان میں نہیں آیا۔

اسی لئے آپ نے فرمایا:

کل العلم فی قرآن لکن۔ تقاصر عنہ افہام الرجال

اور فرمایا:

جمال و حسنِ قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

قرآنی تعلیمات

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک موقعہ پر قرآن کریم کی تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں یوں بیان فرمایا:

1۔ تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو۔ جس نے تمہارے جسموں کو بنایا۔ اسی نے تمہاری روحوں کو پیدا کیا۔ وہی تم سب کا خالق ہے۔ اس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

2۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں۔ یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش نہیں ہیں۔ محض خدا کی رحمت ہے۔ کسی کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کے عوض میں خدا نے سورج بنایا زمین بچھائی یا سورج پیدا کیا۔

3۔ تو سورج کی پرستش نہ کر۔ تو چاند کی پرستش نہ کر۔ تو آگ کی پرستش مت کر۔ تو پتھر کی پرستش مت کر۔ تو مشتہری ستارے کو مت پوجا کر۔ تو کسی آدم زاد یا اور کسی جسمانی چیز کو خدا مت سمجھ کہ یہ سب چیزیں تیرے ہی نفع کے لئے میں نے پیدا کی ہیں۔

4۔ بجز خدا تعالیٰ کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر۔ کہ سب تعریفیں اسی کی طرف راجع ہیں۔ بجز اس کے کسی کو اس کا وسیلہ مت سمجھ کہ وہ تجھ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔

5۔ تو اس کو ایک سمجھ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ تو اس کو قادر سمجھ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں۔ تو اس کو رحیم اور فیاض سمجھ کہ جس کے رحم اور فیض پر کسی عامل کے عمل کو سبقت نہیں۔

دوم: حالت موجودہ دنیا کے مطابق گناہوں کی مخالفت

1۔ تو سچ بول اور سچی گواہی دے۔ اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو یا باپ پر ہو یا ماں پر ہو یا کسی اور پیارے پر ہو اور حقانی طرف سے الگ مت ہو۔

2۔ تو خون مت کر۔ کیونکہ جس نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے۔ کہ جیسے اس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

3۔ تو اولاد کشی اور دختر کشی مت کر۔ تو اپنے نفس کو آپ قتل نہ کر تو کسی قاتل یا ظالم کا مددگار مت ہو۔ تو زنا مت کر۔

4۔ تو کوئی ایسا فعل نہ کر جو دوسرے کا ناحق باعثِ آزار ہو۔

5۔ تو قماربازی نہ کر تو شراب مت پی تو سود مت لے۔ اور جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے۔ وہی دوسرے کے لئے کر۔

6۔ تو نا محرم پر ہر گز آنکھ مت ڈال نہ شہوت سے نہ خالی نظر سے کہ یہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

7۔ تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت لیجو۔ اور ان کو ایسے کاموں سے بچاؤ۔ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں۔ تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکاتے ہوئے خوش اور نظر پسند لباس میں کوچوں اور بازاروں اور میلوں کی سیر سے منع کرو۔ اور ان کو نا محرموں کی نظر سے بچاتے رہو۔ تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو۔ اور دین اور عقل اور خدا ترسی میں ان کو پختہ کرو۔ اور اپنے لڑکوں کو علم پڑھاؤ۔

8۔ تو جب حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے۔ تو عدالت سے کر اور رشوت مت لے۔ اور جب تو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی گواہی دیدے۔ اور جب تیرے نام حاکم کی طرف سے بغرض ادا کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو۔ تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مب کیجو۔ اور عدول حکمی مت کریو۔

9۔ تو خیانت مت کر تو کم وزنی مت کر اور پورا پورا تول۔ تو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بدل۔ تو جعلی دستاویز مت بنا۔ اور اپنی تحریر میں جعل سازی نہ کر۔ تو کسی پر تہمت مت لگا۔ اور کسی کو الزام نہ دے۔ کہ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

10۔ تو چغلی نہ کرے۔ تو گلہ نہ کر۔ تو نمامی نہ کر اور جو تیرے دل میں نہیں۔ وہ زبان پر مت لا۔

11۔ تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے۔ جنہوں نے تجھے پرورش کیا۔ بھائی کا حق ہے۔ محسن کا حق ہے۔ سچے دوست کا حق ہے۔ ہمسایہ کا حق ہے۔ ہموطنوں کا حق ہے۔ تمام دنیا کا حق ہے۔ سب سے رتبہ بہ رتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

12۔ شرکاء کے ساتھ بد معاملگی مت کر۔ یتیموں اور ناقابلوں کے مال کو خوردبرد مت کر۔

13۔ اسقاط حمل مت کر۔ تمام قسموں زنا سے پرہیز کر۔ کسی عورت کی عزت میں خلل ڈالنے کے لئے اس پر بہتان مت لگا۔

14۔ روبخدا ہو اور روبدنیا نہ ہو کہ دنیا ایک گذر جانے والی چیز ہے۔ اور وہ جہان ابدی جہان ہے۔ بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تحمت مت لگا۔ کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہو گا۔

15۔ کسی سے کوئی جبراً چیز مت چھین۔ اور قرض کو عین وقت پر ادا کر۔ اور اگر تیرا قرض دار نادار ہے تو اس کو قرض بخش دے۔ اور اگر اتنی طاقت نہیں۔ تو قسطوں سے وصول کر۔ لیکن تب بھی اس کی وسعت و طاقت دیکھ لے۔

16۔ کسی کے مال میں لاپرواہی سے نقصان مت پہنچا۔ اور نیک کاموں میں لوگوں کو مدد دے۔

17۔ اپنے ہم سفر کی خدمت کر۔ اور اپنے مہمان کو تواضع سے پیش آ۔ سوال کرنے والے کو خالی مت پھیر اور ہر ایک جاندار بھوکے پیاسے پر رحم کر۔“

(حیاتِ احمد صفحات 274 - 277 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

آخر میں کشتیٔ نوح، ہماری تعلیم سے ایک حصہ درج کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآنی تعلیمات کے بارے میں فرماتے ہیں:

”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔“

پس آج اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت پانی ہے تو اس کا ایک ہی واحد علاج ہے کہ اس زمانے کے امام مسیح موعود بانی جماعت احمدیہ کی جماعت میں شامل ہو۔ اور آنحضرتﷺ کی تعلیمات کی اصل تشریح و توضیح جو آپؑ نے فرمائی ہے اسکے مطابق عمل کرے۔ اور رسول کریمﷺ پر شکرانے کے طور پر درود شریف پڑھے کہ ہمیں وہ زمانہ دیکھنے کو ملا کہ جس کو دیکھنے کے لئے ہم سے پہلے قومیں ترستی اس جہان سے گذر گئیں۔

آیئے، آج کے دن عہد کریں۔ کہ ہم قرآن کو مقدم کریں گے قرآن کو عظمت دیں گے۔ اس کی روزانہ تلاوت کریں گے۔ اور اس پر سوچ سمجھ کر پوری طرح عمل پیرا ہوں گے۔ یہی پیغامِ احمدیت ہے۔ یہی پیغامِ مسیحِ موعود ہے۔ اور اسی پیغام کو لے کر آج جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز کی قیادت میں دن بدن آگے ہی آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالك۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(59)

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے آقا و مطاع و محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق

(طاہرہ زرتشت ناز۔ ناروے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور فدائیت کے انداز اور محبت رسول کی ادائیں اتنی وسیع اور متنوع ہیں کہ اس کا احاطہ کرنا ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مختصر طور پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جان تھی۔ آپ کا سارا وجو د اس محبت اور عشق میں مخمور تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی آپ کی روح کی غذا تھی۔ اسی سے آپ کی ذات کا خمیر اٹھا یا گیا اور آپ کا سارا وجود عشق رسول کا ایک شیر یں ثمر تھا۔ سچے عشق اور محبت کے جو لوازم اور اثرات ہوتے ہیں آپ کی ساری زند گی ان سے پر نظر آتی ہے۔ آپ کی تحریرات سے عشق محمد عربی کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کی ہر ادا میں حسن محمد ی کا د لکش عکس د کھائی دیتا ہے۔ آپ کا عشق بے مثال تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

بعد ازخدا بعشق محمد مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 185)

ترجمہ: یعنی میں خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم میں سخت کا فر ہوں۔

کسی بھی انسان کی تحریرات اس کی کیفیات کی حقیقی غماز ہوتی ہیں۔ آپ کی شاند ار تحریرات عدیم المثال ہیں۔ انہیں پڑھنے سے انسان کی روح ورطہ حیرت میں گم ہوجاتی ہے۔ فدائیت اور محبت کے یہ دلر با اند از آپ علیہ السلام کی تحریرات کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو،وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160 - 161)

آپ مزید فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سے انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و صفا تھے۔ اس لیے خدائے جلّ شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا۔ وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 71 حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:۔

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔"

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

پھر آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔‘‘

(کشتی نوع، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13 - 14)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام میں بھی محبت اور فدائیت کا سمندر موجزن ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہر ایک شعر عشق و محبت میں ڈوبا ہوا اور دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اور پڑھنے والے کے دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد

تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ

اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

اپنے عربی منظوم کلام میں اپنے محبوب کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

يَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً

فِيْ مُهْجَتِيْ وَ مَدَارِكِيْ وَ جَنَانِيْ

ترجمہ:اے میرے محبوب! تیری محبت میری جان اور میرے حواس اور میرے دل میں سرایت کر چکی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر بھی عشق و محبت اور فدائیت کا عجیب رنگ اپنے اندر رکھتا ہے آپ علیہ السلام کا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ایسا والہانہ اظہار ہے۔ جو عدیم المثال ہے۔

جِسۡمِیۡ یَطِیۡرُ اِلَیۡكَ مِنۡ شَوۡقٍ عَلَا
یَا لَیۡتَ كَانَتۡ قُوَّةَ الطَّیَرَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 594)

ترجمہ: (اے میرے معشوق!) تیرا عشق میرے جسم پر (کچھ) اس طرح غلبہ پا چکا ہے کہ (وفور جذبات کی وجہ) سے تیری طرف اڑا جاتا ہے۔ اور کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی اور میں اڑ کر تیرے پاس پہنچ سکتا۔

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

اِنِّیۡ اَمُوۡتُ وَلَا تَمُوۡتُ مَحَبَّتِیۡ
یُدۡرٰی بِذِكۡرِكَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیۡ

ترجمہ: اے میرے پیارے! میں تو ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ لیکن میری (وہ) محبت (جو میں تجھ سے کرتا ہوں) اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔ کیونکہ میری قبر کی مٹی سے تیری یاد میں جو آوازیں بلند ہونگی۔ وہ یہی ہونگی (اے میرے محبوب محمدؐ! اے میرے معشوق محمدؐ! اے میرے پیارے محمدؐ!)

آپ علیہ السلام کی تحریرات ،آپ کا منظوم کلام ایک نہایت خوبصورت باغ کی طرح ہے جہاں پر جابجا قسما قسم کے پھول کھلے ہیں جن کا رنگ جدا گانہ ہے اور یہ بستان عشق محمدی کے خوش رنگ پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل اولاد سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے اپنی کتاب ”سیرت طیبہ“ میں فرماتے ہیں:

جب محرم کا مہینہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ اپنے پاس بلایا اور فرمایا! آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھےاور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

"یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا"

اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔

(روایات نواب مبارکہ بیگمؓ)

(از سیرۃ طیبہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے صفحہ 31)

سچے عاشق کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے لئے غیرت رکھتا ہے اور اس کے خلاف کوئی بات سننا برداشت نہیں کر سکتا۔ اور آپ میں یہ جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ جس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ 1925ء میں جب میں انگلستان گیا تو مجھے خواہش ہوئی کہ میں پادری ڈاکٹر وائٹ بریخت سے ملاقات کروں کیونکہ یہ پادری بٹالہ میں مشنری رہ چکے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی کئی بار مل چکے تھے۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا! "میں نے ایک بات مرزا صاحب میں یہ دیکھی وہ مجھے پسند نہیں تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیاجاتا آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔"

پادری صاحب کی یہ بات سن کر عرفانی صاحب نے کیا خوب تبصرہ فرمایا۔ کہ پادری صاحب! جو بات آپ کو ناپسند ہے میں اسی پر قربان ہوں۔

ایک اور واقعہ لاہور کے جلسہ وچھووالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب و ملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی باصرار درخواست کی کہ آپ بھی اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں۔ اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلاف تہذیب اور دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہو گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ممتاز حواری حضرت مولوی نورالدین صاحب کو جو کہ بعد میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ اول ہوئے۔ بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوبی کے ساتھ اور بڑے دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندہ خدا نے اپنی قوم کے

وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں آنحضرتﷺ کے خلاف اتنا زہر اگلا اور ایسا گند اچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان میں واپس آئے تو آپ علیہ السلام حضرت نور الدین صاحب اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا!!

کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ کو گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے۔ اور کیوں نہ اٹھ کر باہر چلے آئے۔؟؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ آیت پڑھی۔

اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِھَا وَیُسۡتَھۡزَاُ بِھَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَھُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖۤ

(سورة نساء: 141)

ترجمہ: یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا ہے اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو۔ تا وقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز سے گفتگو اختیار کریں۔

اس مجلس میں حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت سے سر جھکائے بیٹھے رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم و ندامت سے کٹی جا رہی تھی۔

(ملخصًا سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 201 روایت نمبر 196)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین، خدمت اسلام کے لئے وقف تھا۔ اسلام کے احیاء اور سر بلندی کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف رکھی۔ اس شان سے قلمی جہاد کیا کہ دشمنوں کے منہ بند کر دیئے۔ اور اسلام پر ہونے والے ہر حملے کو ناکام و نامراد کیا۔ آپ نے روحانی خزائن کی صورت میں جو زبر دست لٹریچر پیدا کیا۔ وہ اس فدائیانہ جہاد کی عظمت پر زندہ گواہ ہے۔ آپ کی عاشقانہ خدمت کی بناء پر آپ کے وصال پر آپ کے دشمنوں نے اس بات کا اعتراف کیا اور آپ کو اسلام کے فتح نصیب جرنیل کے طور پر یاد کیا۔

آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں اپنے محبوب محمدﷺ کے مبارک اسوہ کی تصویر نظر آتی ہے آپ نے ساری زندگی آنحضرتﷺ کی پیروی کی اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو بھی عطا ہوا وہ سب آنحضرت ﷺ کی سچی اور بے مثال محبت اور کامل اتباع کی برکت سے عطا ہوا۔ آپ کا یہ عشقِ رسول صرف اپنی زندگی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ نے عشق رسول کی شمعیں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں روشن کیں۔ اور آپ نے تقویٰ شعاروں کی ایسی جاں نثار جماعت پیچھے چھوڑی ہے۔ جو خلافت کے زیر سایہ دین اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہے۔ جو آپ کے پیغام کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔ اور آج ساری دنیا گواہ ہے کہ کروڑوں احمدیوں کے سینوں میں عشق محمدؐ کی شمعیں روشن ہیں اور یہ سب آپؑ ہی کی بدولت ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی صورت میں عاشقِ رسول جماعت کا قیام حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسول مقبول ﷺ کا ایک زندہ و تابندہ ثبوت ہے جس کی عظمت و شوکت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ نور کی شمع ہے جو احمدیوں کے دلوں میں روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گی۔

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی محبت کا جام پیا ہے۔ اور آج آپ کے جانثاروں سے ہی یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ رسول مکی و مدنی سے محبت کے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ محبت ہماری نس نس میں سرائیت کر چکی ہے ہم اس راہ میں موت تو قبول کر سکتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کے دامن سے جدائی قبول نہیں۔ ہم اسی پر زندہ ہیں اور اسی پر مریں گے۔

آج دنیا میں عشق رسول کا جو علم جماعت احمدیہ بلند کر رہی ہے۔ ہم اس علم کو کبھی سر نگوں نہیں ہونے دیں گے خواہ ہمارے سر تن سے جدا کر دیئے جائیں۔ ان شاء اللہ

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و علی عبدك المسیح الموعود وبارك وسلم

یہ میرا دل جسے دنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا

زہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنون ہے چراغ حرم جلانے کا

زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقب
دلوں سے عشق محمد نہیں ہے جانے کا

(ثاقب زیروی)

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(60)
حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مرتبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں

(جاوید اقبال ناصر۔ جرمنی)

دنیا میں ایک ایسا وجود مبعوث ہوا جس کے مقام و مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بیان فرمایا۔ آپؑ کے مقام کو بزرگانِ دین نے بھی اپنے اپنے انداز اور وقت میں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اپنے مقام و مرتبہ کو خود بھی لوگوں کے سامنے خداتعالیٰ سے رہنمائی پا کر پیش کیا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے کرام نے آپ کے مقام و مرتبہ کو اپنے خطبات و خطابات میں بیان کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ زیر نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں آپؑ کا مقام و مرتبہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض کتب میں اپنے مسیح و مہدی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے حق کی تلاش کرنے والے علماء و صلحاء اور عوام الناس کو اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ بلا وجہ تکفیر کے فتوے لگانے یا عوام الناس کو بغیر سوچے سمجھے علماء کے پیچھے چلنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک کتاب ’’نشانِ آسمانی‘‘ میں یہ طریق بھی بتایا ہے کہ توبۃ النصوح کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھے، دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے کہ تُو پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، اس شخص کے بارے میں مجھ پر حق کھول دے۔

پھر اس میں آپ نے دوبارہ یہ تاکید فرمائی ہے کہ اپنے نفس سے خالی ہو کر یہ استخارہ کرنا شرط ہے۔ لیکن اوّل تو توبۃ النصوح ہی بہت بڑی کڑی شرط ہے۔ اس پر عمل ہی کوئی نہیں کرتا اور خاص طور پر علماء تو

بالکل ہی نہیں کر سکتے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر دل بُغض سے بھرا ہواور بدظنی غالب ہو تو پھر شیطانی خیالات ہی آئیں گے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بہت دعا کرتے ہیں ہمیں تو کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دل میں ہی کینہ بھرا ہوا ہے، بُغض بھرا ہوا ہے تو پھر شیطان نے رہ نمائی کرنی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ رہ نمائی نہیں کرتا۔ (ماخوذاز نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401) اسی طرح علماء اور صلحاء کو خاص طور پر اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہنے کی تجویز دی۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 364)

لیکن بُغض سے بھرے ہوئے علماء اس تجویز پر کبھی عمل نہیں کرتے اور عوام الناس کو بھی اپنے ساتھ ڈبو رہے ہیں۔ بہر حال اس کے باوجود بہت سے سعید فطرت ہیں جو اس نسخے کو آزماتے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہ نمائی فرمائی اور اس کے علاوہ بعض سعید فطرت ایسے ہیں جو نیکی کی تلاش میں رہتے ہیں اُن کی اللہ تعالیٰ ویسے بھی رہ نمائی فرماتا ہے۔ بہر حال اس زمانے میں بھی آج کل بھی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اُن لوگوں کی رہ نمائی فرماتا چلا جا رہا ہے جو حق کی تلاش میں سنجیدہ ہیں ...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ایک دن دعا کر کے نہ بیٹھ جاؤ بلکہ کم از کم اس سنجید گی سے دو سے تین ہفتے یا زیادہ دعا کرو۔ جب اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہو تو اللہ تعالیٰ ایک وقت میں رہ نمائی فرمائے گا۔

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401)

پھر ہمارے امریکہ کے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ عبدل سلیم صاحب پچیس، تیس سال پہلے فجی سے لاس اینجلس امریکہ آئے تھے اور عیسائی ماحول ہونے کی وجہ سے عیسائیت قبول کر لی مگر بعد ازاں ایک مسلمان کی تبلیغ سے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا۔ کہتے ہیں اُن کی دوستی خاکسار (یعنی ہمارے جو مبلغ ہیں انعام الحق کوثر اُن) سے ہو گئی اور یہ ہماری مسجد میں آنے لگے۔ انہیں احمدیت کے متعلق تفصیل بتائی۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی حاصل کریں۔ اور دعائے استخارہ کا مسنون طریقہ بتایا۔ چنانچہ انہوں نے استخارے کی دعا کی اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر

آئے۔ اگلے روز وہ حسبِ عادت غیر احمدیوں کی مسجد میں گئے۔ وہاں عرب سے کوئی شَیخ آئے ہوئے تھے۔ اُس شیخ نے حاضرین کو سوال کرنے کی دعوت دی تو عبدل سلیم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ قرآن و حدیث کے مطابق یہ زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا ہے۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ اے خدا! تو مجھے بتا۔ کیا امام مہدی آ گئے ہیں؟ اور اگر آ گئے ہیں تو کون ہیں؟ تو کہتے ہیں مَیں نے اُن کو بتایا کہ میری خواب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آئے۔ اس پر شیخ نے کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں۔ تم کثرت سے تعوّذ پڑھو اور دُرود شریف پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پھر دعا کی۔ کثرت سے درود شریف پڑھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو خواب میں نظر آئے۔ چنانچہ یہ پھر دوبارہ شَیخ کی مجلس سوال و جواب میں گئے اور وہاں ذکر کیا۔ اُس شیخ نے پھر کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ عبدل سلیم صاحب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ رات کو مَیں کثرت سے تعوذ پڑھتا ہوں۔ درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! تو مجھے امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بتا۔ مگر بقول آپ کے خدا تعالیٰ مجھے جواب نہیں دیتا مگر صرف شیطان جواب دیتا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ یہ جواب سن کر مسجد میں شور مچ گیا اور انہوں نے کہا اس کو یہاں سے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ یہ پلید ہے۔ کہتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کی طرف جو سائڈ سکرین تھی، وہاں سے بھی سکرین پیٹی جانے لگی کہ اسے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ بہر حال یہ کہتے ہیں مَیں وہاں سے اُٹھ کر آ گیا اور یہ سارا واقعہ انہوں نے ہمارے مبلغ کو سنایا اور پھر کہا کہ اب مجھے شرح صدر ہو گئی ہے کیونکہ شَیخ کے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں اور اب میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بیعت کی۔ جس دن بیعت کی تو اسی روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکمل طور پر خواب میں اُن پر ظاہر ہوئے اور اُن کو سلام کیا اور مصافحہ کیا اور احمدیت قبول کرنے پر مبارکباد دی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2011ء)

آپؑ نبی ہیں

”بعض لوگ بعض دفعہ مجھے خط بھی لکھ دیتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہ کہو یا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہی اس قسم کی باتیں ہوتی تھیں کہ اس سے جو مخالفت ہے اس میں کمی آ جائے گی۔ اِس لئے اگر یہ لفظ نہ استعمال کیا جائے تو کیا حرج ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ”جو امور سماوی ہوتے ہیں اُن کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے“ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا جو بیان ہو گیا اور جو باتیں خدا تعالیٰ نے کہہ دیں، اُن کو کہنے سے ڈرنا نہیں چاہئے) ”اور کسی قسم کا خوف کرنا اہلِ حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ اُن کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے، جبھی تو لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ (المائدہ: 55) کے مصداق ہوئے“۔ فرمایا ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں“۔ فرمایا ”خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے“۔ (کوئی نئی شریعت والی نبوت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو منسوخ کر رہی ہو اور نئی کتاب لائے) ”ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں“۔ فرمایا ”بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے؟“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 446 - 447 مطبوعہ ربوہ)

پس فرمایا: یہ الہام تو دوسروں کو بھی ہو جاتے ہیں لیکن کثرت سے جو الہام ہوتے ہیں، کثرت سے اللہ تعالیٰ جو باتیں کرتا ہے تو یہی نبوت کا مقام ہے اور اس تعریف کی رو سے مَیں نبی ہوں۔ ورنہ الہام تو اوروں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کھلا اور واضح اعلان ہے اور یہ عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

پس جب مسیح موعود ماننا ہے تو نبی بھی ماننا ضروری ہے۔ باقی رہی مخالفتیں، تو وہ الٰہی جماعتوں کی ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور یہی الٰہی جماعتوں کی نشانی ہے کہ اُن کی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے جابر سلطان اور اُن کے جتھے مقابل پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ تمام جتھے ختم ہو جاتے ہیں، تمام طاقتیں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی غالب آتی ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ: 22) کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

ہے کہ مَیں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مارچ 2011ء)

”ایک دفعہ مَیں ایک پورا خطبہ اس بات پر بھی دے چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور جن لوگوں کو کسی بھی قسم کی غلط فہمی ہے یا بعض لوگ بزدلی یا مداہنت میں غیروں کے سامنے، بات کرتے ہوئے، بحث کرتے ہوئے، اظہار کر جاتے ہیں اُن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کہہ کر پکارا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ نبی ہیں لیکن غیر شرعی نبی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں آئے ہوئے اور آپ سے کامل محبت اور عشق کرنے والے نبی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 جون 2011ء)

آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق تھے

”حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلامِ صادق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کا جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو کچھ بھی آپ نے فیض پایا آپؑ کی غلامی سے پایا۔ آپؑ ایک جگہ ”رسالہ الوصیت“ میں فرماتے ہیں کہ ”نبوتِ محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اُس میں فیض ہے۔ اس نبوّت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ311) پس آپ نے یہ فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پیروی کی وجہ سے اُس مقام تک پہنچایا جو نبوت کا مقام ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف کامل پیروی بھی کافی نہیں ہے یا کامل پیروی کی وجہ سے انسان نبی نہیں بن جاتا کیونکہ اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ جب جمع ہوتے ہیں، دونوں کا اجتماع جو ہے، اس پر وہ صادق آ سکتی ہے، کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں بلکہ نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کی وجہ سے اور آپ کی کامل پیروی اور عشق کی وجہ سے نبوت کا مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ یعنی نبوت کا مقام اُمّتی ہونے کی وجہ سے ملا اور اس عشق کی وجہ سے ملا۔ اُمتی ہونا ایک لازمی شرط ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات سے نواز کر آپ کے حق میں نشان دکھا کر ایک دنیا کی توجہ آپ کی طرف پھیری اور یہ سلسلہ جو آپ کے دعویٰ سے شروع

ہوا آج تک چل رہا ہے اور نیک طبع اس جاری فیض سے فیض پا رہے ہیں اور آپ کی بنائی ہوئی جماعت میں، آپ کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ لیکن یہاں بھی اپنے آقا کی پیروی میں جو فیض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوا، اُس سے وہی فائدہ اُٹھا رہا ہے جو آپ کے بعد اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ آپ کی خلافت سے منسلک ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 جون 2011ء)

آپؑ کا روح و جسم نور محمدیؐ کا آئینہ دار تھا

"آپؑ کے حسن کا، آپ کے نور کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے لیکن یہ ظاہری نور بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے دیا تھا کہ آپ نور مصطفویؐ میں ڈوب کر اپنے وجود کو کلیتاً اپنے آقا و مطاع کے جسمانی اور روحانی نور میں فنا کر چکے تھے تا کہ آپ کے نور میں بھی نور محمدیؐ نظر آئے ...پس آپ کا اپنا تو کچھ نہ تھا۔ روح و جسم نور محمدیؐ کا آئینہ دار تھا۔ عبادات میں، عادات میں، اخلاق میں غرض ہر چیز میں اپنے آقا و مطاع کے منہ کی طرف دیکھ کر اس کی پیروی کرتے تھے۔ اپنے اس پیارے مسیح و مہدی اور غلام صادق کے بارہ میں، اس کے مقام کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے بھی یوں فرمایا تھا کہ میرے اور میرے مہدی کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

...پھر آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کے نورانی ہونے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ غیروں کو کس طرح بتاتا ہے۔ لیکن بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع دے دے پھر بھی اس سے فیض نہیں پا سکتے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ "میری برادری میں سے میرے ایک چچا زاد بھائی میاں غلام احمد تھے ان کی کچھ جائیداد موضع لنگہ ضلع گجرات میں بھی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک تحریر کے کام کے لئے فرمائش کی جس کی تعمیل کے لئے میں ان کے ہمراہ موضع لنگہ چلا آیا۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے مَیں دوپہر کا وقت اکثر ان کے دالان کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں گزارا کرتا تھا۔ ایک دن حسب معمول میں دوپہر کو اس کوٹھڑی میں سو رہا تھا میری آنکھ کھلی تو مَیں نے سنا کہ غلام احمد کی خالہ اور والدہ کہہ رہی تھیں کہ اس رسولے (یعنی حضرت مولوی غلام رسول صاحب) کا ہمیں بڑا افسوس ہے کہ گاؤں گاؤں اور گھر گھر میں لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ اس نے تو مرزائی ہو کر

ہمارے خاندان کی ناک کاٹ دی ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس روز برابر کی کوٹھڑی میں بھائی غلام احمد بھی سویا ہوا تھا۔اس نے بیدار ہوتے ہی ان کی یہ مغلظات سنیں تو کہنے لگا تم کیا بکواس کر رہی ہو۔مَیں نے تو ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ غلام رسول پر آسمان سے اتنا نور برس رہا ہے کہ اس نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ تم جسے برا سمجھتی ہو وہ خدا کے نزدیک برا نہ ہو۔ اتنے میں مَیں بھی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور ان کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا رہا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ یہی میاں غلام احمد جس پر اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ سے اتمام حجت کر دی تھی، میرا اتنا مخالف اور دشمن ہو گیا کہ علماء کو بلا کر بھی احمدیت پر حملے کراتا اور مجھے ذلیل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ آخر میرے مولا کریم نے میری نصرت کے لئے موضع راجیکی میں طاعون کا عذاب مسلط کیا اور غلام احمد اور اس کے ہمنواؤں کا صفایا کر دیا۔"

(حیات قدسی جلد اول صفحہ 39 مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 جنوری 2010ء)

آنحضرتؐ کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا فرض ہے

"... اسلام کیونکہ آخری شریعت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہیں کیا کہ اس کی تعلیم خشک ہو جائے۔ ہر صدی میں مختلف جگہوں پر مختلف وقتوں میں، اس باغ کو ہرا رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نگران بھیجتا رہا اور اس زمانے میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں آخری ہزار سال کا مجدد ہوں۔ پس اسلام کے خوبصورت باغ کا خوبصورت حصہ بننے اور پھلدار درخت بننے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا اب ہر مسلمان کا بھی فرض ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق اب اسی ذریعہ سے پیدا ہوسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی پہنچایا۔ اسی طرح آپ نے اپنے حلقہ بیعت میں آنے والے اپنے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ روح پھونکی کہ دنیا کو یہ پیغام دو کہ خدا کی طرف آئیں، اُس سے تعلق جوڑیں اور یہ تعلق اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنے سے ہی حقیقی رنگ میں جڑ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والے غریب مزدور لوگ بھی تھے، زمیندار بھی تھے، کسان بھی تھے، اَن پڑھ دیہاتی بھی تھے، ملازم پیشہ بھی تھے، کاروباری لوگ بھی تھے اور پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو سمجھا۔ آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور اس حقیقی پیغام کو، حقیقی اسلام کو سمجھ کر دنیا میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ اپنے اپنے حلقہ میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ دوسرے مذاہب پر اسلام کی بالا دستی کا حقیقی ادراک حاصل کیا اور پھر اُن لوگوں میں شامل ہوگئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ پس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے پھر بڑی تیزی سے اسلام کے حقیقی پیغام کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر بھی پھیلانے کی کوشش کی۔

حضرت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے میاں موسیٰ صاحب کو تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ اُن کو قادیان بھیجا مگر وہ شامتِ اعمال سے قادیان سے بغیر بیعت کے واپس آ گئے۔ بعد ازاں مَیں اُن کو کبھی کبھی اخبار بدر سناتا رہا۔ پھر مَیں نے اُن کو ایک دن ایک حدیث کا ذکر سنایا کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خِدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تب اُس بدوی نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلے کو بھی بیعت کے لئے حاضر کیا۔ یہ واقعہ جب مَیں نے حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب کو سنایا تو اُن کے دل پر بھی اس کا خاص اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت ایک کارڈ (یعنی اُس زمانے میں خط کے لئے کارڈ ہوتے تھے) حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ یہ کارڈ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کو حکم دیا۔ لکھ دو کہ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں وہی مسیح موعود ہوں جس کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو دیا۔ اس کارڈ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے بھی ایک دو فقرے لکھ دیئے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے خدا کے مسیح کو قسم دی ہے۔ اب آپ یا تو ایمان لاویں یا عذابِ خداوندی کے منتظر رہیں۔ وہ کارڈ جب پہنچا تو میاں محمد موسیٰ صاحب نے اپنی اور اہل و عیال کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس طرح سے (کہتے ہیں) میں اب اکیلا نہ رہا بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے اُن کو بھی شامل کر دیا۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 136 - 137 روایت منشی قاضی محبوب عالمؓ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مارچ 2012ء)

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے مسیح ومہدی کا مقام پایا

’’اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ کے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے آخری دین کی تکمیل اشاعت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی اور آنحضرتﷺ کی کامل پیروی اور اتباع میں غیر شرعی نبی کا اعزاز دے کر دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی کا ہم جائزہ لیں تو ہمیں آپؑ کی زندگی میں بھی اپنے آقا و مطاع کی زندگی کے ابتدائی دور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور اس کے بعد بھی ہر لحہ یہی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ دنیا سے آپؑ کو کوئی سرور کار نہیں تھا۔ اگر کوئی خواہش اور آرزو اور عمل تھا تو یہ کہ خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہوں۔ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے عشق و محبت میں مخمور رہتے ہوئے آپ پر درود وسلام بھیجتا رہوں اور اس عبادت اور آنحضرتﷺ سے عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ کو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت زار بے چین کر دیتی تھی جس کے لئے آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کا جوش اور آنحضرتﷺ کے ساتھ یہ عشق و محبت ہی تھا جس کی وجہ سے آپ اسلام کے دفاع کے لئے جہاں قرآن کریم کا گہرا مطالعہ فرماتے تھے وہاں دوسرے مذاہب کی کتب کا بھی مطالعہ کرکے قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور جہاں بھی آپؑ کو موقع ملتا تھا اسلام کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور کوئی نام و نمود اور دنیا دکھاوا آپؑ کی جوانی کے دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کے غیر بھی گواہ ہیں اور اپنے بھی گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اس کو تو آپؑ کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عشق و وفا اور دین اسلام کے لئے دِلی دَرد کی کیفیت کا بخوبی علم تھا۔ اس نے آپؑ کو کہا کہ گوشہ تنہائی سے باہر نکلو اور صرف اِکّا دُکّا لوگوں سے اسلام کی برتری کی باتیں نہ کرو۔ صرف اپنے حلقے میں مسلمانوں کی حالت زار بدلنے کی کوشش نہ کرو۔ صرف تحریر سے ہی یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ بلکہ دنیا میں یہ اعلان کر دو کہ آنے والا مسیح و مہدی آ چکا اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ مسیح و مہدی مَیں ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ جون 2009ء)

آپؑ خداتعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے محبوب تھے

’’اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

”جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔“

(حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

پس یہ مقام اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا۔

حضرت مدد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں مَیں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ (یہ فوج میں جونیئر کمیشن افسر کا ایک رینک ہوتا تھا) تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت 1895ء یا 1896ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھااس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدہٗ وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ مَیں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آ کر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی مَیں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہو گئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ مَیں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آ جائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا کہ

ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا رویہ اختیار کر لیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔‘‘

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 95 - 96 روایت مدد خان)

(خطبہ جمعہ فرمودہ11/ مئی 2012ء)

آنحضرتؐ کے دور کی کڑی

’’پھر

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(الجمعہ: 4)

کہہ کر یہ بھی اعلان فرما دیا کہ آخری زمانہ میں ایک تاریکی کے دور کے بعد جب مسیح و مہدی مبعوث ہو گا تو وہ حقیقی اور کامل نمونہ ہو گا اپنے آقا و مطاع کے اُسوہ حسنہ کا۔ پس یہ دَور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور ہے۔ یہ دور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی حقیقی تعلیم کی تصویر ہمارے سامنے رکھی، یہ اصل میں اسی دور کی ایک کڑی ہے جو آنحضرتﷺ کا دور ہے۔ کیونکہ اصل زمانہ تو تاقیامت آنحضرتﷺ کا ہی زمانہ ہے اور یہ بیعت بھی جو ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرتا ہے آنحضرتؐ کے حکم سے ہی کرتا ہے۔ پس ایک مومن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر یہ تجدید عہد کہ وقت کی دُوری نے جس عظیم تعلیم اور جس عظیم اُسوہ کو ہمارے ذہنوں سے بھلا دیا تھا اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یہ تجدید عہد کرتے ہیں کہ ہم ان نیکیوں پر کاربند ہونے کی پوری کوشش کریں گے اور اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کریں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ4/ اپریل 2008ء)

آپؑ کا مشن

’’آج جماعت احمدیہ کا خلافت سے جو رشتہ قائم ہے وہ بھی اس لئے ہے کہ اس عہد بیعت کے تحت ہر احمدی اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ رہا ہے اور پھر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرتﷺ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کاش آج کے مسلمان بھی یہ نکتہ سمجھ جائیں اور زمانے کے مسیح کا انکار کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی جن مشکلات میں مبتلا ہیں، اُن سے نجات پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا، آنحضرتﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہونے کے بعد ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان فرمایا اور بیعت لی۔ آپؑ کا آنحضرتﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرتﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر کسی کو پہچان تھی تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی ... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام مسلمانوں کو آنحضرتﷺ کے مقام کی پہچان کروانا اور دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچانا تھااور نہ صرف بچانا بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانا بھی تھا، اُس ہدایت سے دنیا کو روشناس کروانا بھی تھا جو آخری شرعی نبی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری تھی اور جس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں مسیح ومہدی نے آ کر یہ کام کرنا ہے کہ اسلام کو تمام ادیان پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہ مسیح و مہدی جو آنا تھا وہ مَیں ہوں اور اپنے دعوے کی سچائی میں آپؑ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں ... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے بھی اس پیغام کو جس کو لے کر آپؑ اٹھے تھے، دنیا میں پھیلانا ہے تا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو اور آنحضرتﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، یہ تو ہونا ہے۔ ہم نے تو اس کام میں ذرا سی کوشش کر کے ثواب کمانا ہے، ہمارا صرف نام لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توسعید فطرت لوگوں کو توحید پر قائم کرتے ہوئے آنحضرتﷺ کی امت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیجا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2007ء)

مسیح و مہدی موعود لڑائی نہیں کرے گا

''جماعت احمدیہ کا تو پہلے دن سے ہی یہ مؤقف ہے اور یہ نظریہ ہے اور یہ تعلیم ہے کہ فی زمانہ ان حالات میں جہاد بند ہے اور یہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعو د علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔ مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے''۔ یعنی اذان دینے سے کون منع کرتا ہے ... پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ یَضَعُ الْحَرْب یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کرے گا۔ تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اصح الکتب ہے، اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں جو صریح بخاری کی حدیث کی منافی پڑی ہے''۔ پس یہ جماعت احمدیہ کا نظریہ ہے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اور ببانگ دہل کھلے طورپر ہم یہ اعلان کرتے ہیں، کہتے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ اب یہ لوگ جو جہاد جہاد کرتے پھر رہے ہیں جس کی آڑ میں سوائے دہشت گردی کے کچھ نہیں ہوتا یہ جہاد نہیں ہے اور سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ3/ مارچ 2006ء)

آپؑ کا انکار

''پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار تک تمہیں لے جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرالیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ

نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذاللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس اُمّت میں نہیں۔ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ مُوسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذاللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اَتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی اُمّت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعة: 4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلۡحَمۡدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ مَیں ازخود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا، وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کردی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے‘‘۔ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ) ’’اَنۡتَ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡکَ۔‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے۔ ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟ ‘‘اس بات کو مزید کھول کر بیان فرماتے ہوئے کہ تکذیب مسیح موعود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کس طرح مسیح موعود کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ (یعنی مسیح موعود کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذاللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے جو اِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ فرمایا تھا وہ بھی معاذاللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذاللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں ’’پس پھر مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے

خود کافر بنتا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہو گی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔" (یعنی مَیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہی چھوڑے گا جو مجھے چھوڑنے والا کہتا ہے۔) آپ کہتے ہیں "مَیں قرآن و حدیث کا مُصدّق و مِصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن کا مصداق صحیح ہوں۔ اور جو کچھ مَیں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے، جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجّت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اس کو سمجھائے گا۔" (آپ یہ سب باتیں ایک آئے ہوئے مہمان کو سمجھا رہے تھے۔) آپ نے فرمایا کہ "میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 14 تا 16 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍ مارچ 2018ء)

آپؑ ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی دسویں شرط میں اپنے سے تعلق اور محبت اور اخوت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی قرار دیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو۔ یہ مقام آپ کی بیعت میں آنے کے بعد آپ کو دینا کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشقِ صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے۔ اسلامی تعلیم میں داخل ہونے والی بدعات کو دور فرما کر اسلام کی خالص اور چمکتی ہوئی تعلیم کو پھر سے ہمارے سامنے پیش فرمایا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11؍ مئی 2012ء)

"آج ہم سب احمدی اس مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، اُس شخص کا ہاتھ بٹانے کا دعویٰ کرنے والے ہیں جو ایمان کو ثریا سے زمین پر لایا۔ اُس امام سے منسوب ہونے والے ہیں جس نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالت میں دنیا کے کونے کونے میں قائم کرنے کا عہد کیا ہے اور جس کی جماعت نے اس عہد کو پورا کرنا ہے۔ ہماری کتنی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کونے کونے میں مسیح محمدی کے ذریعے دینِ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری خود لی ہے اور ہمیں فرمایا کہ تم بھی اس

تقدیرِ الٰہی کا حصہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔“ اور تم اس کے حصہ دار بن کے ثواب کماؤ گے۔ ہمیں کس طرح اس الٰہی تقدیر کا حصہ بننا ہے؟ اپنے اندر وہ انقلاب پیدا کر کے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا دے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے، اپنے اندر سے ہر قسم کی برائیوں کو دور کر کے، اپنے قول و فعل میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کر کے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4فروری 2011ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(61)
سیرتِ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ

(ندیم احمد فرخ)

خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اپنے آقا و مطاع حضرت محمدﷺ سے پایا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’میں نے خدا کے فضل سے نہ کہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّدومولا، فخرالانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمدﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64 تا 65)

جب ہم سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ کی ساری زندگی اطاعت رسولﷺ میں گزری ہے چنانچہ آپ کے ایک رفیق حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی ایک روایت میں حضرت مسیح موعودؑ کی اخلاقِ حسنہ کا نہایت ہی پیارے انداز سے ذکر کرنے کے بعد آپ کے اخلاق کے متعلق کیا ہی پیارا لکھتے ہیں:

’’اگر حضرت عائشہ نے آنحضرتﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ’’کَانَ خُلُقُہٗ قُرْآن‘‘ تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ’’کان خُلُقُہٗ حُبَّ محمدٍ و اتباعہٗ علیہ الصّلوٰۃ و السلام‘‘

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 827 روایت نمبر 975)

اب خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ میں سے چند ایک واقعات مختلف عناوین کے تحت درج کرتا ہے:

نماز باجماعت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ۔۔۔ ’’جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ ہر جگہ اپنی مسجد میں اکٹھے ہو کر نماز باجماعت پڑھیں جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے پرا گندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 197)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہے:

’’میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت کی عادت نہیں ڈالتے مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اس لئے جمعہ کے لئے مسجد نا جا سکے میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں تاہم میں جمعہ پڑھنے کو مسجد کو آرہا تھا ایک شخص مجھے اس وقت کی عمر کے لحاظ سے تو شکل اس وقت یاد نہیں رہ سکتی مگر اس واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے۔ محمد بخش اس کا نام ہے اور اب قادیان میں ہی رہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ واپس آرہے ہیں۔ کیا نماز ہو گئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی میں واپس آ گیا میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعود نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔۔۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا تو تھا کہ میں گیا تو تھا۔لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب آپ کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کیا آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے۔ اس وقت میرے دِل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔۔۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا۔ ہاں حضور آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔۔۔ بہر حال یہ واقعہ ہوا جس کا آج تک میرے قلب پر ایک گہرا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو نماز باجماعت کا کس قدر خیال رہتا تھا۔‘‘

(الحکم 21 جولائی 1943ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے بیان کرتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ میں

کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ عدالت میں اور مقدمہ ہوتے رہے۔ میں باہر ایک درخت کے نیچے انتظار کرتا رہا۔ چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اس لئے میں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مگر نماز کے دوران میں ہی عدالت سے مجھے آوازیں پڑھنی شروع ہو گئیں مگر میں نماز پڑھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہو اتو میں نے دیکھا کہ میرے پاس عدالت کا بہرہ کھڑا ہے۔ سلام پھیرتے ہی اس نے مجھے کہا مرزا صاحب مبارک ہو آپ مقدمہ جیت گئے ہیں۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ اوّل صفحہ 14 روایت نمبر 17)

عشقِ رسولؐ

حضرت مرزا سلطان احمدؓ بیان کرتے ہیں :

"ایک بات جو میں نے خاص طور پر دیکھی کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرتﷺ) کے متعلق والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرتﷺ کی شان میں ذرا سی بھی بات کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے ایک مضمون کو بار بار دہرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان کرتے تھے کہ جب 1907ء میں آریوں نے وچھو والی لاہور میں جلسہ کیا دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت صاحب نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہؑ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلافِ وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرتﷺ کے متعلق سخت بد کلامی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اٹھ کر آئے اور فرمایا:

پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرتﷺ کو ایک مجلس میں برا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرتِ دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بد زبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اٹھ کر آنا چاہیے تھا۔"

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 201 روایت نمبر 196)

عشقِ قرآن

حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں:

’’جس دِن شب کو عشاء کے قریب حسین کامی سفیر روم قادیان آیا اس دِن نمازِ مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ کو دورانِ سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے اتر کر نیچے لیٹ گئے اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے مگر حضور نے دیر میں سب کو ہٹا دیا۔ جب اکثر دوست وہاں سے رخصت ہوگئے تو آپ نے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ مولوی صاحب مرحوم دیر تک نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف سناتے رہے یہاں تک کے آپ کو افاقہ ہو گیا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 439 روایت نمبر 462)

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں :

’’۔۔۔۔۔۔ حافظ نبی بخش صاحب نے (حضور سے) ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار) بہت وظیفے پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کون سا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 349 روایت نمبر 318)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:

عموماً لیکچرار اور مصنفین اپنے مضمون کا مسودہ یا نوشت تیار کرنے سے قبل اس کے متعلق بعض کتب اور رسائل کو پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس غرض کے لئے ہمیشہ قرآن کریم کو پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری کتابوں کی طرف چنداں متوجہ نہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کی تصانیف میں بکثرت قرآن کریم کے حوالے ہی پائے جاتے ہیں۔ گویا آپ کی تمام تحریریں، آپ کا تمام کاروبار قرآن شریف کی تفسیر تھا۔ آپ کو قرآن شریف کے ساتھ خاص محبت تھی جس کا اظہار آپ کے نظموں میں بخوبی ہو رہا ہے۔ مثلاً

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
اے عزیزو سنو کے بے قرآن
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(شمائل احمد صفحہ 21 شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

محبتِ دین اور غیرتِ دینی

آپ اپنے منظوم کلام میں اپنے دِل کی کیفیت کو خدا کے حضور پیش کرکے خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

آپؑ کے دِل میں کس قدر محبتِ دین اور غیرتِ دین تھی اس بات کا اندازہ مندرجہ ذیل روایات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

’’میرا ایک کلاس فیلو تھا۔ جس کا نام محمد عظیم ہے۔ اور وہ پیر جماعت علی شاہ سیالکوٹی کا مرید ہے۔وہ مجھ سے بیان کرتا ہے میرا بھائی کہا کرتا تھا ایامِ جوانی میں جب مرزا صاحب کبھی کبھی امرتسر آتے تھے تو میں ان کو دیکھتا تھا وہ پادریوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے اس زمانہ میں عیسائی پادری بازاروں وغیرہ میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے تھے۔ مرزا صاحب ان کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتے تھے اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔۔۔۔۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 232، روایت نمبر 254)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر درد کا دورہ حضرت مسیح موعودؑ کو اسقدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے جسم میں گرمائی آجائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا میں نے عرض کی حضور اس وقت تو کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔

فرمایا آنحضرت کی نعت میں کچھ اشعار یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہینِ احمدیہ کی نظم

”اے خدا! اے چارۂ آزما“

خوش الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپؑ کے بدن میں گرمائی آنی شروع ہو گئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا۔۔۔۔ جب میں نے یہ اعتراضات سنائے تو حضورؑ کو جوش آ گیا اور فوراً آپ بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی اور بہت سے لوگ بھی آگئے اور دورہ ہٹ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم جلد 2 صفحہ 38، روایت نمبر 1039)

اسی طرح آپؑ کے ایک اور رفیق حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ اپنے وسیع تجربہ کی بناء پر فرماتے ہیں:

”ایک ہی چیز ہے جو آپ کو متاثر کرتی ہے۔ اور جنبش میں لاتی ہے اور حد سے زیادہ غصہ دلاتی ہے وہ ہے

”محرمات اللہ اور اہانت شعائر اللہ“

فرمایا! میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے“

(حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر 2 صفحہ 159 - 160)

عائلی زندگی

حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

محترمہ استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ جو مکرم قاضی اکمل صاحب کی حرم محترم ہیں اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں

اور جن کو حضرت اقدسؑ کے گھر میں بہت قریب سے حالات دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اپنی ایک روایت میں جو انہوں نے مجھے لکھ کر دی لکھا ہے:

”ایک دفعہ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ میں جب پہلے پہل دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا حضرت اقدس علیہ السلام کو گڑ والے چاول بہت پسند فرماتے ہیں چنانچہ میں نے بڑے شوق اوراہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ سو وہ بالکل راب سی بن گئی جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آگئے۔ میرے چہرہ کو دیکھا جو کہ رنج اورصدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟

پھر فرمایا: نہیں! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں پھر خوش ہو کر کھائے۔

حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دِل بھی خوش ہو گیا۔“

(سیرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 225 - 226)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بد زبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:

”ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے“

حضور بہت دیر تک معاشرتِ نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آواز کسا تھا میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دِل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دِل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی کسی پنہائی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307)

عاجزانہ راہیں

حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں :

’’ایک دفعہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔وہ ذرا آگے تھا میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑ کیا دے کر ہٹا دیا۔ میرے دِل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیوں کے ٹہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 83)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو آپ کے بڑے بیٹے تھے، بیان کرتے ہیں:

’’دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو ان کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا بیٹھا ہوں۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 200 روایت نمبر 192)

’’ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ پر بیماری کا دورہ ہوا۔ باوجود یہ کہ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے۔ اوپر بیت الذکر کی چھت پر احباب نمازِ مغرب کے لئے تشریف فرما تھے۔ احباب فوری تدابیر میں مصروف ہوگئے۔ پیرا کو بھی خبر ہوئی وہ بھی اس وقت مٹی گارے کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ میں لت پت تھے اسی حالت میں بیت الذکر میں چلا آیا۔ آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب کرتا اس ہئیت کذائی (اسی حال میں) سے وہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آ گیا؟ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے کچھ بھی نہیں سنا اور حضرت کو دبانے لگا حضرت نے فرمایا اس کو کیا خبر ہے ؟ جو کرتا ہے کرنے دو کچھ حرج نہیں؟‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 360)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک اور خادم مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی شہادت ہے کہ جب حضرت

اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمہ کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہم رکاب ہوتا تھا لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے۔ آپ فرماتے کہ ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہو کہ کیوں شرم آتی ہے۔

(حیاتِ طیبہ صفحہ 15)

آپؑ فرماتے ہیں:

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت صاحب تبلیغ (یعنی آئینہ کمالاتِ اسلام کا عربی حصہ) لکھا کرتے تھے۔ مولوی نور الدین صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے ایک بڑا دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خدا داد پر حضرت مسیح موعودؑ کو بڑا ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کرنے کے لئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیے۔ مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی۔ واپسی پر کہ ہنوز راستہ ہی میں تھے کہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دے دیں۔ مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا۔ واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب معمولاً اندر چلے گئے۔ میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت صاحب نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہورہا ہے۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی تو معمولی ہشاش بشاش چہرہ تبسم زیرِ لب تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ ''مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر تگاپو کیوں کیا گیا۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرماوے گا''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 260، روایت نمبر 292)

حضرت چوہدری حاکم علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ۔

’’ایک دفعہ حضرت صاحب بڑی مسجد میں کوئی لکچر یا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک سکھ مسجد میں گھس آیا اور سامنے کھڑا ہو کر حضرت صاحب کو اور آپ کی جماعت کو سخت گندی اور فحش گالیاں دینے لگا۔ اور ایسا شروع ہوا کہ بس چپ ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس وقت بعض طبائع میں اتنا جوش تھا کہ اگر حضرت صاحب کی اجازت ہوتی تو اس کی وہیں تکہ بوٹی اڑ جاتی۔ مگر آپؑ سے ڈر کر سب خاموش تھے آخر جب اس کی فحش زبانی حد کو پہنچ گئی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ دو آدمی اسے نرمی کے ساتھ پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیں مگر اسے کچھ نہ کہیں۔ اگر یہ نہ جاوے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے قادیان میں ایک پولیس کا سپاہی رہا کرتا ہے اور ان دنوں حاکم علی نامی ایک سپاہی ہوتا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 257، روایت نمبر 286)

حضرت میاں سراج الدین صاحب بیان لکھتے ہیں:

’’سراج الدین لمبے بالوں والا جو سجادہ نشین تھا آیا ہے پہلے تو نرمی سے باتیں پوچھتا رہا۔ پھر گالیاں نکالنی شروع کر دیں ایک گھنٹہ تک برابر گالیاں دیتا رہا آپؑ سنتے رہے جب وہ گالیاں دے کر تھک گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بس یا کچھ اور بھی‘‘

(الحکم 26 مئی 1935ء صفحہ 6)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کے فتوں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوشش کو ہی کافی نہ سمجھا جاتا تھا۔اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی اور پھر اس پر بس نہیں ایسے خطوط عموماً آپ کو بیرنگ بھیجے جاتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا اور جب کھولتا تھا تو ان میں اوّل سے آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گزر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

رفقاء سے محبت

آپؑ کی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ سے محبت کے بارے میں حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں :

’’مولوی عبد اللطیف صاحب کی شہادت کے بعدان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعودؑ کے پاس قادیان لایا۔ آپ نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سر بمہر کر دیا اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اسے اپنی بیت الدعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔ اور یہ ساراعمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے اور نیز بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے گئے ہوں گے کہ دعا کی تحریک رہے‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 339، روایت نمبر 370)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں:

’’مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے ایک حصہ میں بالا خانہ میں رہا کرتے تھے اور جب تک ان کی شادی اور خانہ داری کا انتظام نہیں ہوا حضرت صاحب خود ان کے لئے صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کرکے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مہمانوں کی بڑی خاطر منظور ہوتی تھی اور پھر جو لوگ دینی مشاغل میں مصروف ہوں ان کو تو آپ بڑی قدر اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 344، روایت نمبر 380)

مہمان نوازی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی اور جو لوگ جلسہ کے موقعہ پر قادیان آتے تھے خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی وہ آپ کی محبت و مہمان نوازی سے پوراپور احصہ پاتے تھے اور آپ کو ان کے آرام اور آسائش کا از حد خیال رہتا تھا آپ کی طبیعت میں تکلف بالکل نہیں تھا اور ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اس کی خدمت اور مہمان نوازی میں دلی خوشی پاتے تھے اوائل زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آتا تو آپ ہمیشہ اسے ایک مسکراتے ہوئے چہرے سے

ملتے اور مصافحہ کرتے۔ خیریت پوچھتے عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے سردیاں ہوتیں تو چائے وغیرہ تیار کروا کے لاتے۔ رہائش کی جگہ کا انتظام کرتے اور کھانے وغیرہ کے متعلق مہمان خانہ کے منتظمین کو خود بلا کر تاکید فرماتے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک پرانے رفیق نے جو دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت کے تھے خاکسار مؤلف سے بیان کیا کہ میں جب شروع میں قادیان آیا تو اس وقت گرمی کا موسم تھا، حضرت مسیح موعودؑ حسب عادت نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ ملے اور مجھے خود اپنے ہاتھ سے شربت بنا کر دیا اور لنگر خانہ کے منتظم کو بلا کر خود میرے آرام کے بارہ میں تاکید فرمائی اور مجھے بھی بار بار فرمایا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔ پھر اس کے بعد جب میں سردیوں میں آیا اور نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں سونے کے لئے لیٹ گیا اور رات کا کافی حصہ گزر گیا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ جب میں اٹھ کر گیا اور دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ خود بنفسِ نفیس ایک ہاتھ میں لال ٹین لئے اور دوسرے میں ایک پیالا تھامے کھڑے تھے اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ”اس وقت کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں کہ شاید رات کو دودھ پینے کی عادت ہو“ وہ دوست بیان کرتے ہیں کہ میں شرم سے کٹا جارہا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ اپنی جگہ معذرت فرمارہے تھے میں نے اس وقت اٹھا کر آپ کو تکلیف دی ہے اس چھوٹے سے واقعہ سے آپ کے جذبہ مہمان نوازی کا کس قدر اندازہ ہو سکتا ہے“

(سلسلہ احمدیہ جلد اوّل مؤلفہ مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے۔ صفحہ 44 - 45)

ہمدردئ خلق اور وفاداری

حضرت مولوی عبدا کریم سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

”میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اگر ہمارا کوئی دوست ہو اور اس کے متعلق ہمیں اطلاع ملے کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اسے اپنے مکان میں اٹھا لائیں اور پھر جب اے ہوش آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ جائیں تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔“

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 381، روایت نمبر 421)

غریب پروری

’’قادیان کے قریب سٹھیالی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو قادیان سے قریباً 6 میل کے فاصلے پر ہوگا وہاں سے ایک جٹ فقیر آیا کرتا تھا۔۔۔

وہ مسجد مبارک کی چھت کے نیچے آکر کھڑکی کے پاس آواز لگایا کرتا تھا۔ جو بیت الفکر کی مغربی دیوار میں ہے۔ اس کی آواز یہ ہوتی تھی۔

’’غلام احمدا روپیہ لینا ہے‘‘

یعنی اے غلام احمد(علیہ السلام) روپیہ لینا ہے۔ اور وہاں بیٹھ جاتا۔ حضرت صاحب کسی کام میں بعض اوقات مصروف ہوتے اور آپ کی توجہ اس میں ہوتی اور آپ اس کی آواز کو نہ سن سکتے تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آواز لگاتا۔ اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتا اور کوئی اسے ٹوکتا تو اسے کہہ دیتا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں تو غلام احمد (علیہ السلام) سے مانگتا ہوں۔ حضرت اقدس کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اسے کچھ کہا ہے تو آپ ناپسند فرماتے اور ہنستے ہوئے اس کو روپیہ دے دیا کرتے اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ سائل کو زیادہ دیر انتظار میں نہ رکھتے تھے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی انتظار میں تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے پھٹے پرانے تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتی کے وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے اتنے میں جو کھانا آیا تو حضور نے جو سارہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں اٹھا لیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
’’آؤ میاں نظام دین ہم اندر بیٹھ کے کھانا کھائیں‘‘

یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ والی کوٹھری میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے

کوٹھری کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔“

(سیرت طیبہ صفحہ 188 از مرزا بشیر احمدؓ ایم۔ اے)

جانوروں پر رحم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

”ایک دفعہ میاں (یعنی خلیفۃ المسیح الثانیؓ) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے کہنے والے کے اخلاق پر بڑی روشنی پڑتی ہے“

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 176، روایت نمبر 178)

حضرت خواجہ عبد الرحمان صاحب متوطن کشمیر نے بیان کیا:

”ایک دفعہ ایک بڑا موٹا کتا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں گھس آیا اور بچوں نے اسے دروازے بند کر کے مارنا چاہا۔ لیکن جب کتے نے شور مچایا تو حضرت صاحب کو بھی پتا لگ گیا اور آپ ہم پر ناراض ہوئے چنانچہ ہم نے دروازہ کھول کر کتے کو چھوڑ دیا۔“

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 312 - 313 روایت نمبر 342)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ کو بھر پور طریق پر اپنانے کی توفیق عطا فرمائے کیو نکہ کے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اخلاق کا نمونہ ہمارے لئے جو چھوڑا ہے اگر ہم ان پر عمل کریں گے تو ہم اپنے اس معاشرے کو جنت نظیر معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(62)
حضرت مسیح موعودؑ کی عجز و انکساری

(رانا عبد الرزاق خاں۔لندن)

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ ایک شفاف آئینہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔جہاں آپ نے خدا سے رہنمائی پا کر اپنی فکر کو ملفوظات اور روحانی خزائن کی شکل میں زیور تحریر بخشا۔ وہیں خدا کی بتائی ہوئی پاک راہوں پر چلتے ہوئے آپؑ کی زندگی ہم سب اور آنے والے زمانوں کے لئے انسانی اخلاق کا عظیم ترین نمونہ ہے۔ آپؑ کی سیرتِ قدسیہ اور اوصافِ کریمانہ پر کئی کتب اور ہزاروں مضامین لکھے گئے۔اس مختصر مضمون میں بھی آپ کے عجز و انکسار کے چند واقعات پیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی انتہائی سادگی، عاجزی اور انکساری میں گزری اور آپؑ نے جماعت کو بھی یہی تعلیم دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ”انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ“

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

ایک اور جگہ آپؑ تحریرفرماتے ہیں:

”میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتاہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا عقلمند یا ہنر مندہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سر چشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کردے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم دیدے“

(نزول مسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا کہ جب تک کہ دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔اول تکبر کو توڑنا۔جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوا ہوتا ہے گر کر زمین پر ہموار ہوجائے۔اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ تمام تکبر اور برائی کے خیالات کو دور کرے۔عاجزی اور خاکساری کو اختیا کرے۔‘‘

(ذکر حبیب، حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 261)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس نہایت سادہ ہوتیں،جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا مجلس میں آنے والے احباب سے انتہائی محبت سے ملتے آپؑ کے کسی قول و فعل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ آپ بڑے آدمی ہیں۔حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب ’’سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام‘‘ صفحہ 41 - 42 میں تحریر فرماتے ہیں کہ

’’باہر مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔آپؑ ہمیشہ دائیں صف ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔آپؑ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپؑ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔‘‘
آپؑ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ’’والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری‘‘ ...... آپؑ کے حلم اور منکسر المزاجی کی ایک مثال حیات طیبہ میں کچھ یوں تحریر ہے کہ، ’’قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا آپؑ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرادیا جائے۔حضورؑ جب نہر پر پہنچے تو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔یکے والے کو وہیں چھوڑا اور خود واپس پیدل تشریف لائے۔یکے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکے والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کمبخت اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو تُو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے۔اسی لئے تو اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپؑ نے

مجھے بلا کر فرمایا۔ ”وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی وہ چلا گیا“

(حیات طیبہ صفحہ 15 - 16)

آپ کے حلم و کرم کا ایک جلوہ یوں بیان ہے؛حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب نے بیان کیا کہ

”جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے میرے لئے کھانا منگوایا۔جو خادم کھانا لایا وہ یوں ہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے کر جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔“

(ذ کر حبیب، صفحہ 321)

ایک واقعہ ڈاکٹر بشارت احمد کی کتاب ”مجدد اعظم“ جلد دوم صفحہ 1293 تا 1294سے تحریر ہے۔

”نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اقدسؑ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔نماز جنازہ خود پڑھائی۔ قبر ابھی تیار نہ تھی۔ میں (مولف مجدد اعظم) بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔لوگ قبر دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد میں جو دیکھتا ہوں۔ تو حضرتؑ صاحب ندارد۔ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا توباغ میں ایک طرف اکیلے زمین پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔میں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے چادر بچھائی اور حضرتؑ سے جا کر عرض کی کہ یہاں تو دھوپ ہے وہاں درخت کے سایہ میں تشریف لے چلئے۔فرمانے لگے، ہاں یہ ٹھیک ہے۔آپؑ درخت کے سایہ میں اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔میں قریب ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے جو دیکھا کہ حضرت صاحبؑ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔اب جو آتا حضرت اقدسؑ اُسے فرماتے ”آیئے آیئے یہاں بیٹھئے“ اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اُسے چادر پر بٹھا لیتے لوگ آتے گئے اور حضرت صاحبؑ پیچھے کھسک کھسک کر لوگوں کو چادر پر بٹھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی جو دیکھتا ہوں حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنے والوں کو تو زیارت اور ملاقات کے ذوق شوق میں یہ نظر نہ آیا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایمان ترقی کر رہا تھا کہ خدا نے کیا مرتبہ دیا ہے اور نفس میں کس قدر انکسار اور فروتنی ہے۔“

یہ وہ راہیں ہیں جو ہماری منزل کا نشان ہیں کہ ہم اپنے نفس کے گورکھ دھندوں سے نکل کر راہِ حق پائیں۔خدا ہمیں ان پاک راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 23 مارچ 2021ء)

(63)
حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی اصلاح کے حوالہ سے ایمان افروز روایات

(عدنان اشرف ورک۔ پاکستان)

خدا سے وہی لوگ کرتےہیں پیار
جوسب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز وشب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

انبیاءؑ کا اصل کام بندوں کا خدا کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا ہوتا ہےنیز عقائد کی اصلاح اور بدعات اور رسم و رواج کا خاتمہ اسی اصل مقصد کے حصول کی کڑیاں ہیں۔ اس اصل مقصود کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام اپنی انتہائی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہورہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے بس ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے میں باہر لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکرلگا رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پرغلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اسکے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے راستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا کہ پھر ایسی جماعت کے ذریعے دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پرغلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی

فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اسکے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے بس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 258)

ایک موقع پر کسی نے عرض کیا کہ حضورؑ کے پاس بعض لوگ ایسے آتے جاتے ہیں جنکی داڑھیاں منڈھی ہوتی ہیں فرمایا:

"تمہیں پہلے داڑھی کی فکر ہے مجھے ایمان کی فکر ہے"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 257)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے کسی شخص سے ایک زراعتی کنواں ساڑھے تین ہزار روپیہ میں رہن لیا مگر میں نے اس سے نہ کوئی رسیدلی اور نہ کوئی تحریر کروائی اور کنواں بھی اسی کے قبضے میں رہنے دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے اس سے کنویں کی آمد کا مطالبہ کیا تو وہ صاف منکر ہو گیا اور رہن کا ہی انکار کر بیٹھا۔۔ کسی نے یہ خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا دی اور مولوی صاحب کے نقصان پر افسوس کیا مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تمہیں ان کے نقصان کی فکر ہے مجھےایمان کی فکر ہے مولوی صاحب نے کیوں دوسرے شخص کو ایسی حالت میں رکھا جس سے اسکو بد نیتی کا موقعہ ملا اور کیوں اسلامی حکم کے مطابق اس سے کوئی تحریر نہ لی اور کیوں اس سے باقاعدہ قبضہ نہ حاصل کیا؟

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 151)

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جماعت کے اعلیٰ نمونہ اور تربیت کی اس قدر فکر تھی کہ اگر آپکو پتہ لگتا کہ قادیان میں کوئی اوباش بد فعل قسم کا انسان آ گیا ہے تو آپؑ اسے فوراً قادیان بدر کرنے کا حکم صادر فرماتے تا ایسا نہ ہو کہ اسکی بد صحبت دوسروں کے اخلاق تباہ کردے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں حضرت مولوی صاحب خلیفۂ اولؓ کے بعض شاگردوں کے متعلق بد کاری کا شبہ ہوا اور یہ خبر حضرت صاحب تک بھی جا پہنچی۔ حضورؑ نے حکم دیا کہ وہ طالبعلم فوراً قادیان

سے چلے جائیں۔ مولوی صاحب نے حضرت صاحبؑ کے سامنے بطور سفارش کہا کہ حضورؑ صرف شبہ کیا گیا ہے کوئی بات ثابت تو نہیں ہوئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ہم بھی تو ان کو شرعی حد نہیں لگا رہے بلکہ جب ایسی افواہیں اور شبہ پیدا ہوا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ احتیاطاً ان کو قادیان سے رخصت کر دینا چاہیے مگر ہم ان پر کوئی شرعی الزام نہیں رکھتے۔

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 153)

اسی طرح ایک دفعہ حضرت خلیفہؓ اولؓ کا ایک رشتہ دار جو ایک بھنگی چرسی اور بدمعاش آدمی تھا قادیان آیا اور اسکے متعلق کچھ شبہ ہوا کہ وہ کسی بدارادے سے یہاں آیا ہےاور اسکی رپورٹ حضرت صاحبؑ تک بھی جاپہنچی۔ حضورؑ نے خلیفہؓ اولؓ کو کہلا بھیجا کہ اسے فوراً قادیان سے رخصت کردیں۔

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 284)

دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت پر مخالفت کی سختی، تنگی وتکالیف کے دن آتےرہتے ہیں جیسے آجکل پیارے آقا پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں پر سختیوں کا ذکر کرکے بار بار خدا کے آگے جھکنے اور دعاؤں پرزور دینے کا فرمارہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی ایسے حالات پیش آتے اور بعض جوشیلے احمدی مقابلہ کرنے کی اجازت چاہتے تو حضورؑ انہیں امن، صبر اور دعا کی تلقین فرماتے۔چنانچہ ایک دفعہ قادیان کے لوگوں خصوصاً سکھوں کی ایذارسانیوں پر سید احمدنورمہاجر کابلی صاحب نے اپنی تکالیف کااظہار کیا اورمقابلہ کی اجازت چاہی مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ دیکھو اگر امن اور صبر کے ساتھ یہاں رہنا ہے تو یہاں رہو اور اگر لڑنا ہے اور صبر نہیں کرسکتے تو کابل چلے جاؤ۔

(سیرت المہدی جلداول روایت نمبر140)

اور اگر کبھی کوئی احمدی کسی بدزبان کو اسکی بدزبانی پر کچھ ردعمل دکھاتا تو آپؑ سخت ناراض ہوتے۔چنانچہ حضرت مسیح موعودؑاپنے بیٹے حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر صبر کے اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”پس جب قضاءوقدر کے قانون کی چوٹ بندے کو آکر لگتی ہے اور وہ اس کو خدا کے لئے برداشت کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے اور خدا کی قضا پرراضی ہوتا ہے تو پھر وہ اس ایک آن میں اتنی ترقی کر جاتا ہے جتنی کے چالیس سال کے نماز روزے سے بھی نہیں کرسکتا پس مومن کے لئے ایسے دن درحقیقت ایک

لحاظ سے بڑی خوشی کے دن ہے‘‘

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 158)

پس آجکل کے مشکل حالات میں ہم صبر اور دعا اور اعلیٰ نمونہ دکھا کر وہ مقام حاصل کرسکتے ہیں جو چالیس سال کے نماز روزے سے بھی نہیں حاصل ہوسکتا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 7 اپریل 2021ء)

(64)
حضرت مسیح موعودؑ کا حق کے طالبوں کے لیے چھ طریق فیصلہ کا عام اعلان

(عبد القدیر قدسی)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ آپ علیہ السلام کا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔جیسا کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر دوسرے الہامات الٰہیہ پر۔

سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹالدیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کرسکتا کہ اب اس دوسری بناء کی تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 65)

حضرت سلطان القلم علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا۔مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔اس کو ثابت کرنے کے لیے مختلف کتب میں دلائل بیان فرمائے۔فرمایا کہ

’’منقولی بحث مباحثہ کی کتابیں جو میری طرف سے چھپی ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے جو درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور دوبارہ آنا ان کا بطور بروز مراد ہے نہ بطور حقیقت وہ یہ ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ اتمام الحجۃ۔ تحفہ بغداد۔ حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق دو ۲ حصے۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 48 حاشیہ)

روحانی روشنی سے ناآشنا علماء نے قرآن وحدیث کے دلائل کو قبول نہ کیا اور حضرت سلطان القلم علیہ السلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ ہر طریق سے دلائل پہنچائے گئے لیکن نور ہدایت نصیب نہ ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کرتے ہوئے علماء کو مخاطب کیا اور اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں اس وقت کے مسلمان علماء، مشائخ اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ فرمایا:

''اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو!! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شائد اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہو گی تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے خدا اس کو ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔وہ راضی نہیں ہو گا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 64)

اس کے بعد یہ درخواست مباہلہ بذریعہ رجسٹری اس وقت کے مشہور 83 علماء ومشائخ اور 48 سجادہ نشینوں کے نام ارسال کی گئی۔ اس دعوت مباہلہ کے ساتھ 209 صفحات پر مشتمل فصیح وبلیغ عربی وفارسی مکتوب بھی تحریر فرمایا۔جس میں 258 اشعار پر مشتمل منظوم کلام بھی شامل تھا۔

مباہلہ میں شرط کے طور پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

''میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس آدمی حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہوجانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہواور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 67)

متلاشیان حق کے لیے ایک بہت بڑا موقع تھا کہ اگر وہ عقلی اور نقلی دلائل سے مطمئن نہیں ،قرآن وحدیث

سے ان کی تشفی نہیں ہوئی تو وہ مباہلہ کرکے اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کروا لیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف ایک مباہلہ کا طریق بیان نہیں فرمایا بلکہ اسی کتاب ”انجام آتھم“ میں کئی اور ذرائع بھی بیان فرمائے جس سے آپ علیہ السلام کی سچائی کو پر کھا جاسکتا تھا۔

اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی حق کی جستجو ہوتی یا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دے کر اسلام کے لیے خطرہ سمجھتا اور آپ علیہ السلام کی مخالفت کو اسلام کی خدمت خیال کرتا تو اسے چاہیے تھا وہ میدان میں آتا اور اس دعوت کو قبول کرتا۔ آپ علیہ السلام نے تو دعوت حق کو اپنے کمال تک پہنچایا اور نام نہاد علماء کے لیے کوئی جائے فرار نہیں چھوڑی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صدائے عام دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”ماسوا اس کے میں دوبارہ حق کے طالبوں کے لئے عام اعلان دیتا ہوں کہ اگر وہ اب بھی نہیں سمجھے تو نئے سرے اپنی تسلی کرلیں۔ اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ سے چھ6 طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔

اول۔ اگر کوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے گا تو وہ ذلیل ہو گا۔ میں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔ اگر وہ اس عربی کے مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالتزام مقدار نظم و نثر بناسکے اور ایک مادری زبان والا جو عربی ہو قسم کھا کر اس کی تصدیق کرسکے تو میں کاذب ہوں۔“

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 304)

عالم فاضل ہونے کا دعویٰ کرنے والے مولوی حضرات کے لیے بظاہر یہ امر بہت آسان تھا کہ انہوں نے صرف دو سو صفحات پر مشتمل ایک عربی مکتوب کا عربی میں جواب لکھنا تھا جس میں تقریباً اڑھائی سو اشعار تھے۔ اس وقت کے علماء حضرات یہ کام کر لیتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا (نعوذ باللہ) کاذب ہونا ثابت کردیتے تو آج کل کے نام نہاد علماء پر بہت بڑا احسان ہوجاتا۔ان کے لیے ایک واضح ثبوت مہیا ہوجاتا بظاہر اتنا مشکل کام نہیں تھا لیکن وہ بڑے بڑے علماء اس کام سے عاجز رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھی اور اس بات کو آپ علیہ السلام نے بطور نشان پیش کیا۔ اس وقت کے مخاطبین علماء کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس عربی مکتوب کا جواب لکھتے لیکن انہوں نے اس کا جواب نہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشان کی توثیق کر دی۔ اس لیے موجودہ زمانے کے علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرنے کی بجائے اپنے ان بڑے بڑے علماء کو قصور وار ٹھہرائیں

جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشان کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو عربی مکتوب کے جواب لکھنے سے عاجزی ظاہر کرنے کی صورت میں دوسری صورت نشان کے طور پر یوں بیان فرمائی کہ

’’دوم۔ اور اگر یہ نشان منظور نہ ہو تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر میں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 304)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عربی مکتوب میں اپنے دعویٰ کے دلائل بیان فرمائے تھے۔ان دلائل کا جواب دیئے بغیر مکتوب کا جواب لکھنا کسی پر بوجھل ہوسکتا تھا تو آپ علیہ السلام نے دوسری صورت بیان فرمائی کہ قرآن کی محبت کا دعویٰ تمام علماء کرتے ہیں۔ اس کی تفسیر بیان کرنا تو ہر ایک کے لیے اعزاز کی بات ہو گی اس لیے تفسیر نویسی کا مقابلہ کرکے اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیں۔ اگر دوسرے کے دلائل توڑنا مشکل امر ہے تو قرآن کی تفسیر ایک عالم کے لیے تو بہت آسان کام ہے۔تفسیر لکھنے سے ان کے اپنے علم کا اظہار ہوجاتا اور دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے جس مشکل کا سامنا آج کل کے علماء کر رہے ہیں وہ مسئلہ بھی حل ہوجاتا اور آپ علیہ السلام کا جھوٹ روز وروشن کی طرح عیاں ہوجاتا لیکن آج کل کے علماء کے بڑے بزرگوں نے خاموشی اختیار کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

اگر کسی کوعربی تفسیر لکھنا بھی طاقت سے باہر نظر آرہا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے بھی آسان امر بیان فرمایا۔

’’سوم۔ اور اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ اگراس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں گا۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 304)

اب کسی مخالف مولوی کو علم ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس رہنا تھا۔نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظاہر کرنا تھا۔اسلام کا درد رکھنے والے اور متلاشی حق کے لیے اس سے آسان راستہ اور کیا ہوسکتا تھا لیکن اگر کسی کو ایک سال تک رہنا مشکل نظر آرہا تھااور اپنے کسی اور اہم کام کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھاتو اس کے لیے ایک اور آسان صورت بیان فرمائی۔فرمایا

’’**چہارم**۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار دے دیں کہ اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہوجائیں گے۔ پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی طاقتوں سے بالا تر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اور تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 304)

اب ایک سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس رہنے کی شرط سے آزاد کر دیا۔نیک نیتی کے ساتھ سچ کی جستجو تھی تو صرف ایک اشتہار دینا اور مدت مقرر کرنی تھی اوربس۔ اور پھر انتظار کرنا تھا۔نشان ظاہر ہونے پر تصدیق اور توبہ کرنی تھی۔انسانی طاقتوں سے بالا تر نشان ظاہر نہ ہونے کی صورت میں مخالفت اپنے انجام کو پہنچ جاتی تھی۔ ان علماء ومشائخ اور سجادہ نشینوں کا یہ اقدام قیامت تک یاد رکھا جاتا۔جس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے موجودہ زمانے کے علماء ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اس کا اسی زمانے میں سد باب ہو جاتا۔اُس زمانے کے مشہور ومعروف 83 علماء ومشائخ اور 48 سجادہ نشین کی طرف ہی موجودہ زمانے کے علماء اور سجادہ نشین اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اگر ان کے بڑے بزرگ ہمت کرتے تو آج ان کو مخالفت کا بوجھ نہ اٹھانا پڑتا۔

پانچویں صورت یہ بیان فرمائی کہ:

’’پنجم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بطالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کرلیں۔ پس اگرمباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 304 - 305)

پھر فرمایا کہ:

”یہ طریق فیصلہ ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اور میں ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔ یعنی یا تو میعاد دو ماہ میں جو مارچ 1897ء کی دس 10 تاریخ تک مقرر کرتا ہوں۔ اس عربی رسالہ کا ایسا ہی فصیح بلیغ جواب چھاپ کر شائع کریں یابالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں میرے مقابل میں سات آیت قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک میرے پاس نشان دیکھنے کے لئے رہیں اور یا اشتہار شائع کرکے اپنے ہی گھر میں میرے نشان کی ایک برس تک انتظار کریں۔ اور یا مباہلہ کرلیں۔“

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 306 تا 311)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی قسم دے کر کسی ایک طریق فیصلہ کو اپنانے کی طرف بلایاتھا۔اگر ان مخالف علماء اور سجادہ نشینوں کے دل میں حق کی طلب اور جستجو ہوتی تو لازماً کسی ایک طریق کو اپنا کر حق وباطل میں فرق عیاں کر دیتے۔موجودہ زمانے کے علماء اس زمانے کے اکثر علماء کی علمیت اور تقویٰ کے گُن گاتے ہیں۔ اگر وہ علماء حقیقت میں تقویٰ شعار ہوتے اور اسلام کا درد رکھتے تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اعلان عام کا جواب دیتے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ علمی میدان میں عقلی اور نقلی دلائل کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ پھر ان مذکورہ بالا طریق ہائے فیصلہ میں کسی ایک طریق کا انتخاب نہ کرکے عملاً اپنی شکست کا اعتراف کر رہے تھے۔

اب موجودہ زمانے کے نام نہاد علماء اس زمانے کے علماء اور سجادہ نشینوں سے زیادہ علم اور اسلام کا درد رکھتے ہیں جو اس طرح احمدیت کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔اگر انہوں نے شکوہ کرنا ہے تو ان علماء اور سجادہ نشینوں سے کریں جنہوں نے اس وقت خاموشی اختیار کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی ثابت کر دی۔

ان علماء اور سجادہ نشینوں میں سے بعض نے مخالفت برائے مخالفت کی روش کو قائم رکھا۔ اگر وہ کچھ عرصہ کے لیے اس مخالفت کو ہی ترک کر دیتے تو پھر بھی ان سب سے آسان طریق فیصلہ سے حق وباطل ظاہر وباہر ہوجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چھٹا طریق فیصلہ کچھ اس طرح بیان فرمایا:

”ششم: اور اگران باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات 7سال تک اس طور سے صلح کرلیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے مُنہ بند رکھیں۔ اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں اور قہرالٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی

شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔

پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائے۔ اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہوجائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کرلوں گا اور خدا جانتا ہے کہ میں ہر گز کاذب نہیں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں۔ اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی مدت میں ہوجانا انسان کے اختیار میں ہر گز نہیں۔ پس جبکہ میں سچے دل سے اور خدا تعالیٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں اور تم سب کو اللہ کے نام پر صلح کی طرف بلاتا ہوں تو اب تم خدا سے ڈرو۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کرسکتا۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 311 تا 319)

کس قدر یقین اور انصاف پر مبنی طریق فیصلہ ہے۔اگر کسی کے دل میں اسلام کی سچی محبت ہوتی تو وہ لازماً اس طریق فیصلہ پر عمل درآمد ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رہے تھے۔اگر اس وقت کے علماء صرف آپ کی مخالفت ترک دیتے تو سات سالوں میں اسلام کا بول بالا ہوجانا تھا۔ ہر طرف سے لوگ اسلام میں داخل ہونے شروع جانے تھے اوراسلام کے بالمقابل دیگر جھوٹے ادیان کا جھوٹ بھی واضح ہوجانا تھا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو جس مقصد کےلیے علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کر رہے تھے اور آپ علیہ السلام کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے دن رات ایک کر رہے تھے وہ مقصد تو ویسے ہی سات سال کے بعدحاصل ہوجانا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان فرما رہے تھے کہ اگر سات سالوں میں اسلام کا بول بالا نہ ہوا ’’تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کرلوں گا‘‘

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے تھی۔صرف سات سالوں میں سب کچھ واضح ہوجاتا لیکن اس وقت کے مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود اس سلسلہ کو ختم اور تباہ کرنے کی کوشش کی اور وہ تباہ نہ کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات سچ ثابت ہوئی کہ ’’اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا

کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔"

موجودہ زمانے کے علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بالمقابل آنے والے علماء سے اپنے آپ کو بڑا خیال کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے مامور کے قائم کردہ اس سلسلہ کی مخالفت کر رہے ہیں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہی جواب ہے کہ "خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔"

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 30 اپریل 2021ء)

(65)
حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے شدید مخالف اور معاند رشتے داروں سے حسنِ سلوک

(درثمین احمد۔ جرمنی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بھگارنے والا ہو۔

(سورۃ النساء آیت 37 ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جب تک ایک منظم رنگ میں ادا نہ کیا جائے اس وقت تک انسان نیکی کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 356)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے کہ ’’جسے پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراخی دی جائے یا اسکی عمر لمبی کی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے‘‘

(صحیح مسلم جلد سیز دھم کتاب البر و الصلۃ ولاداب حدیث نمبر 4742 از نور فاؤنڈیشن قادیان2012ء)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ تو اپنے سچے معشوق حضرت محمد مصطفیٰ ؐ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی عملی تصویر تھے اور جس قدر محبت اور عشق کا تعلق آپؐ کی ذات بابرکات کے ساتھ تھا اُسی قدر آپؐ کے ہر قول پر عمل پیرا ہو نیکی کوشش بھی ہوتی تھی۔ غرض اُس پاک نبیؐ کے اسوہ کا بہترین نمونہ تو حضرت اقدس کی ذاتِ مبارک میں پنہاں تھا اسی لئے آپ علیہ السلام اپنے احباب جماعت کو نصیحت کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہواور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔۔۔نادانوں کو نصیحت کرو نہ کہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔۔۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں دو بھائی تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔‘‘

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11 تا 13)

اور اسی بات کا اظہار آپ اقدسؑ اپنے اس شعر مبارک میں فرماتے ہیں:

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو

کبر کی عادت جو دیکھو تم دیکھاؤ انکسار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

’’قرآن شریف نے جسقدر والدین اور اولاداور دیگر اقرباء اور مساکین کے حقوق بیان کیے ہیں۔میں نہیں خیال کرتا کہ وہ حقوق کسی اور کتاب میں لکھے گئے ہوں۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 208 تا 209)

اس لیے ہمیشہ اپنے مخالفین اور اقارب کی بد زبانی کے جواب میں آپؑ نے خدا تعالیٰ کے آستانہ پر سر جھکا کر یہ دعا کی:

’’اے قادر و ذوالجلال خدا! اے ہادی ورہنما !ان لوگوں کی آنکھیں کھول اورآپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 324)

یہ تھا آپؑ کا پاک نمونہ کہ اپنے مخالفین کے لئے بھی کوئی تعزیزی کارروائی پسند نہیں کی۔ فقط ایک دعا کا سہارا لیا اور تمام تر دنیاوی اسباب کو خدا پر چھوڑ دیا جو کہ ایک نبی کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ آپؑ کی تمام تر حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیں تو یہ بات ظاہر و ثابت ہے کہ تمام تر مصائب اور مشکلات کے باوجود آپؑ نے اپنا تعلق فقط ایک خدائے واحدو یگانہ سے رکھا اور اس نے بھی اپنے بندے کی دلداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی یہاں تک کہ آپؑ کے والدِ محترم کی وفات کی خبر پا کر جہاں آپؑ پریشان ہوئے تو اُس نے اپنے پیار کا اظہار کرتے ہوئے ''اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ'' کا الہام کیا اور پھر مزید محبت کا اظہار ''مولابس'' کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپؑ کے والدِ محترم ہمیشہ اس خیال سے کہ آپؑ اپنے بڑے بھائی کے دستگیر نہ رہیں آپؑ کو اپنی زندگی میں حکماً مقدمات کی پیروی کا ارشاد فرما دیتے تھے لیکن بار طبع آپؑ کو اس شغل سے سخت نفرت تھی اس لئے جب مقدمہ میں آپؑ ہار گئے اور مقدمہ خارج ہو گیا تو آپؑ نے خوشی کا اظہار فرمایا کہ شُکر ہے کہ مقدمہ سے خلاصی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی فرصت مِل گئی۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مؤلفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ 14 تا 15 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

آپؑ کے بڑے بیٹے مکرم مرزا سلطان احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں بلکہ فقیر کے طور پر گذاری۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مؤلفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ 14 - 15 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

آپؑ کےوالدِ محترم کی وفات کے بعد خاندانی جائیداد کے منتظم آپؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب تھے۔ آپؑ اگر چاہتے تو جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ کر کے اپنا حصہ لے سکتے تھے مگر آپؑ نے اس طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی بلکہ جو کچھ بھی کھانے پینے کو مِل جاتا اُسے بڑے بھائی کا احسان سمجھ کر قبول فرماتے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ آپؑ کی بھاوج کا سلوک آپؑ کے ساتھ بے پناہ سخت تھا لیکن آپؑ نے صبر و تحمل کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا جس کی مثال انبیائے اکرام کی پاکیزہ زندگیوں سے ہی مِل سکتی ہے۔ مذکورہ بالا ایام آپ کے لئے انتہائی حوصلہ شکن تھے۔ ایک دفعہ آپؑ نے اپنی کسی ضرورت کے لئے بھائی سے نہایت قلیل رقم منگوانی چاہی تو انہوں نے اسراف قرار دے کر رقم دینے سے انکار کر دیا لیکن خدا کی قدرت کہ آپکی بھاوج جن کے ہاتھوں آپکو بے پناہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا وہ

آپکے ایک الہام کے تحت 1921ء میں بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئیں۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مؤلفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ39 - 40 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

آپکے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے جناب نواب سردار حیات خانصاحب کی بطور جج ملازمت سے معطّلی پر آپؑ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی جس کے نتیجہ میں وہ دوبارہ ملازمت پر بحال ہو گئے۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مؤلفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ 44 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اسی طرح مرزا احمدبیگ صاحب جو کہ آپؑ کے رشتہ داروں میں سے تھے وہ بھی آپؑ سے نشان کے طالب رہتے تھے آخر انجام کار اپنی بد زبانی سے تائب ہوئے اور آپؑ کی خدمتِ اقدس میں دعا کے لئے خطوط وغیرہ بھی لکھے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے آپؑ کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مولفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ 68 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

حضرت اقدسؑ کے زمانۂ نبوت میں آپؑ کے مخالف آپ سے مخالفت میں اتنے بڑھ گئے کہ کنوئیں کا پانی آپؑ کے لئے بند کر دیا۔ اُس وقت دو کنویں تھے۔ ایک مرزا سلطان صاحب جنہیں آپؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا انکے مکان میں تھا اور دوسرا مرزا نظام الدین کے مکان میں۔ ایک دفعہ شدید مخالفت اور بد زبانی کا سامنا کرنا پڑا اور پانی کی بڑی دِقّت ہو گئی تو احباب کے مشورہ سے آپؑ نے ''الدار'' میں کنواں کھدوایا۔اسی طرح مرزا امام الدین صاحب اور مرزا نظام الدین صاحب جو کہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے، ہر وقت آپؑ کو دُکھ اور تکلیف دینے کے لئے نئے نئے حربے سوچتے تھے اس لئے ایک بار انہوں نے مسجدِ مبارک کا راستہ جو گلی کی صورت میں ہے، دیوار کھینچ کر بند کر دیا۔ آپؑ نے چند دوستوں کو بات چیت کے لئے بھیجا کہ اُن سے بات کریں اور نرمی سے سمجھائیں کہ راستہ بند نہ کریں اس سے میرے مہمانوں کو شدید تکلیف ہو گی اگر چاہیں تو میری کسی اور جگہ پر قبضہ کر لیں مگر وہ لوگ اپنی عداوت اور دشمنی میں مزید بڑھ گئے اور آخر ایک طویل مقدمے کے بعد آپؑ کے حق میں فیصلہ ہوا۔ آپؑ تک یہ خبر پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:

’’گویا ایک سال آٹھ ماہ کا رمضان تھا جس کی آج عید ہو گئی‘‘

اور اس پر ہی بس نہیں بلکہ امام الدین اور نظام الدین نے ڈھٹائی کے ساتھ درخواست کی کہ ہرجانہ اور خرچ مقدمہ معاف کیا جائے تو آپؑ نے نہایت دریا دِلی اور سیر چشمی کے ساتھ انہیں معاف کر دیا۔

(ماخوذ از حیات طیبہ مؤلفہ شیخ عبد القادر مرحوم سوداگر مل
صفحہ 203 تا 205 ایڈیشن 2001ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ملی کہ مرزا نظام الدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالف تھے بیمار ہیں اس پر حضور نے ان کی عیادت کے لئے بلا توقف ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان پر بیماری کا اتنا شدید حملہ تھا کہ ان کا دماغ بھی اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ آپؑ نے ان کے مکان پر جا کر ان کے لئے مناسب علاج تجویز کیا جس سے وہ خدا کے فضل سے صحت یاب ہوگئے۔ حضرت اماں جان ام المومنین رضی اللہ عنھا بیان فرماتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ مرزا نظام الدین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف بلکہ معاند تھے آپ علیہ السلام ان کی تکلیف کی اطلاع پا کر فوراً ہی ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کا علاج کیا اور ان سے ہمدردی فرمائی۔ یہ وہی مرزا نظام الدین صاحب ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف جھوٹے مقدمات کھڑے کئے اور اپنی مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضورؑ کے دوستوں اور ہمسائیوں کو دکھ دینے کے لئے حضورؑ کی مسجد یعنی خدا کے گھر کا رستہ بند کر دیا اور بعض غریب احمدیوں کو اذیتیں پہنچائیں کہ جن کے ذکر تک سے شریف انسان کی طبیعت حجاب محسوس کرتی ہے مگر حضورؑ کی رحمت اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ مرزا نظام الدین صاحب جیسے معاند کی بیماری کا علم پا کر بھی حضورؑ کی طبیعت بے چین ہو گئی۔

(سیرت طیبہ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 290 - 291 بحوالہ خطبہ جمعہ 23 جنوری 2004ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایک ذاتی واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے اس حجرہ میں کھڑے تھے جو عزیزم میاں شریف احمد کے مکان کے ساتھ ملحق ہے۔ والدہ صاحبہ بھی غالباً پاس تھیں۔ میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین صاحب کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا۔اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

’’میاں! آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 28)

یہ تھی اس مہدی دوراں کی پاکیزہ زندگی کہ تمام تر عمر آپؑ نے مختلف قسم کی مشکلات کا، مخالفتوں کا سامنا کرتے ہوئے گزارا۔ غیروں سے ہی نہیں بلکہ اپنوں نے بھی آپؑ کے ساتھ ایذا رسائی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی مگر آپؑ نے اپنے پاک نمونہ سے نہ صرف ان سے در گزر سے کام لیا بلکہ انہیں معاف بھی فرما دیا۔ آپؑ کی پاکیزہ زندگی اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ آپؑ خود فرماتے ہیں:

’’میں سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل اور انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دینا یہ بہت مشکل اور فقط جواں مردوں کا کام ہے اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر ان کے حقوق دبا لیتے ہیں ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے پردے میں دھوکا دیکر اس کے حقوق دبا لیتا ہے۔۔۔جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے سچی محبت بھی کرتا ہے۔‘‘

(نورالقرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 409 تا 410)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اسوۂ حسنہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا جوئی پر قائم کرتے ہوئے ہمیں اس نیک اسوہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 17 جون 2021ء)

(66)

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!!!

(امۃ القدوس قدسیہ۔ ناروے)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے بھیجے گئے انبیاء، امام زمانہ اور مسیح زمانہ کے انکار اور پھر توہین کرنے والوں پر عذاب لانے کے بارے میں فرماتا ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

(الانعام: 131 - 132)

اے جنوں اور عوام الناس کے گروہو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کیا کرتے تھے اور تمہیں تمہاری اِس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ (ہاں) ہم اپنے ہی نفوس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔

یہ اس لئے (ہو گا) کہ اللہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا اس حال میں کہ اس کے رہنے والے غافل ہوں۔

یعنی اللہ تبارک تعالیٰ کبھی بھی کسی بھی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ وہاں کوئی ڈرانے والا اور اصلاح کرنے والا نہ بھیج چکا ہو۔ یا بار بار تنبیہ نہ کی ہو۔

اسی طرح آخری زمانے میں بھی جیسے ایک مہدی و مسیح نبی اللہ کے مبعوث ہونے کا ذکر اور وعدہ سورۃ الجمعہ میں موجود ہے

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ

وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۳﴾

(الجمعہ: 3 - 4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اسی طرح اس آخری زمانے میں عذاب آنے کی بھی پیشگوئی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اِلَّا نَحۡنُ مُہۡلِکُوۡہَا قَبۡلَ یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡہَا عَذَابًا شَدِیۡدًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الۡکِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ﴿۵۹﴾

(بنی اسرائیل: 59)

اور کوئی بستی نہیں مگر اسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے یا اُسے بہت سخت عذاب دینے والے ہیں۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

چنانچہ اس آخری زمانے میں اپنے وعدے کے مطابق اللہ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو مامور کیا اور صرف ایک خطے یا علاقے کے لئے نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کی اقوام، خطے، قبیلے اور مذاہب اور مسلمانوں کے ہر فرقے کی اصلاح اور اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غلبہ دینے کے لئے زمانے کا امام اور مسیح بنا کے بھیجا اور ساتھ ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 1897ء میں الہام کیا کہ:

”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“

حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا:

”وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

اور اس الہام اور پیشگوئی کے عین مطابق ایک صدی کے اندر اندر اللہ نے اپنی تقدیر کے عین مطابق اپنے مہدی کے پیغام، نام اور جماعت کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ اور خلافت علیٰ منہاج نبوت کو مضبوط بنایا۔ نیک فطرت لوگوں نے خوشی اور تقویٰ سے اس پیغام کو سنا اور قبول کیا۔ مذہب سے دور لوگوں نے اسکی پرواہ بھی نہیں کی۔ لیکن انتہا پسند اور انکار کرنے والوں نے نہ صرف انکار کیا۔ بلکہ تکذیب بھی کی۔ اور اس جماعت کے افراد کو نقصان پہنچانے، تکالیف دینے اور شہید کرنے کے ساتھ ساتھ ہجرت پر بھی مجبور کردیا۔

تو پھر اللہ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت بھی آ گیا کہ

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کردے گا۔

(تذکرہ صفحہ 148)

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اس عرصہ میں کس طرح اللہ نے زور آور حملے کئے۔ اور کثرت سے وبائیں، زمینی، آسمانی اور سمندری آفات عذاب کی صورت میں ساری دنیا پر نازل کئے۔ اور دنیا کی توجہ اس طرف پھیری کہ زمانے کا امام اور مسیحا آچکا ہے۔

غرض یہ کہ یورپ، آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا، الاسکا، اور ایشیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں ان آفات نے تباہی نہ مچائی ہو۔ چائنا کے ساتھ ساتھ پچھلے سال پہلے انڈیا میں بارشوں سے ایئر پورٹ میں کھڑے ہوائی جہاز تک ڈوب گئےاور بہہ گئے۔ پھر پچھلے سال سارا کراچی ڈوب گیا اور صوبہ سندھ میں صدی کی سب سے بڑی تباہی آئی۔ اور حکومت اور عوام کو جانی نقصان کے ساتھ ساتھ شدید مالی نقصان اٹھانا پڑا اور ہر گھر گٹر کی بو سے بھر گیا۔ جسکی صفائی اور بو نکالتے مہینوں لگ گئے۔ لیکن پھر بھی کسی نے عبرت نہ پکڑی۔ اور ظلم کرنے اور کلمہ مٹانے اور مساجد گرانے میں مصروف رہے۔ پھر اسی طرح کا ایک اور عذاب پنڈی اور اسلام آباد کے پوش علاقوں میں آیا۔ گندے نالے کا پانی اُبل اُبل کے سڑکوں اور گھروں کو برباد کر گیا۔ اور گاڑیاں سڑکوں پے تیرتی نظر آئیں۔ اور یہ تباہی بھی آدھی صدی کے بعد آئی۔ کہ اللہ نے بہت ڈھیل دی۔

لیکن پھر بھی ظلم کی انتہا ختم ہی نہیں ہورہی اور احمدیوں کے ساتھ ساتھ مجبور اور غریب لوگ بھی حکومت اور بااثر لوگوں کی ناانصافی اور زیادتی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ اور گناہ اور ظلم بڑھتا ہی گیا۔اور وبائی کیڑے

دابتہ الارض نے بھی رنگ بدل بدل کے کرونے کی شکل میں دنیا کے ہر خطے کے ساتھ ساتھ انڈیا اور پاکستان میں بھی کیڑوں کی طرح انسانی اموات لینا شروع کر دیں۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ۔ اللہ کبھی کسی پے ظلم نہیں کرتا لیکن دنیا کی حالت یہ ہو گئی کہ

کثرت گناہ سے زندگی بکھر گئی

آسماں بھی رو پڑا زمین بھی اجڑ گئی

اللہ کے بھیجے گئے ماموراور اس زمانے کے امام و مسیحا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے بہت پہلے ایک پیشگوئی میں فرمایا تھا:

”یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا:

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۶﴾

(بنی اسرائیل: 16)

جو ہدایت پا جائے وہ خود اپنی جان ہی کے لئے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہو تو وہ اسی کے مفاد کے خلاف گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور ہم ہر گز عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ کوئی رسول بھیج دیں (اور حجت تمام کردیں)۔

اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا !تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268 - 269)

اور آج کا زمانہ اپنی آنکھوں سے اللہ کے اس نذیر اور بشیر کی پیشگوئی اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھ رہا ہے۔

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک خطبہ جمعہ 22 مئی 2020ء کو اسلام آباد، برطانیہ میں فرماتے ہیں:

آج کل ہم جس حالت سے گزر رہے ہیں اس میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ یہ آفات اور طوفان اور بلائیں جو اس زمانے میں آ رہی ہیں ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے خاص تعلق ہے۔ پس ہمیں اپنے ایمان و ایقان اور انجام بخیر کے لیے بھی بہت دعائیں کرنی چاہئیں

اور دنیا کے بچانے کے لیے بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔

مناسب ہے کہ ان ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقویٰ اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔ دنیا فنا کا مقام ہے، آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے۔ اصلی مقصد تو دین ہی ہے۔‘‘

اللہ ہمیں حضور انور کے اس ارشاد کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ تقویٰ کا معیار بلند کرنے اور اپنے ساتھ ساتھ دنیا کے لئے بھی دعا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین ثمّ آمین

اک بڑی مدت سے دِیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو! اُس یار کے پانے کے دن

(درثمین)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25 اگست 2021ء)

(67)
حضرت مسیح موعودؑ اور حج

(رحمت اللہ بندیشہ۔ جرمنی)

حج بیت اللہ کا مختصر تعارف

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے حج بیت اللہ کیوں نہیں کیا؟ یہ اعتراض خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانے میں، آپؑ پر بھی کیا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس اعتراض کا کافی و شافی جواب عطا فرمایا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ میں ہی اس کا جواب تحریر خدمت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام دیئے ہیں۔ بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُن کی بجا آوری ہر ایک کو میسر نہیں ہے ،مثلاً حج۔ یہ اُس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو،پھر راستہ میں امن ہو ،پیچھے جو متعلقین ہیں اُن کے گذارہ کا بھی معقول انتظام ہواوراس قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کرسکتا ہے۔‘‘

(الحکم 31 جولائی 1902ء صفحہ 6)

نیز فرمایا:

’’اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں، وہ حج کرے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 17)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حج پر نہ جانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ دس سال مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپؐ نے دس سال کوئی حج نہ کیا۔ حالانکہ آپؐ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خوف نہیں کرتے

تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔ لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہوجائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اوّل ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرتؐ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 248)

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں :

’’حج کا مانع صرف زادِ راہ نہیں اور بہت سے امو رہیں جو عنداللہ حج نہ کرنے کے لئے عذر صحیح ہیں چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔ اور نیز ان میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکہ میں امن کی صورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا (آل عمران: 98) عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بداندیش علماء مکہ سے فتویٰ لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اور پھر کہتے ہیں کہ حج کے لئے جاؤ۔ اور خود جانتے ہیں کہ جبکہ مکہ والوں نے کفر کا فتویٰ دے دیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ ہواس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔ سو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسا اعتراض ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ فتنہ کے دنوں میں آنحضرتﷺ نے کبھی حج نہیں کیا اور حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ فتنہ کے مقامات میں جانے سے پرہیز کرو وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ (البقرۃ: 196) پس ہم گنہگار ہوں گے اگر دیدہ دانستہ تہلکہ کی طرف قدم اٹھائیں گے اور حج کو جائیں گے اور خدا کے حکم کے برخلاف قدم اٹھانا معصیت ہے۔ حج کرنا مشروط بشرائط ہے مگر فتنہ اور تہلکہ سے بچنے کے لئے قطعی حکم ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں۔ اب خود سوچ لو کہ کیا ہم قرآن کے قطعی حکم کی پیروی کریں یا اس حکم کی جس کی شرط موجود ہے۔ باوجود تحقق شرط کے پیروی اختیار کریں‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14صفحہ 415)

شیخ ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے خط میں اعتراض کیا کہ آپؑ کیوں حج نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ ’’میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں۔ بہت سے خنزیر

مر چکے ہیں اور بہت سے سخت جان ابھی باقی ہیں۔ ان سے فرصت اور فراغت تو ہو لے۔ شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں تو امید ہے، یہ لطیف جواب انہیں تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ کیوں شیخ صاحب! ٹھیک ہے نا! پہلے خنزیروں کو قتل کر لیں؟"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 283)

مخالفوں کے اس اعتراض پر کہ مرزا صاحب حج کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا:

"کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو خدمت خدا تعالیٰ نے اول رکھی ہے، اس کو پس انداز کر کے دوسرا کام شروع کر دیوے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عام لوگوں کی خدمات کی طرح ملہمین کی عادت کام کرنے کی نہیں ہوتی۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی سے ہر ایک امر کو بجا لاتے ہیں۔ اگرچہ شرعی تمام احکام پر عمل کرتے ہیں، مگر ہر ایک حکم کی تقدیم و تاخیر ارادہ سے کرتے ہیں۔ اب اگر ہم حج کو چلے جاویں، تو گویا اس خدا کے حکم کی مخالفت کرنےوالے ٹھہریں گے اور مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا (آل عمران: 98) کے بارے میں کتاب حجج الکرامہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو حج ساقط ہے۔حالانکہ اب جو لوگ جاتے ہیں، ان کی کئی نمازیں فوت ہوتی ہیں۔ ماموریں کا اول فرض تبلیغ ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ 13 سال مکہ میں رہے، آپؐ نے کتنی دفعہ حج کئے تھے؟ ایک دفعہ بھی نہیں کیا تھا"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 280)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے حج بدل

احادیث میں لکھا ہے کہ جو شخص بوجوہ حج نہ کرسکے ،اس کی طرف سے حج بِدل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ خثعم قبیلہ کی ایک خاتون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے باپ پر حج اس وقت فرض ہوا جبکہ وہ انتہائی ضعیف ہو چکا ہے اور سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ تو کیا میں اپنے باپ کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کردوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ)

اسی طرح حیات نبی ﷺ میں ایک شخص کا اپنے بھائی شبرمہ کی طرف سے حج بدل کرنے کا تذکرہ بھی کتب احادیث میں ملتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب المناسك باب الرجل یحج عن غیر)

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ تحریر کرتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعودؑ نے میرے سامنے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروا دیا۔ (حضرت والدہ صاحبہ نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو بھیج کر حضرت صاحب کی طرف سے حج بدل کروایا تھا) اور حافظ صاحب کے سارے اخراجات والدہ صاحبہ نے خود برداشت کئے تھے۔ حافظ صاحب پرانے صحابی تھے اور اب عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 55 جلد اول صفحہ 44)

تاریخ احمدیت صوبہ سرحد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حج بدل کی مزید تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ کا اصل وطن ہندوستان تھا۔ آپ اپنے وطن سے پشاور آئے تھے اور پشاور صدر میں مقیم تھے۔ مذہباً اہلحدیث تھے۔ حضرت مولانا غلام حسنؓ کی احمدیت کی وجہ سے، ان کو بھی حضرت احمدؑ کی طرف توجہ ہوئی اور آخر کار بعد از تحقیقات احمدی ہو گئے۔ آپ اہلحدیث کے امام الصلوٰۃ تھے۔ احمدیت آپؓ نے 1897ء سے قبل اختیار کی اور بعد ازاں پشاور سے قادیان ہجرت کر لی اور وہیں سکونت پذیر رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانے میں، جب حضرت محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بغرض حج بیت اللہ شریف 1912ء میں حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ تو آپ کو بھی حضرت اماں جانؓ نے آنے جانے کا خرچ دیا۔ تا کہ وہ حضرت احمدؑ کی طرف سے حج بدل کر آویں۔ چنانچہ آپ بھی اس قافلہ میں جس کا سالار حضرت محمود احمد تھا، شامل ہوئے اور حج بدل کر آئے اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا حج، بذریعہ حضرت احمد اللہ، ادا ہوا۔ آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ خلافت میں کئی سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخ احمدیت صوبہ سرحد از قاضی محمد یوسف فاروقی صفحہ 58)

حج بیت اللہ کا مختصر تعارف
فرضیت حج

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حج کی فرضیت کے متعلق فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾

(آل عمران: 98)

ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کے گھر کا حج کریں جو بھی اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو انکار کردے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا میں اللہ تعالیٰ نے حج سے متعلق بنیادی شرائط بیان کر دی ہیں کہ حج صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو بیت اللہ جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس سامانِ سفر نہیں ہے تو آیت کریمہ کے مطابق اس پر حج فرض نہیں، اسی طرح اگر زادِ راہ تو ہے لیکن بیمار ہے اور صحتِ بدن اسے سفر کی اجازت نہیں دیتی تو پھر بھی حج فرض نہیں رہتا۔ اگر مذکورہ بالا دونوں شرائط موجود ہوں لیکن راستہ پر امن نہ ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو اور پابندیاں ہوں تو آیت کریمہ کے مطابق اس پر بھی حج فرض نہیں رہتا۔

لازمی ارکانِ حج

حج کے تین بنیادی ارکان ہیں:

1۔ احرام یعنی نیت باندھنا

2۔ وقوفِ عرفات یعنی 9 ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ٹھہرنا

3۔ طوافِ زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد 10 ذی الحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے

حج کے متعلقہ بعض اصطلاحات

میقات: مکہ معظّمہ کے گرد، وہ مقامات جہاں سے حاجی احرام باندھ کر ہی آگے جا سکتے ہیں۔

احرام: احرام لغت میں حرام کرنے کو کہتے ہیں ،حاجی جب میقات سے حج کی نیت کر لیتا اور تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور جائز چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔اس لئےاس کو احرام کہتے ہیں۔مردوں کے احرام میں دو بے سلی چادریں ہوتی ہیں۔ ایک تہ بند کا کام دیتی ہے، دوسری چادر کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں اپنے عام سادہ کپڑوں میں حج ادا کرتی ہیں۔

تلبیہ: وہ وِرد جو حج اورعمرہ کے دوران حالتِ احرام میں کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ

طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کوطواف کہتے ہیں۔ہر چکر کے طواف کوحجر اسود سے شروع

کیا جاتا ہے۔

سعی: صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانا۔سعی صفا سے شروع کی جاتی ہے۔

رمی جمار: جِمار کی واحد جمرہ ہے۔ جمرہ کنکری کو کہتے ہیں ،یہاں جمرات سے مراد وہ 3ستون ہیں،جو منٰی میں ہیں۔ جن کو جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبہ کہا جاتا ہے ان جمرات (ستونوں) پر مختلف اوقات میں 7.7 کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جسے رمی جمار کہتے ہیں جمروں کو لوگ عرفِ عام میں ''شیطان'' کہتے ہیں۔

استلام: حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہوسکے تو پھر صرف دور سے اشارہ کر کے بوسہ دینا۔

مقامِ ابراہیم: خانہ کعبہ کے مشرق کی طرف ایک پتھر رکھا ہوا ہے ، جسے مقامِ ابراہیم کہاجاتا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کعبہ فرمائی تھی۔

حطیم: کعبہ کی شمالی دیوار کے متصل ایک گول دیوار میں گھراہوا احاطہ، جو خانہ کعبہ کا حصہ ہے اسے حجر اسمٰعیل بھی کہا جاتا ہے۔

وقوف: اس کے معنے ہیں ٹھہرنا۔ اصطلاحِ شریعت میں عرفات ، مزدلفہ اور منٰی میں حاجیوں کا ہدایات کے مطابق قیام کرنا۔

حج کی تین اقسام

حجِ مفرد: عمرہ کے بغیر صرف حج ادا کرنا ، حج افراد کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے جو حج مفرد ادا کر رہا ہو، ضروری ہے کہ وہ ایام حج کے آغاز میں احرام باندھے اور 10 ذی الحجہ کو رمی کے بعد احرام کھول ڈالے۔ حج مفرد میں قربانی فرض نہیں ہے۔

حجِ تمتع: اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے مخصوص مہینوں میں سب سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے۔ اس کے بعد احرام کھول دے۔ پھر 8 ذی الحجہ کو دوبارہ حج کے لیے احرام باندھے اور حج کی ادائیگی کے بعد 10 ذی الحجہ کو رمی الجمار کے بعد احرام کھول دے۔ تمتع کے معنے فائدہ اٹھانے کے ہیں حج کرنے والا ایک ہی سفر سے دو فائدے اٹھاتا ہے۔ حج تمتع کرنے والے کے لیے قربانی ضروی (فرض ہے) اگر قربانی نہ کر سکے، تو قرآنی تعلیم کے مطابق دس روزے رکھے۔ 3 حج کے دنوں میں اور 7 روزے واپس گھر آکر پورے کرے۔

حج قِران: اس سے مراد ہے کہ شروع میں عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ کہے۔ اس طرح احرام باندھنے والا مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرے گا، اس کے بعد احرام نہیں کھولے گا، بلکہ اسی احرام کے ساتھ حج کے مناسک بھی ادا کریگا اور جس طرح اس نے عمرہ اور حج کا اکٹھا احرام باندھا تھا اسی طرح دسویں ذی الحجہ کو دونوں کا اکٹھاہی احرام کھولے گا۔ اس قسم کا حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری (فرض) ہے۔ اگر قربانی میسر نہ ہو، تو اسے بھی دس روزے رکھنے ہوں گے 3 ایام حج میں اور 7 اپنے گھر واپس پہنچ کر۔

عمرہ

حالت احرام میں بیت اللہ کے طواف اور سعی بین الصفا والمروہ وغیرہ کا نام عمرہ ہے عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ عبادت سال کے ہر حصہ میں ہو سکتی ہے البتہ نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک ان چار دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا درست نہیں کیونکہ یہ حج ادا کرنے کے دن ہیں۔

طریقِ حج اور مناسک حج ایک نظر میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حج کرنے کے طریق کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:۔

”حج اسلامی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور ہر شخص جو بیت اللہ کا حج کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھ لے۔میقات اُن مقامات کو کہتے ہیں جہاں پہنچنے پر اسلامی ہدایات کے مطابق حاجیوں کو احرام باندھنا پڑتا ہے۔مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے جحفہ ، عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے ذات عرق ،نجد کی طرف سے آنے والوں کے لیے قرن المنازل اور یمن کی طرف سے آنے والوں کے لیے یلملم میقات مقرر ہیں۔ پاکستان سے جانے والوں کے لئے یلملم ہی میقات ہے اور حاجیوں کو جہاز میں ہی احرام باندھنا پڑتا ہے۔جو لوگ ان میقات کے اندر رہتے ہوں انہیں احرام کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنی اپنی جگہوں سے ہی احرام باندھ سکتے ہیں۔ احرام کا طریق یہ ہے کہ انسان حجامت بنوا کر غسل کرے۔خوشبو لگائے اور اس کے بعد سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک چادرتہ بند کے طور پر کمر سے باندھ لے اور دوسری چادر جسم کے اوپر اوڑھ لے۔ سر کو ننگا رکھے اور دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اپنے اوقات کا اکثر حصہ تکبیر و تلبیہ اور تسبیح و تحمید میں بسر کرے اور بار بار لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ

لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کہتا رہے۔ ہر نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ تلبیہ کہنا چاہیے۔ محرم کے لئے سلے ہوئے کپڑے یعنی قمیض، شلوار، پاجامہ یا کوٹ وغیرہ پہننا،سر کو ڈھانپنا، جرابیں پہننا، خوشبو لگانا، خوشبو دار رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا، سر منڈوانا، ناخن اتارنا، جوئیں نکالنا یا انکو مارنا، جنگل کے کسی جانور کا شکار کرنا، شکارکے جانور کو ذبح کرنا۔ کسی کو شکارکے لیے کہنا یا کسی شکاری کی مدد کرنا ،شہوانی تعلقات قائم کرنا یا شہوانی گفتگو کرنا ،فحش کلامی کرنا یا فحش اشعار پڑھنا ،فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے میں حصہ لینا،یہ سب امور ناجائز ہوتے ہیں۔ البتہ محرم غسل کرسکتاہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے اور دریائی جانور کا شکار بھی کر سکتا ہے۔ محرم عورت کے لیے بھی ان ہدایات کی پابندی ضروری ہے۔ البتہ اسے بے سلے کپڑے پہننے کی ضروت نہیں۔ اسے اپنا معمولی لباس یعنی قمیض، پا جامہ اور دوپٹہ ہی رکھنا چاہیے۔ البتہ وہ برقعہ نہیں اوڑھ سکتی۔

جب حاجی حدود حرم میں داخل ہو (یعنی مکہ معظّمہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں جو حرم کہلاتا ہے) تو وہ آدابِ حرم کو ملحوظ خاطر رکھے اور جب بیت اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور فوراًدعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا دے کیونکہ وہ قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو حجر اسود سے خانہ کعبہ کاسات مرتبہ طواف کرے۔ طواف کرتے ہوئے اگرممکن ہو تو ہر دفعہ حجر اسود کوبوسہ دینا چاہیے اور اگرممکن نہ ہو تو صرف ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگائے۔صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہو گا اور مروہ سے صفا تک دوسرا۔ پھر مکہ معظّمہ میں ٹھہر کر ایام حج کا انتظار کرے۔

جب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو وہ مکہ سے منٰی چلا جائے اوروہاں پانچوں نمازیں پڑھے۔ پھر وہاں سے دوسری صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد عرفات کی طرف ایسے وقت میں چلے کہ وہاں بعد زوال داخل ہو اور ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کرے اور سورج کے ڈوبنے تک عرفات میں ہی رہے اور دعاؤں اور عبادات میں اپنا وقت گزارے۔ اس کے بعد مزدلفہ مقام میں آئے۔ جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھے اور وہاں رات بھر عبادت اور دعاؤں میں بسر کرے۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مشعر الحرام پر جا کر دعا کرے اور وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو کر منٰی پہنچے اور وہاں جا کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں مارے اور ہر دفعہ کنکر پھینکنے کے ساتھ ساتھ تکبیر کہے۔ مگر یہ کام سورج نکلنے کے بعد کرے۔ یہاں سے فارغ ہو کر قربانی کرے۔ سر منڈوائے اور پھر اسی دن شام

تک یا اگلے دن مکہ مکرمہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ افضل یہ ہے کہ اسی دن شام تک جا کر کعبہ کا طواف کر آئے۔ پھر دوسرے دن منٰی میں واپس آجائے اور بعد زوال جمرۃ الدنیا ،جمرۃ الوسطیٰ، جمرۃ العقبہ پر سات سات پتھر مارے۔اسی طرح تیسرے دن اور پھر چوتھے دن بھی جو ایام تشریق کہلاتے ہیں یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحج کو۔ تیرھویں تاریخ کو منٰی سے واپس آجائے اور بیت اللہ کا طواف الوداع کرے۔ جو شخص یہ تمام مناسک بجا لائے وہ فریضہ حج ادا کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سر خرو ہو جاتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 432)

فلسفہ حج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلام نے ...... محبت کی حالت کے اظہار کے لیے حج رکھا ہے۔۔۔۔ حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض وقت شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے، کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔۔۔ غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے، سر منڈایا جاتا ہے، دوڑتے ہیں، محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔‘‘

(الحکم مورخہ 24 جولائی 1902ء صفحہ 3)

حج کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

’’حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے، سمجھنا چاہیے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو ،نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا

ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کے طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔‘‘

(الحکم 17 جنوری 1907ء صفحہ 9)

مقام عرفات پر کی جانے والی دعا
از حضرت مسیح موعودؑ

1886ء میں جب حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ایک خط میں لکھا کہ:

’’اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں جسے مسکنت وغربت کے ہاتھ بحضور اُٹھا کر گزارش کریں کہ ’’اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! ایک تیرا بندہ عاجز و ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ غرض ہے کہ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ تو مجھ سے راضی ہو اور میرے خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفورا ور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کرا، جس سے تو بہت ہی راضی ہوجائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کرا اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں اُٹھا۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! جس کام کی اشاعت کے لئے تونے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کےلئے تونے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک اور عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے حمایت میں رکھ کر دین اور دنیا میں ان کا مستقل اور سب کو اپنے دارالرضا میں پہنچا اوراپنے اور اس کے آل واصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام نازل کر۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

(مکتوبات احمدیہ جلد 3 صفحہ 27)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 جولائی 2021ء)

(68)
برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب
(قسط 1)

(فخرالحق شمس)

حضرت اقدسؑ کی طب یونانی کے خواص اور میڈیکل سائنسز کے عجائبات پر مشتمل تحقیقات

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَالَّذِیۡ ہُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَیَسۡقِیۡنِ ﴿۸۰﴾ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَہُوَ یَشۡفِیۡنِ ﴿۸۱﴾

(الشعراء: 80 - 81)

ترجمہ: اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر وارد ہوا ہے اسے آب و ہوا کی ناموافقت، غذا کی ناہمواری اور جذبات کے اتار چڑھاؤ کے سبب مختلف امراض سے نبرد آزما ہونا پڑتا رہا ہے اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ مرض اور صحت کا بہت گہرا ساتھ رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ مرض سے چھٹکارا پانے کے لئے انسان ہمیشہ سے مختلف تدابیر وضع کرتا رہا ہے۔ انہی تدابیر کے مجموعہ کو علم العلاج یا علم طب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ طب کے لغوی معنی علاج معالجہ کے ہیں۔ انسانی تاریخ میں آغاز سے ہی طبیب یعنی مادی بیماریوں کے علاج کے ماہر کی اہمیت بہت زیادہ رہی ہے۔ روحانی دنیا میں روحانی طبیب اور مسیحا۔ انبیاء، صوفیاء اور مصلحین کی صورت میں آتے رہے ہیں۔ سب سے بڑے روحانی طبیب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے ہاتھوں سے ہزاروں لاکھوں مریضوں نے شفاء پائی۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی طبیب ہونے اور آپؐ کی قوت قدسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ کیسی بدیہی اور صاف بات ہے کہ ایک طبیب اگرناقابل علاج مریضوں کو اچھا کردے، تو اس کو طبیب حاذق ماننا پڑے گا۔ ...اسی طرح پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں مریضانِ گناہ کو

اچھا کیا۔ حالانکہ ان مریضوں میں سے ہر ایک بجائے خود ہزارہاقسم کی روحانی بیماریوں کا مجموعہ اور مریض تھا جیسے کوئی بیمار کہے سر درد بھی ہے، نزول ہے، استسقاء ہے۔ وجع المفاصل ہے، طحال ہے وغیرہ وغیرہ تو جو طبیب ایسے مریض کا علاج کرتا ہے اور اس کو تندرست بنادیتا ہے۔ اس کی تشخیص اور علاج کو صحیح اور حکمی ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو اچھا کیا ان میں ہزاروں روحانی امراض تھے جس جس قدر ان کی کمزوریوں اور گناہ کی حالتوں کا تصور کرکے پھر ان کی اسلامی حالت میں تغیر اور تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں۔ اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قوت قدسی کا اقرار کرنا پڑتا ہے"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 116 - 117)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)

حضرت مسیح موعودؑ خدا داد صلاحیتوں اورعلم طب میں غیر معمولی تحقیق کی وجہ سے بلا شبہ برصغیر کے حاذق طبیب شمار کئے جاتے ہیں۔ آپؑ کے علم کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے روحانی علوم کی معراج تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم شعبہ میں بھی گرانقدر معلومات بہم عطا فرمائی ہیں اس مضمون میں آپؑ کے علم کلا م او ر رو حانی خزائن میں سے طب اور اس سے متعلقہ علوم کے بارے میں مواد ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اس دور کے چوٹی کے طبیب تھے اور آپ کی نظر ان علوم پر بہت گہری تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو روحانی علوم کے ساتھ طب کا بھی علم عطا فرمایا گیا۔ آپؑ نے طب کا ابتدائی علم اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے حاصل کیا جن کی طبابت کا برصغیر کے کناروں تک شُہرہ تھا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کی طبی صلاحیت

حضرت مسیح موعودؑ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نہایت قابل اور حاذق طبیب تھے۔ دُور دُور سے لوگ معالجات کی خاطر ان کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے اور آپ بلا امتیاز مذہب و ملت، امیر و غریب سب کو فیضیاب کرتے۔ طب آپ کا ذریعہ معاش نہ تھا۔ بلکہ محض مخلوق الٰہی کی نفع رسانی مد نظر تھی۔ قریباً ساٹھ سال آپ نے طبابت کی۔ کسی سے ایک پیسہ تک معاوضہ میں نہیں لیا۔ حتیٰ کہ بعض رؤسا نے اپنے علاج کے بدلے انعام میں گاؤں کے گاؤں آپ کو دینے کی کوشش کی لیکن آپ نے سب ٹھکرا دیا۔ بلکہ اکثر اوقات قیمتی ادویات اپنے پاس سے دیتے اور ہمیشہ سہل الحصول علاج تجویز فرماتے۔ اگر مریض کو گھر جاکے دیکھنے کی ضرورت ہوتی تو تشریف لے جاتے۔ آپ نے طب کا علم لاہور سے پڑھا اور پھر دہلی جاکر اس علم کی تکمیل کی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا علم طب پڑھنا

حضرت مسیح موعودؑ کی جب ولادت ہوئی۔ اس وقت سلسلہ مدارس جاری نہ ہوا تھا۔ صاحب استطاعت لوگ اپنے گھروں پر استاد رکھ کر اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کو بھی اس طریق کے ماتحت آپ کے والد بزرگوار نے تعلیم دلائی اور اس وقت جو علوم آپ کو پڑھائے گئے ان میں سے ایک علم طب بھی تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے والد ماجد سے بھی طبابت کی کتابیں پڑھیں اور ان کی طرح ماہر اور حاذق طبیب بن گئے۔ اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کو خدائی الہام، کشوف اور رؤیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علوم سے بھی ممسوح کیا گیا جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ غریبوں، بے سہاروں، مستحقوں اور مسکینوں کی خدمت کرنا، ان کا علاج معالجہ کرنا اور ان کو مفت ادویات مہیا کرنا آپؑ نے اپنے والد سے ورثے میں پایا تھا۔ طب آپؑ کا بھی پیشہ یا ذریعہ معاش نہ تھا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود و مہدی معہود مبعوث ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپ کو اس قسم کے دنیاوی شعبہ جات سے کوئی سروکار نہ تھا بس آپ علم طبابت کو خدمت خلق کا ایک ذریعہ سمجھ کر اپنائے ہوئے تھے۔

فرماتے ہیں:

مرا مقصودو مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

حضرت اقدسؑ اپنی بچپن کی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔ تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر قریباً دس برس کے ہوئی۔ تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خداتعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خداتعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے۔ کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔‘‘

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 179 - 181 حاشیہ)

چشمِ بصیرت سے مطالعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (1835ء - 1908ء) نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں ’’علم الادیان‘‘ پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں ’’علم الابدان‘‘ یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلہ میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کے لئے ایسے بیش قیمت رہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدا نما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور علم طب میں ایسی نایاب اور قیمتی موتیوں سے مرصع تحقیق پیش کرنے میں آج تک طب اور میڈیکل سائنس کے ماہر فاضلوں کا لٹریچر بہت حد تک خاموش ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے رکھی۔ اس مایہ ناز علم کو آنحضرت ﷺ نے علم ادیان کے بعد دوسرا درجہ بخشتا ہے۔ حضرت مسیح

موعودؑ نے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی:

’’صحت عمدہ شے ہے، تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہے صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 244)

ضروری ادویات اپنے پاس رکھتے

حضرت مسیح موعودؑ نے باقاعدہ مطب نہیں کیا۔ کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے۔ اس لئے آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔۔۔

سر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لیے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب لاہوری موجد مفرح عنبری کے سپرد تھی۔ عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔ مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔

(حیات طیبہ صفحہ 378)

خدا تعالیٰ خود علاج کرتا ہے

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اس دور کے ماہر، حاذق اور چوٹی کے طبیب بھی تھے۔ اور آپ کی نظر طبابت کے علوم پر بہت گہری تھی، آپؑ نے علم طب کو روحانیت کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 539)

طبیب اپنے بیمار کے واسطے دعا کرے

آپؑ مخلوق خدا کے ساتھ ساتھ اپنا، اپنے خاندان، عزیزواقارب اور رفقاء خاص کا بھی علاج فرماتے اور دعا کے ذریعہ اللہ سے شفاء طلب فرماتے۔ دعا کے سلسلے میں آپؑ نے فرمایا:

''طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 53 - 54)

قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی صداقت

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

اب اے نئی تحقیقات پر اترانے والو! خدا کے لئے ذرا انصاف کو کام میں لاؤ اور بتلاؤ کہ کیا وہ مذہب انسانی افترا ہو سکتا ہے جس میں ایسے حقائق پہلے سے موجود ہوں اور تیرہ سَوسال کی محنتوں، تحقیقاتوں اور جان کنیوں کا نتیجہ ہوں۔ یہ قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات ہیں اور دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مدار دوران خون کا ہے۔ آج کل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دورانِ خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سَو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 170)

قرآن کریم کی عظمت اور علوم طبعی کی ترقی

''ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے اور عملی رنگ اختیار کریں گے۔ قرآن کریم کی عظمت دنیا میں قائم ہو گی۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 362)

لمبی عمر پانے کا روحانی نسخہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے لمبی عمر پانے کا نسخہ تحریر فرمایا ہے، فرماتے ہیں :

’’دوسروں کے لئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔جیسا کہ فرمایا وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (الرعد: 18) اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جا سکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے، جبکہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب سے زیادہ دعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو شر کا موجب ہوتا ہے وہ جلدی اٹھا لیا جاتا ہے۔۔۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خَیۡرُالنَّاسِ مَنۡ یَّنۡفَعُ النَّاسَ بننے کے واسطے سوچتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے جیسے طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 353)

مختلف اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے ہی خواص رکھے ہوتے ہیں، اس کی روشنی میں حضرت مسیح موعود اشیاء کے حقائق اور ان کے خواص کی حقیقت اور حکمت بیان کرتے ہوئے درج ذیل اقتباسات میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اشیاء میں خواص رکھتا ہے

’’خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جیسے تربد اسہال لاتی ہے یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔ اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہوئے ہیں۔اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے نہ اسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 2)

حقائق الاشیاء کے ذرائع

’’مصری کی ایک ڈلی کو کان پر رکھیں، تو اس کامزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتلا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے، تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لیے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو،تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں یا آواز نکلتی ہو اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں، تو کب ممکن ہے ....تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔ اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 190)

خواص الاشیاء۔ ہمارے علم کی بنیاد

’’علوم ہیں ہی کیا؟ صرف خواص الاشیاء ہی کا تو نام ہے۔ سیارہ، ستارہ، نباتات کی تاثیریں اگر نہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر ایمان لانا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد خواص الاشیاء ہے۔ اس سے یہ غرض ہے کہ ہم حکمت سیکھیں۔ علوم کا نام حکمت بھی رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا (البقرہ: 270)‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 79)

اشیاء کے خواص کی حکمت

فرماتے ہیں:

’’مجھے ایک واقعہ یاد ہے۔ ڈاکٹر خوب جانتے ہیں۔ عبدالکریم نام ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس کے پیٹ کے اندر ایک رسولی تھی، جو پاخانہ کی طرف بڑھتی جاتی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس کو بندوق مار کر مار دینا چاہیئے۔ الغرض بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی

پر مقرر کیا جاوے تو اسے خودہی دست لگ جاتے ہیں۔ انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے، لیکن بالآخر اس کو معلوم ہو گا کہ اس نے کچھ ہی نہیں کیا .... انتہائے عقل ہمیشہ انتہائے جہل پر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں سے پوچھو کہ عصبہ مجوفہ کو سب وہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر نور کی ماہیت اور اس کا کنہ تو بتلاؤ کہ کیا ہے؟ آواز کی ماہیت پوچھو تو یہ تو کہہ دیں گے کہ کان کے پردہ پر یوں ہوتا ہے اور ووں ہوتا ہے، لیکن ماہیت آواز خاک بھی نہ بتلا سکیں گے۔ آگ کی گرمی اور پانی کی ٹھنڈک پر کیوں کا جواب نہ دے سکیں گے۔کنہہ اشیاء تک پہنچنا کسی حکیم یا فلاسفر کا کام نہیں ہے۔دیکھئے ہماری شکل آئینہ میں منعکس ہوتی ہے، لیکن ہمارا سرٹوٹ کر شیشہ کے اندر نہیں چلا جاتا۔ ہم بھی سلامت ہیں اور ہمارا چہرہ بھی آئینہ کے اندر نظر آتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ چاند شق ہو اور شق ہو کر بھی انتظام دنیا میں خلل نہ آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اشیاء کے خواص ہیں۔ کون دم مار سکتا ہے۔ اس لیے خداتعالیٰ کے خوارق اور معجزات کا انکار کرنا اور انکار کے لئے جلدی کرنا شتاب کاروں اور نادانوں کا کام ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 57)

خواص کے پردہ میں محجوب اشیاء

''زمین کی ہر ایک چیز بزبان حال اپنی ثنا کر رہی ہے مثلاً سنا کہتی ہے کہ میں دوسرے درجہ کے آخری حصہ میں گرم اور اول درجہ میں خشک ہوں اور بلغم اور سودا اور صفرا اور اخلاط سوختہ کا مسہل ہوں اور دماغ کی منقّی ہوں اور صرع اور شقیقہ اور جنون اور صداع کہنہ و درد پہلو و ضیق النفس و قولنج و عرق النساء و نقرس و تشنج عضل وداء الثعلب وداء الحیہ اور حکہ اور جرب اور بثور کہنہ اور اوجاع مفاصل بلغمی و صفراوی مخلوط باہم اور تمام امراض سوداوی کو نافع ہوں اور ریوندبول رہی ہے کہ میں مرکب القویٰ ہوں اور دوسرے درجہ کی پہلے مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور بالعرض مبرد بھی بوجہ شدت تحلیل ہوں اور رطوبات فضلیہ اپنے اندر رکھتی ہوں مجفف ہوں قابض ہوں جالی ہوں اور منضج اور مقطع موادلزجہ ہوں اور سموم باردہ کا تریاق ہوں خاص کر عقرب کیلئے اور اخلاط غلیظہ اور رقیقہ کا مسہل ہوں اور حیض اور بول کی مدر ہوں اور جگر کو قوت دیتی ہوں اور اس کے اور نیز طحال اور امعاء کے سُدے کھولتی ہوں اور ریحوں کو تحلیل کرتی ہوں اور پرانی کھانسی کو مفید ہوں اور ضیق النفس اور سل اور قرحہ ریہ و امعاء اور استسقاء کی تمام قسموں اور یرقان سدی اور اسہال سدی اور ماساریقا اور ذوسنطاریا اور تحلیل نفخ اور ریاح اور اورام باردہ احشا و تخمہ و مغص و بواسیر و نواسیر و تپ ربع کو مفید ہوں۔اور جدوار کہتی ہے کہ میں

تیسرے درجہ کے اول مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور حرارت غریزی سے بہت ہی مناسبت رکھتی ہوں اور مفرح اور مقوی قویٰ اور اعضاء رئیسہ دل اور دماغ اور کبد ہوں اور احشاء کی تقویت کرتی ہوں اور تمام گرم اور سرد زہروں کا تریاق ہوں‌اور اسی وجہ سے زرنباد اور مشک اور زنجبیل کا قلیل حصہ اپنے ساتھ ملا کر تیزاب گو گرد اور آب قاقلہ سفید اور آب پودینہ اور آب بادیان کے ساتھ ہیضہ و بائی کو باذن اللہ بہت مفید ہوں اور مسکن اوجاع اور مقوی باصرہ ہوں اورتفتیت حصاۃ اور قلع قولنج و عسر البول و رفع تپ ربع میں نفع رکھتی ہوں اور بقدر نیم مثقال گزیدہ مار اور عقرب کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہوں یہاں تک کہ عقرب جرارہ کی بھی زہر دور کرتی ہوں اور بید مشک اور عرق نیلوفر کے ساتھ دل کے ضعف کو بہت جلد نفع پہنچاتی ہوں اور کم ہوتی ہوئی نبض کو تھام لیتی ہوں اور گلاب کے ساتھ وجع مفاصل کو مفید ہوں اور سنگ گردہ اور مثانہ کو نافع ہوں اگر بول بند ہو جائے تو شیرہ تخم خیارین کے ساتھ جلد اس کو کھول دیتی ہوں اور قولنج ریحی کو مفید ہوں اور اگر بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آجائے تو آب عنب الثعلب یا حلبہ یا شیرہ خار خسک کے ساتھ صرف دو دانگ پلانے سے وضع حمل کرا دیتی ہوں اور ام الصبیان اور اکثر امراض دماغی اوراعصابی کو مفید ہوں اوراورام مغابن یعنی پس گوش اور زیر بغل اور بن ران اور خناق اور خنازیراور تمام اورام گلو کو نفع پہنچاتی ہوں اور طاعون کے لئے مفید ہوں اور سرکہ کے ساتھ پلکوں کے ورم کو نفع دیتی ہوں اور دانتوں پر ملنے سے ان کے اس درد کو ساکن کر دیتی ہوں اور آنکھ میں چکانے سے رمد بارد کو دور کر دیتی ہوں اور احلیل میں چکانے سے نافع حبس البول ہوں اور مشک وغیرہ ادویہ مناسبہ کے ساتھ باہ کیلئے سخت موثر ہوں اور صرع اور سکتہ اور فالج اور لقوہ اور استرخاء اور رعشہ اور خدر اور اس قسم کی تمام امراض کو نافع ہوں اوراعصاب اور دماغ کے لئے ایک اکسیر ہوں اور اگر میں نہ ملوں تو اکثر باتوں میں زرنباد میرا قائم مقام ہے۔

غرض یہ تمام چیزیں بزبان حال اپنی اپنی تعریف کر رہی ہیں اور محجوب بانفسھاہیں یعنی اپنے خواص کے پردہ میں محجوب ہیں اس لئے مبدء فیض سے دور پڑ گئی ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 164 - 163)

دیسی جڑی بوٹیوں کی اہمیت اور ان کے کار آمد ہونے کے حوالے سے فرمایا:

”ہزاروں بوٹیاں اور انسانی فطرت جیسا بوٹیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں بھی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں۔ کوئی چاندی کی کان ہے، کوئی سونے کی، کوئی تانبے اور لوہے کی۔ اسی طرح پر انسانی فطرتیں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں کہ وہ ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور

بعض کسی اور قسم کے گناہ سے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 15)

دیسی جڑی بوٹیاں بہت کار آمد ہوتی ہیں

سیر میں برلب سڑک خود رو بوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا:

یہ دیسی بوٹیاں بہت کار آمد ہوتی ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بوٹیاں بہت مفید ہیں۔ گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور اسی پر گزارا کرتے ہیں۔ یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔

حضرت نے فرمایا:

’’ہمارے ملک کے لوگ اکثر ان کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ ان کے ملک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب ان کے مزاج کے موافق ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 196)

سفوف بھلاوہ کی افادیت

’’سفوف بھلاوہ کا ذکر تھا۔ فرمایا: باہ کے مایوسوں کے واسطے مفید ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 529)

مختلف علوم کے فلسفہ اور ان کے سائنسی عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’علم اور طبیعت کی مناسبت بعض کی فطرت علم حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خود بخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب اور مہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم استاد کا محتاج ہوتا ہے، اور پھر دانا استاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اس کے پڑھنے کی اس کو رغبت دیتا ہے اس کے مناسب یہ شعر ہے:

ہر کسے را بہر کارے ساختند

”میل طبعش اندران اندا ختند“

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 19 حاشیہ)

علم عمل الترب کے خواص

”علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ انسان جس طرح باعتبار اپنے مجموعی وجود کے تمام چیزوں پر خلیفۃاللہ ہے اور سب چیزیں اس کے تابع کر دی گئی ہیں اسی طرح انسان جس قدر اپنے اندر انسانی قویٰ رکھتا ہے تمام چیزیں ان قویٰ کی اس طرح پر تابع ہیں کہ شرائط مناسبہ کے ساتھ ان کا اثر قبول کر لیتی ہیں ... اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آگئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 504)

انسان عالم صغیر ہے

”جاننا چاہیئے کہ انسان بھی ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون اور صفات اور خواص اور کیفیات اس میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی طاقتوں اور قوتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر ایک چیز کی طاقت کا یہ نمونہ ظاہر کر سکتا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 173 حاشیہ)

نادر الوقوع عجائبات

”بڑی غلطی جو حکما کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو ان کو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادرالوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے اور کچھ ان کے آثار چلے

آتے ہیں ان کو صرف قصے اور کہانیاں خیال کر کے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہیں حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں اس کی نظیریں بہت ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقراط نے اپنی ایک طبی کتاب میں چند چشم دید بیماروں کا بھی حال لکھا ہے۔جو قواعد طبی اور تجربہ اطباء کے رو سے وہ ہر گز قابل علاج نہیں تھے مگر ان بیماروں نے عجیب طور پر شفاپائی جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔اس جگہ ہم اس قدر اور لکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بات صرف نوع انسان میں محدود نہیں کہ کثیر الوقوع اور نادر الوقوع خواص کا اس میں سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کر کے دیکھیں تو یہ دوہرا سلسلہ ہر یک نوع میں پایا جاتا ہے مثلاً نباتات میں سے آک کے درخت کو دیکھو کہ کیسا تلخ اور زہر ناک ہوتا ہے مگر کبھی مدتوں اور برسوں کے بعد ایک قسم کی نبات اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بے شک وہ اس نبات کو ایک امر طبعی کی نقیض سمجھے گا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور میں آجاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 98)

علوم فلسفہ طب بذریعہ اہل عرب آئے

’’انگریزوں کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ انگلستان میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالیشان مدارس سے آیا ہے اور دسویں صدی میں جب کہ یورپ جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے علم و عقل کی روشنی میں لانے والے مسلمان ہی تھے۔ (دیکھو صفحہ95 کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب) ایسا ہی رائے بہادر ڈاکٹر چیتن شاہ صاحب آنزیری سرجن اور ڈاکٹر دتامل صاحب سول سرجن پنجاب ریویو جلد نہم میں لکھتے ہیں کہ اہل یورپ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام علوم فلسفہ طب وغیرہ بذریعہ اہل عرب ان تک پہنچے ہیں۔ کیمسٹری یعنے علم کیمیا بھی اہل یورپ نے عروج سلطنت اسلامیہ میں عربوں سے حاصل کیا ہے۔ اگرچہ ہندی طبابت نے (جو بزعم آریوں کے ویدوں سے لی گئی ہے) جو ہماری اپنی وطنی طبابت ہے یونانی اور انگریزی طبابت سے کوئی چیز عاریتاً نہیں لی۔‘‘

(شحنہ حق، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 362)

پیوند کاری اور انسانی صانعیت

’’یورپ کے اکثر کاریگر دانتوں کی جگہ دانت اور آنکھ کی پتلی کی جگہ آنکھ کی پتلی اور ٹانگوں کی جگہ ٹانگ اور بالوں کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گزارہ چلا دیتے ہیں۔ بعض حکیموں نے چاند بنا کراور چڑھا کر محدود حد تک اس کی روشنی سے کام لیا ہے بعض نے پرند بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک انہیں اڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینہہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینہہ برسادیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی و دیگر جوہرات ایسے بنائے گئے ہیں جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسان کی صانعیت کی کچھ انتہا نہیں کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کی تحصیل کے لئے وہ فطرتاً مشغول ہے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 201 حاشیہ)

کیمرہ کے ذریعہ امراض کی تشخیص

’’یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرتﷺ کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وجع المفاصل و نقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اورمرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ایسا ہی فوٹوکے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہل فراست کے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 366)

نیک نطفہ پر روح القدس کا اثر

’’جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے۔‘‘

(رسالہ دعوت قوم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 56)

انسانی جسم میں سلسلہ تحلیل

’’كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ

(المآئدہ: 76)

یعنی وہ دونوں حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدن بدل ماتحلل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے اگر روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔‘‘

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 92)

علم طب کی حقیقت، کرشمے اور فوائد کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:

طبابت بہت عمدہ پیشہ ہے

فرمایا: ’’تحصیل دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 334)

مامور وقت کے یہ الفاظ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے لئے ایک سنہری سرٹیفکیٹ کا درجہ رکھتے ہیں۔

عمیق در عمیق طب

’’ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں۔جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں۔ قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہائت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 103)

طب کے وراء محکمہ

’’طب تو ظاہری محکمہ ہے۔ ایک اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے جب تک وہاں دستخط نہ ہو کچھ نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 353)

ہر قوم کو طب سے استفادہ کرنا چاہئے

چند مولوی اور مدرسہ طبیہ کے چند طالب علم اور طبیب آئے۔ طب کا ذکر درمیان میں آیا۔ حضرت نے فرمایا:

’’مسلمانوں کو انگریزی طب سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ حکمت کی بات تومومن کی اپنی ہے۔ گم ہو کر کسی اور کے پاس چلی گئی تھی۔ پھر جہاں سے ملے جھٹ قبضہ کرلے اس میں ہمارا یہ منشا نہیں کہ ہم ڈاکٹری کی تائید کرتے ہیں بلکہ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ بموجب حدیث کے انسان کو چاہئے کہ مفید بات جہاں ملے وہیں سے لے لے۔ ہندی، جاپانی، یونانی، انگریزی ہر طب سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے اور اس شعر کا مصداق اپنے آپ کو بنانا چاہیے۔

تمتع زہر گوشہ یافتم
زہر خرمنے خوشہ یافتم

تب ہی انسان کامل طبیب بنتا ہے۔ طبیبوں نے تو عورتوں سے بھی نسخے حاصل کئے ہیں ...لَیْسَ الْحَکِیْمُ اِلَّا ذُوْ

تَجْرِبَةٍ لَيْسَ الْحَلِيْمُ اِلَّا ذُوْعُسْرَةٍ۔ حکیم تجربہ سے بنتا ہے اور حلیم تکالیف اٹھا کر حلم دکھانے سے بنتا ہے اور یوں تو تجربوں کے بعد انسان رہ جاتا ہے کیونکہ قضا و قدر سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 507)

طبی کرشمے اور عجائبات

’’مسیح کے معجزات جو قصص کے رنگ میں ہیں ان سے کوئی فوق العادت تائید الٰہی کا پتہ نہیں لگتا۔ جبکہ آج اس سے بڑھ کر طبی کرشمے اور عجائبات دیکھے جاتے ہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ایک تالاب تھا۔ جس میں ایک وقت غسل کرنے والے شفا پا لیتے تھے اور اب تک یورپ کے بعض ملکوں میں ایسے چشمے پائے جاتے ہیں اور ہمارے ہندستان میں بھی بعض چشموں یا کنوؤں کے پانی میں ایسی تاثیریں ہوتی ہے۔ تھوڑے دن ہوئے اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ کنوئیں کے پانی سے جذامی اچھے ہونے لگے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 85)

طبابت ظنی علم ہے

’’علم طبابت ظنی ہے۔ کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ ایک دو اایک شخص کے لیے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع، دوائیوں کا راز اور شفا دینا خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں۔ کل ایک دوائی میں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا ’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہیئے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 437)

بعض ادویہ کی بعض کے ساتھ مناسبت

طب اور معالجات کا تذکرہ تھا۔ فرمایا:

’’یہ سب ظنی باتیں ہیں علاج وہی ہے جو خداتعالیٰ اندر ہی اندر کر دیتا ہے جو ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ علاج یقینی ہے وہ اپنے مرتبہ اور حیثیت سے آگے بڑھ کر قدم رکھتا ہے۔ بقراط نے لکھا ہے کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک بیمار آیا میں نے بعد دیکھنے حالات کے حکم لگایا کہ یہ ایک ہفتہ کے بعد مر جائے گا۔ تیس

سال کے بعد میں نے اس کو زندہ پایا۔

’’بعض ادویہ کو بعض کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ اسی بیماری میں ایک کے واسطے ایک دوا مفید پڑتی ہے اور دوسرے کے واسطے ضرر رساں ہوتی ہے۔ جب برے دن ہوں تو مرض سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر مرض سمجھ میں آجائے تو پھر علاج نہیں سوجھتا۔ اسی واسطے (مومن) جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی۔ نبض دیکھنے کے وقت سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (البقرہ: 33) کہنا شروع کیا اور نسخہ لکھنے کے وقت ھُوَالشَّافِیۡ لکھنا شروع کیا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 296)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:

’’علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے... دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہیئے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

دوران خون کا مسئلہ

دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مداردوران خون کا ہے۔ آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کامسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 170)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 10 ستمبر 2021ء)

(69)
برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب
(قسط 2)

(فخرالحق شمس)

حضرت اقدسؑ کی طب یونانی کے خواص اور میڈیکل سائنسز کے عجائبات پر مشتمل تحقیقات

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی علوم کے قیمتی موتیوں اور لعل و جواہر سے مزین خزائن عطا فرمائے اور ساتھ ہی دنیا وی علوم کی تفصیلات اور حقائق سے بھی آگاہ فرمایا۔ ان علوم میں علم طب سر فہرست ہے جس کے ایسے اصول خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے جو اس زمانہ میں اور کسی کے حصہ میں نہ آئے۔ قبل اس کے کہ دائمی شان کے حامل ان طبی اصولوں کو سپرد قرطاس کیا جائے حضرت اقدس ہی کے پیش فرمودہ اس اہم علم کے بنیادی حقائق، امراض، اس کی اقسام، حکمت اور ان کے علاج اور فلسفہ کے اصولوں سے آگاہی ضروری ہے۔ آیئے استفادہ کریں۔

مرض کی اقسام

’’مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مستوی اور ایک مرض مختلف۔مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے اور مرض مختلف کی چنداں پروا نہیں کرتا۔اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔اس لیے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خداتعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ529)

بعض عجیب و غریب امراض

’’مختلف امراض اس قسم کے ہیں کہ ان میں انسان کی پیش نہیں جاتی۔ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں رسولی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ دن بدن بڑھ کر پاخانہ کے راستہ کو بند

کرتی جاتی ہے۔جس ڈاکٹر کے پاس میں گیا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ اگر یہ مرض ہمیں ہوتی تو ہم بندوق مار کر خود کشی کر لیتے۔ آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مر گیا۔بعض لوگ ایسے مسلول ہوتے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا اندر سے نکلتا ہے۔ایک دفعہ ایک مریض آیا اس کی یہی حالت تھی۔صرف اس کا پوست ہی رہ گیا تھااوروہ سمجھدار بھی تھا مگر تاہم وہ یہی خیال کرتا تھا کہ میں زندہ رہوں گا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 437)

انبیاء کی خبیث امراض سے حفاظت

’’انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مامور خبیث اور ذلیل بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً آتشک ہو، جذام ہو یا اور کوئی ایسی ذلیل مرض۔ یہ بیماریاں خبیث لوگوں ہی کو ہوتی ہیں۔اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ (النور: 27) اس میں عام لفظ رکھا ہے اور نکات بھی عام ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 397)

بیمار پر دم کرنا

’’ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جائے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفاء ہو۔حضرت مسیح موعود نے فرمایا بے شک قرآن شریف میں شفاء ہے روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے۔ مگر اس طرح کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خداتعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔‘‘

(بدر 12 اکتوبر 1906ء)

بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

’’اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

اس ضمن میں مزید ہدایت فرمائی:

’’سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہو سکتا توبہ و استغفار بہت کرنی چاہیئے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 242)

’’ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 295)

حضرت اقدس نے اپنے ملفوظات میں خصوصاً بیماری سے شفا کے لئے دعاؤں کی بار بار تحریک فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:

’’میں بہت دعا کرتا ہوں۔ دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ265)

لاکھوں بیماریاں

حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی قدر بھی احتیاط کرے بیماریاں اتنی زیادہ اور مختلف اقسام کی ہیں کہ اگر اللہ کا فضل اُسے نہ بچائے تو بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر ایک بیماری کا علاج دس نئی بیماریوں کی بنیاد بن جاتا ہے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں:

’’ہمارے والد صاحب مرحوم بھی مشہور طبیب تھے جن کا پچاس برس کا تجربہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمی نسخہ کوئی نہیں اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ تصرف اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے۔ انسان مصیبت میں بددماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔ یکدفعہ ہی خفیف عوارض شدید ہونے لگ جاتے ہیں۔ کبھی قلب کا علاج کرتے کرتے دماغ پر آفت آ جاتی ہے کبھی سردی کے پہلو پر علاج کرتے کرتے گرمی کا زور چڑھ جاتا ہے۔ کون ان بیماریوں پر حاوی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا چاہیئے۔ انسان ان حشرات الارض اور سمّیات کو کب گن

سکتا ہے۔ صرف بیماریوں کو بھی نہیں گن سکتا۔ لکھا ہے کہ صرف آنکھ ہی کی تین ہزار بیماریاں ہیں۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسے طور پر غلبہ کرتی ہیں کہ ڈاکٹر نسخہ نہیں لکھ چکتا جو بیمار کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 166)

بیماریاں جہنم کا نمونہ بھی ہیں

’’برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔ پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور ...۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اور خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔ اُس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 372)

وبائی امراض

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض مرضیں مثلاً آتشک کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے اور ایک آتشک زدہ عورت سے مرد کو آتشک ہوجاتی ہے اور ایسا ہی مرد سے عورت کو اور یہی صورت ٹیکا لگانے میں بھی مشاہدہ ہوتی ہے کیونکہ جس پر چیچک والے کے خمیر سے ٹیکا کا عمل کیا جاوے اس کے بدن پر بھی آثار چیچک ظاہر ہو جاتے ہیں پس یہی تو عدوی ہے سو ہم کیوں کر اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا انکار علوم حسیہ بدیہیہ کا انکار ہے جو تجارب طبیہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور ان میں ان

بچوں کو بھی شک نہیں رہا جو کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں چہ جائے کہ عقلمند مردوں کو کچھ شک ہو۔

(نورالحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 14)

ایک عجیب مرض

’’طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 244)

باریک در باریک بیماریاں

’’یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہوجاتی ہیں۔انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوتی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔ غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔ خداتعالیٰ کا فضل ہی چاہیئے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 279)

دوا اور تدبیر

’’کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

بیماری بطور سزا اور عذاب

’’جب دنیا میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لوگ دور جا پڑتے ہیں اور اس سے لاپروا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی پروا نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر اس قسم کی وبائیں بطور عذاب نازل ہوتی ہیں ان بلاؤں اور وباؤں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت ظاہر ہو اور فسق و فجور سے لوگ نفرت کر کے نیکی اور راستبازی کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ کے مامور کی طرف جو اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے توجہ کریں۔ اس زمانہ میں بھی فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ راستبازی، تقویٰ عفت اور خدا ترسی اور خداشناسی بالکل اُٹھ گئی تھی۔ دین کی باتوں پر ہنسی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو اُس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی زبان پر کیا تھا کہ مسیح موعود کے وقت دنیا میں مری بھیجوں گا اس طاعون کو اصلاح خلق کے لئے مسلّط کیا ہے۔ طاعون کو برا کہنا بھی گناہ ہے یہ تو خداتعالیٰ کا ایک مامور ہے جیسا کہ مَیں نے ہاتھی والی رویا میں دیکھا تھا، لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ باجود اس کے کہ بعض دیہات بالکل برباد ہوگئے ہیں اور ہر جگہ یہ آفت برپا ہے تو بھی ان شوخیوں، شرارتوں اور بیباکیوں میں فرق نہیں آیا جو اس سے پہلے بھی تھیں۔ مکرو فریب، ریاکاری بدستور پھیلی ہوئی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلدسوم صفحہ 634 - 635)

بیماریوں کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے بیماریوں اور تکالیف کا یہ سارا سلسلہ بھی بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں بھی انسان کیلئے رحمت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک غیر مومن کیلئے جہاں بیماری مصیبت دکھائی دیتی ہے وہیں ایک مومن ان تکالیف کی وجہ سے خداتعالیٰ کے قرب کے مدارج طے کرتا ہے۔ کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور ہر لحہ خدا تعالیٰ یاد رہتا ہے۔بیماریوں کے ذکر پر فرمایا کہ:

’’بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا(النسآء: 29) انسان چند روز کیلئے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حی و قیوم ہے۔ جب وقت موعود آ جاتا ہے تو ہر ایک چیز السلام علیکم کہتی اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلدسوم صفحہ 240)

بیماریوں کی حکمت

ان مختلف امراض اور عوارض کے ذکر پر جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں فرمایا کہ:

’’اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ چند ایک بیماریاں ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پروا نہ ہو جاوے‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

پہلے مرض پھر طبیب کی شناخت

’’طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھاسکتا ہے جو اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں اور پھر یہ شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مختلف ہوتا ہے جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہے اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔انجام خطرناک ہوتا ہے مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا۔اس لیے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے اوراسے محسوس کرے۔پھر طبیب کو شناخت کرے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 80-81)

امراض بدنی کے لئے ادویہ

’’یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہیئے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلام اسقام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجہ شفایابی سے تجاوز نہ کر گئی ہو ان دواؤں کو برعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعمال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی پر عادت جاری ہے کہ اس بیمار

کو حسب استعداد اور قابلیت کسی قدر صحت اور تندرستی سے حصہ بخشتا ہے یا بکلی شفا عنایت کرتا ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 354 حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

عیاشیوں کے ذریعہ مہلک امراض

”اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوش حالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور آخر کار سکتہ، فالج، رعشہ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلاہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور بباعث اس کے کہ ان کی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں۔اس لئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں۔“

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 359)

مرگی کو ام الصبیان کہتے ہیں

”مرگی کی بیماری کے مبتلا اکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں وہ بعینہٖ ایسا ہی بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور یہ یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چونتیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بد صورت کھڑا ہے۔اول اس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اس کو منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ دور ہو اے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اس کو اپنے ساتھ کر لیا اور جس کو ساتھ کر لیا اس کو میں جانتا تھا اتنے میں آنکھ کھل گئی اسی دن یا اس کے بعد اس شخص کو مرگی پڑی جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اس کو ساتھ کر لیا تھا اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہو گیا اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے...مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیان کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں۔“

(معیار المذاہب، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 483-484 حاشیہ)

مریض کا ہوش

’’بعض امراض ہی ایسے ہیں مثلاً دق و سل کہ ان کے مریضوں کا اخیر تک ہوش قائم رہتا ہے بلکہ طاعون کی بعض قسمیں بھی ایسی ہی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 433)

ذات الجنب کی وجہ سے بخار

’’جب مرض الموت کا وقت آجاوے تو وہ وقت دعا کا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔اسی طرح پر جو حالتیں مہلک بیماریوں کی ہوتی ہیں ان میں بھی نظر آجاتا ہے مگر خداتعالیٰ کی قدرت ہے کہ مولوی (عبدالکریم سیالکوٹی) صاحب کے معاملہ میں ایک عجیب بات دیکھی گئی کہ ان کی اصل مرض سرطان جس کو انگریزی میں کاربنکل کہتے ہیں بالکل اچھا ہو گیا بلکہ خود انہوں نے ہاتھ پھیر کر دیکھا اور یہی کہتے رہے کہ اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔آخر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بخار ہو گیا جو ایک سو چھ درجہ تک پہنچ گیا اور اسی عارضہ میں وفات پائی۔‘‘

(ملفوظات جلدچہارم صفحہ 487)

تداخل طعام بیماری کا موجب

24 دسمبر 1901ء کو آپ نے ایک آسٹریلوی سیاح عبدالحق صاحب سے دوران گفتگو فرمایا:

’’تداخل طعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اور کھالیا پھر کچھ اور۔اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ سوء ہضم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اور بیماری کی نوبت آئے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 81)

دوران خون کا مسئلہ

’’دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔دل پر مداردوران خون کا ہے۔آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کامسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور

محفوظ کر دیا۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 170)

امراض جہنم کا نمونہ

”حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں۔یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لیے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ جیسے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اور خطرناک امراض میں مبتلاہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہوجاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لیے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروانہیں کرتا ہے۔اس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 372)

سلب امراض اور سلب ذنوب میں فرق

”علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔ دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہوتا ہے، وہ توجہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلب امراض کیا کرتے تھے۔ .... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور مسیح علیہ السلام کی توجہ میں یہ فرق ہے کہ مسیح کی توجہ سے تو سلب امراض ہوتا تھا، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے سلب ذنوب ہوتا تھا۔ ...... جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہیے۔ مسیح کی توجہ چونکہ زیادہ تر سلب امراض کی طرف تھی۔ اس لئے سلب ذنوب میں وہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ یہی تھی۔ کہ جو جماعت انہوں نے تیار کی وہ اپنی صفائی نفس اور تزکیہ باطن میں ان مدارج کو پہنچ نہ سکی جو جلیل الشان صحابہ کو ملی۔اور یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی باا‌ثر تھی کہ آج اس زمانہ میں بھی تیرہ سو برس کے بعد سلب ذنوب کی وہی قوت اور تاثیر رکھتی ہے جو اس وقت میں رکھتی تھی۔ مسیح

اس میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گز مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

پیشاب کی بیماری

مولوی عبدالکریم صاحب سَلَّمَہٗ رَبُّہٗ کو کثرت پیشاب کی دو تین دن سے پھر شکایت ہو گئی ہے اور آج اعلیٰ حضرت نے ان کا قارورہ منگوا کر دیکھا تھا جو کثیر مقدار میں تھا۔ اس کے متعلق مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کی کمال شفقت اور ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے اس لیے میں خلاصتہً اسے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ فرمایا:

"میں آپ کا پیشاب دیکھ کر بہت حیران ہو گیا۔ میں نے تو اس کے بعد دعا ہی شروع کر دی اور ان شاء اللہ بہت دعا کروں گا۔

مجھے خود چونکہ کثرت پیشاب کی شکایت ہے میں جانتا ہوں کہ کس قدر تکلیف ہوئی دل گھٹتا ہے اور پنڈلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ بہت بے چینی اور گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ (براہین احمدیہ حصہ پنجم) کو ختم کرلینے کے کچھ دنوں تک صرف دعا ہی میں لگا رہوں گا۔

میں نے جو گولی آپ کو بنا کر دی تھی وہ مفید ثابت ہوئی تھی۔ آپ اس کا استعمال کریں میں بھیج دوں گا اور ختم ہونے پر اور دوا تیار ہو سکتی ہے۔ آپ دودھ کثرت سے پئیں۔ وہ اس مرض میں بہت مفید ہے اور میں ان شاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ آپ کے پیشاب کو دیکھ کر مجھے تو حیرت ہی ہوئی کہ آپ کس طرح التزام کے ساتھ نمازوں میں آتے ہیں اور آپ کی آواز سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو شکایت ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 252)

احتراز وبائی امراض

"جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدرروٴں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچتے رہتے ہیں۔پس گویا وہ اس طرح پر یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کے وعدے سے فائدہ اٹھالیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی

نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آ پکڑتی ہیں۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 337)

اللہ اپنے بندوں کو بچا لیتا ہے

(عربی سے ترجمہ) ’’وہ خدا جو اندھیرے کے وقت اپنا نور بھیجتا ہے اور بیماری کی کثرت کے وقت دوا ظاہر کرتا ہے اور اپنے بندوں کو بے قراری کی حالت میں بچا لیتا ہے ...... آپ جانتے ہیں کہ ہر یک بیماری کی ایک دوااور ہر یک اندھیرے کے واسطے روشنی ہے سو میرے پرورد گار نے اردہ کیا کہ دنیا کو اندھیرے کے بعد روشن کرے۔‘‘

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 564)

بیمار مایوس نہ ہو

فرمایا :

’’میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سے بیماروں کو اطباء ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفاء پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں یہ غلطی ہے خداتعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے...بیمار کو چاہئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں۔اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہئے اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو۔اس کو راضی کرنا چاہئے اور خداتعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہئے توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے۔بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہئے تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ ستار ہے۔ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ ہاں خدا

تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔"

(بدر 14 اکتوبر 1904ء صفحہ 4)

مریضوں کے لئے ادویات کی فراہمی

"طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو، لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ دے گا لیکن بازار سے وہ دوا نہ ملے، تو کیا کرے گا۔ کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات، حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اوران میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں نااندیشہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی اور نہ جس کے خواص محدود ہوں۔ یہاں تک کہ پسو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں۔ لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اٹھاتا ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے؟"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 314)

وبائی امراض کا الہامی علاج

فرمایا مجھے الہام ہوا

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ

پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔ اس کا علاج خداتعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے

یَاحَفِیْظُ۔ یَاعَزِیْزُ۔ یَارَفِیْقُ

رفیق خداتعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔

(البدر مؤرخہ 18 ستمبر 1903ء بحوالہ ملفوظات جلد سوم صفحہ 426)

کوئی بیماری لا علاج نہیں

ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔

حضرت نے فرمایا:

’’میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لا علاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لا علاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خداتعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے۔‘‘

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گھرا چیرہ دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی یہاںتک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا۔

’’آثار زندگی‘‘

اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 59)

بیمار اپنا علاج کرائے

’’بیمار کو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ اگر بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تاکہ دنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کو تو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتاہے۔ حالت بیماری میں تو سیر و سیاحت اور بھی نقصان رساں ہو گی۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 105)

علاج اور توکل میں ہم آہنگی

علاج اور توکل میں ہر گز کوئی تضاد نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

’’پیغمبر خداصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

کوئی مرض ناقابل علاج نہیں

’’حدیث میں آیا ہے مَامِنْ دَآءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَآءٌ ایک مشہور ڈاکٹر کا ہمیں قول یاد ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی مرض بھی ناقابل علاج نہیں ہے بلکہ یہ ہماری سمجھ اور عقل و علم کا نقص ہے کہ ہمارے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کے واسطے بعض ایسے ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جن سے وہ شخص جس کو ہم ناقابل علاج یقین خیال کرتے ہیں قابل علاج اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو جاوے پس قطعی حکم ہر گز نہ لگانا چاہیئے بلکہ اگر رائے ظاہر بھی کرنی ہو تو یوں کہہ دو کہ ہمیں ایسا شک پڑتا ہے مگر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سامان پیدا کردے کہ جن سے یہ روک اٹھ جاوے اور بیمار اچھا ہو جاوے۔ دعا ایک ایسا ہتھیار خداتعالیٰ نے بنایا ہے کہ انہونے کام بھی جن کو انسان ناممکن خیال کرتا ہے ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے لیے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 500)

ہر مرض کا علاج

’’یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو۔ اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے... دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہیئے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

لاعلاج امراض کا علاج

''جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں۔ ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

علاج بذریعہ الہام

حضرت مسیح موعودفرماتے ہیں:

''طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خداتعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو کہ موئثر حقیقی خداتعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہیئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت خدا تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلادیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتادیتا ہے۔یہ اس کا فضل ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 53)

لِکُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ کا وسیع مفہوم

''ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے۔لِکُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ۔ افسوس !لوگ آپؐ کے اس مبارک قول کی قدر نہیں کرتے اور اس کو صرف ظاہری امراض تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔یہ کس قدر نادانی اور غلطی ہے۔ جس حال میں ایک فانی جسم کے لیے اس کی اصلاح اور بھلائی کے کل سامان موجود ہیں، تو کیا یہ ہو سکتاہے کہ انسان

کی روحانی امراض کا مداوا اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ بھی نہ ہو؟ہے! اور ضرور ہے!!"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 86)

علاج اور انسانی علم

بعض دنیا دار فلسفی اور ڈاکٹر حضرات اپنے علم کو یقینی اور قطعی سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ انسان خواہ کس قدر بھی ترقی کر جائے اس کا علم ایک دائرے تک ہے اور بہت زیادہ معاملات ایسے ہیں جس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ حضور فرماتے ہیں:

"بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اُسے خود ہی دَست لگ جاتے ہیں۔ انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے لیکن بالآخر اُس کو معلوم ہو گا کہ اُس نے کچھ ہی نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جیسے سمندر کے کنارے ایک چڑیا پانی کی چونچ بھرتی ہو۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور فعل کے معارف اور اسرار سے حصہ ملتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 58)

دوا اور غذا کی تاثیرات

"اللہ تعالیٰ علمی سلسلہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس نے آدم کی پیدائش کے وقت ان ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں۔ جیسا کہ آیت وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ وَحِفۡظًا سے، یعنی حِفۡظًا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں۔ یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کر سکتیں۔ ان کی تاثیرات خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر ان ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ

کے اول درجہ پر تجلی گاہ اور مظہر العجائب ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 282 حاشیہ)

دوا کے استعمال میں بے احتیاطی نہیں کرنی چاہیئے

غریب ممالک میں عام طور پر دواؤں کا استعمال بلاسوچ سمجھے اور بے احتیاطی سے کیا جاتا ہے۔ کسی ایک مریض کیلئے ڈاکٹر نے جو دوا دی وہ گھر میں پڑی رہتی ہے اور کسی دوسرے مریض کو بغیر مناسب غور و فکر کے استعمال کروا دی جاتی ہے۔ دوا کے استعمال میں یہ بے احتیاطی مناسب نہیں ہے اور اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ دوا ہمیشہ معالج کے مشورے کے بعد استعمال کرنی چاہیئے اور دوا کی خوراک کا بھی پورے طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔

حضور فرماتے ہیں:

’’علم طبابت ظنی ہے کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع۔ دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں کل ایک دوائی مَیں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا ’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہیئے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 437)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 24 ستمبر 2021ء)

(70)

حصول برکات کا ذریعہ
مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

(عدنان اشرف ورک)

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ سے جہاں ایک احمدی روحانی علوم ومعارف کے خزانے پاتا ہے اور اسکا ذہن بھی منور ہوتا وہاں اسکا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ پڑھنے والے پر برکات کا نزول بھی ہوتا ہے خواہ وہ کسی معرفت کے نقطہ مکمل یا جزوی طور پر سمجھ پاتا ہے لیکن اس پر رحمتوں اور برکتوں کا نزول ضرور ہورہا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی میں انبیاء واولیاء اللہ کے روحانی فیوض کے متعلق فرماتے ہیں ’’اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کےاسکی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔۔ ایسا ہی انکے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی جاتی ہے جسکی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہوجاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اسکو ہاتھ لگانا اسکےامراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔اسی طرح انکے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خدا کے فرشتے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح انکے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے‘‘ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 18 - 19) اسی طرح ایک اور جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ’’اور اسکی زبان اور بیان اورتمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے‘‘ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 229) چونکہ انکی ہر چیز میں برکت رکھی جاتی ہے اور انکی چیزوں کے قریب جانے والا بھی ان برکتوں سے حصہ پاتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کو پڑھنے والا بھی ان برکات اور فیوض سے حصہ پاتا ہے جوان تحریروں میں اس پاک وجود کی وجہ سے رکھی گئی ہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے حدیث میں آیا ہے ’’آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا اسکو ایک نیکی ملے گی جو دس کے برابر ہوگی میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے‘‘ (سنن ترمذی حدیث نمبر 2919) اسی طرح علی حسب مراتب خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی تحریروں میں بھی برکت رکھتا ہے اسی پہلو کو مزید اجاگر کرنے

کیلئے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ”یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الہی سے لکھے گئے ہیں میں انکا نام وحی الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں“ (سر الخلافہ صفحہ 6) ایک اور جگہ فرماتے ہیں ”میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کیلئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 403)

آپؑ کی تحریرات کس قدر برکتیں سمیٹی ہوئی ہیں اسکا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان تحریرات کے لکھنے والے کو اللہ تعالی نے تحریری خطاب سے نوازا چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ”اللہ تعالی نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا“

(تذکرہ صفحہ 408)

اس پہلو کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کیا خوب اجاگر کیا ہے آپؓ فرماتے ہیں ”جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے“ (ملائکۃاللہ از انوارالعلوم جلد 5 صفحہ 560) اور فرشتوں کے نزول کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مِن کُلِّ اَمرٍ سَلَام کہ وہ سلامتی اور رحمتوں برکتوں کے سامان لے کر اترتے ہیں لہذا حضورؑ کی کتب کامطالعہ جہاں ہمیں علمی میدان میں نکھارتا ہے وہیں ہمیں پڑھنے کا ثواب بھی ساتھ مل رہا ہوتا ہے۔

پھر خدا تعالی آپؑ کو الہاما فرمایا ”یا احمدُ فاضَتِ الرَّحمۃ علی شَفَتیک۔ کلام اُفصحت من لدن رب کریم“ (حقیقۃ الوحی صفحہ 105) اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا۔ یہ انہی ہونٹوں سے نکلی ہوئی تحریریں ہیں جن پر خدا نے رحمت جاری کی تو جو ان تحریروں کو اپنے ہونٹوں پر لے گا وہ بھی اس رحمت سے حصہ پائیگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”جماعت کی تربیت کیلئے آج کے زمانے حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کو پڑھ کر سنانے سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہے

اتنا گہرا اثر رکھتے ہیں‘‘

(الفضل 19 اپریل 1998ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ’’کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت تربیتی پہلو سے بھی بہت زیادہ ہےان کتب کو پڑھ کر انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ خود حضرت مسیح موعودؑ کی مبارک معیت میں موجود ہے اور یوں انسان کے اعمال بہتر سے بہتر ہوتے جاتے ہیں اور انسانی کجیاں روز بروز دور ہوتی جاتی ہیں‘‘ (مشعل راہ جلد دوم صفحہ 45) ایک اور موقع پر فرمایا ’’یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہوجائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہوجائیں گی اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی ذندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں‘‘

(پیغام حضور انور برموقع اشاعت روحانی خزائن کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن مؤرخہ 10 اگست 2008ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 ستمبر 2021ء)

(71)
حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں غلبہ اسلام کی تڑپ

اردو ترجمہ تقریر مکرم رفیق احمد حیات امیر جماعت احمدیہ برطانیہ بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء

ہم تمام مذاہب میں آخری زمانہ میں ایک مسیحا کی آمد سے متعلق پیشن گوئیاں پاتے ہیں۔ چاہے وہ ہندو، عیسائی، یہودی، زرتشتی، سکھ، بدھ مت یا مسلمان ہوں۔ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انبیاء کا آنا بند ہوگیا ہے تو کس طرح یہ تمام اقوام اس ایک حقیقت پر متفق ہو سکتی ہیں کہ آخری زمانہ کے مسیحا نے ابھی آنا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے پاس قرآن کریم کی برکت موجود ہے،جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ہدایت ہے۔ سورۃ الجمعہ آیت 3 اور 4 میں اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم میں ایک موعود مسیح کی آمد کی بشارت ان الفاظ میں دیتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۳﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾

وہی خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔

اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ آپ 1835ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ انڈیا کے صوبہ پنجاب میں واقع ایک چھوٹا سا گاؤں۔ آپ کی پیدائش ایک معزز زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم کے لئے اساتذہ کا انتظام کیا گیا۔ ان اساتذہ سے آپ نے قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، منطق، فلسفہ اور گرائمر کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی۔ البتہ آپ کا علم و فراست دنیا کے کونوں تک پھیلنا مقدر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر پر زور دیا کہ اب وقت کی ضرورت قلم کی ہے تلوار کی نہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی تحریری صلاحیتوں کو سائنس کے میدان میں استعمال کریں اور اسلام کے روحانی معجزات دکھائے جائیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں، جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے مذہب کا دفاع مسیح موعود کے ذریعہ ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اردو، عربی اور فارسی میں 91 کتابیں شائع فرمائیں۔ آپؑ نے الحکم اور ریویو آف ریلیجنز کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ ہے۔ کتب کے اس سلسلہ کی بنیاد کلام الٰہی قرآن کریم ہے اور یہ کتب صداقتِ حضرت محمد مصطفیٰﷺ پر مشتمل ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کو حضورﷺ سے انتہاء کا عشق تھا اس لئے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو حضورﷺ پر بکثرت درود بھیجنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ اپنے دن کا کثیر حصہ آنحضرتﷺ پر درود بھیجنے میں گزارتے تھے یہاں تک کہ آپ کو ایک دفعہ یہ خواب آئی۔

اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(براہین احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 598 حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

رؤیا و الہامات کا یہ سلسلہ جاری رہا یہانتک کہ 1882ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے چنا۔ اس الہام کا کچھ حصہ یہ ہے:

يَآ اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 351 - 353)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے کچھ مقاصد کی تعین کی آپ نے فرمایا:

”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے

اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

مغربی فلاسفی اور سائنس کتنی ہی ترقی یافتہ نہ ہو جائے لیکن وہ مغرب کی روحانی پیاس نہ بجھا سکی۔ حضورﷺ نے ایک پیشگوئی فرمائی تھی کہ قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔ جس کا مطلب ہے کہ مغربی اقوام اسلام کو قبول کرلیں گی۔ مشرقی اقوام جنہیں یہ مذہب ورثہ میں ملا ہے وقت گزرنے کے ساتھ اسے بھول جائیں گے اور اس کی برکات سے فائدہ نہیں اُٹھائیں گے جبکہ مغربی اقوام اس طرح کی ہدایت کی پیاسی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمدﷺ کی پیشگوئی کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہو گا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔۔۔ اب خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 377)

آج ہم اس کی سچائی کے عینی شاہد ہیں اور خلافت کا یوکے میں قیام اور مغربی اقوام میں احمدیت کا پھیلاؤ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے تمام عظیم وعدوں کو جیسے جیسے ہم مستقبل کی طرف جارہے وہ خود پورے کر رہا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ اسلام مغرب میں کس طرح پھیلا ہمیں ماضی پر نگاہ ڈالنی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب انگریز برصغیر پر قابض تھے اور ان کی تقاریر لیکچرز پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل وہ عیسائیت کو پھیلانے کے خواہاں تھے۔

سر چارلز ووڈ جو کہ انڈیا میں منسٹر آف سٹیٹ کہ طور پر خدمت انجام دے رہے تھے نے اظہار کیا تھا کہ:

عیسائی عقیدے کی قبولیت انگلینڈ کے ساتھ اتحاد کا ایک بندھن اور سلطنت کے لیے طاقت کا ایک اضافی ذریعہ تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب عیسائی پادری بڑے فخر سے اپنی برتری کا اظہار کرتے تھے اور پوری دنیا کو عیسائی بنانے کے خواہاں تھے۔ چارلس ہنری روبنسن اپنی عیسائی مشنز کی تاریخ میں تازہ ترین انڈیا کی مردم شماری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ زیادہ تر مذہب عیسائیت کو قبول کرنے والوں کا تعلق پنجاب سے ہے۔روبنسن لکھتا ہے:

اگر گزشتہ 30 سال کی رفتار سے جاری تعداد بڑھنے کی رفتار اگر اسی طرح جاری رہی تو آئندہ 50 سال میں آبادی میں سے ہر 21 افراد میں 1عیسائی ہو گا اسی طرح یہ تعداد 100 سال میں ہر 5 میں ایک عیسائی اور 160سال میں انڈیا کی تمام آبادی عیسائی ہوجائے گی۔

عیسائی مشن کی انتھک کوشش انڈیا میں موجود مسلمان آبادی کو کثرت سے عیسائی بنا رہی تھی۔مسلمانوں کی نا اُمیدی سے صرف ان کی اخلاقی اور روحانی گراوٹ کا علم ہوتا تھا جس کی آنحضرتﷺ نے پہلے ہی خبر دی تھی۔ 19 ویں صدی کے ایک اردو شاعر اور مصنف الطاف حسین حالی اس پیشگوئی کا ذکر اپنے ایک شعر میں اس طرح کرتے ہیں:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ایسے مشکل وقت میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے دفاع کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مغربی پادریوں سے مقابلے کا آغاز برٹش انڈیا میں ہوا جبکہ آپ 1860ء کی دہائی میں اپنے والد صاحب کے کہنے پر سیالکوٹ میں ملازم ہوئے۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بطور ایک اسلامی مذہبی عالم مشہور ہوئے اور آپ عیسائی اور ہندوؤں کے ساتھ اکثر مباحثات کیا کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمان علماء سے بھی اسلام کے اصل عقائد کا دفاع کیا کرتے تھے۔ ان میں سے معروف مقابلہ دعا کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کے درمیان ہوا۔ ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی نے ایلیاء ثالث ہونے کا دعوی کیا تو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ایک امریکن رسالہ میں کہا کہ

’’اگر ایلیاء کا دعوے داربراہ راست یا کسی ذریعے سے میرے خلاف ہونے پر رضا مندی ظاہر کرے گا تو وہ اس دنیا کو میری آنکھوں کے سامنے بڑی یاس اور نا امیدی کے ساتھ چھوڑے گا یہ دونوں نشانات یورپ اور امریکہ کے لئے ہونگے۔‘‘

1907ء میں شدید فالج سے ڈاکٹر ڈوئی کی المناک موت نے بلا شک و شبہ یہ ثابت کیا کہ تائیدالٰہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اسلام کے حق میں تھی۔ 1869ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اہل حدیث کے راہنما مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک مناظرہ کیا۔ جب حضورؑ نے ایک مخصوص مذہبی نقطہ کے بارے میں مولوی بٹالوی سے ان کا عقیدہ دریافت کیا تو حضورؑ نے اس بناء پر مولوی صاحب سے مزید بحث کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کا جواب اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ اس پر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مباحثے کے لیے لایا تھا، غصے میں آگیا اور حضور کے انکار پر مایوسی کا اظہار کیا، تاہم حُضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ”میں نے جو کچھ بھی کیا وہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھا۔ مجھےاس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر کوئی اس کو ناپسند کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس امر پر اس قدر خوش ہوا کہ یہ الہام فرمایا:

”تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 622)

آپؑ اپنے پیغام میں متاثر کن تھے اور آپؑ نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ خدا کے حقیقی پیغام کی طرف رجوع کریں۔ آپؑ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں فرمایا:

”یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔“

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22)

1872ء کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ اسلام کے سُرخیل کے طور پر سامنے آئے اور اسلام کی خوبصورت تعلیمات ہر میدان میں پیش کیں۔ اس کام کے لئے آپؑ نے مختلف اخبارات و رسائل میں مضامین لکھے۔ براہین احمدیہ حصہ اول و دوم کی اشاعت نے آپؑ کے خداداد علمی خزانے کو ظاہر کیا۔ بہت سے علماء اور دانشوروں نے آپؑ کی اس کتاب پر تبصرے لکھے اور اسے اسلام کے لئے ایک عظیم خدمت گردانا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ کے بارے میں درج ذیل الفاظ لکھے:

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ اور اس کا مؤلِف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔''

براہین احمدیہ جلد تین میں زندہ مذہب کی سچائی جانچنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خود کو ایک معیار کے طور پر پیش کیا اور حق کے طلبگاروں کو اسلام کی حقانیت کے ثبوت میں قادیان آکر نشان دیکھنے کی دعوت دی۔ یہ پہلی بار تھا کہ کسی نے ایک مذہب کی سچائی جانچنے کے لئے ایک متبادل معیار پیش کیا۔ اس سے قبل تمام ادیان کی توجہ عقلی و نقلی استدلال پر تھی۔

1885ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان کیا کہ آپ ہی چودہویں صدی کے موعود مجدد ہیں۔ یہ اشتہار اردو میں شائع کیا گیا اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔ اس اشتہار کی آٹھ ہزار کاپیاں رجسٹرڈ خطوط کے ذریعے ایشیا، یورپ، امریکہ اور جہاں تک خطوط کے ذریعے ممکن تھا، مذہبی راہنماؤں، حکام، علماء اور ججوں وغیرہ کو بھیجی گئیں۔ اس اشتہار کے ذریعے تمام ادیان کے نمائندوں اور معاشرہ کے اہم اور نمایاں افراد کو قادیان آکر اسلام کی سچائی کے ثبوت میں نشان دیکھنے کی دعوت دی، اور اگر ایک سال کے اندر کوئی نشان نہیں دیکھایا گیا تو ایسے افراد کو دو سو روپیہ ماہوار بطور ہرجانہ ادا کیا جائے گا۔ 1891ء کے اختتام تک اسلام کی حقانیت پر مبنی اس طرح کے بیس ہزار اشتہارات بزبانِ انگریزی و اردو یورپ اور امریکہ میں شائع کروائے گئے۔ جیسا کہ عیسائی مبلغین مشرق میں اترے تو منشائے الٰہی نے چاہا کہ مغرب میں اسلام کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے پھیلایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

اور انہوں نے (یعنی مسیح کے منکروں نے بھی) تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں بہترین ہے۔

(سورۃ آل عمران: 55)

دسمبر 1896ء میں لاہور میں جلسہ مذاہب اعظم منعقد کیا گیا جس کا انتظام سناتن دھرم کے راہنماؤں کی طرف سے کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سے قبل ایک اعلان کیا جو کہ ''سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری'' کے موضوع سے کثیر تعداد میں شائع ہوا۔ آپ نے بیان کیا کہ جو مضمون آپؑ نے اس جلسہ کے لئے لکھا ہے وہ ''انسانی طاقتوں سے بر تر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔۔۔۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ

یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔۔۔۔اور مجھے یہ الہام ہوااِنَّ اللّٰہَ مَعَكَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو“

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 293 - 294)

یہ مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس جلسہ کے بعد اس مضمون کو عالمی سطح پر پذیرائی ملی اور لاکھوں نفوس نے اس سے علم و حکمت حاصل کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسوقت کے علماء اور دانشوروں سے ملنا شروع کیا جس پر سب نے حضور کے دعاوی اور تعلیمات میں دلچسپی ظاہر کی۔ ڈاکٹر ایچ ڈی گرس ولڈ (H.D Griswold) نے حضورؑ سے ملاقات کے بعد ”مرزا غلام احمد، قادیان کا مسیح اور مہدی“ اور ”قادیان کا مسیح“ کے موضوع پر دو مضامین لکھے۔ یہ مضامین اگرچہ متنازع نوعیت کے تھے تاہم اس نے 1905ء میں The Victoria Institute of Philosophy of Great Britain میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دعاوی کی خوب تشہیر کی۔ اس نے اسلام کے بارے میں مکالمہ اور اس شخص کے بارے میں گہرے تجسس کی راہ کھولی جو ان مناظروں یا مباحثوں کا محرک تھا۔

قادیان اس وقت تک انڈیا کے صوبہ پنجاب کا ایک دورافتادہ اور گمنام گاؤں تھا۔ اس وقت قادیان تک رسائی ایک مشکل امر تھا جو صرف خچروں اور گھوڑوں کے ذریعے ہی ممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ ناہموار راستوں کی وجہ سے قادیان جانے کے لئے پیدل جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو بذریعہ الہام خبر دی کہ:

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ

یعنی وہ وقت آ گیا جو تیری مدد کی جائے اور تجھ کو لوگوں میں معروف و مشہور کیا جائے۔

(تذکرہ صفحہ 53)

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ:

”اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔“

(تذکرہ صفحہ 39)

انڈیا سے ہی کثیر تعداد میں لوگ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو قبول کیا۔

یورپ اور امریکہ کے دوردراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے کچھ دوسرے لوگ بھی قادیان آئے اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کی۔ کچھ حق کی جستجو میں آئے اور باسعادت ہوتے ہوئے زمانے کے امام کو پہچان گئے، دوسرے تجسس اور تحقیق کی غرض سے پہنچے۔

اپریل 1908ءمیں ایک امریکی جوڑا مسٹر جورج ٹرنر (Mr.George Turner) اور لیڈی بارڈن(Lady Bardon) نے قادیان میں حضرت اقدس مسیح موعودؑسے ملاقات کی۔ دیگر چند سوالوں میں سے ایک سوال انہوں نے پوچھا کہ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے کیا دلائل ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”آپ لوگوں کو یہاں آنا بھی تو ہمارے واسطے ایک نشان ہے جو اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو شاید آپ یہاں آنے میں بھی مضائقہ اور تأمل کرتے۔ اصل میں آپ لوگوں کا اتنے دوردراز سفر کرکے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ایک پیشگوئی کے نیچے ہے اور ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان اور دلیل ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 516 - 517)

(Alexander Russel Webb) الیگزینڈر رسل ویب جنہوں نے 1888ء میں اسلام قبول کیا وہ ایشیا، یورپ اور امریکہ کے راہنماؤں، حکام، علماء اور ججوں میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا اعلان پہنچا۔

انہیں یہ دعوت نامہ اس وقت ملا جب وہ تھیسوفی پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اخبار The Scotsman میں آپؑ کی دعوت کے بارے میں علم پا کر آپؑ سے خط و کتابت شروع کی۔ ویب اکتوبر 1892ء میں انڈیا آئے تاہم لاہور جتنا قریب پہنچ کر آپ کو حضرت مرزا غلام احمدؑ کی ملاقات سے آپؑ کے دعویٰ مسیحیت کی وجہ سے بہکا دیا گیا۔ مولوی حسن علی اور عبداللہ عرب جو آپ کے ساتھ تھے اور انڈیا میں آپ کے سفر کے اخراجات برداشت کر رہے تھے، دونوں نے آپ سے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت جب امریکہ میں تبلیغی کاموں کے لئے مسلمانوں کے عطیات کی اشد ضرورت ہے تو مسیح موعودؑ کی قادیان میں ملاقات کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

جب امریکی اسلامی مشن ناکام ہو گیا تو ویب اپنے فیصلہ کا ازحد افسوس کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جیسے صحابہ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا اور دعا کے لئے درخواست کرتے رہے۔ آپ نے اسلام میں دلچسپی رکھنے والے دیگر مسلمانوں کے رابطے اور پتے بھی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو بھجوائے۔ وہ دو اصحاب جنہوں نے ویب صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی

ملاقات سے روکا تھا خود حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی بن گئے۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مغرب میں اسلام کی تبلیغ کے لئے فرمایا۔ اس کے مضامین کے بارے میں دنیا بھر سے بہت سے خطوط اور تبصرے قادیان میں موصول ہوئے۔ 25مئی 1905ء کو مانچسٹر لندن سے ایک خاتون کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موصول ہوا۔

”میں ہمیشہ اس بارے میں شک کرتی تھی کہ ایک سچا مذہب تلوار کے ذریعے کس طرح پھیل سکتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی اجازت صرف اپنے دفاع کے لئے دی گئی ہے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ حکومت برطانیہ زیر اثر علاقے میں رہتے ہیں جہاں آپ کو مکمل آزادی خیال اور اظہار حاصل ہے۔۔۔ میں نے آپ کی ایک 25 سال قبل کی پیشگوئی کے بارے پڑھا ہے۔مجھے ریویو آف ریلجنزمیں درج پاکیزہ تعلیمات کو پڑھ کر خوشی ہوئی اور میں امید کرتی ہوں کہ آپ سچائی پھیلانے میں کامیاب ہونگے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے خیر خواہ تھے لیکن آپ کے بہت مخالفت بھی ہوئی۔مخالفین میں ایک قابل ذکر مولوی غلام نبی تھے۔ آپ بہت بااثر عالم تھے جن کے مسلمانوں میں سے کئی پیرو کار تھے جنہیں مولوی صاحب اپنے قرآن اور حدیث کے علم سے بہت متاثر کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لدھیانہ قیام کے دوران مولوی غلام نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش گاہ کے باہر لوگوں کا مجمع لے کر آتے جو آپ کے بارے میں بدزبانی کرتا۔

ایک دن یوں ہوا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی رہائش گاہ کی طرف جارہے تھے تو منشی غلام نبی کی نگاہ آپ علیہ السلام کے چہرے پر پڑی جس سے ان کی کایا پلٹ گئی۔ اس واقعہ سے پہلے وہ اپنی معمول کی تقاریر میں مشغول رہتےتھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد آپ کو دیکھتے ہی مولوی صاحب آپ کی طرف دوڑ کر آئے اور آپ کے سلام کا جواب دیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ ہی اندر لے گئے۔اندر جانے کے بعد مولوی صاحب نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں بیٹھ گئے بلکہ آپ علیہ السلام سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرنے لگے۔

عالم ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے وفات مسیح کے دعویٰ اور آپ کے اپنے مقام کے بارے میں کئی اہم سوالات کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی حوالے پیش کرتے ہوئے جواب دیتے جس پر مولوی صاحب نے کہا ”یقیناً قرآن تو آپ ہی کے ساتھ ہے“

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر قرآن میری ہی طرف ہے تو پھر مولوی صاحب

آپ کس کی طرف ہیں؟

جس پر انہوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہیں۔ اسی وقت مولوی صاحب نے بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔اس موقع کے بعد مولوی غلام نبی صاحب مکمل طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق ہوگئے۔ بار بار قادیان آتے اور اس خواہش کا اظہار کرتے کہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ چھوڑیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے حقیقی پیغام کو صرف تحریر کے ذریعے ہی نہیں بلکہ معجزات اور ہمدردانہ اعمال کے ذریعے بھی پھیلایا۔ یہ واقعات آپ کے دعویٰ اور اللہ تعالیٰ کے حضور التجاؤں کی صداقت کے گواہ ہیں۔

ایک معروف واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لڑکا جس کا نام عبدالکریم تھا حیدر آباد سے قادیان آیا۔ جسے ایک پاگل کتے نے کاٹ لیا۔ مقامی طور پر ہر قسم کی دوا اور کوشش اس کو بچانے کے لئے کی گئی مگر بے فائدہ۔پھر اسے کسولی کے مشہور ہسپتال بھیجا گیا۔ اس کی واپسی پر جب بیماری کی علامات دوبارہ ظاہر ہونے لگیں تو ایک ڈاکٹر کو ٹیلی گرام کے ذریعے مشورہ کے لئے آگاہ کیا گیا۔ ڈاکٹر کا جواب آیا

’’عبدالکریم کے لئے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ معذرت‘‘

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت پُر جوش انداز میں فرمایا

’’ان کے پاس علاج نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس علاج ہے‘‘

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لڑکے لئے جوش سے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کو معجزانہ شفا ہوئی اور اس نے صحت مند زندگی گزاری۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

معجزات کا یہ سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام زندگی جاری رہا۔یہ آپ کی صداقت کی گواہیاں تھیں اور آپ کو ایک جوش تھا کہ لوگوں کو اسلام کے پیغام کے ذریعے اللہ کے نور کی طرف لایا جائے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک اسی طرح کا ایمان افروز واقعہ مغربی افریقہ کے ملک بینن میں ہوا۔ بینن کے ایک بادشاہ کی بیوی شدید بیمار ہو گئی۔انہیں کوئی مالی تنگی نہیں تھی۔ہر قسم کی چارہ جوئی کی گئی مگر اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جارہی تھی۔ایک وقت ایسا آیا کہ وہ اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی اور کسی بھی لمحہ اس کی سانس بند ہوسکتی تھی۔ اس کسمپرسی کی حالت میں پریشانی کے عالم میں بادشاہ اپنی اہلیہ کے

بستر کے پاس بیٹھا اور اس سخت مایوسی کے عالم میں اچانک اس کی نگاہ فریم میں لگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے پر پڑی جس پر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام یاد آیا کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘

اس احمدی بادشاہ کو اس الٰہی پیشگوئی پر کامل یقین تھا اس نے اس فریم کو اپنی بیوی کے سینے پر رکھا پھر خود ایک جائے نماز بچھائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک گیا۔

زندہ خدا نے غم زندہ کی دعا کو سنا۔ جب بادشاہ نے اپنی نماز مکمل کی اور اوپر دیکھا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔ یہ زندہ خدا کا نشان ہے جو اس نے اسلام کے ذریعے ظاہر فرمایا۔

ان نشانات کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی۔ کاش میں ایسے اور کئی واقعات بیان کرسکتا مگر وقت کی کمی کی وجہ سے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دفاع اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مقام و مرتبہ بیان کرنے کے لئے قلمی جہاد کا آغاز فرمایا تو پھر آپ نے قلم کے ہتھیار کو اس وقت تک نہیں رکھا جب تک اس کو انتہا تک نہ پہنچا دیا۔ آپ نے یہ جہاد اس قدر وقف کے جذبہ سے کیا کہ خدمت اسلام کے جذبہ کو ایک نئی روشنی عطا فرما دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس (سربراہ جماعت احمدیہ عالمگیر) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

کہ یہ دور حضرت محمد ﷺ کی کامل راہنمائی کی اشاعت کی تکمیل کا دور ہے۔

چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتب اور مضامین کی اخبارات میں اشاعت کے لئے پرنٹنگ پریس کا استعمال فرمایا تا اسلام کی حقیقی امن پسند تعلیمات کو نا صرف انڈیا بھر میں بلکہ پوری دنیا تک پہنچائیں۔

اپنی کتاب ’’A Message of Our Time‘‘ میں حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام بار بار دہرایا جانا چاہیئے۔ پہلے آپ علیہ السلام کو انسانیت کو اپنے خالق حقیقی کی طرف بلانے کے لئے بھیجا گیا ہے اور لوگوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی طرف پھیرنے کے لئے۔ دوسرے آپ کی بعثت کا مقصد انسانیت کا احترام انسانی اقدار کا احترام اور ایک دوسرے

کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔“

میں اپنی گزارشات کا اختتام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کلمات پر کرونگا۔

”اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر۔“

(تاریخ احمدیت جلد صفحہ 265)

اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں جذبات کے ساتھ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو صرف ہماری تبلیغی سرگرمیوں ہی نہیں بلکہ روزانہ کے عمل اور دعاؤں کے ساتھ پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25 ستمبر 2021ء)

(72)
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَھَا

(سورۃ محمد: 5)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کلمہ یَضَعُ الۡحَرۡب جاری ہوچکا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے

حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَھَا

یعنی اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے یہی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَھَا ہے دیکھو بخاری موجود ہے جو قرآن شریف کے بعد اَصَحُّ الۡکُتُبِ مانی گئی ہے اس کو غور سے پڑھو“

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 8)

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الۡحَرۡب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

ایک نکتہ معرفت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو جنگیں ہوئیں ان کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نکتہ معرفت یہ بھی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

’’جنگ صرف جرائم پیشہ لوگوں کے لئے تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرتے تھے یا امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ میں مشغول رہتے تھے

’’اور یہ جنگ بحیثیت بادشاہ ہونے کے تھا نہ بحیثیت رسالت‘‘

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ الجزو 2 سورۃ البقرہ (ترجمہ) تم خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں یعنی دوسروں سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘‘

(تفسیر از حضرت مسیح موعودؑ جلددوم صفحہ 295)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 11 اکتوبر 2021ء)

(73)

حضرت مسیح موعودؑ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق و وفا کے چند پاک نمونے

(طاہر محمود مبشر۔لندن)

آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جن کی بعثت اپنے متبوع نبی کے نقش قدم پر مقدر تھی جن کی آمد اپنے آقا و مولا کی بروزی آمد تھی جنہیں مسیح محمدی اور مہدی معہود کے مقام پر سرفراز کیا جانا الٰہی نوشتوں میں لکھا گیا تھا اور جس کی آمد کی پیاسی روحیں منتظر تھیں وہ مسیح اور مہدی نبیوں کے لبادے میں امتوں کی ہدایت اور اصلاح کےلئے ہادی بن کر ظاہر ہوا لیکن کسی تلوار کی مدد سے نہیں بلکہ اپنے قلم سے اپنی تحریرات سےاس نے روحانی علوم کے وہ مدفون خزائن دنیا کے سامنے پیش کئے جس کا حق کوئی ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ ایسا وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے سلطان القلم کے بلند و بالا مقام پر فائز نہ ہو اور خداعزّو جل کی طرف سے فصاحت و بلاغت کے روشن نشانات کےساتھ تائید یافتہ بھی ہویہاں تک کہ اس کے لبوں سے شفقت اور رحمت کے پاک موتیوں کا ایک دریا رواں ہوجائےجو اس کے ہر ہر لفظ کو ایک جادوانی زندگی عطا کر دے۔

آج اس پاک وجود کی تحریرات ہمارے سامنے موجود ہیں جو اس وجود کی نہ صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کی ہوئی مناجات ہیں بلکہ عشق وفا کی وہ لازوال داستانیں بھی ہیں جو اس پاک وجود کےنفس مطہرہ اور اس کے دل کی حالت کی غمازی بھی کرتی ہیں وہ علماء سُوء کے ان کھوکھلے الفاظ یا بلند بانگ دعووں کے طرح نہیں جو اخلاص و وفا سے خالی ہوتے ہیں جن کاباطن انہی کے الفاظ اور دعووں کو رد کرکے انہی کے منہ پر دے مارتا ہے۔ جبکہ مسیح محمدی کے یہ پاک کلمات، تحریرات اور اصطلاحات کہیں تو قطبی بن کر قبولیت کا درجہ پاتی ہیں تو کہیں اسلام کے مردہ وجود کے لئے ایک شیریں ثمر بن کر روحانی اور جسمانی زندگی کا باعث بنتی ہیں۔جن کا اعتراف مخالفین بھی کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔یہ تحریرات اور اصطلاحات ادبی اور مذہبی دنیامیں بھی ایک حسین اضافہ ہیں یہاں ممکن ہی نہیں کہ ان تحریرات یا اصطلاحات کے ہر پہلو کا اجمالی طور پر بھی ذکر کیا جاسکے۔ خاکسار نے آج کے مضمون کے لئے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اپنے ناقص علم کی بنیاد پر چند ایک کا ذکر کرنا مناسب سمجھاہے اور اردو عربی اور فارسی میں سے چند اصطلاحات

کا ہی ذکر کیا ہے گویا علم و معرفت کے ان موتیوں کے اس بحر بیکراں کو کوزہ میں بند کرنے کی حقیر سی کوشش کا بھی یہ ابتدائیہ ہے۔

1۔ آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد نمبر5 میں آپؑ اپنے آقا و مولا کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں:

اعلیٰ درجہ کا نورجو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو۔۔۔جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّدالانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔۔۔ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(صفحہ 160 - 161)

اوّل المسلمین۔۔۔علوم معرفت الٰہی میں اعلم۔۔۔خداتعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا۔۔۔دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ برگزیدہ بندہ

(صفحہ 186 تا 191)

ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ہمارے ہادی ومقتدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(صفحہ 65 تا 67)

2۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد نمبر1 میں ان پیار بھرے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں:

خدا کی طرف سے سچے ہادی۔۔۔نبی صادق۔۔۔حضرت ممدوح

(صفحہ 114 تا 116 حاشیہ نمبر 10)

بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربّانی اور ہادی آسمانی

(صفحہ 112)

مربی اعظم۔۔جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدیدہ کو پھر زمین پر قائم کیا

(صفحہ 97 حاشیہ نمبر 6)

اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اورخلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ

پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے

(صفحہ 111)

مصلح ربّانی۔۔موید بتائید الٰہی۔۔۔بے زر بے زور بیکس اُمّی یتیم تنہا غریب۔۔ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضح سے سب کی زبان بند کردی۔۔زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا۔۔اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں۔۔ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں

(صفحہ 118 تا 121)

جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرتﷺ کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے۔۔۔وجود باجُود آنحضرتﷺ کا ہر یک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے۔

(صفحہ 289 تا 292 حاشیہ نمبر 11)

ایک عاجز ناتوان بے زر بے زور ایک اُمّی ناخوان بے علم بے تربیت۔۔غریب اور تنہا اور مسکین۔۔اس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام ان چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں یا آئندہ ہوں بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں

(صفحہ 266 تا 273 حاشیہ نمبر 11)

افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگتر۔۔اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں

(صفحہ 653)

افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات محمد مصطفیٰﷺ۔۔نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خداﷺ۔۔شیشہ کی مصفّیٰ قندیل یعنی نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرتﷺ کا دل ہے۔۔کوکب دری یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔۔شجرہ مبارکہ زیتون مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے۔۔شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی طینت پاک محمدی میں نہ

افراط ہے نہ تفریط۔۔بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔۔روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ۔۔طینت معتدلہ محمدیہ۔۔درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہےاور مظہر کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے۔۔خُلق عظیم پر مخلوق و مفطور۔۔تمام مکارمِ اخلاق کا متمم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں۔۔ آسمانی نور کے وارد ہونے سےوجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا

(صفحہ 192 تا 195 حاشیہ نمبر 11)

اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیرالناس

(صفحہ 557 حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

رسول مقبول۔۔سرور کائنات۔۔وجود باجود حضرت نبوی

(صفحہ 268 - 269 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

3۔ اتمام الحجۃ روحانی خزائن جلد 8 میں یوں مخاطب ہوتے ہیں:

اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا۔۔وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کےساتھ آیا۔۔مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ

(صفحہ 308)

4۔ تریاق القلوب روحانی خزائن جلد15 میں اس عشق کی جھلک ان الفاظ میں ہم پاتے ہیں:

ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(صفحہ 141)

میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد ﷺ

(صفحہ 140)

ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سیّد المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔ ہمارے سرورو مولیٰ شفیع المذنبین۔۔شفیع اور منجّی۔۔پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔ہمارا پیارا برگزیدہ نبی

(صفحہ 137 - 138)

5۔ سراج منیر روحانی خزائن جلد 12میں اس محبت کی عکاسی ان الفاظ میں ہوتی ہے:

اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اورخدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارانبی۔۔نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج۔۔رسول نبی اُمّی۔۔سچائی کے بادشاہ مقدس رسول ﷺ

(صفحہ 82 - 83)

6۔ سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 میں اپنے محبوب کو ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں:

صاحب درجاتِ رفیعہ۔۔جنہیں کمالاتِ الوہیت کے اظلال و آثار بخشے گئے۔۔مرتبہ کاملہ خلافتِ تامہ حقہ کا جو ظل مرتبہ الوہیت ہے۔۔انسانِ کامل جو آفتابِ روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہواہے اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہےحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔۔وجود خیر مجسّم۔۔اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقتِ محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے۔۔ نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ۔۔نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان میں باذنہ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے۔۔یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ کا منبعی و اصلی طور پر جامع بلکہ انہیں دونوں کو مجموعہ ہے۔۔ نقطہ مرکز جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے یعنی نفسی نقطہ حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔ مستجمع جمیع مراتب الوہیت۔۔مظہر اتم الوہیت۔۔ آئینہ حق نما۔۔ نور، رحمت، رؤف، رحیم۔۔دائمی طور پر سچے طالبوں کو روح قدس اور آتش محبت سے بپتسما دینے والا آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہے۔۔ آئینہ خدانما

(صفحہ 234 تا 299 حاشیہ)

پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اورسب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ وا صفا

(صفحہ 71 حاشیہ)

7۔ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزاروں ہزار درود اور سلام اس پر یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تائید قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔۔۔سر چشمہ ہر ایک فیض کا۔۔ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا۔۔کامل نبی۔۔بزرگ نبی۔۔آفتابِ ہدایت

(صفحہ 118 - 119)

9۔ چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 میں اس محبت کا اظہار کچھ یوں ہے:

مردِ خدا۔۔خدا نما۔۔سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب

(صفحہ 301 - 302)

10۔ توضیح مرام روحانی خزائن جلد3 میں بیان فرماتے ہیں:

ہمارے ہادی اور سیّد و مولیٰ جناب ختم المرسلین۔۔ مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات۔۔سیّدنا و مولانا سیّدالکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔ذات کامل الصفات۔۔محمد ﷺ جس کے معنے ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنی کمالاتِ تامہ کا مظہر۔۔ جسے اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا یہ وہ مقام عالی ہے جس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔۔

(صفحہ 58 تا 64)

11۔ نورالقرآن نمبر1روحانی خزائن جلد 9 میں ان محبت بھرے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں:

ہمارے سیّد و مولیٰ ختم المرسلین فخر الاوّلین و الآخرین محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام

(صفحہ 358 - 359)

حضرت سیّدنا و مولانا محمد ﷺ اس کے سچے نبی اور رسول

(صفحہ 334)

12۔ نورالقرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 میں فرماتے ہیں:

جناب مقدس نبوی خاتم الانبیاء ﷺ

13۔ لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 میں اس بلند مرتبے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مجدد اعظم۔۔روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے۔۔صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم

(صفحہ 206 - 207)

14۔ فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 میں آپ ﷺ کو یاد کرتے ہیں:

صادق اور کامل نبی

(صفحہ 22)

15۔ برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 میں اس عشق کی عکاسی اس طرح ہوتی ہے:

کامل اور مقدس جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا

(صفحہ 4)

فانی فی اللہ۔۔اُمّی بے کس

(صفحہ 11)

16۔ مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 2 ایڈیشن 1989ء میں یوں گویا ہوتے ہیں:

دنیا میں ایک رسول آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صد ہا سال سے بہرے ہیں۔۔اس رسول نے نئے سرے سےزمین پر توحید کو قائم کیا وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایااورانسان سے با اخلاق انسان۔۔پھر بااخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا وہی رسول ہاں وہی آفتابِ صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مردے شرک اور دہریت اور فسق و فجور کے جی اُٹھےاور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔۔دنیا کا حقیقی نور۔۔جناب عالیﷺ۔۔رسول مقبول۔۔بزرگ رسول۔۔پاک رسول

(صفحہ 305 تا 307)

17۔ آپ کے پاک منظوم نعتیہ کلام میں اس محبت کی جھلک اس طرح ملتی ہے:

پیشوا۔۔دلبر۔۔خیر الوریٰ۔۔قمر۔۔بدر الدجٰی۔۔یارِلامکانی۔۔دلبر نہانی۔۔شاہِ دین۔۔ تاج مرسلیں۔۔طیب و امین۔۔نعم العطاء۔۔عین الضیاء۔۔فرماں روا۔۔دلبر یگانہ۔۔علموں کا ہے خزانہ۔۔مہ لقا۔ مجتبیٰ

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

18۔ فارسی منظوم کلام میں سے چند مثالیں پیش ہیں:

صورت رب رحیم۔۔مظہر ذات قدیم۔۔محبوبِ حقیقی۔۔عین النعیم

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 62 - 63)

سرورے۔۔برّو کرم بحر عظیم۔۔لطف اتم یکتا درے۔۔جود وسخا ابر بہار۔۔فیض و عطا یک خاورے۔۔احمد آخر زماں۔۔پہلوان حضرت رب جلیل۔۔ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال۔۔آفتاب ہر زمین و ہر زمان۔۔رہبر ہر اسودو ہر احمرے۔۔مجمع البحرین علم و معرفت۔۔جامع الاسمین ابرو خاورے

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 17 تا 23)

19۔ عربی پاکیزہ کلام میں سے چند مثالیں:

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ
يَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ
يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْاِحْسَانِ
يَا مَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِهٖ وَضِيَآئِهٖ
كَالنَّيِّرَيْنِ وَ نَوَّرَ الْمَلَوَانِ
يَا بَدْرَنَا يَآ اٰيَةَ الرَّحْمٰنِ
اَهْدَى الْهُدَاةِ وَاَشْجَعَ الشُّجْعَانِ
يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَآئِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 590 تا 593)

يَا قَلْبِیَ اذْكُرْ اَحْمَدَا عَيْنَ الْهُدٰى مُفْنِی الْعِدَا
بَرًّا كَرِيْمًا مُّحْسِناً بَحْرَ الْعَطَايَا وَالْجَدَا

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَی الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا
اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی وَالْمُقْتَدَا وَالْمُجْتَدَا

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 70)

یہ چند پاک و طیب کلمات ہیں اور درد بھری مناجات ہیں اور عشق ووفا کے لازوال موتی ہیں جن کا منبع و مرکز مسیح پاک مسیح محمد او رمہدی دوراں کا وہ دل تھا جو اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ ایک ایسا روحانی تعلق رکھتا تھا جو ظاہر پرست دنیا کی رعنائیوں میں مست آنکھ سے مخفی تھا لیکن اس کا خدا جو اس کے دل کا رازدان تھا اس نے گوشہ گمنامی کو پسند کرنے والے اس وجود کے مقام اور کلام کو دنیا کے سامنے ظاہر کردیا۔ ایسے فنا فی الرسول وجود پر اور اس کے پیار بھرے کلام کو پڑھ کر سوائے روحانی بصیرت سے ازلی ابدی اندھا ہونے کے کوئی اس پر توہین کا الزام نہیں لگا سکتا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَی الْاَبَدِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ وَحَبِیْبِكَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 اکتوبر 2021ء)

(74)
حضرت مسیح موعودؑ اور احیائے ایمان

(ایچ۔ایس۔کاہلوں)

ارکان ایمان کے متعلق مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح
از تحریرات حضرت مسیح موعودؑ

نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایمان نہیں
اس کو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار
پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مرگئے جبکہ
ایماں کے تمہارے گندہوں گے آشکار

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 136 - 137)

آنحضرتﷺ نے آخری زمانہ میں دنیا سے ایمان اٹھ جانے اور اسکے احیائےنو کی پیشگوئی ان الفاظ میں فرمائی ’’لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ ھٰٓؤُلَآءِ‘‘ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ زیر آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ۔۔) اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا (یعنی زمین سے اٹھ گیا) تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے۔

اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر رجل فارسی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور آپؑ کی بعثت بھی عین اس وقت ہوئی جب کہ ایمان زمین پر سے اٹھ چکا تھا۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’غرض تمام زمین کا ظلم سے بھرنا اور ایمان کا زمین پر سے اُٹھ جانا اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ ہے جس کو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں اور احادیث نے اس زمانہ کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 116)

نیز فرمایا:

''حدیث ہے لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ اور چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے پُر کرنا۔ لہٰذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے اور وہ میں ہوں۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 15)

''ایمان'' وسیع المعانی لفظ ہے۔ مضمون ہٰذا میں صرف ایمانیات یعنی ارکانِ ایمان (اللہ پر ایمان،ملائکہ پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، تقدیر پر ایمان) کے متعلق مسلمانوں کے غلط عقائد کا ذکر ہو گا جنکی نشاندہی اور اصلاح حضرت اقدسؑ نے فرمائی اور کھوئے ہوئے ایمان کو اعتقادی اور عملی طور پر دنیا میں قائم فرمایا۔ اور یہی حقیقی ایمان ہے کہ اول انسان کا اعتقاد درست ہو کیونکہ صحیح اعتقاد صحیح عمل پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ آپؑ اپنا مقصدِ بعثت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارے دو کام ہیں۔ اول یہ کہ اعتقاد میں نصوص کے بر خلاف جو غلطیاں پڑ گئی ہیں وہ نکالی جاویں۔ دوم یہ کہ لوگوں کی عملی حالتیں درست کی جائیں اور صحابہؓ کے مطابق ان کو تقویٰ وطہارت حاصل ہوجائے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 515)

اختصار کے ساتھ ہر عقیدہ کے متعلق حضورؑ کے صرف ایک یا دو اقتباس پیش کئے جا رہے ہیں:

''اللہ پر ایمان'' کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

1۔ وحدت الوجود کا نظریہ

''وجودی مذہب حق سے دور چلا گیا ہے اور اس نے صفاتِ الٰہیہ کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اس نے عبودیت اور الوہیت کے ہی رشتہ پر ٹھوکر کھائی ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 73)

''قرآن شریف کے شروع ہی میں جو کہا گیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الفاتحہ: 2) عالمین کا رب۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب اور ہے اور عالم اور ہے۔ ورنہ اگر وحدت وجود والی بات صحیح ہوتی تو رب العین

کہا جاتا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 489)

2۔ حضرت عیسیٰؑ کا مردے زندہ کرنا

"ان کے مردے زندہ کرنے کے معجزے کو بھی خواہ مخواہ خصوصیت دی گئی ہے تعجب آتا ہے ان مولویوں پر کہ حضرت عیسیٰ کے واسطے احیاء موتٰی کا لفظ آوے تو حقیقی مردے زندہ ہو جاویں جو سنت اللہ اور قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ مگر جب وہی لفظ آنحضرت ﷺ کے واسطے آتے ہیں اس سے مراد روحانی مردے بن جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 452)

3۔ حضرت عیسیٰؑ کا خالقِ طیور ہونا

"میں نے ایک دفعہ ایک غیر مقلّد سے جو اہل حدیث کہلاتے ہیں پوچھا کہ جبکہ بقول تمہارے حضرت مسیح نے ہزارہا پرندے بنائے تو کیا تم ان دو قسم کے پرندوں میں کچھ فرق کر سکتے ہو کہ مسیح کے کونسے ہیں اور خدا کے کونسے۔ اُس نے جواب دیا کہ آپس میں مل گئے۔ اب کیونکر فرق ہو سکتا ہے۔ اس اعتقاد سے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا تعالیٰ بھی دھوکہ باز ٹھہرتا ہے کہ اپنے بندوں کو تو حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ بناؤ اور پھر آپ حضرت مسیح کو ایسا بڑا شریک اور حصّہ دار بنا دیا کہ کچھ تو خدا کی مخلوقات اور کچھ حضرت مسیح کی مخلوقات ہے بلکہ مسیح خدا کے بعث بعد الموت میں بھی شریک اور علم غیب میں بھی شریک کیا اب بھی نہ کہیں کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 206 حاشیہ در حاشیہ)

4۔ حیاتِ مسیح کا عقیدہ اور حضرت عیسیٰؑ کو حیّ وقیّوم ٹھہرانا

"سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو خاک میں ملا دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور اہم اور اعلیٰ تعلیم توحید کو مشکوک کیا گیا ہے۔ ایک طرف تو عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع زندہ ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں ہیں اور وہ اس سے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ دو ہزار برس سے زندہ چلے آتے ہیں۔ نہ زمانہ کا کوئی اثر اُن پر ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ بیشک مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا ہے اور دو ہزار برس سے

ابتک اسی طرح موجود ہے۔ کوئی تغیّر وتبدل اس کی حالت اور صورت میں نہیں ہوا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 186)

5۔ انبیاء و اولیاء کو خدائی صفات میں شریک ٹھہرانا

”دعاؤں کا سننے والا اور قدرت رکھنے والا خدا ہی ہے اس کو یقین کرنا یہی اسلام ہے جو اس کو چھوڑتا ہے وہ اسلام کو چھوڑتا ہے پھر کس قدر قابل شرم یہ امر ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی تو کہتے ہیں یا محمد ﷺ، یا ابا بکر، یا عمر نہیں کہتے البتہ یا علی کہنے والے ان کے بھائی موجود ہیں یہ شرک ہے کہ ایک تخصیص بلاوجہ کی جاوے۔ جب خدا کے سوا کسی چیز کی محبت بڑھ جاتی ہے تو پھر انسان صُمٌّ بُکْمٌ ہو جاتا ہے جو اسلام کے خلاف ہے جب توحید کے خلاف چلے تو پھر مسلمان کیسا؟ تعجب کی بات ہے کہ جن لوگوں کو یہ خدا کا حصّہ دار بناتے ہیں خود ان کو بھی یہ مقام توحید ہی کے ماننے سے ملا تھا۔ اگر وہ بھی ایسے ”یا“ کہنے والے ہوتے تو ان کو یہ مقام ہرگز نہ ملتا بلکہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت اختیار کی تب یہ رتبہ ان کو ملا یہ لوگ شیعوں اور عیسائیوں کی طرح ایک قسم کا شرک کرتے ہیں“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 604)

6۔ آنحضرتؐ کا حاضر ناظر ہونا

”یہ ہم مانتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کے نزدیک زندہ ہیں مگر ہم نہیں مان سکتے کہ ان کو سماع کی قوت بھی ہے۔حاضر ناظر ہونا ایک الگ صفت ہے جو خدا ہی کو حاصل ہے دیکھو ہم بھی زندہ ہیں مگر لاہور یا امرتسر کی آوازیں نہیں سن سکتے خدا تعالیٰ کے شہید اور اولیاء اللہ بیشک خدا کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں مگر ان کو حاضر ناظر نہیں کہہ سکتے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 604)

7۔ آنحضرتؐ کا علم غیب

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 457)

"خدا کے علم کے ساتھ بشر کا علم مساوی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انبیاء سے اجتہاد میں غلطیاں واقع ہوتی رہی ہیں اور پھر جب خدا تعالیٰ نے اس پر اطلاع دی تو ان کو علم ہوا۔۔ آئندہ کے امور بعض وقت ایک نبی پر منکشف کئے جاتے ہیں مگر تفصیلی علم نہیں دیا جاتا۔پھر جب ان کا وہ وقت آتا ہے تو خود بخود حقیقت کھل جاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 274 - 275)

8۔ خدا تعالیٰ کی صفت تکلم کا انکار

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصّوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتاجو کچھ ہیں قصّے ہیں۔ اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے اُس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اُس کو اختیار کرلے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 354)

9۔ خدا کی صفت قدرت میں امکانِ کذب کو داخل کرنا

"عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کے یہ معنے تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ خودکشی پر بھی قادر ہے۔ اس طرح تو وہ اپنا بیٹا بنانے پر بھی قادر کہا جاسکتاہے؟ پھر عیسائی مذہب کے اختیار کرنے میں کیا تامل ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ بے شک قادر ہے مگر وہ اپنے تقدس اور ان صفات کے خلاف نہیں کرتا جو قدیم سے الہامی کتب میں بیان کی جارہی ہیں۔ گو یاان کے خلاف اس کی توجہ ہوتی ہی نہیں۔ وہ ذات پاک اپنے مواعید کے خلاف بھی نہیں کرتا اور نہ اس طرف وہ متوجہ ہوتاہے۔ پس ازلی ابدی اس کی صفت ہر کتاب الٰہی میں پڑھ کر پھر اس بات کے امکان پر بحث کرنا کہ وہ خودکشی پر قادر ہے قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۲﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۳﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۴﴾ (الاخلاص: 2 تا 4) پڑھتے ہوئے پھر اس کے بیٹے کے امکان کا قائل ہونا نہایت لغو حرکت ہے۔ پس ایسی باتوں کے بارے میں اس بہانے سے گفتگو کرنا کہ ہم نفس امکان پر بحث کرتے ہیں سخت درجہ کی گستاخی ہے"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 204 - 205)

"ملائکہ پر ایمان" کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

10۔ فرشتوں کو مخلوق کی بجائے قوائے انسانی ماننا

"فرشتوں کا وجود ماننے کیلئے نہایت سہل اور قریب راہ یہ ہے کہ ہم اپنی عقل کی توجہ اس طرف مبذول کریں کہ یہ بات طے شدہ اور فیصل شدہ ہے کہ ہمارے اجسام کی ظاہری تربیت اور تکمیل کے لئے اور نیز اس کام کیلئے کہ تا ہمارے ظاہری حواس کے افعال مطلوبہ کَمَا یَنْبَغِیْ صادر ہوسکیں خدا تعالیٰ نے یہ قانون قدرت رکھا ہے کہ عناصر اور شمس و قمر اور تمام ستاروں کو اس خدمت میں لگا دیا ہے کہ وہ ہمارے اجسام اور قویٰ کو مدد پہنچا کر ان سے بوجہ احسن ان کے تمام کام صادر کرا دیں اور ہم ان صداقتوں کے ماننے سے کسی طرف بھاگ نہیں سکتے کہ مثلاً ہماری آنکھ اپنی ذاتی روشنی سے کسی کام کو بھی انجام نہیں دے سکتی جب تک آفتاب کی روشنی اس کے ساتھ شامل نہ ہو اور ہمارے کان محض اپنی قوت شنوائی سے کچھ بھی سن نہیں سکتے جب تک کہ ہوا متکیّف بصوت ان کی ممد و معاون نہ ہو۔ پس کیا اس سے یہ ثابت نہیں کہ خدا تعالیٰ کے قانون نے ہمارے قویٰ کی تکمیل اسباب خارجیہ ہی پر رکھی ہے اور ہماری فطرت ایسی نہیں ہے کہ اسباب خارجیہ کی مدد سے مستغنی ہو اگر غور سے دیکھو تو نہ صرف ایک دو بات میں بلکہ ہم اپنے تمام حواس تمام قویٰ تمام طاقتوں کی تکمیل کے لئے خارجی امدادات کے محتاج ہیں پھر جب کہ یہ قانون اور انتظام خدائے واحد لاشریک کا جس کے کاموں میں وحدت اور تناسب ہے ہمارے خارجی قویٰ اور حواس اور اغراض جسمانی کی نسبت نہایت شدت اور استحکام اور کمال التزام سے پایا جاتا ہے تو پھر کیا یہ بات ضروری اور لازمی نہیں کہ ہماری روحانی تکمیل اور روحانی اغراض کیلئے بھی یہی انتظام ہو تا دونوں انتظام ایک ہی طرز پر واقع ہو کر صانع واحد پر دلالت کریں اور خود ظاہر ہے کہ جس حکیم مطلق نے ظاہری انتظام کی یہ بنا ڈالی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے کہ اجرام سماوی اور عناصر وغیرہ اسباب خارجیہ کے اثر سے ہمارے ظاہر اجسام اور قویٰ اور حواس کی تکمیل ہو اس حکیم قادر نے ہماری روحانیت کیلئے بھی یہی انتظام پسند کیا ہو گا کیونکہ وہ واحد لاشریک ہے اور اس کی حکمتوں اور کاموں میں وحدت اور تناسب ہے اور دلائل اِنّیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ سو وہ اشیاء خارجیہ جو ہماری روحانیت پر اثر ڈال کر شمس اور قمر اور عناصر کی طرح جو اغراض جسمانی کیلئے ممد ہیں ہماری اغراض روحانی کو پورا کرتی ہیں انہیں کا نام ہم ملائک رکھتے ہیں۔ پس اس تقریر سے وجود ملائک کا بوجہ احسن ثابت ہوتا ہے اور گو ہم پر ان کی کُنہ کھل نہ سکے اور کھلنا کچھ ضرور بھی نہیں۔ لیکن اجمالی طور پر قانون قدرت کے توافق اور اتحاد پر نظر کر کے ان کا وجود ہمیں ماننا پڑتا ہے کیونکہ جس حالت میں ہم نے بطیبِ خاطر ظاہری قانون کو مان لیا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ہم اسی

طرز اور طریق پر باطنی قانون کو تسلیم نہ کریں۔ بے شک ہمیں باطنی قانون بھی اسی طرح قبول کرنا پڑے گا کہ جس طرح ہم نے ظاہری قانون کو مان لیا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 133 تا 135 حاشیہ)

11۔ ملائکہ کے جسمانی نزول کا عقیدہ

"فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے جیسا کہ خدائے تعالیٰ ان کی طرف سے قرآن شریف میں فرماتا ہے وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۵﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۶﴾ سورۃ صافات جزو 23"

(سورۃ صافات: 165 - 166)

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 67)

12۔ ملائکہ کے ہمراہ نزول مسیح کا نظریہ

"لکھا ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہو گا اس کا یہی مطلب ہے کہ اس کے ظہور کے ساتھ ملائکِ تصرفات شروع ہوجائیں گے اور لوگ رفتہ رفتہ خوابِ غفلت سے جاگتے جائیں گے"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 287)

13۔ ابلیس کو فرشتہ ماننا

"اہل عرب اس قسم کے استثناء کرتے ہیں۔ صرف و نحو میں بھی اگر دیکھا جاوے تو ایسے استثناء بکثرت ہوا کرتے ہیں اور ایسی نظیریں موجود ہیں جیسے کہا جاوے کہ میرے پاس ساری قوم آئی مگر گدھا اس سے یہ سمجھنا کہ ساری کی ساری قوم جنس حمار میں سے تھی غلط ہے۔ کَانَ مِنَ الْجِنِّ کے بھی یہی معنے ہوئے کہ وہ فقط ابلیس ہی قوم جن میں سے تھا ملائکہ میں سے نہیں تھا۔ ملائک ایک الگ پاک جنس ہے اور شیطان الگ۔ ملائکہ اور ابلیس کا راز ایسا مخفی در مخفی ہے کہ بجز اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کے انسان کو چارہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اقتدار اور توفیق نہیں دی مگروسوسہ اندازی میں وہ محرک ہے جیسے ملائکہ پاک تحریکات کے محرک ہیں ویسے ہی شیطان ناپاک جذبات کا محرک ہے۔ ملائکہ کی منشاء ہے کہ انسان پاکیزہ ہو، مطہر ہو اور اسکے

اخلاق عمدہ ہوں اور اس کے بالمقابل شیطان چاہتا ہے کہ انسان گندہ اور ناپاک ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 312)

14۔ جبرائیل کا وحی لانے میں غلطی کھا جانا

’’شیعہ مذہب اسلام کا سخت مخالف ہے اول شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جبرائیل وحی لانے میں غلطی کھا گیا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 96)

’’خدا نے خود آسمان پر فرشتوں کیلئے جدا قانون بنایا۔ اور زمین پر انسانوں کیلئے جدا۔ اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت میں فرشتوں کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ بلکہ اُن کی فطرت میں ہی اطاعت کا مادہ رکھ دیا ہے وہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے اور سہوونسیان اُن پر وارد نہیں ہوسکتا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 34)

’’کتابوں پر ایمان‘‘ کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

15۔ انجیل کو کتابِ شریعت ماننا

’’انجیل میں ہر گز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ توریت کی شرح ہے اور عیسائی لوگ توریت کو الگ نہیں کرتے جیسے مسیح توریت کی شرح بیان کرتے تھے۔اسی طرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 666)

’’حضرت عیسیٰؑ کی نسبت جو موسیٰؑ سے کمتر اور اس کی شریعت کے پیرو تھے اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے تابع تھے۔‘‘

(دافع البلاء، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 219 حاشیہ)

16۔ قرآنِ کریم میں تقدیم و تاخیر ماننا

’’بعض متعصب اس جگہ لاجواب ہو کر کہتے ہیں کہ آیت کو اِس طرح پڑھنا چاہیئے کہ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیۡکَ۔ گویا خدا تعالیٰ سے یہ غلطی ہو گئی کہ اس نے مُتَوَفِّیۡکَ کو رَافِعُکَ پر مقدّم کر دیا اور یہ فرمایا

کہ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ حالانکہ کہنا یہ تھا کہ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُتَوَفِّیۡکَ‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 347)

’’اس آیت میں جو ترتیب رکھی گئی ہے وہ واقعات کی بناء پر ہے۔ وہ احمق ہے جو کہتا ہے کہ ترتیب واؤ سے نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہی غبی ہے کہ وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا تو اس کو واقعات پر نظر کرنی چاہیے اور دیکھے کہ تطہیر رفع کے بعد ہوتی ہے یا پہلے۔‘‘

(ملفوظات جلداول صفحہ 285)

17۔ ناسخ ومنسوخ کا عقیدہ

’’حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادہ قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔‘‘

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 93)

18۔ حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دینا

’’ایک اور غلطی اکثر مسلمانوں کے درمیان ہے کہ وہ حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 647)

’’فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ یعنی بعد اللہ جلّ شانہ، کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے؟ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف ترغیب ہے کہ ہر ایک قول اور حدیث کتاب اللہ پر عرض کر لینا چاہئے۔ اگر کتاب اللہ نے ایک امر کی نسبت ایک فیصلہ ناطق اور مؤیّد دے دیا ہے جو قابل تغیر اور تبدیل نہیں تو پھر ایسی حدیث دائرہ صحت سے خارج ہو گی جو اسکے مخالف ہے۔ لیکن اگر کتاب اللہ فیصلہ مؤیّدہ اور ناقابل تبدیل نہیں دیتی تو پھر اگر وہ حدیث قانون روایت کے رو سے صحیح ثابت ہو تو ماننے کے لائق ہے۔‘‘

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 107 - 108)

19۔ اصلی قرآن کا امام مہدی کے پاس ہونے کا عقیدہ

’’کہتے ہیں کہ اصل قرآن شریف نہیں رہا۔جو اَب موجود ہے وہ محرّف مبدّل ہو گیا ہے اور اصل

قرآن مہدی کسی غار میں لے کر چھپا ہوا ہے اب تک نہیں نکلتا۔ دُنیا گمراہ ہو رہی ہے اور اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔مخالف ہنسی کرتے ہیں اور خطرناک توہین کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ میں بقول اُن کے قرآنِ شریف بھی نہیں ہے اور مہدی ہے کہ وہ غار سے ہی نہیں نکلتا۔ کوئی سمجھدار آدمی خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہمیں بتائے کہ کیا یہ بھی دین ہو سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوئم صفحہ 529)

’’رسولوں پر ایمان‘‘ کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

20۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا مسِ شیطان سے پاک ہونا

’’چونکہ آنحضرتﷺ اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق کبھی کسی کافر کو وہم و گمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ سب کے نزدیک آپ اپنی ولادت کی رو سے طیب اور طاہر تھے اور آپ کی والدہ عفیفہ اور پاک دامن تھیں اس لئے آپ کی نسبت یا آپ کی والدہ ماجدہ کی نسبت ایسے الفاظ بیان کرنے ضروری نہ تھے کہ وہ مسِ شیطان سے پاک ہیں مگر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کی نسبت یہودیوں کے بہتان کی وجہ سے ایسے بری کرنے والے الفاظ کی ضرورت پڑی۔ یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ ان کے متعلق بھی نہ کبھی ایسا اعتراض ہوا اور نہ ان کے دفعیہ کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی افسوس ہے کہ ان علماء کو یہ خبر بھی نہیں کہ یہ باتیں کیوں قرآن وحدیث میں ذکر کی گئی ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی باتیں کسی بہتان کے دفعہ کرنے کے لئے آتی ہیں۔۔۔اگر قرآنِ شریف میں خدا کے بندوں کا مسِ شیطان سے پاک ہونے کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی رسول کریم ﷺ کی محبت اور عظمت اور آپ پر ایمان کا یہ تقاضاہوناچاہئے تھا کہ ایسا ناپاک عقیدہ آپ کے متعلق نہ رکھا جاتا۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 343 - 344)

21۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روح القدس کی دائمی رفاقت

’’حال کے مولویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ تینتیس برس تک برابر دن رات جبرائیل رہا کبھی اس عرصہ میں اُن سے جدا نہیں ہوا اور کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت حضرت عیسیٰ کو دی گئی ہے اور کوئی نبی اس میں شریک نہیں یہاں تک کہ ہمارے نبی صلعم بھی اس فضیلت سے نَعُوْذُبِاللّٰہِ محروم ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 105 حاشیہ در حاشیہ)

”آیت یعنی اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡہَا حَافِظٌ جس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے یہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کیلئے فرشتہ مقرر ہے جو اُس سے جدا نہیں ہوتا ویسا ہی اس کے باطن کی حفاظت کیلئے بھی مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے اور گمراہی کی ظلمت سے بچاتا ہے اور وہ رُوح القدس ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلّط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اب دیکھو کہ یہ آیت کیسی صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کیلئے ہمیشہ اور ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔۔۔ پس اس نص قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ رُوح القدس یا یوں کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کیلئے رہتا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 77 - 78)

22۔ مسیح ناصری کا دوبارہ نزول آنحضرت ﷺ کی غیرت کے خلاف

”آنحضرت ﷺ کی غیرت کب تقاضہ کرتی ہے کہ آپ کی کرسی پر دوسرا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف کرے اور آپ کا درجہ بلند کر کے آپ کو ہر طرح کے سکھ اور آرام کا مالک بنا دے۔ اور آخر میں آ کر یہ دکھ دیوے کہ آپ کی کرسی پر غیر کو بیٹھا دیوے یہ کبھی نہیں ہو سکتا“

(ملفوظات جلد سوئم صفحہ 282)

23۔ حضرت عیسیٰؑ کا اصالتاً نزول آنحضرت ﷺ کے مقامِ خاتم النبیین کے منافی ہونا

”قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں؟“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 224 - 225 حاشیہ)

24۔ حیاتِ مسیح کا عقیدہ آنحضرت ﷺ کی غیرت کے خلاف ہونا

’’توہین کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی اتنی تعریف کی جاتی ہے کہ گویا ان پر جب مصیبت آئی تو خداتعالیٰ کو زمین پر انکے بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور ان کو آسمان پر اور پھر دوسرے آسمان پر جا چھپایا۔ بالمقابل آنحضرت ﷺ پر جب سخت مصائب اور شدائد آئے تو اللہ تعالیٰ نے نَعُوْذُبِاللّٰہِ بقول مولویوں کے آپ کو بالکل بے مدد اور کسمپرس چھوڑ دیا اور آپ کو ایک غار میں جو آسمان کے مقابل میں جس طرح وہ بلند یہ اسفل میں واقع تھی، پناہ دی۔ غار کی تعریف بھی کیا کہ بچھوؤں، سانپوں اور ہر قسم کے موذی حشرات الارض کا گھر تھا۔ بھلا اب سوچو یہ توہین نہیں تو کیا ہے؟‘‘

(ملفوظات جلد سوئم صفحہ 210)

25۔ جسمانی معراج کا عقیدہ آنحضرت ﷺ کی شان کے منافی ہے

’’آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات میں کسی نے نہ چڑھتا دیکھا اور نہ اترتا تو پھر کیا ان لوگوں کا فرضی مسیح آنحضرت ﷺ سے افضل تھا؟‘‘

(اربعین نمبر 2، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 370 حاشیہ)

’’آخری زمانہ میں بڑے کروفر اور جلالی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر سے اُترے گا۔ اور گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات میں نہ چڑھنا دیکھا گیا اور نہ اترنا مگر حضرت مسیح کا اُترنا دیکھا جائے گا۔ تمام مولویوں کے روبرو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُترے گا۔۔۔۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر خصوصیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جمع کرکے کیا اِن مولویوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچایا۔ اور کیا کسی حد تک پادریوں کے دوش بدوش نہیں چلے؟‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 205 - 206 حاشیہ)

26۔ ہر نبی کے لئے کتاب لانا شرط ہونے کا عقیدہ

’’بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہوتا۔ پس وہ نبی کہلائے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 447)

’’نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا

متبع نہ ہو۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 306)

27۔ نبی اور رسول میں فرق کا ماننا

''نبی کے معنیٰ لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ''

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 208)

28۔ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

حضرت آدم علیہ السلام

''عَصٰۤى اٰدَمُ کے معنے ہیں کہ صورت عصیان کی ہے۔ مثلاً آقا ایک غلام کو کہے فلاں رستہ جا کر فلاں کام کر آؤ تو وہ اجتہاد کرے اور دوسرے راہ سے جاوے تو عصیان تو ضرور ہے لیکن وہ نافرمان نہ ہو گا صرف اجتہادی غلطی ہو گی جس پر مؤاخذہ نہیں۔''

(البدر 14 نومبر 1902ء جلد 1 نمبر 3 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 228 - 229)

''وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا یعنی آدم نے یہ کام ارادۃً نہیں کیا اب گناہ تو ارادہ پر منحصر ہے۔ اگر ایک شخص زہر پی لے اور اس کو علم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کا نتیجہ موت ہو گا تو ایسی صورت میں وہ ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اگر وہ اس کو بغیر علم کے پی لے تو اگرچہ اس کو نتیجہ بھگتنا پڑے گا مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے گناہ کیا۔ یہی حال حضرت آدمؑ کا ہے۔''

(ریویو آف ریلیجنز جلد 2 صفحہ 250 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 227 - 228)

حضرت یوسف علیہ السلام

’’(یوسف نے) باراں برس کا جیل خانہ اپنے لئے منظور کیا مگر بد کاری کی درخواست کو نہ مانا بلکہ ایک لحظہ کے لئے بھی دل پلید نہ ہوا۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 503 حاشیہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

’’وہ گناہ نہیں تھا ان کا ایک اسرائیلی بھائی نیچے دبا ہوا تھا طبعی جوش سے انہوں نے ایک مکا مارا وہ مر گیا جیسے اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی خون بھی کردے تو وہ جرم نہیں ہوتا۔ موسیٰ کا قول جو قرآن شریف میں ہے ھٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ (القصص: 16) یعنی قبطی نے اس اسرئیلی کو عمل شیطان (فاسد ارادہ) سے دبایا ہوا تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوئم صفحہ 444)

حضرت سلیمان علیہ السلام

’’قرآن شریف میں ایک شاہزادی بِلْقِیس نام کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے جو سورج کی پوجا کرتی تھی شاید وید کی پیرو تھی۔ حضرت سلیمان نے اُس کو بلایا اور اُس کے آنے سے پہلے ایسا محل طیّار کیا جس کا فرش شیشہ کا تھا اور شیشہ کے نیچے پانی بہ رہا تھا جب بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس جانے کا قصد کیا تو اُس نے اُس شیشہ کو پانی سمجھا اور اپنا پاجامہ پنڈلی سے اُوپر اٹھا لیا۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ دھوکا مت کھا یہ پانی نہیں ہے بلکہ یہ شیشہ ہے پانی اس کے نیچے ہے۔ تب وہ عقلمند عورت سمجھ گئی کہ اس پیرایہ میں میرے مذہب کی غلطی انہوں نے ظاہر کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ سورج اور چاند اوردوسرے روشن اجرام شیشہ کی مانند ہیں اور ایک پوشیدہ طاقت ہے جو ان کے پردہ کے نیچے کام کر رہی ہے اور وہی خدا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اس جگہ فرمایا صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِیۡرَ سو دُنیا کو خدا نے شیش محل سے مثال دی ہے جاہل ان شیشوں کی پرستش کرتے ہیں اور دانا اس پوشیدہ طاقت کے پرستار ہیں مگر وید نے اس شیش محل کی طرف کچھ اشارہ نہیں کیا اور ان ظاہری شیشوں کو پرمیشور سمجھ لیا اور پوشیدہ طاقت سے بے خبر رہا۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 390)

"آخرت پر ایمان" کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

29۔ نعماءِ جنت

"خدا فرماتا ہے فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ یعنی کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اس کے لئے مخفی ہیں۔ سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا۔ اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔ اس آیت کی شرح میں جو ابھی میں نے ذکر کی ہے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں کہ بہشت اور اسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ دلوں میں کبھی گذریں۔ حالانکہ ہم دنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور کانوں سے بھی سنتے ہیں اور دل میں بھی وہ نعمتیں گزرتی ہیں۔ پس جبکہ خدا اور رسول اس کا ان چیزوں کو ایک نرالی چیزیں بتلاتا ہے تو ہم قرآن سے دور جا پڑتے ہیں۔ اگر یہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دنیا کا ہی دودھ ہوگا جو گائیوں اور بھینسوں سے دوہا جاتا ہے۔ گویا دودھ دینے والے جانوروں کے وہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہوں گے۔ اور درختوں پر شہد کی مکھیوں نے بہت سے چھتے لگائے ہوئے ہونگے اور فرشتے تلاش کرکے وہ شہد نکالیں گے اور نہروں میں ڈالیں گے کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جس میں یہ آیتیں موجود ہیں کہ دنیا نے ان چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا اور وہ چیزیں روح کو روشن کرتی ہیں اور خدا کی معرفت بڑھاتی ہیں اور روحانی غذائیں ہیں۔ گو ان غذاؤں کا تمام نقشہ جسمانی رنگ پر ظاہر کیا گیا ہے مگر ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ انکا سرچشمہ روح اور راستی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 397-398)

30۔ عذابِ جہنم غیر منقطع نہیں ہے

"ہمارا یہ مذہب ہر گز نہیں ہے کہ گناہ گاروں کو ایسی سزا ابدی ملے گی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہو گی بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم گنہ گاروں کو بچا لے گا اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ فرمایا ہے۔"

(الحکم جلد 7 نمبر 31، مؤرخہ 24 اگست 1903ء صفحہ 2)

’’یہ بات فی نفسہ غیر معقول ہے کہ انسان کو ایسی ابدی سزا دی جائے کہ جیسا خدا ہمیشہ کیلئے ہے ایسا ہی خدا کی ابدیت کے موافق ہمیشہ دوزخی دوزخ میں رہیں۔ آخر ان کے قصوروں میں خدا کا بھی دخل ہے کیونکہ اسی نے ایسی قوتیں پیدا کیں جو کمزور تھیں۔ پس دوزخیوں کا حق ہے جو اس کمزوری سے فائدہ اٹھاویں جو ان کی فطرت کو خدا کی طرف سے ملی ہے۔‘‘

(حاشیہ چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 368-369)

’’تقدیر پر ایمان‘‘ کے متعلق مسلمانوں کے عقائد

31۔ مسئلہ تقدیر

’’تقدیر کے معنیٰ صرف اندازہ کرنا ہے جیسے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا یعنی ہر ایک چیز کو پیدا کیا تو پھر اس کے لئے ایک مقرر اندازہ ٹھہرا دیا اِس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے اختیارات سے روکا گیا ہے بلکہ وہ اختیارات بھی اسی اندازہ میں آگئے جب خداتعالیٰ نے انسانی فطرت اور انسانی خوئے کا اندازہ کیا تو اس کا نام تقدیر رکھا۔ اور اسی میں یہ مقرر کیا کہ فلاں حد تک انسان اپنے اختیارات برت سکتا ہے یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ تقدیر کے لفظ کو ایسے طور پر سمجھا جائے کہ گویا انسان اپنے خدا داد قویٰ سے محروم رہنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اِس جگہ تو ایک گھڑی کی مثال ٹھیک آتی ہے کہ گھڑی کا بنانے والا جس حد تک اس کا دَور مقرر کرتا ہے اس حد سے وہ زیادہ چل نہیں سکتی۔ یہی انسان کی مثال ہے کہ جو قویٰ اس کو دی گئی ہیں اُن سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتا اور جو عمر دی گئی ہے اس سے زیادہ جی نہیں سکتا۔‘‘

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 232)

نِلْنَا ثُرَیَّا السَّمَآءَ وَ سَمْکَہٗ
لِنُرَدَّ اِیْمَاناً اِلَی الْغَبْرَآءِ

ہم نے آسمان کے ثریا اور اس کی بلندی کو پا لیا ہے تا کہ ہم ایمان کو زمین کی طرف لوٹائیں۔

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 280)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 26 اکتوبر 2021ء)

(75)
حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

(عدنان اشرف ورک)

فَرَاغَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۷﴾

(اَلذّٰارِیات: 27)

ترجمہ: وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا اور ایک موٹا تازہ بھنا ہوا بچھڑا لے آیا مہمان نوازی کا وصف خدا تعالی کو اس قدر پسند ہے کہ باری تعالی نے اپنی دائمی شریعت میں حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا ذکر کر کے اس کی ترغیب دی۔ اس مضمون کو لکھنے کا خاص مدعا وہ تمام میزبان جماعتیں، سنٹرز، مشن ہاؤسز، دارالضیافت ،جماعتی گیسٹ ہاؤسز وغیرہ ہیں جہاں افراد جماعت عہدیدار وغیر عہدیدار بطور مہمان جاتے ہیں۔ میزبانی کی خدمت کی توفیق پانے والے خوش نصیب حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے ان واقعات کوپڑھیں کہ کس قدر حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے مہمانوں کی فکرلاحق تھی وہ فکر ان کی ضروریات کے حوالہ سے ہو یا ان کے جذبات کے حوالہ سے ہو۔ تا ان واقعات کو پڑھ کر میزبانی کی خدمتیں سمیٹنے والے خوش نصیب اپنے ایمان اور محنت میں ترقی کریں حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے اس پہلو سے روایات پیش خدمت ہیں

مہمانوں کے بھوکے رہ جانے پر خدا نے اطلاع دی

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ’’خاکسار1907ء میں جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لیے قادیان حاضر ہوا ایک رات میں نے کھانا نہ کھایا تھا اور اس طرح چند اور مہمان بھی تھے جنہوں نے کھانا نہ کھایا تھا اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا یاایھاالنبی اطعموا الجائع والمعتر منتظمین نے حضورؑکے بتلانے پر مہمانوں کو کھانا کھانے کے لیے جگایا خاکسار نے بھی ان مہمانوں کے ساتھ بوقت تقریبا ساڑھے گیارہ بجے لنگر میں جا کر کھانا کھایا۔ اگلے روز خاکسار نے یہ نظارہ دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن کے قریبا دس بجے مسجد مبارک کے چھوٹے زینے کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور حضورؑ کے سامنے حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اولؓ کھڑے ہوئے تھے اور بعض اوراصحاب بھی تھے اس وقت

حضورؑ کو جلال کے ساتھ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انتظام کے نقص کی وجہ سے رات کو کئی مہمان بھوکے رہے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا یاایھاالنبی اطعمواالجائع والمعتر‘‘

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1176)

مہمانوں کی تکلیف اپنے چاروں بچوں کے مر جانے سے زیادہ

اہلیہ صاحبہ مولوی فضل الدین صاحب کھاریاں روایت کرتی ہیں کہ ’’ہمارے ساتھ ایک بوڑھی عورت مائی تابی رہتی تھی اس کے کمرے میں ایک روز بلی پاخانہ کر گئی اس نے کچھ ناراضگی کا اظہار کیا میرے ساتھ دوعورتیں تھیں انہوں نے خیال کیا کہ ہم سے تنگ آ کرمائی تابی ایسا کہتی ہے ایک نے تنگ آ کر اپنے خاوند کو رقعہ لکھا جو ہمارے ساتھ آیا ہوا تھا کہ مائی تابی ہمیں تنگ کرتی ہے ہمارے لئے الگ مکان کا انتظام کردیں۔ جلال الدین نے وہ رقعہ حضورؑ کے سامنے پیش کردیا رقعہ پڑھتے ہی حضورؑ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپؑ نے فورا مائی تابی کو بلایا اورفرمایا تم مہمانوں کو تکلیف دیتی ہوں تمہاری اس حرکت سے مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اس قدر تکلیف کہ اگر خدانخواستہ میرے چاروں بچے مر جاتے تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی مہمانوں کو تکلیف دینے سے پہنچی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1322)

مہمانوں کو خود کھانا پکانے نہ دیتے

مراد خاتونؓ صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ صاحب کی والدہ جن کا نام بوبوجی تھا اور انہوں نے ابھی بیعت نہیں کی تھی اپنے بیٹے ڈاکٹر فیض علیؓ کے اصرار پر چند دن قادیان رہنے کیلئے آئیں اور والدہ صاحبہ کے ہی اصرار پر الگ مکان رہنے کیلئے کرایہ پرلیا چنانچہ بالآخروہ اپنے بیٹے ڈاکٹر فیض علی کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئیں تو حضورؑ نے فرمایا ’’کہاں ٹھہرے ہو اور کب سے آئے ہو؟ والدہ نے عرض کیا کہ پندرہ دن ہوئے ہیں ہم مرادوملانی کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کھانے کا کیا انتظام ہے؟ بوبوجی نے کہا کہ خود پکا لیتے ہیں (آپؑ نے) فرمایا کہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مہمان ہو کر خود کھانا پکائیں آپ کو معلوم نہیں کی قادیان میں جو بھی مہمان آتا ہے وہ ہمارا ہی مہمان ہوتا ہے۔ آپ کو ڈاکٹر فیض علی نے نہیں بتایا؟ بوبو جی نے کہا ہم پانچ چھ آدمی ہیں حضور علیہ السلام کو تکلیف دینا مناسب نہ تھا آپؑ نے فرمایا کہ ہمارا حکم ہے کہ ہمارے مہمان ہمارے گھر سے ہی کھانا کھائیں‘‘ پھر آپؑ

نے ایک خادمہ سے فرمایا ’’ان کے ساتھ جا کر گھر دیکھ لو اور دونوں وقت کھانا پہنچا آیا کرو اور پوچھ لیا کرو کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے‘‘

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1357)

اپنا لحاف مہمانوں کو دے کر بغیر لحاف کے ساری رات گزاری

منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ کی روایت ہے کہ ’’ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی جمع تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف بچھونے منگانے شروع کیے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ میں عشاء کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دیے ہوئے بیٹھے تھے اور ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اڑھا رکھا تھا معلوم ہوا کہ آپؑ نے بھی اپنا لحاف اور بچھونا طلب کرنے پر مہمانوں کے لیے بھیج دیا میں نے عرض کی کہ حضورؑ کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے۔ فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ہمارا کیا ہے رات گزر ہی جائے گی نیچے آ کر میں نے نبی بخش نمبردار کو برا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اس سے کس طرح واپس لوں پھر میں مفتی فضل الرحمن صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا آپؑ نے فرمایا کسی اور مہمان کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی اور میرے اصرار پر بھی آپؑ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو پھر میں لے آیا‘‘

(سیرت المہدی حصہ چہارم 1118)

مہمان کو اپنا بستر دے دیا اور سر کی پگڑی کاٹ کر کھانا باندھ کر دیا

’’مکرم مفتی محمد صادق صاحبؓ کی روایت ہے کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے جس کے نتیجے میں خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لیے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کے لیے رضائی وغیرہ نہیں تھی میں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضورؑ رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے حضورؑ مہربانی کرکے کوئی کپڑا عنایت فرماویں حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دھسا ارسال فرمایا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دھسا میرا

ہے آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں میں نے رضائی رکھ لی اور دھسا واپس بھیج دیا نیز مفتی صاحب نے بیان کیا کہ جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑاندر سے میرے لیے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا حضرت صاحبؑ نے اس سے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے؟ کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر آپؑ نے اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا''

(سیرت المہدی حصہ دوم روایت 433)

مہمان حضورؑ کے بال بچے

ایک عورت جو سامانہ کی رہنے والی تھی حج کرکے حضور علیہ السلام کے گھر آئی وہ اس وقت پہنچی جب کے حضورؑ کا تمام کمبہ کھانا کھا چکا تھا حضورؑ تھوڑی دیر بعد حجرے سے باہر نکلے اور کہا کہ تم نے کھانا کھا لیا ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا 'نہیں' حضور علیہ السلام گھر والوں کو خفا ہو کر کہنے لگے کہ تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ یہی تو میرے بال بچے ہیں حضور علیہ السلام نے خود کھانا منگوا کر اسے کھلایا۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1298)

مہمانوں کے بچوں کو اپنے بچوں سے پہلے کھانا کھلایا

محترمہ خیر النساء صاحبہ بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی روایت ہے کہ ''ایک دفعہ بارش سخت ہو رہی تھی اور کھانا لنگر میں میاں نجم الدین صاحب پکوایا کرتے تھے انہوں نے کھانا حضورؑاور بچوں کے واسطے بھجوایا کہ بچے سو نہ جائیں باقی کھانا بعد میں بھجوا دیں گے حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ ''شاہ جی کے بچوں کو کھانا بھجوا دیا ہے یا نہیں؟'' جواب ملا 'نہیں' ان دنوں دادی مرحومہؓ وہاں رہا کرتی تھیں حضورؑ نے کھانا اٹھوا کر ان کے ہاتھ بھجوایا اور فرمایا کہ پہلے شاہ جی کے بچوں کو دو بعد میں ہمارے بچے کھالیں گے''

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1505)

مہمانوں کو ان کی پسند کے مطابق کھانا کھلانے کا حکم

منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ کی روایت ہے کہ ”میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحقہ کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے دیکھ کر فرمایا آپ دال سے روٹی کھاتے ہیں؟ اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں۔ ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو کیا کیا کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں ویسا ہی کھانا ان کے لیے تیار کیا جائے پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا مگر میں کھانا کھا چکا تھا اوراذان بھی ہو گئی تھی حضورؑ نے فرمایا کھالواذان جلدی دے دی گئی ہے اس کا خیال نہ کرو“

(سیرت المہدی حصہ چہارم 1163)

مہمانوں سے محبت کا ایک رنگ

میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی روایت کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان پہنچا حضور علیہ السلام گھر میں مع احباب مہمانان کھانا کھانے کے لئے تیار تھے کہ میں بھی گھر میں داخل ہوا میرے لیے بھی کھانا آ گیا جب کھانا رکھا گیا تورکابی پلاؤ کی زائد از حصہ رسدی حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر میرے آگے رکھ دی تمام حاضرین میری طرف دیکھنے لگ گئے میں حضور علیہ السلام کی شفقت بھری نگاہ سے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہوں الحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک“

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1230)

سحری میں مہمانوں کی خدمت

شیخ کرم الٰہی صاحبؓ پٹیالوی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ رمضان گزارنے جو کہ سردیوں میں آیا تھا قادیان آئے اور مسجد مبارک سے متصل کمرے میں رہائش مل گئی حضور علیہ السلام اسی کمرہ میں سے گزر کر نماز کے لیے تشریف لاتے تھے آپ روایت کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ سحری کے وقت دروازہ کھلا خاکسار سامنے بیٹھا تھا یہ دیکھ کر کہ حضرت صاحبؑ دروازہ میں کھڑے ہیں تعظیماً کھڑا ہو گیا حضورؑ نے اشارے سے اپنی طرف بلایا میں جب آگے بڑھا تو دیکھا کہ حضورؑ کے دونوں ہاتھوں میں دو چینی کے پیالے ہیں جن میں کھیر تھی حضورؑ نے وہ دونوں پیالے خاکسار کو دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احباب کے

نام ان پر لکھے ہوئے ہیں دیکھ کر ان کو پہنچا دو میں نے وہ حکیم صاحب (مراد حکیم فضل الدین صاحب بھیرویؓ) کے پیش کیے انہوں نے مسجد میں سے کسی کو طلب کرکے وہ پہلے ان احباب کو پہنچا دیے جن کے نام سیاہی سے لکھے ہوئے تھے اس کے بعد پھر دروازہ کھلا پھر حضرت صاحب دو پیالے پکڑا گئے وہ بھی جن کے نام کے تھے ان کو پہنچا دیے گئے اس طرح حضرت صاحبؑ خود دس گیارہ دفعہ پیالے لاتے رہے اور ہم ان اشخاص کو مہمان خانہ میں پہنچاتے رہے آخری دفعہ میں جو دوپیالے حضورؑ نے دیے ان میں سے ایک پر حکیم صاحب کا نام اور دوسرے پر میرا نام تحریر تھا حکیم صاحب نے کھیر کھا کر کہا کہ آج تو مسیح کا من و سلویٰ اتر آیا''

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1088)

غریب مہمان کی دلجوئی

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ کی روایت ہے ''کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کے بعد مسجد مبارک کی دوسری چھت پر مع چند احباب کھانا کھانے کے لئے تشریف فرما تھے ایک احمدی میاں نظام الدین ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے حضورؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلے پر بیٹھے تھے اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے آتے گئے اور حضورؑ کے قریب بیٹھتے گئے جس کی وجہ سے میاں نظام الدین کو پرے ہٹنا پڑتا رہا حتّٰی کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھا لیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب کرکے فرمایا آؤ میاں نظام الدین! آپ اور ہم اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں اور یہ فرما کر مسجد کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نےاورمیاں نظام الدین نے کوٹھری کے اندرایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی اندرنہ گیا جو لوگ قریب آ کر بیٹھ گئے تھے ان کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1067)

ناراض مہمانوں کو منا کر واپس لانا

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آ کر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں

اور سامان لایا جائے چارپائی بچھائی جائے خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا اسباب اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے 'جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا مشکل ہو گیا حضورؑ ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا نہر کے قریب پہنچ کران کا یکہ مل گیا اور حضورؑ کو آتا دیکھ کروہ یکہ سے اتر پڑے اور حضورؑ نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا چنانچہ وہ واپس آئے۔ حضورؑ نے یکہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور وہ سوار نہ ہوئے اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضورؑ نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضورؑ نے اسی وقت دو نواڑی پلنگ منگوائے اوران پران کے بستر کروائے اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کیونکہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا۔ غرض یہ کہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے راستے کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب میں منزل پر پہنچ گیا اگر یہاں آ کر بھی اس کو وہی تکلیف ہو تویقینا اس کی دل شکنی ہو گی ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اس کے بعد جب تک وہ مہمان ٹھہرے رہے حضورؑ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ ایک گھنٹے کے قریب ان کے پاس آ کر بیٹھتے اور تقریروغیرہ فرماتے جب وہ واپس ہوئے تو صبح کا وقت تھا حضورؑ نے دو گلاس دودھ کے منگوائے اور انہیں فرمایا یہ پی لیجئے اورنہر تک انہیں چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے راستہ میں گھڑی گھڑی ان سے فرماتے رہے کہ آپ تو مسافر ہیں آپ یکہ میں سوار ہولیں مگر وہ سوار نہ ہوئے نہر پر پہنچ کر انہیں سوار کراکے حضورؑ واپس تشریف لائے‘‘

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1068)

مہمانوں کے جذبات کا خیال

محترمہ سیدہ زینب بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی روایت ہے کہ ’’میری موجودگی میں ایک دن کا ذکر ہے کہ باہر گاؤں کی عورتیں جمعہ پڑھنے آئی تھیں تو کسی عورت نے کہہ دیا کہ ان میں سے پسینہ کی بو آتی ہے کیونکہ گرمی کا موسم تھا جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا تو اس عورت پر ناراض ہوئے کہ تم نے ان کی دل شکنی کیوں کی؟ ان کو شربت وغیرہ پلایا اور ان کی بڑی دل جوئی کی

حضور علیہ السلام مہمان نوازی کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے“

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1540)

”انہوں نے جو تم کو برا بھلا کہا ہے وہ تم کو نہیں مجھ کو کہا ہے“

استانی رحمت النساء بیگم صاحبہ اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ موسمی تعطیلات میں قادیان آئیں حضور علیہ السلام کے گھر کی دو نوکرانیاں ان کے بچوں سے تنگ آ کر ان کو اوران کے بچوں کو برا بھلا کہتی تھیں بالآخر انہوں نے حضورؑ کوان کی شکایت لگائی تو آپؑ نے محبت آمیز لہجہ میں جو باپ کو بیٹی سے ہوتی ہے بلکہ اس سے زیادہ محبت کے ساتھ فرمایا ’تم ان کی باتوں سے غم نہ کرو‘ انہوں نے جو تم کو برا بھلا کہا ہے وہ تم کو نہیں مجھ کو کہا ہے۔ پھر آپؑ نے ان عورتوں کو خوب ڈانٹا اور ان میں سے ایک کو تو فوراً نکل جانے کا حکم دیا اور دوسری کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کیا میرے مہمان جو اتنی گرمی میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنے آراموں کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں تم ان کو برا بھلا کہتی ہو کیا وہ صرف لنگر کی روٹیاں کھانے آتے ہیں؟ اور میرے متعلق کہا کہ اس لڑکی کو آئندہ کچھ تکلیف نہ ہو“

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1506)

مہمانوں کی مالی مدد

محترمہ صفیہ بیگم بنت مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ جناب والد صاحب کہیں باہر دورہ تبلیغ کے لیے گئے ہوئے تھے پیچھے سے مصلحت کی وجہ سے منتظموں نے لنگر خانے کا یہ انتظام کیا کہ جو مہمان آویں صرف ان کو تین دن تک کا کھانا ملا کرے باقی گھروں کا بند کر دیا ہمیں بھی لنگر خانہ سے دونوں وقت روٹی آتی تھی جب بند ہو گئی تو نہ آئی۔ ہم سب بہن بھائی ایک دن رات بھوکے رہے۔ کسی کو نہ بتایا۔ دوسرے دن ان سب کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی کہ حضرت صاحب نے دو رکابیاں کھیر اور دو پیالے گوشت کے ان کے گھر بھیجے۔ جب وہ برتن واپس کرنے گئیں تو حضرتؑ صاحب نے فرمایا ”صفیہ کل کیوں نہیں آئی؟ میں نے کہا کل ہم کو لنگر سے کھانا نہیں آیا تھا اس لئے ہم سب گھر ہی رہے ہیں آپؑ نے افسوس والی صورت سے فرمایا کہ کل تم سب بھوکے رہے کیا تمہیں لنگر خانہ سے روٹی آتی تھی؟ بہت افسوس فرمایا اور کہا کہ آج جو مجھے کھانا آیا تھا میں نے تمہارے گھر بھیج دیا مجھے یہ علم نہ تھا کہ تم کو کل سے کھانا نہیں ملا پھر مجھے دس روپے دیے اور فرمایا کہ نیچے

کوٹھی میں جتنے دانے گندم کے ہیں گھر لے جاؤ اور خرچ کرو۔ جب تک حضرت مولوی صاحب نہیں آتے مجھے خرچ کے لیے بتایا کرو۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1563)

مومن کا کبھی دیوالہ نہیں نکلتا

ایک دفعہ 1903ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں کثرت سے مہمان آگئے حضرت میر ناصر نواب صاحب جو اس وقت لنگر خانہ کے افسر اعلیٰ تھے آئے اور فرمایا ''حضرت مہمان تو کثرت سے آگئے ہیں معلوم ہوتا ہے اب کے دیوالہ نکل جائے گا حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور لیٹے لیٹے فورا اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میر صاحب آپ نے یہ کیا کہا آپ کو نہیں معلوم کہ مومن کا کبھی دیوالہ نہیں نکلتا جو آتا ہے وہ اپنی قسمت ساتھ لاتا ہے جب جاتا ہے تو برکت چھوڑ کر جاتا ہے یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ دیوالہ نکل جائے گا پھر ایسی بات نہ کریں''

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت 1288)

مہمان نوازی میں کمی کے خدشہ پر حضورؑ کی فکر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب آخری دفعہ لاہور گئے تو لاہور میں قیام کے دوران ہی آپؑ نے خصوصی طور پرخط لکھ کرمولوی محمد علی صاحب کو جو پیچھے قادیان میں لنگر خانہ کے انچارج تھے بلایا اور آپؑ نے انہیں فرمایا ''اس وقت حضورؑ نے مولوی صاحب سے لنگر کے بڑھتے ہوئے اخراجات کا ذکر کیا اور فرمایا کے میں اس کی وجہ سے بہت فکرمند ہوں کہ لنگر کی آمد کم ہے اور خرچ زیادہ اور مہمانوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اوران حالات کو دیکھ کر میری روح کو صدمہ پہنچتا ہے''

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت 1208)

حضرت بھائی عبدالرحمان قادیانیؓ کی گواہی

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانیؓ جن کو مرد خادموں میں سے حضورؑ کے سب سے زیادہ قریب رہ کر خدمت کا موقع ملا۔ آپؑ کی مہمان نوازی کے متعلق گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''آہ، آہ شہنشاہوں کا شہنشاہ جس کا یہ حال جس کی تصدیق حضورؑ کے وصال کے بعد کے واقعات نے کردی جب کہ واقعی

حضور پرنور نے بجائے مال و منال کے قرض کی بھاری رقم ترکہ میں چھوڑی مگر مہمان نوازی میں سرمو فرق نہ آنے دیا اور نہ ہی کسی کو جتایا۔ جاننے والے جانتے اور دیکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ حضورؑ کو مہمان نوازی میں کتنا کمال اور شغف تھا حضورؑ اس میں ذرہ بھر کوتاہی کو بھی پسند نہ فرماتے۔ قرض تک لے کر مہمانوں کی خدمت کرتے خود اپنے ہاتھوں کھلاتے اور مہمانوں کی ضروریات کا پورے اہتمام سے ان کے حالات وعادات کے لحاظ سے انصرام کرتے۔ چارپائی، بستر حتی کہ حقہ تک بھی جس سے حضورؑ کو طبعی نفرت تھی مہمان کی خاطر مہیا فرماتے۔۔۔۔۔ حضورؑ نے کھانا تناول فرماتے ہوئے بھی اپنا کھانا اٹھا کر مہمانوں کو بھیج دیا اور خود دو گھونٹ پانی پر ہی کفایت فرمائی۔ کسی مہمان کو چارپائی نہ ملی تو اپنی چارپائی بھیج دی یا فوراً تیار کروا دی اور نیا بستر بنوا کر بھیج دیا‘‘

(سیرت المہدی جلد دوم تتمہ صفحہ 398)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 دسمبر 2021ء)

(76)

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں

(حنیف محمود)

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(حم السجدہ: 31)

اس دنیائے آب و گل میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو تخت و تاج کے مالک تو نہ تھے مگر بڑے بڑے مغرور بادشاہ ان کی بارگاہ میں جھکتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے ملک تو فتح نہیں کیے مگر دلوں کی اقلیمیں ضرور ان کے لیے مسخر تھیں۔ ان کا لاؤ لشکر اور جاہ و جلال تو نہیں تھا مگر وہ کسی جابر سے جابر شخص کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ سب محبتِ الٰہی کا نتیجہ تھا۔ اگر چہ محبتِ الٰہی کے میدان میں شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جیتے ہیں۔ ان کا دل خوفِ خدا استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ مخالفت کا ہر دور ایک بانکپن کے ساتھ گزارتے ہیں اور یہ بانکپن انہیں خدا کے اس اعلان کے بعد حاصل ہوتا ہے کہ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس اعلان کے سہارے وہ ظلم کا ہر وار ہنس کر سہہ جاتے ہیں۔ وہ کانٹوں کی پرواہ نہیں کرتے ان کے دل پھولوں کی نکہتیں محسوس کرتے ہیں۔ ہر طرف سے بے نیاز وہ خونِ دل سے چمن آراستہ کرتے چلے جاتے ہیں اور خدا کی محبت کے ساتھ اپنے آپ کو زندہ و جاوید کر جاتے ہیں۔ وہ چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے لوہے میں ڈوبے ہوئے دشمنوں کے سامنے جاتے ہیں۔ بے خوف، بے خطر، وہ خدا کے ہو جاتے ہیں تو خدا انہیں موت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ وہ مرنے کی دعائیں مانگتے ہیں نہ مرنے پر افسوس کرتے ہیں۔ وہ وقت کی سنگین چٹانون پر اپنے پنجے گاڑ دیتے ہیں۔

وہ خود تقدیر یزداں بن جاتے ہیں۔ نہ امارت و شہرت ان کی راہ میں حائل ہو سکتی ہے اور نہ حکومت کا جاہ و جلال انہیں مرعوب کر سکتا ہے۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے بڑے بڑے بادشاہوں کی کھوپڑیاں تہہ کر دی جاتی ہیں۔ ان کی محفلوں میں حال کی تلخیوں اور مستقبل کے اَن جانے اندیشوں کے سائے دور دور تک نظر نہیں آتے۔ وہ خدا کی محبت اور عشق کے سفینہ پر سوار ہو کر ہر بحر غم کو عبور کر جاتے

ہیں۔ سمندر انہیں پایاب معلوم ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدق و وفا کے جو چراغ انہوں نے روشن کیے زمانے کی تند و تیز آندھیاں انہیں کبھی بجھا نہیں سکیں۔ خدا ان کی ڈھال بن جاتا ہے وہ حادثوں کی گود میں پلتے ہیں اور زمانے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ ان کی جرأت اور عزم و استقامت کے ارد گرد لاالہ الااللّٰہ کا حصار ہوتا ہے جو ایک طرف تسخیر کائنات کا سبق دیتا ہے تو دوسری طرف تسلیم و رضا اور عبودیت کے آداب سکھاتا ہے۔ خدا کے فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں اور انہیں یقین و اطمینان کی دولت سے مالامال کر جاتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا نہ ڈرو اور نہ غم کرو میں تمہاری حفاظت کے لیے تمہارے دشمنوں کی گھات میں ہوں۔ تب وہ خدا سے تعلق، مان پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں!
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زارو نزار

دیکھو! سرور عالم کے جن کی لذت سے آشنا جان خدا کی راہ میں لاکھوں مصیبتیں اٹھا کر نہ اکتاتی۔ مکے ہی میں ساری عمر تکلیفیں اٹھاتے چلے جاتے مگر ادائے فرض کا خیال پیش نظر تھا اس لیے مکہ میں کامیابی کی راہیں مسدود پا کر مدینہ کو عازم سفر ہوئے کہ شائد وہاں نخلِ توحید پھلے پھولے بار آور ہو۔ ایک غار میں پناہ لی۔ دشمن وہاں بھی پہنچ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پیارے آقا دشمن سر پر آپہنچا۔ صدیق اکبر سر تا پا اضطراب اور رسول خدا ہمہ تن اطمینان فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابو بکر مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اطمینان صرف ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو خدا کے ہوتے ہیں۔

دنیا و آخرت میں صرف وہی سر بلند ہے جو عناصر کی ستم آرائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔

اس دور میں بھی جب مسیح محمدی پر ایک مقدمہ دائر کیا گیا اور اس بات کا کامل یقین تھا کہ آپ کو سزا ہو جائے گی خدام بہت مضطرب تھے۔ ان کی بے چینی دیکھ کر حضور علیہ السلام نے پر شوکت الفاظ میں فرمایا

’’خدا کے شیروں پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے‘‘

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 13 جنوری 2022ء)

(77)
حضرت مسیح موعودؑ کی خلوت نشینی پر اعتراض کا جواب

(فرحان حمزہ قریشی۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا)

حال ہی میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیّبہ پر ایک بدقسمت معاند کا اعتراض پڑھنے کو ملا۔ جو سراسر بدظنی اور گندی ذہنیت کی بناء پر کیا گیا۔ حوالہ کتاب ''ذکرِ حبیب'' مصنّفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کا دیا گیا جس میں یہ لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی عادت تھی کہ دن میں کسی ایک وقت ایک یا دو گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے۔''

(ذکرِ حبیب، صفحہ27 مطبوعہ 2008ء)

اعتراض یہ اٹھایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن میں ایک دو گھنٹے تنہائی میں کیا کیا کرتے تھے؟معترض بدظنی کا تخم سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں میں ڈالنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تنہائی میں وقت گزارنا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ بلکہ ہر انسان کچھ وقت تو روزانہ تنہائی میں گزارتا ہے۔ بہر کیف، اس بات کا جواب حضرت اقدس علیہ السلام کے ملفوظات میں ہمیں ملتا ہے۔ آیئے دیکھئے کہ آپ خلوت میں کیا کیا کرتے تھے۔

سن 1900ء کی آخری سہ ماہی کی بات ہے جبکہ آپؑ بعض نہایت اہم تصنیفات کرنے میں مصروف تھے۔ آپ کو کم فرصتی کی وجہ سے باہر احباب کے درمیان بیٹھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس عرصہ میں بعض مہمانوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں جن کو دور کرنے کے لئے آپ نےمؤرخہ 21؍ستمبر 1900ء کو ایک مختصر، ایمان افروز تقریر فرمائی۔ جسے حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے تحریر میں محفوظ کر لیا اور بعد میں اپنے بعض دوستوں کو ارسال کی۔ حضورؑ نے ارشاد فرمایا:

''میں آجکل بہت کم بیٹھتا ہوں۔ کسی نووارد مہمان کے دل میں خیال گزرے کہ اس کی خاطرداری میں تساہل ہوا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہاں سفید پوش اور کہنہ پوش میں امتیاز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں تنہائی میں جو بیٹھتا ہوں تو اپنے دوستوں کے بہبود کے لئے یا تو ان کے لئے دعا کرتا ہوں بعض کے نام لے لے کے اور جن کے نام یاد نہیں انہیں خدا تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرتا ہوں۔ یا انہیں کے علوم کی زیادت اور قوت ایمانی کی ترقی کے لئے کتابیں لکھتا ہوں۔“

پھر مثال دے کر فرمایا:

”مہربان ماں اپنے ناتواں بے کَس بچے کو چھوڑ کر باورچی خانہ میں جا کر تنہا بیٹھتی اور اس کے لئے کھانا تیار کرتی ہے ممکن ہے کہ نادان بچہ یا کوئی ناواقف خیال کرے کہ وہ ستم کر کے بچہ کو چھوڑ گئی ہے۔ مگر دانا جانتا ہے کہ اس کی تنہائی بھی بچہ کی خاطر ہے۔“

فرمایا

”اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قدر مجھے فکر لگی رہتی ہے کہ کسی مہمان کا دل آزردہ نہ ہو۔ اور میں بجز متقی کے کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میرا اصول یہی ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ“ [ترجمہ: بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ الحجرات: 14]

(اخبار الحکم قادیان جلد 37 نمبر 1، 14 جنوری 1934ء صفحہ 4)

کیسی پاک خلوت نشینی تھی! اس ارشادِ مبارک میں جہاں جاہل معترض کا جواب ملتا ہے وہاں آپ کی مہمان نوازی اور تقویٰ پسندی پر روشنی پڑتی ہے۔

اپنا منہ ہی کر لیا گندا، پاگل نے جب چاند پہ تھوکا

جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلِ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقا

(کلامِ طاہر)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 26 جنوری 2022ء)

(78)
حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مہمانوں سے حسن سلوک

(محی الدین عباسی۔لندن)

حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی اور جو لوگ جلسہ کے موقعہ پر یا دوسرے موقعوں پر آتے تھے خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی وہ آپ کی محبت اور مہمان نوازی سے پورا پورا حصہ پاتے تھے اور آپ کو ان کے آرام و آسائش کا از حد خیال رہتا تھا ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اس کی خدمت اور مہمان نوازی سے دلی خوشی پاتے تھے۔ آپ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملتے، مصافحہ کرتے، خیریت پوچھتے ،عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے، سردیاں ہوتیں تو چائے، دودھ وغیرہ تیار کرواتے ، رہائش کی جگہ کا انتظام کرتے ، کھانے وغیرہ کے متعلق منتظمین کو خود بلا کر ہدایت اور تاکید فرماتے کہ مہمان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

حضور کے ایک صحابی سیٹھی غلام نبی صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس سے ملاقات کے لئے چکوال سے قادیان آیا۔ ان دنوں شدید سردی تھی اور بارش بھی ہو رہی تھی رات کو میں کھانا کھا کر سو گیا اور آدھی رات گزر چکی تھی کسی نے میرے دروازے پر دستک دی میں نے اُٹھ کر درواز و کھولا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک ہاتھ میں گرما گرم دودھ اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین لیے کھڑے ہیں اور مجھے بڑی محبت اور شفقت سے فرمایا کہ کہیں سے دودھ آ گیا تھا مگر دیر سے آیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ آپ کو رات میں دودھ پینے کی عادت ہو گی یہ پی لیں۔ آپ ساری زندگی یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور آنسوؤں سے تر ہوجاتے تھے۔

مشہور صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ گرمیوں کا موسم تھا اور حضرت اقدس کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے میں آپ کو ملنے اندرون خانہ چلا گیا حضور ایک کمرہ میں پڑھتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ میں وہاں چار پائی پر بیٹھتے ہی لیٹ گیا اور نیند آ گئی۔ کچھ دیر بعد جب جا گا تو کیا دیکھتا ہوں میرے آقا و مرشد حضرت مسیح موعودؑ میری چار پائی کے پاس ہی نیچے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں، میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب آپ کیوں اُٹھ بیٹھے۔ میں نے عرض کیا خدا کا مسیح نیچے فرش پر لیٹے اور میں ادنیٰ خادم چار پائی پر کیسے نیند کرسکتا

ہے۔ حضرت اقدس نے مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں، میں تو آپ کا پہرہ دے رہا ہوں تا کہ بچے شور نہ کریں۔

اللہ اللہ! سید نا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے مہمانوں، غلاموں کے ساتھ محبت وشفقت کا یہ عالم۔ بیشک آپ رحمت تھے مہمانوں کے لئے۔ وہ عجیب ہستی تھی جو دنیا میں آئی اور اپنی رحمت کے پھول بکھیرتی ہوئی اپنے دائمی دیس کو رخصت ہو گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی کثرت نہیں تھی تو آپ مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے حصہ میں ہی اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دستر خوان بچھ جا تا تھا۔ حضرت اقدس ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے کہ کسی خاص چیز کو جو کھانے کے علاوہ ہو مثلا دودھ، چائے، لسی یا پان کی عادت تو نہیں پھر ہر ایک کے لئے اس کی عادت کے موافق وہ چیز ضرور مہیا فرماتے۔ حضرت اقدس کی عادت تھی کہ وہ بہت تھوڑا کھانا کھایا کرتے پھر بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرے اُٹھا کر منہ میں ڈالتے رہتے تھے تا کہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ حضور نے کھانا کھا لیا ہے دستر خوان سے بھوکا ہی نہ اُٹھ جائے۔ اللہ اللہ کیا پیارا زمانہ تھا کہ ان صحابہ کا محبوب آقا ان کے ساتھ شریک طعام ہے۔ اسی طرح جب کوئی مخلص دوست ملاقات کے بعد واپس جانے لگتا تو حضرت اقدس علیہ السلام قادیان سے میلوں تک اسے رخصت کرنے کے لئے ساتھ جاتے اور بڑی محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے اور ان کی واپسی پر آپ کو اسی طرح رنج اور صدمہ پہنچتا کہ گویا کوئی قریبی دوست رخصت ہورہا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ منی پور آسام کے دور دراز علاقہ سے دو مہمان معز ز غیراز جماعت حضرت مسیح موعودؑ کا نام اور دعوی سن کر قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر خادموں کو سامان تانگہ سے اتار نے اورفوری چار پائیاں بچھوانے کا حکم دیا مگر ان خدام نے اپنے کسی ضروری کام کی وجہ سے خیال نہ کیا تو وہ رنجیدہ ہو کر فوراً اسی تانگہ پر بٹالہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ باہر تشریف لائے اور ان مہمانوں کے پیچھے بٹالہ کے راستہ پر تیز تیز چل پڑے اور چند خدام اور میں بھی حضور اقدس کے ساتھ نکلے۔ قادیان سے اڑہائی میل پر نہر کے پل کے پاس انہیں جالیا اور بڑی محبت و معذرت کے ساتھ واپس جانے کا اصرار کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا آپ کے قادیان سے چلے جانے سے مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں اور ہم پیدل چلیں گے مگر وہ احترام اور شرمندگی کی وجہ سے سوار نہ ہوئے حتّٰی کہ یہ قافلہ واپس قادیان آ گیا اور مہمان خانہ پہنچ کر ان کا سامان وغیرہ

اتارنے کے لئے حضور نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر وہاں خداموں نے آگے بڑھ کر سامان اتارلیا۔ حضرت اقدسؑ ان دونوں سے محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کھانے میں کیا پسند کرتے ہیں؟ اور پھر حسب منشاء کھانا آ گیا۔ آپ ان کے پاس بیٹھے رہے اور دن رات خوب خدمت مدارت کی گئی۔ دوسرے دن جب مہمان اپنے وطن جانے لگے تو حضرت اقدس نے اپنے گھر سے دو گلاس دودھ کے منگوا کر محبت سے ان کی خدمت میں پیش کئے اور پھر دو تین میل پیدل چل کر نہر سے واپس تشریف لائے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپری منزل کی چھت پر کچھ آئے ہوئے معزز مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ ان احباب میں ایک صحابی میاں نظام الدین صاحب بھی تھے۔ یہ صحابی بہت ہی غریب اور خستہ حال بلکہ ان کے کپڑے بھی پھٹے پرانے تھے اور حضرت اقدس سے چار آدمیوں کے فاصلہ پر مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مزید کچھ مہمان آ گئے جو حضرت اقدسؑ کے قریب بیٹھتے گئے اسی طرح آنے والوں کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین پیچھے ہٹتے گئے حتی کہ وہ جوتوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔اتنے میں کھانا آ گیا اور تقسیم ہونے لگ گیا تو حضرت اقدس جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ آپ نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں اپنے ہاتھ میں اُٹھائیں اور میاں نظام الدین کے پاس جا کر فرمایا:

’’آؤ! میاں نظام الدین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔‘‘ پھر آپ مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور میاں نظام الدین کے ساتھ اندرا کٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ یہ سلوک دیکھ کر میاں نظام الدین صاحب خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے اور اپنی ساری زندگی اسی نشہ میں یہ گن گاتے رہے کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ خداتعالیٰ کے نبی اور مامور وقت کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن میں کھانا کھایا جو بڑے بڑے امیروں اور رئیس زادوں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ آپ ساری زندگی یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور آنسوؤں سے تر ہوجاتے تھے۔

اللہ اللہ میرے آقا ومرشد کا یہ محبت بھر اسلوک کیا تھا۔ یہ عظیم ہستی، خدا کا پاک مسیح موعودؑ، نبی اللہ ، خدا کا یہ پیارا اپنے ماننے والوں کےلئے نہ راتیں دیکھتا ہے اور نہ ہی دن جس کی اس دنیا میں کوئی مثال نہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے اعلی اخلاق کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا ابولکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے

تعلق میں ایک روایت بیان کرتے ہیں جو انہوں نے 1905ء میں اخبار وکیل امرتسر انڈیامیں چھپوائی۔ مولانا صاحب علم دوست زیرک اور سمجھدار اور سُلجھے ہوئے بزرگ تھے۔ 1905ء میں جب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کی اوران کی صحبت میں رہے اور مہمان رہنے کے بعد قادیان سے واپس اپنے شہر آئے تو اخبار وکیل میں ایک مضمون ''حضور سے ملاقات اور مہمان نوازی'' کے بارے میں شائع کروایا۔

مولانا صاحب روایت کرتے ہیں: میں نے کیا دیکھا! قادیان کی بستی دیکھی! اور جناب مرزا صاحب مسیح موعودؑ سے ملاقات کی اور ان کا مہمان رہا۔ جناب مرزا صاحب قادیانی کے اخلاق عالی اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ حضرت مرزا صاحب کی صورت نہایت ہی شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی اور دل کوفریفتہ کر لیتا ہے۔ آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے۔ مزاج بہت ٹھنڈا مگر دلوں کو گرمانے والا ہے۔ آپ کے مریدوں میں بڑی عقیدت اور بڑا اخلاص دیکھا۔ حضرت مرزا صاحب کی وسیع اخلاق کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام اور مہمان نوازی کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر جانے کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔ میں جس شوق کو لے کر گیا تھا اسے ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ قادیان لے جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس عملی نمونے پر اپنی زندگیوں میں عمل پیرا ہو جائیں اور ایک سچے اور حقیقی احمدی کے طور پر اپنی زندگیاں بسر کرنے والے ہوں۔

(نوٹ: اس مضمون میں شامل تمام حوالہ جات حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی کتب ''سیرت طیبہ'' اور ''سیرت المہدی'' سے لئے گئے ہیں۔)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 31 جنوری 2022ء)

(79)
’’لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے‘‘
(قسط اول)

(خواجہ عبد العظیم احمد۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ نائجیریا)

پنڈت لیکھرام کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی 6/مارچ 1897ء کو پوری ہوئی۔ جس کو 125 سال بیت رہے ہیں۔ اس مناسبت سے ادارہ الفضل آن لائن مؤرخہ 4 اور 5 مارچ کو اپنے قارئین کو تاریخ کے آئینہ میں لے جارہا ہے۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کو تب تک صحیح طور پر نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ قاری آریہ سماج، اس کی تشکیل، تاریخ، بانیان، فلاسفی اور لوگوں پر اس فلاسفی کے اثرات کو نہ سمجھے۔ اس لئے اس مضمون کے پہلے حصہ میں ہم ان سب نکات پر کچھ بیان کریں گے پھر اس پیشگوئی کی تفصیلات اور اس کے پورے ہونے کے بارہ میں آگاہی حاصل کریں گے۔

آریہ سماج

یہ تحریک ہندو مذہب میں سن 1875ء میں سوامی دیانند سرسوتی (1824ء تا 1883ء) نے شروع کی۔ یہ تحریک ایک اصلاحی تحریک سے بڑھ کر آہستہ آہستہ ایک فرقہ کا روپ دھار گئی۔

آپ سے متاثر ہونے والے لوگوں میں لالہ راجپت رائے (1865ء تا 1928ء)، سوامی شردھانند (1856ء تا 1926ء) ان صاحب نے بعد میں ہندوستان میں شدھی تحریک کی ابتداء کی۔، شیام جی کرشنا ورما (1857ء تا 1930ء) ونایک دامودر ساورکر (1883ء تا 1966ء) اور پنڈت لیکھرام (1858ء تا 1897ء) وغیرہ سر فہرست ہیں۔ آپ نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاش لکھی جو اس وقت کی معروف ترین ہندو لٹریچر کے طور پر متعارف ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے وید کی تعلیم کا احیائے نو، قدیم ترین ہندو مذہبی لٹریچر کو پھیلانے اور اس پر عمل کرنے اور وید کے بعد آئی تمام تر تعلیمات اور ہدایتوں کے مقابل پر وید کی عظمت کے قائل ہونے کے بعد اس کی عظمت کو بیان کرنے پر زور دیا۔ اس تحریک نے اوّل اوّل مغربی اور شمالی ہندوستان میں زور پکڑا۔ اس تحریک کے ماننے والے عام ہندوؤں کی طرح بت پرست نہیں تھے۔ اور ان میں کچھ

عقائد مثلاً بت پرستی کی مخالفت، جانوروں کی قربانی، قومی و نسلی تعصّبات کو ختم کرنا، کم سنی میں شادی کی مخالفت، عورتوں کے لئے تعلیم کا حق دینا، عورتوں کے لئے برابر کے حقوق، بیواؤں کی شادی اور مندروں میں چڑھاوے باقی ہندو مت سے یکسر مختلف تھے۔ اس تحریک میں ویدوں کے من جانب اللہ ہونے، کرما، سمسارا، گاؤ ماتا کی عظمت اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے پر بہت زور دیا گیا تھا۔ اس تحریک نے ہندوستان کے طول وعرض میں یتیم خانوں، مشن ہاوسز، سکولز، کالجز، طبی سہولیات اور آسمانی آفات مثلاً زلزلہ، سیلاب اور قحط سالی کے دوران خدمت خلق پر کافی کام کیا۔

اس تحریک کے بارہ میں پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب The Discovery of India میں لکھتے ہیں۔

"One of the most notable reform movements was started in the second half of the nineteenth century by a Gujarati, Swami Dayananda Saraswati, but it took root among the Hindus of the Punjab. This was the Arya Samaj and its slogan was 'Back to the Vedas.' This slogan really meant an elimination of developments of the Aryan faith since the Vedas...Even the Vedas were interpreted in a particular way. The Arya Samaj was a reaction to the influence of Islam and Christianity, more especially the former. It was a crusading and reforming movement from within, as well as a defensive organization for protection against external attacks. It introduced proselytization into Hinduism and thus tended to come into conflict with other proselytizing religions. The Arya Samaj, which had been a close approach to Islam, tended to become a defender of everything Hindu, against what it considered as the encroachments of other faiths. It is significant that it spread chiefly among the middle-class Hindus of the Punjab and the United Provinces. At one time it was considered by the Government as a politically revolutionary movement."

(The Discovery of India, page 335, 336, Printed at Rekha Printers Pvt. Ltd., New Delhi 110020 and published by Neil O'Brien, Oxford University Press)

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں سب سے قابل ذکر اصلاحی تحریکوں میں سے ایک آریہ سماج کے نام

سے شروع ہوئی۔ گجرات سے تعلق رکھنے والے، سوامی دیانند سرسوتی اس کے بانی تھے۔ مگر اس تحریک نے گجرات کے بجائے پنجاب کے ہندوؤں میں جڑ پکڑ لی۔ تحریک آریہ سماج کا نعرہ 'ویدوں کی طرف واپسی' تھا۔ اس نعرے کا اصل مطلب ویدوں کے مابعد آریائی عقائد (جن کا ویدوں میں ذکر نہیں) کو ختم کرنا تھا۔ یہاں تک کہ ویدوں کی تشریح ایک خاص طریقے سے کی گئی۔ آریہ سماج خاص طور پر اسلام اور بالعموم عیسائیت کے اثر کا ردعمل تھا۔ یہ اندر سے ایک صلیبی اور اصلاحی تحریک تھی، نیز بیرونی حملوں سے تحفظ کے لیے ایک دفاعی تنظیم تھی۔ اس نے ہندومت میں مذہب کی تبدیلی کو متعارف کرایا اور اس طرح دوسرے متفرق مذاہب کے ساتھ متصادم ہونے کا رجحان پیدا ہوا۔ آریہ سماج، جو اسلام کے قریب تھا، ہندوؤں کی ہر چیز کا محافظ بننے کا رجحان رکھتا تھا، اور جو بھی اس کے بر خلاف سوچ رکھتا ہو اس کو یا ان عقائد کو ''تجاوزات'' سمجھتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ پنجاب اور متحدہ صوبوں کے متوسط طبقے کے ہندوؤں میں خاص طور پر پھیلا۔ کسی زمانے میں حکومت اسے سیاسی انقلابی تحریک تصور کرتی تھی۔

سوامی دیانند کے ایک شاگرد لالہ راجپت رائے (1865ء تا 1928ء) جن کا پہلے ذکر گزر چکا ہے نے ایک کتاب لکھی جس میں پنڈت دیانند کے دیئے ہوئے اس تحریک کے ایک آئین کا ذکر بھی ملتا ہے جو کہ 28 دفعات پر مشتمل تھا۔ ان میں قابل ذکر ویدوں کی بنیادی حیثیت، اس کے تحت مختلف مقامات پر مراکز، اپنی تربیت اور پھر دوسروں کی تربیت پر توجہ، تعصب سے دور پیار و محبت سے کام کرنا، ہر ممبر اپنی کمائی کا سوواں حصہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے دے، رسوم و رواج، روایات و تعلیم وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

(آریہ سماج کی تاریخ مصنفہ لالہ لاجپت رائے صفحہ 57 - 58، ترقی بورڈ اردو، نئی دہلی 1977ء)

اس تحریک نے ہندوازم میں ایک نئی روح پھونکی۔ اس کی اصلاحی اقدامات نے جہاں ایک جانب مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچا اور دوسری جانب ان آنکھوں میں زندگی کی بہبود کے خواب بھی دکھائے۔ اس سلسلہ میں لالہ راجپت رائے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

''آریہ سماج نے ہر انسان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے جو وہاں پناہ لینے کا خواہشمند تھا۔ جو ہندو مذہب کو چھوڑ کر عیسائی یا مسلمان ہو گئے تھے اور پھر ہندو ہونے کو تیار تھے یا جو عیسائی اور مسلمان ہندو ہونا چاہتے تھے آریہ سماج نے ان سب کا خیر مقدم کیا۔''

(آریہ سماج کی تاریخ مصنفہ لالہ لاجپت رائے صفحہ 249، ترقی بورڈ اردو، نئی دہلی 1977ء)

اس تحریک کے اصلاحی انقلاب اور سارے فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ ان کی دوسرے مذاہب سے سختی اور

دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا لکھتا ہے،

"It has been criticized, however, as overly dogmatic and militant and as having exhibited an aggressive intolerance toward both Christianity and Islam."

(Arya Samaj | religious sect, India | Britannica)

(اخذ شدہ مؤرخہ 20 دسمبر 2021ء)

یعنی اس تحریک پر اس کے حد سے زیادہ کٹر اور جارحانہ ہونے اور اسلام اور عیسائیت کی جانب عدم رواداری اور عدم برداشت کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے بہت تنقید کی گئی ہے۔

اس تحریک نے کیسے ہندوستانیوں پر اپنے پنجے گاڑے؟ اس سوال کا جواب کسی ایک مآخذ تاریخ یا کسی ایک منبع علم سے ملنا محال محض ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے تاریخ کے طالبعلم کو جہاں اس وقت کے عمرانی جائزے لینا ہوں گے وہیں اس وقت میں لکھا جانے والا لٹریچر اس معمہ کی پردہ کشائی کرے گا۔ یہاں یہ بات واضح ہو کہ وہ لٹریچر جس سے یہ سوال حل ہو وہ جانبدارانہ نہ ہو بلکہ فریقین کی مقصدیت، اہداف اور تاریخی عوامل کو بھرپور طور پر واضح کرتا ہو۔ اس سلسلہ میں ایک حوالہ پنڈت کشن پرشاہ کول کے ایک مضمون جو ''آریہ سماج'' کے عنوان سے رسالہ زمانہ (کانپور) میں چھپا، سے دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔ آپ اس تحریک کے اوّل اثرات کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

''رشی دیانند کی امت نے اپنے مشن کی عظمت سے متاثر ہو کر اپنے عقیدے کے جوش میں ایک طرف تو مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور جات پات کے اختلاف، چھوت چھات کے جھگڑے اور کرم کانڈ کی ریتوں اور رسموں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اونچا کیا، دوسری طرف وہ ویدک دھرم کی فوقیت کا اعلان کر کے دیگر مذاہب کی مخالفت کے میدان میں اتر آئی۔ اور جن لوگوں نے ہندودھرم سے منہ موڑ کر دیگر مذاہب کے دامن میں پناہ لی تھی انہیں شدھی کا پرچار کر کے پھر ویدک دھرم کا حلقہ بگوش بنا دیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ انیسویں صدی کے ختم ہونے تک آریہ سماج کامل پچیس برس تک اپنے عقیدے کے جوش میں لڑتی رہی اور اس نے دیگر مذاہب اور فرقہ ہائے ہنود میں ایک کھلبلی مچا دی۔ اس لڑائی میں جیسا کہ ہونا لازمی تھا اس کے تیور چڑھے ہوئے تھے اور لب و لہجہ بھی درشت تھا۔ اسی لئے آریہ سماجیوں کو لڑاکا سمجھا جانے لگا۔ لیکن ان کے جوش و خروش میں کمی نہیں ہوئی۔ جو ان ہونی باتیں ہیں ان میں تو آریہ سماج کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن آریہ سماج کے بڑے سے بڑے مخالف بھی اس

سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس نے ہندو سماج کے مہمل اصول، زیادتیوں اور کمزوریوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے صدیوں بعد پھر ایک مرتبہ گوتم، کبیر اور نانک کی یاد کو تازہ کر دیا اور ہندو قوم کے مردہ جسم میں نئی روح پھونک کر اسے پھر ایک مرتبہ جیتا جاگتا دنیا کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ اور یہ بہت بڑا کام تھا جو آریہ سماج نے کیا۔ اس لحاظ سے رشی دیانند کی عظمت پُراتم رشیوں اور مُنیوں سے کم نہیں۔“

(رسالہ زمانہ 1903ء تا 1942ء کانپور از دیانرائن نگم 1943ء تا 1949ء کے شماروں سے انتخاب۔ صفحہ 114 - 115 مطبوعہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ)

ستھیارتھ پرکاش 1875ء میں پہلی بار طبع ہوئی، اس کے بعد سوامی جی کی وفات کے بعد اس کو دوسری بار 1884ء میں طبع کیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ 1899ء میں آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے لاہور سے شائع کیا۔ اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ (اردو رسم الخط میں) دھرم پال نے کیا جو سیوک سٹیم پریس لاہور نے 1912ء میں شائع کیا۔

سوامی دیانند صاحب کوان کی وفات سے کوئی 3 ماہ قبل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی وفات کی خبر دی تھی، آپؑ فرماتے ہیں:۔

”اس (دیانند) کو زندگی میں مرنے سے پہلے یہ خبر بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے دی گئی تھی۔ اور شرمپت اور ملاوامل موجود ہیں۔ ان کو قسم دے کر پوچھا جاوے کہ کیا تین مہینے پہلے یہ خبر دی گئی تھی یا نہیں؟“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 277)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آریہ ورت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی کاروائیوں کا اوائل ہی سے علم تھا۔ اس کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ لالہ شرمپت رائے جو کہ قادیان میں آریہ سماج کے جنرل سیکریٹری تھے، حضور علیہ السلام سے آریہ سماج کی تحریک سے بہت پہلے ہی تعلق ارادت رکھتے تھے۔ 1870ء میں ان کے ایک بھائی لالہ بشمبر داس کے حوالے سے حضرت اقدس کی ایک پیش خبری بھی پوری ہوئی جس پر لالہ شرمپت رائے نے ایک زندہ نشان بھی دیکھا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 657 تا 658 حاشیہ در حاشیہ)

اس بات کا دوسرا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان آریہ سماج کے عقائد و تعلیمات کے حوالے سے لٹریچر اس تحریک کے آغاز میں ہی سپرد قرطاس کرنا شروع کر دیا تھا، یہ ہے کہ مؤرخہ 7 دسمبر 1877ء کے ''وکیل ہندوستان'' میں روح کے بے انت ہونے اور ان کی تعداد کا پرمیشر کے عدم علم اور مکتی سے متعلق اپنا عقیدہ شائع کیا تو حضرت اقدس نے ''سفیر ہند'' میں اس کا ردّ لکھ کر اس عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور پنڈت دیانند صاحب کو چیلنج دیا کہ اگر وہ اس مضمون کا جواب لکھیں تو ان کو مبلغ پانچ سو روپے انعام دیا جائیگا۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 153 مطبوعہ پرنٹ ویل امرتسر 2007ء)

اس کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس تحریک کا آغاز 1875ء میں ہوا اور اسی برس تحریک کی پہلی کتاب ستھیارتھ پرکاش ضبط تحریر میں آئی۔ حضور علیہ السلام نے بعض مضامین براہین احمدیہ سے قبل 1879ء میں تحریر فرمائے تھے۔ ان میں آپ نے ان کے عقائد تناسخ، روح کا قدیم و انادی ہونا، مکتی اور ضرورت الہام وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی، ان کے عقائد کا رد کیا اور اسلام کی تعلیم پیش فرمائی۔

آپؑ نے آریہ سماج کے ایک خدا کو ماننے کے حوالہ سے نہایت عارفانہ بات لکھی، آپ لکھتے ہیں:۔

''بت پرستی سے دستبرداری کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم (قوم آریہ) پیدا کر دی۔ یہ لوگ اسلام کی ڈیوڑھی پر ہیں۔ ایک غیب کا دھکا لگے گا، تو تمہارے بھائی ہو جائیں گے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 624)

آریہ سماج کے اسلام اور نبی اسلامؐ پر سفلی حملے

اس حقیقت کو جاننے کے بعد کہ آریہ سماج نے ہندوازم میں ایک نئی روح پھونکی اوراپنے عقائد میں رد و بدل کر کے ان کو اسلام کے بالمقابل لا کھڑا کیا اور وہ برکات جو اسلام کے ساتھ خاص ہیں کو آریہ عقائد کی مدد سے اپنے حق میں بیان کرنا شروع کیا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہندو جو اپنے مذہب کے معاملہ میں ویسے تو بہت متشدد سمجھے جاتے تھے، عیسائی یلغار سے بری طرح پٹنے کے بعد اس وقت میں اتنے لاغر و کمزور تھے کہ جب آریہ سماج نے بت پرستی کو ''پاکھنڈ'' قرار دیا تو وہ اپنے لبوں کو حقیر سی جنبش بھی نہ دے سکے!

آریہ سماج نے کتاب ستھیارتھ پرکاش کو مآخذ بنا کر اسلام پر ناپاک حملے شروع کئے اور نبی اسلامﷺ

کی ذات بابرکات پر نہایت دلآزار اور رکیک حملے کئے۔ آریہ سماجیوں کا یہ شر انگیز رجحان سوامی دیانند کی کتاب ستھیارتھ پرکاش سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد لکھی جانے والی کتب نے اسی کتاب کی مدد سے انہی گھسے پٹے اعتراضات کو بار بار استعمال کیا ہے۔ ستھیارتھ پرکاش کی اس ''قلمی دہشتگردی'' سے نہ یہودیت محفوظ رہی نہ عیسائیت اور نہ ہی اسلام، بلکہ ان سے تو خود ہندومت بھی مامون نہ رہ سکا۔ اس کی منہ زور تلوار سے کوئی پیشوائے مذہب محفوظ نہیں رہا۔ اس سارے اجمال کی تفصیل خواجہ غلام الحسنین پانی پتی کی کتاب ''سوامی دیانند اور ان کی تعلیم'' میں ملتی ہے۔ جو جو الفاظ حضرت رسول کریمﷺ کی ذات کے لئے استعمال کئے گئے، قلم کا یارا نہیں کہ بیان کر سکے۔ آپﷺ کے مقدس وجود پر اتنے گھٹیا الزامات لگائے گئے کہ کوئی لا مذہب شریف النفس ان کو بیان کرنے سے پہلے ہزاروں بار سوچے اور پھر اس سوچ کو جھٹک دے۔ ایسی بازاری زبان استعمال کی گئی جس کا بولنا اب شائد اب بازاروں میں بھی موقوف ہو چکا۔

جو سخت، دشنام دہ اور درشت طریقہ کار آریہ سماج نے اپنے دھرم کی تبلیغ و دعوت کے لئے استعمال کیا وہ خود ہندو علماء و مؤرخین نے تسلیم کیا اور اس حقیقت کو مانا کہ آریہ مبلغین نے اس کا اتنا استعمال کیا کہ ان کو ''لڑاکا'' کہا اور سمجھا جانے لگا۔

پنڈت دیانند اور آریہ سماج کی بدزبانیوں اور بد گوئیوں سے حضور علیہ السلام واقف تھے۔ اس کا اظہار آپ کی اوائل زمانہ کتب میں جا بجا ملتا ہے۔ چند نمونے (مشتے از خروارے) پیش ہیں۔

براہین احمدیہ میں آپ لکھتے ہیں:۔

''انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم سے مٹا جاتا ہے۔ اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں اور تمام انبیاء کی کسر شان کرکے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 94)

''ان (آریہ) کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے جو بجز آریہ دیس کے اور جتنے ملکوں میں نبی اور رسول آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا اور اکثر ملکوں کو نورِ ایمان اور توحید سے منور کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 97)

سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں:۔

”وید نے اگر آریوں کے دلوں پر کچھ اثر ڈالا ہے تو وہ صرف گالیاں اور دشنام دہی ہے تمام مقدسوں کو فریبی کہنا سب پاک نبیوں کا نام مکار رکھنا دنیا کے برگزیدوں کو بجز اپنے تین یا چار وید کے رشیوں نامعلوم الوجود کو جھوٹا اور دغاباز اور ٹھگ قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے کیا ان لوگوں کے مونہہ سے بجز بدظنیوں اور بدزبانیوں کے کبھی کچھ معارف الٰہی کے نکات بھی نکلے ہیں۔ کیا بجز گندی باتوں اور نابکار خیالات یا تحقیر اور توہین اور ٹھٹھے اور ہنسی اور پرشرارت اور بدبودار لفظوں کے کبھی کوئی دقیق بھید معرفت الٰہی کا بھی ان کی زبان سے سنا گیا ہے۔ کیا ان برتنوں سے کبھی کوئی صفا دلی کا قطرہ بھی مترشح ہوا ہے یا انہوں نے باطنی پاکیزگی میں کچھ ترقی کی ہے ہرگز نہیں سو جو کچھ وید کا اثر ہے سو ظاہر ہے حاجت بیان نہیں۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 31 - 32 حاشیہ)

شحنہ حق میں اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

”ان آریوں نے ہم سے کس قسم کی تہذیب کا برتاؤ کیا؟ یہ ہم ابھی بیان کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ شریف آریہ ان حرکات بے جا کو بالکل روا نہیں رکھتے ہوں گے جو ہماری نسبت اپنے اقوال پر فحش سے بعض دل چلے آریوں نے اپنے وحشیانہ جوش سے ظاہر کئے ہیں۔ انہوں نے میری نسبت ایسے گندے اشتہار چھاپے ہیں۔ ایسے پردشنام گمنام خط بھیجے ہیں۔ ایسی غائبانہ گندیں باتیں کہیں ہیں کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ کوئی نیک ذات آریہ اس صلاح اور مشورہ میں داخل ہوگا۔ اور پھر ان نیک بختوں نے اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بار بار خطوط اور اشتہاروں کے ذریعہ سے مجھے قتل کرنے کی بھی دھمکی دی ہے۔“

(شحنہ حق، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 325)

ان حوالوں سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ دشنام طرازی، بدگوئی اور گالم گلوچ میں ان آریہ سماجیوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ایک جانب ان کے عقائد کا ردّ حضور علیہ السلام کی طرف سے مسلسل ہو رہا تھا دوسری جانب یہ عوام الناس میں اپنی سماجی خدمت کی وجہ سے ہی مقبول ہو رہے تھے نہ کہ بے بنیاد عقائد کی وجہ سے۔

مؤرخہ 28 فروری 1903ء کو آریہ لوگوں کا ایک وفد حضور علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے قادیان آیا اور دوران گفتگو ایک آریہ بولا:

''جاہل تو دو ہی قومیں ہیں۔ آپ برا نہ مانیں تو میں عرض کر دوں۔ ایک تو سکھ دوسرے یہ ہمارے مسلمان بھائی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 116)

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے پنڈت دیانند اور اس کے اتباع کو زبان درازیوں سے بہت پہلے (جب ابھی آپ براہین احمدیہ کا مقدمہ تحریر فرما رہے تھے) ہی منع کیا اور نصیحت فرمائی تھی، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''ہم ان کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان درازیوں سے باز رہیں جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 106)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جانب سے ردّ آریہ سماج میں نکلنے والا بے مثال لٹریچر

ویسے تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب آریہ سماج کے عقائد کی قلعی کھولتی ہیں، ان کی تفاصیل بیان کرتی ہیں اور ان کے بالمقابل اسلام کی روشن، پاکیزہ اور قابل عمل تعلیم پیش کرتی ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے بعض کتب صرف آریہ سماجیوں کے عقائد کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں جن میں مندرجہ ذیل بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

- پرانی تحریریں (1879ء)
- سرمہ چشم آریہ (1886ء)
- شحنہ حق (1887ء)
- ست بچن (1895ء)
- آریہ دھرم (1895ء)
- نسیم دعوت (1903ء)
- قادیان کے آریہ اور ہم (1907ء)
- چشمہ معرفت (1907ء)

حضور علیہ السلام نے آریہ سماج کے حوالے سے وقتاً فوقتاً بیسیوں اشتہارات بھی شائع کئے۔

ان خاص کتب کے علاوہ حضور اقدس نے آریہ سماج کے عقائد کا ردّ قطعی دلائل کے ساتھ کئی ایک کتب میں کیا۔ آریہ سماج کے عقائد کا ردّ اور ان کا اسلام کے ساتھ موازنہ ہمیں آپ کے تقاریر و دروس و ملفوظات میں بھی ملتا ہے۔ الحکم، البدر اور ریویو آف ریلیجنز کے اوراق بھی حضور کے اس مقدس جہاد کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔

یہ اسی جہاد کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف آریہ سماج اور دوسری طرف عیسائیت کی یلغار کے مقابلہ کے لئے اسلام کو وہ فتح نصیب جرنیل عطا ہوا جس کی پیش خبری سورۃ الکوثر اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ میں عطا فرمائی گئی تھی!

آریہ سماج کے برخلاف اس مقدس قلمی جہاد کا کیا نتیجہ نکلا؟ یہ ہم اپنے معاندین کی زبانوں سے بیان کریں گے کیونکہ کہاجاتا ہے،

اَلفَضۡلُ مَاشَہِدَتۡ بِہِ الۡاَعۡدَآءُ

1۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ اشاعۃ السّنۃ، میں سرمہ چشم آریہ کی اشاعت کے بعد فرمایا:۔

”یہ کتاب لا جواب مؤلّف براہین احمدیہ میرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔۔۔ ہم بجائے تحریر ریویو اس کتاب کے بعض مطالب بہ نقل اصل عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں وہ مطالب بحکم ”مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید“ خود شہادت دیں گے کہ کتاب کیسی ہے۔ اور ہمارے ریویو لکھنے کی حاجت نہ باقی رہنے دیں گے۔۔۔ مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔“

(اشاعۃ السّنۃ جلد 9 نمبر 5، 6 صفحہ 157 - 158)

2۔ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار، لاہور لکھتے ہیں۔

”مرزا صاحب کی تمام تر کوشش آریہ اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صَرف ہوتی ہیں جیسا کہ ان کی مشہور تصنیفات ”براہین احمدیہ“، ”سرمہ چشمہ آریہ“ اور بعد کے رسائل سے واضح

ہے۔ ہم اس کے سوائے اور کیا کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ‘‘

(پیسہ اخبار لاہور دو شنبہ 22 فروری 1892ء)

3۔ سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار ’’ریاست‘‘ نے آپ علیہ السلام کی آریوں اور مسیحیوں کو میدان جہاد میں شکست دینے کے بارہ میں لکھا:

’’مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سے سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سر سید علیہ الرحمۃ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے...مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سر سید کامیاب نہیں ہوئے اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے ہوئے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سر سید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتویٰ شائع ہوئے اور بہت غلاظت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈا زور پکڑ گیا اور علی گڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا... اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکّے دُکّے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہوگئے۔ مگر کوئی کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔۔۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔۔۔ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے اور انہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔۔۔ غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ جہالت مسلمانوں پر قابض

تھی اور اسلام مسیحی اور آریہ مبلغین کے طعن و تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔‘‘

(تحریک قادیان از مولانا سید حبیب مدیر ’’سیاست‘‘ صفحہ 167 تا 169)

پنڈت لیکھرام

لیکھرام کے آباء کسی زمانہ میں ضلع جہلم کے ایک گاؤں سید پور (جو کہ آجکل جہلم کی یونین کونسل نمبر32 اور پنڈ سید پور کہلاتا ہے) میں رہا کرتے تھے۔ لیکھرام کی پیدائش سے قبل یہ خاندان کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں منتقل ہو گیا۔ لیکھرام سن 1858ء میں پنڈت تارا سنگھ اور بھاگ بھری کے گھر میں پیدا ہوا۔ یہ خاندان ایک برہمن مہیال (مہیال برہمنوں کے اس خاندان کو کہتے ہیں جو جنگی ملازمت سے جُڑے ہوں) خاندان تھا۔

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر، صفحہ 3 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

اکثر تاریخ نویس لیکھرام کی جنم بھومی سید پور بتاتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ لیکھرام کی پیدائش کی جگہ کہوٹہ والی بات کو پنڈت سربدیال شرما نے اپنی کتاب پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب لیکھرام کی ہلاکت کے قریباً 6 سال بعد لکھی گئی۔ اور پنڈت سربدیال لیکھرام کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

لیکھرام نے ابتدائی طور پر فارسی پڑھی اور مہارت حاصل کی۔ 1873ء میں لیکھرام اپنے چچا گنڈا سنگھ جو پشاور میں پولیس انسپکٹر تھے کے پاس چلا گیا۔ 1876ء میں لیکھرام محکمہ پولیس میں سارجنٹ بن گیا۔ پولیس کی نوکری کے دوران ہندو کتب گیتا کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتا۔ دوران ملازمت اس نے اندرمن اور منشی کنہیا لال عالیکھ دھری کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا۔

ایک روز رسالہ ’’ودیا پرکاشک‘‘ (براہین احمدیہ کے صفحہ 55 اور 431، 432 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ باوا نرائن سنگھ، وکیل امرتسری کا تھا) کا مطالعہ کرتے لیکھرام کو سوامی دیانند کا علم ہوا اور ان کے مشن سے آگاہی ہوئی۔ پنڈت سربدیال کے مطابق لیکھرام نے ان کو خط لکھا۔ ان کی تصنیفات منگوائیں اور اس رسالہ ودیا پرکاشک کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا۔ اور اپریل 1881ء کو پشاور میں آریہ سماج کی شاخ قائم کی۔ اور ایک رسالہ ’’دھرم اپدیش‘‘ نکالا۔ جو کچھ ہی عرصہ بعد قلیل آمدنی کے باعث بند کرنا پڑا۔

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر، صفحہ 10 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

1883ء میں اس کی تعیناتی پشاور سے بیرونجات میں ہوئی وہاں بھی اس نے آریہ سماج کے قیام لئے بہت کوشش کی اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ 1883ء میں ''نوید بیوگان'' لکھی۔

اس کے بعد لیکھرام کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی۔ اور کسی طرح براہین احمدیہ اس کے ہاتھ آئی جس کو اس نے پڑھا اور استہزانہ انداز میں کہا

''جس طرح دور کے ڈھول سہانے ہیں اور تمام ستھرے شاہ بھی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان کا خیال ہے۔ تمام جائیداد (اس جگہ یہ حضور علیہ السلام کے انعامی چیلنج کا ذکر کر رہا ہے) صرف خیالی پلاؤ اور تمام ملکیت پنٹ من کا الاؤ ہے۔''

(تکذیب براہین احمدیہ صفحہ 3)

لیکھرام نے کوئی تینتیس (33) کتب لکھیں۔ جو کہ بعد میں ''کلیات آریہ مسافر'' کے نام سے مجموعی طور پر شائع کی گئیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پنڈت دیانند جو آریہ ورت کے بانی تھے ان کی کتب اور ان کو اتنی شہرت کیوں نہ ملی اور لیکھرام کی کتب و تقاریر اور اس کی شخصیت کیوں مشہور ہوئی؟ اس کا جواب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ دیا، آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اس (دیانند) نے کتابیں ناگری زبان میں لکھیں اس لیے لوگوں کو اس کی گندہ زبانی کی خبر نہیں ہے۔ لیکھرام نے اردو میں لکھیں اس کی خبر سب کو ہوئی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 158)

حضرت مسیح موعودؑ اور لیکھرام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکھرام سے پہلے پہل تعارف کچھ ایسے ہوا کہ یہ حضور علیہ السلام کو گالیوں سے بھرے خط لکھا کرتا تھا۔ اس نے تکذیب براہین احمدیہ لکھنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت مخالفت اور اسلام اور قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں شروع کر دی تھیں۔ اس سے متعلق حضور علیہ السلام نے آریہ سماج کے ذمہ داروں کو بھی مطلع فرمایا، آپ کی کتاب شحنہ حق میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''لیکھرام پشاوری نے جس قدر گندے اور بدبو سے بھرے ہوئے ہماری طرف خط لکھے وہ سب ہمارے

پاس موجود ہیں۔ اور گمنام خطوط جو جان سے مار دینے کے بارے میں کسی پرجوش آریہ کی طرف سے پہنچے گو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس آریہ کی طرف سے ہیں مگر یہ ہم جانتے ہیں کہ شورہ پشتوں کے گروہ میں سے کوئی ایک ہے۔ ایسا ہی جن اشتہاروں کو یہ لوگ وقتاً فوقتاً جاری کرتے ہیں ان کے پڑھنے سے ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ گمنام خط جس قدر آریوں کی طرف سے آتے ہیں وہ اکثر بیرنگ ہوتے ہیں اور علاوہ ایک آنہ محصول ضائع کرنے کے جب اندر سے کھولا جاتا ہے تو نری گالیاں اور نہایت گندی باتیں ہوتی ہیں ایسے خط معلوم ہوتا ہے کہ کسی لڑکے بدخط سے لکھائے جاتے ہیں عبارت وہی معمولی ان گندہ زبان آریوں کی ہوتی ہے اور خط بچوں کا سا۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے ان کا کیا گناہ کیا ہے راستی کو تہذیب اور نرمی سے بیان کرنا ہمارا شیوہ ہے ہاں چونکہ یہ لوگ کسی طور سے ناراستی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے سچ کہنے والے کے جانی دشمن ہوجاتے ہیں سو چونکہ ہمارے نزدیک کلمہ حق سے خاموش رہنے اور جو کچھ خدائے تعالیٰ نے صاف اور روشن علم دیا ہے وہ خلق اللہ کو نہ پہنچانا سب گناہوں سے بدتر گناہ ہے اس لئے ہم ان کی قتل کی دھمکیوں سے تو نہیں ڈرتے اور نہ بجز ارادہ الٰہی قتل کردینا ان کے اختیار میں ہے لیکن ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی ظالم آریہ کے اقدام قتل سے ہمارے ہموطن اور ہم شہر آریہ پولیس کی کشاکشی میں پھنس جائیں۔ اس لئے اوّل تو انہیں ہم یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس سرحدی شخص سے جس کا نام لیکھرام یا لیکھ راج ہے پرہیز رکھیں۔“

(شحنہ حق، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 325-326)

آپ نے لیکھرام کی زبان درزای کے بارہ میں ایک بار فرمایا:۔

”لیکھرام بڑا ہی زبان دراز تھا اور اس کے بعد ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا کیونکہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ۔ اب اللہ تعالےٰ زمین کو ایسے لوگوں سے پاک رکھے گا۔“

(ملفوظات جلد3، صفحہ 481)

جب حضور علیہ السلام نے سرمہ چشم آریہ تحریر فرمائی تو اس وقت بھی آپ نے لیکھرام کو دعوت حق کی اور پاک باطنی سے اسلام کو دیکھنے کی ترغیب دلائی، مگر اس کے خبث باطن نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”ان صاحبوں (لیکھرام بالخصوص اور دوسرے اسی قبیل کے لوگ) کو بجز دشنام دہی اور بدزبانی اور آلائش

کی باتوں کے جو ان کے اندر بھری ہوئی ہیں اور کوئی حرف صلاحیت و معقولیت یاد نہیں۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 238)

”تکذیب براہین احمدیہ“ کی تصنیف اور اشاعت

پنڈت سربدیال اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

”جب پنڈت لیکھرام جی جموں میں تشریف لے گئے تو پنڈت نراین کول کے پاس جا ڈیرہ کیا۔ پنڈت نراین کول صاحب ایک اعلیٰ کشمیری پنڈت خاندان ہونے کی وجہ سے حسب رواج ملک کشمیر فارسی اور عربی میں اعلیٰ لیاقت رکھتے تھے۔ گفتگو کرتے کرتے جب پنڈت لیکھرام کو معلوم ہوا کہ پنڈت نراین کشن صاحب فارسی میں عالم فاضل ہیں تو مناسب سمجھا کہ برھان احمدیہ (یہ نام ایسے ہی اصل کتاب میں لکھا ہوا ہے) کا جواب تیار کرنے میں ان سے مدد لی جاوے۔ چنانچہ جب پنڈت لیکھرام نے پنڈت نراین کول سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو انہوں نے اس کو بسر چشم منظور کیا۔ پنڈت نراین کول کے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ پنڈت لیکھرام جی نے اسکے پاس کئی دفعہ چند روز ٹھہر کر اس تکذیب کا مصالح جمع کرنے میں بھاری امداد لی۔ اس کے بعد جن کل کتاب تکذیب براہین احمدیہ تیار ہو گئی تو اوّل مرتبہ پنڈت لیکھرام یکم اکتوبر 1884ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں اس کو سنایا۔ باعث اس کا یہ تھا کہ (شائد کتاب دیر سے طبع ہو)۔“

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر، صفحہ 12 - 13 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 4 مارچ 2022ء)

(80)
”لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے“
(قسط دوم)

(خواجہ عبدالعظیم احمد۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ نائیجیریا)

تکذیب براہین احمدیہ کی تصنیف کے بعد 1884ء میں لیکھرام نے پولیس کی نوکری کو خیرباد کہہ دیا۔ بعدازاں یہ کتاب گورداسپور، امرتسر اور قادیاں وغیرہ میں جلسوں میں پڑھ کر سنائی گئی۔ جولائی 1887ء میں اس کتاب کی پہلی بار اشاعت ہوئی۔

1885ء میں حضور علیہ السلام نے دنیا کے مذہبی لیڈران، فرمانرواؤں، مہاراجوں، علماء و فضلاء وغیرہ کو دین حق کی تبلیغ کے لئے بیس ہزار کی تعداد میں اشتہارات اردو اور انگریزی زبانوں میں بھجوائے اور دعوت دی کہ یہ لوگ قادیان آئیں اور اللہ تعالیٰ کے نشانات خود ملاحظہ کریں۔ ہندوستان میں تین لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا۔جن میں منشی اندرمن مرادآبادی، پادری سوفٹ اور پنڈت لیکھرام۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 253 - 254 مطبوعہ پرنٹ ویل امرتسر 2007ء)

حضرت مولوی یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق حضور علیہ السلام کی دعوت پر لیکھرام 19 نومبر 1885ء کو قادیان آیا۔

(حیات احمدؑ جلد 2 نمبر 2 صفحہ 40)

اس کا ذکر حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب کشف الغطا میں کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

”وہ اس پیشگوئی کے حاصل کرنے کے لئے قریباً دو ماہ تک قادیان میں رہا تھا۔ پھر پیشگوئی کے بعد پانچ برس برابر زندہ رہا اور کسی کے پاس شکایت نہ کی کہ میرے خلاف مرضی یہ پیشگوئی ہوئی۔ آخر پیشگوئی کی میعاد کے اندر ہی خدا تعالیٰ کی مرضی سے اس جہان سے گذر گیا۔“

(کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 206)

یہ بد باطن جب قادیان آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدی بھائیوں اور معاندین مرزا امام الدین

وغیرہ کے ہاتھ چڑھ گیا۔ اس کا ذکر حضور علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی میں ملتا ہے، آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’ہمیں اُس بد قسمت لیکھرام کی حالت پر نہایت افسوس آتا ہے کہ چند دن اسلام پر زبان درازی کرکے آخر اُس نے جواناں مرگ جان دی۔ اور وہ قریباً دو ماہ تک قادیان میں بھی میرے پاس رہا تھا اور پہلے اس کی ایسی طبیعت نہیں تھی مگر شریر لوگوں نے اس کی طبیعت کو خراب کر دیا۔ اُس نے بڑی خواہش کے ساتھ یہ قبول کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کر لوں گا مگر قادیان کے بعض شریر الطبع لوگوں نے اُس کے دل کو خراب کر دیا اور میری نسبت بھی اُن نالائق ہندوؤں نے بہت کچھ جھوٹی باتیں اُس کو سُنائیں تا وہ میری صحبت سے متنفر ہو جائے پس ان بد صحبتوں کی وجہ سے روز بروز وہ ردّی حالت کی طرف گرتا گیا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 301)

اس کے قادیان میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خبر کشف کی صورت میں دی،

’’ایک دفعہ مَیں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور لیکھرام کا سر پڑا ہوا ہے۔ اُسے اس نیزے سے پرو دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ پھر قادیان میں نہ آوے گا۔‘‘

(تذکرہ صفحہ 246)

اس قیام کے دوران بھی اس نے حضور علیہ السلام پر نہایت دریدہ دہنی کے ساتھ حملے جاری رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20فروری 1886ء کو پیشگوئی پسر موعود پر مبنی اشتہار شائع کیا۔ ابھی آپؑ ہوشیار پور میں ہی مقیم تھے کہ ماسٹر مرلی دھر جو آریہ سماج ہوشیارپور کے سرگرم رکن تھے، نے مارچ 1886ء میں دو دن کا ایک مباحثہ کا انعقاد کیا۔ جس کی تفصیل کتاب سرمہ چشم آریہ میں ملتی ہے۔ اس کتاب کا جواب لکھنے کی کوشش بھی لیکھرام نے کی۔ اپنی اس کا نام اس نے ’’خبط احمدیہ‘‘ رکھا۔ اس سلسلہ میں پنڈت سر بدیال اپنی کتاب پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر میں لکھتے ہیں:۔

’’خبط احمدیہ کا تیار ہونا: جس وقت پنڈت لیکھرام تکذیب کے چھپوانے میں مشغول تھے تو ایک اور معاملہ درپیش آیا۔ پہلے تو آپ کو یہ خیال آتے رہے کہ ماسٹر مرلی دھر جی اس کا جواب دینگے۔ مگر جب دیکھا کہ ان کو اپنے سرکاری کام سے فرصت کم ملتی ہے اس واسطے سرمہ چشم آریہ کے جواب دینے کا فرض

آپ نے اپنے سر پر لیا۔‘‘

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر صفحہ 37 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

’’تکذیب براہین احمدیہ‘‘ کا جواب

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 26 جولائی 1887ء کو حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے ’’تکذیب‘‘ پر ایک عمدہ تبصرہ کیا اور ساتھ ہی حضرت مولوی صاحب کو اس کا ردّ لکھنے کو کہا۔ آپؑ اس مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

’’حال میں لیکھرام نامی نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام ’’تکذیب براہین احمدیہ‘‘ رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خوان اور دنی الطبع ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی علمی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ اس پُر افتراء کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے۔۔۔ آپ اوّل سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کئے ہیں ان سب کو ایک پرچہ بیادداشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں۔۔۔غرض یہ کام نہایت ضروری ہےاور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جدوجہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں۔‘‘

(حیات نور مصنفہ عبدالقادر سوداگر مل صفحہ 139-140، مطبوعہ نظارت نشر واشاعت قادیان 2003ء)

آپ نے تکذیب براہین احمدیہ کا جواب ’’تصدیق براہین احمدیہ‘‘ کے نام سے دیا۔ یہ کتاب پہلی بار 1890ء میں شائع ہوئی۔

اس بے نظیر کتاب کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک تصنیف، فتح اسلام میں کیا، آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی

قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 37 حاشیہ)

حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی لیکھرام کی کتاب کے جوابات لکھے گئے، چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد اپنی کتاب ’’Life of Ahmad‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

"A Petition writer, Shahabud Din Chishti, of Nakodar, Dist. Jullundur, was also moved to write a booklet entitled "تائید براہین احمدیہ" (Qaisari Press, Jullundur, 1891) in refutation of Pt. Lekhram's writings."

(Life of Ahmad. Page. 162. Foot note)

نکودار ضلع جالندھر کے ایک عرائض نویس شہاب الدین چشتی نے ایک کتاب ’’تائید براہین احمدیہ‘‘ جو کہ قیصری پریس جالندھر سے 1891ء میں شائع ہوئی، لیکھرام کی کتاب کے ردّ میں لکھی۔

پیشگوئی مصلح موعود کی اشاعت اور پنڈت لیکھرام کا ردّعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب پیشگوئی موعود پسر شائع فرمائی تو ہندو پنڈتوں بالخصوص پنڈت لیکھرام کی جانب سے اس کے حوالہ سے کچھ شور و غوغاء ہوا اور اعتراضات کئے گئے۔ مثلاً حضورؑ فرماتے ہیں:۔

’’پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف اس عاجز پر یہی الزام رکھتے تھے کہ ان کو فن طبابت میں مہارت ہے انہوں نے طبّ کے ذریعہ یہ معلوم کر لیا ہو گا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 147 فضل عمر پریس قادیان 2019ء)

حضور علیہ السلام کی اس پیشگوئی پر لیکھرام نے بھی ایک پیشگوئی کی۔جس کے چیدہ چیدہ نکات ہی تھے۔

”رحمت کا نشان نہیں زحمت کا کہا ہو گا، آپ تو ہر بات کو الٹی سمجھتے ہیں اور ”ر“ ”ز“ میں امتیاز نہیں رکھتے۔“

سفر ہوشیار پور کواللہ نے اس پیشگوئی میں ”مبارک“ کہا مگر لیکھرام نے اس کو ”منحوس“ کہا۔

”سو قدرت اور رحمت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے“ کے بالمقابل کہا ”خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔رحمت کا نشان تو صرف بنّا کنجر کی سرائے تھی اور بس“

”اے مظفر تجھ پر سلام“ کے برخلاف: اے منکر و مکار تجھ پر آلام“ کہا۔

”تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو“ کے بالمقابل یہ پیشگوئی کی کہ ”اب مرزا کی بدولت شرف و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گا اور قرآن و اسلام کا نام باہر ہو گا۔“

”سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک ذکی غلام تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہو گا۔“ اس کے برخلاف اس بدبخت یہ پیشگوئی کی کہ ”کیا واقعی لڑکا ہو گا؟ فرمایا، نہیں لڑکی۔ مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔“

”اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔“ اس نے کہا ”ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔“

”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا“ اس کے برخلاف کہا ”وہ نہائت غبی اور کَودن ہو گا“

لیکھرام کی (چند) بدگوئیوں کے یہ حوالہ جات کتاب ”کلیات آریہ مسافر“ جو کہ لیکھرام کی جملہ کتب کا ایک مجموعہ ہے کے صفحہ 496 تا 498 سے لئے گئے ہیں۔

لیکھرام، اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا عشق نبویؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دسمبر 1893ء میں سفر فیروز پور اختیار فرمایا، اس سفر سے واپسی کے دوران لاہور اسٹیشن کے پاس آپؑ ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی بیان کرتے ہیں کہ

”ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ سفر میں تھے اور لاہور کے ایک سٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام حضور سے ملنے کے لئے آیا۔ اور آ کر سلام کیا مگر حضرت صاحب نے

کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ شائد آپؑ نے سنا نہیں۔ دوسری طرف سے ہو کر پھر سلام کیا۔ مگر آپؑ نے پھر بھی توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ کہ حضور پنڈت لیکھرام نے سلام کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا۔ ”ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔“

(سیرت المہدی روایت نمبر 281 صفحہ 254 مطبوعہ فضل عمر پریس قادیان 2008ء
و تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 495 مطبوعہ قادیان 2007ء)

اس واقعہ کے بعد قریباً 13 سال بعد حضور علیہ السلام نے سن 1906ء میں ”حقیقۃ الوحی“ تحریر فرمائی جس میں آپ اس واقعہ کی طرف ایماء کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”وہ ایک مرتبہ اپنے قتل کئے جانے سے ایک برس پہلے لاہور کے اسٹیشن پر ایک چھوٹی سی مسجد میں مجھے ملا اورمیں وضو کر رہا تھا اور وہ نمستے کرکے چند منٹ کھڑا رہا اور پھر چلا گیا مجھے افسوس ہے کہ اُس وقت نماز کی وجہ سے میں اُس سے بات نہ کر سکا اور مجھے بڑا افسوس ہے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 302)

لیکھرام سے متعلق خدائی قہری نشان کی خبر

”مامور من اللہ کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے۔ ایک لیکھرام کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ ایک کشتی کے طور کئی سال ایک شرط بدھی رہی۔ پانچ سال تک برابر جنگ ہوتا رہا۔ طرفین نے اشتہار دیئے۔عام شہرت ہو گئی۔ ایسی شہرت کہ جس کی مثال بھی محال ہے۔ پھر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسے کہ کہا گیا تھا کیا اس واقعہ کی کوئی اور نظیر ہے؟“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 43 ایڈیشن 2016ء)

اس نشان کی تفصیل پڑھنے سے پہلے ایک بنیادی بات سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ اللہ کا قائم کردہ مرسل کبھی کسی کی تباہی و بربادی نہیں چاہتا بلکہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلا کر ان کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ و مامون کرنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ یہی بات آپ نے پیشگوئی بمتعلق لیکھرام بیان فرمائی، آپؑ فرماتے ہیں:۔

”میری عادت ہر گز نہیں کہ میں کسی کی موت کی نسبت خود بخود پیشگوئی کروں۔ چند آدمی جن کی نسبت اس سے پہلے پیشگوئی کی گئی تھی جیسے ڈپٹی آتھم اور پنڈت لیکھرام۔ ان لوگوں نے خود اصرار کیا تھا اور

نہایت اصرار سے اپنی دستی تحریریں دی تھیں اور اس پر زور دیا تھا کہ ان کے حق میں پیشگوئی کی جائے۔"

(کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 205)

ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا:

"لیکھرام نے اپنے خطوط میں یہی لکھا تھا کہ خیر الماکرین سے میرے لئے کوئی نشان طلب کرو۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 587)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے پہل خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کی نسبت اپنے ایک اشتہار 20 فروری 1886ء میں یہ شائع فرمایا کہ "ان کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سبب سے ان کے لئے خدا نے عذاب کا ارادہ فرمایا ہے اور ان کے عذاب کی تشریح معہ تشریح میعاد کے ان کی مرضی پر موقوف رکھی گئی تھی۔"

(مجموعہ اشتہارات، جلد دوم صفحہ 336 مطبوعہ لنڈن)

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

•"اس عاجز نے اشتہار 20/فروری 1886ء میں .... لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو اُن کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد .... لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اِس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو، شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے سو اُس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ' کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ۔ لَہٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ

یعنی یہ صرف ایک بے جان گو سالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اُس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدّر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649-650)

مباہلہ اور لیکھرام کی حضرت اقدسؑ سے متعلق پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو خدائی الہام کا معیار بھی قرار دیا۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 204)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مباہلہ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”میں نے سرمہ چشم آریہ خاتمہ میں بعض آریہ صاحبوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا اور لکھا تھا کہ جو تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے اور جو تکذیب قرآن شریف کی آریہ صاحبان کرتے ہیں اُس تکذیب میں وہ کاذب ہیں اگر اُن کو دعویٰ ہے کہ وہ تعلیم جو وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے سچی ہے اور یا نعوذ باللہ قرآن شریف منجانب اللہ نہیں تو وہ مجھ سے مباہلہ کر لیں اور لکھا گیا تھا کہ سب سے پہلے مباہلہ کے لئے لالہ مرلی دھر مخاطب ہیں جن سے بمقام ہوشیار پور بحث ہوئی تھی۔ پھر بعد اس کے ہمارے مخاطب لالہ جیون داس سیکرٹری آریہ سماج لاہور ہیں اور پھر کوئی اور دوسرے صاحب آریوں میں سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں مخاطب کئے جاتے ہیں۔

میری اس تحریر پر پنڈت لیکھرام نے اپنی کتاب خبط احمدیہ میں جو 1888ء میں اُس نے شائع کی تھی جیسا کہ اس کتاب کے اخیر میں یہ تاریخ درج ہے میرے ساتھ مباہلہ کیا۔“

لیکھرام نے حضور علیہ السلام کے اس مباہلہ کو اپنی کتاب خبط احمدیہ میں قبول کیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

”میں نیاز التیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ صاحب شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ ہٰذا اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اوّل سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اُس کے دلائل کو بخوبی سمجھ لیا بلکہ اُن کے بطلان کو بروئے ست دھرم رسالہ ہٰذا میں شائع کیا۔ میرے جی میں مرزا جی کی دلیلوں نے کچھ بھی اثر نہ کیا اور نہ وہ راستی کے متعلق ہیں۔ میں اپنے جگت پتا پرمیشر کو ساکھی جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جیسا کہ ہر چہار وید مقدس میں ارشاد ہدایت بنیاد ہے اُس پر میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ میری رُوح اور تمام ارواح کو کبھی نیستی یعنی قطعی ناش نہیں ہے اور نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا۔ میری رُوح کو کسی نے نیست سے ہست نہیں کیا (یعنی میری رُوح کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں بلکہ خود بخود قدیم سے ہے) بلکہ ہمیشہ سے پرماتما کی انادی قدرت میں رہا اور رہے گا۔ ایسا ہی میرا جسمی مادہ یعنی پرکرتی یا پرمانو بھی قدیمی یا انادی پرماتما کے قبضہ قدرت میں موجود ہیں کبھی مفقود نہیں ہوں گے اور تمام جگت کا سرجن ہارا ایک ہی کرتا رہے دوسرا کوئی نہیں۔ میں

پرمیشر کی طرح تمام دنیا کا مالک یا صانع نہیں ہوں اور نہ سرب بیاپک ہوں اور نہ انتریامی بلکہ اس مہان شکتی مان کا ایک ادنیٰ سیوک ہوں مگر اُس کے گیان اور شکتی میں ہمیشہ سے ہوں معدوم کبھی نہیں ہوا اور نہ کوئی عدم خانہ کہیں ہے بلکہ کسی چیز کو عدم نہیں۔ اس لئے وید کی اس انصافانہ تعلیم کو بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مکتی یعنی نجات کرموں کے مطابق مہا کلب تک ملتی ہے(یعنی دائمی نجات نہیں صرف ایک مقررہ مدت تک ہے) بعد اس کے پرماتما کی نیا کے مطابق پھر جسم انسانی لینا پڑتا ہے محدود کرموں کا بے حد پھل نہیں (کرم تو محدود ہیں مگر وفادار پرستار کی نیّت محدود نہیں ہوتی اور نیز کرم کا محدود ہونا اُس کی مرضی سے نہیں) میں ویدوں کی ان سب تعلیموں کو دلی یقین سے مانتا ہوں۔۔۔۔۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ پرمیشر گناہوں کو بالکل نہیں بخشتا۔ (عجیب پرمیشر ہے) میرا کسی شفاعت یا سفارش پر بھروسہ نہیں (یعنی کسی کی دُعا کسی کے حق میں قبول نہیں ہوتی) میں خدا کو راشی یاظالم نہیں جانتا (لفظ مرتشی ہے جس کے معنے ہیں رشوت لینے والا۔ راشی لفظ نہیں ہے لیکھرام کی علمیت کا یہ نمونہ ہے کہ بجائے مرتشی کے راشی لکھتا ہے) اور میں وید کی رُو سے اس بات پر کامل و صحیح یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشر کا گیان ہے ان میں ذرا بھی غلطی یا جھوٹ یا کوئی قصہ کہانی نہیں۔ ان کو ہمیشہ ہر نئی دنیا میں پرماتما جگت کی ہدایت عام کے لئے پرکاش کرتا ہے اس سرشٹی کے آغاز میں جب انسانی خلقت شروع ہوئی پرماتما نے ویدوں کو 1۔ شری اگنی 2۔ شری وایو 3۔ شری آدت 4۔ شری انگرہ جیو چار رشیوں کے آتماؤں میں الہام کیا مگر جبرئیل یا کسی اور چٹھی رسان کی معرفت نہیں بلکہ خود ہی کیونکہ وہ آسمان یا عرش پر نہیں بلکہ سرب بیاپک ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ وید ہی سب سے کامل اور مقدس گیان کے پستک ہیں۔ آریہ ورت سے ہی تمام دنیا نے فضیلت سیکھی۔ آریہ لوگ ہی سب کے استاد اوّل ہیں۔ آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار 124,000 پیغمبر 6-5 ہزار سال سے آئے ہیں اور توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ کتب لائے ہیں۔ میں دلی یقین سے ان پُستکوں کو مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے۔۔۔ اُن کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی اصلی الہام کے بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں۔۔۔ ان کی سچائی کی دلیل سوائے طمع یانادانی یا تلوار کے ان کے پاس کوئی نہیں۔۔۔ اور جس طرح میں اور راستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی قرآن اور اُس کے اصولوں اور تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں اُن کو غلط اور جھوٹا جانتا ہوں (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) لیکن میرا دوسرا فریق میرزا غلام احمد ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا اور اُس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے۔اور جس طرح میں قرآن وغیرہ کو پڑھ کر غلط سمجھتا ہوں ایسے ہی وہ اُمّی محض سنسکرت اور ناگری سے محروم مطلق بغیر پڑھنے یا دیکھنے ویدوں کے ویدوں کو غلط سمجھتا ہے۔ اے پرمیشر ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر۔ کیونکہ کاذب صادق کی

طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاسکتا۔راقم آپ کا ازلی بندہ لیکھرام شرما سبھا سد آریہ سماج پشاور حال اڈیٹر آریہ گزٹ فیروزپور پنجاب"

(خبط احمدیہ صفحہ 344 تا 347 مطبوعہ 1888ء)

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر ایک تفصیلی پیشگوئی کی:

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ۔۔۔ بِتَرس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

ترجمہ "اے لیکھرام تُو کیوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلوار سے جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیگی، کیوں نہیں ڈرتا۔"

(تذکرہ صفحہ 186-187 مطبوعہ قادیان 2008ء)

(ا) آج جو 20؍فروری 1893ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ

آج کی تاریخ سے جو بیس فروری 1893ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اِس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں' عذاب شدید میں مبتلا ہوجائیگا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 650)

(ب) "لیکھرام کے متعلق ایک یہ پیشگوئی تھی کہ

یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ

ترجمہ: یعنی چھ میں اس کا کام تمام کیا جائے گا۔"

(تذکرہ صفحہ 187 مطبوعہ قادیان 2008ء)

(ج) وَ بَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَقَالَ مُبَشِّرًا
سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 96)

اس شعر کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”کتاب کرامات الصادقین کے ایک عربی شعر میں جو واقعہ قتل پنڈت لیکھرام سے چار سال پہلے تمام فرقوں میں شائع ہوچکا تھا۔ اُس کی موت کا دن اور تاریخ بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ اس شعر پر ہندو اخبار نے لیکھرام کے قتل کے وقت بڑا شور مچایا تھا اور وہ شعر یہ ہے۔ وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ .... غرض یہ عظیم الشان پیشگوئی اس قدر قوت اور عام شہرت کے ساتھ پھیلنے کے بعد 6/مارچ 1897ء کو اس طرح پوری ہوئی کہ ایک شخص نے جس کا آج تک پتہ نہیں لگا کہ کون تھا۔ شام کے وقت لاہور کے شہر میں شنبہ کے دن جو عید سے دوسرا دن تھا۔ لیکھرام کے پیٹ میں ایک کاری چھُری مار کر دن دہاڑے ایسا غائب ہوا کہ آج تک پھر اس کا پتہ نہ لگا۔ حالانکہ لیکھرام کے ساتھ کتنی مدّت سے رہتا تھا۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 560)

لیکھرام کا قاتل

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”آج جو 2/ اپریل 1893ء مطابق 14/ماہِ رمضان 1310ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل، گویا اُس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ مَیں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں۔ ملائک شِداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اُس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور مَیں اُس کو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے تب مَیں نے اُس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اُس دُوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دُوسرا شخص اُنہیں چند آدمیوں میں سے تھا جن کی نسبت مَیں اشتہار دے چکا ہوں اور یہ یک شنبہ کا دن اور 4 بجے صبح کا وقت تھا فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔“

(برکات الدّعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 33)

پنڈت سربدیال شرما نے اپنی کتاب ”پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر“ میں لیکھرام کے قاتل کے

بارہ میں لکھتے ہیں:۔

”13-15 فروری 97ء کے درمیان ایک شخص لالہ ہنسلہ ج پرنسپل دیانند اینگلو ویدک کالج کے پاس گیا اور پھر دوسرے روز دیانند اینگلو ویدک کالج کے ہال میں پھرتا دکھائی دیا جہاں کہ وہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کو تلاش کرتا تھا پوچھ کر پنڈت لیکھرام جی کو آملا اور ان پر ظاہر کیا کہ میں اصل میں ہندو تھا دو برسوں سے مسلمان ہو گیا ہوں اب پھر اپنے اصلی دھرم میں واپس آنا چاہتا ہوں۔ آپ کرپا کر کے مجھے شدھ کر لیجئے۔ پنڈت لیکھرام جی نے اس سے وعدہ کیا کہ میں تجھے ضرور شدھ کر لوں گا۔اس شخص کا حلیہ۔۔۔چھوٹا یا درمیانہ قد جو قریب 5 فٹ 4 یا 5 انچ ہو گا۔ سیاہ رنگ چہرہ پر داغ چھائیاں جو ہڈی رخسار پر زیادہ ہیں۔ ناک قدرے بیٹھی ہوئی تھی۔(بولنے) کے وقت دو دانت ذرا باہر نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ آنکھیں چھوٹی مگر ڈیلے ابرے ہوئے۔چہرہ گول اور رخسار اندر گھسے ہوئے۔بدن سبک سر کے بال چھوٹے چھوٹے۔ بیچ میں سے منڈے ہوئے جیسے مسلمان رکھتے ہیں۔ داھڑی پورے طور پر نہیں آئی۔ عمر تخمیناً 35 سالہ۔ یہ شخص ہندوستانی بولتا تھا۔ گو بات چیت میں اپنے آپ کو مسکین ظاہر کرتا اور بہت کم بولتا تھا۔ تاہم اس کا چہرہ خوفناک معلوم ہوتا تھا۔۔۔ یکم مارچ کے بعد پنڈت جی کو دفعتہً پرچار کے لئے باہر جانا پڑا۔چنانچہ 4 مارچ 1897ء کو انہوں نے ملتان میں ایک لیکچر دیا۔۔۔6 مارچ کی صبح کو پھر پنڈت جی کے مکان پر پہنچا۔۔۔اس روز خلاف معمول کمبل اس طرح پر اوڑھے ہوئے تھا کہ کوئی عضو دکھائی نہ دیتا تھا۔ سبھا کے دفتر سے چلتے وقت کسی قدر کانپا۔پنڈت جی نے کہا۔ ”بھائی تیری کیا حالت ہے اس طرح کمبل لپیٹا ہے۔بخار تو نہیں ہے۔“ آہستہ سے جواب دہ ہوا۔”ہاں اور کچھ درد ہے“۔۔۔ بعد ازاں پنڈت جی اس کو ڈاکٹر بشن داس کے پاس لے گئے۔اور سفارش کی کہ یہ شخص شدھ ہونا چاہتا ہے، دھرم آتما ہے اس کا علاج کیجیئے۔ڈاکٹر نے نبض دیکھکر کہا کہ بخار وخار تو معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ اس کا خون جوش میں ہے۔اور تکان معلوم ہوتا ہے اگر درد ہے تو پلستر لگا دیا جاوے۔ قاتل جواب دہ ہوا لگانے کی نہیں پینے کی چیز اسے بتلائی جاوے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ شربت وغیرہ پی لیوے اس وقت بھی پنڈت جی نے اس کی سفارش کی تا کہ لگانے کی دوائی نہ لگائی جائے۔۔۔پنڈت جی کی پتنی نے انہیں قاتل کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا ”جاؤ بھئی تم بھی آرام کرو“قاتل چپ چاپ بیٹھا رہا اور کچھ جواب نہیں دیا۔۔۔پنڈت جی حسب عادت زور سے انگڑائی لیتے ہوئے۔۔۔ایسا سینہ ابھار کر کے روبرو کر دیا کھڑے ہوئے گویا کہ قاتل کو خود موقعہ دیا۔۔۔ایک دم سے تجربہ کار ہاتھ نے چھری اندر گھسیڑ کر اس طرح پر بھیر دی

کہ آٹھ دس زخم اندر آئے اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔“

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر، صفحہ 65 تا 70 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

آریہ پتھک نے ایک بلاگ لکھا جس میں لیکھرام کے بارہ میں کچھ واقعات لکھے۔ اس کے قاتل کو ”مسلط کیا ہوا قاتل“ قرار دیا۔ لکھتا ہے،

“This great son of mother India was died from the stab wounds of a fanatic inflicted upon him on 6th March 1897.”

(Arya Pathik: Short Account of Pandit Lekhram “arya musafir”)

یعنی یہ ہندوستان کا بیٹا ایک متشدد کرایہ کے قاتل کے چاقو کے وار کے نتیجہ میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے 6 مارچ 1897ء کو قتل ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں لیکھرام کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

”لیکھرام کی نسبت جب پیشگوئی کی گئی تھی تو اس نے بھی میرے لیے ایک پیشگوئی کی تھی اور یہ شائع کر دیا تھا کہ تین سال کے اندر ہیضہ سے ہلاک ہوجاوے مگر اب دیکھ لو کہ اس کی ہڈیوں کا بھی کہیں نشان پایا جاتا ہے؟ مگر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح زندہ ہوں۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 85)

لیکھرام قبولیت دعا کا ایک عظیم الشان نشان اور سر سید احمد خان صاحب کو دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سر سید احمد خان صاحب کے رسائل ”الدعاء والاستجابۃ“ اور تحریر فی اصول التفسیر“ کے جواب میں اور خانصاحب کے نیچری خیالات کے ردّاور دعا کی طاقت و قبولیت کی فلاسفی کو بیان کرنے کے لئے مئی 1893ء میں ایک کتاب ”برکات الدعا“ لکھی۔ اس کتاب کے شروع میں ہی آپؑ نے سر سید احمد خان کو لیکھرام سے متعلق پیشگوئی کو اپنی دعا کی قبولیت کا مظہر قرار دیا اور فرمایا کہ یہ پیشگوئی اور اس کا پورا ہونا آپ کے لئے اتمام حجت ہو گا۔ آپ کو علم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کیسے خرق عادت طور پر دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتہ کن بہ بیں ازما دعائے مستجاب

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد صفحہ 396)

یعنی، اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعا میں کچھ اثر ہوتا تو وہ کہاں ہے؟ میری طرف آ کہ میں تجھے دعا کا اثر سورج کی طرح دکھاؤں۔ تو خدا تعالیٰ کی باریک در باریک قدرتوں سے انکار نہ کر۔ اور اگر دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہے تو آ۔ اور میری دعا کا نتیجہ دیکھ لے۔جس کے متعلق خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قبول ہو گئی ہے۔

ان اشعار کے بارہ میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اس شعر میں سید احمد خاں صاحب کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ آپ جو اس بات سے منکر ہیں جو دُعائیں قبول ہوتی ہیں یہ آپ کا خیال سراسر غلط ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ میں نے دعا کی ہے کہ لیکھرام قتل کی موت سے چھ۶ برس کے اندر مارا جاوے اورخدا نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ وہ دعا قبول ہو گئی ہے اور نیز یہ کہ سید احمد خاں اخیر نتیجہ تک زندہ رہ کر بچشم خود دیکھ لے گا کہ دُعا کے مطابق لیکھرام چھ 6 برس کے اندر قتل کیا گیا۔ چنانچہ سید احمد خاں صاحب فوت نہ ہوئے جب تک کہ چھ مارچ 1897ء آ گیا جس میں شنبہ کے دِن لیکھرام مارا گیا۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 396 حاشیہ)

لیکھرام کا نشان اور شیخ محمد رضا بن محمد حسین بن محمد باقر طہرانی اصفہانی نجفی

شیخ نجفی کا پورا نام محمد رضا بن محمد حسین بن محمد باقر طہرانی اصفہانی تھا۔ آپ 20 محرم 1287ھ بمطابق 1870ء میں نجف میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک شیعہ مجتہد تھے۔ علماء کے خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کی وفات اصفہان میں 1362ھ بمطابق 1943ء میں ہوئی۔

شیخ نجفی نے آپؑ کے سامنے حق و باطل کی آزمائش کا یہ مضحکہ خیز طریق بذریعہ اشتہار پیش کیا کہ

’’ہم دونوں لاہور شاہی مسجد کے مینارے سے چھلانگ لگائیں جو صادق ہو گا وہ بچ جائے گا۔نیز کہا کہ میں تو چالیس لمحوں میں نشان دکھا سکتا ہوں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 586)

آپؑ اس بارہ میں اپنے ایک اشتہار میں فرماتے ہیں:۔

’’شیخ نجفی نے اپنے خط میں چالیس دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری 1897ء سے چالیس روز میں......سو خدا کا احسان ہے کہ یکم فروری 1897ء سے پینتیس دن تک یعنی چالیس دن کے اندر نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آ گیا......اب ہماری طرف سے نشان تو ہوچکا۔ اور نجفی کا کذب کُھل گیا۔ تاہم تنزل کے طور پر ہم راضی ہیں کہ وہ مسجد شاہی کے منارہ سے اب نیچے گر کے دکھلاوے تا کہ اگر شیخ نجدی منظرین میں داخل ہے تو بارے شیخ نجفی کا قصہ تو تمام ہوا اور اگر اب بھی اپنا نشان نہ دکھلایا تو لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔‘‘

(اشتہار 10؍مارچ 1897ء، مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 339)

ایک اور جگہ فرمایا:

’’ایک شخص اہل تشیع میں سے جو اپنے آپ کو شیخ نجفی کے نام سے مشہور کرتا تھا ایک دفعہ لاہور میں آ کر ہمارے مقابلہ میں بہت شور مچانے لگا اور نشان کا طلب گار ہوا۔ چنانچہ ہم نے باشاعت اشتہار یکم فروری 1897ء اُس کو وعدہ دیا کہ چالیس روز تک تجھے اللہ تعالیٰ کوئی نشان دکھلائے گا۔ سو خدا کا احسان ہے کہ ابھی چالیس دن پورے نہ ہوئے تھے کہ نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آ گیا۔ تب تو شیخ ضال نجفی فوراً لاہور سے بھاگ گیا۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 587)

لیکھرام کی سزا کی بنیادی وجہ

’’دیکھو! ہزاروں ہندو ہیں مگر مانتے نہیں انکار کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر لیکھرام کے پیٹ میں چھُری چلی؟ اس کی وجہ اس کی زبان تھی کہ جب اُس نے اُسے بیبا کانہ کھولا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے میں حد سے بڑھ گیا۔ اور ایک مدِ مقابل بن کر خود نشان طلب کیا تو وہی اس کی زبان چھُری بن کر اس کی جان کی دشمن ہو گئی غرض کہ اصل گھر عذاب کا آخرت

ہے اور دنیا میں عذاب شوخی، شرارت میں حد سے تجاوز کرنے سے آتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ پرمیشر اور عَتّ کا بیر (دشمنی) ہے عَتّ کے معنی حد درجہ تک ایک بات کو پہنچا دینا۔ (عَتّ کا لفظ عربی ہے جیسے قرآن شریف میں عتو ہے)‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 421)

پھر فرمایا،

’’اسلام پر حملہ کرنے میں اور مسلمانوں کے بے جا دل دکھانے میں آریوں کے درمیان ایک طرح کی تریموتی تھی جن میں سے سب سے بڑھ کر لیکھرام تھا اور اس کے بعد اندرمن اور الکھ دھاری تھے۔۔۔ دیانند بھی تھا مگر اس کو ایسا موقعہ نہیں ملا تھا اور نہ وہ اس طرح سے کتابیں لکھتا تھا۔۔۔ ان تینوں نے اور خصوصاً لیکھرام نے بڑی بے ادبیاں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کی تھیں۔ اللہ تعالےٰ کا طریق ہے کہ جس راہ سے کوئی بدی کرے اسی راہ سے گرفتار کیا جاتا ہے۔ چونکہ لیکھرام نے زبان کی چھُری کو اسلام کے بر خلاف حد سے بڑھ کر چلایا۔ اس واسطے خدا نے اس کو چھُری سے سزا دی۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 480-481)

لیکھرام کے قتل کے بعد کے حالات

لیکھرام کی موت کے بعد مختلف جوانب سے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔

آریہ سماج کی طرف سے سخت ردّعمل

آریہ سماجیوں نے لیکھرام کے قتل کے بعد آپؑ کو قتل کی دھمکیاں دیں۔

آپ اس کو ایک فتنہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’تیسرا فتنہ لیکھرام کی موت کے وقت اور نشان الٰہی کے ظاہر ہونے کے حسد سے ہندوؤں کی طرف سے ہوا اس فتنہ کے جوش میں کئی معصوم بچے قتل کئے گئے راولپنڈی میں قریباً چالیس 40 آدمیوں کو زہر دیا گیا اور مجھ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور گورنمنٹ کو مشتعل کرنے کیلئے سعی کی گئی اور آئندہ معلوم نہیں کہ کیا کچھ کریں گے۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 57)

مسلمانوں کی طرف سے کھلی منافقت

مسلمانوں نے بجائے اسلام کی صداقت کے اس نشان کے پورا ہونے پر شکر خداوندی کرتے انہوں نے بہت منافقانہ چالیں چلیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

’’اس شخص (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے تو جہاں تک اس سے ممکن ہو سکا اور اس کا بس چلا ہے ہمیں پھانسی دلانے کی کوششوں میں بھی کمی نہیں کی۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خاص نصرت تھی کہ اُس نے ہمیں ہر میدان میں عزّت دی اور اعداء اور ہماری ذلّت چاہنے والوں کو ذلیل کیا۔ دیکھو لیکھرام کے قتل کے وقت بھی اس نے کس طرح آریوں کو اُکسایا۔ ہماری تلاشی ہوئی۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 465)

حضرت اقدسؑ کے گھر کی تلاشی

لیکھرام کے قاتل کو پکڑنے کے لئے بہت کوشش کی گئی مگر سب اکارت گئی۔ پنڈت سربدیال شرما اس بارہ میں اپنی کتاب پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر میں لکھتے ہیں:۔

’’قاتل کی تلاش کے لئے بہت کوشش کی گئی مگر ابھی تک (یہ کتاب سن 1903ء میں لکھی گئی تھی) کچھ پتہ نہ چلا۔ ایک شخص کشمیر سے پکڑا ہوا آیا تھا مگر تحقیقات کرنے سے سرکار کو معلوم ہوا کہ وہ اصل قاتل نہیں ہے۔ اس سے وہ رہا کیا گیا۔‘‘

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر، صفحہ 89 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور 1903ء)

حضور علیہ السلام کے خلاف آریوں نے اور مسلمانوں نے گورنمنٹ کو اکسایا اور مؤرخہ 8اپریل 1897ء کو صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی معرفت خانہ تلاشی کرائی گئی۔

اس کی تفصیل میں تاریخ احمدیت میں لکھا ہے،

’’مسٹر لیمارچند سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور، میاں محمد بخش انسپکٹر بٹالہ اور ہیڈ کانسٹیبل اور پولیس کی جمیعت نے قادیان پہنچ کر حضور کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ قبل ازیں صبح کے وقت حضرت میر ناصر نواب صاحب کہیں سے پولیس کے آنے کی خبر سن لی۔ تو وہ سخت گھبرائے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے اور سخت پریشانی کے عالم میں کہا کہ پولیس گرفتاری کے لئے آ رہی ہے۔ حضرت اقدس نے مسکراتے

ہوئے فرمایا۔ ’’میر صاحب (دنیادار) لوگ خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔‘‘ پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا۔ ’’مگر ایسا ہر گز نہ ہو گا۔‘‘ کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 599)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اپنی کتاب حیات احمد میں لکھتے ہیں:۔

’’اس وقت حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب بھی بیٹھے تھے، انہوں نے بتایا کہ جب پولیس نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے کام بند کر دیا اور فوراً جا کر دروازہ کھول دیا۔ مسٹر لیمارچند نے ٹوپی اتار کر کہا کہ ’’مجھے حکم آ گیا ہے کہ قتل کے مقدمہ میں آپ کے گھر کی تلاشی لوں۔‘‘ تلاشی کا نام سن کر آپ کو اس قدر خوشی ہوئی جتنی اس ملزم کو ہو سکتی ہے جس سے کہا جائے کہ تیرے گھر کی تلاشی نہیں ہو گی۔۔چنانچہ حضور نے فرمایا کہ آپ اطمینان سے تلاشی لیں اور میں مدد دینے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد آپ انہیں دوسرے افسروں سمیت مکان میں لے گئے اور پہلے مردانہ اور پھر زنانے مکان میں تمام بستے وغیرہ انہوں نے دیکھے۔ اس وقت مرزا امام دین بھی شرارتاً پولیس کے ساتھ تھا۔ اللہ کی قدرت!! جب ایک بستہ کھولا گیا تو سب سے پہلے جو کاغذات برآمد ہوئے وہ پنڈت لیکھرام کے لکھے ہوئے تھے جو اس نے نشان نمائی کے مطالبہ کے لئے قلم سے حضور کے نام لکھے تھے۔ تلاشی بہت دیر تک جاری رہی۔ بعض ٹرنکوں کے قفل توڑ کر بھی سامان دیکھے گئے۔ اور پولیس نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ تلاشی کے دوران میں حضرت اقدسؑ کے روئے منور پر کسی قسم کی فکر و تشویش کے آثار قطعاً نہیں تھے۔ بلکہ آپ بالکل مطمئن و مسرور تھے۔ حضور کے گھر کی تلاشی کے بعد مہمانخانہ، مطبع اور حضرت مولانا نور الدین کے مکان کی بھی تلاشی ہوئی۔ دیواری الماریاں بھی دیکھیں گئیں۔ اور پتھر کی سل تک لوٹ پوٹ کی گئی۔ مگر پولیس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 599 - 600)

خدا کے نبی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے دل میں اس پیشگوئی کو لے کر چلنے والے دو دھارے

’’میں لیکھرام کے معاملہ میں اِس بات سے تو خوش ہوں کہ خداتعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر دوسرے پہلو سے میں غمگین ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت میں مرا اگر وہ میری طرف رجوع کرتا تو میں اُس کے لئے دُعا کرتا تا یہ بلا ٹل جاتی اُس کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس بلا کے ردّ کرانے کے لئے مُسلمان ہو

جاتا بلکہ صرف اِس قدر ضروری تھا کہ گالیوں اور گندہ زبانی سے اپنے مُنہ کو روک لیتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 302)

آئندہ لیکھرام جیسے پیدا ہی نہیں کروں گا

قاضی حبیب اللہ صاحب لاہوری بیان کرتے ہیں کہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) جب مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی قبر پر دُعا فرما کر واپس تشریف لارہے تھے تو... فرمانے لگے:۔ ’’آج رات مجھے الہام ہوا ہے: حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ اور اس کی بار بار تکرار ہوئی۔ فرمایا یہ پہلے بھی کئی مرتبہ الہام ہوا ہے مگر رات اِس کے عجیب معنی سمجھائے گئے وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ آئندہ لیکھرام جیسے۔ عبداللہ آتھم جیسے۔ پادری فنڈل جیسے۔ عماد الدین جیسے پیدا ہی نہیں کروں گا۔

(تذکرہ، صفحہ 672 مطبوعہ پرنٹ ویل امرتسر 2008ء)

’’وہ مسافر بنتا تھا خدا تعالیٰ نے اُسے ایسا مسافر بنایا کہ پھر کبھی واپس نہ آیا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 198)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 مارچ 2022ء)

(81)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعوت مباہلہ میں ڈوئی کی ہلاکت

اسلام کی فتح عظیم

(سید شمشاد احمد ناصر۔ مبلغ امریکہ)

اس آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تا آپ پیاسی روحوں کے لئے آبِ بقا مہیا فرمائیں۔ اور جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بھی آئے گا اسکے ساتھ دنیا ٹھٹھا کرے گی اس کی مخالفت کرے گی۔ لیکن انجام کار خدائی وعدہ کے مطابق کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ترجمہ: خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہے ہیں۔ ان چند سطور میں خاکسار صداقت اسلام کو بیان کرنے کے لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا ایک نشان مباہلہ کا ذکر کرنے لگا ہے۔

یہ تو ظاہر ہی ہے جو بھی خدا کی طرف سے آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت دعا کا بھی نشان عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آپ کی قبولیت دعا اور صداقت اسلام اور اسلام کی فتح عظیم کے لئے یہ حیرت انگیز واقعہ جو دنیا کی نگاہ میں بہت عجیب تھا رونما ہوا میری مراد اس سے ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کو حضور علیہ السلام کی دعوت مباہلہ اور اس کے نتیجہ میں ڈوئی کی ہلاکت کے نشان کا بیان ہے۔

ڈاکٹر ڈوئی کون تھا؟

سب سے پہلے خاکسار ڈاکٹر ڈوئی کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہے۔ تاریخ احمدیت میں ڈاکٹر ڈوئی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

سکاٹ لینڈ کا ایک شخص جان الیگزینڈر ڈوئی (1847ء - 1907ء) تھا جو بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ آسٹریلیا چلا گیا جہاں 1872ء کے قریب وہ ایک کامیاب مقرر اور پادری کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے یہ اعلان کیا کہ یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے بیماروں کو شفا دینے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ طاقت اس زمانہ میں اسے بھی عطا کی گئی ہے۔1888ء میں وہ امریکہ کی نئی دنیا میں اپنے خیالات پھیلانے کے لئے سان فرانسکو آ گیا۔ سان فرانسکو کے قرب وجوار اور دوسری مغربی ریاستوں

میں کامیاب جلسے کرنے کے بعد اس نے 1893ء میں شکا گو میں اپنی خاص سر گرمیاں شروع کردیں ایک مکان کرایہ پر لیا جس کا نام ’’زائن روم‘‘ رکھا۔ ایک اوربلڈ نگ میں ’’زائن پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس‘‘ کھولا۔ اور ایک اخبار ’’لیوز آف ہیلنگ‘‘ کے نام سے جاری کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے طول وعرض میں اسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اس کے ماننے والوں میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ ڈوئی نے یہ کامیابی دیکھ کر 22 فروری 1896ء کو ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھی اوراس کانام ’’کرسچن کیتھو لک چرچ‘‘ رکھا۔1899ء یا 1900ء میں اس نے پیغمبری کادعویٰ کیا اور اس فرقہ کو ’’کرسچن کیتھو لک اپاسٹلک چرچ‘‘ کا نام دے دیا۔

اپنی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لئے اس نے ایک صیحون نامی شہر کی بنیاد رکھی اورظاہر کیا کہ مسیح اسی شہر میں نازل ہو گا۔ اس طریق سے اس کے مریدوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور مالی آمد میں یہاں تک اضافہ ہوا کہ سال کے شروع میں اسے دس لاکھ ڈالر اپنے مریدوں سے نئے سال کے تحفہ کے طور پر ملنے لگا اوروہ ملک میں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ انہی ترقیات کو دیکھ کر اس نے اپنے اخبار ’’لیوز آف ہیلنگ‘‘ میں لکھا۔ ’’اگر یہ ترقی اس طرح جاری رہی تو ہم بیس 20 سال کے عرصے میں ساری دنیا کو فتح کرلیں گے‘‘

ڈاکٹر ڈوئی اسلام کا بدترین دشمن

ڈوئی کی باتیں اور تقاریر، اسلام دشمنی سے بھرپور تھیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا اور مفتری خیال کرتا تھا۔ بلکہ اپنی خباثت اور گندی گالیوں سے اپنی تقاریر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا تھا اور کہتا تھا کہ اسلام کو ضرور ہلاک ہونا چاہیئے۔

یہ باتیں وہ نہ صرف اپنی تقاریر میں بیان کرتا بلکہ اپنے اخبار میں بھی شائع کرتا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں نشان 196 کے تحت لکھا آپ فرماتے ہیں:۔

واضح ہو کہ یہ شخص جس کانام عنوان میں درج ہے۔ (ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی امریکہ کا جھوٹا نبی) اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سیّد النبیّین و اصدق الصادقین وخیر المرسلین وامام الطیّبین جناب تقدّس مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بُغض دینِ متین کی وجہ سے اُس کے اندر سخت ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے

آگے موتیوں کا کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحیدِ اسلام کو بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا جانتا تھا اور تثلیث کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اتنا جوش رکھتا تھا کہ میں نے باوجود اس کے کہ صدہا کتابیں پادریوں کی دیکھیں مگر ایسا جوش کسی میں نہ پایا چنانچہ اس کے اخبار لیئوز آف ہیلنگ مؤرخہ19/دسمبر1903ء اور14/فروری 1907ء میں یہ فقرے ہیں۔ ’’میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہوجاوے اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے‘‘

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ’’اور پھر اپنے پرچہ اخبار 12/دسمبر 1903ء میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر کہتا ہے کہ ’’اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر رُوئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو۔‘‘

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے میرے دل کو دُکھ دینے والی ایک یہ بات تھی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور میں اس کا پرچہ اخبار لیئوز آف ہیلنگ لیتا تھا اور اُس کی بد زبانی پر ہمیشہ مجھے اطلاع ملتی تھی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 504-505)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ڈوئی کو مباہلہ کا چیلنج

جب ڈوئی اپنی شوخیوں اور بے باکیوں میں یہاں تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا ایک زبردست جوش پیدا کیا۔ چنانچہ حضورؑ نے ستمبر1902ء کو ایک مفصل اشتہار لکھا جس میں حضورؑ نے تثلیث پرستی پر تنقید کرنے اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

’’حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اس کو بھیجا ہے تاسب کو اس بات کی طرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں ...... اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہوجائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریمؑ کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں۔‘‘

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’سوہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہوجائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو باربار موت کی پیش گوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کردیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے کیوں کہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدامانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں۔اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔چاہیئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اورجب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور ان شاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعاکے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدانے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔ اوریادرہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کررہاہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندراندر پیدا ہو جائے گا اورمیں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہوچکے۔ ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔‘‘

پھر فرمایا: ’’اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچاہے اور درحقیقت یسوع مسیح خداہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہوجائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کردی۔اورپھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہوبلکہ کسی بیماری سے بجلی سے یا سانپ کے کانٹے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہواور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خداسچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔‘‘

حضرت اقدسؑ نے یہ اشتہار براہ راست ڈوئی کو بھجوادیا لیکن ڈوئی نے اس طریق فیصلہ کی طرف بھی ذرا توجہ نہ کی بلکہ حضور کو براہ راست اس کا جواب تک نہ دیا۔ اس پر مستزادیہ کہ اسلام کے خلاف پہلے سے زیادہ بدزبانی شروع کردی۔ چنانچہ اپنے ستمبر 1902ء کے پرچہ میں لکھا کہ:۔

’’میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اورمغرب اورشمال اورجنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹا دیا

جائے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 242-243)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مباہلہ کے چیلنج کو امریکہ کے اخبارات میں بھی شائع کرایا اور اس کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کی دعوت مباہلہ کی دھوم امریکہ و یورپ ہر جگہ مچ گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ 505 تا 508 پر 32 اخبارات کا ذکر فرمایا ہے جن میں حضور علیہ السلام کی دعوت مباہلہ اور آپ کے چیلنج کا ذکر ہے نیز فرمایا کہ یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔ چند اخبارات کے نام یہ ہیں۔

(1) شکاگو انٹرپریٹر 28/جون 1903ء۔ عنوان کیا ڈوئی اِس مقابلہ میں نکلے گا؟ دونوں تصویریں پہلو بہ پہلو دے کر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں ڈوئی مفتری ہے اور میں دعا کرنے والا ہوں کہ وہ اُسے میری زندگی میں نیست و نابود کردے اور پھر کہتے ہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کا یہ طریق ہے کہ خدا سے دعا کی جاوے کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے۔

(2) ٹیلیگراف 5/جولائی 1903ء۔ مرزا غلام احمد صاحب پنجاب سے ڈوئی کو چیلنج بھیجتے ہیں کہ اے وہ شخص جو مدعیٔ نبوت ہے آ۔ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ہم میں سے جو شخص کذّاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔

(3) ارگوناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر1902ء۔ عنوان انگریزی اور عربی (یعنی عیسائیت اور اسلام) کا مقابلہ دعا۔ مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں۔ پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے۔ اور جس کی دعا قبول ہو۔ وہ سچے خدا کی طرف سے سمجھا جاوے۔ دعا یہ ہوگی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُسے پہلے ہلاک کرے۔ یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔

(4) نیویارک کمرشل ایڈورٹائزر 26/اکتوبر 1903ء۔ اگر ڈوئی اشارتاً یا صراحتاً اس چیلنج کو منظور کرے گا تو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کرے گا تو بھی اس کے صیحون پر سخت آفت آئے گی۔

(جو دوست تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی میں سے تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔)

ڈوئی کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوت مباہلہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مسیح موعود ہوں جو آخری زمانے میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا۔ نیز حضور علیہ السلام نے یہ لکھا کہ ڈوئی اپنے دعویٰ رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دکھ کے ساتھ مرے گا اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

چنانچہ اس کے جواب میں بدقسمت ڈوئی نے دسمبر 1903ء کے کسی پرچہ میں اور نیز 26 ستمبر 1903ء وغیرہ کے اپنے پرچوں میں اپنی طرف سے یہ چند سطریں انگریزی میں شائع کیں۔ جن کا ترجمہ ذیل میں ہے۔

’’ہندوستان میں ایک بے وقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔‘‘

یہ وہ متکبرانہ رویہ تھا جو ڈوئی نے دکھایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’میں ہمیشہ اسبارہ میں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہو گا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ 15دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ اس کے ٹائٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہو گی وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہو گا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہو گا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہو گا

چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھاوے‘‘

(20؍فروری 1907ء)

مباہلہ کے نتیجہ میں ڈوئی کی ذلت آمیز اور عبرتناک موت اور ہلاکت

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور مباہلہ کا چیلنج۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی میں بیٹھ کر آپ نے امریکہ کے ڈوئی کو یہ چیلنج دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی اشاعت کے سامان تمام دنیا خصوصاً امریکہ اور یورپ میں کر دیئےیہ بھی خدا ہی کا کام تھا۔ کوئی انسان ہر گز ایسا نہ کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو خداتعالیٰ نےسنا اور اس جھوٹے نبی کو ذلت آمیز اور عبرتناک سزا۔ اور اس کےسارے کاموں پر تباہی آئی۔ اس کی تفصیل تاریخ احمدیت یوں بیان کرتی ہے:۔

ڈوئی کی اخلاقی موت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ڈوئی کے خدائی قہر کی زد میں آنے کی اولین صورت خود اس کے ہاتھوں یہ پیدا ہوئی کہ اس کی پیدائش ناجائز نکلی اور وہ ولد الحرام ثابت ہوا۔ یہ حقیقت اخبار ’’نیویارک ورلڈ‘‘ کے ذریعہ سے منکشف ہوئی جس نے ڈوئی کے سات خطوط شائع کئے جو اس نے اپنے باپ ’’جان مرے ڈوئی‘‘ کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارہ میں لکھے تھے۔ جب ملک میں اس امر کا چرچا ہونے لگا تو خود ’’ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی‘‘ نے 25؍ستمبر 1904ء کو اعلان کیا کہ وہ چونکہ ڈوئی کا بیٹا نہیں اس لئے ’’ڈوئی‘‘ کا لفظ اس کے نام کے ساتھ ہر گز استعمال نہ کیا جائے۔

فالج کا حملہ

اس اخلاقی موت کے ایک سال کے بعد یکم اکتوبر 1905ء کو اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ ابھی اس کے اثرات چل رہے تھے کہ 19؍دسمبر 1905ء کو اس پر دوبارہ فالج گرا اور وہ اس سخت بیماری سے لاچار ہو کر صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔

مریدوں کی کھلم کھلا بغاوت

جوں ہی ڈوئی نے صیحون سے باہر قدم رکھا اس کے مریدوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت ناپاک اور سیاہ کار انسان ہے۔ وہ مریدوں کو شراب بلکہ تمبا کو نوشی سے بھی روکتا تھا مگر خود گھر جا کر مزے سے شراب پیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تعلقات بعض کنواری لڑکیوں سے تھے۔ قریباً پچاسی لاکھ روپے کی اس کی خیانت بھی ثابت ہوئی کیوں کہ یہ روپیہ صیحون کے حساب میں کم تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس نے صرف بطور تحائف صیحون کی خوبصورت عورتوں کو دے دیا تھا۔ ان الزامات سے ڈوئی اپنی بریت ثابت نہ کرسکا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل 1906ء کو اس کی کیبنٹ کے نمائندوں کی طرف سے ڈوئی کو تار دیا گیا۔ کہ ہم تمہاری بجائے والوا کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں اور تمہاری منافقت، جھوٹ، غلط بیانیوں، فضول خرچیوں، مبالغہ آمیزیوں اور ظلم و استبداد کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔ اس تار میں اسے متنبہ کیا گیا کہ اگر اس نے نئے انتظام میں کوئی مداخلت کی تو اس کے تمام اندرونی رازوں کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

موت

اس نے یہ کوشش کی کہ عدالتوں کے ذریعہ صیحون پر اور روپے پر قبضہ حاصل کر لے مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ وہ صیحون کے شہر میں جہاں ہزاروں آدمی اس کے ادنیٰ اشارے پر چلتے تھے واپس آیا تو ایک بھی آدمی اس کے استقبال کے لئے موجود نہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے مریدوں کے سامنے اپیل کر کے ان کو پھر اپنا مطیع کر لے مگر چاروں طرف سے اس کے لئے مایوسی ہی مایوسی تھی۔ جسمانی طور پر اس کی حالت ایسی خراب ہو گئی کہ وہ خود اٹھ کر ایک قدم بھی نہ چل سکتا تھا بلکہ اس کے حبشی ملازم اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جارہے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہو گیا اور بالآخر 9؍مارچ 1907ء کی صبح کو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور خدا کے مقدس مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ ”کہ وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا“۔ عبرتناک رنگ میں پورے ہوگئے۔

امریکہ اور یورپ کے پریس کا تبصرہ ڈوئی کی ہلاکت پر

ڈوئی کی ہلاکت کا نشان دنیا کی تاریخ میں ایک غیر معمولی نوعیت کا نشان تھا جس نے مغرب کی مادیت پرست دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور امریکہ اور یورپ کے بعض اخبارات کو تسلیم کرنا پڑا کہ محمدی

مسیح کی پیشگوئی ایسی شان سے پوری ہوئی ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

(1) چنانچہ ’’شکاگو ٹربیبون‘‘ (10؍مارچ 1907ء) نے لکھا: ’’ڈوئی کل صبح 7 بج کر 40 منٹ پر شیلو ہاؤس میں مر گیا۔ اس وقت اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔‘‘

’’ڈوئی کے مرنے کے چند گھنٹے بعد ہی اس کی آراستہ وپیراستہ اقامت گاہ اور اس کے سارے سامان پر سرکاری ریسیور مسٹر جان ہارٹلے نے صیحون کے قرض خواہوں کے نام پر قبضہ کرلیا۔ جب ڈوئی کی نعش صندوق میں پڑی ہوئی تھی اس وقت سرکاری کسٹوڈین مکان کے احاطہ میں جائداد کی نگرانی کرتا رہا۔

یہ خود مصنوعی پیغمبر کسی اعزاز کے بغیر بالکل کس مپرسی کے عالم میں مر گیا۔ اس وقت اس کے پاس نصف درجن سے بھی کم وفادار پیرو موجود تھے جن میں باتنخواہ ملازمین من جملہ ایک حبشی کے شامل تھے۔ اس کے بستر موت پر کوئی قریبی عزیز نہ آیا۔ اس کی بیوی اور لڑکا جیمل مشی گن کے دوسری طرف والے مکان بین مکدو ہی میں اس عرصہ میں مقیم رہے۔

وہ آدمی جس نے دوسروں کو شفا دینے کا پیشہ اختیار کیا وہ خود کو شفانہ دے سکا۔ اس کی غیر مطیع سپرٹ کو اس بیماری کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا جو اس کو قریباً دوسال سے دبوچے ہوئے تھی۔ اس کا شفا دینے کا ایمان اس کے فالج اور دوسری پیچیدہ امراض کے سامنے بالکل بے طاقت ثابت ہوا۔‘‘ (ترجمہ)

(2) رسالہ ’’انڈی پینڈنٹ‘‘ (14؍مارچ 1907ء) نے لکھا۔

’’ڈوئی اپنی مذہبی اورمالی طاقت میں آنکھوں کو خیرہ کردینے والے کمال تک پہنچا مگر پھر یک لخت نیچے آگرا۔ اس حال میں اس کی بیوی، اس اس کا لڑکا،اس کا چرچ سب اس کو چھوڑ چکے تھے۔ اس نے اپنے مزعومہ پیغمبری مرتبہ کے لئے رنگارنگ کا ایسا لباس بنایا ہوا تھا جو یوسف یا ہارون نے کبھی نہ پہنا ہوگا ...... شہر صیحون کے لئے اوراپنی ذاتی شان وشوکت کے لئے اس نے ان اموال کو جو اس کی تحویل میں دیئے گئے ناجائز طورپر استعمال کیا۔ ایسے آدمی سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے ناجائز کام کرنا بھی مناسب ہے کیوں کہ ان کو یہ زعم ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ اخلاق دنیا کے مسلمہ نظریات سے بہت بلند ہے۔‘‘

(3) امریکن اخبار ’’ٹروتھ سیکر‘‘ (15؍جون 1907ء) نے ’’مرسلین کی جنگ‘‘ کے عنوان سے اداریہ لکھا۔

’’ڈوئی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔ اس نے نہ صرف یہ پیش گوئی کی کہ اسلام صیحون کے ذریعہ سے تباہ کردیا جائے گا بلکہ وہ ہر روزیہ دعابھی کیا کرتا تھا کہ ہلال (اسلامی نشان) جلد ازجلد نابود ہوجائے۔ جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تواس نے اس ایلیاء ثانی کوللکارا کہ وہ

مقابلہ کو نکلے اور دعا کریں کہ ”جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔“ قادیانی صاحب نے پیش گوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کرلیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کرجائے گا۔ اور اگر اس نے چیلنج کو قبول نہ کیا تو تب اس کا اختتام صرف کچھ توقف اختیار کرجائے گا۔ موت اس کو پھر بھی جلد پالے گی اور اس کے صیحون پر بھی تباہی آجائے گی۔ یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ صیحون تباہ جائے اور ڈوئی (حضرت) احمد (علیہ السلام) کی زندگی میں مرجائے۔ ”مسیح موعود“ کے لئے یہ ایک خطرے کا قدم تھا کہ وہ لمبی زندگی کے امتحان میں اس ”ایلیا ثانی“ کو بلائیں۔ کیونکہ چیلنج کرنے والا ہر دو میں سے کم وبیش پندرہ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ ایک ایسے ملک میں جو پلیگ اور مذہبی دیوانوں کا گھر ہو۔حالات اس کے مخالف تھے مگر آخر کار وہ جیت گیا۔“

(4) ”بوسٹن ہیرلڈ“ نے اپنے سنڈے ایڈیشن (مورخہ 23/جون 1907ء) کے ایک پورے صفحے میں اس پیش گوئی کی تفصیلات درج کیں اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورے قد کا بڑا فوٹو بھی شائع کیا اور مندرجہ ذیل دوہرے عنوان کے ساتھ اپنے مضمون کو شروع کیا۔ ”مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان انسان ہے“۔ ”آپ نے پہلے ڈوئی کی حسرت ناک موت کی پیش گوئی کی اور اب طاعون طوفان اور زلازل کی خبر دیتے ہیں“۔ ”23/اگست 1903ء کو مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے الیگزینڈرڈوئی موسوم بہ ایلیا سوم کی موت کی پیش گوئی کی جو اس مارچ میں پوری ہو گئی۔“ نیز لکھا۔

”یہ ہندوستانی صاحب مشرقی دنیا میں کئی برس سے مشہور ہیں۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ہی وہ مسیح صادق ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔ اور یہ کہ خداتعالیٰ نے آپ کو اپنی تائید سے نوازا ہے۔ امریکہ میں آپ کا تعارف1903ء میں ہوا جب کہ آپ نے ڈوئی سے مقابلہ کیا ...... آپ نے نہ صرف ڈوئی کی موت کی پیش گوئی کی تھی بلکہ یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زندگی میں مرے گا اور بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مرے گا“. ”اس وقت ڈوئی59 سال کا تھا اور یہ نبی75 سال کا۔“

”ڈوئی ایسی حالت میں مر گیا کہ اس کے دوست اس کو چھوڑ چکے تھے اور اس کی جائداد تباہ ہو چکی تھی۔ اس کو فالج اور دیوانگی کا حملہ ہوااور وہ ایسی حالت میں ایک دردناک موت مرا کہ اس کا صیحون اندرونی تفرقات سے پارہ پارہ ہوچکا تھا۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 246-250)

یہ وہی خنزیر تھا

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس کی موت پر 17 اپریل 1907ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں اس عظیم الشان پیشگوئی کے ظہور اور ڈوئی کے مرنے کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے لکھا کہ:۔

پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ اگر میں اُس کو مباہلہ کے لئے نہ بُلاتا اور اگر میں اُس پر بد دعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیّت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرا دیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذّاب ہے اور بار بار لکھا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس سے زیادہ کھلا کھلا معجزہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو سچا کرتا ہے اور کیا ہوگا؟ اب وہی اس سے انکار کرے گا جو سچائی کا دشمن ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 515 - 516 ایڈیشن 2009ء)

مکرم محمد جاوید صاحب نے اس عنوان پر اپنا ایک مضمون لکھا اور جو الفضل ربوہ 9مارچ 2000ء میں شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ڈوئی کی اس گستاخی کی اطلاع ملی تو آپؑ نے اللہ کے حضور اس فیصلے میں کامیابی کے لئے زیادہ توجہ اور الحاح سے دعائیں شروع کردیں۔

ڈوئی کی اخلاقی موت اس طرح ہوئی کہ کچھ ہی عرصہ بعد ایک شخص نے خود کو ڈوئی کے بیٹے کے طور پر پیش کردیا۔ 25/ستمبر 1904ء کو ڈوئی نے اس کا انکار کیا۔ قریباً ایک سال بعد یکم اکتوبر 1905ء کو ڈوئی پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ 19/دسمبر کو دوسرا شدید حملہ ہوا اور وہ بیماری سے لاچار ہو کر صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔ جونہی وہ صیحون سے نکلا تو مریدوں کو علم ہوا کہ وہ نہایت ناپاک، شرابی اور تمباکونوش انسان تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس نے ایک لاکھ سے زائد روپیہ صیحون کی خوبصورت عورتوں کو بطور تحائف دیدیا تھا۔ ڈوئی ان الزامات سے اپنی بریت ثابت نہ کرسکا۔ آخر اپریل 1906ء میں اس کی کونسل کے نمائندوں نے ہی اُس کو برطرف کرکے والوا کو اپنا قائد منتخب کرلیا۔ ڈوئی نے عدالتوں کے ذریعہ صیحون اور روپے پر قبضہ حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جب وہ واپس

صیحون آیا تو کوئی شخص بھی اُس کے استقبال کو موجود نہ تھا۔ جسمانی حالت ایسی تھی کہ خود ایک قدم بھی نہیں اٹھاسکتا تھا اور اُس کے حبشی غلام اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہو گیا اور 9؍مارچ 1907ء کی صبح بڑی حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔

اسی طرح الفضل 22 نومبر 2008ء میں ایک مضمون مکرم کریم ظفر ملک صاحب نے تحریر کیا جس میں یہ دلچسپ اور ایمان افروز بات بھی درج ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ 1972ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جب عالمی بینک میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے تو ایک دفعہ شکاگو تشریف لائے۔ خاکسار ان دنوں ILLINOIS سٹیٹ میں نیا نیا مقیم ہوا تھا اور بنک میں ملازم تھا۔ ایک دن محترم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم کا فون آیا کہ حضرت میاں صاحب ZOIN آرہے ہیں۔ اُسی روز ڈاکٹر صاحب ہمیں ایک بڑے Nursing Home میں لے گئے۔ اور ایک کمرہ میں لے جاکر ایک بوڑھے امریکی سے پوچھا کہ کیا تمہیں ڈاکٹر ڈوئی کے بارہ میں کچھ یاد ہے۔ تو اس نے برملا کہا کیوں نہیں میں خود اس کا پیرو کار تھا اور ZOIN کا ہی رہنے والا ہوں۔ وہ ہمارا مذہبی رہنما تھا اور بہت اثرو رسوخ والا اورمال دار انسان تھا اور ہزاروں اس کے مرید تھے۔ اسی اثنا میں دوسرے بستر والا شخص بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو چکا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے استفسار پر کہ آخر اس کا کیا ہوا؟ تو کہنے لگا کہ انڈیا کے کسی قصبے میں ایک شخص کے ساتھ اس کی خط و کتابت شروع ہو گئی تھی۔ اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ پھر کافی دیر اُن میں خط و کتابت رہی اور اخبارات کی سرخیاں بھی بنتی رہیں۔ بالآخر ڈاکٹر ڈوئی بہت ہی بیچارگی اور رنج و غم کی حالت میں مر گیا۔

اُس امریکی نے سوال کیا کہ ہم کیوں اس سے یہ پوچھ رہے ہیں اور کیا ہم اس انڈیا والے مہدی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ تو خاکسار نے برملا حضرت صاحبزادہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ ہاں یہ بزرگ انسان اُنہی کا پوتا ہے جنہوں نے ڈاکٹر ڈوئی کے اس طرح ہلاک ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ وہ امریکی تو جہاں حیران ہوا۔ مگر میری نظر جب حضرت میاں صاحب کے چہرے پر پڑی تو ان کا ایسا چہرہ خاکسار نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک نور کا پیکر انکساری سے آنکھیں جھکی ہوئیں اور یقیناً خداتعالیٰ کے اس نشان سے انتہائی متاثر اور ان کا چہرہ اس طرح دکھائی دیا کہ خود چہرے کا نور حضرت اقدس کی سچائی کی گواہی دے رہا ہو۔

ڈوئی کی موت کا ذکر شکاگو کے ٹریبیون اخبار نے یوں کیا تھا: ’’ڈوئی کل صبح 7 بجکر 40 منٹ پر شیلو ہاؤس میں مر گیا اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔ یہ خود ساختہ پیغمبر بغیر کسی اعزاز کے اور

بالکل کسمپرسی میں مر گیا“

نشان فتح عظیم اور زائن جماعت

خدا تعالیٰ کے فضل سے حق کا بول بالا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا عظیم الشان نشان حضرت مسیح موعودؑ کی دعائے مباہلہ کا ذریعہ ظاہر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب آخری زمانے میں مسیح موعود اور امام مہدی آئیں گے تو حکم و عدل ہوں گے۔ ان کے ذریعہ صلیبی عقائد کو پاش پاش کر دیا جائے گا نیز خنزیر کو بھی وہ قتل کریں گے۔ اس حدیث کے صحیح مصداق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہیں جنھوں نے زائن میں ڈوئی کے ساتھ مباہلہ کر کے اس خنزیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مباہلہ کے ذریعہ ہلاک کر کے دکھایا۔ کیوں کہ یہ خبیث باطن ہمارے پیارے آقا سید الانبیاء کو گالیاں دیتا اور نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا سمجھتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ یہاں اس زائن میں پہنچی اور ڈوئی کی عبرتناک موت سے یہاں پر توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند شان سے گاڑ دیا گیا اور اس کی آبیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا فرمایا کہ امریکہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مخلص اور فدائی جماعت قائم ہو گئی۔ خاکسار امریکہ میں کئی جماعتوں کی دن دگنی ترقی کا ذکر کرنے سے پہلے زائن کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بعد امریکہ کی ترقی کی طرف آؤں گا۔ ان شاء اللہ

کچھ زائن جماعت کے متعلق

1965ء تک یہاں جماعت نہ تھی۔ شاید ہی یہاں کوئی احمدی آیا گیا ہو۔ جس وقت امریکہ میں صرف چند ایک مبلغین ہی کام کر رہے تھے۔ یہاں پر سب سے پہلے مولوی شکر الٰہی صاحب تشریف لائے۔ آپ 1945ء سے امریکہ میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ 1964ء میں مولوی شکر الٰہی صاحب نے شکاگو میں خدمت سرانجام دی اس کے بعد آپ زائن میں متعین ہوئے۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم ابن حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب خالد احمدیت یہاں آکر سیٹلڈ ہوگئے۔ آپ محترم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر امریکہ کے بڑے بھائی تھے۔ مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس پیشہ کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر تھے۔ آپ نے ڈوئی کے ماننے والے کچھ بوڑھے لوگوں کا علاج بھی کیا تھا۔ ڈاکٹر

صلاح الدین صاحب کی فیملیزاور بھائیوں کے علاوہ زائن کے ارد گرد کچھ لوگ تھے جن کو ملا کر زائن کی جماعت بنی اور یہ سب زائن ہی میں اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھتے اور میٹنگز کرتے تھے۔

محترم علی رضا صاحب اور ان کی اہلیہ ناصرہ رضا صاحبہ اس علاقہ کی مقامی احمدیوں میں ایسے ہیں جنہوں نے یہاں تبلیغ کی۔ اگرچہ یہ دونوں سینٹ لوئس سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر دو یہاں کے ہی اپنی وفات تک ہو کر رہ گئے تھے۔ محترم علی رضا صاحب نے 1947ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ ناصرہ رضا صاحبہ کی والدہ صاحب محترمہ طاہرہ رشیدہ صاحبہ سب سے زیادہ عمر پانے والی خاتون تھیں جو کہ 103 سال تک زندہ رہیں۔ اس کے بعد تبلیغ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی محبت پیدا کر دی اور سکول و کالج کے طلباء اور دیگر لوگ احمدیت میں داخل ہوئے جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

فضل عمر صاحب۔ احمد خالد صاحب۔ محمد رشید صاحب۔ بشیر محمود صاحب۔ صدیقہ محمود صاحبہ۔ عالیہ رشید صاحبہ۔ عبدالحکیم صاحب۔ حمیدہ حکیم صاحبہ۔ ناصر حکیم صاحب۔ حسن حکیم صاحب (صدر زائن رہے ہیں)۔ فضل کریم صاحب۔ عبدالکریم صاحب (یہ شکاگو جماعت کے بڑے عرصہ تک صدر جماعت رہے ہیں) بشیر داؤد صاحب۔ مصطفیٰ عبداللہ صاحب۔ قدیرہ عطاء صاحبہ۔ عزیز ڈار صاحب۔ ذکی ڈار صاحب۔ حافظ ڈار صاحب۔ فکیرہ احمد صاحبہ۔ امینہ حکیم صاحبہ۔ احمد نور الدین صاحب۔ احمد خالد صاحب اور محمد صادق صاحب۔ ان میں سے بعض احمدی احباب اپنی نمازوں، میٹنگز کے لئے احمدی گھروں میں اکٹھے ہوتے تھے۔ نمازیں بھی وہاں ہی جماعت کے ساتھ پڑھنے، تبلیغ کے پلان بھی بناتے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ نماز جمعہ کے لئے احباب جماعت نے کرایہ پر جگہ حاصل کرنی شروع کی یہ ایک ہوٹل تھا اور گرانڈ ایونیو اور جے نی سی سٹریٹ پر واقع تھا۔ اب تو یہ ہوٹل وہاں نہیں رہا۔

زائن کی یہ جماعت واکیگن کی جماعت کہلاتی تھی۔ جو کہ آفیشل 1969ء میں بنی اور پھر اس میں عہدے داروں کا انتخاب مولوی شکر الٰہی صاحب نے کر ایا۔ فضل عمر صاحب اس جماعت کے پہلے صدر بنے۔ اور عالیہ رشید صاحبہ صدر لجنہ منتخب ہوئیں۔ اس کے بعد یہاں کی احمدیہ کمیونٹی نے ریلوے سٹیشن کے قریب ڈاؤن ٹاؤن میں ایک جگہ اپنی تبلیغی، تربیتی سر گرمیوں کے لئے چنی۔

وسکانسن کے ساؤتھ ایسٹرن علاقہ کا ایک شہر Racine (رے سن) میں 1979ء میں یہ جماعت اکٹھی ہوئی تھی۔ جو بعد میں زائن کی جماعت کہلائی۔ یہ یاد رہے کہ شروع شروع میں اس بڑے ملک امریکہ میں لوگ کوئی کہیں تو کوئی کہیں رہتا تھا۔ اور اب بھی ایسے ہی ہے لیکن اب جماعت بڑی ہوئی ہے۔ لیکن اس وقت کوئی ایک سٹیٹ میں تو دوسرا کسی اور سٹیٹ میں پھر جو نزدیکی شہر بنتا اس میں سب اکٹھے ہوجاتے

تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آہستہ آہستہ احمدیوں کی تعداد تبلیغ کے ذریعہ بڑھنے لگی اور شہروں میں لوکل طور پر جماعتیں قائم ہوئیں جب یہ سب لوگ ریسن (Racine) میں اکٹھے ہونے لگے تو یہاں پر مکرم ابو بکر صاحب پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ صدر بنے لیکن اس وقت بھی مکرم ابو بکر صاحب ہی زائن جماعت کے صدر ہیں۔ اور آپ کی اہلیہ سسٹر Dhiya Bakr۔ صدر لجنہ اماء اللہ یو ایس اے ہیں۔ ابو بکر صاحب کے بعد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب صدر جماعت زائن منتخب ہوئے مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب کے گھر پر نمازیں اور میٹنگز ہوتی رہیں۔ 1983ء میں جماعت نے یہاں پر مشن ہاؤس کے لئے ایک عمارت خریدی۔ یہ جگہ Gabriel Ave 2103 پر واقع ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کی قیادت میں ایک بڑی جگہ خریدی ہے۔ جس میں گذشتہ سال ایک بڑی مسجد کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اس وقت تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

(نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مولوی شکر الٰہی صاحب جماعت سے خلافت ثالثہ میں الگ ہوگئے تھے۔)

جماعت احمدیہ امریکہ کی ترقی کی موجودہ صورت حال

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ دن رات خلافت کے زیر سایہ ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس وقت جماعت امریکہ کی ترقی کی مختصر سی جھلک پیش کرتا ہوں۔

تعداد جماعت: 64۔ نوٹ اس سے قبل جماعتوں کی تعداد 74 بیان کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جماعتیں کم ہو گئی ہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بڑی شہروں کی جماعتوں میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ مثلاً لاس اینجلس، شکاگو، سان فرانسسکو، نیویارک، میری لینڈ، ورجینیا کی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں میں شامل ہو گئی ہیں۔ اس لئے تعداد میں کمی ہے لیکن تعداد کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے تعداد بڑھی ہے۔ الحمد للہ۔

تعداد مساجد: سن 2020ء تک مساجد کی تعدد 56 ہے۔

تعداد مشن ہاؤسز: 60۔ اس میں 4 جگہیں کرایہ پر حاصل کی ہوئی ہیں۔

مبلغین کی تعداد: 2020ء تک 35 تھی۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے زیادہ ہوچکی ہے۔

زائن جماعت میں نئی مسجد "فتح عظیم" کا سنگ بنیاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 10 جولائی 2021ء کو زائن بینٹن ٹاؤن شپ ہائی سکول (Zion Benton Township High School) کے ایڈوٹوریم میں ایک عالی شان اور پروقار تقریب کا آغاز ہوا۔ جس میں ہمارے نائیجیرین بھائی مکرم حافظ مبارک احمد صاحب کو کوئی نے پرسوز آواز میں تلاوت قرآن کریم کی۔ اس کے بعد مکرم جنید لطیف صاحب نے تقریب کا تعارف کرایا۔ اور مکرم ابو بکر صاحب صدر جماعت زائن نے سب کو خوش آمدید کہا۔ مکرم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر امریکہ نے اس موقعہ پر زائن مسجد کے بارے میں تفصیلات بیان کیں۔

مکرم انور محمود خان صاحب نے جو ہمارے نیشنل سیکرٹری تحریک جدید ہیں نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانیوں کا ذکر کیا ہے کہ یہ رقم کس طرح حاصل ہوئی اور احباب جماعت کے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ اس کے بعد کانگرس کے ممبر جو الیناس سٹیٹ کے ڈسٹرکٹ8 سے تعلق رکھتے ہیں نے جماعت احمدیہ کی خدمات اور مسجد کی تعمیر پر جماعت کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد زائن کے میئر نے تقریر کی۔ اور جماعت احمدیہ کی تاریخی خدمات کو سراہا اور خصوصاً زائن کے حوالہ سے مسجد کی تعمیر کو سراہا۔ ان کے بعد Mr. Joyce Mason اور پولیس کے انچارج لیک کونٹی الیناس نے تقاریر کیں۔

اس موقعہ پر ممبر آف کانگرس Ms Gwen Moore کا پیغام خط کی صورت میں مکرم جنیدلطیف صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اور پھر سب سے آخر میں مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمدصاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے تقریر فرمائی۔ سب کا اس خوشی اور بابرکت تقریب میں شامل ہونے پر شکریہ ادا کیا۔ اور اسلام میں مسجد کی اہمیت کوبیان کیا۔ یہاں پر ممبر آف کانگرس مِس گی ون مورکے خط اور ترجمہ دیا جارہا ہے۔

اس موقعہ پر ممبر آف کانگرس مِس گیون مُور(Gwen Moore) نے اپنے پیغام میں کہا۔

"یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ میں امریکہ کی احمدیہ مسلم کمیونٹی کو 10 جولائی 2021ء کو زائن الینوائے میں پہلی بامقصد مسجد کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ جس طرح آپ نے صیحون میں پہلی بامقصد مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی بالکل اسی طرح مذہبی کمیونٹیز، شہر ملوا کی کو برقرار رکھنے کی ہی بنیاد ہیں۔ کسی بھی خاندان، کمیونٹی اور یہاں تک کہ فرد کی مضبوطی کی جڑ مذہبی استقامت اور عزم میں ہی پیوست ہیں۔

یہ اسلامی کمیونٹی، ملوا کی شہر کی سب سے بڑی اور مضبوط ترین مذہبی برادریوں میں سے ایک ہے۔ خاص طور

پر میرے کانگریشنل ڈسٹرکٹ میں مجھے مختلف قوموں کے بہت سے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے پر فخر ہے۔ میرے ضلع کی احمدیہ مسلم کمیونٹی اور ملک بھر کی باقی تمام احمدیہ مسلم جماعتیں ان اقدار کی عکاسی کرتی ہیں جن کے لئے ہم بحیثیت قوم ہر روز کوشش کرتے ہیں۔ جیسے پڑوسیوں سے محبت، شہری کے فرائض، اور مصیبت میں مضبوط ایمان۔

میں احمدیہ مسلم کمیونٹی کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اپنے چوتھے کانگریگیشنل وومن ہونے کے طور پر نمائندگی کا موقع دیا۔ میں خاص طور پر آپ کے نیشنل امیر مرزا مغفور احمد کو بھی سراہنا چاہوں گی۔ جو ہم میں آج موجود ہیں۔ میں آپ کے عالمی سربراہ مرزا مسرور احمد صاحب کی قیادت کو بھی خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ جنہوں نے اس ملک کی 60 سے زائد جماعتوں سمیت پوری دنیا میں احمدیہ مسلم کمیونٹی کی ترقی کی قیادت کی ہے۔ انہوں نے عالمی امن اور بین المذاہب شراکت داری کے لئے انتھک جدوجہد کی ہے۔ ان تمام لوگوں کے لئے اونچی آواز بننے کے لئے انتھک جہدوجہد کی ہے۔ ان لوگوں کے لئے اونچی آواز بننے کے لئے آپ کا شکریہ جو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے امن اور بہبود کے لئے نہیں بول سکتے۔

وسکانسن 4th کانگریشنل ڈسٹرکٹ کی جانب سے میں اور میرا عملہ پہلی بامقصد تعمیر شدہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

گیون مُور ممبر آف کانگرس

مکرم ڈاکٹر محمود احمد صاحب ناگی کولمبس سے اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں جو الحکم کی اشاعت میں ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی مباہلے کی دعا کے نتیجے میں ڈاکٹر ڈوئی 1907ء میں ایک اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہو کر اُنسٹھ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ سچائی کا بول بالا ہوا۔ ایوننگ امریکن شکاگو (Evening American Chicago) نے 9 مارچ 1907ء کی اشاعت میں ڈاکٹر ڈوئی کی کہانی کے خلاصہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں قلم بند کیا:۔

فتح عظیم اور المناک ناکامی نے ڈاکٹر ڈوئی کی زندگی کو داغدار کیا۔ اس نے چند بڑے کام انجام دیئے لیکن اس کے برعکس بدنامی کا باعث بننے والے کام اچھے کاموں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس نے ایک عقیدہ روشناس کرایا لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس نے ایک شہر بسایا اور وہ اسی شہر سے دربدر کیا گیا۔ اس نے لاکھوں ڈالرز کی جائیدادیں بنائیں لیکن وہ شخص غربت کے اندھیروں میں ڈوب گیا۔ طاقت کے نشہ نے

جو وقت اسے بخشی اسی نے ہی اسے خوار کیا۔ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی لیکن جب وہ لقمہ اجل بنا تو سوائے چند وفاداروں کے سب اسے چھوڑ گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے اب اسلام کی تبلیغ اور ترقی کے لئے زائن شہر میں ایک الشان کمپلیکس تعمیر کر رہے ہیں۔ اس جگہ پر ایک مسجد تعمیر ہو گی جس کا نام ''مسجد فتح اسلام'' رکھا گیا ہے۔ اس کمپلیکس کے سنگ بنیاد کی تقریب مورخہ 10 جولائی 2021ء تک پائے تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ یہ منصوبہ 8 ایکڑ راضی پر مشتمل ہے۔ اور لیوز ایونیو (Lewis Avenue) اور ستائیس سٹریٹ (27th Street) پر واقع ہے۔ اس منصوبے کی لاگت کا تخمینہ 50 لاکھ ڈالر لگایا گیا ہے۔ عمارت کا ڈیزائن جدید اور روایتی طرزِ تعمیر کا شاہکار ہو گا جو عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ ان کا رقبہ تقریباً 13000 مربع فٹ ہو گا۔ مرکزی جگہ پر نماز کے لے ایک بڑا ہال اور کمیونٹی روم (Community Room) بنے گا جبکہ باورچی خانہ تہ خانے میں بنے گا۔ اسلامی طرز کا ایک مینار اس کمپلیکس کی شان کو دوبالا کر دے گا۔ تمام عمارتیں تین ایکڑ رقبہ پر محیط ہوں گی جبکہ بقیہ سات ایکڑاراضی دوسرے کاموں کے لئے استعمال ہو گی۔ کافی بڑا حصہ گرین ایریا (Green Area) ہو گا۔ اس کے علاوہ اس کمپلیکس کا ایک ضروری جزو ایک دوسرے ہال کی تعمیر ہے۔ جس میں تاریخی نوعیت کی دستاویز اور تصاویر کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ قیمتی نوادرات امریکی تاریخ احمدیت کو اجاگر کریں گے۔

سنگِ بنیاد کی تقریب زائن بینٹن ٹاؤن شپ سکول (Zion Benton Township School) میں منعقد ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے سرکردہ عہدیدار، کانگرس کے چند شرکاء، کاونٹی (County) کے مقتدر اربابِ اختیار اور مقامی قانون نافذ کرنے والے احباب خاص طور پر مدعو کئے گئے تھے۔

زائن شہر کے میئر بلی میکینی (Billy McKinney) نے تقریب کے آغاز میں سپاس نامہ پیش کیا۔ امیر جماعت احمدیہ امریکہ مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب اس تقریب کے روحِ رواں اور کلیدی مقرر تھے انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:۔

''اسلام میں مسجد کا مقام صرف خدا کے گھر کا ہی نہیں جہاں مسلمان باجماعت عبادت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ یہ جگہ امن و سلامتی اور اسلامی اخوت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ مسجد احمدیہ جماعت زائن کو ایک خدائے واحد کی پرستش کی ذمہ داری اور اس کی مخلوق کی دیکھ بھال یاد دلاتی رہے گی۔''

ظہرانے کے بعد کئی مہمانوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد احباب نے کمپلکس اور مسجد کی بنیادوں میں اینٹیں رکھیں۔ تقریب کے آخر میں احمدیہ مسلم کمیونٹی زائن کے صدر مکرم ابوبکر نے اپنی ٹیم کے احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے انتھک محنت سے اس منصوبے کے لئے دن رات کام کیا۔

مسجد کا نام مسجد فتح عظیم

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مسجد کا نام ''مسجد فتح عظیم'' عطا فرمایا ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔ اس خوشی اور بابرکت موقعہ پر تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد پیش ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔ 10 جولائی 2021ء کو جو تقریب ہوئی اس سارے پروگرام کا انعقاد ہمارے نیشنل سیکرٹری امور خارجیہ مکرم امجد محمود خان صاحب اور ان کی ٹیم کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

اس تقریب کے بعد مکرم امیر صاحب صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب تمام احباب کی معیت میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی جگہ کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ اور سنگ بنیاد رکھا۔ امید ہے یہ مسجد اس سال کے پہلے چوتھائی حصہ میں ان شاء اللہ مکمل ہو گی۔ اور ہم انتظار کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کا خود افتتاح فرمائیں گے۔ آمین

اس تقریب میں خاکسار کو بھی شامل ہونے کی سعادت ملی۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔

زائن سے متعلق معلومات اور فوٹوز مکرم ناصر الدین شمس صاحب ابن مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم جو حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کے پوتے ہیں نے مہیا فرمائیں۔فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیۡرًا۔

خاکسار دوبارہ یہ بات دہرانا چاہتا ہے کہ لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ ڈوئی کتنا مشہور، امیر اور طاقتور انسان تھا۔ پوری دنیا اس کو جانتی تھی اور سیاستدان بھی اس کی تائید کرتے تھے۔ وہ ایک ایسا بافراست انسان تھا جس پر مذہبی حکومت کو قائم کرنے کے لئے اعتماد کیا جاتا تھا۔ وہ پرانے عہد نامہ کے قوانین کا سخت پیرو کار تھا۔ اس نے اپنے نمائندگان کو سور کا گوشت کھانے، شراب نوشی اور تمباکو نوشی کرنے سے سخت منع کر رکھا تھا اس کو یہ بھی لگتا تھا کہ تمام بیماریاں روحانی علاج سے ٹھیک ہوسکتی ہیں اور وہ ان کے لئے میڈیکل کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

اپنے نقطہ نگاہ سے جب اس نے زائن شہر کی منصوبہ بندی کی تو اس نے زمین کا ایک بڑا پلاٹ خریدا جو مشی گن جھیل پر تھا اور دو بڑے شہروں (شکاگو اور ملواکی) کے درمیان میں تھا اور ٹرین اسٹیشن اس سے آدھے راستے پر واقع تھا۔ اس نے شہر کو یونین جیک برطانیہ کے جھنڈے کی طرف پر وضع کیا اور اس نے گرجا گھر کو بالکل مرکز میں رکھا جہاں دونوں صلیبیں ملتی تھیں اور ہر گلی کا نام بائیبل سے رکھا۔ یعنی اس شہر کو مسیح کی دوسری آمد کے استقبال کے لئے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ ڈوئی کو یقین تھا کہ وقت قریب ہے اور یہ

پیشگوئی اس نے 1902ء میں کی تھی کہ یہ 25 سال کے اندر اندر ہو گا۔ شائد اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خود کو ایلیا کہتا تھا جو آخری دنوں میں مسیحا کے ظاہر ہونے کا راستہ ہموار کرے گا۔ ہاں اس شخص نے غرور و تکبر سے مسیح محمدی کے بارے میں کہا تھا۔

''ہندوستان کا ایک بے وقوف محمدی مسیح مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تُو کیوں اس شخص کو جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کو جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو مَیں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 509)

پس یہ وہی مسیح محمدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہے کہ جس کی دعا سے یہ شخص نابود اور ذلت کی موت سے مرا۔ اور اس طرح توحید باری تعالیٰ، اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو کر ایک ''فتح عظیم'' کا نشان بن گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 9 مارچ 2022ء)

(82)

حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک دور کی ایک جھلک

(منصور احمد)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور محبوب بندے سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات نازل کر کے آخری زمانے میں ایک غلام صادق کے آنے کی خبر دی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہو گا جو آپ کے ظل کے طور پر آئے گا اور احیائے اسلام کرے گا تو آپ نے اس مجلس میں بیٹھے تمام قریشی، سید، عربی اور عباسی کو چھوڑتے ہوئے ایک فارسی الاصل صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ

یعنی وہ شخص اس قوم سے تعلق رکھنے والا ہو گا اور ایمان کو ثریا سے بھی واپس لے آئے گا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 4897)

سرور کائنات فخر موجودات حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اپنی امت کے متعلق فرمایا امتیں دو ہی بہتر ہیں ایک وہ جس میں مجھے بھیجا گیا اور دوسری وہ جس میں مسیح ابن مریم نازل ہو گا۔ چنانچہ ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یقیناً پتہ چلتا ہے کہ جس قوم اور بستی اور جگہوں میں خدا کے برگزیدہ اور محبوب اپنے قدم رکھتے ہیں وہ جگہیں، وہ بستیاں مبارک کر دی جاتی ہیں اور وہ وجود خود بھی مبارک کہلاتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کے دن 13 فروری 1835ء کو برصغیر کے ایک گاؤں قادیان میں ایک آفتاب اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ طلوع ہوا جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوتے ہوئے کل عالم کو روشن کردیا۔ اس مبارک وجود کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام ہے۔ آپ 14 شوال 1250ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور والدہ ماجدہ کا نام چراغ بی بی صاحبہ ہے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قرآن کریم کے علاوہ عربی، فارسی کی گرائمر اپنے اساتذہ سے حاصل کی۔ آپ

نے ان تعلیمات کے ساتھ ساتھ کچھ دوسری تعلیم حاصل کرتے ہوئے اپنا پاکیزہ بچپن گزارا۔

16 برس کی عمر میں آپ کی شادی آپ کی ماموں زاد محترمہ حرمت بی بی صاحبہ سے کر دی گئی۔ آپ کے بطن سے دو صاحبزادوں نے جنم لیا ایک حضرت مرزا فضل احمد صاحب جو کم عمری میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور دوسرے خان بہادر، مرزا سلطان احمد صاحب جنہوں نے انتظامی امور میں ملک و قوم کی خدمت کی اور آپ نے اپنی آخری عمر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے وطن سیالکوٹ کے رہائشی آپ کی صداقت کا ایک نشان ہیں کیونکہ آپ نے سیالکوٹ میں 1860ء سے 7 سال کا عرصہ ملازمت کرتے ہوئے بسر کیا۔ اپریل 1867ء کو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا جس کے باعث آپ کو سیالکوٹ سے رخصت ہونا پڑا۔

پھر الٰہی منشاء کے تحت آپ کے والد ماجد کا انتقال 1876ء میں ہوا۔ یاد رہے کہ آپ کے والد ہی اس خاندان کے کفیل تھے۔ وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی معاشی کمزوریوں کی فکر ہونے لگی لیکن خدا تعالیٰ کبھی بھی اپنے برگزیدہ کو اکیلا نہیں چھوڑا کرتا بلکہ ان کا کفیل آپ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس برگزیدہ کو دلاسہ دیتے ہوئے الہام فرمایا

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

چنانچہ ہم صداقت کے نشان کے طور پر دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کس طرح اپنے اس وعدے کو نبھایا کہ آج ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی جماعت پھلتی پھولتی جارہی ہے اور دشمن ہزار کوششیں بھی کر لے لیکن وہ اس الٰہی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ آج اس جماعت کے لیڈر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں خلیفہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الہام کی شان و شوکت کا علم تھا اسی لئے آپ نے اس الہام کو ایک انگوٹھی پر لکھوا کر ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور آج یہ انگوٹھی آپ علیہ السلام کے ایک الہام انی معك یامسرور کے مصداق ہمارے پیارے موجودہ امام کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ آمین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد صاحب نے اپنی ہی زندگی میں مسجد اقصیٰ قادیان میں تعمیر فرمائی اور آپ ہی کی وصیت کے مطابق آپ کی تدفین اسی مسجد کے صحن میں ہوئی۔

اسلام کے دور اول میں دفاعی جنگیں لڑی گئیں جنھیں جہاد اصغر کا نام دیا گیا لیکن اسلام کے اس دور میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قلمی جہاد کے ذریعہ قرآن کریم کی عظمت اور توحید باری تعالیٰ کے ذریعے اسلام کے جھنڈے کو پوری دنیا میں بلند کیا اور اسی قلمی جہاد کے ذریعہ آج اسلام احمدیت کا پیغام 213 سے زائد ممالک میں پھیل چکا ہے۔ آپ علیہ السلام نے 80 سے زائد کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت 1880ء میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(النجم: 4-5)

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میری بات ہوا کرتی ہے۔ قرآن کریم کی صداقت کو اس زمانہ میں بھی پورا ہوتے ہم نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوئی کہ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ (مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 10418) کہ آنے والا امام مہدی جب شادی کرے گا تو اس کی عظیم الشان اولاد ہو گی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1884ء میں اس زمانے کی خدیجہ، سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے شادی کی اور آپ سے وہ عظیم الشان اولاد ہوئی جس نے اسلام کے جھنڈے کو پوری دنیا میں گاڑھ دیا۔ اس اولاد میں کوئی مصلح موعود ٹھہرا اور کوئی قمر الانبیاء اور کوئی وہ باشاہ آیا کا مصداق ٹھہرا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظریہ 1886ء کا سال وہ مبارک سال ثابت ہوا جس میں آپ نے ہوشیار پور میں چلا کشی کی اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے انعامات اور خوشخبری سے نوازا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مظفر تجھ پر سلام۔

23 مارچ 1889ء وہ مبارک دن ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے چالیس افراد سے بیعت لی اور سلسلہ احمدیہ کا آغاز فرمایا اس کے بعد 1890ء میں آپ نے اللہ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح ابن مریم وفات پا چکا ہے۔ مسیح ابن مریم کی وفات کے عنوان کو لیتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1890ء کے بعد کے سالوں میں بہت سی کتب تحریر فرمائیں اور بہت سے علماء کو چیلنج بھی کیا مگر کوئی مخالف آپ کے روبرو نہ آیا اور جو آیا وہ شکست اور ذلت سے دوچار ہوا۔

1891ء کا سال جماعت احمدیہ کے لیے برکتوں اور فضلوں کی بہاریں لے کر آیا جب 27 دسمبر 1991ء کو

پہلی بار جلسہ سالانہ ہوا اور 75 افراد نے اس جلسے میں شرکت فرمائی اور آج جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ الحمدللہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا کہ یکسر الصلیب کہ وہ صلیب کو توڑ دے گا۔ یہ پیشگوئی اس وقت جلوہ گر ہوئی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبداللہ آتھم جیسے مخالف کے ساتھ مباحثہ کیا بعد میں اس مباحثہ کو جنگ مقدس کا نام دیا گیا اور آپ نے دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ذریعے دشمنوں کے منہ بند کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے کے عقیدہ کو غلط ثابت کیا۔

جان و دل فدا اس وجود اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اس نے خدا سے خبر پا کر آنے والے مسیح موعود کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا آیا کہ اس کے زمانے میں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں گرہن لگے گا یہ پیشگوئی مارچ اور اپریل 1894ء میں اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی۔ خاکسار یہاں ضمناً عرض کرنا چاہتا ہے کہ خاکسار کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی بدولت ہوا کیونکہ ہمارے آباؤ اجداد سکھ مذہب کو ماننے والے تھے اور ان کی کتب میں لکھا ہے کہ آنے والے مہدی کی نشانی کسوف و خسوف کا ظاہر ہونا ہے۔

یہاں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اس کتاب میں اسلام کی سچائی بیان ہوئی ہے اور اس میں مذکور مضامین نے اس زمانہ میں اسلام کو تقویت بخشی ہے۔ خدا نے اس کتاب کے لکھنے سے قبل ہی آپ علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ یہ مضمون بالا رہے گا اور یہ الہام اپنی پوری شان کے ساتھ پورا ہوا جب جلسہ مذاہب عالم میں اس مضمون اور کتاب کو پڑھ کر سنایا گیا۔

1897ء میں جماعت احمدیہ کا پہلا رسالہ الحکم جاری ہوا اور اس کے بعد رسالہ البدر کی اشاعت بھی شروع ہو گئی۔ ان اخباروں نے ایسی اعلیٰ خدمت کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام نے فرمایا کہ یہ میرے بازو ہیں۔

1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا۔

جماعت احمدیہ میں بہت سے وفا شعار اور صدق کے نمونے دکھلانے والے جانثار موجود ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہی میں جن جان نثاروں نے صدق کے نمونے دکھلائے ان میں حضرت صاحبزادہ

عبداللطیف صاحب شہید بھی ہیں جن کو 1903ء میں کابل کی سر زمین پر شہید کر دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے والوں نے جہاں صدق کے نمونے دکھلائے وہاں اپنے علمی معیار کو بلند کیا اور اپنے علم کو تبلیغ کی ضرورت سمجھتے ہوئے استعمال کیا۔ 1905ء میں جب دو جید صحابہ ، علمائے دین حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت برہان الدین صاحب جہلمی کی وفات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اس چیز کی ضرورت محسوس کی کہ اس جماعت میں علماء کی کثیر تعداد ہونی چاہیے اور ایک مدرسہ قائم ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ احمدیہ کا قیام فرمایا جو بعد میں جامعہ احمدیہ کے نام سے موسوم ہوا اور آج جامعہ احمدیہ دنیا کے کئی ممالک میں قائم ہو چکے ہیں۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں آنے والے مسیح کی خبر دی وہاں خلافت علی منہاج النبوہ کی خوشخبری بھی دی 1905ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کووفات کی خبریں دینا شروع کر دیں تو آپ علیہ السلام نے رسالہ الوصیت تحریر فرمایا اور بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی آپ نے ہمیں خلافت علی منہاج النبوہ کی نوید بھی سنائی۔

27 اپریل 1908ء کو آپ نے اپنا آخری سفر لاہور کی طرف اختیار فرمایا اور وہاں آپ ایک ماہ تک قیام پذیر رہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بلاوا آگیا اور آپ 26 مئی 1908ء کو یہ کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے کہ اللہ میرے پیارے اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیرالمرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔۔۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔‘‘

(ازالہ و اوہام صفحہ 69)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 مارچ 2022ء)

(83)
”دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری“

(ابو عثمان)

چہرہ شناسی ایک علم ہے جسے اصطلاح میں قیافہ شناسی کہا جاتا ہے۔یہ علم قدیم سے چلا آتا ہے جس میں کسی کے چہرے کو دیکھ کر اس کے کردار و افکار کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ گویا چہرہ انسانی اعمال و افعال کی منہ بولتی تصویر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامورین کی شناخت کا ایک ذریعہ ان کی ظاہری شباہت ہوتی ہے جس کو دیکھ کر حق کے متلاشی اسے پہچان لیتے ہیں۔ انسانی چہرے روحانی میدان میں کیا اثرات رکھتے ہیں اس سے متعلق چند دلچسپ واقعات پیش ہیں۔

یہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو کہ اسلام لانے سے قبل ایک یہودی عالم تھے اور اسلام لانے سے قبل آپؓ کا نام حصین بن سلام تھا۔ آپؓ کا کہنا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور لوگ آپؐ کی مبارک مجلس میں سب سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرنے لگے تو میں نے بھی ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ جب میں نے آپؐ کے مبارک اور روحانی و نورانی چہرے کی زیارت کی تو میں سمجھ گیا کہ یہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے اور ایمان لے آیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم باب چہارم از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

”حجت اللہ القادر و سلطان احمد مختار“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”آج اس موقع کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اور اُن پر لکھا ہوا تھا کہ فتح کا نقارہ بجے۔ پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری۔ جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رعبناک جیسے سپہ سالار مسلح فتح یاب ہوتے ہیں اور تصویر کے

یمین و یسار میں حجت اللہ القادر و سلطان احمد مختار لکھا تھا۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ،روحانی خزائن جلد اول صفحہ 615)

موجودہ زمانہ جس میں تصویر کشی کے جدید ذرائع پیدا ہو چکے تھے،حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کے لیے ایک کار گر ہتھیار پایا۔

فوٹو گرافی کا مقصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اوّل خواہشمند ہوتے ہیں جواُس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے۔ اور اکثر اُن کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ بباعث ہزار ہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں لہٰذا اُس ملک کے اہلِ فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علمِ فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے۔ اور ایک امریکہ کی عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 366)

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا:

”ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویریں بھیج دیں، کیونکہ ان لوگوں کا عام مزاج اس قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اس کی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 18-19)

نیز فرمایا:

”ہم نے جو تصویر فوٹو لینے کی اجازت دی تھی وہ اس واسطے تھی کہ یورپ امریکہ کے لوگ جو ہم سے

بہت دور ہیں اور فوٹو سے قیافہ شناسی کا علم رکھتے ہیں اور اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اُن کے لیے ایک روحانی فائدہ کا موجب ہو۔ کیونکہ جیسا تصویر کی حرمت ہے۔ اس قسم کی حرمت عموم نہیں رکھتی بلکہ بعض اوقات مجتہد اگر دیکھے کہ کوئی فائدہ ہے اور نقصان نہیں تو وہ حسب ضرورت اس کو استعمال کرسکتا ہے۔خاص اس وقت یورپ کی ضرورت کے واسطے اجازت دی گئی۔چنانچہ بعض خطوط یورپ امریکہ سے آئے ہیں جن میں لکھاتھا کہ تصویر کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل وہی مسیح ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 474)

نورانی چہرے کا اثر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پاکیزہ مقصد کی شیریں ثمرات کا تذکرہ کرتے ہوئےفرماتے ہیں:

’’اور ایک عورت امریکہ سے میری نسبت اپنے خط میں لکھتی ہے کہ ’’میں ہر وقت ان کی تصویر کو دیکھتی رہنا پسند کرتی ہوں۔ یہ تصویر بالکل مسیح کی تصویر معلوم ہوتی ہے ‘‘اور اسی طرح ہمارے ایک دوست کی بیوی جس کا پہلا نام ایلزی بتھ تھا جو انگلینڈ کی باشندہ ہے اس جماعت میں داخل ہوچکی ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 106-107)

ایک چینی قیافہ شناس کی گواہی

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’عرب صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک چینی آدمی کے روبرو میں نے آپ کی تصویر کوپیش کیا وہ بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر بولا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے پھر میں نے اور تصاویر بعض سلاطین کی پیش کیں مگر ان کی نسبت اس نے کوئی مدح کا کلمہ نہ نکالا اور بار بار آپ کی تصویر کو دیکھ کر کہتا رہا کہ یہ شخص ہر گز جھوٹ بولنے والا نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم 579-580)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں چند ایمان افروز واقعات اپنی کتاب ذکر حبیب میں درج فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

He is a Great Thinker

”مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر یورپ کے بعض بڑے آدمیوں کو دکھائی تو انہوں نے کہا کہ: “He is a Great Thinker” یعنی بہت سوچنے والا آدمی ہے۔“

کسی اسرائیلی پیغمبر کی تصویر ہے

”ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ لاہور کے پاگل خانہ کے ڈاکٹر تھے ،ان ایام میں ایک انگریز وہاں آیا جو تصویر دیکھ کر قیافہ شناسی کا مدعی تھا۔ کئی ایک لوگ بطور تماشہ بعض تصاویر اس کے پاس لے گئے۔وہ بتلاتا رہا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر اسکے آگے رکھی اور اس سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق آپکی کیا رائے ہے۔وہ بہت دیر تک اس تصویر کو دیکھتا رہا اور آخر اس نے کہا کہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی تصویر ہے۔“

یہ وہ بزرگ ہیں

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”جب میں امریکہ میں تھا تو ایک لیڈی کا ایک دوسرے شہر سے مجھے خط آیا کہ مجھے کشف میں ایک ہندوستانی بزرگ مِلا کرتے ہیں اور میری مشکلات میں میری رہنمائی کیا کرتے ہیں۔ کیا آپ مجھے یہ بتلا سکتے ہیں کہ وہ کون صاحب ہو سکتے ہیں۔میں نے اسے چند ایک فوٹو بھیجے جن میں ایک فوٹو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی تھا اُسی پر نشان کرکے اس لیڈی نے مجھے لکھ بھیجا کہ یہ وہ بزرگ ہیں۔“

یہ خدا کے کسی نبی کی تصویر ہے

اسی طرح آپ ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”1907ء میں جبکہ عاجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمرکاب شملہ میں تھا تو ایک دن مہاراجہ صاحب الور کی ملاقات کے واسطے میں انکی کوٹھی پر گیا اور ان کو تبلیغ کے لیے چند کتابیں بھی ساتھ لے گیا۔ان کے ویٹنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں دیوان عبدالحمید صاحب وزیر اعظم ریاست کپورتھلہ اور چند دیگر معززین بھی آگئے اور ایک انگریز بھی وہاں پہنچے۔ جنھوں نے بیان کیا کہ میں مہاراجہ کا مُنجّم ہوں۔ اس بات کو سن کر دیوان صاحب اور دوسرے لوگ اس انگریز مُنجم سے باتیں دریافت کرتے رہے۔ میں

نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر ایک کتاب میں سے نکال کر اس کے آگے رکھی۔ جس کو بہت غور سے دیکھ کر اس نے کہا۔ یہ خدا کے کسی نبی کی تصویر ہے۔

(ذکر حبیب صفحہ 373-374)

بے تاب ہو کر حضورؑ کے آگے آ گرا

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور جماعت احمدیہ کے ایک جید عالم تھے بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مردان کا کوئی آدمی میاں محمد یوسف صاحب مردانی کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کے علاج کے واسطے یہاں قادیان آیا۔ یہ شخص سلسلہ کا سخت دشمن تھا اور بصد مشکل قادیان آنے پر رضامند ہوا تھا۔ مگر اس نے میاں محمد یوسف صاحب سے یہ شرط لی تھی کہ قادیان میں مجھے احمدیوں کے محلہ سے باہر کوئی مکان لے دینا اور میں کبھی اس محلہ میں داخل نہیں ہوں گا۔ خیر وہ آیا اور احمدی محلہ سے باہر ٹھہرا اور حضرت مولوی صاحب کا علاج ہوتا رہا۔ جب کچھ دنوں کے بعد اسے کچھ افاقہ ہوا تو وہ واپس جانے لگا۔ میاں محمد یوسف صاحب نے اس سے کہا کہ تم قادیان آئے اور اب جاتے ہوئے ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ اس نے انکار کیا، میاں صاحب نے اصرار سے اسے منایا تو اس نے اس شرط پر مانا کہ ایسے وقت میں مجھے وہاں لے جاؤ کہ وہاں کوئی احمدی نہ ہو اور نہ مرزا صاحب ہوں۔ چنانچہ میاں محمد یوسف صاحب ایسا وقت دیکھ کر اسے مسجد مبارک میں لائے مگر قدرت خدا کہ اِدھر اس نے مسجد میں قدم رکھا اور اُدھر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور علیہ السلام کسی کام کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اس شخص کی نظر حضورعلیہ السلام کی طرف اٹھی اور وہ بے تاب ہو کر حضور علیہ السلام کے سامنے آگرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔''

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 54)

وہ جھوٹے نہیں ہوسکتے

منشی اروڑے خان صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

''مجھے بعض غیر احمدی دوستوں نے کہا تم ہمیشہ ہمیں تبلیغ کرتے رہتے ہو، فلاں جگہ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں۔ تم بھی چلو اور ان کی باتوں کا جواب دو۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کچھ زیادہ پڑھے

لکھے نہیں تھے۔ دوران ملازمت میں ہی انہیں پڑھنے لکھنے کی جو مشق ہوئی وہی انہیں حاصل تھی۔ وہ کہنے لگے جب ان دوستوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا اچھا چلو۔ چنانچہ وہ انہیں جلسہ میں لے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے احمدیت کے خلاف تقریر کی اور اپنی طرف سے خوب دلائل دیئے۔ جب تقریر کر کے وہ بیٹھ گئے تو منشی اروڑے خان صاحب سے ان کے دوست کہنے لگے کہ بتائیں ان دلائل کا کیا جواب ہے؟ منشی اروڑے خان صاحب فرماتے تھے میں نے ان سے کہا یہ مولوی ہیں اور میں اَن پڑھ آدمی ہوں۔ ان کی دلیلوں کا جواب تو کوئی مولوی ہی دے گا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے وہ جھوٹے نہیں ہوسکتے۔‘‘

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 113)

انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے

جب 1916ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی، ایم، سی، اے کے سیکرٹری تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے قادیان آئے تھے۔ انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی کہ مجھے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحابی سے ملایا جائے۔ اس وقت منشی اروڑا صاحب مرحوم قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ مسجد مبارک میں ملایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحب مرحوم سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر جناب مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا۔ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا۔ مگر مجھ پر جس بات نے سب سے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی۔ جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانتدار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے منہ کا بھوکا تھا۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادمیں اس قدر بے چین ہوگئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ ان کے چہرے کا رنگ ایک دُھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا تھا اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب ’’احمدیہ موومنٹ‘‘ میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر بھی کیا اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی صحبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کیے ہیں۔ اسے ہم کم از کم دھوکے باز نہیں کہہ سکتے۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 94-95)

غرض تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں خدا تعالیٰ کے مامور اور مقدس وجودوں کے چہرہ کی ایک جھلک نے مخالفت کے جذبات سے پُر دلوں کو بھی محبت میں تبدیل کردیا اور اللہ تعالیٰ کے مرسل کی پہلی نظر سے گھائل ہو گئے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 17 مارچ 2022ء)

(84)
حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں دفاعِ اسلام کی مساعی پر ایک نظر

(جاذب محمود۔ طالب علم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

جب سے اسلام وجود میں آیا، اس اکمل و اتم دین پر ہر قسم کی تہمتیں اور اعتراضات اور الزامات آتے رہے۔ ہر صدی کے سر پر آنحضرتﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مجدد تو آتے رہے، مگر جب بارھویں صدی شروع ہوئی تو اسلام کی یہ حالت تھی کہ مخالفینِ اسلام اور منکرینِ توحید ہر حد سے بڑھ چکے تھے اور دین مصطفیٰ کی حمایت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ گویا امت مسلمہ نے ہار مان لی اور گھبرا کر بیٹھ گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہدایت دے دی تھی کہ اسلام کے خلاف تدابیر کی جاتی رہیں گی۔ اس لئے فرمایا:

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۷﴾

(المؤمنون: 97)

اس طریق سے جو بہترین ہے بدی کو ہٹا دے۔ ہم اسے سب سے زیادہ جانتے ہیں جو وہ باتیں بناتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اسلام کی تبلیغ اور تربیت اور مدافعت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾

(النحل: 126)

اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا رب ہی اسے، جو اس کے راستہ سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ظاہر کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ حضرت مسیح

موعودؑ ملت اسلامیہ کی اس نازک حالت اور اپنی بعثت کی حاجت کو یوں بیان کرتے ہیں:

”خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملے سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں......اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 251-252)

چنانچہ آپ علیہ السلام اس حالت کو دیکھ کر فی الفور اسلام کے دفاع میں لگ گئے۔ مگر آپ علیہ السلام نے کوئی تلوار نہ اٹھائی۔ آپ کا ہتھیار قلم تھا۔ آپؑ نے فرمایا: ”جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ (مخالفین) آئے ہیں، اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہیے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذو الفقار علی فرمایا۔ اس میں یہی سرّ ہے کہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں ہے، بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔“

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد 1 صفحہ 214)

چنانچہ آپؑ نے اسلام کے دفاع میں 80 سے زیادہ کتب تحریر فرمائیں۔ ان کتب کے ذریعہ سے آپؑ نے دین اسلام کو ایک نئے سرے سے ترو تازہ کیا۔ اسلام کی تائید میں آپؑ نے وثوق دلائل سے باقی تمام مذاہب کو باطل اور نصرتِ الٰہی سے معدوم و محروم ثابت کیا اور تمام تر برکات و فیوض کا مرجع آنحضرتﷺ کے وجود پر ختم کر دیا اور سب مخالفین اور معترضین کو قرآنی آیت فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ کا مصداق ٹھہرایا۔

غرض آپؑ کی ساری زندگی کا خلاصہ ہی دفاعِ اسلام ہے۔ آپ نے اپنی جان و مال کو اس مقصد کے لئے قربان کر دیا اور ہر طاقت اور قوت اس کام میں لگا دی۔ آپ کی زندگی کے کسی بھی حصہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ دفاعِ اسلام کے لئے ہی کام کر رہے تھے۔ آپ کے سفر۔ آپ کے مباحثات و مناظرات۔ آپ کی پیشگوئیاں اور نصرتِ الٰہی کے نشانات و معجزات۔ آپ کی تحریرات اور ملفوظات اور اشتہارات اور مکتوبات۔ سب کے سب دفاع اسلام کی غرض سے تھے۔ آپ کی پاک سوانح یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ کا مقصود بالذات دفاعِ اسلام تھا۔ ان ساری خدمات کا ذکر کرنا گویا دریا کو کوزہ میں

بند کرنا ہو گا۔

حضورؑ کی تبلیغی سر گرمیاں آپ کی جوانی میں ہی شروع ہو گئیں تھیں۔ حضور ابھی تخمیناً تیس سال کے تھے جب آپ کے کثرت مطالعہ کی وجہ سے آپ کے والد صاحب نے آپ کو سیالکوٹ بھیج دیا۔ وہاں بھی آپ نے مطالعہ نہ چھوڑا بلکہ وہاں لوگوں کے ارد گرد ہونے کا پورا فائدہ اٹھایا اور تبلیغی سر گرمیاں آپ نے شروع کر دیں۔ اس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ آپ کے کثرت مطالعہ نے آپ کو اس کام کے لئے تیار کر رکھا تھا کہ اسلام پر کسی قسم کے ہونے والے حملے کا جواب دے پاتے۔

آپؑ نے تمام مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کی کتب پڑھیں۔ جس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اب روئے زمین پر صرف اسلام کا خدا ہی اب بولتا ہے۔ جوانی سے ہی آپ عبادات میں مشغول ہو گئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑ لیا۔ آپؑ کو اسلام سے ایسا پیار ہو گیا اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپؑ میں ایک تڑپ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ مولوی فتح الدین صاحب دھرم کوٹی حضور کی جوانی کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

’’میں حضرت مسیح موعودؑ کے حضور اکثر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا۔ کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جیسے کہ ماہیٔ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھا کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضورؑ سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی۔ یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

’’میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔ اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آ رہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے۔ جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔‘‘

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ سوم صفحہ 524 روایت نمبر 516)

غرض آپؑ کی ساری زندگی کا خلاصہ ہی دفاعِ اسلام ہے۔ آپ نے اپنی جان و مال کو اس مقصد کے لئے

قربان کر دیا اور ہر طاقت اور قوت اس کام میں لگا دی۔ آپ کی زندگی کے کسی بھی حصہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ دفاعِ اسلام کے لئے ہی کام کر رہے تھے۔ آپ کے سفر۔ آپ کے مباحثات و مناظرات۔ آپ کی پیشگوئیاں اور نصرتِ الٰہی کے نشانات و معجزات۔ آپ کی تحریرات اور ملفوظات اور اشتہارات اور مکتوبات۔ سب کے سب دفاع اسلام کی غرض سے تھے۔ آپ کی پاک سوانح یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ کا مقصود بالذات دفاعِ اسلام ہی تھا۔ آپؑ کی دفاع اسلام کے لئے ساری خدمات کا ذکر کرنا گویا دریا کو کوزہ میں بند کرنا ہو گا۔ لہٰذا ان میں سے بعض جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں۔

دعویٰ سے قبل دفاعی مہمات
سیالکوٹ میں اسلام کی حمایت

آپؑ جب سیالکوٹ اپنے والد ماجد کے کہنے پر منتقل ہوئے تو آپؑ نے جلد ہی تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ عام حالات میں مسلمان اگر کسی عیسائی سے گفتگو کرتا اور مذہبی بحث چھیڑتا تو عیسائی اسے شکست دے دیتا۔ مگر آپؑ نے اسلام کا ایسا دفاع کیا کہ آپؑ سیالکوٹ کی مذہبی فضا پر چھا گئے۔ عیسائی پادری آپ کے دلائل کے سامنے ہمیشہ لاجواب رہ جاتے۔

سلسلۂ مضامین

حضورؑ نے قریباً 1872ء میں باقاعدہ مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپؑ کے پہلے مضمون نے ہی برّ صغیر کو ششدر کر دیا۔ آپؑ نے ایک سچے مذہب کو شناخت کرنے کا سہل طریق یہ بیان فرمایا کہ موصوف مذہب سچائی پر کاربند رہنے کی کتنی تاکیدی تلقین کرتا ہے۔ مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت حضورؑ کے پہلے مضمون کے بارے میں فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعودؑ نے یہ زبردست معیار قائم کرتے ہوئے پورے وثوق سے یہ اعلان فرمایا کہ آپ ہر اس غیر مسلم کو پانچ سو روپیہ کی رقم بطور انعام پیش کرنے کے لئے تیار ہیں جو اپنی مسلمہ مذہبی کتابوں سے ان تعلیمات کے مقابل آدھی بلکہ تہائی تعلیمات بھی پیش کر دے جو آپ اسلام کی مسلمہ اور مستند مذہبی کتب سے سچائی کے موضوع پر نکال کر دکھائیں گے۔ خدا کے شیر کی یہ پہلی للکار تھی جسے سن کر پورے ہندوستان میں خاموشی کا عالم طاری ہو گیا اور کسی شخص کو حضرت اقدس کا یہ زبردست چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔“

(تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 118-119)

1877ء کے آخر میں آریہ سماج کے لیڈر نے یہ باطل عقیدہ شائع کیا کہ تمام ارواح بے انت ہیں۔ حضورؑ اسلام کی خدا کے متعلق خوبصورت تعلیم کے بر عکس اس توہین کو برداشت نہ کر پائے۔ آپ نے 1878ء کے شروع میں ہی مضامین کا سلسلہ شائع کیا اور یہ چیلنج دیا کہ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں تو اسے پانچ سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 1-2)

اسلام کی یہ عظیم الشان فتح تھی کہ آریہ سماج کے خلاف اس پہلے چیلنج نے کھلبلی مچا دی اور لاہور کے آریہ سماج سیکرٹری نے اس باطل عقیدہ کو رد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد گو یا آریہ سماج اور اسلام کی ایک علمی جنگ شروع ہوئی اور حضورؑ نے مسلسل اسلام کو فتوحات سے سرفراز کیا۔

(تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 153-159)

غرض اس دور کی ایسی شاندار خدمات آپؑ نے اسلام کے لئے کیں کہ آج تک غیر از جماعت احباب بھی ان کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ سید حبیب صاحب سابق مدیر سیاست تحریک قادیان کا حوالہ تاریخ احمدیت میں دوست محمد شاہد صاحب نے خاص ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حضورؑ کو قبول تو نہیں کیا مگر لکھتے ہیں:

’’اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے۔ وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے۔ اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا......مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔‘‘

(تحریک قادیان مطبوعہ 1933ء مقبول عام پریس لاہور صفحہ 207-210، ماخذ تاریخِ احمدیت جلد 1 صفحہ 167)

براہینِ احمدیہ حصہ اول و دوم

1879ء میں آپ کے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ جبکہ ہر مذہب ہر زاویہ سے اسلام پر حملہ آور ہے تو کیوں نہ ایک ایسی کتاب تحریر کی جائے جو دین مصطفی کے دفاع کا لا زوال کام کرتی رہے۔ چنانچہ اس تصنیف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ذاتی روحانی تجربات اور صداقت اسلام کے اعلیٰ نشانات

پیش کیے اور اسلام کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور قرآن کریم کی فوقیت مثبت اور دندان شکن دلائل سے پائیدار کی حتیٰکہ دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ چیلنج دیا کہ اگر کوئی اس کتاب کی تمثیل لا سکتا ہے تو لائے۔ ہم اس کو دس ہزار روپیہ کا انعام دینے کو تیار ہیں۔ یہ چیلنج آج تک قائم ہے اور اب تک کوئی مخالف یا معترض نہیں جس نے اس چیلنج کو قبول کیا ہو۔

یہ کتاب جب 1880ء کو شائع ہوئی تو ہندوستان میں شور پڑ گیا۔ تمام مخالفینِ اسلام عاجز ہو گئے اور اسلام کو بہت دیر بعد ایک فتح عظیم بخشی گئی۔ نیز مسلمان قوم نے اس کتاب کو اسلامی مدافعت کا ایک زبردست شاہکار قرار دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جن کو اہل حدیث کا سردار بھی مانا جاتا تھا اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں اس کتاب کو اسلامی تاریخ میں ایک خاص اسلامی خدمت قرار دیا۔ چونکہ محمد حسین بٹالوی اس وقت ہند میں ایک اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور باعزت عالم دین سمجھے جاتے تھے ان کا یہ تبصرہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں......اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ سماج سے اِس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔“

(اشاعت السنہ جلد 7 صفحہ 169-170)

اس کتاب کی شان و شوکت ہر دانشمند پر واضح ہے۔ محمد حسین بٹالوی گو بعد میں حضورؑ کا سخت مخالف ہو گیا مگر اس کی یہ شہادت آج تک تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

براہین احمدیہ حصہ سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو براہین احمدیہ حصہ اول اور دوم تحریر کیے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا الہام ہوا جس سے اللہ تعالیٰ کی یہ غرض تھی کہ آپؑ جس کام پر لگے ہوئے تھے (یعنی دفاع اسلام) اسی کام کو اب اللہ تعالیٰ کی خاص رہنمائی کے ساتھ سر انجام دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور دین مصطفی کی تجدید اور آپ ﷺ کی تعظیم اور قرآن کریم کی تفسیر کی از سر نو بنیاد رکھیں۔

آپؑ نے انہی دنوں میں براہین احمدیہ حصہ سوم تحریر فرمائی جس میں آپؑ نے ہر طالبِ حق کو یہ دعوت دی کہ جو اسلام کی سچائی اور زندہ مذہب کے زندہ نشانات کی شہادت کرنا چاہے وہ خلوص نیت سے حضورؑ کے پاس آئے اور ان کی صحبت میں رہے تو ضرور اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’ان شاءاللہ تعالیٰ ہر یک طالب صادق اپنے مطلب کو پائے گا اور ہر یک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا۔ مگر کون ہمارے سامنے آ کر اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ وہ آسمانی نور ہمارے کسی مخالف میں بھی موجود ہے۔ اور جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت اور فضیلت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ بھی کوئی روحانی برکت اور آسمانی تائید اپنی شامل حال رکھتا ہے۔ کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کر سکے۔ کوئی نہیں ایک بھی نہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 291-292 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

یہ آپؑ کی اسلام کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ایک مضبوط دلیل تھی مگر کوئی غیر مسلم حق و باطل میں امتیاز کرنے کی غرض سے قادیان نہ آیا۔ یہ آسمانی دعوت حضورؑ نے اپنی ساری حیات مبارکہ میں برقرار رکھی اور بار بار دعوت دی کہ تااسلام کی صداقت اور اس کی عظمت مخالفین پر کھل جائے اور اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت ہو جائے۔

آئینہ کمالات اسلام

پھر آپؑ نے آئینہ کمالات اسلام تحریر فرمائی۔ اس تصنیف میں حضورؑ نے دفاع اسلام کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ ایک طرف سے عیسائی پادری اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن کریم پر بے تحاشا اعتراضات اور الزامات گھڑ رہے تھے۔ دوسری طرف علماء اسلام ایسے مضر عقائد کے حامل تھے کہ عیسائی پادریوں کا کام آسان کر دیتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی آنحضرتﷺ پر فضیلت ثابت کر دیتے تھے اور دراصل دشمنان اسلام کی تقویت کا باعث بن رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آئینہ کمالات اسلام کی غرض تالیف یہ تھی کہ اسلام کے محاسن اور خوبصورت تعلیمات کا مزین چہرہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور ان اعتراضات اور الزامات اور غلط فہمیوں کو دور کریں جو دشمنان اسلام اور مسلمان قوم میں رائج ہو چکی تھیں۔ آپؑ نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور رسول اللہﷺ کی برتری اور فوقیت ثابت کی اور قرآنی

حقائق اور زندہ نشانات سے دنیا کو متنبہ کیا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اِس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سر گرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلّت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے......‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 254-255 حاشیہ)

پیشگوئی مصلح موعودؓ کا اعلان

1886ء میں حضورؑ کو اللہ تعالیٰ نے تحریک فرمائی کہ آپؑ قادیان سے باہر چلہ کشی کریں اور آپؑ نے اس کا ارادہ فرمایا اور الہاماً خبر پا کر ہوشیارپور کا قصد کیا۔ یہاں آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ آپؑ کے بعد آپ کا فرزند اسلام کے تبلیغی اور دفاعی مہمات کو جاری رکھے گا اور اسلام کی تائید و نصرت کا یہ ایک بہت بڑا زندہ نشان تھا۔ یہ پیشگوئی جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے وجود میں پوری ہوئی آج تک اپنی عظمت ظاہر کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ سے جماعت کو اس قدر ترقیات بخشیں کہ آج تک جماعت کو اسلام اور بانی اسلام کا دفاع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

فتح اسلام

1890ء کے آخر پر آپؑ نے فتح اسلام تحریر فرمائی جس میں پہلی دفعہ آپؑ نے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اسی دوران آپؑ پر اللہ تعالیٰ نے وفات مسیح کی حقیقت کو کھول دیا۔ اسلام کی حمایت اور مخالفین پر اتمام حجت کی غرض سے آپ نے فتح اسلام میں ملت اسلامیہ کی اشاعت اور اس کے پُر معارف حقائق کھولنے کے پانچ وسائل بیان کیے۔ آپ علیہ السلام نے امت مسلمہ کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا:

’’اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعتِ نُور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز اُن کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور نہیں ہونے دوں گا۔ وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور اِن اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا...... اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اُس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا کہ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا اور...... آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیاں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 6-7)

اس کتاب میں آپؑ نے مسلمانوں کو بالخصوص مخاطب کیا کہ تا مسلمان اپنی اصلاح کرتے ہوئے اسلام کو بیرونی اور اندرونی حملوں سے بچائیں اور مخالفین کے سامنے ثابت قدمی سے پیش آتے ہوئے روشن دلائل سے دین کی مدافعت میں لگ جائیں۔

جلسہ اعظم مذاہب اور اسلامی اصول کی فلاسفی

1896ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دفاع کے لئے جلسہ اعظم مذاہب کی صورت میں ایک عظیم الشان موقعہ نصیب کیا۔ اس جلسہ کا مقصد یہ تھا کہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں ایک عام

مجمع میں ظاہر کی جائیں اور اس کے دلائل اور براہین لوگ سمجھ سکیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو اسلام کے دفاع کے لئے پچھلے پندرہ سال سے مساعی کرتے رہے تھے، اس موقعہ کو پا کر مسرت کا اظہار کیا۔ اس سے جلسہ کے سامعین کو بھی مختلف مذاہب میں تمیز اور موازنہ کرنے کی توفیق ملی۔ چنانچہ جب جلسہ منعقد کیا گیا اور حضورؑ کا مضمون پڑھا گیا تو انتظامیہ نے جلسہ کے ایام میں ایک اور دن بڑھا دیا تا کہ مضمون مکمل کیا جا سکے۔ لوگوں پر مضمون کا بہت گہرا اثر پڑا۔ ایک اخبار نے لکھا:

’’اس جلسہ میں سامعین کو دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمدؑ قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں ماہر کامل ہیں۔‘‘

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، ماخذ روحانی خزائن جلد 10 تعارف کتب)

ایک اور اخبار نے لکھا:

’’مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول اور فروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔‘‘

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی بمطابق یکم فروری 1897ء ماخذ روحانی خزائن جلد 10 تعارف کتب)

ایک اور اخبار نے لکھا:

’’جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلّت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اُس کو اِس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی...... اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے اس لئے اِس میں اسلامی شوکت ہے۔ اور اِسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے۔‘‘

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور ماخذ روحانی خزائن جلد 10 تعارف کتب)

بشپ جارج الفریڈ کی شکست اور اسلام کی فتح

مئی 1900ء میں جب بانی اسلام پر ایک بشپ صاحب نے یہ اعتراض کیا اور ساتھ تردید کا چیلنج دیا کہ نعوذباللہ آنحضرتﷺ گناہگار تھے تو حضورؑ نے نہ صرف اس کی تردید کی بلکہ مضامین کا سلسلہ لکھا جس میں دیگر انبیاء کے بالمقابل آنحضرتﷺ کے اعلیٰ و ارفع مقام کی امتیازی حیثیت بیان کی اور انبیاء کے استغفار کرنے کی حقیقت کو کھول دیا۔ آپؑ نے آنحضرتﷺ کا ہر جہت سے اعلیٰ اور برتر ہونا نمایاں کر دکھایا۔

آپؑ نے بشپ صاحب کو چیلنج بھی دیتے ہوئے فرمایا:

”اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے در حقیقت شایق ہیں تو وہ اس مضمون کا اشتہار دے دیں کہ ہم مسلمانوں سے اسی طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرت کے رو سے کون نبی افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرار دادہ پر حاضر ہو جائے گا ورنہ یہ طریق محض ایک دھوکہ دینے کی راہ ہے جس کا یہی جواب کافی ہے اور اگر وہ قبول کر لیں تو یہ شرط ضروری ہو گی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ سے کم وقت نہ دیا جائے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 28)

حضورؑ کا اسلام کے دفاع میں اس عظیم الشان معرکہ کے نتیجہ کا ذکر کرتے ہوئے دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت لکھتے ہیں:

”عیسائیوں کی سرگرمیوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت جلد پورے ہندوستان کو زیر نگیں کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مگر خدا کی قدرت!! انیسویں صدی ختم نہیں ہوئی کہ کاسر صلیب کے ہاتھوں اسلام کو عیسائیت کے مقابل زبردست اور نمایاں فتح حاصل ہو گئی۔ اس معرکہ نے تثلیث پرستوں کے حوصلے انتہائی پست کر ڈالے اور پھر آج تک کسی بشپ کو جرأت نہ ہو سکی کہ وہ برملا مسلمانوں کو گزشتہ انداز میں بحث کا چیلنج دے سکے بلکہ اس کے بر عکس یہ تبدیلی رونما ہوئی کہ دوران گفتگو جوں ہی پادریوں کو معلوم ہوتا کہ ان کا مخاطب کوئی احمدی ہے تو وہ بحث بند کر دیتے اپنا کیمپ اکھاڑ کر دوسری طرف چل دیتے

تھے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 95)

جان الیگزینڈر ڈوئی کی پیشگوئی اور چیلنج مباہلہ

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بہت سے دشمنان اسلام کو آپؑ نے عاجز کر دیا مگر ان میں سے ایک نمایاں اور حضورؑ کی اسلام کے دفاع میں جوش و غیرت کا ایک عظیم الشان نمونہ جان الیگزینڈر ڈوئی کی پیشگوئی اور چیلنج مباہلہ ہے۔ اس واقعہ کے بہت سے پہلو ہیں مگر اختصار سے یہ بیان کرنا کافی ہے کہ ڈوئی اسلام کا سخت دشمن تھا۔ حضورؑ کو خبر پہنچی تو حضورؑ نے اسلام کے دفاع کے لئے ڈوئی کو مباہلہ کا ان الفاظ میں چیلنج دیا:

”ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہے۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا...... اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا......ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 273-274)

زندہ خدا کی تجلیاں اسلام کی تائید اور دفاع میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ہمیشہ آتی رہیں اور اس دفعہ بھی اللہ تعالیٰ نے ایک اور بار اپنا نشان دکھایا اور ڈوئی کا تنزل شروع ہو گیا اور وہ حضورؑ کی زندگی میں ہی مر

گیا۔ اسلام کے لئے یہ ایک اور فتح عظیم تھی۔ چنانچہ جب حضورؑ کو خبر ملی کہ آپؑ کی پیشگوئی کے مطابق مر گیا ہے تو آپؑ نے ایک اور اشتہار چھپوایا اور فرمایا:

”...... (ڈوئی) اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اُس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سید النبیین و اصدق الصادقین و خیر المرسلین و امام الطیبین جناب تقدس مآب محمد مصطفیٰ ﷺ کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا ...... اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ اور یورپ اور ہندوستان کے لئے کھلا کھلا نشان ہو سکتا ہے وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 413-419)

پس حضورؑ کی حیات طیبہ میں دین مصطفیٰؐ کی تائید اور دفاعی مہم صرف ہندوستان تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ڈوئی کے واقعہ کی اشاعت ساری دنیا میں ہوئی اور اس نظارے کا مشاہدہ ایک عالم نے کیا۔

رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء

مارچ 1906ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی ادارت میں ایک سہ ماہی رسالہ کا اجراء ہوا جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشحیذالاذہان رکھا۔ اس رسالہ کے اغراض میں سے چند قابل ذکرمندرجہ ذیل ہیں:

اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

اسلام اور خصوصاً سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کا تہذیب کے ساتھ رد کرنا۔

(تشحیذ الاذہان جلد نمبر 1 سرورق 4 ماخذ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 457)

اس رسالہ نے بہت کامیابی دیکھی اور کئی سال اپنے اغراض کو پورا کرتا رہا۔ آج جماعت احمدیہ کے دیگر رسالہ جات انہی اغراض پر قائم ہیں جن میں اردو رسالہ جات الفضل، البدر اور موازنہ مذاہب قابل ذکر ہیں اور انگریزی رسالہ جات الحکم اور ریویو آف ریلیجنز بھی قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے البدر، الحکم اور ریویو آف ریلیجنز کا اجراء حضورؑ کے دست مبارک سے ہوا۔

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کی ساری پاک سوانح کا لب لباب دفاع اسلام ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر آپؑ کی حیات مبارکہ پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ دفاع اسلام ساری زندگی پر محیط تھی۔ آپؑ ہمارے لئے ایک روشن نمونہ ہیں اور آج تک آپ کے خلفاء نے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے۔

آج بھی ہم حضورؑ کے مساعی کی برکات و فیوض سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مگر حضور کا یہ اعلیٰ نمونہ ہم پر ایک عظیم ذمہ داری ڈالتا ہے۔ اب ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کے دفاع کا یہ سلسلہ جاری رکھیں تاکہ ہم آپؑ کی جماعت کے حقیقی متبع ٹھہریں۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ مہم عظیم کے رو براہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10-12)

نیز حضورؑ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس وقت جو ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جاتیں ہیں اور اعتراضات کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بےکار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنے قلموں کے نیزوں کو تیز کریں۔‘‘

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد 1 صفحہ 213)

پس اب ہمارا کام ہے کہ ہم حضورؑ کے حقیقی جانشین بننے کے لئے حضورؑ کے کام کو جاری رکھیں۔ اس کے لئے بیان کرنا ضروری ہے کہ سلسلہ مدافعت اسلام آپؑ کی زندگی میں ہرگز ختم نہ ہوا بلکہ آپؑ کے خلفاء نے آپؑ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق یہ سلسلہ جاری رکھا اور آج جبکہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی پانچویں مظہر کا براہ راست مشاہدہ کر رہے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ کام جاری رکھا ہوا ہے اور آپ ہمیشہ جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے بھی رہتے ہیں اور خود بھی ہمارے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے پاک نمونہ پر چلتے ہوئے اعلیٰ مثالیں قائم کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۵﴾

(حٰم السجدۃ: 35)

کہ ایسی چیز سے دفاع کر جو بہترین ہو۔ تب ایسا شخص جس کے اور تیرے درمیان دشمنی تھی وہ گویا اچانک ایک جاں نثار دوست بن جائے گا۔ پس بہترین دفاع اسلام کی خوبصورت تعلیم سے، اور اس تعلیم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے سے ہو گا۔ یہ سب الزامات جو آج اسلام پر لگائے جاتے ہیں اُن کو عملی نمونے کے ساتھ دھونے کے لئے، اس پیغام کو پہنچانا بہت ضروری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 جون 2006ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 299)

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے حقیقی سلطان نصیر بننے کی توفیق دے اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی توقعات کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 24 مارچ 2022ء)

(85)

حضرت مسیح موعودؑ غیروں کی نظر میں

(محمد عمر تماپوری۔ کوآرڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ انڈیا)

بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی 26 مئی 1908ء میں وفات ہوئی تو مسلم پریس کی طرف سے باوجود مخالفت اور اختلاف عقائد کے شایان شان خراج عقیدت پیش کی گئیں:

”والفضل ماشھدت بہ الاعداء“

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے لکھا:

”مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے۔ آپ کی پیدائش 1839ء،1840ء میں ہوئی۔ آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ آپ نے اُنیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1889ء میں بیعت لینی شروع کی۔۔۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسّی کتابیں پیچھے چھوڑیں ہیں جن میں بیس عربی زبان میں ہیں۔ بیشک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔“

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ)

جناب مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ”موتِ عالم“ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیڑیاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔۔۔ دُنیا سے اُٹھ گیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ

جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

رزا صاحب کا لیٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کےمقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کرچکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لیٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہےدل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔۔۔۔۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ اُنہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لیٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے۔ اور حمایت اسلام کا جزبہ اُن کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔۔۔۔ آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

نیز آگے لکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں:

’’کیر کٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کےدامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بہ لحاظ اخلاق و عادات اور کیا بہ لحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں اُن کو ممتازو برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچادیا۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

دہلی کے اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:

’’مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لیٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کےہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال ہی نہ تھی کہ وہ مرحوم کےمقابلہ میں زبان کھول سکتا۔۔۔۔۔اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے

پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔۔۔ اس کاپُر زور لیٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالہ ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔‘‘

(کرزن گزٹ دہلی یکم جون 1908ء)

جناب شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب مدیر رسالہ ’’تہذیب النسواں‘‘ لکھتے ہیں:

’’مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے کہ سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔وہ نہایت باخبر عالم، بُلندہمت، مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ہم اُنہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن اُن کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کےلئے واقعی مسیحائی تھی۔‘‘

(رسالہ تہذیب النسواں لاہور 1908ء)

میونسپل گزٹ لاہور لکھتا ہے:

’’مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں اُن کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے۔ نہایت رنج ہوا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دُنیا سے اُٹھ گیا۔‘‘

(میونسپل گزٹ لاہور)

اخبار ’’صادق الاخبار ڈیواڑی‘‘ (بہاول پور) نے لکھا:

’’مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے لچّر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کےلئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق، حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کرکے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم، حامئ اسلام،اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔‘‘

(اخبارصادق الاخبار ڈیواڑی جون 1908ء)

پیسہ اخبار لاہور لکھتا ہے:

’’مرزا صاحب کے حق میں جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے ہم کو اس سےسخت افسوس ہوا ہے۔ کوئی مسلمان

زنا کرے، چوری کرے، الحاد کا قائل ہو، شراب پیئے اور کوئی کبیرہ گناہ کرے، کبھی علماء اسلام اس کی تکفیر پر آمادہ نہیں سُنے گئے مگر ایک باخدا مولوی کو جو قال اللہ اور قال الرسول کی تابعداری کرتا ہے بعض جزوی اختلافات کی وجہ سے کافر گردانہ جاتا ہے۔“

(پیسہ اخبار لاہور)

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا:

”ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کش مکش سےاپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں ان کی نظیر غالباً دُنیا کی کسی جگہ نہیں مل سکتی۔مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں اُن سب کےلئے حکم وعدل ہوں۔۔۔لیکن اس میں کلام نہیں کہ اُن مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں مخصوص قابلیت تھی۔آئندہ اُمید نہیں کہ مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہوجو اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔“

(اخبار وکیل امرتسر 1908ء)

برسٹل ٹائمز اینڈ مرر لکھتا ہے:

”یقیناً وہ شخص اس رنگ میں یورپ اور امریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہوسکتا۔“

مشہور و معروف صحافی منشی سراج الدین بانئ ”زمیندار“ اخبار لاہور لکھتے ہیں:

”ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ اُن کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ اُن دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔“

(اخبار زمیندار مئی 1908ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 26 مئی 2022ء)

(86)
حضرت سلطان القلمؑ کے تحریر کرنے کا طریق

(فرحان حمزہ قریشی۔ نمائندہ الفضل آن لائن کینیڈا)

ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسیحِ موعود و مہدیٔ معہود کے ظہور کی علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بیان فرمائی کہ آپ تلوار کے جہاد کا التواء فرما دیں گے۔ چنانچہ فرمایا کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)

جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰة والسلام کو مسیح و مہدیٔ موعود بنا کر مبعوث فرمایا، ہندوستان میں خصوصاً ہر طرف سے اسلام پر حملے کئے جا رہے تھے۔ دین کی حقیقی روح اور اس کا ادراک مفقود تھا اور دینِ محمد ﷺ کے لئے مرثیے لکھے جا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں اس صورتحال کا نقشہ یوں کھینچا:

کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اِک تزلزل میں پڑا اِسلام کا عالی منار

لیکن یہ حملے تلوار کے ذریعے نہیں کئے جا رہے تھے بلکہ قلم کے ساتھ اسلام پر یہ تبّر پڑ رہے تھے۔ لہٰذا لازم تھا کہ ان حملوں کا جواب بھی قلم کے ذریعے ہی دیا جائے۔ ایسے نازک وقت میں اسلام کے اِس بطلِ جلیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تنِ تنہا ان ظالمانہ حملوں کے مقابل پر قلم اٹھایا اور دشمنوں کے منہ بند کر دیئے۔

آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جائے۔ اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے۔... اُس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور

علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 59-60 ایڈیشن 1984ء)

خدائے عزّ و جل نے آپ کو سلطان القلم اور آپ کے قلم کو ذوالفقارِ علی کے لقب عطا فرمائے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اس میں یہی سر ہے کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں ہے، بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 232، مطبوعہ 1984ء) پھر اپنی تصنیفِ لطیف ’’نشانِ آسمانی‘‘ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اٹھا کر پھر اس کو اس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدائے تعالیٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجت پوری کر کے حقیقتِ عیسویہ کے حربہ سے حقیقت دجالیہ کو پاش پاش نہ کرے۔‘‘

(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 430)

تائیدِ الٰہی سے تحریر کرنا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تحریرات کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کا ہاتھ تھا۔ بلکہ آپ نے قلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی اٹھایا تھا۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَاكْتُبْ وَلْيُطْبَعْ وَلْيُرْسَلْ فِي الْاَرْضِ

(ترجمہ: یعنی اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پس تو لکھ اور وہ طبع کیا جائے اور چاہئے کہ ساری زمین میں بھیجا جائے۔)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 267 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

حضور علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل میں 91 کتب و رسائل تصنیف فرمائیں اور آپؑ کے مکتوبات اور اشتہارات اس کے علاوہ ہیں۔ آج خلافتِ احمدیہ کی عظیم اور بابرکت قیادت میں ان تحریرات کی کُل عالم میں اشاعت ہو رہی ہے۔ پس یہ الہام نہایت شان سے پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔

اپنی تصنیف ’’نزول المسیح‘‘ میں تائید باری تعالیٰ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’میں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم

دے رہا ہے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434)

پھر اسی تسلسل میں آگے بیان فرمایا:

’’میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصّہ پر منقسم ہوتی ہے۔ (1) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہےاور میں اس کو لکھتا جاتا ہوں...یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر ان مضامین کو میں لکھ سکتا۔ (2) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہےاور وہ لفظ وحی متلو کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہےاور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔... عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434-435)

اس حوالہ سے حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سیرت المہدی میں درج ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

’’کئی دفعہ حضور فرماتے تھے کہ بعض الفاظ خود بخود ہمارے قلم سے لکھے جاتے ہیں اور ہمیں ان کے معنی معلوم نہیں ہوتے۔ ... کئی دفعہ حضرت صاحب سے ایسا محاورہ لکھا جاتا تھا کہ جس کا عام لغت میں بھی استعمال نہ ملتا تھا لیکن پھر بہت تلاش سے پتہ چل جاتا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 105)

تحریر میں سرعت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قلبِ مطہر میں اسلام کی تبلیغ اور اس کی حمیت کا جو بحر زخّار موجزن تھا اس کا کچھ اندازہ ہمیں آپ کی تحریر میں سرعت کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ آپ بہت تیزی سے

تحریر فرمایا کرتے تھے لیکن اس تیزی کے باوجود آپ کی تحریر نہایت پختہ اور مدلّل تھی جو اس کے ہر ایک قاری پر واضح ہے۔

چنانچہ حضرت چودھری محمد حیات خان صاحب رضی اللہ عنہ آف گڑھی آوان حافظ آباد (بیعت: 20/فروری 1892ء۔ وفات: 7/جنوری 1939ء) حضرت اقدس علیہ السلام کے سفر سیالکوٹ 1904ء کی روداد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”..... دوسرے دن پھر میں حاضر ہوا کہ انتظام وغیرہ مناسب دیکھ لوں، حضور کی نسبت دریافت پر معلوم ہوا کہ بالاخانہ کے سقف پر لیکچر تحریر فرما رہے ہیں، تنہا آپ ہیں کسی کو جانے کی نسبت حکیم صاحب (مراد حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب۔ ناقل) نے منع کیا ہوا ہے، ملاقاتی لوگ واپس جارہے ہیں اگرچہ خلاف ورزی حکم حکیم حسام الدین صاحب تھی نیز ان کی طبیعت بھی غصہ والی تھی، سب گھر والے، دوست آشنا ان سے ڈرتے تھے مگر میرے دل میں یہ ایک عشق تھا کہ دیکھوں حضرت صاحب کس طرح مصروف ہیں، حکیم صاحب نے اگر دیکھ لیا یا کسی نے بتادیا تو اُن کے خفا ہوتے جلدی جلدی نکل جاؤں گا، یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے وردی میں ملبوس دیکھ کر حکیم صاحب معاف کردیں گے۔ یہی بات دل میں ٹھان کر زینہ کے راستہ کوٹھے پر چلا گیا اور آخری دروازہ کی اوٹ میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

میں حلفیہ بیان کے ساتھ کہتا ہوں کہ سقف مکان کے اوپر چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے شہ نشین تھے اور اُن کے اندر بڑی بڑی چار دواتیں سیاہی کی ہر شہ نشین پر ایک ایک کر کے پڑی ہوئی تھیں، حضرت صاحب کے ہاتھ میں لوہے کا قلم تھا، سر پر چھوٹی سی اُونی ٹوپی جو دستار مبارک میں رکھتے تھے، پہنی ہوئی تھی اور جلدی جلدی چلتے جاتے تھے اور دوات کا ڈوبہ ایک جگہ سے لے کر پھر دوسری جگہ سے لیتے تھے اور کاغذات لکھ لکھ کر لپیٹتے جاتے تھے... کہ اتنے میں ایک لڑکا جوان عمر کا آیا اور جلدی میں سب کاغذات لے کر چلا گیا، میں نے آہستہ آہستہ اس سے پوچھا تم کیا کرو گے؟ اُس نے کہا کہ میں کاپی نویس ہوں اور میری مدد پر دو چار آدمی نیچے بیٹھے ہیں۔ کوئی کتاب نہیں دیکھی، خدا کا جری چلتے چلتے لکھتا جاتا ہے اور کاغذات کے انبار پھر ہوجاتے ہیں، دوسرا کاپی نویس آیا اور وہ لے گیا، سلطان القلم کا نقشہ میرے سامنے آ گیا۔

دوستو! آپ بھی منشی ہیں، میں بھی نوشت خواند کے کام میں محکمہ پولیس میں مشہور تھا مگر ایک خط کسی دوست کو یا کوئی سرکاری رپورٹ لکھنی ہو تو کس قدر محنت و میز کرسی یا تکیہ غالیچہ کے فرش پر بیٹھ کر

لکھتے ہیں۔ ان ایام میں مَیں نے کوشش کی کہ ایک کارڈ چلتے چلتے لکھوں مگر لکھ نہ سکا۔

(الحکم قادیان 7-14/جولائی 1938ء صفحہ 3)

دہلی کے ایک قابل و قائع نگار اور اخبار ’’صحیفہ قدسی‘‘ کے ایڈیٹر و مالک مولانا عبدالقدوس قدسی صاحب گو کہ احمدی نہ تھے لیکن حضرت اقدس علیہ السلام سے عقیدت رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے سفر دہلی 1892ء کے موقع پر وہ بھی حاضر خدمت ہوتے بلکہ مولوی محمد بشیر بھوپالوی صاحب کے ساتھ ہونے والے حضرت اقدسؑ کے تحریری مباحثہ میں حضور علیہ السلام کا تحریر کردہ پرچہ نقل کرنے میں شامل تھے۔ حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’... مولوی محمد بشیر صاحب مباحثہ کے لیے آگئے ... جب وہ اپنا مضمون تیار کر چکے تو ہم نے حضرت صاحب کے پاس پہنچا دیا ... حضورؑ نے ... جواب لکھنا شروع کر دیا۔ جب دو ورقہ تیار ہو گیا تو میں نیچے نقل کرنے کے لیے دے آیا۔ دوورقے کو ایک ایک ورق کر کے ایک مولوی عبدالکریمؓ نے نقل کرنا شروع کیا اور ایک عبدالقدوس نے۔ اس طرح میں اوپر سے جب دو ورقہ تیار ہوتا، لے آتااور یہ نقل کرتے رہتے۔ حضرت صاحب اس قدر جلد لکھ رہے تھے کہ ایک دو ورقہ نقل کرنے والوں کے ذمہ فاضل رہتا تھا۔ عبدالقدوس جو خود بہت زود نویس تھا، حیران ہو گیا اور ہاتھ لگا کر سیاہی کو دیکھنے لگا کہ یہ پہلے کا تو لکھا ہوا نہیں۔ میں نے کہا اگر ایسا ہو تو یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ جواب پہلے سے لکھا ہو۔‘‘

(اصحاب احمد جلد چہارم مؤلفہ ملک صلاح الدین ایم اے صفحہ 190-192)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کئی کتب اور بعض فصیح و بلیغ عربی قصائد نہایت مختصر وقت میں تصنیف فرمائے گئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے معروف قصیدہ ’’بُشْرٰی لَکُمْ یَا مَعْشَرَ الْاِخْوَانِ‘‘ (جس کے کُل 110 اشعار ہیں) کے آخر پر تحریر فرمایا

قَدْ قُلْتُ مُرْتَجِلًا فَجَاءَتْ هٰذِهٖ
کَالدُّرَرِ اَوْ کَسَبِیْکَةِ الْعِقْیَانِ

ترجمہ: میں نے یہ قصیدہ جلدی سے کہا ہے اور یہ قصیدہ موتی کی طرح ہے یا اس سونے کی طرح جو کٹھالی سے نکلتا ہے۔

لیکن آپ کے نزدیک اس میں آپ کا کوئی ذاتی ہنر یا کمال نہ تھا بلکہ یہ سب خدا تعالیٰ کی تائید کا نتیجہ تھا۔ لہٰذا اس کے اگلے ہی شعر میں فرمایا:

مَا قُلْتُهَا مِنْ قُوَّتِيْ لٰكِنَّهَا
دُرَرٌ مِّنَ الْمَوْلٰى وَنَظْمُ بَنَانِيْ

ترجمہ: میں نے اس کو اپنی قوت سے نہیں کہا مگر وہ موتی خدا تعالیٰ سے ہیں اور میرے ہاتھ نے پروئے ہیں۔

(نور الحق الحصۃالثانیۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 227)

پھر تحریر میں سرعت کے متعلق ایک اور مثال ہمیں حضور کی کتاب ’’اعجازِ احمدی‘‘ کی صورت میں ملتی ہے جو آپ نے اواخر 1902ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمائی، اور جس میں 533 اشعار کا ایک لمبا عربی قصیدہ ’’اَلْقَصِيْدَةُ الْاِعْجَازِيَّةُ‘‘ (یعنی اعجازی قصیدہ) کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس قصیدہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

’’... روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی اور وہ قصیدہ پانچ دن میں ہی ختم کر لیا۔ کاش اگر کوئی اور شغل مجبور نہ کرتا تو وہ قصیدہ ایک دن میں ہی ختم ہو جاتا۔‘‘

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 146)

اسی عبارت کے حاشیہ میں یہ نوٹ دیا:

’’دیر کا ایک یہ بھی باعث ہوا کہ مجھے منصف صاحب کی عدالت میں تاریخ 7/نومبر 1902ء کو بٹالہ جانا پڑا اصل تالیف کا زمانہ تو محض تین دن تھے اور دو دِن باعث حرج اور زائد ہو گئے۔‘‘

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 146 حاشیہ)

محنت سے تحریر کرنا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نہایت محنت سے تحریر کا کام سرانجام فرماتے تھے۔ آدھی رات تک یا بسا اوقات ساری رات تحریر کرنے، کاپیاں پڑھنے یا پروف دیکھنے میں مصروف رہتے۔ حضرت اُم المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

’’... رات کا زیادہ حصہ آپؑ جاگ کر گزارتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ... آپ کو اکثر اوقات رات

کے وقت بھی مضامین لکھنے پڑتے تھے جو آپ عموماً دیر تک لکھتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 4)

اوائل جنوری 1903ء میں کتاب ’’مواہب الرحمٰن‘‘ تصنیف فرمانے میں آپ بہت مصروف تھے اور رات گئے کام کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ 14 جنوری 1903ء کو نمازِ فجر کے وقت حضورؑ نے فرمایا:۔

’’میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدھی رات تک بیٹھا رہا۔نیّت تو ساری رات کی تھی مگر کام جلدی ہی ہو گیا۔ اس لئے سو رہا۔ اس کا نام مواہب الرحمٰن رکھا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 413 مطبوعہ 1984ء)

پھر اس کے اگلے روز علی الصباح فرمایا:۔

’’رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔... یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔ رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں گذارے۔‘‘

حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدمتِ دینِ محمدﷺ کے لئے جذبہ دیکھئے کہ آگے فرمایا:

’’میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام کئے جاؤ۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 414 مطبوعہ 1984ء)

غرض متعدد تصنیفات کو تیار کرنے کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے جاگتے ہوئے راتیں کاٹیں۔ ایک دفعہ کثرت سے تحریر کرنے اور کاپی دیکھنے کی وجہ سے اُس طبعی تکلیف کو مدّ ِنظر رکھ کر جو انسان کو ہوجایا کرتی ہے، آپ کے ایک خادم نے آپ سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:
’’بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔ اور کس لئے ہے؟‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 469 تا 470 مطبوعہ 1984ء)

دین کی خدمت کرتے ہوئے آپ کبھی نہ تھکتے تھے۔ نہ آپ کو موسم کی شدّت نے کبھی سست کیا۔ ایک دفعہ قادیان میں شدید گرمی پڑی۔ اس گرمی کی شدت کا نقشہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مضمون میں کھینچا اور اس میں یہ جملہ بھی لکھا کہ ’’گرمی ایسی سخت ہے کہ اس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہو گئی ہے۔‘‘ مراد یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

بھی شدید گرمی کے باعث کام چھوڑ دیا ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے یہ بات سنی تو آپؑ نے فرمایا کہ ”یہ تو غلط ہے ہم نے تو کام نہیں چھوڑا“

(ذکرِ حبیب صفحہ 126 مطبوعہ 2008ء)

آپؑ نے اپنی جماعت کو بھی محنت اور جفاکشی کی عادت پیدا کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ایک مرتبہ احباب کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

”یہ وقت بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 196 مطبوعہ 1984ء)

یہاں یہ بات بھی بیان کرنی ضروری ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نہایت عرق ریزی سے کتب کے مسوّدات کو پڑھتے اور کاتب کی غلطیوں کی اصلاح فرماتے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی مسوّدہ کسی کتاب یا اشتہار کے واسطے لکھتے تھے تو اُسے دوبارہ اور بعض دفعہ کئی بار پڑھتے اور اصلاح کرتے تھے اور کاتب کو بھی مسوّدہ دینے سے قبل عموماً اُن خدام کو جو قادیان میں موجود ہوتے، مسودہ خود پڑھ کر سنایا کرتے اور جب کاتب کاپی لکھ لیتا تو خود کاپی پڑھتے اور بعض جگہ پھر کچھ اصلاح کرتے اور عبارت زیادہ کرتے۔ جب کاپی پتھر پر لگ جاتی تو پروف خود پڑھتے اور بعض جگہ تشریح کے طور پر کچھ عبارت بڑھاتے، جو پتھر پر لکھی جاتی۔ یا کم کرتے۔ حضورؑ کی عادت تھی کہ ہر ایک مضمون کو ایسا واضح اور آسان کر دیتے تھے کہ پڑھنے والا اسے اچھی طرح سے سمجھ جائے اور اسی خیال سے بعض مضامین کی تشریح حاشیہ اور حاشیہ در حاشیہ لکھا کرتے۔“

(ذکر حبیب صفحہ 155-156 مطبوعہ 2008ء)

تحریر کے کام میں انہاک

کام میں استغراق کا یہ عالَم تھا کہ اِرد گرد کےماحول کا آپؑ پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوتا اور نہ ہی آپ کے کام میں کوئی شور وغیرہ مخلّ ہوتا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا کہ حضور علیہ السلام بڑی فصیح و بلیغ کتب تحریر فرما رہے ہوتے اور اِرد گرد بچوں اور دیگر احباب

وغیرہ کی باتوں کا شور ہوتا۔ لیکن حضورؑ اس قدر کام میں مستغرق ہوتے کہ گویا علیحدہ کسی کمرہ میں بیٹھے ہیں۔ آپؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ:

’’میں نے ایک دفعہ پوچھا اتنے شور میں حضورؑ کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا میں سنتا نہیں تشویش کیا ہو اور کیونکر ہو۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 23)

مصنُفین حضرات جانتے ہیں کہ ہلکے شور میں بھی تحریر کا کام کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ ایک جملہ ہی لکھنا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان باتوں سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا بلکہ عام گھریلو ماحول میں ہی ایسے شہکار تحریر فرمائے جن سے بنی نوع انسان قیامت تک مستفیض ہوتی رہے گی۔ اِن شاء اللہ العزیز

تحریر کرتے وقت آپؑ کی کیفیت

اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور آپؑ کی سیرتِ طیبہ آیت وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ کی عملی تصویر پیش کرتی ہے۔ تحریر ہو کہ تقریر، آپؑ کا کلام ہر قسم کے تکلفات سے پاک تھا۔

لکھنے والے اکثر باقاعدہ میز اور کرسی اور الماری وغیرہ اور دیگر لوازمات کے بغیر کام کرنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ بیشتر ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے کافی خرچہ کر کے مہنگا اور قیمتی سامان اکٹھا کر کے اپنا دفتر تیار کیا ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ان اشیاء کے محتاج نہ تھے۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

’’تحریر وغیرہ کا سب کام پلنگ پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دوات، قلم، بستہ اور کتابیں یہ سب چیزیں پلنگ پر موجود رہا کرتی تھیں کیونکہ یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 447)

ایک اور روایت میں حضرت میر صاحبؓ موصوف حضرت اقدس علیہ السلام کے تصنیف کے وقت آپؑ کے بستوں اور کاغذات کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؑ کی حد درجہ سادگی نمایاں نظر آتی ہے:۔

’’تصنیف کے تمام کاغذات بستوں میں بندھے رہتے تھے ایک ایک وقت میں اس قسم کے تین تین بستے جمع

ہو جاتے تھے۔ عموماً دو بستے تو ضرور رہتے تھے یہ بستے سلے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ صرف ایک چورس کپڑا ہوتا تھا۔ جس میں کاغذ اور کتابیں رکھ کر دونوں طرف سے گانٹھیں دے لیا کرتے تھے۔ تصنیف کے وقت آپ کا سارا دفتر آپ کا پلنگ ہوتا تھا۔ اسی واسطے ہمیشہ بڑے پلنگ پر سویا کرتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 698)

اسی روایت کے تحت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ نے نوٹ دیا ہے کہ ’’مَیں نے حضرت صاحب کو کبھی میز کرسی لگا کر کام کرتے نہیں دیکھا۔ البتہ بسا اوقات ٹہلتے ہوئے تصنیف کا کام کیا کرتے تھے اور اکثر پلنگ یا فرش پر بیٹھ کر کام کرتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 698)

متعدد روایات سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام لکھتے ہوئے ٹہلتے جاتے تھے۔ آپؑ کا انداز بالکل بے تکلفانہ اور نہایت سادہ ہوتا۔ چنانچہ گھر میں ’’خصوصاً اگر پختہ فرش ہوتا تھا تو بعض اوقات ننگے پاؤں ٹہلتے بھی رہتے تھے اور تصنیف بھی کرتے جاتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 819)

حضرت سکینہ بیگم صاحبہؓ اہلیہ ماسٹر احمد حسین صاحبؓ فرید آبادی بیان کرتی ہیں کہ

’’میں نے کئی بار آپؑ کو صحن میں ٹہلتے ٹہلتے لکھتے دیکھا۔ دو دواتیں ہوتی تھیں۔ اِدھر گئے تو اِدھر سے دوات سے قلم بھر لیتے تھے اور لکھتے، اُدھر گئے تو اُدھر سے قلم بھر لیتے اور لکھتے۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 1573)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تحریر کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

’’آپؑ کی عادت تھی کہ کاغذ لے کر اس کی دو جانب شکن ڈال لیتے تھے تا کہ دونوں طرف سفید حاشیہ رہے اور آپؑ کالی روشنائی سے بھی لکھ لیتے تھے اور بلیو، بلیک سے بھی اور مٹی کا اُپلہ سا بنوا کر اپنی دوات اس میں نصب کروا لیتے تھے تا کہ گرنے کا خطرہ نہ رہے۔ آپؑ بالعموم لکھتے ہوئے ٹہلتے بھی جاتے تھے یعنی ٹہلتے بھی جاتے تھے اور لکھتے بھی اور دوات ایک جگہ رکھ دیتے تھے جب اس کے پاس سے گزرتے نب کو تر کر لیتے۔ اور لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر کو پڑھتے بھی جاتے تھے اور آپ کی عادت تھی

کہ جب آپ اپنے طور پر پڑھتے تھے تو آپ کے ہونٹوں سے گنگنانے کی آواز آتی تھی اور سننے والا الفاظ صاف نہیں سمجھ سکتا تھا۔“

(سیرت المہدی روایت نمبر 23)

طرزِ خط

حضور علیہ السلام کےطرزِ خط کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”آپ کی تحریر پختہ مگر شکستہ ہوتی تھی۔ جس کو عادت نہ ہو وہ صاف نہیں پڑھ سکتا تھا۔ لکھے ہوئے کو کاٹ کر بدل بھی دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی تحریر میں کئی جگہ کٹے ہوئے حصّے نظر آتے تھے اور آپ کا خط بہت باریک ہوتا تھا۔“

(سیرت المہدی روایت نمبر 23)

آپؑ کا قلم مبارک

اوائل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کلک کے قلم سے لکھا کرتے تھے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وقت میں چار چار پانچ پانچ قلمیں بنوا کر رکھ لیتا تھا تاکہ جب ضرورت پڑے تو حضورؑ کو پیش کر سکوں اور کام میں کوئی تاخیر نہ ہو۔ پھر آپؓ آگے بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک دن جب کہ عید کا موقعہ تھامیں نے حضورؑ کی خدمت میں بطور تحفہ دو ٹیڑھی نبیں پیش کیں۔ اس وقت تو حضرت صاحب نے خاموشی کے ساتھ رکھ لیں لیکن جب میں لاہور واپس گیا تو دو تین دن کے بعد حضرت صاحب کا خط آیا کہ آپ کی وہ نبیں بہت اچھی ثابت ہوئی ہیں۔ اور اب میں انہیں سے لکھا کروں گا۔ آپ ایک ڈبیہ ویسی نبوں کی بھیج دیں۔چنانچہ میں نے ایک ڈبیہ بھجوا دی اور اس کے بعد میں اسی قسم کی نبیں حضور کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ لیکن جیسا کہ ولایتی چیزوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد مال میں کچھ نقص پیدا ہو گیا اور حضرت صاحب نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ اب یہ نب اچھا نہیں لکھتا جس پر مجھے آئندہ کیلئے اس ثواب سے محروم ہو جانے کا فکر دامنگیر ہوا اور میں نے کارخانہ کے مالک کو ولایت میں خط لکھا کہ میں اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں تمہارے کارخانہ کی نبیں

پیش کیا کرتا تھا لیکن اب تمہارا مال خراب آنے لگا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت صاحب اس نب کے استعمال کو چھوڑ دیں گے اور اس طرح تمہاری وجہ سے میں اس ثواب سے محروم ہو جاؤں گا اور اس خط میں میں نے یہ بھی لکھا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں؟ اور پھر میں نے حضورؑ کے دعاوی وغیرہ کا ذکر کر کے اس کو اچھی طرح تبلیغ بھی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا جواب آیا جس میں اس نے معذرت کی اور ٹیڑھی نبوں کی ایک اعلیٰ قسم کی ڈبیا مفت ارسال کی جو میں نے حضرت صاحب کے حضور پیش کر دی۔‘‘

(سیرت المہدی روایت نمبر 434)

یہ کمپنی جن کا نِب حضور علیہ السلام استعمال فرماتے تھے انگلینڈ کی مشہور کمپنی M. Myers & Son Ltd. تھی جو Birmingham میں Charlotte Street پر واقع تھی۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے کمپنی کے نام جس خط اور ان کے جواب کا ذکر فرمایا ہے، یہ خط و کتابت اخبار الحکم 30/اپریل 1902ء صفحہ 13 تا 15 پر شائع شدہ ہے۔

نیز انگلینڈ سے منگوائے گئے قلموں کے بارہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حضرت مفتی صاحبؓ کا ایک خط آپؓ کی کتاب ’’ذکرِ حبیب‘‘ میں نقل کیا گیا ہے (دیکھئے: ذکرِ حبیب، صفحہ297، مطبوعہ 2008ء)۔ نمونہ کے طور پر M. Myers & Son Ltd. کے بنائے ہوئے ایک نِب کی تصویر نیچے دی گئی ہے۔غالباً اس قسم کا نِب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام استعمال فرماتے تھے۔ واللّٰہ اعلم

پس حضور علیہ السلام لوہے کے قلم سے لکھنا پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ سے آیت وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (یعنی ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا سامان اور انسانوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ الحدید: 26) کے بارہ میں استفسار ہوا تو فرمایا

’’میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی عادت نہیں ہے۔اس لئے لوہے کے قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے لوہے سے کام لیا ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 283-284 مطبوعہ 1984ء)

اس کے نیچے ایڈیٹر صاحب اخبار البدر نے مندرجہ ذیل نوٹ دیا کہ:

’’حضرت اقدسؑ جس قلم سے لکھا کرتے ہیں وہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے۔ جس کی نوک آگے سے داہنی طرف کو مڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل تلوار کی سی ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 284 مطبوعہ 1984ء)

گویا لوہے کے قلم کا استعمال جہاد بالقلم کا ایک عملی اظہار تھا۔ اپنے منظوم کلام میں حضورؑ نے کس خوبصورتی سے یہ ارشاد فرمایا کہ

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

اختتام

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت محنت سے کتب تصنیف فرمائیں۔ آپؑ کی زندگی کا ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے عشق اور خدمتِ اسلام میں گزرا۔ آپؑ کی عظیم الشان تحریرات اس کی گواہی دیتی ہیں۔ یہی وہ تحریرات ہیں جن سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو رہا ہے اور جن کے ذریعہ اسلام کی آخری فتح مقدر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان روحانی خزائن سے حق المقدور مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میری قلم سے قرآنی حقائق ومعارف چمک رہے ہیں۔ اٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے کوئی ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 267)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 16 جولائی 2022ء)

(87)
حضرت مسیح موعودؑ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ

(از حضرت میر محمد اسمٰعیلؓ)

کل بستر علالت پر لیٹے لیٹے خیال آیا کہ خدا تعالیٰ کے 99 نام احادیث میں آئے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے بھی 99 نام کتابوں میں موجود ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کتنے الہامی نام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے۔ میں نے وہ سب جمع کئے تو 99 ہی بن گئے۔ ان ناموں میں بھی ایک علم ہے۔ اس لئے اسے احباب کے فائدہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

1۔ احمد

2۔ محمد

3۔ مہدی

4۔ یٰس

5۔ رسول اللہ

6۔ مرسل

7۔ نبی اللہ

8۔ نذیر

9۔ مجددِ وقت

10۔ محدث اللہ

11۔ گورنر جنرل

12۔ حَکم

13۔ عدل

14۔ امام

15۔ امام مبارک

16۔ غلام احمد

17۔ مرزا غلام احمد قادیانی

18۔ ’’مرزا‘‘

19۔ عیسیٰ

20۔ مسیح

21۔ مسیح موعود

22۔ مسیح اللہ

23۔ مسیح الزمان

24۔ الشیخ المسیح

25۔ مسیح ابنِ مریم

26۔ مسیح محمدی

27۔ روح اللہ

28۔ مریم

29۔ ابنِ مریم

30۔ آدم

31۔ نوح

32۔ ابراہیم

33۔ اسمٰعیل

34۔ یعقوب

35۔ یوسف

36۔ موسیٰ

37۔ ہارون

38۔ داوٗد

39۔ سلیمان

40۔ یحییٰ

41۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء

42۔ عبداللہ

43۔ عبد القادر

44۔ سلطان عبدالقادر

45۔ عبدالحکیم

46۔ عبد الرحمٰن

47۔ عبد الرافع

48۔ محمد مفلح

49۔ ذوالقرنین

50۔ سلمان

51۔ علی

52۔ منصور

53۔ حجۃ اللہ القادر

54۔ سلطان احمد مختار

55۔ حب اللہ

56۔ خلیل اللہ

57۔ اسد اللہ

58۔ شفیع اللہ

59۔ آریوں کا بادشاہ

60۔ کرشن

61۔ رودر گوپال

62۔ امین الملک جے سنگھ بہادر

63۔ برہمن اوتار

64۔ آواہن

65۔ مبارک

66۔ سلطان القلم

67۔ مسرور

68۔ النجم الثاقب

69۔ رحی الاسلام

70۔ حمی الاسلام

71۔ غالب

72۔ مبشر

73۔ خیر الانام

74۔ اسعد

75۔ شیر خدا

76۔ شاہد

77۔ خلیفۃ اللہ السلطان

78۔ نور

79۔ امین

80۔ رجل من فارس

81۔ سراج منیر

82۔ متوکل

83۔ اشجع الناس

84۔ ولی

85۔ قمر

86۔ شمس

87۔ اول المومنین

88۔ سلامتی کا شہزادہ

89۔ مقبول

90۔ مردِ سلامت

91۔ الحق

92۔ ذوالبرکات

93۔ البدر

94۔ حجر اسود

95۔ مدینۃ العلم

96۔ طیب

97۔ مقبول الرحمٰن

98۔ کلمۃ الازل

99۔ غازی

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 14 دسمبر 1937ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 22 جولائی 2022ء)

(88)
صداقت حضرت مسیح موعودؑ

آپ کے اشعار کی روشنی میں

(نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان)

اس مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کہنے کی غرض و غایت اور ان اشعار کو یاد کرنے کی تلقین کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے اس بحر بیکراں میں سے چند قطرات بطور نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔طوالت مضمون کو دیکھتے ہوئے درثمین میں سے ایسے اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت کےلئے ارشادفرمائے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری صداقت کا معیار منہاج نبوت ہے۔ یعنی جو آپ کو انبیاء کے نہج پر پرکھے گا اس پر آپ کی صداقت عیاں ہوجائے گی۔ منہاج نبوت کے معیار کی بھی صدہا جزئیات ہیں۔ ذیل میں اکثر ان اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جومنہاج نبوت کے معیار سے تعلق رکھنے والی ہیں۔

اشعار کہنے کی ضرورت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’اشعار میں اپنے مضامین کو بیان کرنے کی ہمیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض طبائع اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان کو نثر عبارت میں ہزار پیرائیہ میں کوئی صداقت بتائی جائے وہ نہیں سمجھتے۔ لیکن اسی مفہوم کواگر برجستہ شعر میں منظوم کر کے سنایا جائے تو شعر کی لطافت ان پر بہت کچھ اثر کرجاتی ہے۔ شعر کو سن کر پھڑک اٹھتے ہیں اور حق کو شعر کے ذریعہ فوراً قبول کرلیتے ہیں۔‘‘

(الحکم قادیان 28 اگست 7 ستمبر 1938ء صفحہ 2)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اشعار یاد کرنے کی تحریک وتحریص

حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

"ایک ایک شعر، ایک ایک مصرع ایک ایک لفظ سچائی میں ڈوبا ہواہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا کلام ہی آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔ کوئی سعید فطرت انسان اگر اس کلام کو سنے تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کلام کے کہنے والے کے حق میں اس سچائی کی گواہی نہ دے۔ حیرت انگیز طور پر پاکیزہ جذبات عشق میں ڈوبا ہوا یہ کلام سن کر روح پر وجد طاری ہوجاتا ہے۔۔۔ حضرت مسیح موعودؑ کا کلام یاد کریں اور درویشوں کی طرح گاتے ہوئے قریہ قریہ پھریں اور اس کلام کی منادی کریں اور دنیا کو بتائیں کہ وہ آ گیا ہے جس کے آنے سے تمہاری نجات وابستہ ہے"

(روزنامہ الفضل 28 جون 1983)

ضرورت زمانہ
(یعنی وقت خود کسی مصلح کا متقاضی ہو)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ مامورِ زمانہ کی صداقت کے تین معیار ضرورت زمانہ، سابقہ پیشگوئیوں اور تائیدات سماویہ و ارضیہ ہوتے ہیں۔ ذیل میں اس مناسبت سے آپ علیہ السلام کے اشعار درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کی حسب پیشگوئی ناگفتہ بہ حالت، اسلام کا دشمنوں کے نرغے میں ہونا، پھر اس کے احیاء کے لئے مسیح دوراں کے ظہور کا ذکر ہے۔

"اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِيْح جَاءَ الْمَسِيْح
نیز بِشنو از زمیں آمد امامِ کامگار"

"نورِ دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار"

"ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب وتواں نہیں"

"مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا

رسول حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا“

”دِن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار“

”صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار“

”ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُن کے وہ وار“

”قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہاہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار“

”تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہوگئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہوگئے“

”ہوگیا دیں کفر کے حملوں سے چور
چپ رہے کب تک خداوندِ غیور“

”وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا“

”کیوں عجب کرتے ہوگرمیں آ گیا ہوکر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار“

”وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات“

’’مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خداجس سے ہوادن آشکار‘‘

سابقہ انبیاء اور سلف صالحین کی پیشگوئیاں

کوئی بھی نبی اب تک نہیں گزرا ہے جس نے آخری زمانہ میں دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔ دجال اور یاجوج ماجوج کے اس فتنہ عظیم کی سر کوبی کے لئے امت مسلمہ میں سے ایک رجل فارس کی پیشگوئی موجود ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ۔

’’فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا‘‘

’’پیویں گےایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند‘‘

’’کیوں بھولتے ہوتم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھوتو کھول کر‘‘

’’ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار زار‘‘

’’ابن مریم کے ذکر کو چھوڑواس سے بہتر غلام احمدؑ ہے‘‘

’’ہر نبیِ وقت نے اِس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں بادو چشمِ اشکبار‘‘

تائیدات ارضیہ و سماویہ

خداتعالیٰ کے مامور کی صداقت کے اظہار کے لئے ارضی و سماوی تائیدات رونما ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے تبشیری اور انذاری معجزات دکھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ پہلے مبشرات دکھاتا ہے جب لوگ ان سے فائدہ نہیں

اٹھاتے تو پھر منذرات کا بھی مامور من اللہ کی صداقت کے لئے ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے لئے کسوف و خسوف کا اقتداری اور تبشیری معجزہ دکھایا جب لوگوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو پھر اللہ تعالیٰ نے طاعون کا نشان دکھایا۔ اسلئے آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اکثر احمدی ''طاعونی احمدی'' ہیں یعنی طاعون کو دیکھ کر ایمان لائے تھے۔ ذیل میں اس مناسبت سے چند اشعار پیش ہیں۔

''دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دے دی شہادات''

''ظہور عون و نصرت دمبدم ہے
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے''

''آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہورہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار''

''ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار''

''یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس وقمر بھی بتا چکا''

''تونے طاعوں کو بھی بھیجا میری نُصرت کے لئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار''

''دن بُرے آئے اکٹھے ہوگئے قحط و وبا
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھئے انجام کار''

''مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشان
جس کو تو نے کردیا ہے قوم و دیں کا افتخار''

”یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار“

”باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
مَیں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار“

جری اللہ فی حلل الانبیاء

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ”جری اللہ فی حلل الانبیاء“ کا خطاب دیا یعنی اللہ کا پہلوان نبیوں کے لبادہ میں۔ اس الہام سے قرآن کریم کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ رسولوں کو آخری وقت میں اکٹھا کیا جائے گا۔ آپ علیہ السلام کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء کے صفات و واقعات سے حصہ دیا ہے اس لئے آپ میں تمام انبیاء روحانی اور صفاتی طور پر جمع ہوگئے۔

”مَیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صِفت کے پھل لگے
مَیں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار“

اعداء کے مقابل کامیابی

مامور من اللہ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ وہ باوجود اپنی کسمپرسی اور بے بضاعتی کے اپنے طاقتوراعداء کے بالمقابل فتح و ظفر سے ہمکنار ہوجاتاہے۔ اس ضمن میں آپ علیہ السلام کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

”صف دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے“

''ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا''

''قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیر مکر
بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار
پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اِک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز وار''

''گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیے اونچے مینارے''

''مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے''

جھوٹا مدعی قتل کیا جاتا ہے

قرآن کریم نے یہ معیار قائم فرمایا ہے کہ جھوٹا مدعی الہام قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ

''تھا برس چالیس کا مَیں اس مسافر خانہ میں
جب کہ مَیں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار''

''اِس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نُصرت کے ہوئے جاری بِحار''

''اِفترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مُدّتِ فخرالرسل فخرالخیار''

''یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں!
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی

خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قُدرت ہے اَے مُنکر تو یہ چادر اُتار"

خلوت سے جلوت تک

مامور من اللہ گوشہ نشین اور شہرت و عظمت کے خیالات سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کنج زلت سے نکال کر شہرت و عظمت کے بام عروج تک پہنچا دیتا ہے۔ اس اصل کے سلسلے میں چند اشعار درج ذیل ہیں۔

"اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا مُعتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کِس قدر ہے ہر کنار
اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد ازمُرورِ روزگار
کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اِس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار
میں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
ایسی سُرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صِدقِ قولِ کردگار"

دعویٰ سے پہلے پاک زندگی

ماموریں کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی ان کی صداقت کی سب سے بڑی اور بنیادی دلیل ہوتی ہے۔ اس جہت سے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں.

''ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار''

دنیا سے بے رغبتی

ماموریں دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ رضوان یار کے متلاشی نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام ہمیں اس میدان میں بھی انبیاء کے منہج پر نظر آتے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اِبتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار''

''یہ سراسر فضل و اِحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار''

''تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے رب کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب وجوار
گر کہے کوئی یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار''

سورۃ الفاتحہ (ام الکتاب)

سورۃ الفاتحہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی پیش خبری موجود تھی۔ جس نے دجال کے سب سے بڑے فتنہ کا قلع قمع کرنا تھا۔ پنجوقتہ نمازوں میں اس سورہ کو اسی لئے دہرانے کی تاکید کی گئی ہے۔ مغضوب اورضالین سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسلمان یہود کے نقش قدم پر چل کر اپنے آنے والے مسیح کا انکار کریں گے۔ اس ضمن میں حضور اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

’’یہ میرے ربّ سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مُہرِالٰہ ہے‘‘

’’میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہدِ ربّ جلیل ہے‘‘

’’پھر دوبارہ آگئی اَحبار میں رسمِ یہود
پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار
تھا نوشتوں میں یہی ازابتدا تا انتہا
پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار
میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
مَیں نہیں مامور ازبہر جہاد و کارزار‘‘

احیاء موتیٰ اور قبولیت دعا کا نشان

مامور من اللہ کو قبولیت دعا کا نشان دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ہزاروں دعاؤں کو قبولیت کا شرف ملا۔ اور آپ کی انفاخ قدسیہ اور پاک تحریرات نے لاکھوں مردوں کو آب حیات کا جام پلا دیا۔ ذیل میں چند ایسے اشعار پیش ہیں جن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

’’جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے‘‘

’’مرہمِ عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و ہر دیار‘‘

’’شکر للہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
کچھ بنیں طاعوں کی صورت کچھ زلازل کے بخار
اِک طرف طاعونِ خونی کھا رہا ہے مُلک کو
ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اُس کا شکار

دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
جس سے اِک محشر کا عالَم تھا بصد شور و پکار"

"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار"

علماء سوء کی تکفیر و تکذیب

مامور من اللہ دعویٰ سے قبل امیدوں کا مرجع ہوتے ہیں۔ لیکن دعویٰ کے بعد تعریف و توصیف کرنے والے لوگ ہی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ مخالفین کی اسی روش کا سامنا حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کرنا پڑا۔ آثار میں بھی وارد ہواتھا کہ علماء سوء حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے اور آپ علیہ السلام کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھیں گے۔ اس ضمن میں آپ علیہ السلام کے چند اشعار پیش ہیں۔

"کافر و ملحد دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے"

"غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردار خوار"

آپ کا دعویٰ مسلمانی

حضرت نبی کریمﷺ کا فرمان ہے کہ کلمہ گو کو کافر کہنا خود کافر بننے کے مترادف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو کافر و دجال کہنے سے یہ لوگ خود حضرت نبی کریمﷺ کے اس فرمان کی زد میں آتے ہیں۔

"مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار"

"ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں"

"جمال و حسنِ قرآں نورِجانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

"ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے"

اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کی کامل پیروی میں نبوت کا انعام

"سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے"

"ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے"

اظہار غیب

اللہ تعالیٰ انبیاء پر کثرت سے غیب کا اظہار فرماتاہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا اور مکالمہ و مخاطبۂ الٰہیہ کی اسی کثرت کو آپ نے نبوت سے تعبیر فرمایا۔ "تذکرہ" میں ان الہامات و کشوف کا تذکرہ موجودہے۔ پیشگوئی مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے چند اشعار پیش ہیں۔

"بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دِن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ"

آخری کامیابی

”ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہوجائیں نہاں ہم زیر غار“

”ایک طوفان ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہرطرف مَیں عافیت کا ہوں حصار“

”باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار“

”خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے“

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم کلام کو ذہن نشین کرنے اور اس کلام کو برموقع و محل اور برجستہ استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 اگست 2022ء)

(89)
چودھویں صدی کے مجدد
حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

(ابو فاضل بشارت)

نام ونسب

مجدد اعظم بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کانام مرزا غلام احمدؑ ہے۔ مرزا کا لفظ مغل قوم سے تعلق کی مناسبت سے مستعمل ہے۔ کنیت ابو محمود احمد تھی۔ آپؑ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہؒ تھا۔ آپ فارسی الاصل معروف مغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحبؑ ابن حضرت غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب۔

مرزا فیض محمد صاحب سے سلسلہ نسب مرزا ہادی بیگ صاحب تک پہنچتا ہے جو امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی نسل میں سے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ 4 تا 7)

قبل از ولادت بشارت

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب بھی دنیا میں ضلالت و گمراہی کا دوردورہ ہوتا ہے اور اپنے خالق حقیقی کو لوگ بھلا بیٹھتے ہیں اور دنیا میں گم ہوجاتے ہیں تو خدائے ہادی عوام الناس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدوں کو بھیجتا ہے۔ آخری زمانہ کے دور ضلالت کے خاتمہ کے لیے بھی ایک موعود کے آمد کی خبر یہود، نصاریٰ، ہنود، زرتشتی، بدھ مت غرضیکہ تمام اقوام عالم کی مقدس کتب میں موجود ہے۔ ان پیشگوئیوں سے اس موعود کے زمانہ کا بھی پتہ چلتا ہے جیسا کہ بائبل میں دانیال نبی کی کتاب باب 12 اس کا زمانہ 1290ھ سے 1335ھ کے درمیان ہونے کا ذکر ہے یعنی تیرہویں صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا

آغاز۔

اسی طرح اسلام میں بھی اس مصلح یعنی مسیح و مہدی کے ظہور کو واضح بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں آیت استخلاف، سورۃ السجدۃ آیت 6 اور سورۃ الجمعہ کی آیت 4 میں مسیح و مہدی کے زمانہ کی تعیین کا بالصراحت ذکر موجود ہے۔ پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورۃ الجمعہ کی مذکورہ آیت کے نزول کے وقت مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’جب ایمان ثریا ستارے پر اٹھ جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا فرمایا بہت سے اشخاص ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔‘‘

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

صرف یہی نہیں بلکہ آپؑ کی آمد کے وقت رونماہونیوالے نشانات کی پیشگوئیاں بھی بیان فرمائی ہیں۔ جن میں سے ایک اہم ترین چانداور سورج گرہن کا نشان ہے۔ اس کے علاوہ اولیاء و بزرگان امت کے رؤیا و کشوف میں بھی آپؑ کی آمد کی بشارات بکثرت ملتی ہیں۔

کتب سابقہ، قرآن کریم، احادیث نبویہؐ و اقوال بزرگان و علمائے سلف میں بیان فرمودہ تمام نشانیاں آپؑ کے زمانہ مبارک میں پوری ہوئیں اور چاند سورج کا عظیم الشان نشان آپ کے دعویٰ مسیح و مہدی کے بعد ہی پیشگوئی کے عین مطابق وقوع پذیر ہوااور اس وقت آپؑ کے علاوہ کسی اور مدعی کا موجود نہ ہونا اس بات پر بین دلیل ہے کہ آپ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جن کے بارہ میں تمام پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔ چنانچہ اس مناسبت سے اس مضمون میں چودہویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب علیہ السلام کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطاب سے ذکر کیا جائے گا۔

ولادت باسعادت

حضرت مسیح موعودؑ کی ولادت باسعادت 14 شوال 1250ھ مطابق 13 فروری 1835ء کو بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز فجر قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں ہوئی۔ علامہ ابن عربیؒ کی پیشگوئی کے مطابق آپؑ کی پیدائش توام صورت میں ہوئی لیکن ساتھ پیدا ہونیوالی لڑکی جلد وفات پا گئی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ9)

بچپن اور ابتدائی تعلیم

حضرت مسیح موعودؑ کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا۔ آپ خلوت پسند تھے اور سوچ و بچار کرنے کی عادت تھی۔ بچوں کی جلوت میں شمولیت نہ ہونے کے برابر تھے۔ البتہ ایام طفولیت میں بھی آپ کی طبیعت دینی امور کی طرف بہت راغب تھی۔

مشاغل

’’حضرت مسیح موعودؑ معتدل اور مناسب ورزش اور تفریح میں ضرور حصہ لیتے تھے۔ آپؑ نے بچپن میں تیرنا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح گھڑسواری میں ماہر تھے۔ غلیل سے شکار بھی کھیلا کرتےتھے۔ آپ کئی کئی میل تیزپیدل چلا کرتے تھے جو کہ آپ کا بہترین مشغلہ اور ورزش تھی۔ درستی صحت کی خاطر آپ موگریاں بھی پھیرا کرتے تھے۔

لیکن آپ کا محبوب ترین مشغلہ قیام نماز تھا۔ آپ اپنے ہم عمر بچوں کو کہا کرتے تھے کہ ’’دعا کرو کہ خدا مجھے نماز کا شوق نصیب کرے‘‘

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 10)

اس کے علاوہ آپؑ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ نے بیان کیا:

’’والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے۔ اور ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 193)

ابتدائی تعلیم

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ فرماتے ہیں:

’’انگریزوں کی عملداری کے اوائل میں مدارس کا سلسلہ ابھی جاری نہ ہوا تھااور تعلیم کے لیے عام دستور یہی تھا کہ بڑے بڑے رئیس اور صاحب استطاعت لوگ اپنے گھروں پر استاد بطوراتالیق رکھ لیتے تھے۔ اور خاندانی لوگوں میں تو یہ رواج بہت مدت تک جاری رہا۔ اسی طرح پر مرزا صاحب کی تعلیم کےلیے انتظام کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے لیے قادیان ہی کے ایک فارسی خوان استاد کو مقرر کیا گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے نہایت صاف اور سادے الفاظ میں اپنی تعلیم کا خود تذکرہ کیا ہے…

ان کے مکتب کے بعض طالب علم اپنے استاد سید گل علی شاہ صاحب سے کوئی مذاق بھی کر بیٹھتے۔ ان کو حقہ پینے کی بہت عادت تھی اور اسی سلسلہ میں بعض شوخ طالب علم مذاق کر لیتے۔ مرزا صاحب ہمیشہ ان کا ادب و احترام کرتے۔ اور ایسی شرارتوں سے بیزار اور الگ رہتے۔‘‘

(حیاتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 80-82)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خداتعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نَحواُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخرالذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خداتعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 179 تا 181 حاشیہ)

عنفوان شباب اور شادی

حضرت مسیح موعودؑ نے جوانی میں قدم رکھا ہی تھا کہ مشرقی خاندانی دستور کے مطابق اندازاً 1850ء یا 1851ء میں آپ کی شادی حرمت بی بی صاحبہ سے ہو گئی لیکن یہ رشتہ مزاج اور میلانات میں بُعد کی وجہ سے زیادہ دیر نہ چل سکا۔ اس شادی سے آپؑ کے دو فرزند صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب پیدا ہوئے۔

اس عمر میں حضرت مسیح موعودؑ کا زیادہ وقت مسجد میں قیام اور مطالعہ میں گزرتا تھا۔ نماز کی ادائیگی آپ کا اولین فریضہ تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غورو تدبر بہت زیادہ کرتے تھے۔ سفر وحضر میں کوئی موقع مطالعہ قرآن کا نہ چھوڑتے حتیٰ کہ آپ کے والد محترم آپ کو ''مسیتڑ'' کہا کرتے تھے اور فکرمند ہوجاتے کہ آپؑ اپنے اس شغف کی وجہ سے اپنی جان نہ کھوبیٹھیں۔

مقدمات کے لیے اسفار اور سیالکوٹ میں ملازمت

آپؑ کے والد محترم نے آپ کی صحت کے پیش نظر اور مستقبل کی فکر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپؑ کو کوئی ملازمت کرنے یا زمیندارہ میں ہاتھ بٹانے کا کہا جسے آپ نے بہت ٹالا لیکن پھر والد محترم کے مسلسل اصرار اور فرمانبرداری میں زمینداری کے کام کی نگرانی میں مصروف ہوئے اور خاندانی جائیداد کے تنازعات کے مقدمات کی پیروی کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں آپ کو ڈلہوزی اور لاہور تک سفر کرنے پڑے۔ لیکن اس دور مقدمات میں بھی آپ نے کبھی اپنی نماز قضاء نہ ہونے دی۔

پھر والدِ محترم کی خواہش پر سیالکوٹ میں دفتر ضلع میں کم و بیش چار سال سرکاری ملازمت بھی کی۔ ان چارسالوں میں آپ کی مصروفیات میں ملازمت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے علاوہ عبادت الٰہی وتلاوت قرآن کریم، درس وتدریس و خدمت خلق، بزرگوں سے ملاقات، علمی ودینی گفتگو، مذہبی مناظرے اور علمی مجالس عرفان شامل رہیں۔

دوران عرصہ ملازمت ہر خاص وعام نے آپ کی دینی و اخلاقی لحاظ سے تعریف کی۔ آپ کے مداحین میں حکیم مظہر حسین صاحب، منشی سراج الدین صاحب، شمس العلماء مولاناسید میر حسن صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن آپ کو یہ ملازمت پسند نہ تھی اور اپنے والد محترم سے اس سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب فرمایا کرتے تھے۔

والدہ کی وفات پر واپسی

1867ء میں جب حضرت اقدسؑ کی والدہ ماجدہ سخت بیمار ہوئیں تو حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ نے آپؑ کو استعفیٰ دے کر واپس چلے آنے کا پیغام بھجوایا۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پیغام سنتے ہی فوراً سیالکوٹ سے روانہ ہوگئے اور راستہ میں ہی آپؑ کو والدہ محترمہ کی وفات کی خبر ملی جس پر آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ فرمایا۔

والد محترم کی وفات

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے والد محترم کی وفات سے قبل ہی اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات جون 1876ء میں ہوئی۔

ہندوستان میں عیسائیت کا زور اور مسیح کی آمد ثانی

1857ء کے بعد سے ہندوستان میں عیسائیت کے فروغ کے لیے عیسائی پادریوں نے حکومت انگریزی کی سرپرستی میں اپنے مذہب کا خوب پرچار کیا اور اس سے عام لوگ تو ایک طرف چوٹی کے مسلمان علماء بھی عیسائیت کی آغوش میں جا گرے اور اکثر عیسائیت کی تبلیغ کے لیے وقف ہو کر پادری بن گئے۔ جیسا کہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام خطیب مولوی عمادالدین صاحب ریورنڈ مولوی عمادالدین کہلائے۔ پادری مولوی رجب علی، پادری مولوی سید احمد شاہ، پادری سلطان محمد خان، پادری عبدالحق، پادری عبداللہ آتھم، اور پادری حافظ احمد مسیح دہلوی سب مسلمان مولوی تھے۔ چنانچہ صلیبیت کا ہر طرف دوردورہ تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی فرمائی۔ مسلمان اسلام کو اس فتنے سے بچانے کے لیے نجات دہندہ اور مسیحا کے منتظر تھے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق قوم سلمانؓ سے ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لا کر دنیا میں قائم کیا اور زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا اور دشمنان اسلام کو چاروں شانے چت کردیا۔ وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ ہیں۔ جنہوں نے 1882ء کے اوائل میں بیت اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جارہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 305)

قلمی جہاد کا آغاز اور براہین احمدیہ کی تالیف

مسیح و مہدی کا یہ زمانہ قلمی جہاد کا زمانہ تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح ابن مریمؑ تشریف لائیں گے تو وہ جنگ کو موقوف کردیں گے۔ چنانچہ اس دور میں عیسائی، ہنود، آریہ وغیرہ اسلام کے خلاف لٹریچر شائع کرکے اپنے اپنے مذہب کا پرچار کررہے تھے اوراسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف قسما قسم کے ناجائزالزامات اور موشگافیوں میں مصروف تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ کا بنیادی مرکز پنجاب چنا گیا۔ ان نازک حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکۃ الآراء تصنیف میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی

صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔ آپؑ نے کیا ہندو، کیا آریہ، کیا عیسائی، سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کر دکھائیں۔ لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔

زیارت رسول اللہؐ

رؤیا میں زیارت رسولﷺ کا سلسلہ تو 1864ء سے شروع ہوچکا تھا۔ اس رؤیا میں رسول اللہﷺ نے ایک دینی کتاب آپؑ کے ہاتھ سے لی جو فوراً میوہ بن گئی جب آپﷺ نے اسے تقسیم کرنے کےلیے قاش کرنا چاہا تو اس میں سے اس قدر شہد بہنے لگا کہ رسول اللہﷺ کا ہاتھ مرفق تک شہد سے بھر گیا اور ایک مردہ آنحضرتﷺ کے معجزہ سے زندہ ہو گیا۔

پھر براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران حالت کشف میں آپؑ نے رسول اللہﷺ سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہﷺ کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپؑ کے اندر داخل ہورہی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ پر الہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا، جس کا آغاز ’’یا احمد بارك الله فيك‘‘ سے ہوا۔

دعویٰ ماموریت و مجددیت

حضرت مسیح موعودؑ نے مارچ 1885ء میں اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اپنے مامور اور مجددوقت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامورہوئے ہیں تا نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرف پر کمال مسکینی، فروتنی، غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کریں نیز یہ کہ آپ کو جناب الٰہی سے یہ علم بھی دیا گیا ہے کہ آپ مجدد وقت ہیں اور روحانی طور پر آپ کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور آپؑ کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت و متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسلﷺ ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 253)

23 مارچ جماعت احمدیہ کی بنیاد

آپؑ کی اسلام کے لیے خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپؑ کے معتقدین یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اسلام کو دوبارہ قائم کرسکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔ اگرچہ مخلصین کے دلوں میں آپ کی بیعت کی تحریک جاری تھی۔ لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن اعتقاد رکھتے تھے نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اسی طرح مولوی عبد القادر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے کا کہا مگر آپؑ کا یہی جواب ہوتا: لَسْتُ بِمَاْمُوْرٍ (یعنی میں مامور نہیں ہوں) لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بیعت لینے کا واضح حکم ملا تو یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ''تبلیغ'' کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان فرمایا۔ اس اشتہار میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ استخارہ کے بعد بیعت کےلیے حاضر ہوں۔ اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔ مگر جب حضرت مصلح موعودؓ کی 12 جنوری 1889ء کو ولادت ہوئی تو آپ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیل تبلیغ کا اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ اور پسر موعود حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش توام (جڑواں) ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوی مسیحیت

1890ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منکشف ہوا کہ حضرت مسیح ناصری جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں نزول فرمائیں گے وہ وفات پاچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ان کا مثیل بنا کر مبعوث فرمایاہے۔ چنانچہ آپؑ نے اس بارہ میں دو کتب ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' تصنیف فرمائیں جن میں حضرت مسیح ناصری کے آسمان سے بجسد عنصری نزول کے عقیدہ کا ردّ کرکے وفات مسیحؑ ثابت کرتے ہوئے اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان فرمایا۔

فتویٰ تکفیر اور طوفان بدتمیزی

رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں دعویٰ مسیح موعودؑ پڑھ کر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آگ بگولا ہوگئے اور جو عقیدت وہ حضرت مسیح موعودؑ سے رکھتے تھے وہ ہوا ہو گئی اور وہ آپؑ کی مخالفت کے درپے ہوگئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی مخالفت اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچائی جس سے ملک بھر میں مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے مخالفت کی بناء پر ان دونوں رسالہ جات کی عبارتوں میں قطع و برید کرکے اول المکفرین بن کر ایک استفتاء تیار کیا اور ہندوستان کے علماء کے پاس جا کر اس کے حق میں فتاویٰ حاصل کیے۔ بعض نیک صفت علماء نے اس کی تردید بھی کی لیکن مولوی صاحب موصوف نے ان کا نام ازخود لکھ لیا۔ الغرض مولوی صاحب موصوف اور ان کے حامی علماء کے ان فتاویٰ تکفیر کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی اور ان مخالف علماء نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں پیش پیش رہے حتیٰ کہ قتل تک کی سازش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک برگزیدہ نبی کو ان تمام ناپاک منصوبوں سے محفوظ رکھا۔

پادریوں کو وفات مسیح کے متعلق تبادلہ خیالات کی دعوت

حضرت مسیح موعودؑ نے 20 مئی 1891ء کو پادریوں کے لیے وفات مسیح کے بارہ میں تبادلہ خیالات کی دعوت کا اشتہار دیا۔ لیکن آپ کے مقابل پر کوئی پادری نہ آیا۔

مسلمان علماء کو تحریری مباحثہ کی دعوت

پھر آپؑ نے 26 مارچ 1891ء کو ہندوستان کے معروف علماء بالخصوص مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبد الرحمٰن صاحب لکھوکے، مولوی شیخ عبد اللہ تبتی، مولوی عبد العزیز صاحب لدھیانوی، مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہ کو تحریری مباحثہ کی دعوت اور چیلنج دیا کہ اگر میرا دعویٰ قال اللہ اور قال الرسولؐ کے خلاف ہے اور ایک عام جلسہ میں آپ مجھ سے تحریری مباحثہ نہ کریں تو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے راستباز بندوں کی نظر میں مخالف ٹھہریں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 400)

لیکن کسی مولوی نے آپ کے اس چیلنج کو قبول نہ کیا۔ البتہ بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ

آ کر شور مچایا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ مجھ سے مباحثہ کرلیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو پہلے ہی دعوت مباحثہ دے چکے تھے۔ چنانچہ مباحثہ لدھیانہ20 سے 29 جولائی 1891ء دس روز تک جاری رہا۔ لدھیانہ کے لوگوں نے وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے پر اصرار کیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایا کہ مباحثہ وفات و حیات مسیح پر ہونا ضروری ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اس موضوع کی طرف آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ پس وہ اس طرف نہ آئےاور مولوی صاحب کو اس مباحثہ میں شکست فاش ہوئی۔

سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور شمس العلماء مولوی عبد الحق صاحب کو دعوت مباحثہ

12 کتوبر 1891ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبد الحق صاحب حقانی کو تحریری بحث کی دعوت دی۔ اور حلفیہ اقرار بھی کیا کہ اگر اس بحث میں میں غلطی پر ثابت ہوا تو اپنے اس دعویٰ سے دستبردار ہوجاؤں گا۔ لیکن ان دونوں علماء نے معذرت کرلی۔

علماء کو روحانی مقابلہ کی دعوت

دسمبر 1891ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے تمام علماء، مولویوں، صوفیاء، پیروں، سجادہ نشینوں وغیرہ کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں کوئی فریق وفات پاجائے تب بھی وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔

مخالفین کا انجام

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ مامورین کے مخالفین ہمیشہ خائب و خاسر ہی ہوئے ہیں۔ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ آپؑ کو الہام ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک چنانچہ آپؑ کے تمام مخالفین آپؑ کے زندگی میں ہی ناکام و نامراد ہوئےاور اشد مخالفین اپنے انجام کو پہنچے جن کا تفصیلی ذکر جماعتی لٹریچر میں موجود ہے۔

اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے متبعین کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ فرمایا اور جماعت کو غیر معمولی ترقیات سے نوازا اور حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کا احیائے نو ہوا اورا سلام کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچا اور بادشاہوں نے اس سے برکت حاصل کی۔

رمضان میں کسوف و خسوف کا نشان اور دیگر تائیدی نشانات

1894ء میں ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی اور صلحائے امت کی پیش خبریوں کے عین مطابق چاند اور سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا جو حدیث میں بیان کردہ تاریخوں کے عین مطابق تھا۔ اس نشان کا ہر خاص و عام نے تذکرہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ایک کثیر تعداد نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت پائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں اور بھی کثیر تائیدی نشانات ظہور میں آئے جن میں زلازل کا آنا، طاعون اور دم دار ستارہ کا طلوع ہونا اور شہب ثاقبہ کا گرنا اور ذرائع رسل و رسائل کا ایجاد ہونا، اونٹوں کا سواری کے لیے استعمال ترک ہونا اور نئی ایجادات کا ظہور پذیر ہونا وغیرہ شامل ہیں۔

دوسری شادی اور مبشر اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 1881ء میں نئی شادی کی بشارت عطا فرمائی۔ چنانچہ 1884ء میں آپؑ کی دوسری شادی خواجہ محمد ناصرؒ کے خاندان میں حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی کی صاحبزادی محترمہ حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آنیوالے موعود کے بارہ میں یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ وہ جب آئے گا تو شادی بھی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہو گی۔ پیشگوئی میں ان دونوں امور کا خصوصی ذکر کرنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہ شادی اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی اولاد غیر معمولی صفات کی حامل ہو گی۔ چنانچہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضرت مسیح موعودؑ کے پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں: 1۔ صاحبزادی عصمت 2۔ بشیر اول 3۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ 4۔ صاحبزادی شوکت 5۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ 6۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ 7۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 8۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 9۔ صاحبزادی سیدہ امۃ النصیر صاحبہ 10۔ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تمام اولاد مبشر اولاد تھی ان سب کی پیدائش سے قبل الٰہی بشارات دی گئی تھیں۔

خلافت کی پیشگوئی

1905ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو وفات کے متعلق پیشگی خبر دے دی تھی اور اس بارہ میں مختلف رؤیا اور الہامات ہوئے۔ ان الٰہی خبروں کی بناء پر آپؑ نے 20 دسمبر 1905ء کو رسالہ ’’الوصیت‘‘ شائع

فرمایا جس میں ان الہامات کا ذکر فرما کر جماعت کو اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کے قیام کی بشارت دی۔

آخری سفر لاہور

حضرت مسیح موعودؑ 27 اپریل 1908ء کو قادیان سے بٹالہ روانہ ہوئے۔ وہاں ایک یوم قیام کے بعد 29 اپریل کو لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپؑ دن رات اشاعت اسلام میں مصروف ہوگئے۔ زائرین کو شرف ملاقات بخشتے، مجالس عرفان میں پُرمعارف نکات بیان فرماتے۔ تمام مذاہب کے رؤساء اور سیاسی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں نے آپؑ سے فیض پایا۔ سعید فطرت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔

دعویٰ نبوت کی وضاحت

17 مئی 1908ء کو لاہور کے رؤساء و امراء، وکلاء و بیرسٹروں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو دعوت پر مدعو کیا گیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کرسکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔۔۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہوچکی ہے تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔“

(الحکم 14 جولائی 1908ء صفحہ 12 کالم نمبر 1-2)

اخبار عام نے آپؑ کے اس لیکچر کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہوئے لکھا کہ مرزا صاحب نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مفصل تردیدی خط لکھا جس میں فرمایا کہ ”یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح

نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں یہ لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے۔۔۔ انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کرسکے۔۔۔‘‘

(بدر 11 جون 1908ء صفحہ 10 کالم 1-2)

25 مئی 1908ء کو آپؑ نے جو آخری تقریر کی اس کے آخر میں فرمایا:

’’عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔‘‘

(بدر 11 جون 1908ء، الحکم 18 جولائی 1908 صفحہ 7-8)

وصال

25 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت ناساز ہوئی اور 26 مئی 1908ء بروز منگل سوا تہتر سال کی عمر میں آپؑ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ آپؑ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ ’’اللہ میرے پیارے اللہ‘‘۔ آپؑ کی وفات کے بعد حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے۔ بیعت خلافت کے بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے مملوکہ باغ میں کنوئیں کے قریب نماز جنازہ پڑھائی۔ حضورؑ کا مزار مبارک کچا رکھا گیا اور قبر کے سرہانے چونے کی دیوار پر سیاہی سے عارضی طور پر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے: ’’جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم تاریخ وفات 26 مئی 1908ء‘‘۔ خلافت ثانیہ میں بارشوں کی وجہ سے جب سیاہی دھل گئی تو سنگ مرمر کا کتبہ

نصب کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 559)

معر کۃ الآراء تصانیف

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ آنیوالے موعود کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ آ کر جنگ و جدال کا خاتمہ کردے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے تلوار کے جہاد سے ممانعت فرمائی اور قلمی جہاد کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپؑ نے خوداسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت اور جملہ دینی و اخلاقی و معاشی و معاشرتی امور کے متعلق ایسی مایہ ناز معرکۃ الآراء تصانیف تالیف فرمائیں جن میں ایسے پُر معارف نکات بیان فرمائے جنہوں نے متلاشیان حق کو راہ راست پر گامزن کیا اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں مرور زمانہ سے پیدا ہونیوالے سقم کی نشاندہی فرمائی اور اسلامی تعلیمات کی برتری ان پر ثابت فرمائی۔ آپؑ نے 85 سے زائد تصانیف تحریر فرمائیں۔

تجدیدی کارنامے

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ جن کا دعویٰ مسیح موعودؑ، مجدد صدی چہاردہم اور امتی نبی ہونے کا ہے۔ آپ نے دین اسلام کی اشاعت اور اصلاح خلق کےلیے اپنا تن من دھن نچھاور فرمادیا۔ پیشگوئی میں مذکور بیماریوں کے باوجود آپؑ نے اسلام کی ایسی خدمات جلیلہ کیں کہ غیروں نے بھی اس کا برملا اعتراف کیا۔ آپؑ نے مسلمانوں کے ایسے عقائد جو مرور زمانہ اور مختلف فتنوں کی وجہ سے غلط رواج پاگئے تھے ان کی الٰہی رہنمائی سے اصلاح فرمائی۔ امت مسلمہ میں جاری بدعات کا خاتمہ کیا اورانہیں شریعت محمدیہؐ پر گامزن کیا۔ آپ نے دیگر ادیان کے لوگوں کو حقیقی اور سچے مذہب اسلام کی طرف دعوت دی۔ خدا کے منکرین کو خدا کی ہستی کے دلائل دے کر سچے خدا کے وجود کو ثابت کیا۔ اسلامی شریعت کو تمام شریعتوں پر برتر و بالا قرار دیا۔ اور اس مقصد کے لیے آپ نے ہندوستان کے بہت سے شہروں کے سفر کیے اور لیکچرز دیئے۔ اس کے علاوہ تبلیغ ہدایت کےلیے تمام ذرائع استعمال فرمائے۔ اشتہارات کا شائع فرمانا اور رسالہ جات تحریر فرمانا بھی ایک اہم ذریعہ تبلیغ رہا۔ پھر اخبارات ریویو آف ریلیجنز وغیرہ کا اجراء فرمایا جن کے ذریعہ اسلام کا پیغام مغربی ممالک تک پہنچا۔ اپنے مریدین کی روحانی تربیت کے لیے جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔

حکام وقت کو دعوت اسلام دیتے ہوئے ان کو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے اور امن و امان کے قیام کےلیے عوام

کو حکومت کی اطاعت در معروف کی تلقین فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہر جہت سے عوام الناس کی رہنمائی فرمائی اور اپنے متبعین کو امن پسند جماعت کے طور پر پیش کیا۔ قادیان جو ایک چھوٹی سی بستی تھی وہ آپؑ کی بدولت مرجع خاص و عام ہو گیا۔

آپؑ کے اخلاق و شمائل قال اللہ اور قال الرسولؐ کے عین مطابق تھے۔ جن کا بیان ایک الگ طویل مضمون کا متقاضی ہے۔ یہاں بس اس قدر ذکر کردینا مناسب ہے کہ آپ اپنے آقا و مطاعﷺ کی True Copy تھے۔

غرضیکہ آپ نے تمام جہانوں کے رسول حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے حقیقی متبع بن کراور قرآنی شریعت پر عمل کر کے تمام دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور تمام قوموں کی نجات کا ذریعہ بنے اور رسول اللہﷺ کے حقیقی بروز کامل، امتی نبی اور امت موسویہ میں چودھویں صدی پر آنے والے حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی مثیل ثابت ہوئے۔

آپؑ نےاللہ تعالیٰ سے خبر پا کر لاتعداد عظیم الشان پیشگوئیاں فرمائیں جو آپؑ کے بابرکت زمانہ میں بھی پوری ہوئیں اور آپؑ کی وفات سے آپ کے خلفائے کے دور خلافت میں بھی اب تک پوری ہورہی ہیں اور خلافت خامسہ کے تاریخ ساز عہد خلافت میں جماعت کی عظیم الشان ترقیات دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غلبہ اسلام کی پیشگوئی بھی ان شاء اللہ جلد پوری ہونے والی ہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 13 اگست 2022ء)

(90)
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض
احیائے دین اور قیامِ شریعت

(مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء

یہ موضوع ہم سب کے لئے بہت گہرا اور علمی موضوع ہے جو بہت توجہ سے پڑھنے اور سمجھنے کے لائق ہے۔ یاد رہے کہ احیائے دین اور قیام شریعت کے حوالے سے یحی الدینَ و یقیم الشریعۃَ کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کو تین بار الہاماً عطا ہوئے۔

ایک موقع پر آپ نے اس کا اردو ترجمہ اس طرح فرمایا ہے: زندہ کرے گا دین کو اور قائم کرے گا شریعت کو۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 590)

یاد رہے کہ اس الہام الٰہی میں حضرت مسیح موعود کی بعثت کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی ایک حدیث میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے آنے والے مسیح اور مہدی کے بارہ میں فرمایا: یقیم النّاسَ علی مِلّتی وَ شریعتی ویدعوھم الی کتاب اللّٰہ عزوجل

(بحار الانوار جلد 51 صفحہ 73)

کہ وہ لوگوں کو میرے دین اور میری شریعت پر قائم کرے گا۔ اور کتاب اللہ عزوجل (قرآن مجید) کی طرف دعوت دے گا۔

حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقاصد خود بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ ہماری بہت خوش قسمتی ہے کہ آپ نے خود اس بارہ میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔چند منتخب حوالے پیش کرتا ہوں جن سے اس موضوع کی وسعت گہرائی اور اہمیت کا علم ہوتا ہے۔

- آپ نے فرمایا۔

’’مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔۔۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

(کتاب البریہ صفحہ 291-293)

- پھر فرمایا۔

’’خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا مَیں حِلم اور خُلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔‘‘

(تریاق القلوب صفحہ 13-14)

- آپ مزید فرماتے ہیں۔

’’وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

- پھر فرمایا۔

’’میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدا کی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں۔‘‘

(ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ 1)

- مزید فرمایا۔

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔‘‘

(الوصیت صفحہ 10-11)

- پھر آپ فرماتے ہیں۔

’’مَیں ظاہر ہوا ہوں تا خدا میرے ذریعہ سے ظاہر ہو۔ وہ ایک مخفی خزانے کی طرح تھا مگر اب اُس نے مجھے بھیج کر ارادہ کیا کہ تمام دہریوں اور بے ایمانوں کا مُنّہ بند کرے جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں۔‘‘

(اشتہار منسلکہ حقیقۃ الوحی صفحہ 617)

- آپ مزید فرماتے ہیں۔

’’مَیں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کردیا جائے۔‘‘

(فتح اسلام جلد 3 صفحہ 8)

- پھر آپ مزید فرماتے ہیں۔

’’میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔‘‘

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 343)

- مزید فرمایا۔

’’میں اس لئے آیا ہوں تا لوگ قوتِ یقین میں ترقی کریں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 1)

- پھر آپ نے فرمایا۔

’’خدا نے مجھے مامور کیا ہے تا کہ میں دنیا کو دکھلادوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 52)

- ایک اور جگہ فرمایا۔

’’خدائے تعالیٰ نے اس غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پر مردے زندہ کئے جائیں۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 103)

بعثت کے ان جامع اور وسیع مقاصدِ عالیہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں ایک عالمگیر اور روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان مقاصد کی خاطر وقف کردیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ اس مقدس جہاد میں کامیاب و کامران ہوئے۔

احیائے دین اسلام اور قیامِ شریعت اسلامیہ کا یہ مقدس سفر کیسے شروع ہُوا اور کس طرح تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ آیئے! اس ایمان افروز سفر کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

19 ویں صدی عیسوی کے آخر میں عیسائیت ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ بالخصوص ہندوستان میں عیسائی منّادوں کی یلغار اپنے عروج پر تھی۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ ایک دن وہ خانہ کعبہ پر بھی عیسائیت کا پرچم لہرادیں گے۔ نعوذباللہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر جوش میں آئی۔ قادیان کی بستی سے ایک نفسِ پاک کا انتخاب ہُوا۔ فرشتوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ ھذا رجل یحبّ رسولَ اللّٰہ کہ یہ ہے وہ مقدس وجود جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا عاشق زار ہے اور یہی ہے جو اسلام کا بہترین دفاع کرتے ہوئے اسلام کو ساری دنیا میں فتح یاب کرسکتا ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے پُرسوز دعاؤں سے احیائے اسلام کے مقدس جہاد کا آغاز فرمایا۔ یہ ایسی دعائیں تھیں جن میں ہم سب کے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و سلم کی غارِ حراء میں کی جانے والی دعاؤں کی جھلک پائی جاتی تھی۔ درد بھرے دو اشعار سے آپ کی اس کیفیت کا اندازہ لگایئے۔

میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویراں ہےاور دنیا کے ہیں عالی منار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفٰے
مجھ کو کر اے میرے سلطاں! کامیاب و کامگار

خدائے ذو العرش نے آپ کی ان عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کا یہ محافظ اللہ تعالیٰ کی غالب نصرت کی برکت سے مذہبی دنیا پر چھا گیا۔ اسلام کے جسدِ بے جان میں زندگی پڑ گئی۔ عیسائی منّاد اور دیگر مذاہب کے مذہبی رہنما بھی میدان مقابلہ سے بھاگنے لگے۔ آپ نے سب مخالفین کو نشان نمائی کے مقابلہ کی دعوت دی لیکن نتیجہ کیا ہوا؟

آپ فرماتے ہیں۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کےبنیادی عقائد، ابنیّتِ مسیح، الوہیتِ مسیح، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت اور کفّارہ کے عقائد کی زوردار براہین سے تردید فرمائی۔ آپ نے ان موضوعات پر کتب بھی لکھیں اور عیسائیوں سے مناظرات بھی کئے۔

اس طرح کسر صلیب کی پیشگوئی کا معجزاتی ظہور آپ کے ذریعہ ہوا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف آپ کے مخالف مسلمانوں نے بھی کیا۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ نور محمد صاحب مالک اصح المطابع نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ وفاتِ مسیح ثابت کرنے سے مسیح موعودعلیہ السلام نے ’’ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی‘‘

(دیباچہ معجزنماکلاں قرآن شریف صفحہ 30)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دلی تڑپ اور تمنا تھی کہ ساری دُنیا میں اِسلام کا بول بالا اورغلبہ ہو۔ یہ سوچ اور فکر آپؑ کوہمیشہ دامن گیر رہتی۔ دن رات غلبۂ اسلام کی دعاؤں سے آپ کی زبان تر رہتی۔ آپ کے اِس بے تاب جذبے کااَندازہ اس ایمان افروز روایت سے ہوتا ہے جو حضرت مفتی محمدصادقؓ کی بیان کردہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ۔

ایک دفعہ وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے پاس کمرہ میں بیٹھے تھے۔حضورؑ ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے۔ دَروازے پر کسی شخص نے خوب زوردَار دستک دی۔ آپؑ نے مجھے اِرشاد فرمایا کہ جاکرمعلوم کروں کہ کون ہے اور کِس غرض سے آیا ہے؟ میں نے دروازہ کھولا تودستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سیّد محمد احسن امروہوی نے بھجوایا ہے کہ حضورؑ کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی جائے کہ آج فلاں شہرمیں اُن کا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہوا اور اُنہوں نے اُس مولوی کوشکستِ فاش دی۔ اُس کوبہت رگیدا اوروہ مولوی بالکل لاجواب ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں نے یہ سارا پیغام مِن وعَن حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا توحضورسُن کرمسکرائے اورفرمایا کہ اُن کے اِس طرح زوردَار دَروازہ کھٹکھٹانے اورفتح کااِعلان کرنے سے مَیں یہ سمجھا تھا کہ شائد وہ یہ خبرلائے ہیں

کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے!

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 289-290)

احیائے دین کا جذبہ

اس حوالہ سے ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں احیائے دین کا جذبہ بے انتہا تھا۔ حضرت مولوی فتح الدین صاحبؓ نے ایک رات آپ کو سخت درد کی وجہ سے نہایت کربناک حالت میں دیکھا۔ صبح اس کا ذکر حضور سے کیا تو آپ نے فرمایا۔

”میاں فتح الدین! کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟“

پھر فرمایا۔

”اصل بات یہ ہے جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ درد ہے جو ہمیں اس طرح بیقرار کر دیتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دن رات کا بھرپور جہاد احیائے اسلام اور اقامتِ شریعت کا مضمون بہت وسیع، گہرا اور دقیق ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اسلام کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔ آپ نے زندہ خدا کی زندہ اورایمان افروز تجلیات کے نشانات دکھا کر اسلام کی عظمت کو فروزاں کیا۔ مسلمانوں میں مروّجہ غلط عقائد کی پُرزور اور مدلّل تردید فرمائی۔ 30 قرآنی آیات سے وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت کی۔ اور صحیح اسلامی عقائد کو ایک جلالی عظمت اور شان کے ساتھ پیش فرمایا۔ اپنے دو طرفہ مشن یعنی احیائے دینِ اسلام اور قیامِ شریعتِ اِسلامیہ کو خدائی تائید و نصرت سے ساری دنیا پر آشکار فرمایا اور حقیقی اسلام کی روشن تعلیم پر عمل کرنے والی حقیقی مومنوں کی عالمگیر جماعت احمدیہ قائم فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سایہ میں اب تک دنیا کے 213 ملکوں میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک شجرۂ طیبہ کی طرح ساری دنیا میں بڑی سرعت سے ترقی پذیر ہے۔ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آج عالَم احمدیت پر سورج کبھی بھی غروب نہیں ہوتا۔

جل رہا ہے سارا عالَم دھوپ میں بے سائباں
شکرِ مولیٰ کہ ہمیں یہ سایۂ رحمت ملا

الحمد للّٰہ علی ذالك۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ احیائے دین اور قیام شریعت کے حوالہ سے آپ کی دن رات کی مساعی اور زندگی کے آخری مرحلہ تک بے لوث خدمات کا تذکرہ ایک ناپیدا کنار سمندر کی مانند ہے۔ چند امور اشارۃً ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسلامی تعلیمات کی فضیلت اور عظمت بیان کرتے ہوئے قریباً 90 کتابیں تحریر فرمائیں جو 23 جلدوں میں روحانی خزائن کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ ان میں سے بہت سی کتب کے تراجم دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ آپ کی مبارک زبان سے جاری ہونے والے پر حکمت کلمات، ملفوظات کی دس جلدوں میں شائع شدہ ہیں اور علم و حکمت کا ایک وسیع ذخیرہ ہیں۔ یہ ذخائر مسلمان کہلانے والوں کے لئے بھی روحانی مائدہ ہیں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی شمع ہدایت کا کام دے رہے ہیں۔ آپ کا یہ روحانی ورثہ ابد الآباد تک احیائے دین اور قیامِ شریعت کا زندہ جاوید ورثہ ہے جسے انصاف پسند قارئین ہمیشہ سراہتے رہے ہیں۔ اس علمی خزانہ کے بارہ میں خود آپ نے فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امید وار

جماعت احمدیہ کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بَعثت کے اغراض و مقاصد کو دوام عطا کرنے کے لئے جب اذنِ الٰہی سے جماعت قائم کرنے اور اس غرض سے بیعت کا آغاز فرمایا تو اوّلین بیعت کرنے والوں کے ناموں کے اندراج کے لئے ایک رجسٹر بنوایا اور اس پر یہ الفاظ لکھوائے۔

”بیعت توبہ برائے حصولِ تقویٰ و طہارت“

یہ الفاظ آپ کی بعثت اور جماعت کی غرض و غایت کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔ پھر آپ نے بیعت کے لئے جو دس بنیادی شرائط مقرر فرمائی ہیں وہ تو ساری کی ساری اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔ یہی دس شرائط ہیں جو جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ہیں۔ اور انہی شرائط کی پابندی سے مسیحِ پاک علیہ السلام کی آمد کے بنیادی مقاصد، احیائے دین اور قیامِ شریعت کی تکمیل ہوتی ہے۔

ایک اعتراف

برِ صغیر کی مشہور علمی شخصیت، علامہ نیاز فتح پوری نے حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے قائم کی جانے والی احمدیہ جماعت کے اعلیٰ مومنانہ کردار کو سراہتے ہوئے جو تبصرہ کیا وہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

آپ نے لکھا۔

’’اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اُسوہ نبی کا پَرتَو کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(رسالہ نگار لکھنؤ ماہ نومبر 1959ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا دوسرا مقصد قیامِ شریعت تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے احکامِ شریعت کے حوالہ سے سب سے پہلے خود اپنا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کےاس پاک نمونہ کو دیکھ کر آپ کے جاں نثار متبعین نے بھی اسی اسلوب کو اپنایا اور قیامِ شریعت کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

قیامِ شریعت کے حوالہ سے حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کے بابرکت نمونہ پر نظر کرتے ہیں۔ نمونتاً چند مثالیں عرض کرتا ہوں۔

(1) سیالکوٹ میں قیام کے دوران جب آپ کچہری سے گھر واپس تشریف لاتےتو دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دروازہ کو پیچھےمڑ کر بند نہیں کرتے تھے تا کہ گلی میں اچانک کسی غیر محرم پر نظر نہ پڑجائے۔بلکہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی دونوں ہاتھ پیچھے کرکے پہلے درواز ہ بند کر لیتے اور پھر پیچھے مڑ کر زنجیر لگایا کرتے تھے۔

(حیات طیبہ صفحہ 20)

(2) ایک دفعہ آپ گورداسپور تشریف لے گئے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔آپ کے لئے مکان کی چھت پر چارپائی بچھا کر بستر تیار کیا گیا۔ آپ نے بستر دیکھا تو اس طرح پیچھے ہٹےجس طرح کوئی خطرناک چیز سے ڈر کر پیچھے ہوتا ہے۔ فرمایا میں ہر گز ہر گزاس جگہ سو نہیں سکتا کیونکہ رسول کریم صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس چھت پر منڈیر نہ ہو اس پر سونا نہیں چاہیے۔چنانچہ حضور علیہ السلام غضب کی گرمی کے

باوجود اندر کے کمرے میں سو گئے۔

(اصحاب احمد جلد پنجم صفحہ 563)

(3) نمازوں کے وقت پرادا کرنے کا یہ حال تھا کہ عدالت میں مقدمات کی کاروائی کے دوران بھی کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔ کچہری میں عین نماز کا وقت آجاتا تو آپ کمال محویت اور ذوق و شوق سے نمازمیں مصروف رہتے۔ سیر کے دوران نماز کا وقت ہو جاتا تو راستہ میں ہی احباب کے ساتھ وقت پر نماز باجماعت ادافرماتے۔

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 34)

(4) سوئے ہوئے آدمی کو نماز کے لئے بیدار کرتے وقت ہمیشہ آپ پانی کے ہلکے ہلکےچھینٹوں سے جگایا کرتے تھے۔وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقِ مبارک تھا اور میں اسی پر عمل کرتا ہوں۔

(تاریخ احمدیت جلداول صفحہ 120)

قیام شریعت کے حوالے سے یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔

اب ذرا دیکھیں کہ آپ کے متبعین نے کس وفاداری سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا اور اپنی زندگیوں میں قیامِ شریعت اور پاک تبدیلیوں کے شاندار نمونےپیش کئے۔اپنے اعمال سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ مسیحِ زماں کے سچے مطیع اور جاں نثار ہیں۔

(1) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ مسجد اقصیٰ قادیان میں لیکچر دے رہے تھے کہ بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹی کسی کام کے لئے باہر گئے۔ واپس آرہے تھے کہ حضور کے یہ الفاظ ان کے کانوں میں پڑے کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ الفاظ حضور نے مسجد کے اندر موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے۔ لیکن کریم بخش صاحب الفاظ سنتے ہی فوراً بازار میں بیٹھ گئےاور بیٹھے بیٹھے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر پہنچے اور حضور کی تقریر سنی۔

اتباعِ شریعت کی دو اور مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(2) ایک دفعہ نماز کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تو دروازہ کے قریب ایک صاحب نماز ادا کر رہے تھے حضور فوراً وہاں کھڑے ہو گئےاور جب تک وہ صاحب نماز

پڑھتے رہے آپ وہیں کھڑے رہےاور نمازی کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد تشریف لے گئے۔

(3) سیرالیون کے علی روجرز صاحب نے احمدیت قبول کی تو اُس وقت وہ نوجوان تھےاور ان کی بارہ بیویاں تھیں۔ جماعت کے مربی مولانا نذیر احمد علی صاحب نے انہیں فرمایا کہ اب آپ احمدی ہو چکے ہیں اس لئے قرآنی تعلیم کے مطابق صرف چار بیویاں رکھ سکتے ہیں۔باقی کو طلاق اور نان نفقہ دے کر رخصت کر دیں۔ انہوں نے نہ صرف اس ہدایت پر فوراًعمل کیابلکہ مربی سلسلہ کے کہنے پرادھیڑ عمر کی چار بیویاں اپنے پاس رکھیں اور نوجوان بیویوں کو رخصت کر دیا۔

یہ چند مثالیں کس خوبصورتی سے واضح کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اور آپ کے وفاشعار متبعین نے احیائے دین اور اقامتِ شریعت کے لئے کیسے کیسے ایمان افروز نمونے قائم فرمائے ہیں۔اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی جاری و ساری ہے۔

خدمات کا اعتراف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ساری زندگی احیائے دین اور قیام شریعت کی خاطر فقید المثال مسلسل جہاد فرمایا۔اس کا ایک مختصر خاکہ آپ کے سامنے رکھا ہے۔ یقیناً اس مختصر ذکر سے اِس کا پورا حق تو ادا نہیں ہوسکتا۔ ہاں اس کا کچھ اندازہ ان بے لوث بیانات سے بھی ہو سکتا ہے جن کا اظہار آپ کی رحلت پر غیر از جماعت انصاف پسند لوگوں کی طرف سے ہوا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: والفضل ما شھدت بہ الاعداء کہ خوبی وہی ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں۔

اس اعترافِ حق کے چند حوالے پیش کرتا ہوں:

(1) براہین احمدیہ کی اشاعت پر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے ہمیشہ مخالفت کرنےکے باوجود لکھا:

’’میری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی‘‘

(2) اسلامی اصول کی فلاسفی کے مشہور لیکچر کے بعد اخبار جنرل و گوہر آصفی نے لکھا:

’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا... یہ مضمون سب پر بالا رہا‘‘

(3) اخبار وکیل امرتسر نے آپ کی وفات پر لکھا:

’’بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو‘‘

اخبار نے آپ کو فتح نصیب جرنیل کا خطاب بھی دیا۔ نیز لکھا:

’’مرزا صاحب کی خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی‘‘

(4) اخبار البشیر نے لکھا۔

’’اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے‘‘

(5) کرزن گزٹ دہلی نے لکھا۔

’’کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا‘‘

(6) پاؤنیر الہ آباد نے لکھا۔

’’قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہر روز دنیا میں نہیں آیا کرتے‘‘

(7) تہذیب نسواں رسالہ نے لکھا۔

’’وہ نہایت با خبر عالِم،بلند ہمت، مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھا‘‘

(8) صادق الاخبار نے لکھا۔

’’واقعی مرزا صاحب نے حق حمایتِ اسلام کا کما حقّہ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا‘‘

یہ چند اعترافات بطور نمونہ پیش کئے ہیں جن سے غیروں کی زبان سے مسیحِ پاک علیہ السلام کی عظمتِ شان اور خدماتِ دینیہ کا برملا اعتراف خوب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

مضمون کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت اور پُر حکمت ارشادات میں سے ایک ارشاد پیش کرتا ہوں جو ہم سب کو بیدار کرنے کے لئے بہت کافی ہونا چاہئیے۔

- بہت توجہ سے پڑھنے والا اور ہمیشہ یاد رکھنے والاارشاد ہے آپ فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو۔ ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔نرا

زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔ میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمی حالت ہے۔خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لیے کھڑا کیا ہے۔پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔وہ گویا اپنے عمل سے میری عدمِ ضرورت پر زور دیتاہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے،تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو۔یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے۔وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحات 370-371)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات پر واقعی طور پر عمل کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 اگست 2022ء)

(91)

کسرِ صلیب

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا اہم مقصد

(مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام بہت وسیع اور ہمہ گیر علم کلام ہے۔ آپ نے ہندوستان میں موجود ہر مذہب کے رد میں دلائل بیان فرمائے اور سب مذاہب ہی سے کامیاب مقابلہ فرمایا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی سب سے زیادہ توجہ عیسائیت کے ردّ کی طرف رہی ہے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیۓ تھا کیونکہ عیسائیت ہی اس وقت دیگر سب مذاہب سے بڑھ کر اسلام پر حملہ آور تھی۔ لیکن اس خاص توجہ بلکہ ہر وقت عیسائی مذہب کے استحصال پر آپ کی توجہ مرکوز رہنے کا حقیقی سبب یہ تھا کہ آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد اسلام کو دیگر سب مذاہب کے مقابل پر سر بلند کرنا تھا جن میں عیسائیت پیش پیش تھی گویا عیسائیت کا مقابلہ کر کے اسے مغلوب کرنا آپ کی آمد کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"ہمارا سب سے بڑا کام تو کسر صلیب ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 257)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ارشاد کی بنیاد اس حدیث نبوی پر ہے جس میں مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض یوں بیان کی گئی ہے:

يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ

(بخاری باب نزول عیسی بن مریم علیہما السلام)

یعنی مسیح موعود کے آنے کی غرض یہ ہوگی کہ وہ صلیب کو توڑ دے اور خنزیروں کو قتل کرے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق مسیح موعود کو اس امت محمدیہ میں سے پیدا کر دیا ہے اور اس کے آنے کا یہی مقصد ہے کہ صحیح معنوں میں کسر صلیب ہو

جائے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ زمانے بھی نوبت بہ نوبت آتے ہیں اور یہ زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ ہے کسر صلیب کا زمانہ ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

''زمانہ میں خدا نے نوبتیں رکھی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ خدا کے سچے مسیح کو صلیب نے توڑا اور اس کو زخمی کیاتھا اور آخری زمانہ میں یہ مقدر تھا کہ مسیح صلیب کو توڑے گا یعنی آسمانی نشانوں سے کفارہ کے عقیدہ کو دُنیا سے اُٹھا وے گا۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 201-202)

پھر آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ یقیناً سمجھو کہ یہ زمانہ کسر صلیب کا ہے اور اب آسمان پر یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ صلیب کو توڑ دیا جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''کسر صلیب کا وقت آ گیا یعنی وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔''

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 86)

پھر اسی ضمن میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

''نصرانی مذہب بھی ایک پھوڑاہے جو اندر پیپ سے بھرا ہواہے اس لیے باہر سے چمکتاہے۔ لیکن اب یہ وقت آ گیاہے کے یہ ٹوٹ جاوے اور اس کی اندرونی غلاظت ظاہر ہو جاوے''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 170)

نیز فرمایا:

''اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفّارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہئے۔ کیو نکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنے

وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کردے‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 46)

حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد اور رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ چودھویں صدی میں چونکہ مسیحی مذہب کا زور تھا اس لئے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد یعنی مسیح موعود کا کام یہ ہے کہ وہ اس صلیبی فتنہ کا استیصال کرے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’عیسائیوں کا فتنہ امّ الفتن ہے اس لئے چودھویں صدی کے مجدد کا کام یکسر الصلیب ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 170)

نیز فرمایا:

’’خدا تعالیٰ کی غیرت اور رحمت نے چاہا کہ صلیبی عقیدہ کے زہرناک اثر سے لوگوں کو بچاوے اور جس دجالیت سے انسان کو خدا بنایا گیا ہے اس دجالیت کے پردے کھول دے۔ اور چونکہ چودھویں صدی کے شروع تک یہ بلا کمال تک پہنچ گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے چاہا کہ چودھویں صدی کا مجدد کسر صلیب کرنے والا ہو۔ کیونکہ مجدد بطور طبیب کے ہے اور طبیب کا کام یہی ہے کہ جس بیماری کا غلبہ ہو اس بیماری کی طرف توجہ کرے۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہے تو یہ دوسری بات بھی صحیح ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد جس کا فرض کسر صلیب ہے مسیح موعود ہے۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 حاشیہ صفحہ 304-305)

ان حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد کسر صلیب ہے۔ آپ نے اس بات کو اپنی کتب میں بار بار مختلف پیرایہ میں اور بڑی تحدی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ نے بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ اس امر کا اعلان فرمایا کہ اب خدا نے اپنی تقدیر نافذ کرنے کے لئے اپنے مسیح موعود کو بھیج دیا ہے۔ اب زمین کا کام نہیں کہ وہ اس فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کرے جو آسمان پر ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے ببانگ دہل اعلان فرمایا کہ:

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے دن

اپنے مقصد بعثت کو وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یہ عاجز صلیبی شوکت کو توڑنے کے لئے مامور ہے یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مامور کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفّارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان کی ہے یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 40)

پھر آپ نے تحدّی فرمائی کہ کسر صلیب بہر حال ہو کر رہے گی اور دنیا کی کوئی طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ آپؑ نے فرمایا:

’’مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے۔ جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چُپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد3 حاشیہ صفحہ11)

نیز فرمایا:

’’اب وقت آ گیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 461)

الغرض آپ نے خدا سے خبر پا کر یہ اعلان فرما دیا کہ اب کسر صلیب بہر صورت ہو کر رہے گی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ کسر صلیب ایسی کامل اور مستقل ہو گی کہ پھر اس صلیب کے دوبارہ جڑنے اور اس مذہب کے دوبارہ غالب آنے کا کبھی سوال بھی پیدا نہ ہو گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کس شان اور یقین سے فرماتے ہیں:

’’اس نے اپنے اس مسیح کو بھیجا تاوہ دلائل کے حربہ سے اس صلیب کو توڑ دے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے بدن کو توڑاتھا اور زخمی کیا تھا۔ مگر جس وقت حضرت مسیح کا بدن صلیب کی کیلوں سے توڑا گیا اس زخم اور شکست کے لئے تو خدا نے مرہم عیسی تیار کر دی تھی جس سے چند ہفتوں میں ہی حضرت عیسی

شفا پا کر اس ظالم ملک سے ہجرت کر کے کشمیر جنت نظیر کی طرف چلے آئے۔ لیکن اس صلیب کا توڑنا جو اس پاک بدن کے عوض میں توڑا جائے گا جیسا کے صحیح بخاری میں ذکر ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مسیح کا مبارک بدن صلیب پر توڑا گیا جو آخر مرہم عیسی کے استعمال سے اچھا ہو گیا بلکہ اس کے لئے کوئی بھی مرہم نہیں جب تک کہ عدالت کا دن آئے۔ یہ خدا کا کام ہے جو اس نے اپنا ارادہ اس نہایت عاجز بندہ کے ذریعہ سے پورا کیا۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 15-16)

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو کسر صلیب کے لئے مبعوث فرمایا بلکہ ابد الابدال تک کے لئے اس مذہب کا استیصال کرنا آپ کا مشن تھا۔ اس مشن کے پورا کرنے کے لئے جس جوش، توجہ اور مسلسل جد و جہد کی ضرورت تھی وہ بھی آپ کو عطا کی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ساری توجہ اس مذہب کے استیصال کی خاطر لگی ہوئی تھی اور اس مقصد کے حصول کے لئے آپ کے دل میں بے پناہ جذبہ اور جوش پایا جاتا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’کسر صلیب کے لئے جس قدر جوش خدا نے مجھے دیا ہے اس کا کسی دوسرے کو علم نہیں ہو سکتا۔۔۔۔خدا تعالیٰ نے مجھے وہ جوش کسر صلیب کے لئے دیا ہے کہ دنیا میں اس وقت کسی اور کو نہیں دیا گیا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 97)

نیز فرمایا:

’’میں سچ کہتا ہوں میرے لئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوع انسان کو اس ظلم صریح سے بچاؤں کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا بنانے میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس سچے اور حقیقی خدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خدا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 448)

کسر صلیب سے مراد

اس موقع پر اس بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسر صلیب سے کیا مراد ہے؟ یاد رہے کہ ان الفاظ کے لفظی معنی تو صلیب کو توڑنے کے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود

ان لکڑی یا لوہے کی صلیبوں کو توڑتا پھرے گا جو گرجا گھروں کے اوپر لگی ہوتی ہیں کیونکہ ایسا کرنا تو بے معنی، بے فائدہ اور لغو کام ہے اور انبیاء کی شان اس سے بہت بالا ہوتی ہے۔ پس کسر صلیب کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ مسیح موعود اس مذہب اور اس کے عقائد کو باطل ثابت کرے گا جس کا ظاہری نشان صلیب ہے۔ گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود عیسائی مذہب کا ایسا کامیاب مقابلہ کرے گا کہ اس کو باطل ثابت کر دے گا۔ کسر صلیب کے یہ معنی گزشتہ علماء نے بھی کئے ہیں۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ کے صفحہ 221 پر کسر صلیب کے یہ معنی لکھے ہیں۔

ای فیبطل النصرانیۃ

یعنی وہ نصرانی مذہب (عیسائیت) کو باطل ثابت کر دیگا۔ اور بھی بہت سے علماء نے یہی معنی کئے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کسر صلیب سے یہی مراد لی ہے کہ مسیح موعود عیسائیت کے جملہ عقائد کا ایسا کامیاب رد کرے گا کہ یہ مذہب بحیثیت مجموعی باطل اور بے حقیقت ہو کر رہ جائے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

1۔ ’’کسر صلیب کا جو لفظ حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے۔‘‘

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 حاشیہ صفحہ 78)

2۔ ’’حدیثوں میں جو ہے کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ درحقیقت صلیب کی صورت کو توڑے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے دلائل اور براہین ظاہر کرے گا جن سے صلیبی اصول کی غلطیاں ظاہر ہو جائیں گی اور دانشمند لوگ اس مذہب کا کذب یقین کر لیں گے۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 60-61)

3۔ ’’مسیح موعود کی بعثت کا وقت غلبۂ صلیب کے وقت ٹھہرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لئے آئے گا۔ اب مطلب صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطال کلی ہو گا اور وہ حجت اور براہین کے ساتھ جن کو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دیں گے۔ اس صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں

روحیں اعتراف کریں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لئے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ساری توجہ اس صلیب کی طرف لگی ہوئی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 18-19)

4۔ ’’مسیح موعودؑ کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہو گا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔‘‘

(مسیح ہندستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 64)

5۔ ’’صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اس کا بطلان ثابت کر کے دکھا دینا ہے۔‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 57)

6۔ ’’یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت جو لکھا ہے کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یعنی وہ صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنگلوں میں چوہڑوں اور چماروں کی طرح شکار کھیلتا پھرے گا اور گرجوں پر چڑھ کر صلیبیں توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خنزیر نجاست کھانے والے کو کہتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ نجاست جانوروں کی ہی ہو بلکہ جھوٹ اور دروغ کی جو نجاست ہے وہ سب سے گندی اور بدبودار نجاست ہے اس لئے ایسے لوگوں کا جو ہر وقت جھوٹ اور فریب سے دنیا کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خنزیر نام رکھا ہے اور یہ جو فرمایا یکسر الصلیب تو اس کے معنی یہ نہیں کہ مسیح جب آوے گا تو پتھر، تانبےاور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے پر فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھرے گا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ صلیبی مذہب کی بنیاد کو توڑ دے گا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 10 صفحہ 55-56)

7۔ ’’صلیب کے توڑنے سے یہ سمجھنا کہ صلیب کی لکڑی یا سونے چاندی کی صلیبیں توڑی جائیں گی یہ سخت غلطی ہے۔ اس قسم کی صلیبیں تو ہمیشہ اسلامی جنگوں میں ٹوٹتی رہی ہیں بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو و نما نہیں ہو گا۔

ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہو گا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

کسر صلیب کے ضمن یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ مسیح موعود کی آمد کے بعد کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔ کسر صلیب سے صرف یہ مراد ہے کہ عیسائیت مغلوب ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسر صلیب کے حقیقی مفہوم کے ذکر میں فرماتے ہیں:

’’یہ خیال بھی غلط ہے کہ کوئی عیسائی دنیا میں نہ رہے گا۔ اسلام ہی اسلام ہو گا جبکہ خدا تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ان کا وجود قیامت تک رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ کا مذہب ہلاک ہو گا اور عیسائیت نے جو عظمت دلوں پر حاصل کی ہے وہ نہ رہے گی۔‘‘

(ملفوظات، جلد 6 صفحہ 212)

اس جگہ یہ ذکر کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ احادیث میں مسیح موعود کو کاسر صلیب قرار دیا گیا ہے اور اس کا کام کسرصلیب بیان کیا گیا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسر صلیب کا عظیم الشان کام کسی ایک فرد کا کام نہیں اور نہ ہی ایک فرد کی طاقت میں ہے کہ وہ اتنا عظیم الشان کام سر انجام دے سکے۔ یہ کام تو خدا تعالیٰ کا ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے یا ہو گا اسی کے حکم سے ہو گا۔ پس اگر کسر صلیب کے مفہوم کو مدنظر رکھا جائے تو اصل بات یہ نظر آتی ہے کہ اس زمانہ میں صلیب کو توڑنا خدائی فیصلہ ہے اور خدا خود کاسر صلیب ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا ہے:

’’در حقیقت صلیب کا کاسر مسیح موعود نہ ہو گا بلکہ خود خدا ہو گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 212)

نیز فرمایا:

’’یہ کسر صلیب اعزازاً اور اکراماً مسیح موعود کی طرف منسوب کی جاتی ہے ورنہ کرتا تو سب کچھ خدا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 305)

ظاہر ہے کہ جب کسر صلیب خدا کا کام ہے اور حقیقت میں خدا کاسر صلیب ہے تو دنیا کی کیا مجال ہے

کہ وہ صلیب کو نہ ٹوٹنے دے۔ یہ صلیب ضرور ٹوٹے گی اور پاش پاش ہو گی اور ایسی بری طرح ٹوٹے گی کہ پھر دوبارہ جڑنے کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

اس ضمن حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت پر شوکت الفاظ میں تحریر فرمایا:

’’مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑے گا اور بعد میں اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو و نما نہیں ہو گا۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہو گا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کسر صلیب کس طرح اور کن ذرائع سے ہو گی تو اس کا جواب بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں ملتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’انزل مسیح الموعود لیکسر الصلیب الاعداء و ان ھذا الکسر لیس بسیف ولا سنان کما زعمہ فریق من عمیان بل الکسر کلہ بدلیل وبرہان و آیات من السماء و سلطان‘‘

(لجۃالنور، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 13-14)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ دشمنوں کی صلیب کو توڑ دے۔ یقیناً یاد رکھو کہ یہ کسر صلیب تلوار یا تیروں کے ذریعہ نہیں ہو گی جیسا کہ بعض نادان خیال کرتے ہیں بلکہ یہ ساری کسر صلیب دلیل، برہان، آسمانی نشانات اور روحانی غلبہ کے ذریعہ ہو گی۔

نیز فرمایا:

’’اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہو گا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔‘‘

(مسیح ہندستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 64)

پھر اس ضمن میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

’’طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسر صلیب کرنا چاہئے؟۔۔۔

اس کا جواب یہ ہے کہ۔۔۔ مسیح موعود کا منصب۔۔ یہ ہے کہ حجج عقلیہ اور آیات سماویہ اور دعا سے اس فتنہ کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہر گز اس سے مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ آخر اسی طور سے صلیب توڑا جائے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک محقق نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ تدریجاً ہو گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہو گا۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 305)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 8 ستمبر 2022ء)

(92)
اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل

(حلیم خان شاہد۔مربی سلسلہ پونے، مہاراشٹرا، انڈیا)

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہوجائے اس طوفاں سے پار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و اخلاق فاضلہ کے متعلق جاننے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ اور آپؐ کے مثیل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو گا۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

(جمعہ: 4)

اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح آپ کا وارث ہو گا۔ آپ کے خلق کا وارث، آپ کے سب صفات حسنہ کا وارث ہو گا، احادیث میں بھی لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہم رنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان فرمایا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ وہ آپ کے نام خلق، علم، کام اور روحانیت کا وارث ہو گا اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر آپ کی تصویر دکھائے گا۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار کاموں میں سے ایک اہم کام جسکے لئے آپؐ تشریف لائے وہ تھا مخلوق خدا کو دین واحد یعنی اسلام پر جمع

کرنا اور اس کام کو آپ نے بڑے ہی کامیاب طریق سے سرانجام دیا جسکے لئے آپؐ نے بڑی تکالیف بھی برداشت کیں۔ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

’’احادیث میں آتا ہے کہ پہلے زمانوں میں خدا تعالیٰ کا دین قبول کرنے والوں کے سروں پر آرے رکھ کر انہیں چیر دیا جاتا تھا اور وہ اف تک نہیں کرتے تھے لیکن محمد ﷺ پر ایک سال نہیں دو سال نہیں تین سال نہیں دس سال نہیں متواتر وفات تک آرے چلتے رہے اور آپؐ نے اس قدر دکھ اٹھائے کہ زمین و آسمان کے خدا کو یہ کہنا پڑا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ تو تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کررہا ہے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح نے ایک دفعہ صلیب پر چڑھ کر سب گنہگاروں کا کفارہ ادا کردیا تھا۔ مگر مسیح کو تو ساری عمر میں صرف وہی ایک واقعہ پیش آیا۔لیکن محمد ﷺ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں لوگوں کے لئے صلیب پر چڑھے اور آپ نے ان کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں موتیں قبول کیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ الفاظ جو اسجگہ رسول کریمؐ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں نہ نوحؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ ابراھیمؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ موسیٰؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ داودؑ اور سلیمانؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ عیسیٰؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ صرف محمد ﷺ کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔۔۔ چنانچہ آپ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانے کے لئے سال ہا سال تک ایسی تکالیف میں سے گزرنا پڑا کہ جن کی کوئی حد ہی نہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 63 سن اشاعت بار دوم 2010ء)

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی سیرت طیبہ میں بھی انہی اخلاق فاضلہ کی جھلک نظر آتی ہے جو آپ کے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پائے جاتے تھے۔ یہاں یہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس دور میں دین اسلام کی بہترین رنگ میں خدمت کی اس دور کا مختصر نقشہ کھینچا جائے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حوالے سے فرماتے ہیں۔

’’اُس وقت جو مسلمانوں کی حالت تھی، اُس سے ہر وہ مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد تھا، بے چین تھا۔ برصغیر میں آریوں اور عیسائی پادریوں اور ان کے مبلغین نے اسلام پر بے انتہا تابڑ توڑ حملے شروع کئے ہوئے تھے۔ انتہائی شدید حملے تھے کہ مسلمان علماء بھی اُس وقت سہمے رہتے تھے اور ان کے پاس ان حملوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کچھ تو لاجواب ہونے کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی جھولی میں گرتے جا رہے تھے اور کچھ بالکل اسلام سے لاتعلق ہو رہے تھے۔عیسائیت اور دوسرے مذاہب جو حملہ کرنے

والے تھے، اُس وقت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر کوئی شخص تھا تو ایک ہی جری اللہ تھا، یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام۔"

(خطبہ جمعہ 23/مارچ 2007ء)

آپؑ نے اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کی اور آپؑ نے ہر مذہب والوں کو چیلنج دیا اور ہمہ تن اس فریضہ کی تکمیل کے لئے دن رات ایک کئے۔ آپؑ نے اپنے عظیم الشان مشن غلبہ اسلام کی تکمیل کے لئے خدا کے حضور اس قدر دعائیں اور گریہ وزاری کی کہ اسکی مثال سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی اور نبی میں نہیں مل سکتی۔اسکے ساتھ ساتھ آپؑ نے مضامین لکھے، لیکچر دئے،مناظرات و مباحثات کئے، ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات شائع کئے،اسی سے زائد کتابیں لکھیں۔آپ نے اپنی کتب واشتہارات میں اسلام، حضرت محمدؐ، قرآن کریم اور اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بیسوں انعامی چیلنج بھی دئے لیکن کوئی مرد مجاہد اسکا مقابلہ نہ کرسکا۔ جیسا کہ آپؑ اپنی ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

خدمت اسلام کا یہ قوت و جذبہ آپؑ کی پوری زندگی میں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتاہےاور یہ قوت و جذبہ ہمیں حضورؑ کے آخری ایام میں اور زیادہ تیزی پیدا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہےتاریخ میں آتا ہے کہ آپؑ آخری ایام میں لاہور میں غلبہ اسلام کے لئےتحریر وتبلیغ میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ گویا عظیم فاتح جرنیل ہے جو ایک دوسری منزل پر روانہ ہونے سے قبل اپنا کام تیزی سے ختم کرنے کی فکر میں دن رات ایک کئے ہوتا ہے آپؑ کمزوری اور ضعف کے باوجود ہمیشہ غلبہ اسلام کے لئے تقریر اور تحریر میں مصروف رہتے۔ان ہزاروں تکالیف میں سے صرف دو کا ذکر یہاں کرتا ہوں۔

حضرت مہتہ عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ فرماتے ہیں۔

"17 مئی 1908 کی صبح کو مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے چند معزز تعلیم یافتہ رؤسا لاہور کی دعوت کی تھی اور حضرت اقدسؑ سے اس موقع پر کچھ تقریر کرنے کی بھی درخواست کی تھی چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس کو منظور بھی فرما لیا تھا۔ 16 کی رات کو حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور متواتر چند دست آجانے کی وجہ سے بہت ضعف ہو گیا چنانچہ 17 کی صبح کو جب حضرت اقدس علیہ الصلوۃ

والسلام بیدار ہوئے تو یہ الہام ہوا انی مع الرسول اقوم۔ چنانچہ اس وعدہ الٰہی سے طاقت پا کر حضرت اقدسؑ نے اس موقع پر قریباً اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے ہو کر بڑی پرزور تقریر فرمائی‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 639، الحکم نمبر 35 جلد 12 مورخہ 30 مئی 1908ء صفحہ 1)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ ایک جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کو خارش کی بہت سخت شکایت ہو گئی تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔ علاج بھی برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی۔۔۔۔ ایک دن میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ بالکل صاف ہیں مگر آپؑ کے آنسو بہ رہے ہیں۔۔۔ میں نے جرأت کر کے پوچھا کہ حضور! آج خلافِ معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دل میں ایک معصیت کا خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے کام تو اتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور ادھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اس پر مجھے الہام ہوا:

’’ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے‘‘

اس سے میرے قلب پر بے حد رقت اور ہیبت طاری ہے کہ میں نے ایسا خیال کیوں کیا۔ ادھر تو یہ الہام ہوا مگر جب اٹھا تو ہاتھ بالکل صاف ہو گئے اور خارش کا نام و نشان نہ رہا۔ ایک طرف اس پرشوکت الہام کو دیکھتا ہوں دوسری طرف اس فضل اور رحم کو تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کے رحم اور کرم کو دیکھ کر انتہائی جوش پیدا ہو گیا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 685-686 الحکم جلد 37 نمبر 12 مورخہ 7 اپریل 1934ء صفحہ 4)

یہ عظیم فاتح جرنیل ان تکالیف کے باوجود غلبہ اسلام کے لئے قلمی جہاد میں ہمیشہ مصروف رہتا۔ اسلام کا ایک درد آپؑ اپنے اندر رکھتے اور اپنے ماننے والوں کو بھی نصیحت و تاکید کرتے کہ یہ درد اپنے اندر واپنی اولادوں کے اندر پیدا کریں۔اس حوالے سے چند اقتباسات پیش ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

’’جو اسلام کے لئے سینہ بریاں اور چشم گریاں نہیں رکھتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اس کو سوچنا چاہیے کہ جس قدر خیالات اپنی کامیابی کے آتے ہیں اور جتنی تدابیر اپنی دنیاوی اغراض

کے لئے کرتا ہے۔اسی شوزش اور جلن اور درد دل کے ساتھ کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر حملے ہو رہے ہیں، میں ان کے دفاع کی بھی سعی کروں؟ اور اگر کچھ اور نہیں ہوسکتا تو کم از کم پر سوز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کروں؟اگر اس قسم کی جلن اور درد دل میں ہو تو ممکن نہیں کہ سچی محبت کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ اگر ٹوٹی ہانڈی بھی خریدی جائے تو اس پر بھی رنج ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک سوئی کے گم ہو جانے پر بھی افسوس ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسا ایمان اور اسلام ہے کہ اس خوفناک زمانے میں اسلام پر حملوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ امن اور آرام کے ساتھ خواب راحت میں سو رہے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 202-203)

نیز آپؑ فرماتے ہیں۔

’’اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے‘‘

(فتح اسلام صفحہ 10-11 طبع 2018ء بمقام لندن)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے 1882ء میں دعویٰ فرمایا کہ میں آنحضرتﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام اور قرآن کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اسی مقصد کی خاطر آپ نے ساری زندگی جدوجہد کی اور اس شان سے کی کہ آپ کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرنے والوں نے بھی آپ کے شاندار کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا اور خدا کی تقدیر نے ان کے پرزور الفاظ کو محفوظ کروا دیا تاکہ بعد میں آنے والوں کی ہدایت کا باعث بنتے رہیں۔

ذیل میں چند مسلم وغیر مسلم مشاہیر کے قلبی جذبات اور اعترافات درج کرتا ہوں جنہوں نے آپؑ کی غلبہ اسلام کے خدمات کو سراہا۔

- ’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی نے لکھا کہ:

’’مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لیے ساکت کردیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی

ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ ادا کرکے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

- ایڈیٹر کرزن گزٹ دہلی، مرزا حیرت دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کہ بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔"

(کرزن گزٹ دہلی مورخہ یکم جون 1908ء)

- فرقہ اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کی کتاب "براہین احمدیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"ہماری نظر میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔۔۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھالیا ہو۔"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد7 نمبر6 صفحہ169)

- اخبار وکیل امرتسر نے لکھا۔

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر

یاد گار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔‘‘

(بحوالہ بدر 18 جون 1908ء صفحہ 2-3)

- ’’علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ‘‘ علی گڑھ نے لکھا کہ۔

’’مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874ء سے 1876ء شمشیر قلم عیسائیوں آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کی ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے انعام رکھا تھا۔۔۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔۔۔ بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

- ادیب، شاعر، ایڈیٹر علامہ نیاز فتحپوری صاحب فرماتے ہیں۔

’’اس میں کلام نہیں کہ انہو ں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کرکے دکھادی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوہ نبی کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(ملاحظات نیاز فتحپوری، صفحہ 29)

- ’’جیون تت‘‘ میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا:

وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔۔۔ مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور اردہ کے پکے تھے اسلئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ ان پر قائم رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم 568، الحکم 7 تا 14 جولائی 1936ء صفحہ 11 کالم 1 تا 2)

- امرتسر کے ایک غیراحمدی اخبار ’’وکیل‘‘ کے ایڈیٹر نے آپؑ کی ذات پر لکھا:

انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے بر خلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔۔۔مرزا صاحب کا لٹریچر

جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کو سند حاصل کرچکا ہے۔۔۔۔آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر 18 جون 1908ء ماخوذ از اخبار بدر 19 مارچ 1970ء)

آج حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر خدا کے فضل سے حضورؑ کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم الشان غلبہ اسلام کے لئے قلمی خدمات کے اعتراف کا سلسلہ آج تک جاری ہے بلکہ جوں جوں صداقت کی روشنی پھیلتی جاتی ہے حضورؑ کی مقدس ذات دنیا کی گہری توجہ اور خاص دلچسپی کا مرکز بنتی جارہی ہے اور عالمی رجحانات بڑی تیزی سے اس حقیقت کی طرف آرہے ہیں کہ بیسوی صدی کی کوئی مذہبی تاریخ آپؑ کے قلمی جہاد جو آپؑ نے اسلام کی غلبہ کے لئے کی ذکر کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتی اگر ہم دین اسلام کی خدمت کرنے کا شوق، جذبہ وجوش رکھتے ہیں تو ہمیں اس ذکر کو محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت ہمیں اسلام کی بہترین ودلکش تعلیمات کے بارے میں اطلاع ملتی ہے نیز خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے۔ اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفاء اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

’’وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو۔ تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا۔

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 361)

اسکی ہر کتاب میں ہے نور معرفت
عارف وہ تھا خدا کا یہ اس پر دلیل ہے

اے دوستو تم اس کی کتب سے اٹھاؤ فیض
اب زندگی کا عرصہ عزیز وقلیل ہے

(حضرت میر ناصر نواب، الحکم 28 فروری 1912 صفحہ 8)

پس یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس سلطان القلم مسیح و مہدیؑ کو ماننے کی توفیق ملی اور اس نے ہمیں ان روحانی خزائن کا وارث ٹھہرایا گیا ہے جس کے بدولت ہم بہتر رنگ میں دین اسلام کا دفاع کرسکتے ہیں۔اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں۔ تا کہ ہمارے دل، ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں۔ اللہ کرے ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں دین اسلام کی سنہری تعلیمات کے ذریعہ امن وسلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں۔اللہ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

اِسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اَے سونے والو جاگو! شمس الضّحٰی یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اَب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 13 ستمبر 2022ء)

(93)

دنیا میں ایک نذیر آیا

(شمشاد احمد قمر۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

گزشتہ کئی سالوں سےدنیا قدرتی آفات کی لپیٹ میں ہے۔ زلزلوں، وباؤں، جنگوں اور سیلاب کی صورتحال نے بڑی بڑی طاقتوں سمیت دنیا کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی اسی صورتحال سے دوچار ہے۔ آجکل سیلاب نے پورے ملک میں تباہی مچا دی ہے۔ہزاروں افراد جاں بحق، سینکڑوں بستیاں ویران، لاکھوں گھر تباہ و برباد ہوگئے اور کروڑوں افراد بے یارو مددگار سڑکوں کے کنارے خیمہ زن یا مختلف مقامات پہ پناہ کی تلاش میں ہیں۔ لاکھو کھامویشی ہلاک اور لاکھوں ایکڑ پہ کھڑی فصلیں تباہ وبرباد ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے ماہرین مستقبل میں خوراک کی قلّت کے باعث قحط کی صورتحال پیدا ہونے کے امکان سے خبردار کر رہے ہیں۔ پاکستان میں1961ء سے قبل بارش کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔اس کے بعد سےریکارڈ رکھا جارہاہے۔ اس ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہونے والی معمول کی بارشوں کی نسبت اس سال 500 فیصد زیادہ بارش ہوئی ہے جس سے سیلاب کی شدّت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ملک میں جب بھی ایسی صورتحال پیدا ہوتی ہے تو ایک بحث چھڑ جاتی ہے کہ یہ عذاب ہے یا آزمائش ہے۔اکتوبر 2005ء میں بھی زلزلہ سے تباہی و بربادی نے ایک قیامت کا منظر برپا کر دیا تھا جسے دیکھ کے ہر شخص پکار اُٹھا تھا کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ تباہی ایسی تھی کہ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم بھی ایک خیمہ میں پناہ لینے پہ مجبور ہو گئے تھے۔مجھے یاد ہے کہ آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان سے ایک صحافی نے پوچھا کہ آپ اس موقع پہ کیا کہیں گے؟ تو ان کی زبان سےبرجستہ نکلا کہ ’’یہ اللہ کا عذاب ہے‘‘۔ لیکن پھر فوراً ہی بولے عذاب تو نہیں تاہم یہ ایک آزمائش ہے۔

آج کل بھی کچھ ایسی ہی صورتحال نظر آتی ہے۔ سوشل میڈیا پہ اس بارے میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ لوگ اسے عذاب الٰہی قرار دے رہے ہیں۔ سندھ اسمبلی کے سپیکر سراج درّانی صاحب کو TV پہ کہتے یہ ہوئے سنا گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور قرآن کریم میں سب لکھا ہوا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔قرآن سے دوسری قوموں کے حالات پڑھ لیں۔ ایک اور کالم نویس اوریا مقبول جان صاحب اس بارے میں اخبار ایکسپریس 28 جولائی 2010ء میں لکھے گئے اپنےایک کالم بعنوان ’’ڈورا ٹوٹ چکا‘‘ کا حوالہ

دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں ایک اہل نظر نے بتایا تھا کہ پاکستان والوں نے اگر توبہ و استغفار نہ کی تو اللہ کا عذاب تیار ہے۔یہ اہل نظر کون ہوتے ہیں ؟ اس بارے میں وہ اپنے اسی کالم میں لکھتے ہیں کہ ’’ان صاحبان بصیرت اور اہل نظر کی گفتگو کو سائنس کے ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔ ان کی صداقت کا ایک ہی ثبوت ہوتا ہے کہ وہ عام زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ان کے کردار پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ راستبازی اور پاکبازی ان کی پہچان ہوتی ہے اور شریعت محمدی کی اتباع اُن کی مقصد اولیٰ۔ ایسے لوگ اللہ کے سربستہ رازوں کے امین ہوتے ہیں اور ان کی زبان سے نہ دعوے نکلتے ہیں اور نہ وہ اس امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ البتہ جب اللہ ان کی بستی والوں سے ناراض ہو تو وہ بستی والوں کو خبردار ضرور کرتے ہیں‘‘

سوشل میڈیا پہ بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کے بعد مارگلہ میں طیّارہ گرا پھر سیلاب کا عذاب آیا۔ اس کے بعد اللہ نے 12 سال تک مہلت دی۔ پھر مورخہ 30،اگست 2022ء کو اپنے کالم ’’حرف راز‘‘ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت دیئے جانے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں ’’لیکن بحیثیت قوم ہم نے ان سیلابوں کو اللہ کے عذاب یا ناراضگی کے طور پر نہیں لیا۔۔۔ٹھیک بارہ سال بعد ایک بار پھر اہل نظر نے ایسی وارننگ میرے گوش گزار کی تھی اور میں نے وہ پیغام ڈیڑھ ماہ قبل مختلف میڈیا کے راستے عوام تک پہنچا دیا تھا‘‘ پھر سورۃ الانفال آیت 26 کے مطابق ہر خاص و عام پر خدا کے اجتماعی عذاب کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ ’’ایک اجتماعی رویّہ جس کی وجہ سے ہر خاص و عام پر عذاب آتا ہے، اس کی نشاندہی رسول اکرم ﷺ نے فرما دی،‘‘ اللہ عوام کو خاص لوگوں کے بُرے اعمال کے سبب عذاب نہیں دیتا، جب تک وہ اپنے درمیان بُرائی کو کھلے عام پائیں اور اس کو روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں۔ جب وہ ایسا کرنے لگیں تو اللہ ہر خاص و عام کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے (مسند احمد، موٴطہ امام مالک، طبرانی) اہل نظر کہتے ہیں کہ پاکستانی قوم میں ایک عیب اب بہت عام ہو گیا ہے کہ یہ قوم اسقدر بے حس ہو چکی ہے کہ بُرائی کو بالکل نہیں روکتی بلکہ الٹا پسند کرتی ہے اور بُرائی کرنے والے کی مدد کرتی ہے۔ایسے لوگوں کی ہر جگہ حمایت کرتی ہے اور ایسے افراد کی نافرمانیوں کا دفاع کرتی ہے۔ ایسی قوم کو اللہ جھنجوڑنے کے لئے یہ عذاب نازل کر رہا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ یہ عذاب کیوں دیتا ہے؟ اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اوریا مقبول جان نے قرآن کریم کی سورۃ البقرہ آیت 86 کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم کتاب کے بعض حصّہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ یعنی کتاب کے کچھ حصّہ کو چھپانے یا چھوڑنے کی وجہ سے عذاب

آتا ہے اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق عذاب کا فیصلہ کرتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ اس بارے میں انہوں نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 17 کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی قوم پر عذاب نازل کرنے لگتے ہیں تو ہم اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری نافرمانی کریں۔ (جب وہ نافرمانی کرتے ہیں تو اس پہ پھر اللہ کا عذاب واجب ہو جاتا ہے)۔

(حقیقت ٹی وی، 28 اگست 2022 بعنوان اوریا مقبول جان کا حقیقت ٹی وی کو تہلکہ خیز انٹرویو)

غرض پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرونک میڈیا ہر جگہ لوگ پکار رہے ہیں کہ اللہ ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ یہ اللہ کا عذاب ہے اور ہم تباہی وبربادی کی طرف جا رہے ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ اللہ ناراض ہے اور ہمیں غلط کام کرنے اور برائیوں سے روکنے کے بجائے بُرے لوگوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے عذاب دے رہا ہے، اپنی غلطیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کر رہا۔ سب ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں اور خود انہیں مظالم اور بے انصافیوں میں مبتلاء ہیں جن سے دوسروں کو منع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ بات ہے جو اللہ کی سخت ناراضگی کا سبب بنتی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کی جائے اور خود اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴﴾ (الصّف: 3-4) کہ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت غصّہ دلانے والی ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

یہاں ایک اور غلطی کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ ان صاحب نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 17 کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی قوم پر عذاب نازل کرنے لگتے ہیں تو ہم اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری نافرمانی کریں۔ یہ درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی کا حکم دیتا ہے۔یہ اس آیت کو سیاق و سباق کے مطابق نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر سیاق و سباق کو مدّنظر رکھا جائے تو اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ عذاب کا ایک واضح اصول بیان فرماتا ہے کہ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (بنی اسرائیل: 16) کہ ہم ہر گز عذاب نہیں دیتے جب تک کہ ایک رسول نہ بھیج دیں (اور حجّت تمام نہ کر دیں)۔ اس کے بعد فرمایا کہ وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِکَ قَرۡیَۃً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡهَا فَفَسَقُوۡا فِیۡهَا فَحَقَّ عَلَیۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِیۡرًا (بنی اسرائیل: 17) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں تو اس کے آسودہ حال لوگوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں۔جس پر وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ تب اس بستی کے متعلق ہمارا کلام پورا ہو جاتا ہے اور ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ اللہ نافرمانی کا حکم دیتا ہے بلکہ مطلب یہ

ہے کہ عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیج کر نیکی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب لوگ رسول کے ذریعہ ملنے والے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اور نیکی سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان پر اللہ کے عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود نافرمانی کا حکم دے اور پھر خود ہی نافرمانی پر عذاب نازل کر دے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم سزا نہیں دیا کرتے یہاں تک کہ ہم ایک رسول بھیج لیں۔۔۔۔۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (فاطر: 38) کیا تم کو ہم نے اس قدر عمر نہیں دی کہ جس کی سمجھنے کی نیّت ہوتی، اس میں سمجھ سکتا تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ تمہارے پاس ہوشیار کرنے کے لئے رسول بھی بھیجے۔ اسی طرح (سورۃ) قصص رکوع 6 میں فرمایا وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا تیرے خدا کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اس کے مرکزی مقام میں نبی بھیجے بغیر کسی بستی کو ہلاک کر دے۔ اور پھر سورہ قصص رکوع 5 میں فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ ان لوگوں کو اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی عذاب پہنچا تو یہ کہہ دیں گے کہ اے ہمارے رب کیوں نہ آپ نے ہماری طرف رسول بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے آپ کے احکام کی تعمیل کرتے، تو ہم ان کو بغیر رسول بھیجے ہی عذاب دے دیتے۔ مگر چونکہ یہ عذر ان کا معقول ہوتا، ہم نے اس عذر کو توڑ دیاہے اور ہمیشہ پہلے رسول بھیجتے ہیں۔ پھر اس کے انکار کے بعد عذاب لاتے ہیں۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنّت الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجنے کے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ یعنی اتنے وسیع علاقہ پر جو نبیء وقت کا مخاطب ہو، اس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک پہلے ایک اور نبی خواہ وہ پہلے نبی کا تابع ہی کیوں نہ ہو، ظاہر ہو کر لوگوں کو ہوشیار نہ کر دے“

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 314-315)

پھر آپؓ اگلی آیت یعنی وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”بعض مخالفین اسلام نے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ خدا تعالیٰ بڑے لوگوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ بدکار ہو جاؤاور یہ غلط معنے کر کے اس پر اعتراض کیا ہے کہ آپ ہی پہلے گمراہ کیا پھر عذاب میں مبتلاء کر دیا۔۔۔یہ معنےبالبداہت غلط ہیں اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔اور اعتراض قرآن

کریم پر نہیں پڑتا بلکہ ان لوگوں کے علم پر پڑتا ہے۔ اصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ہم ان کو حکم دیتے ہیں۔ یعنی بعض خاص امور پر چلنے کا حکم دیتے ہیں جو حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے سبب سے بہر حال نیکی کا حکم ہوتا ہے۔ مگر وہ نافرمان ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس (نیکی کے) حکم کو نہیں مانتے۔غرض اس جگہ امرنا کا مفعول ثانی محذوف ہے۔۔۔ قرآن کریم نے بار بار اس امر کو بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ جب حکم دیتا ہے نیکی کا ہی حکم دیتا ہے۔چنانچہ سورہ نحل رکوع 13 میں فرماچکا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ (النحل: 91) یعنی اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور اُس نیکی کا جس میں بدلے کا خیال تک بھی دل میں نہیں ہوتا، حکم دیتا ہے۔ اور باطنی بدی اور ظاہری بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ اسی طرح سورۂ اعراف میں ہے قُلۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ (الاعراف: 29) تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہر گز بدی کا حکم نہیں دیتا۔پس چونکہ یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کا ہی حکم دیتا ہے۔ مفعول ثانی کو محذوف کر دیا گیا ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم کو ایک رسول کے ذریعے سےنیک احکام پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ مگر بجائے اس حکم سے فائدہ اُٹھانے کے وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں بڑھ جاتے ہیں۔

اس جگہ یہ جو فرمایا ہے کہ اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡہَا کہ ہم بستی کے مترفوں کو حکم دیتے ہیں۔اس کے یہ معنی نہیں کہ صرف مالداروں کو خدا کا حکم ملتا ہے، بلکہ مترف کے معنی اس جگہ اَلَّذِیۡ یَصۡنَعُ مَا یَشَاءُ وَلَا یُمۡنَعُ کے ہیں۔ یعنی ایسا شخص جو اپنی مرضی پر چلتا ہےاور نیک بات کو نہیں مانتا۔ اور اس لفظ میں سب کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو بدی میں مبتلاء ہوتے ہیں، خواہ غریب ہوں یا امیر۔۔۔ پس جب نبی آتا ہے تو وہ عام حکم لاتا ہے۔ ماننے والے مان لیتے ہیں اور انکار کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

قریہ سے مراد یہاں پر بستی نہیں بلکہ امّ القریٰ مراد ہے۔ یعنی جس بستی کو اس زمانہ کے لحاظ سےخدا تعالیٰ نے مرکز تجویز کیا ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا کہ حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّہَا رَسُوۡلًا (القصص: 60) کہ ہم عذاب نازل کرنے سے پہلے امّ القریٰ میں رسول بھیج لیتے ہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 316-317)

پس اس سے واضح ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی چونکہ کسی نبی کی بعثت کے بغیر نازل نہیں ہو سکتا لہٰذا ان تمام دوستوں سے عاجزانہ اپیل ہے کہ قرآن کریم پر غور فرمائیں اور سوچیں کہ اجتماعی طور پر مسلسل کس غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ عذاب اور سزائیں ہر خاص و عام پر نازل ہو رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے بقول پوری دنیا پہ عذاب بن کے آنے والا کرونا، وبائیں اور لڑھکتے ہوئے پتھروں کا سیلاب وغیرہ عذاب یا سزا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا ہے؟ یا دوسرے لفظوں میں اگر یہ عذاب ہے اور اللہ نے کوئی رسول نہیں بھیجا تو پھر کیا اللہ تعالیٰ نے نعوذباللہ وعدہ خلافی کی کہ رسول بھیجے بغیر عذاب پہ عذاب نازل کرتا چلاجا رہا ہے؟ اللہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (آل عمران: 10) کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سزا سے قبل اپنے وعدہ کے مطابق ضرور کسی کو اپنا رسول اور نبی بنا کے بھیجا ہے۔ جس کو جھٹلا کر نہ صرف شریعت کی نافرمانی کی جارہی ہے بلکہ اس کی جماعت کے خلاف ظلم اور ناانصافی کی جارہی ہے اور قوم اس ظلم اور ناانصافی میں پورا ساتھ دے رہی ہے جیسا کہ ان صاحب نے لکھا ہے کہ ''قوم میں ایک عیب اب بہت عام ہو گیا ہے کہ یہ قوم اسقدر بے حس ہو چکی ہے کہ بُرائی کو بالکل نہیں روکتی بلکہ الٹا پسند کرتی ہے اور بُرائی کرنے والے کی مدد کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کی ہر جگہ حمایت کرتی ہے اور ایسے افراد کی نافرمانیوں کا دفاع کرتی ہے۔ ایسی قوم کو اللہ جھنجوڑنے کے لئے یہ عذاب نازل کر رہا ہے۔''

غور طلب بات ہے کہ آنحضورﷺ نے اگر اس زمانے میں فتنے پھوٹنے کی پیشگوئی فرمائی تھی اور ساتھ عذاب الٰہی سے بھی ڈرایا تھا تو یقیناً اس عذاب سے قبل کسی مامور من اللہ کے ظہور کی پیشگوئی بھی کی ہوگی۔ کیونکہ عذاب رسول بھیجے بغیر نہیں آیا کرتا۔ جب ہم قرآن وحدیث کو دیکھتے ہیں تو کثرت سے ایک آنے والے موعود کی پیشگوئیاں ملتی ہیں۔ آنحضورﷺ نے فرمایا تھا کہ اس دور میں جب دنیا میں ہدایت کا فقدان ہوگا اور ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہوگا تواس امّت کی اصلاح کے لئے اللہ کی طرف سے حضرت مسیح علیہ السلام امام مہدی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ فرمایا ''لَا یَزۡدَادُ الۡاَمۡرُ اِلَّا شِدَّۃً، وَلَا الدُّنۡیَا اِلَّا اِدۡبَارًا، وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا، وَلَا تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الۡمَھۡدِیُّ اِلَّا عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ (ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدّۃ الزّمان) کہ معاملہ شدّت اختیار کر جائے گا، دنیا میں ادبار بڑھتا چلا جائے گا، لوگ بخیل ہوتے جائیں گے، اور قیامت بدترین لوگوں پہ برپا ہوگی اور (اس وقت) عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی نہ ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ یُوۡشِكُ مَنۡ عَاشَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَلۡقٰی عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اِمَامًا مَھۡدِیًّا وَحَکَمًا عَدۡلًا، فَیَکۡسِرُ الصَّلِیۡبَ، وَیَقۡتُلُ الۡخِنۡزِیۡرَ، وَتُوۡضَعُ الۡجِزۡیَۃَ، وَتَضَعُ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَھَا (مسند احمد بن حنبل جلد 2) کہ قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ رہے وہ مسیح ابن مریم سے امام مہدی اور حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔ وہ صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے گا، جزیہ ختم کر دیا جائے گا اور جنگ اپنے اوزار رکھ دے گی۔ یعنی اس دور میں دین کے لئے جنگیں نہیں ہوں گی بلکہ سیاسی جنگیں ہوں گی۔ اسی طرح فرمایا کہ کیف تَھۡلِكُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وعیسی بن مریمُ آخرُھا

(کنزالعمال حرف القاف کتاب القیامہ من قسم الاقوال زیر نزول عیسیٰ) وہ امّت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل حصّہ میں خود مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ خَیْرُ هٰذِهِ الاُمَّةِ اَوَّلُها و اٰخِرُها اَوَّلُها فیھم رسولُ اللّٰہ و اٰخِرُها فیھم عیسیٰ ابنُ مریمَ و بینَ ذٰلك فیجٌ اَعوجٍ لیسُوا مِنّی ولَستُ مِنھُم (کنزالعمال حرف القاف، کتاب القیامہ، من قسم الاقوال، زیر نزول عیسیٰ) کہ اس امّت کا اوّل اور آخر سب سے بہتر ہے۔ (کیونکہ) اس کے اوّل حصّہ میں اللہ کا رسول خود ہے اور آخرین میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے۔ اس کے درمیان فیج اعوج (یعنی ٹیڑھے پن) کا دور ہے۔ ان کا مجھ سے اور میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس آنے والے مسیح کو آنحضورﷺ نے مسلم کی حدیث میں چار مرتبہ نبی اللہ فرمایا۔ خاکسار اس وقت زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ تاہم مختصراً اتنا عرض کردوں کہ قرآن وحدیث اور تاریخِ انبیاء و مذاہب میں واضح اشارے اور ثبوت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، آنے والا موعود مسیحؑ اسی اُمّت سے ہو گا اور وہ نبی ہو گا۔ مسیح اور مہدی دو الگ وجود نہیں بلکہ مسیح موعود ہی امام مہدی ہو گا، آنے والا امام دمشق سے مشرق کی جانب (ہندوستان میں) ظاہر ہو گا۔

جاء المسیح جاء المسیح

چنانچہ ان پیشگوئیوں کے مطابق آج سے قریباً سوا سو قبل جب اسلام سمیت دیگر تمام مذاہب کے پیرو کار دُنیا کی پستی اور ضلالت و گمراہی کو دیکھ کر پکار اُٹھے تھے کہ اُس موعود کے ظہور کا یہی وقت ہےاور اللہ تعالیٰ سے اُس موعود کے ظہور کی التجائیں کر رہے تھے، ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنا مسیح و مہدی بنا کے اس دنیا کو ہوشیار کرنے کے لئے مبعوث کیا اور آپ علیہ السلام کو الہام کیا کہ ’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا‘‘ (الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 303) اس سے یہ ظاہر تھا کہ دنیا سنّت الاوّلین کے مطابق اس موعود کو جھٹلائے گی۔ اس کی جماعت کے ساتھ حقارت سے پیش آئے گی۔ ان پہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گی اور خدا کے غضب کو دعوت دے گی۔ اس وقت ایک طرف تو دُنیا اس کی جماعت پر زور آور حملے کر کے سمجھے گی کہ ہم اس جماعت کو تباہ کردیں گے لیکن وہ تمام قدرتوں اور طاقتوں کا مالک خدا اس کی حفاظت کرے گا اور اس پر ترقیات کے دروازے کھول کر اسے بڑھاتا چلا جائے گا۔ دوسری طرف خدا کے غیض و غضب کے زور دار حملے زلزلوں، جنگوں، وباؤں اور سیلابوں سے تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوں گے اس کی جماعت پر دُنیا کے حملوں سےانہیں خدا بچائے گا لیکن خدا کے حملوں سے دنیا کو بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔ یہی

زور آور حملے س مسیح موعود علیہ السلام کی سچّائی کو ثابت کریں گے۔

معیار صداقت

سوشل میڈیا پہ وہی صاحب اہلِ نظر بزرگوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ’’ان کی صداقت کا ایک ہی ثبوت ہوتا ہے کہ وہ عام زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ان کے کردار پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ راستبازی اور پاکبازی ان کی پہچان ہوتی ہے اور شریعت محمدی کی اتباع اُن کی مقصد اُولیٰ‘‘۔ انہوں نے جو معیارِ صداقت اہل نظر کے لئے بیان کیا ہے، یہ وہی معیار ہے جس پہ ہمیشہ سے انبیاء کرام اپنے آپ کو پیش کرتے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے۔اگر میں سچ بولتا ہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے؟‘‘ (یوحنّاباب 8 آیت 46) اسی طرح فرمایا ’’میں اتنی مدّت سے تمہارے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا‘‘ (یوحنّا باب 14 آیت 9) آنحضورﷺ کی صداقت کے نشان کے طور پہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! انہیں کہہ دے کہ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس: 17) کہ میں اس سے قبل تم میں ایک عرصہ دراز گذار چکا ہوں کیا تم عقل نہیں کرتے۔ یعنی کسی نبی کی دعویٰ سے پہلے کی عمر دیکھ لو اگر اس عرصہ میں اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور پاکبازی اختیار کی ہے تو ممکن نہیں کہ ایسا انسان اللہ پر جھوٹ گھڑنے لگے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ’’جو شخص جوانی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو گا، وہ بڑھاپے میں بھی اللہ ہی کا تابعدار ہو گا‘‘ (تذکرۃ الاولیاء، مصنّفہ شیخ فرید الدین عطّار، باب 76، حالات حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار)۔ اسی طرح، امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی صداقت کے لئے قرآن کریم کی یہی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

’’اور تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے، یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہو گا۔ کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتدا ٔ سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

یہ آپ علیہ السلام کا دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ آپ کے شدید مخالفین بھی دعویٰ سے قبل آپ کی نیکی، تقویٰ اور پاکیزگی کے گواہ تھے۔ ان میں سے صرف ایک مثال پیش ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب جو

آپ علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد شدید مخالف ہو گئے تھے، آپ کے دعویٰ سے قبل اپنے رسالہ اشاعۃ السنّہ میں لکھتے ہیں کہ ”مولّف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار وصداقت شعار ہیں“ (اشاعۃ السنۃ جلد7 نمبر9)۔ پھر کتاب براہین احمدیہ پہ ریویو لکھتے ہوئے تحریر کیا کہ ”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔۔۔ اور اس کا مؤلّف (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) بھی اسلام کی مالی و جانی و علمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے“

(اشاعۃ السنۃ جلد 6 نمبر 6)

پس خدا کے نزدیک اس زمانہ میں اصل اہلِ نظر تو وہ پاک وجود ہے جس کو خدا نے خود چناہے۔ جسے حضرت محمد ﷺ کی غلامی میں پوری دنیا کی طرف اتمام حجّت کے لئے رسول بنا کے بھیجا ہے۔ وہ جس نور سے دیکھتا ہے کوئی اور خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دنیا اس نورِ الٰہی کومٹانے کے درپے ہو گئی لیکن خدا نے اس کی حفاظت فرمائی اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس کے ذریعہ سے اِس آخرین کی جماعت میں خلافت قائم فرمادی۔ اس موعود امام کے دَور میں حضور ﷺ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق فتنوں ڈورا ٹوٹ گیا تو محمد ﷺ کے اُس غلامِ کامل نے خدا سے خبر پا کر زلزوں، وباؤں، جنگوں اور سیلاب کی وعیدی خبریں دیتے ہوئے فرمایا کہ

”یاد رہے کہ مسیح موعود کے وقت میں موتوں کی کثرت ضروری تھی اور زلزلوں اور طاعون کا آنا ایک مقدّر امر تھا۔یہ معنی اس حدیث کے ہیں کہ جو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے نام سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیحؑ کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا۔ پس یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس حدیث میں مسیح موعود کو ایک ڈائن قرار دیا گیا ہے۔۔۔ بلکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اس کے نفحات طیّبات یعنی کلمات اس کے جہاں تک زمین پر شائع ہوں گے تو چونکہ لوگ ان کا انکار کریں گے اور تکذیب سے پیش آئیں گے اور گالیاں دیں گے۔ اس لئے وہ انکار موجب عذاب ہو جائے گا۔ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ مسیح موعود کا سخت انکار ہو گا۔ جس کی وجہ سے ملک میں مری پڑے گی اور سخت سخت زلزلے آئیں گے اور امن اُٹھ جائے گا۔ورنہ یہ غیر معقول بات ہے کہ خواہ نخواہ نیکو کار اور نیک چلن آدمیوں پر طرح طرح کے عذاب کی قیامت آوے۔یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانوں میں بھی نادان لوگوں نے ہر ایک نبی کو منحوس قدم سمجھا ہے اور اپنی شامت اعمال اُن پر تھاپ دی ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا

بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا اتمام حجّت کے لئے نبی کو لاتا ہے اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے۔اور سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔ اب ہجری صدی کا بھی چوبیسواں سال ہے۔ بغیر قائم ہونے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جُدا کرتا اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کرکے داغِ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے۔ کیوں تلاش نہیں کرتے اور تم کیوں اس آیتِ موصوفہ بالا میں غور نہیں کرتے۔ جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم کسی بستی پر غیر معمولی عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ان پر اتمام حجّت کے لئے ایک رسول نہ بھیج دیں۔اب تم خود سوچ کر دیکھ لو کہ کیا یہ غیر معمولی عذاب نہیں جو تم کئی سال سے بھگت رہے ہو۔ تم وہ مصیبتیں دیکھ رہے ہو جن کا تمہارے باپ دادوں نے نام بھی نہیں سنا تھا اور جن کی ہزاروں برس تک اس ملک میں نظیر نہیں پائی جاتی اور جس طاعون اور جس زلزلہ کو اب تم دیکھتے ہو، میں اپنے کشفی عالم میں پچیّس برس سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ اگر خدا نے مجھے یہ تمام خبریں پہلے سے نہیں دیں تو میں جھوٹا ہوں۔ لیکن اگر یہ خبریں پچیّس برس سے میری کتابوں میں مندرج ہیں اور متواتر میں قبل از وقت خبر دیتا رہا ہوں تو تمہیں ڈرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تم خدا کے الزام کے نیچے آجاؤ‘‘

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 399-402)

ایک اور مقام پہ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کہ نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اسقدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیرو زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاںتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات

پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔اگر میں نہ آیا ہوتا توان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گےاور وہ جو بلاءسے پہلے ڈرتے ہیں، اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے؟ یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا مونہہ دیکھو گے۔ اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے، کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں، پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268-269)

جیسا کہ خاکسار نے آغاز میں ایک صاحب کا حوالہ دیا ہے جو پاکستانی قوم کی اجتماعی بد اعمالی کو اس عذاب کی وجہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”یہ قوم اسقدر بے حس ہو چکی ہے کہ بُرائی کو بالکل نہیں روکتی بلکہ الٹا پسند کرتی ہے اور بُرائی کرنے والے کی مدد کرتی ہے۔ایسےلوگوں کی ہر جگہ حمایت کرتی ہے اور ایسے افراد کی نافرمانیوں کا دفاع کرتی ہے۔ ایسی قوم کو اللہ جھنجوڑنے کے لئے یہ عذاب نازل کررہا ہے“موصوف نے بیماری کی تشخیص تو بالکل درست کی ہے لیکن افسوس کہ پوری قوم کے ساتھ اسی بیماری میں خود بھی مبتلاء ہیں اور اصل علاج کرنے کے بجائے اس برائی میں خود بھی قوم کا ساتھ دے رہے ہیں۔ پاکستان دنیا میں واحد ملک ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے اس کا نہ صرف انکار کیا

بلکہ ظلم وستم کی راہ اختیار کرتے ہوئے 1974ء اس کی جماعت کو کافر قرار دیا۔ اس ظلم میں ملک میں موجود تمام فرقوں کے نمائندوں نے ساتھدیا۔ پھر 1984ء میں ایک آرڈی نینس نافذ کر کے انہیں اپنے آپ کومسلمان کہنے پر پابندی لگا دی۔ گویا خود خدا بن بیٹھے۔ ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لینے، کلمہ پڑھنے، اذان دینے، نماز پڑھنے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے حتّٰی کہ کوئی آیت کریمہ اپنے پاس رکھنے تک پہ بھیپا بندی لگا دی گئی ہے۔ ایسا کرنے پر اب بھی قید و بند کی تکالیف دی جارہی ہیں۔ اس مامور من اللہ کی جماعت پر ہر طرح کاظلم روا رکھنا اس ملک میںجائز قرار پایا ہے۔ان کی جان، مال، عزّت تک محفوظ نہیں۔ ان کی سجدہ گاہوں کو مسمار کرنا، ان پہ غاصبانہ قبضہ کر لینا معمول بن چکا ہے جس میں حکومت کی خاموش رضامندی مکمل طور پہ شامل ہے۔ ایسی صورتحال میں خدا کی طرف سے آنے والی ان تباہیوں کو ہم نہیں بلکہ یہ لوگخوداللہ کا عذاب قراردے رہے ہیں۔ تو ان دوستوں سے دست بستہ عرض ہے کہ خدا کے لئے سوچو کہ آخر رسول بھیجے بغیر یہ عذاب کیوں آرہے ہیں؟ حضرت مسیح موعود السلام دنیا کو حوادث سے خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہےوہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گےاور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہہ وبالا کردیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے، خداان پر رحم کرے گا۔جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہولیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کرلیں گےاور ان راہوں کو اختیار کریں گےجوخدا کو پسند ہیں، اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔ میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکو کار وں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پردنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گااور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی ظاہر کر دے گا۔۔۔سو راستباز بنو! اور تقویٰ اختیار کرو!تابچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈر سےامن میں رہو۔ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوےاور زمین کچھ ظاہر کرے۔لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔

خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اُتریں گی۔ کچھ تواُن میں سےمیری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 302-304)

مختصر یہ کہ اگر طاقتور ممالک سمیت دنیا میں آنے والی وبا، زلزلے، سیلاب، کروڑوں افراد کا گھر سے بے گھر ہوجانا، لاکھوں مویشیوں کی ہلاکت، لاکھوں ایکڑ رقبہ پر فصلوں کی تباہی، قوم کا گروہوں میں تقسیم ہو کر شدّت پسندی کی طرف چلے جانا وغیرہ آپ لوگوں کے نزدیک عذاب الٰہی ہے تو خدا کے لئے اس طرف بھی توجہ کریں کہ قرآن کریم میں اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ رسول بھیجے بغیر عذاب نہیں بھیجتا۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس دَور میں جس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی تھی، وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ کیونکہ نبی کے ظہور کے بغیر عذاب نہیں آسکتا اور مسیح موعود کے علاوہ اور کسی کی پیشگوئی نہیں اور وہ پوری دنیا کے لئے اللہ کی طرف سے امام ہے۔ لہٰذا پوری دنیا پر اس امام کو ردّ کرنے کی صورت میں اتمام حجّت ہو چکا ہے۔ آج اس دَور میں ایک ہی ہستی ہے جس نے دعویٰ کیا ہے کہ میں خدا کی طرف سے نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں۔وہی ہیں جو اس دَور کا حصن حصین ہیں۔ پس اس آسمانی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے اس طرف دوڑو تاکہ اس دنیا میں عافیت میں رہو اور آخرت میں بھی امن نصیب ہو۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں، آمد امامِ کامگار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
ہیں درندے ہرطرف میں عافیت کا ہوں حصار

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 ستمبر 2022ء)

(94)
حضرت مسیح موعودؑ کے انداز تربیت

(شہزاد احمد اشفاق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کا انداز نہایت دلکش تھا آپ نے عملی نمونہ سے ہمارے لئے تربیت کا سامان مہیا کیا کہ کس قدر انداز تربیت اولاد کی اور جماعت کی کہ وہ لوگ ہمارے لیے نمونہ ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے آپ کی زبان میں معجزانہ اثر تھا اپنا بات بات پر کہتے ہیں نہ شوخیوں پر رکھتے بلکہ انتہائی نرمی سے فرماتے کہ یوں نہ کرو اور پھر وہ بات کبھی نہیں بھولتی۔حضرت مسیح موعودؑ کی وہ پیار بھری زبان کہ ایک بار منع فرمایا اور پھر عمر بھر اس بات سے طبیعت بیزار ہو گئی ہو تم صحیح محمود اشارہ کنایہ میں بات سمجھ آیا کرتے تھے غلطی پر شرمندہ نہ کرتے بلکہ اس طرح بات کرتے ہیں کہ کان تک بات پہنچ جائے اور اصلاح بھی ہوجاتی۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں ایک دفعہ حضور کی طبیعت ناساز تھی اور حضور بستر پر بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے دوسرے دن میں نے بھی بستر پر بیٹھ کر نماز پڑھی اسی دوران آپ نے مجھے دیکھا تو ہنس پڑی اور فرمایا بچہ ہے اس نے مجھے بستر پر نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن اس کو یہ علم نہیں ہوسکا کہ ایسا تو بیماری کی حالت میں میں نے کیا تھا اس طرح میرے کان سے بات گزار دی۔ حضور کا انداز تربیت لاریب تھا لیکن آپ کی دعائیں جو اپنے علاج کے حق میں کیں وہ آپ کے انداز تربیت کا معراج تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں ہیں۔ ”اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ آزاد کی تربیت ان کی عمدہ اور نیک فال سیلنگ بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی صحیح فکر کریں نہ کبھی دعا کرتے ہیں نا مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا“

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ الہام میں ابراہیم بھی کہا ”اے ابراہیم نزدیک مرزا صاحب مرتبہ اور امانتدار اور العقل ہے اور دوست خدا ہے خلیل اللہ ہے“

حضرت مسیح موعود اپنی اولاد کے لیے اس طرح دعائیں کرتے تھے آپ کی نظم و نثر اس بات کی گواہی دیتی ہے اور یہ دعائیں ابراہیمی دعاؤں کی یاد دلاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالی سے عرض کرتے ہیں

تیری قدرت کی آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

حضرت مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن کچھ حساب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے گئے گئے راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا بعض دوستوں نے اس کی شاخوں سے مسواک بنا لیں صاحبزادہ مرزا محمود احمد بھی ساتھ تھے مجھے چھوٹے عمر تھی ایک مسواک کسی نے ان کو بھی دے دیں انہوں نے ایک دو دفعہ حضور کو بھی کہا کہ ابا مسواک لے لیں مگر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں پہلے ہمیں یہ تو بتاؤ کہ، ”کس کی اجازت سے مسواک لے گئی ہیں“ سنتے ہیں سب نے مسواکیں زمین پر گرا دی یہ باقی ایک انوکھا انداز دلکشی لیے ہوئے ہے اور اس لائق ہے کہ اصول تربیت کے مضمون میں سے سنہری حروف میں رقم کیا جائے گا سڑک پر گرے ہوئے کیکر کے درخت سے چند مسواک کاٹ لینا کوئی ایسا اخلاقی جرم نہیں کہ اسے چوری کی حدود میں داخل سمجھا جائے بچے کے مقرر سوال کے جواب میں ایک چھوٹا سا سوال کر دیتے ہیں کہ میاں یہ تو بتاؤ یہ مسواک کس کی دعوت سے لی گئی یہ بات سنتے ہیں سب نے مسواک زمین پر گرا دیں. دراصل آپ کی تربیت کا انداز بالکل منفرد تھا اور نہایت دلکش تھا بعض مواقع پر آپ اپنے بچوں سے سختی سے بھی پیش آتے رہے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جہاں تک ان امور کا تعلق ہے جن کا اثر کا دائرہ آپ کی ذات تک محدود تھا آپ نے سختی نہ کی اور نہایت حلم اور بردباری سے معاملہ رکھا کرتے مگر جہاں تک امور دینیہ کا تعلق ہے یا ایسی غلطیوں کا سوال ہے جس کے نتیجے میں اخلاق پر برا اثر پڑنے کا خطرہ ہو سکتا تھا وہاں آپ نے موقع محل کے مطابق کبھی نرمی سے کبھی سختی سے اس کی طرف توجہ دلائیں یہ فرق بہت اہم اور تربیت کرنے والوں کے لئے اس میں بڑا گہرا سبق ہے ہے کہ حلم کی حدود کہاں جا کر ختم ہوتی ہیں اور سختی کے تقاضے کہاں سے شروع ہوتے ہیں.

آیئے آج ہم اس بات کا عہد کریں کہ تربیت کے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کو مضبوطی سے تھام لیں اور ان پر عمل کریں اور ان کے اچھے نتائج حاصل کریں آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 ا کتوبر 2022ء)

(95)
صداقتِ مسیح موعودؑ کے دو عظیم الشان معیار

(عبد القدیر قمر)

سیدنا وامامنا حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی اور صداقت کے ان گنت زمینی و آسمانی اور آفاقی نشان دنیا کے ہر برا عظم بلکہ ہر ملک اور ہر شہر میں پھیلے ہوئے ہیں جنہیں پاک دل، پاک نظر، پاک فطرت، نگاہِ بصیرت سے دیکھ کر آسمانی نور سے اپنے قلب و نظر کو منور کرتے ہیں اور اس ماہتاب خداوندی سے فیض یاب ہوتے ہیں جو اس تاریکی کے زمانہ کا نور ہے اور جو امن اور حلم اور سلامتی کے ساتھ دنیا کی سچے خدا کی طرف رہبری کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کردوں اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 13)

ان آسمانی نشانوں میں سے دو کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کی سچائی کو ہر موافق و مخالف خواہ وہ عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا۔ یورپ کا رہنے والا ہو یا ایشیاء کا امریکہ کا رہنے والا ہو یا آسٹریلیا کا، گورا ہو یا کالا، سفید ہو یا سرخ جب چاہے آزما سکتا ہے۔ وہ نشان کیا ہیں؟

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی فرماتے ہیں:

’’سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت کا ذکر ہے کہ حضور اقدسؑ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرماتے۔ نماز عصر مسجد میں ادا فرما کر جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کی معیت میں بہت سے احباب تھے یہ عاجز بھی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ جب جنوبی جانب مسجد کی دیوار کے پاس پہنچے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار ایک مجلس

میں بطور اعتراض کے کہہ رہے تھے کہ مہدی، مسیح اور نبی، رسول ہونے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن صداقت کے ثبوت کے لئے کوئی نشان بھی پیش نہیں کیاجاتا۔ حضور اقدس نے یہ سن کر فرمایا کہ ہماری صداقت کو معلوم کرانے کے لئے خداتعالیٰ نے ہزار ہا نشانات اور معجزات دکھائے ہیں۔ طالبان ہدایت کی تسلی کے لئے ایک عظیم الشان نشان اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ وَاِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ کا الہام بھی ہے یعنی یہ کہ جو شخص میری اعانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اعانت کرنے والا ہو گا اور جو شخص میری اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اہانت کرنے والا ہو گا۔ پس جو چاہے اس معیار کے رُو سے بھی میری سچائی کا کھلا کھلا نشان دیکھ لے۔

(حیات قدسی جلد 3 صفحہ 153)

سو ہر وہ شخص جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں بسنے والا ہو یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق و کذب کو پرکھنے کے لئے اور معیاروں کی طرف دوڑتا ہے آپؑ کی صداقت کو جانچنے کے لئے آپؑ کی یہ وحی ہی اس کے لئے بطور معیار کافی ہے۔

اب میں آپ کے سامنے چند مختلف واقعات پیش کرتا ہوں جس سے واضح ہوجائے گا کہ آپؑ کی اعانت کرنے والے کس طرح خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوئے اور اہانت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل بیان کرتے ہیں:

”ایک دفعہ جب کہ حضورؑ گورداسپور میں تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور دو بجے کا وقت میں حضورؑ کو پنکھا کر رہا تھا حضورؑ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اس کرسی کے پیچھے کئی بنچ تھے کچھ لوگ ان پر بیٹھے تھے۔ کچھ چاروں طرف کھڑے تھے حلقہ باندھے ہوئے۔ حضورؑ کی کرسی کے پاس ہی چندو لال مجسٹریٹ کی میز تھی۔ اچھی بڑی میز تھی۔ پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے گواہی دی پھر حضرت صاحب سے اس نے پوچھا کہ آپ کا الہام ہے۔ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ اگر میں آپ کی توہین کروں تو ......؟ حضور نے فرمایا۔ یہ خدا کا کلام ہے خواہ آپ بھی کریں...

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا یہ وہ پتھر ہے جس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور۔“

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 122)

حضرت میاں معراج دین صاحب پہلوان بیان کرتے ہیں:

”ایک شخص پیر بخش نام کا ہوا کرتا تھا۔ رسالہ تائید الاسلام کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دفعہ اس نے ہماری دوکان پر کہا کہ تم کہا کرتے ہو اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ مرزا صاحب کا الہام ہے۔ میں ایک لمبے عرصہ سے توہین کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عطاء اللہ صاحب نے ہمیں کہا کہ آج کی تاریخ نوٹ کر لو۔ یہ شخص پکڑا گیا ہے۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا لڑکا حکومت افغانستان کی طرف سے ولایت میں ایک مشینری خریدنے گیا ہوا تھا کہ وہاں ہی مر گیا۔ جب اس کی وفات کی خبر پیر بخش کو پہنچی تو وہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ چنانچہ اسے فالج ہو گیا اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر وہ مر گیا۔“

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 253)

حضرت میاں عبدالرشید صاحب بیان کرتے ہیں:

”ہمارے گھر کے سامنے ایک پہلوان رہا کرتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا، کہا کرتا تھا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ چند دن کی بات ہے۔ رات نہانے کے بعد گیلا کپڑا سکھانے کے لئے اس نے اپنے مکان کی دوسری منزل پر کھڑے ہو کر سامنے کے درخت پر کپڑا ڈالنا چاہا مگر پاؤں جو پھسلا تو دھڑام سے گلی کے فرش پر گرا۔ صبح جب میں دفتر جانے لگا تو پولیس پہنچ چکی تھی۔ جب چار بجے واپس آیا تو تفتیش مکمل ہونے کے بعد میرے سامنے اس کی لاش پر سے کپڑا اٹھایا گیا یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سخت گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے سارا جسم کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔“

(لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر صفحہ 264-265)

دوالمیال ضلع چکوال کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے۔ جہاں جماعت احمدیہ کی کثیر تعداد رہائش پذیر ہے۔ جماعت احمدیہ کی خوبصورت مسجد بھی ہے اور منارۃ المسیح کی طرز کا خوبصورت مینار بھی ہے۔

یہاں ایک مولوی محمد شاہ نام کا بوہڑ والی مسجد میں امام بن کر آیا۔ احمدیت کا سخت مخالف تھا اور غلیظ زبان استعمال کرتا تھا۔ بلکہ بڑے بڑے مخالف مولویوں کو بلا کر تقریریں کرواتا اور کہا کرتا تھا کہ میں احمدیت کے پودے کو دوالمیال سے اکھاڑ پھینکوں گا وہ مسلسل احمدیوں کے خلاف زہر اگلتا رہا۔ ایک عرصہ تک اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھیل دی اور پھر خدا کے قہار کی تقدیر نے اُسے گھیر لیا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کا شکار ہو گیا۔ جب خدا کی پکڑ میں آیا تو پہلے اس کی بیوی نے

کسی اور کے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔ پھر اس کی بیٹی کسی کے ساتھ چلی گئی۔ اسے بوڑھ والی مسجد سے بھی نکال دیا گیا۔ وہ جو احمدیت کا پودا اکھیڑنے آیا تھا خود اس کا ستیاناس ہو گیا اور بے بسی اور بے کسی کی تصویر بنے اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور احمدیت کا پودا جو خدا کے ہاتھ کا لگا یا ہوا ہے دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

(تاریخ احمدیت چکوال صفحہ 558)

محترم شیخ محمد صدیق صاحب بانی بیان کرتے ہیں کہ چنیوٹ کے ایک شیخ صاحب جو بچپن میں عرب چلے گئے تھے اور جوانی میں وطن واپس لوٹے وہ دارجیلنگ (جو مغربی بنگال میں کوہ ہمالیہ کا ایک خوبصورت اور صحت افزاء مقام ہے) اپنے عزیزوں سے ملنے آئے اور ان عزیزوں کی ایک لڑکی شیخ صاحب کو پسند آ گئی۔ انہوں نے سوچا کیوں نہ شادی کے لئے پیغام دے دوں۔ انہوں نے پلان بنایا کہ یہاں پر احمدیوں کے خلاف ایک پمفلٹ شائع کروں اس طرح سے میری واہ واہ ہو جائے گی تب انہوں نے ایک پمفلٹ شائع کیا اور نَعُوذُ بِاللّٰہِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ باتیں لکھیں۔ احمدی دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور جن کے گھر وہ شیخ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ان سے شکایت کی لیکن شکایت کا انہوں نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ احمدیوں نے اس پمفلٹ کے متعلق ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی خدمت میں درخواست دی۔ صاحب بہادر نے یہ کہہ کر درخواست واپس کر دی کہ یہاں پر احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے اور کسی قسم کے نقص عامہ کا خطرہ نہیں ہے۔ احمدی بیچارے کر بھی کیا کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ اپنے مولیٰ کریم کے حضور التجا کرتے اور فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے۔ شیخ جی کی بڑی دعوتیں ہوئیں اور عرب صاحب کے نام سے بہت مشہور ہوئے اور جہاں وہ چاہتے تھے ان کی شادی ہو گئی شادی کے بعد شیخ صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر واپس عرب چلے گئے اور خانہ کعبہ میں اپنی بیگم صاحبہ کو لے جا کر کہنے لگے قسم کھاؤ! کہ تم پاک دامن ہو۔ یہ سن کر لڑکی کا پارہ چڑھ گیا اور دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور لڑکی نے کہا مجھے طلاق دے کر واپس دارجیلنگ میرے ماں باپ کے پاس چھوڑ آؤ۔ شیخ جی دارجیلنگ آئے اور لڑکی کو طلاق دے کر واپس چلے گئے۔ اس سے لڑکی والوں کی بہت بدنامی ہوئی اور وہ احمدیوں کے پاس آئے اور معافی مانگنے لگے۔ شیخ جی دارجیلنگ سے بے عزت ہو کر نکالے گئے واپس چنیوٹ آ رہے تھے کہ کلکتہ میں حادثہ ہو گیا وہ ایک سڑک کراس کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے بس آ گئی اور دوسری سمت سے ٹرام آ گئی اور شیخ صاحب المعروف عرب صاحب کی ایک ٹانگ بس میں اور دوسری ٹرام میں پھنس گئی اور وہ درمیان سے چیر گئے۔ سڑک پر ان کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں تھا۔

اللہ اللہ! دیکھا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا انجام۔

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دکھانا
گستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

(سعادتیں، یادوں کے آئینہ میں از ضیاء الدین حمید ضیاء صفحہ 53-54)

مولانا منور احمد خورشید صاحب لکھتے ہیں:

”یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں گیمبیا کے قصبہ فرافینی میں بطور مشنری متعین تھا۔ وہاں میرے ہمسایہ میں ایک گیمبین کرایہ دار رہتے تھے۔ وہ کسٹم کے محکمہ میں آفیسر تھے ان کا نام احمدو تھا۔ روزانہ ہی آتے جاتے ان سے ملاقات ہو جاتی تھی بظاہر بڑے سلجھے ہوئے آدمی لگتے تھے بطور ہمسایہ ان کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ جب کبھی ملاقات ہوتی بڑے تپاک سے ملتے۔ ایک روز میں کسی کام کی غرض سے ان کے پاس گیا۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران ان کے ایک مہمان نے مجھ سے جماعت کے بارہ میں کچھ سوالات کئے۔ اس پر جب میں نے اس سائل کے جوابات دینے شروع کئے تو میں نے محسوس کیا کہ احمدو کے چہرے پر ناخوشگواری کے آثار مترشح ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اس احمدو نے اپنی لوکل زبان وولف میں سوال کرنے والے دوست سے بات کرنی شروع کر دی اور اسے بتایا کہ ان لوگوں سے ان مسائل پر کبھی بھی بات نہیں کرنی چاہیئے یہ لوگ بڑے شاطر ہیں آپ کو بڑے آرام سے اپنی غلط بات بھی منوا لیں گے پھر اس نے اپنے ساتھی کو جماعت سے مزید متنفر کرنے کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس کے خلاف پاکستانی مولویوں کی خود ساختہ ایک جھوٹی اور گندی سی بات بتانی شروع کی۔ مجھے اس شخص کے معاندانہ رویہ اور منافقانہ انداز سے سخت تکلیف ہوئی۔ میں وہاں سے واپس اپنے گھر آ گیا لیکن اس افسوسناک واقعہ کا میرے دل و دماغ پر بہت زیادہ گہرا اثر ہوا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد وہ فرافینی سے اپنی فیملی کے پاس بانجول چلا گیا۔ اس کا طریق تھا کہ ہر مہینہ اپنی فیملی کو ملنے جایا کرتا تھا۔

اس دفعہ جب بانجول گیا تو کافی عرصہ تک وہ واپس نہ آیا۔ اس دوران اس کے باقی رفقاء کار سے ملاقات ہوتی رہی۔ تقریباً دو ماہ کے بعد واپس فرافینی آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا ہے۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ گزشتہ دنوں اپنی فیملی کو ملنے بانجول گیا ہوا تھا وہاں پر مجھے بخار ہو گیا۔

ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے یہ بتایا ہے کہ مجھے ایڈز کی مہلک بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد واپس بانجول چلا گیا اس کے بعد کبھی واپس فرافینی نہیں آسکا اور چند ماہ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(ارض بلال، میری یادیں از منور احمد خورشید صفحہ 84-85)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کی بات ہے کہ خاکسار موضع سعد اللہ پور میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بیان کر رہا تھا کہ وہاں چوہدری فضل داد صاحب جو موضع چکریاں کے زمینداروں میں سے تھے۔ آ نکلے۔ ان کی طبیعت میں کبر اور تحکم کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ تو کیا مرزا مرزا کر رہا ہے۔ مرزا کے سواتجھے کچھ سوجھتا ہی نہیں اور حضرت اقدس کی شان میں بہت سے توہین آمیز الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو باتیں سنی ہیں وہ دشمنوں اور مخالفوں کی زبان سے سنی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب سے دُور رہتے ہیں اور سوائے کورانہ تقلید کے اور کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے غلط خیالات اور تصورات کی وجہ سے انکار کیا اور آپ کی ذات والا صفات پر طرح طرح کے اعتراضات کئے اور اس میں عیوب و معائب نکالے تا کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لاسکے۔ یہی حالت ان مخالفین کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ تلوار ہے کہ وہ لوگوں کو مرعوب کر کے ایمان لانے پر مجبور کریں اور نہ آپ کے پاس مال و منال ہے کہ طمع اور لالچ دیں۔ پس جو شخص آپ پر ایمان لاتا ہے وہ علم صحیح اور جوش و اخلاص اور حسن نیت سے ایسا کرتا ہے اور آپ کی جماعت کا دن بدن بڑھنا اور باوجود انتہائی مخالفت کے بڑھنا آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضل داد صاحب نے نہایت ہی کبر سے کہا کہ ''تمہیں مرزا کے ذریعہ سے کون سی بزرگی اور برکت ملی ہے جو ہمیں میسر نہیں اور ہم اس سے محروم ہیں''

میں نے جواباً عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوں گے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کی روشنی میں امت کے اختلافات کا فیصلہ کریں گے اور سب فرقوں میں سے سعید روحیں اور نیک دل لوگ آپ کے فیصلہ کو قبول کر کے آپ کی معیت اختیار کریں گے۔

پس آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور پر جہاں بہتر فرقے آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید سے آسمانی فیصلے کا انکار کر رہے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ ہم نے آسمانی فیصلہ کو قبول کیا اور امام وقت کی بیعت کر کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مانا۔

پس ہمیں حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا کر علم صحیح اور عقائد حقہ کی نعمت حاصل ہوئی۔ اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق ملی۔ ہمیں آپ کے ذریعہ سے بے شمار آسمانی اور زمینی نشانات مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پختہ اور کامل یقین حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ہم زندہ خدا کی تجلیات کے مورد اور زندہ رسول کی برکتوں کے وارث بنے۔

چوہدری فضل دادصاحب بجائے اس کے کہ میری باتوں کو سن کر کوئی استفسار کرتے۔ اپنے پہلے فقرات کو ہی دہرانے لگے۔ چوہدری اللہ داد صاحب نے بھی ان کو سمجھایا اور بے جا کلمات کے استعمال سے روکا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور کہنے لگے کہ یہ ''مرزائی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! ہمارے مقتدا و پیشوا اور ان کی جماعت کا مقصد بگاڑنا نہیں۔ بلکہ بنانا ہے۔ پس ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کا اور آپ کے متعلقین کا بھی کچھ نہ بگڑے۔ یہ سن کر چوہدری صاحب غضب آلود لہجے میں بولے کہ ''ہمیں تم سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی تمہارے مرزا سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ تو نے ہمیں کیا سمجھا ہے؟ ہم کسی کے محتاج نہیں۔''

میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! انسان اللہ تعالیٰ کا تو ہر وقت اور ہر آن محتاج ہے۔ بلکہ عالم موجودات کا ذرہ ذرہ اس کامحتاج ہے۔ انفسی طور پر بھی اور آفاقی طور پر بھی۔ اگر اس کے قویٰ، حواس اور اعضاء میں سے کوئی جاتا رہے یا اس میں اختلال واقع ہو جائے تو انسان اس نقصان کی تلافی محض اپنے ارادہ اور طاقت سے نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہوا، پانی، آگ وغیرہ کی ہر وقت انسان کو ضرورت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضلداد کہنے لگے۔ ''سن او مرزائیا! میں تجھے اور تیرے مرزا کو کچھ نہیں سمجھتا۔ میری گاؤں میں بڑی جائیداد ہے اور ایک وسیع قطعہ اراضی کا مالک ہوں۔'' میں نے کہا۔ کیا آپ کی جائیداد مصر کی مملکت سے بھی زیادہ ہے۔ کہنے لگے کہ اتنی نہ سہی۔ لیکن پھر بھی ایک گاؤں کے بہت سے حصہ کا مالک ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ دنیوی حکومت کو لگان نہ دیں تو وہ آپ کو اس اراضی سے بے دخل کر سکتی ہے تو خدائے ذوالجلال کی حکومت کیا کچھ نہیں کرسکتی۔ کیا اس کے اختیار میں نہیں کہ جس کو چاہے حکومت کے تخت پر فائز کرے اور جس کو چاہے حکومت سے بے دخل کر دے۔ اس پر چوہدری

صاحب کہنے لگے کہ ”کیا تُو اور تیرا مرزا خدا ہیں۔ جو مجھے میری مملکت سے بے دخل کر دیں گے۔“

میں نے عرض کیا کہ میں اور میرے پیشوا کسی کو جائیداد سے بے دخل کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ دنیوی حسنات کے ساتھ اخروی برکات بھی لوگوں کو حاصل ہوں۔ ہاں جو شخص خدا کے مقدس اور برگزیدہ ماموروں کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ خدائی گرفت میں بھی آتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ ہے۔ کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ یعنی جو آپ کی اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے جو وہ اپنے پاک مسیح کے لئے رکھتا ہے۔

یہ سن کر چوہدری صاحب کہنے لگے۔ کہ ”تمہیں کچھ طاقت حاصل ہے تو میرا کچھ بگاڑ کر دکھاؤ۔“ میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو اس کو پورا کرنے والی ایک ہستی ایسی ہے۔ جو اپنی حکمت اور مصلحت سے ایسا بھی کر سکتی ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اُونچی آواز سے دشنام طرازی کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ”اس میرزائی کافر کو میں کیا سمجھتا ہوں اور یہ کیا چیز ہے۔“ وہاں سے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس اہانت آمیز گفتگو کے چند روز بعد چوہدری صاحب مذکور لاہور گئے اور وہاں جاتے ہی ایک طوائف کے چنگل میں پھنس گئے اور اس کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنے گاؤں موضع چکریاں میں لے آئے۔ وہ عورت کچھ عرصہ تک وہاں رہی اور چوہدری فضل داد کی عزت و دولت برباد کر کے واپس لاہور چلی گئی۔

جو خطیر رقم اِدھر اُدھر سے اکٹھی کر کے چوہدری فضل داد نے اس عورت پر خرچ کی تھی اب اس کی واپسی کا تقاضا شروع ہوا اور ان کے خلاف مقدمہ کی صورت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس ذلت آمیز حالت میں ان کو اپنے آبائی وطن سے روپوش ہونا پڑا اور وہ جائیداد جس پر ان کو بڑا ناز تھا کچھ اس ساحرہ نے لوٹ لی اور باقی مقدمات کی نذر ہو گئی۔ غرضیکہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرح کی ذلت اور نکبت کا شکار ہو گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 12-15)

حضرت خلیفہ اولؓ کی عظیم الشان کرامت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں:

1912ء میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے آگرہ گیا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہٗ کی طرف سے خواجہ صاحب کے نام تار پہنچا کہ خاکسار کو فوری طور پر وہ دہلی پہنچا دیں تا کہ وہاں سے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کی معیت میں میں مونگھیر (صوبہ بہار) کے مناظرہ میں شرکت کر سکوں۔ اس مناظرہ کے لئے مرکز سے حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سیدھے مونگھیر روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ خاکسار حضرت میر صاحبؓ کی معیت میں مونگھیر پہنچا۔

دہلی میں حضرت میر صاحبؓ نے حضرت کا خط دکھایا جس میں ارشاد تھا کہ دعا اور استغفار کثرت کے ساتھ کرتے جانا۔ چنانچہ خاکسار سفر کے دوران میں دعاؤں اور استغفار میں مشغول رہا۔ ابھی ہم دونوں سفر میں مونگھیر سے کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ یکدم سفید ہو گیا ہے اور میں ایک محل پر چڑھ رہا ہوں پھر وہ حالت بدل گئی۔ مونگھیر شہر اسٹیشن پر احباب پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اطراف و جوانب سے تقریباً ڈیڑھ سو غیر احمدی علماء جمع ہیں۔

شرائط مناظرہ

جب شرائط مناظرہ طے ہونے لگیں تو غیر احمدی علماء نے محض ضد اور شرارت سے طبعی ترتیب کو چھوڑ کر اس بات پر زور دیا کہ احمدی مناظر پہلے عربی میں وفات مسیح کے دلائل پر پرچہ لکھے اور پھر اس عربی پرچہ کو معہ اردو ترجمہ اور تشریح کے حاضرین کو سنائے اس کے بعد غیر احمدی مناظر اپنا جوابی پرچہ لکھ کر سنائے۔ ان کے شدید اصرار پر آخر ہماری طرف سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ نے اپنی بات پر بہر حال اصرار ہی کرنا ہے اور طبعی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھنا تو کم از کم یہ کیا جائے کہ دونوں مناظر بیک وقت عربی میں اپنا اپنا پرچہ لکھیں اور مکمل ہونے پر، ایک دوسرے کو تردید کے لئے بھی دے دیں لیکن علمائے مخالفین نے حد درجہ کی ضد دکھائی اور اس کو بھی قبول نہ کیا اور اسی بات پر اصرار کیا کہ پہلے احمدی مناظر عربی میں پرچہ لکھے اور کہا کہ اگر احمدی علماء اس شرط کو نہ مانیں گئے تو تمام شہر میں منادی کرادی جائے گی کہ احمدی لوگ فرار ہو گئے۔

ان علماء کی اس بد دیانتی اور صورت ضد سے ہمیں بہت ہی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان حالات میں کیا اقدام اٹھانا چاہیئے۔ بعد مشورہ یہ طے ہوا کہ ہمیں یہ شرائط جو علماء مخالفین نے صحیح اصولوں کے خلاف محض بد دیانتی سے پیش کی ہیں مان لینی چاہیئے۔ تا کہ ان کو جھوٹے طور پر بھی اپنی فتح کا نقارہ بجانے کا موقع نہ مل سکے۔ مناظرہ کی صورت میں کم از کم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور آپ کے دعویٰ اور اس کے دلائل کے پیش کرنے کا مجھے موقع تو میسر آ جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے شرائط کے ہوتے ہوئے بھی اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرما دے۔

احمدی مناظر کا تقرر

اب یہ سوال تھا کہ اگر عربی میں پرچہ لکھنا پڑے تو احمدیوں کی طرف سے کون مناظر پیش ہو۔ اپنے احباب کی تحریک پر میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ہم وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مخلوق کا ایک اژدھام پنڈال میں جمع ہے۔ بعض کے اندازہ میں یہ مجمع 15 ہزار کے قریب تھا اور بعض کے اندازہ میں اس سے بھی زیادہ تھا۔ انتظام کے لئے پولیس کے اعلیٰ افسران تک موجود تھے۔ مناظرہ کی کارروائی کے لئے پانچ صدر مقرر کئے گئے دو احمدیوں کی طرف سے اور دو غیر احمدیوں کی طرف سے اور پانچواں صدر ایک معزز ہندو تھا۔ جو شہر کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔

وقت مقررہ پر صدر اعظم نے مجھے پرچہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے قلم دوات لے کر پرچہ عربی میں لکھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وفات مسیح کی چار پانچ آیتوں کے ساتھ ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بھی لکھ دیئے۔ پھر عربی عبارت کا اردو ترجمہ اور مفہوم بھی تحریر کیا۔ وقت ختم ہونے پر خاکسار پرچہ کو سنانے کے لئے اٹھا۔ کھڑے ہوتے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور میرے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلط ہو گئی ہے۔ وہ روح القدس کی روحانی بجلی کا نزول تھا۔

میری آواز زیادہ بلند تھی اور نہ ہی میں خوش الحان تھا۔ لیکن اس وقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دعا و توجہ سے مجھے آسمانی تائید حاصل ہو گئی۔ میری آواز اس قدر بلند ہوئی کہ سارے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی اور مجھے خوش الحانی بھی عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی آواز سے خود لذت اور سرور محسوس ہونے لگا اور مکرم حضرت خلیل احمد صاحب نے جب

اس مناظرہ کی روئیداد شائع کی تو میری آواز کولحن داؤدی کے نام سے ذکر کیا۔

علماء مخالفین کی ناپسندیدہ حرکات

چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر میرے پرچہ اور اس کے مفہوم اور تشریح کا بہت اثر ہوا۔ میں نے ابھی پرچہ کا آٹھواں حصہ ہی پڑھا ہوگا کہ علماء مخالفین نے فتنہ انگیزی شروع کر دی اور شور مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ اپنا اثر ڈال رہا ہے اس کو صرف پرچہ پڑھ کر اس کو ختم کرنا چاہئے۔ ان کی ان بیجا حرکات کو دیکھ کر صدر اعظم نے ان کو تقریر کے دوران میں بولنے اور شور وغل ڈالنے سے منع کیا اور مجھے اپنے بیان کو جاری رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب میں کچھ حصہ اور پڑھ چکا تو پھر ان دو غیر احمدی صدروں نے شور ڈالنا شروع کر دیا اسی طرح دو تین بار میری تقریر کے دوران میں غیر احمدیوں نے بیجا شور وغل مچایا تب صدر اعظم نے بہت ہی رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر غیر احمدی علماء اپنے اس بے جا طریق سے باز نہ آئے تو وہ مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہوجائیں گے۔ اسی دوران میں احمدی صدر حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے بھی نہایت قابلیت سے نظم ونسق اور پر امن طریق اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور غیر احمدی صدران کی بے جا باتوں کا قرار واقعی جواب دیا اور شرائط مناظرہ کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ اس اثناءمیں آٹھ نو جوان مجمع میں سے اٹھ کر جن میں سے بعض گریجویٹ اور اچھے تعلیم یافتہ تھے مجمع میں سے اٹھ کر ہی میری میز کی طرف آگے بڑھے اور جب ان سے آگے بڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ان پر احمدیت کی صداقت منکشف ہو گئی ہے اور وہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب امیر وفد نے ان کو وہاں پر اعلان کرنے سے منع کیا اور قیام گاہ پر حاضر ہونے کا ارشادفرمایا۔ چنانچہ وہ قیام گاہ پر آ کر مشرف با احمدیت ہوئے اور ان کی درخواست ہائے بیعت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلۂ حق کو حاصل ہوئی مجھے اپنے کشف کی تعبیر معلوم ہوئی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف سے جوخاص ارشاداس حقیر خادم اور حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کو اس موقعہ پر مونگھیر جانے کا ہوا اس کی حقیقت کا علم ہوا۔ اس موقعہ پر غیر احمدی علماء کی طرف سے میرے مقابلہ کے لئے مولوی عبدالوہاب صاحب پروفیسر عربی کلکتہ کالج جو عربی زبان کے ایک ماہر استاد تھے کو مقرر کیا گیا تھا اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے جو ان دنوں وہاں پہنچے ہوئے تھے تمام علماء مخالفین کو یہ بتایا ہوا تھا کہ احمدی مناظر عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں اور اس زبان میں

تحریری یا زبانی مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو یقین تھا کہ چونکہ احمدی علماء عربی میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے ہماری فتح اور کامیابی کا ڈنکہ بجے گا۔

لیکن جب سلسلہ کی طرف سے غیر احمدی علماء کی توقعات کے عین خلاف میں نے عربی پرچہ لکھ کر پڑھنا اور سنانا شروع کر دیا تو سب علماء معاندین حیران و ششدر رہ گئے اور نہ مولوی صاحب عبدالوہاب کو اور نہ کسی اور عالم کو مقابلہ پر آنے کی جرأت ہوئی ہر ایک کے دل میں یہی خدشہ پیدا ہوا کہ اگر ہم سے کوئی صرفی یا نحوی غلطی ہو گئی تو سب کے سامنے سبکی ہو گی چنانچہ وہ سوائے شوروغل سے میری تقریر میں رخنہ ڈالنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی تذلیل

جب بڑے صدر صاحب نے جلسہ کے برخاست ہونے کا اعلان کیا تو مولوی محمد ابراہیم صاحب جو علماء مخالفین کے پیچھے تھے، ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے ابھی نعرے کے پورے الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی ان کے اس بے ہودہ جوش کی وجہ سے الٹ پڑی اور وہ بری طرح زمین پر گرے ان کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر پیچھے۔ پگڑی کہیں دور گری ہوئی تھی اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ غلط اطلاع دی تھی کہ قادیانی علماء عربی بالکل نہیں جانتے، انہوں نے ان کی دروغ بیانی کے پیش نظر غصے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکوں اور لاتوں سے ان کی وہ درگت بنائی کہ الامان والحفیظ۔ الغرض مولوی صاحب کو اپنی کذب آفرینی اور تعلّی اور شیخی کا پورا پورا بدلہ ان کے اپنے لوگوں سے مل گیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سلسلہ حقہ کو بہت بڑی فتح دی اس مناظرہ کی مختصر روئیداد مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری نے تحریر کر کے شائع کرا دی تھی۔ فالحمد للہ علی ذالك

(حیات قدسی صفحہ 228-232)

مباحثہ مڈھ رانجھا

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں:

بارگاہ خلافت سے میرے نام ارشاد پہنچا کہ آپ مڈھ رانجھا ضلع شاہ پور میں مباحثہ کے لئے پہنچ جائیں اور راستہ میں دعا اور استغفار پر خاص طور پر زور دیں۔ چنانچہ میں لاہور سے شام کو سانگلہ ہل پہنچا۔ وہاں پر

حضرت حکیم محمد صالح صاحب سیال جو نہایت ہی مخلص احمدی تھے اور اس وقت سانگلہ میں اکیلے احمدی تھے کے ہاں قیام کیا۔ وہاں رات کو مجھے ایک نسخہ خواب میں بتایا گیا کہ ارزیز کا بھنگ میں کشتہ واقع جریان اور سرعت اور مقوی اور مبہی ہے (یہ نسخہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے اور مفید پایا ہے) مجھے اس وقت اس کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے مجھے جو استغفار اور دعا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعمیل میں راستہ میں متعدد بار کرتا آیا ہوں اس کا روحانی فائدہ اور برکت مجھے حاصل ہو گی اور میں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے حریف پر مباحثہ میں غالب آؤں گا۔

چنانچہ جب میں سانگلہ سے روانہ ہو کر دریائے چناب کو بذریعہ کشتی عبور کر کے دوسری طرف پہنچا تو شیخ مولابخش صاحب احمدی مع چند احباب کے میری انتظار میں تھے۔ وہ میری آمد سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں مولوی شیر عالم صاحب مشہور عالم ہیں جو خاندان مخدوماں میں سے ہیں وہ بار بار احمدیوں کو مباحثہ کے لئے چیلنج دے چکے ہیں لیکن چونکہ اس علاقہ میں کوئی بڑا احمدی عالم نہیں اس لئے مرکز سے آپ کو بلوایا گیا ہے مناظرہ کا مقام موضع مذکور کی ایک مسجد قرار پایا جہاں پر گرد و پیش کے دیہات سے کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہوگئے۔

شرائط مناظرہ

مباحثہ کی شرائط یہ قرار پائیں کہ میری طرف سے صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل از روئے قرآن شریف پیش کئے جاویں اور مولوی شیر عالم صاحب ان کی تغلیط از روئے قرآن شریف بیان کریں۔ طریق یہ مقرر کیا گیا کہ دونوں مناظر پہلے اپنے اپنے موضوع بحث کو اردو میں قلمبند کر لیں اور پھر حاضرین کو اردو یا پنجابی میں مناسب تشریح کے ساتھ سنادیں۔

چنانچہ ہم دونوں کی طرف سے پرچے لکھے گئے اور پولیس کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت 9 بجے صبح کارروائی شروع ہوئی۔ لوگ ہزارہا کی تعداد میں مسجد اور اس کے ارد گرد جمع تھے۔ مولوی شیر عالم صاحب نے فرمایا کہ پہلے مولوی غلام رسول اپنا پرچہ سنائیں گے اور ان کے بعد میں اپنا پرچہ سناؤں گا۔ ان کی غرض اپنی تقریر کو مؤخر کرنے سے یہ تھی کہ وہ بعد میں اپنا تازہ اثر قائم رکھ سکیں اور میری تقریر کے اثر کو زائل کر سکیں۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا لیکن مجبوراً ان کی یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور خاص طور پر نصرت الٰہی کے حصول کے لئے دعا کی۔ جس کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت اور اطمینان حاصل ہو گیا اور مجھے دعا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات خاص

طور پر دل میں ڈالی گئی۔ کہ پرچہ پڑھنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور ان الفاظ میں دعا کر لی جائے کہ

’’اے ہمارے علیم و حکیم اور قادر و تصرف خدا! اگر تیرے نزدیک میرا یہ پرچہ اور اس کا مضمون تیری رضا کے مطابق ہے تو مجھے اس کو سنانے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور حاضرین اور سامعین کو سننے سمجھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ پرچہ تیری رضا کے خلاف ہے تو نہ ہی مجھے اس پرچہ کے سنانے اور سمجھانے کی توفیق ملے اور نہ حاضرین کو سننے کی توفیق ملے۔‘‘

نصرت الٰہی کا کرشمہ

چنانچہ میں نے اس بات کا اعلان کیا کہ چونکہ اس بحث کا تعلق دین اور ایمان سے ہے اور یہ بہت نازک معاملہ ہے اس لئے ہم دونوں مناظروں کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ میں دعا کی جائے اور حاضرین اس پر آمین کہیں۔ چنانچہ میں نے انہی الفاظ میں دعا کر کے (جس پر سب حاضرین نے آمین کہا) اپنا پرچہ مع تشریح کے پڑھنا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر کی روح القدس سے تائید فرمائی اور میرے قلب میں انشراح اور زبان میں خاص فصاحت و بلاغت بخشی اور میں نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے ساتھ وفات مسیح کے دلائل بھی کھول کر بیان کر دیئے۔ میں نے 9 بجے صبح شروع کر کے ایک بجے اپنی تقریر ختم کی۔ سب حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی سے میری تقریر کو سنا۔ اس کے بعد میں نے اپنی تقریر کے ختم ہونے کا اعلان کیا اور مولوی شیر عالم صاحب کو اپناپرچہ شروع کرنے کے لئے کہا۔ جب مولوی صاحب اٹھ کر پرچہ سنانے لگے تو میں نے کہا کہ میرے پرچہ سنانے سے پہلے جس طرح دعا کر لی گئی تھی۔ انہی الفاظ میں آپ بھی حاضرین سمیت دعا کریں۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ جب مولوی صاحب نے مذکورہ بالا الفاظ میں دعا کے بعد پرچہ سنانا شروع کیا تو ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد یہ کہہ کر اٹھ کر چلی گئی کہ مولوی شیر عالم صاحب جو باتیں بیان کر رہے ہیں یہ تو ہم نے پہلے بھی ان کے منہ سے کئی دفعہ سنی ہیں۔ کوئی نئی اور دلچسپ بات وہ پیش نہیں کر رہے۔ اس کے دو تین منٹ بعد لوگوں کی ایک اور بڑی تعداد اسی طرح اظہارنفرت کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ یہاں تک کہ ابھی گیارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ سوائے میرے اور دو اور آدمیوں کے سب سامعین مسجد سے چلے گئے اور پولیس بھی چلی گئی۔

جناب مولوی شیر عالم صاحب یہ منظر دیکھ کر حسرت بھری آواز سے کہنے لگے کہ اب تو سب جاچکے ہیں پرچہ کس کو سناؤں۔ میں نے کہا میں تو حسب وعدہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آپ کا پورا پرچہ سننے کے

لئے تیار ہوں لیکن وہ بقیہ پرچہ سنانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ میں نے ان کو کہا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا تازہ نشان نہیں دیکھا کہ جب دونوں پرچوں کے سنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی گئی تو میرا پرچہ اور تقریر جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث تھی۔ اس کو سنانے اور سننے کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر توفیق بخشی لیکن آپ کو اپنی تقریر نہ سنانے کا موقعہ ملا اور نہ اس کو کوئی سننے کے لئے تیار ہوا۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پاک مسیح موعود کی سچائی کا تازہ نشان اور نصرت الٰہی کا زندہ ثبوت نہیں۔ سامعین اور حاضرین سب کے سب آپ کے ہم وطن اور دوست واحباء تھے اور میں ایک غریب الدیار اور اجنبی تھا لیکن خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف اور میری تقریر کی طرف خاص طور پر پھیر دیا اور آپ سے اور آپ کی تقریر سے باوجود دیرینہ تعلقات و قرابت کے نفرت پیدا کر دی۔

میری ان باتوں کو سن کر مولوی شیر عالم صاحب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے لیکن قصبہ کے اندر ندامت اور شرم کی وجہ سے نہ گئے بلکہ مسجد کے جنوب کی طرف باجرہ کے کھیت میں روپوش ہوتے ہوئے گاؤں سے چلے گئے۔

وہ دن خدا تعالیٰ کی نصرت کا عجیب دن تھا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت، شوکت اور عظمت کا سکہ مُدھ رانجھا کے گھر گھر کے اندر بیٹھ گیا اور مولوی شیر عالم صاحب جو اپنے علم وفضل کے زعم میں احمدیوں کو للکارتے پھرتے تھے لومڑی کی طرح میدان سے بھاگ کر چھپ گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

جب ہم مسجد سے نکل کر شیخ مولا بخش صاحب کے ڈیرے پر آئے تو وہاں پر آٹھ افراد جو اس نشان کو دیکھ چکے تھے بیعت کرنے کے لئے انتظار میں بیٹھے تھے انہوں نے بصد شوق اس نشان کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلہ حقہ کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ اقرار کیا اور بیعت قبول کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ وارضاہٗ کے حضور درخواستیں بھجوائیں۔

(حیات قدسی صفحہ 30-33)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 29 اکتوبر 2022ء)

(96)
اصلاح نفس کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کی روح پرور نصائح

(چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی)

جب بندہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

سچی توبہ پاک تبدیلی پیدا کرتی ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے جب انسان سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو پہلے گناہ بخش دیتا ہے پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبانی معاف کر دینے کا اقرار بھی کرے لیکن پھر بھی جب اسے موقع ملتا ہے تو اپنے اس کینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کی سزا کو معاف کر دیتا اور رجوع بہ رحمت فرماتا ہے اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا کو معاف کر دیتا ہے اس لیے تم بھی اب ایسے ہو جاؤ کہ تم وہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 183)

رضائے الٰہی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ

نماز سنوار کر پڑھو خدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقت اور خدا کا خوف ہو اور جب پھر اپنے گھروں میں جاؤ تو بے خوف اور نڈر ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے نماز اس لیے نہیں کہ ٹکریں ماری جائیں یا مرغ کی طرح کچھ ٹھونگیں مار لیں بہت سے لوگ ایسی نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں

کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس غرض اور مقصد کو مدنظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتاپس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتاوے کہ تم خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لئے دعا کرو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 183-184)

دین کی عظمت

اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی بلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء میں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روزے جنگ بینی پشت من
آں منم کا ندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کونسے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے،نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کیے جائیں گے ان کا پچھلا حال پہلےسےبد تر ہو گا کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے بس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23-24)

حتی مقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو

تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہو گا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہوسکے گا۔ خدا کے فضل کا صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو،ماریں کھاؤ اور صبر کرو حتی مقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خداکے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہی کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ بس اپنے ہاتھ سے اس کو بچا تا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی طیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے تمہارے لئے سب کو چھوڑتا ہے کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جب کہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیو نکر خدا نہیں کرے گا خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے سوتم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کرکے دکھلائے گا۔

(تذکرہ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 68)

صرف خدا سے محبت کرنی چاہئے

واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کرسکتے تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے محبت کرو اور خدا سے بھی۔صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم سے خدا سے محبت کر کے اس راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیو نکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے پس جو شخص خدا کے لیےبعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن وہ شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانا چاہئے تو وہ ضرور اس مال

کو کھوئے گا۔

(ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر 1903ء)

ایک عظیم بشارت

اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے۔ جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت دے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ کہ قیامت آجائے گی اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھہ نہیں کیا گیا پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔

(تذکرۃالشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

نماز دعا کا بہترین ذریعہ ہے

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے اسی طرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑ گڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے یاد رکھواس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لیے ملا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد کرنے میں گزار دیتے ہیں حضور الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو نماز کو دعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 402)

خدا سے محبت کرنے والوں کا مقام

یاد رکھو! جو خدا سے محبت تام نفل ہی کے ذریعہ ہوتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرماتا ہے کہ پھر میں ایسے مقرب اور مومن بندوں کی نظر ہو جاتا ہوں یعنی جہاں میرا منشا ہوتا ہے وہی ان کی نظر پڑتی ہے صادق موت کا بھروسہ نہیں رکھتا وہ خدا سے غافل نہیں ہوتا ان کے کان ہو جاتا ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جہاں اللہ کی یا اس کے رسول ﷺ کی یا اس کی کتاب کی تحقیر اور ذلت ہوتی ہے وہاں سے بیزار اور ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ سن نہیں سکتے اور کوئی ایسی بات جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے خلاف ہو نہیں سنتے اور ایسی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔ ایسا ہی فسق و فجور کی باتوں اور سماع کے ناپاک نظاروں اور آوازوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 437)

پورے آداب سے دعا مانگو

قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں ہمارا خدا علی کل شی ان قدیر خدا ہے قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھو اپنی زبان میں بھی دعائیں کر لو قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بے شک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے نمازیں ہرگز ضائع نہیں ہوتیں آج کل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے نمازیں کہاں پڑھتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں نماز تو بہت جلد جلد مرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر پڑھ لیتے ہیں اور پیچھے دعا کے لئے بیٹھے رہتے ہیں نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا عرض حال کرنے کا موقع بھی ہو لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے تو اسے کیا فائدہ۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے تم کو جو دعائیں کرنی ہوں نماز میں کرلیا کرو اور پورے آداب الدعا کو ملحوظ رکھو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 191)

تم حزب اللہ بن جاؤ

دیکھو! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسلام قبول کرکے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہوجاتے ہیں شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے نہیں، صحابہؓ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کردے انہوں نے حاصل کیا یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔ میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی طلب دین اور ترقیٔ دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو درد ناک عذاب سے نجات دیتی ہے پس میں بھی خدا تعالیٰ کے انہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ میں زیادہ امید ان پر کرتا ہوں جو دینی ترقی اور شوق کو کم نہیں کرتے جو اس شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے اس لیے کبھی سست نہیں ہونا چاہئے اور ہر امر کو جو سمجھ میں نہ آئے پوچھنا چاہیئے تاکہ معرفت میں زیادت ہو پوچھنا حرام نہیں بحیثیت انکار کے بھی پوچھنا چاہئے اور عملی ترقی کے لیے بھی۔ جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھیں۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کریں اگر بعض معارف سمجھ نہ سکے تو دوسروں سے دریافت کرکے فائدہ پہنچائے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 142-143)

دین کی خاطر زندگی بسر کرو

تکلّفات میں وقت ضائع کرنا حضور علیہ السلام کو ناپسند تھا اس کے متعلق حضورؑ نے فرمایا: ”میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ اور پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے اور فرمایا: کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے فرمایا جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں جب

تک وہ کام نہ ہو جائے فرمایا ہم دین کے لیے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں بس دین کی راہ میں کوئی روک نہ ہونی چاہیے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 310)

خدا کا دامن ہمیشہ پکڑے رکھو

اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ جو کچھ تم پہلے تھے وہ نہ رہو۔یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ نہیں۔ خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا۔اس پر کبھی برے دن نہیں آ سکتے خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگر تمام دنیا اس کی دشمن ہو جاوے کچھ پرواہ نہیں۔ مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لیے بہشت کے دن ہوتے ہیں خدا کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ خدا خود ان کاحافظ و ناصر ہو جاتا ہے یہ خدا جو ایسا خدا ہے کہ وہ علیٰ کل شی قدیرہے وہ عالم الغیب ہے وہ حی قیوم ہےاس خدا کا دامن پکڑنے سے کوئی تکلیف پاسکتا ہے؟ کبھی نہیں خدا تعالیٰ اپنے حقیقی بندے کو ایسے وقتوں میں بچالیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے آگ میں پڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندہ نکلنا کیا دنیا کے لیے حیرت انگیزامر نہ تھا کیا ایک خطرناک طوفان میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کا سلامت بچ رہنا کوئی چھوٹی سی بات تھی اس قسم کی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور خود اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے کرشمے دکھائے ہیں دیکھو مجھ پر خون اور اقدام قتل کا مقدمہ بنایا گیا ایک بڑا بھاری ڈاکٹر جو پادری ہے وہ اس میں مدعی ہوا اور آریہ اور بعض مسلمان اس کے معاون ہوئے۔ لیکن آخر وہی ہوا جو خدا نے پہلے سے فرمایا تھا کہ ”ابراء“ (بے قصور ٹھہرانا) بس یہ وقت ہے کہ تم توبہ کرو اور اپنے دلوں کو پاک صاف کرو ...خدا بے نیاز ہے اسے صادق مومن کے سوا اور کسی کی پرواہ نہیں ہوتی اور بعد از وقت دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے اس وقت اسے راضی کرنا چاہیے۔ لیکن جب اپنی سیاہ کاریوں اور گناہوں سے اسے ناراض کر لیااور اس کا غضب اور غصہ بھڑک اٹھا اس وقت عذاب الٰہی کو دیکھ کر توبہ استغفار شروع کی اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ جب سزا کا فتویٰ لگ چکا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 195-196)

تعلق کے تقاضے

یاد رکھو! ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔ جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو ؟ تو کہتے ہیں شکر الحمدللہ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعاراللہ کی حرمت نہیں کرتے پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمی حالت ہے خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا۔اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنی ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض اور مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ او اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو خدا تعالیٰ کے حضور اتنی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ زبان سے اقرار کرلیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو بس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کرکے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 282)

اپنی زندگیاں وقف کرو

فرمایا انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لیے وقف کردی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔یاد رکھو کہ

یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے ہرگز نہیں بَلٰی ۚ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔ مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جب کہ ہر ایک انسان بالطبع راحت اور آسائش چاہتا ہے اور ہموم وغموم اور کرب و افکار سے خواستگار نجات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو اس پر توجہ ہی نہ کرے کیا للّٰہی وقف کا نسخہ تیرہ سو برس سے مجرب ثابت نہیں ہوا؟ کیا صحابہ کرامؓ اسی وقف کی وجہ سے حیات طیبہ کے وارث اور ابدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھہرے؟ پھر اب کون سی وجہ ہے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے میں دریغ کیا جاوے بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے نا آشنا اور اس لذت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے نا واقف محض ہیں ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور سرور سے ان کو مل جاوے تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں، میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لیے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 369-370)

ابدی زندگی کے چشمہ سے فیض پاؤ

میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لیے پیدا کردی ہے مبارک وہی ہے جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ، کہ جو کچھ تم نے پانا تھا پاچکے یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسن ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی، لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے بس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو، کہ وہ تمہیں سیراب کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہوسکتا یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پیئے گا وہ ہلاک نہ ہوگا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے اس چشمہ سے سیراب

ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا، اپنے خدا کو وحدہ لاشریک سمجھو جیسا کہ اس شہادت کے ذریعہ تم اقرار کرتے ہو۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی محبوب مطلوب اور مطاع اللہ کے سوا نہیں ہے یہ ایک ایسا پیارا جملہ ہے کہ اگر یہودیوں عیسائیوں یا دوسرے مشرک بت پرستوں کو سکھایا جاتا اور وہ اس کو سمجھ لیتے تو ہر گز ہر گز تباہ اور ہلاک نہ ہوتے۔اسی ایک کلمہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر تباہی اور مصیبت آئی اور ان کی روح مجذوم ہو کر ہلاک ہو گئی۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 135-136)

جان، مال، عزت خدا کی راہ میں

فرمایا: وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں مگر جو لوگ دنیا کی املاک و جائیداد کو اپنا مقصود بالذات بنالیتے ہیں وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں مگر حقیقی مومن اور صادق مسلمان کا یہ کام نہیں ہے۔ سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تا کہ وہ حیات طیبہ کا وارث ہو۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ اس للّٰہی واقف کی طرف ایماء کر کے فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس جگہ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کے معنی یہی ہیں کہ ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانہ الوہیت پر گرے اور اپنی جان، مال، آبروغرض جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کرے اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 364)

محبت الٰہی اور اس کا تقاضا

خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو اپنی اولاد اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو ... اصل توحید کو قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا

حصہ لواور یہ محبت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو نری زبان سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے نہیں میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے یہی وہ غرض ہے کہ جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لیے جاری کیا ہے وہ یقینا بے نصیب رہتا ہے اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے۔ اور اس چشمہ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا۔اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا... تم ان راہوں سے آؤبے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے۔پھینک دو ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے تو یقینا یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راست باز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اورصدق پیدا کرو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 137-139)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 نومبر 2022ء)

(97)
حضرت مسیح موعودؑ کا مطالعہ اخبارات اور ایڈیٹر الحکم اور البدر کو ہدایات

نیز الفضل کے ذریعہ پاک تبدیلیوں کے چند نمونے

(عبدالسمیع خان۔ سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور نصائح یعنی ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے زمانہ کے حالات سے ممکنہ حد تک باخبر تھے اور اس کی وجہ اخبارات کا مطالعہ تھا۔ شہری آبادی سے دور قادیان جیسی جگہ پر رہنے والا شخص نہ صرف ہندوستان کے تفصیلی حالات جانتا تھا بلکہ اس کو یورپ اور امریکہ کے مذہبی حالات کے علاوہ ان کی سائنسی ترقیات کی بھی خبر تھی امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی سے متعلق مقابلہ اور اخبارات میں شائع ہونے والی خبریں نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے علم میں تھیں بلکہ آپ نے اپنی کتب میں ان کو درج کیا ہے یہ 32 اخبارات تھے۔ آپ کے بہت سے مضامین اور کئی کتب کا ایک حصہ ان اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے جو آپ نے اخبارات میں پڑھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اخبار پڑھنے کی عادت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ کو اخبار پڑھنے کی بھی عادت تھی۔ اپنی بعثت سے پہلے اخبار وکیل ہندوستان، سفیر ہندامرتسر، نور افشاں لدھیانہ، برادرہند لاہور، وزیر ہند سیالکوٹ، منشور محمدی بنگلور، ودیا پرکاش امرتسر، آفتاب پنجاب لاہور، ریاض ہند امرتسر اور اشاعۃ السنہ بٹالہ خرید کر پڑھا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض اخبارات میں خود بھی مضامین لکھتے تھے۔ اخبار بینی کا مذاق آپ کو دائمی تھا۔ بعثت کے بعد مختلف زبانوں کے اخبارات قادیان میں آنے لگے۔ جو براہ راست غیر زبانوں کے اخبارات آپ کے پاس آتے تھے آپ ان کا ترجمہ کرا کر سنتے اور اگر ان میں کوئی مضمون اسلام کے خلاف ہوتا تواس کا جواب لکھوا کر شائع کرتے تھے اور جو خود پڑھ سکتے تھے وہ ضرور پڑھتے اور اخبار کے پڑھنے کے متعلق آپ کا معمول یہ تھا کہ تمام اخبار پڑھتے اور معمولی سے معمولی خبر بھی زیر نظر رہتی۔ آخری زمانہ میں اخبار عام کو یہ عزت حاصل تھی

کہ آپ روزانہ اخبار عام کو خریدتے تھے اور جب تک اسے پڑھ نہ لیتے رومال میں باندھ رکھتے تھے اور بعض اوقات اخبار عام میں اپنا کوئی مضمون بھی بھیج دیتے تھے اخبار عام کی بے تعصبی اور معتدل پالیسی کو پسند فرماتے تھے۔

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 71)

حضرت مفتی محمد صادقؓ فرماتے ہیں:

ایک دن میں قرآن شریف لے کر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا درس سننے کے واسطے اپنے کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے بلایا اور فرمایا میری آنکھوں کو تکلیف ہے، آپ مجھے آج اخبار سنا دیں۔ حضور اخبار عام روزانہ باقاعدہ روزانہ منگوایا کرتے تھے اور پڑھتے تھے۔ اوپر صحن میں عاجز راقم حضرت کے سامنے بیٹھ گیا اور میرا لڑکا عبدالسلام اس وقت قریباً دو سال کا تھا۔ یہ بھی میرے پاس بیٹھا تھا اور جیسا کہ بچوں کی عادت ہے۔ بیٹھا ہوا ہلنے لگا اور ہوں ہوں کرنے لگا جیسا کچھ پڑھتا ہے میں نے اسے روکا کہ چپ بیٹھو۔ حضور نے فرمایا اسے مت روکو جو کرتا ہے کرنے دیں۔

(ذکر حبیب صفحہ 87)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

میں نے تو حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے۔ اسی تحریک (تحریک احرار 1934ء) کے دوران میں خود اکتوبر سے لے کر آج تک بارہ بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔

(خطبات محمود 1935ء جلد 16 صفحہ 36)

الحکم اور البدر کی خدمات

حضرت مسیح موعودؑ نے 20/دسمبر 1902ء کو قادیان کے اخبارات الحکم اور البدر کی نسبت فرمایا۔

یہ بھی وقت پر کیا کام آتے ہیں الہامات وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعے سے شائع ہو جاتے ہیں ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپتے بھی کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

(البدر 2/جنوری 1903ء صفحہ 74)

3 جون 1905ء کو فرمایا۔ یہ اخبار ہمارے دو بازو ہیں الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے اور گواہ بنتے ہیں۔

(بدر 8/جون 1905ء صفحہ 2، ملفوظات جلد 4 صفحہ 292)

اخبار بدر کا مطالعہ

حضرت مفتی محمد صادقؓ ایڈیٹر بدر فرماتے ہیں:

اس اخبار (بدر) کو حضرت مسیح موعودؑ بغور پڑھا کرتے تھے اور اگر کچھ غلطی ہوتی تھی تو اصلاح کرا دیا کرتے تھے۔

(الفضل 21/جولائی 1938ء صفحہ 4)

نومبائعین کی فہرست

21/اپریل 1903ء کو حضور نے فرمایا کہ اس سے پیشتر بیعت کرنے والوں کے نام اخباروں میں چھپا کرتے تھے مگر اب نظر نہیں آتے اور ان لوگوں نے اس التزام کو چھوڑ دیا ہے اگر ان کی اخباروں سے ہمارے سلسلہ کی اتنی بھی امداد نہ ہوئی تو پھر یہ کس کام کے۔ پھر تو صرف دنیا ہی دنیا ہے کہ اسی کے کمانے کے واسطے یہ سب کاروبار ہوا۔ اگرچہ یہ مشکل امر ہے کہ کاموں میں انسان کو اخلاص حاصل ہو اور محض خدا کی رضا کو مدنظر رکھ کر صرف دین کے واسطے ان کو کیا جاوے مگر تاہم اگر ملونی ہی ہو تو بھی کچھ حصہ دین کامل ہی جاتا ہے اور بالکل دنیاداری کی حد سے وہ نکل جاتا ہے بیعت کے نام یکجا چھپے ہوئے ہونے سے اس سلسلہ کا ایک رعب اور ایک اثر ہوتا ہے۔ مخالف اور مکذبین کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوششوں کا کیا انجام ہے اور یہ ایک بڑا نشان الٰہی ہے۔ یہ ان لوگوں سے بڑی غلطی ہوئی ہے کہ اس کی اشاعت کو ترک کر دیا ہے اب توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں۔ ایک صفحہ پورا اخبار میں بیعت کے ناموں کے واسطے ہونا چاہئے۔ لکھتے لکھتے جو ان لوگوں نے بند کردیا۔ یہ ان کی سستی ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان سست ہوتا ہوتا بہت دور تک چلاجاتا ہے۔ اس لئے آئندہ اس کی اصلاح کریں یہ شیطانی وساوس ہوتے ہیں ہمیشہ ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

(ضمیمہ البدر 24/اپریل 1903ء صفحہ 1)

اس پر ایڈیٹر بدر لکھتے ہیں: اس تقریر پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اس سے پیشتر ہی یہ امر میری زیر

نظر تھا کہ رجسٹر بیعت کنندگان کی اشد ضرورت ہے اور اس تقریر نے اس ارادہ کی اس طرح اصلاح کردی ہے کہ اشاعت بیعت کو اخبار کا ضمیمہ نہ رکھا جاوے کہ کم استطاعت احباب پر اس کی خریداری دو بھر ہو۔ بلکہ اخبار کے مضمون کا ایک جزو اعظم قرار دے کر اس کے 8 صفحوں میں سے ایک صفحہ اس کو دیا جاوے اسی امر کی اطاعت کی نیت سے اس دفعہ یہ الگ شائع کیا جاتا ہے اور آئندہ اخبار کا صفحہ 8 اسمائے مبائعین کے واسطے ہوا کرے گا۔

(ضمیمہ البدر 24/اپریل 1903ء صفحہ 1)

منظوم کلام کی اشاعت

حضرت مفتی محمد صادقؓ فرماتے ہیں:

18/اپریل 1903ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے بعد نماز مغرب ایک معاملہ پر فرمایا کہ اخبار میں ایک حصہ نظم کا لگاتار ہونا چاہئے اور وہ ہمارے سلسلہ کے متعلق ہوا کرے۔

(ضمیمہ البدر 24/اپریل 1903ء صفحہ 1)

پرچوں کا تبادلہ جاری رکھنا چاہئے

مولوی ثناء اللہ صاحب کا رسالہ اہل حدیث کے تبادلہ میں قادیان سے ریویو آف ریلیجنز اردو جاتا تھا۔ مینیجر ریویو نے اس خیال سے کہ یہاں اہل حدیث دوسرے دفتروں میں آتا رہتا ہے ضروری نہ سمجھا کہ اس کے ساتھ تبادلہ وہ بھی جاری رکھیں اس واسطے بند کر دیا تھا جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے نام ایک کارڈ لکھا کہ کیا یہ تجویز آپ کی منظوری سے ہوئی ہے اس پر حضور نے دریافت کیا کہ تبادلہ کیوں بند کیا گیا ہے؟

اور پھر فرمایا کہ ’’تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمام حجت ہوتا رہے گا اور شاید کوئی بندۂ خدا ان کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہوجائے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 270)

مرکزی اخبارات کو محتاط رہنے کی ہدایت

2؍نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی کہ وہ مضامین قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں درج ہو جاوے یا کسی الہام کے الفاظ غلط شائع ہوں تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مضامین ... دکھا لیا کریں اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 478)

صدقہ جاریہ

ایڈیٹر البدر تحریر فرماتے ہیں:

پرچے سالانہ البدر کے خرید کر ان کم استطاعت احباب کو دیویں یا خاص طور پر البدر کی امداد فرماویں کیونکہ کارخانہ ابھی تک اس قابل نہیں ہے کہ صرف اپنے اخراجات کی آپ برداشت کرے۔ اسی غرض کی تکمیل کے لئے میں نے 9؍فروری 1904ء کی سیر میں حضرت مسیح موعودؑ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی اخبار کسی غریب شخص کے نام جاری کروا کر اس کا ثواب کسی متوفی کو پہنچایا جاوے تو پہنچتا ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ دینی اخبار ہو۔

(البدر 16؍فروری 1904ء صفحہ 8)

اخبار کی قسمت جاگ اٹھی

مارچ 1905ء میں حضرت منشی محمد افضل خان صاحب ایڈیٹر البدر کی وفات ہوئی تو مالکان نے حضرت مفتی محمد صادقؓ کو ایڈیٹر مقرر کیا اور اخبار کا نام بدر رکھا گیا۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی طرف سے تہنیت کے اعلانات شائع ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا: میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہوگئے ہیں۔ مگر خداتعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے۔ یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن، جوان صالح اور ہر یک طور سے لائق جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ یعنی مفتی محمد صادق صاحب

بھیروی قائم مقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔ میری دانست میں خداتعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کو ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خداتعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین

خاکسار مرزا غلام احمد

23/محرم الحرام 1323ھ

علی صاحبہا التحیہ

والسلام

30/مارچ 1905ء

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے تحریر فرمایا:

میرا دل گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ قادیان سے کوئی مفید سلسلہ جاری ہو اور وہ رک جاوے۔ البدر کا چند روزہ وقفہ رنج تھا۔ سردست اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تدبیر نکالی ہے کہ میاں معراج الدین عمر جن کو دینی امور میں اللہ تعالیٰ نے خاص جوش بخشا ہے۔ اس طرف متوجہ ہوئے اور نصرت اللہ یوں جلوہ گر ہوئی کہ اس کی ایڈیٹری کے لئے میرے نہایت عزیز مفتی محمد صادق ہیڈماسٹر ہائی سکول قادیان کو منتخب کیا گیا اور اس تجویز کو حضرت امام نے بھی پسند فرمایا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہمارے احباب اس نعم البدل پر بہت خوش ہوں گے۔

(بدر 6/اپریل 1905ء صفحہ 1)

نصرت دین اور تجارت

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بدر کے ایک پرچہ میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے بذریعہ خط کئے جانے والے سوال اور ان کا جواب۔

سوال: امداد لنگر، مدرسہ، میگزین فرض ہے یا نفل۔ باقی رسالہ جات تعلیم الاسلام و تشحیذ الاذہان خریدنا فرض ہے یا نفل۔ اخبارات الحکم و بدر خریدنا فرض ہے یا نفل؟

جواب: امداد لنگر، مدرسہ، میگزین وغیرہ کو جو لوگ تعاون علی البر یقین کرتے ہیں ان پر بعض قسم ضروری

اور بعض قسم اچھا اور غیر ضروری ہو گا۔ امداد لنگر ان لوگوں کے لئے ہے جو یہاں ہم لوگوں کے نزدیک دین سیکھنے کو آتے ہیں اور ایسے لوگوں کے واسطے قرآنی خاص حکم ہے۔لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ ... پر غور کرو۔ مدرسہ ومیگزین کی غرض یہی فی سبیل اللہ ہے۔ رسائل کا مسئلہ بعینہ وہی ہے جو پہلے عرض ہوا۔ عزیز من! ہم لوگ ان رسائل کو نصرت دین الٰہی یقین کرتے ہیں اور کُوْنُوْٓا اَنْصَارَاللّٰہِ کا صریح حکم قرآن مجید میں ہے۔

اخبارات الحکم اور البدر میں دو قسم کے مضامین ہوتے ہیں ایک حصہ ان میں نصرت دین کا ہوتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جس سے اخبار فائدہ اٹھاتے ہیں پس حصہ اولیٰ اوامر الٰہیہ کے نیچے ہوگا اور حصہ ثانیہ کسب و تجارت کے ماتحت اور کسب و تجارت مستحب بھی ہے اور ضروری بھی۔

(بدر 11/جولائی 1907ء صفحہ 3)

نئے اخبار کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ نے 11/فروری 1906ء کو فرمایا: الہاماً میری زبان پر جاری ہوا دیکھو! میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا۔

(تذکرہ صفحہ 508)

اس وقت جماعت میں الحکم اور البدر جاری تھے۔ اس لئے اس سے مراد کسی آئندہ زمانہ میں شائع ہونے والا اخبار ہے۔ جس کا مصداق الفضل بھی ہو سکتا ہے۔ ’’دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہو گیا‘‘ کے اعداد اپنے اندر عجیب حکمت رکھتے ہیں جس کا ایک تعلق الفضل انٹرنیشنل سے ہے اور ان تمام اخبارات سے بھی جو جماعت احمدیہ میں شائع ہوتے رہیں گے۔

الفضل کے ذریعہ پاک تبدیلیاں

الحکم اور بدر حضرت مسیح موعودؑ کے دو بازو تھے ان کے ذریعہ ہزاروں لوگوں تک مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچا اور پاک تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ 1913ء میں الحکم اور بدر کے ساتھ امام وقت کی آواز بننے کا اعزاز الفضل کے حصہ میں آیا اور تبلیغ اور تربیت کی نئی راہیں اس نے کھولیں۔ اس کی ہزاروں مثالیں ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

- چوہدری نور احمد صاحب ناصر لکھتے ہیں: میرے دادا چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش تھے۔ وہ علاقہ کے بڑے ہی با اثر شخص تھے۔ دور دور تک ان کا چرچا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت چوہدری عبدالقادر صاحبؓ سجووال کے رہنے والے تھے جو اس وقت گورنمنٹ انگریزی میں ملٹری

ڈرائیور تھے۔ انہیں علم ہوا کہ اگر وہ چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش کو احمدی کر لیں تو سارے علاقے میں احمدیت پھیلنے میں آسانی ہو جائے گی۔ چنانچہ احمدیت کا پیغام پھیلانے کے جنون نے حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب کو چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش کے پیچھے لگا دیا۔ ادھر چوہدری نور محمد صاحب احمدیت کے سخت خلاف تھے اور کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے اور ہمیشہ حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب سے بدسلوکی سے پیش آتے۔

حضرت عبدالقادر صاحب ان ساری بدسلوکیوں کو درگزر کرتے ہوئے مسلسل آتے اور جماعتی اخبار الفضل دادا جان کے تکیے کے نیچے رکھ کر چلے جاتے اور ہمارے دادا جان اس کو بغیر پڑھے اور دیکھے دادی جان کو دے دیتے کہ اسے چولہے میں جلا دینا۔ حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب مسیح پاک کے مضبوط جرنیل ثابت ہوئے اور مسلسل یہ سلسلہ جاری رکھا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس خاندان کو احمدیت کے فیضان سے فیض یاب کرنا تھا ایک دن ہمارے دادا کی نظر اخبار پر لکھے ایک حرف ''محمد'' پر پڑی جب تھوڑا سا اخبار پڑھا۔ لکھا تھا۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

اس شعر نے تو گویا ان کی کایا ہی پلٹ دی وہ دھول جو علماء سُوء نے ان کے دل پر چڑھا رکھی تھی وہ ہٹنے لگی سارا اخبار پڑھا اور پھر بھاگے بھاگے ہماری دادی کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کیا تم نے وہ اخبار جلا دیئے ہیں جو عبد القادر لایا تھا۔ وہ کہنے لگیں نہیں میں نے سارے سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں۔ کہا سارے لے آ۔ جب وہ لائیں تو سارے اخبار ایک ایک کر کے پڑھنے لگے جوں جوں پڑھتے جاتے توں توں دل کی میل صاف ہوتی گئی اس وقت اٹھے جب سارے اخبار ختم ہو گئے اور دل مسیح پاک کی پاکیزہ تحریرات سے دھل گیا اور امام الزماں کا غلام ہو گیا۔ چنانچہ فوراً حضرت عبدالقادر صاحب کو بلایا اور فوراً بیعت کی۔

(الفضل 28/اکتوبر 2011ء صفحہ 9)

- محترمہ وزیر بیگم صاحبہ لکھتی ہیں: 1939ء میں میرے خاوند قاضی شریف الدین صاحب نے احمدیت قبول کرلی۔ ایک دفعہ تو گویا ہمارے گھر پر بم گر گیا مگر پھر میں ان کے پاس چلی گئی۔ گھر میں میں احمدیت کی بہت ہی مخالف تھی۔ ہر وقت قاضی صاحب سے ناراض رہتی۔ مگر وہ مجھے کچھ نہیں کہتے

تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ میں تو خدا کے فضل سے احمدی ہو گیا ہوں اور اب میں نہیں ہٹ سکتا۔ تمہیں نہیں کہتا کہ تم احمدی ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ مجھے ہر وقت احمدیت کے متعلق اچھی باتیں بتاتے رہتے تھے مگر میں اکثر ان سے ناراض رہتی۔ جب صبح قرآن پاک پڑھتے تو مجھے اس کے معنے بتاتے۔ مسئلہ بھی بتاتے کہ دیکھو قرآن میں یہ لکھا ہے جب سے احمدی ہوئے تھے پانچ وقت نمازیں گھر میں ہی پڑھتے۔ تہجد بھی پڑھتے تھے۔ خدا کے فضل سے بہت ہی دعائیں کرتے۔ میرے لئے بہت ہی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ اس وقت میرے دو بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ میں بہت کمزور تھی پھر ان کی طرف سے بہت غم کرتی تھی۔

رشتے دار اور ملنے والے بھی مخالفت کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میری کچھ سہیلیاں میرے گھر آئیں تو میں نے ان کی چائے وغیرہ سے خاطر کی۔ انہوں نے کوئی چیز نہیں کھائی اور کہنے لگیں کہ تو تو مرزائن ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم نے تیرے گھر کا کچھ نہیں کھانا۔ جس پر میں بہت روئی اور قاضی صاحب کو کہا کہ دیکھا لوگ کتنا بُرا سمجھتے ہیں وہ ہنس کر کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ایک دن آئے گا کہ وہ خود ہی کھالیں گے۔

گھر میں اخبار الفضل بھی آنا شروع ہو گیا تھا۔ محترم قاضی صاحب الفضل کو اونچا اونچا پڑھتے تھے اور میں سنتی رہتی تھی۔ آخر ایک دن محترم قاضی صاحب کا نیک نمونہ اور دعائیں رنگ لائیں اور میں نے ان کو کہہ دیا کہ میری بیعت کا خط بھی لکھ دیں۔ یہ 1940ء کی بات ہے۔

(الفضل 17 نومبر 2011ء)

- مکرم طارق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں: روزنامہ الفضل12 اور 16/اگست کی اشاعت میں چھپنے والے ایک مضمون بعنوان ’’عصر حاضر کی طب کی روشنی میں روزہ کی افادیت‘‘ کے بارے میں ذاتی تجربہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

خاکسار نے یہ سارا مضمون نماز فجر کے بعد درس کے طور پر قسط وار احباب جماعت کو سنایا۔ درس کے دوسرے دن ہماری جماعت چک 166 مراد ضلع بہاولنگر کے ایک بزرگ کہنے لگے کہ آپ کا کل کا درس سن کر میں نے آج روزہ رکھا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے پورا کرنے کی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بغیر کسی مشکل کے انہوں نے وہ روزہ مکمل کرلیا اور بعد کے روزے بھی رکھنے شروع کر دیے اور بیماری کی وجہ سے پچھلے 15 سال سے وہ بزرگ روزے نہیں رکھ رہے تھے۔ اسی طرح حلقہ

کی ایک اور جماعت چک 141 مراد دورہ پر گیا تو وہاں بھی اس مضمون کا کچھ حصہ سنایا تو ایک بزرگ نے وہ اخبار مانگ لیا اور سارا مضمون مطالعہ کیا۔

- مکرم عبدالحمید طاہر صاحب معلم وقف جدید لکھتے ہیں: گزشتہ چند دنوں سے آپ روزنامہ الفضل کے صفحہ اول پر اخلاق عالیہ و ارشادات عالیہ حضرت رسول کریم ﷺ شائع کررہے ہیں۔ یہ بہت ہی حسین اضافہ ہے جو آپ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ کئی سالوں سے خاکسار سوچ رہا تھا کہ محترم ایڈیٹر صاحب کو اس قسم کی تجویز جانی چاہئے۔ لیکن سچ پوچھئے سستی آڑے آتی رہی سو بہت بھلا کیا آپ نے کہ یہ حسین کام کر ہی دیا۔

الفضل کی قدر ایک ہندو کی نظر میں

- مکرم ناظر صاحب دعوت الی اللہ قادیان لکھتے ہیں:چند روز ہوئے بعض غریب جماعتوں کے لئے الفضل مفت جاری کرانے کی تحریک کی گئی تھی۔ اس پر جہاں اپنوں میں سے لجنہ اماء اللہ قادیان نے دو اخبار اور میری اہلیہ سیدہ سیارہ حکمت صاحبہ نے ایک اخبار مفت جاری کرنے کی اطلاع دی ہے وہاں ہندو اصحاب میں سے جناب لالہ سنت رام صاحب رئیس بشناہ تحصیل رنبیر سنگھ ریاست جموں لکھتے ہیں کہ وہ اخبار الفضل کوروزانہ پڑھتے ہیں اور یہ کہ وہ آپ کی تحریک پر مبلغ تین روپے مینیجر صاحب الفضل کو بھیج رہے ہیں۔ (جو پہنچ چکے ہیں) تاکہ ان کی طرف سے جماعت ریاسی کے نام اخبار الفضل مفت جاری کر دیا جائے۔ میں لالہ صاحب محترم کا اس فراخ دلی اور قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایسا ہی لجنہ اماء اللہ قادیان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے نظارت دعوت الی اللہ کی ضرورت کو پورا کرنے میں میری مدد کی۔ سب سے بڑھ کر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ درماندوں کو روحانی غذا پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔

(الفضل 22ء فروری 1936ء)

الفضل میں مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات کا اثر

- ایک صاحب نے اپنے احمدی ہونے سے قبل اپنے ایک احمدی دوست کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا:

الفضل اخبار نے میرے دل میں ایک خاص تبدیلی پیدا کردی ہے خاص کر خلیفہ صاحب کے خطبات بہت موثر ثابت ہوئے ہیں۔ ان سادے مگر مسحور کر دینے والے خطبات کے بغور مطالعہ کے بعد زنگ آلودہ دلوں کی تسخیر یقینی اور لازمی امر ہے۔ اگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ضرور اس

نیک دل اور روشن دماغ کی کرنیں گم گشتہ راہ لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہوں گی۔ اگر آپ کے پاس بیعت فارم موجود ہوں تو ارسال کرکے ممنون فرمائیں ورنہ مرکز سے منگوانے کی تکلیف گوارا کریں۔

(الفضل 24/مئی 1936ء صفحہ 3)

- ایک غیر احمدی عالم اور دانشور الفضل کے خریدار تھے ان کے متعلق الفضل لکھتا ہے:

سر شفاعت احمد خان صاحب الہٰ آباد کئی سال سے الفضل کے مستقل خریدار ہیں حال ہی میں جب ان کی خدمت میں آئندہ سال کے لئے قیمت کی وصولی کا وی پی بھیجا گیا تو خلاف توقع واپس آ گیا۔ اس پر بذریعہ خط انہیں وی پی واپس آنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے جواب میں انہوں نے سالانہ قیمت پندرہ روپے کا چیک بھیجتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

مکرمی بندہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ والا نامہ جناب صادر ہوا مجھے نہایت افسوس ہے کہ الفضل کا وی پی واپس کر دیا گیا میں بمبئی تھا ابھی آج آیا ہوں اور نوکروں کی بیوقوفی اور غلطی ہے۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ بعض الفضل کے مضامین نہایت دلچسپ ہوتے ہیں اور تقریباً تمام پرچہ روز میں پڑھتا ہوں۔

(الفضل 25/اکتوبر 1940ء صفحہ 2)

- حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ 1935ء میں فرمایا: مجھے کل ہی ایک نوجوان کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے میں احراری ہوں میری ابھی اتنی چھوٹی عمر ہے کہ میں اپنے خیالات کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکتا۔ اتفاقاً ایک دن ’’الفضل‘‘ کا مجھے ایک پرچہ ملا جس میں آپ کا خطبہ درج تھا میں نے اسے پڑھا تو مجھے اتنا شوق پیدا ہو گیا کہ میں نے ایک لائبریری سے لے کر ’’الفضل‘‘ باقاعدہ پڑھنا شروع کیا پھر وہ لکھتا ہے خدا کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں اگر کوئی احراری آپ کے تین خطبے پڑھ لے تو وہ احراری نہیں رہ سکتا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ خطبہ ذرا لمبا پڑھا کریں۔ کیونکہ جب آپ کا خطبہ ختم ہوجاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل خالی ہو گیا اور ابھی پیاس نہیں بجھی۔

(خطبات محمود جلد16 صفحہ 361)

- 1940ء میں غیر مبائعین کے سابق منتظم مہمان خانہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں سیالکوٹ سے لکھا:

آداب کے بعد عرض ہے کہ بندہ جناب سید حامد شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹ کے خاندان اور حضرت

مسیح موعودؑ کے صحابہ سے ہے اور حضرت اقدس کی بیعت کا شرف حاصل ہے۔ ان کے بعد حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی اس کے بعد چند ایک وجوہ سے لاہور کی جماعت کے ہاں سلسلہ آمدورفت رہا۔ مگر حضور کی عزت اور احترام بدستور میرے دل میں رہا۔

یہ میرا ایمان ہے کہ کسی جماعت کی تنظیم یا ترقی اس وقت تک نہیں ہوسکتی۔ جب تک کسی خلیفہ یا امیر کے ماتحت نہ ہو اور اس کے حکم کے ماتحت نہ چلے۔ مگر لاہور کی رہائش میں مجھے جو تجربہ ہوا۔ وہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں تنظیم نہیں ہے اور وہی وہ اپنے امیر کے ماتحت چلتے ہیں۔ کئی ایک ان میں خود سر ہیں اور حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب چشم پوشی فرماتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی حالت بھی مصری عبدالرحمٰن صاحب کے لاہور آنے پر درست نہ رہی اور پبلک گفتگو بھی شرافت کی حد سے گر گئی ہے۔

چونکہ حضور کی عزت اور احترام میرے دل میں بہت تھا۔ اس لئے میں برداشت نہ کرسکتا تھا اور اکثر بحث مباحثہ تک نوبت پہنچتی تھی۔ جس سے مجھے قادیانی جاسوس کہنے لگے۔ چونکہ ان ایام میں میری رہائش لاہور احمدیہ بلڈنگ میں تھی اور میں سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ بھی تھا۔ اس لئے حالات زیادہ وضاحت سے معلوم ہوتے رہے جس سے میں ان لوگوں سے دلبرداشتہ ہو گیا اور حضور کی قدم بوسی کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ انہی دنوں جناب میر عبدالسلام صاحب لندن سے سیالکوٹ آئے ہوئے تھے جو کہ میرے ماموں زاد بھائی ہیں اور ہم زلف بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے سیالکوٹ کی رہائش کا مشورہ دیا۔ چنانچہ دو سال سے میں سیالکوٹ میں ہوں۔ یہاں اخبار الفضل روزانہ پڑھتا رہا اور جناب ہمشیرہ صاحبہ سیدہ فضیلت بیگم سے تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہا جس سے میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔

اب میں حضور سے سابقہ غفلت اور کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہوں اور حضور کی بیعت میں داخل ہوتا ہوں اور فارم بیعت پُر کرکے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ حضور میری بیعت قبول فرمائیں اور میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت دے۔

(الفضل 24مئی 1940ء)

یہی سلسلہ آج بھی جاری ہے اور حضور کے خطبات براہ راست سننے والوں کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں احمدی اور غیر احمدی الفضل سے ان کو پڑھتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 13 دسمبر 2022ء)

(98)
حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

(انور رشید۔صدر مجلس انصار اللہ سویڈن)

اکرامِ ضیف یعنی مہمان نوازی اُن اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک ہے جو کہ معاشرہ میں بمنزلہ روح کے ہیں۔ مہمان نوازی معاشرہ میں احترام، محبت اور اعتماد کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک یہ اخلاقی قوت اُس میں نشوونما نہیں پاتی۔

اکرامِ ضیف میں بہت سی باتیں داخل ہیں۔ مثلاً مرحبا کہنا، اظہارِ بشاشت کرنا، حسبِ استطاعت کھانا وغیرہ کھلانا، مہمان کے آرام میں ایثار سے کام لینا اور جب وہ روانہ ہو تو اُس کی مشایعت کرنا۔

اکرامِ ضیف انبیاء علیہم السلام کی سنت میں داخل ہے اور حقیقت میں یہ کامل خُلق اُنہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اُن کے پاس بغرضِ حصولِ ہدایت آئے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۷۰﴾

(ہود: 70)

ترجمہ: اور ہمارے فرستادے یقیناً ابراہیم کے پاس خوشخبری لائے تھے اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے آپ کو سلام ہو۔ اُس نے کہا کہ تمہارے لئے بھی ہمیشہ کی سلامتی ہو اور پھر وہ جلدی سے ایک بُھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔

اکرامِ ضیف کے کامل خُلق کا نمونہ سب سے زیادہ ہمارے پیارے آقا رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ (صحیحین) یعنی جو خدا تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اِکرام کرے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کے بعد ہمیں اس خُلق کا بہترین نمونہ آپ کے بروزِ کامل حضرت مسیح موعودؑ میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبل ازوقت وحی الٰہی کے ذریعہ آنے والی مخلوق کی خبر دی تھی کہ لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ لہٰذا آپ اس پیغام کے بعد مہمانوں کے استقبال اور اِکرام کے لئے تیار تھے۔

رسالہ ’’فتح اسلام‘‘ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام اور اپنے سلسلہ کے کاموں کی کامیابی کے لئے پانچ بنیادی شاخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ نے ان بنیادی شاخوں میں سے ایک شاخ مہمان نوازی کو قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ فتح اسلام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 14)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس خاندان میں پیدا کیا تھا وہ اپنی عزت و وقار کے لحاظ سے نہ صرف ممتاز بلکہ اپنی مہمان نوازی اور جود و سخا کے لئے بھی مشارالیہ تھا۔

آپ کی والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ خاص طور پر مہمان نوازی کے لئے مشہور تھیں۔ اُن کے دل میں مہمان نوازی کے لئے نہایت جوش اور وسعت تھی۔ اگر چار آدمیوں کے کھانے کی اطلاع ملتی تو آٹھ سے زائد آدمیوں کا کھانا بھیجا جاتا۔ مہمانوں کے آنے سے اُنہیں دلی خوشی ہوتی تھی۔

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیر مادر کے ساتھ ہی مہمان نوازی کے خلق کو جزوِ بدن بنایا تھا۔ جب سے آپ نے آنکھ کھولی اس خوبی کو دیکھا اور سیکھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسح کیا اور معطّر فرمایا تو جو قوتیں آپ میں بطور بیج کے تھیں ایک بڑے تناور درخت کی صورت میں نمودار ہوئیں۔

جب آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہوئے تھے تب بھی بعض لوگ آپ کے پاس آتے تھے۔ اُن کی مہمان نوازی میں بھی آپ کا وہی طریق تھا جو کہ ماموریت کے بعد تھا۔ غرضیکہ ہر زمانہ میں آپ کی شانِ مہمان نوازی یکساں پائی جاتی ہے۔

ایک جگہ اس خدائی کفالت کے ایک پہلو کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرماتے ہیں: ؎

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَ صِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دستر خوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میری خوراک تھے مگر آج خدا کے فضل سے میرے دستر خوان پر خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

مہمان نوازی کا یہ عالَم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی کثرت نہ تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی، آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور ضیافت کا اہتمام آپ کے گھر سے ہی ہوتا تھا جس کی حضرت اماں جان خود نگرانی فرماتی تھیں مگر جب آخری سالوں میں زیادہ کام ہو گیا تو پھر باہر انتظام کیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لنگر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں رکھا گو بعض احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کرتے تھے کہ حضور کو انتظام کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور حضور کا حرج بھی بہت ہوتا ہے۔ یہ انتظام اپنے خدام کے سپرد کر دیں مگر آپ نہ مانے کیونکہ آپ کو اندیشہ رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اُن کے پاس انتظام جانے سے کسی کو تکلیف ہو۔

اب خاکسار آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے چند نمایاں اوصاف پیش کرنے کی کوشش کرے گا جن کا اس قلیل وقت میں بیان کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔

آپ کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ دوست خصوصاً کثرت سے آئیں اور بہت دیر تک آپ کے پاس ٹھہریں۔ آپ مہمانوں کے جلد واپس جانے پر خوش نہ ہوتے تھے اور جانے پر ناخوشی سے رخصت دیتے تھے۔

آپ کا مقصد محض یہ ہوتا تھا کہ احباب پر حق کھل جائے اور جس غرض سے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے لوگوں پر عیاں ہو جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہو سکتی جب تک لوگ یہاں باربار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں۔‘‘

نیز فرمایا کہ:

’’جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اُسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہاں ہمارا عیال ہو جائے تو ہماری مہمات کا متکفّل خدا تعالیٰ ہے ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں

جمنے نہ پائیں۔"

ایک روز حکیم فضل دین صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! مَیں یہاں نکمّا بیٹھا کیا کرتا ہوں۔ حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں وہاں درسِ قرآن ہی کروں گا، یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مَیں حضور کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت ہو۔ فرمایا کہ: "آپ کا یہاں بیکار بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بیکاری بڑا کام ہے۔" غرض بڑے دردناک اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنے والوں کی شکایت کی۔

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 455-456 ایڈیشن 1984ء)

ایک مرتبہ حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب کپورتھلوی قادیان تشریف لائے۔ اُن دنوں آپ مجسٹریٹ کے ریڈر تھے اور آپ ایک دو دن کےلئے موقع نکال کر آئے تھے۔ مگر جب بھی اجازت مانگتے تو حضورؑ کا یہی جواب ہوتا کہ چلے جانا، ابھی کون سی جلدی ہے اور اس طرح اُنہیں ایک لمبا عرصہ اپنے پاس قادیان میں ہی رکھا۔

(ماخوذ ازسیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 153)

منشی عبدالحق صاحب ایک زمانہ میں عیسائی ہو گئے تھے اور لاہور مشن کالج میں بی۔اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ اُنہوں نے الحکم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات پڑھ کر آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُنہیں لکھ بھیجا کہ وہ کم از کم دو ماہ کے لئے قادیان آ جائیں۔

جب منشی صاحب قادیان پہنچے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ناساز تھی مگر اس کے باوجود آپ اُن کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے اور پوری تبلیغ فرمائی اور آخر میں منشی صاحب سے فرمایا:

"آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان وہی آرام پا سکتا ہے جو بے تکلّف ہو۔ پس آپ کو چاہئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بے تکلف کہہ دیں۔"

پھر جماعت کومخاطب کر کے فرمایا کہ:

"دیکھو! یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتے رہو کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔"

(الحکم 31/جنوری 1902ء صفحہ 3-4 کالم 2)

جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمان کے آنے پر بے حد خوش ہوتے تھے وہاں آپ کی انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ مہمان کو ہر ممکن آرام ملے۔ آپ لنگر خانہ والوں کو اس سلسلہ میں خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کو بلا کر فرمایا:

”دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔ سردی کا موسم ہے چائے پلاؤ، تکلیف کسی کو نہ ہو۔ تم پر میرا حسنِ ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کرو۔“

(ماخوذ از ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 195 البدر 8/جنوری صفحہ 3-4)

آپ اکثر فرماتے تھے کہ:

”مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 292 ایڈیشن 2003ء)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ منی پور آسام کے دوردراز علاقہ سے دو مہمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام سن کر آپ سے ملنے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگرخانہ کے خادموں کو اپنا سامان اُتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا۔ لیکن خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ اُن مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اُتاریں چارپائی بھی آ جائے گی۔ اُن تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گذرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اُسی وقت واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضرت صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نہایت جلدی، ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو رہا تھا، اُن کے پیچھے تیز تیز قدم چل پڑے۔

حضرت صاحب اتنی تیزی کے ساتھ اُن کے پیچھے گئے کہ قادیان سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر نہر کے پُل کے پاس اُنہیں جالیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس قادیان چلیں اور فرمایا کہ آپ کے واپس چلے جانے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہوجائیں مَیں پیدل چلوں گا۔ آپ اُنہیں اپنے ساتھ واپس قادیان لائے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر اُن کا سامان اُتارنے کےلئے آپ نے اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اُتار لیا۔

اس کے بعد حضرت صاحب اُن کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضرت صاحب نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر اُن کے سامنے بڑی محبت سے پیش کیے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے راستہ والی نہر تک چھوڑنے کےلئے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کر واپس تشریف لائے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 57-56 روایت نمبر 1069)

آپ مہمانوں کو بھی کثرت سے فرماتے تھے کہ:

’’آپ مہمان ہیں آپ کو جس چیز کی تکلیف ہو مجھے بے تکلّف کہیں کیونکہ مَیں تو اندر رہتا ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو کیا ضرورت ہے۔ آجکل مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں۔ آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔ مہمان نوازی تو میرا فرض ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 142)

حضرت مرزا بشیر احمدؓسلسلہ احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی۔ خواہ مہمان احمدی و غیر احمدی ہوں وہ آپ کی محبت اور مہمان نوازی سے پورا پورا حصہ پاتے تھے اور آپ کو اُن کے آرام و آسائش کا ازحد خیال رہتا تھا۔ آپ کی طبیعت میں تکلّف بالکل نہ تھا اور ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اُس کی خدمت اور مہمان نوازی میں دلی خوشی پاتے تھے۔

اوائل زمانہ کے آنے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آتا تو آپ ہمیشہ اُسے مسکراتے ہوئے چہرہ سے ملتے، مصافحہ کرتے، خیریت پوچھتے، عزت کے ساتھ بٹھاتے،گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے، سردیاں ہوتیں تو چائے وغیرہ تیار کروا کر لاتے، رہائش کی جگہ کا انتظام کرواتے اور کھانے وغیرہ کے متعلق مہمان خانہ کے منتظمین کو خود بلا کر تاکید فرماتے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ نیز جس ملک اور مذاق کا مہمان ہوتا اُس کے کھانے کے واسطے اُسی قسم کا کھانا تیار کرواتے۔

آپ ایسے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ اگر اُن کی صحت ہی درست نہ رہی تو دین کیا سیکھیں گے۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ جلداوّل صفحہ 208)

ایک مرتبہ سیّد محمد رضوی صاحب (وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن) حیدر آباد سے ایک جماعت لے کر آئے۔ حیدر آبادی لوگ عموماً تُرش سالن کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ آپ نے خاص طور پر حکم دیا کہ ان کے لئے مختلف قسم کے کھٹے سالن تیار ہوا کریں تا اُنہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔

ایسا ہی جب سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی سے آئے تو اُن کے لئے بلا ناغہ دو وقت پلاؤ اور مختلف قسم کے چاول تیار ہوتے تھے کیونکہ وہ عموماً چاول کھانے کے عادی تھے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 152)

مولانا عبدالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولوی ابو نصر آہ مرحوم 3/مئی 1905ء کو قادیان تشریف لائے۔ اُنہوں نے قادیان سے جانے کے بعد امرتسر کے اخبار وکیل میں اپنے سفر قادیان کا حال شائع کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی، مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ میرے مُنہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے اور مَیں شور غذائیں کھا نہیں سکتا تھا۔ مرزا صاحب نے دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی۔ دورانِ قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔‘‘

پھر آپ لکھتے ہیں کہ:

’’راستے کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان آتی ہے۔ یکہ میں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی، نواب صاحب کے رقعہ نے لوٹنے کے وقت نصف کی تخفیف کر دی۔‘‘ (گویا اُن کی واپسی کا بھی عمدہ سامان کیا)۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 143-144)

(الحکم 24/مئی 1905ء صفحہ 10-11)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحبؓ ہوتے تھے جو کہ چکوال کے تھے اور راولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ: ’’ایک دفعہ مَیں حضرت اقدسؑ کی

زیارت کےلئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ مَیں شام کے وقت قادیان پہنچا۔ رات کو جب کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گذر گئی اور قریباً 12بجے کا وقت ہو گیاتو کسی نے میرے دروازہ پر دستک دی۔ مَیں نےاُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت اقدسؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ تھا اور دوسرے میں لالٹین تھی۔ آپ فرمانے لگے کہ کہیں سے دودھ آ گیا تھا مَیں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ پینے کی عادت ہو گی اس لیے یہ دودھ لایا ہوں۔

سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ! کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ اپنے ادنیٰ خادموں کی خدمت و دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اُٹھاتا ہے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی، جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 770 روایت نمبر 868)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں قادیان سے رخصت ہونے لگا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت بھی دےدی۔ پھر فرمایاٹھہر جائیں۔ آپ دودھ کا گلاس لے آئے اور فرمایا:’’یہ پی لیں‘‘ شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آ گئے پھر اُن کےلئے بھی حضرت صاحب دودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کےلئے تشریف لائے اور بہت دفعہ حضور نہر تک چھوڑنے کےلئے تشریف لاتے۔

(سیرت المہدی، حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 107 روایت نمبر 1125)

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری اپنی کتاب ’’تائید حق‘‘ میں بیان کرتے ہیں کہ:

’’جب مَیں امرتسر گیا تو ایک بزرگ کا نام سنا جو مرزا غلام احمد کہلاتے ہیں اور ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نامی میں رہتے ہیں۔ غرض میرے دل میں مرزا غلام احمد سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ مَیں قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے گھر میرا وعظ ہوا۔ انجمن حمایتِ اسلام کےلئے چندہ بھی ہوا۔

ایک چھوٹی سی بات لکھتاہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھے پان ملا۔ لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ ملا نہ اچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی روانہ کیا دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔‘‘

(ماخوذ از تائید حق صفحہ 54)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ جب مَیں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضرت صاحب اندر سے میرے لیے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مَیں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحب نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا حضرت صاحب نے فرمایا کہ:

’’مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے؟ کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا مَیں کچھ انتظام کرتا ہوں۔‘‘

اور پھر آپ نے اپنے سر کی پگڑی کے ایک کنارہ کاٹ کر اُس میں وہ کھانا باندھ دیا۔

(سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 391-392 روایت نمبر 433)

اسی طرح ڈاکٹر عبداللہؓ صاحب نَومسلم بیان کرتے ہیں کہ:

جب مَیں قادیان پہنچا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مزدور کے پاس، جو کہ اینٹیں اُٹھا رہاتھا، کھڑے تھے۔ آپ مزدور کے پاس سے آ کر راستہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا کہ بٹالہ سے آ رہا ہوں۔ پوچھا کہ پیدل آئے ہو؟ مَیں نے عرض کیا: ہاں۔ افسوس کے لہجہ میں فرمایا تمہیں بڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ چائے پیو گے یا لسّی؟ مَیں نے عرض کیا کہ: حضور کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: تکلّف کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارے گھر گائے ہے جو تھوڑا سا دودھ دیتی ہے، گھر والے چونکہ دہلی گئے ہوئے ہیں اس لئے لسّی بھی موجود ہے اور چائے بھی۔ جو چاہو پی لو۔ مَیں نے کہا: لسّی پیوں گا۔

آپ نے فرمایا کہ مسجد مبارک میں چل کر بیٹھو۔ مَیں مسجد میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں بیت الفکر کا دروازہ کھلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضوؑر ایک کوری ہانڈی مع کوری چپنی کے، جس میں لسّی تھی، خود اُٹھائے ہوئے دروازہ سے نکلے۔ چپنی پر نمک تھا اور اُس کے اوپر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ حضوؑر نے وہ ہانڈی میرے سامنے رکھ دی اور اپنے دستِ مبارک سے گلاس میں لسّی ڈالنے لگے۔ مَیں نے خود گلاس پکڑ لیا۔ اتنے میں چند اور دوست بھی آ گئے۔ مَیں نے اُنہیں بھی لسّی پلائی اور خود بھی پی۔ پھر حضوؑر وہ ہانڈی اور گلاس لے کر اندر تشریف لے گئے۔ حضوؑر کی اس شفقت اور نوازش کو دیکھ کر میرے ایمان کو بہت ترقی ہوئی۔

(ماخوذ ازسیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 132)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمانوں کی ضرورت اور راحت کے لئے اپنی ضروریات کو قربان کر دیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی۔ مَیں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور! رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے۔ حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحب نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دھسا ارسال فرمائے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دھسا میرا۔ آپ ان دونوں میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔

(ماخوذ از سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 391 روایت نمبر 433)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت مہمان آئے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ مَیں عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دیے بیٹھے تھے اور ایک صاحبزادہ جو غالباً میاں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) پاس لیٹے تھے اور ایک شُتری چوغہ اُنہیں اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا آپ نے طلب کرنے پر اپنا لحاف اور بچھونا مہمانوں کے لئے بھیج دیا اور ساری رات اسی طرح گذار دی۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 91-92 روایت نمبر 1118)

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

مارچ 1897ء میں ہم لاہور کے کافی سارے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے قادیان اس غرض سے دورہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی حقیقت اُن کے گھر جا کر معلوم کی جائے۔ ان نوجوانوں میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد اقبال صاحب، چوہدری شہاب الدین صاحب بھی شامل تھے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے اور ہر ایک سے پوچھا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ ہر شخص نے کہا کہ حضور! مجھے کوئی تکلیف نہیں مگر مَیں پریشان کھڑا تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! میری چارپائی کسی نے چھین لی ہے اور مَیں حیران ہوں کہ کہاں سوؤں؟ فرمایا: ٹھہریئے! مَیں آپ کے لئے اور چارپائی لے کر آتا ہوں۔ مگر جب کافی دیر گذر گئی اور چارپائی نہ آئی تو مَیں نے حضورؑ

کے مکان کے صحن کے دروازہ سے اندر جو جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جلدی جلدی چارپائی بُن رہا ہے اور حضورؑ اس کے پاس بیٹھے ہوئے دِیا ہاتھ میں لے کر اُسے روشنی کر رہے ہیں مَیں آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور دِیا مجھے پکڑا دیں۔ مگر حضورؑ نے فرمایا کہ اب تو ایک پھیرا ہی باقی ہے۔ حضورؑ کے یہ اخلاق دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میرے آنسو نکل آئے۔ اُس وقت مَیں حضورؑ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہہ رہا تھا کہ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اس سے پہلے جب ہم مغرب کے بعد حضورؑ کے ساتھ کھانے پر بیٹھے ہوئے تھے تو مَیں چونکہ حضورؑ کے قریب تھا حضورؑ اُٹھاتے بٹیر اور فرماتے یہ کھائیں، دوسرا گوشت اُٹھاتے اور میرے آگے رکھ کر فرماتے یہ کھائیں۔ اس لئے مَیں حضورؑ کے اخلاقِ عالیہ سے بہت ہی متاثر تھا۔ مگر رات چارپائی والا واقعہ دیکھ کر مَیں دل و جان سے حضورؑ کا غلام بن گیا۔

(تاریخِ احمدیت لاہور از شیخ عبدالقادر سوداگر مل، صفحہ 217-218)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی یہ بھی ایک صفت تھی کہ آپ مہمانوں سے بالکل بے تکلفانہ برتاؤ کرتے تھے اور مہمان یقین کرتا تھا کہ وہ اپنے عزیزوں اور غمگسار دوستوں میں ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 153)

آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے اور کھانے کے دوران ہر قسم کی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دستر خوان بھی بچھ جاتا۔

آپ ایسے مواقع پر اس بات کی نگرانی بھی فرماتے تھے کہ ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے کہ کسی خاص چیز کی عادت تو نہیں۔ پھر حتّی الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دستر خوان پر نہ ہوتا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے اور اچار لا کر مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے۔

چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہوجاتے تھے اس لئے سیر ہونے کے بعد بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُٹھا کر مُنہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ آپ نے کھانا کھا لیا ہے دستر خوان سے بھوکا ہی نہ اُٹھ جائے۔

بے تکلفی پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی شہتوت، بیدانہ کے ایّام میں باغ میں جا کر ٹوکرے بھروا کر منگواتے اور مہمانوں کو ساتھ لے کر انہی ٹوکروں میں سے سب کے ساتھ کھاتے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 154)

ایک دفعہ خواجہ (کمال الدین) صاحب کے لئے آموں کا ایک بارِخر خریدا گیا۔ احباب مذاق کرتے تھے کہ خواجہ صاحب آموں کا گدھا کھا گئے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 155)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی صاحب اور چند دیگر احباب حضرت اقدسؑ کی ملاقات کے لئے اندر مکان میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے خربوزے کھانے کو دیئے اور مولوی صاحب کو ایک موٹا سا خربوزہ دیا اور فرمایا کہ اسے کھا کر دیکھیں کیسا ہے؟ پھر آپ ہی مسکرا کر فرمایا موٹا آدمی منافق ہوتا ہے پھیکاہی ہو گا۔ چنانچہ وہ پھیکا ہی نکلا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 155)

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ چاء دانی چائے سے بھری ہوئی لائے اور فرمایا کہ خلیفہ صاحب یہ تم نے پینی ہے یا مَیں نے؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا ہمارے گھر والوں پر حرام ہے۔ اس سے اور بھی تعجب خلیفہ صاحب کو ہوا۔ اُنہیں متعجب پایا تو فرمایا یہ حرامِ طبّی ہے، شرعی نہیں۔ اُن کی طبیعت اچھی نہیں ہے اور چائے اُن کو مضر ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 154)

ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب کےلئے ایک ٹوکرا آموں کامنگوایا اور نشست گاہ میں بلا کر فرمایا کہ مفتی صاحب یہ مَیں نے آپ کے واسطے منگوایا ہے، کھالیں۔ مَیں کتنے کھا سکتا تھا، چند ایک ہی مَیں نے کھائے۔ اس پر تعجب سے فرمایا کہ آپ نے بہت تھوڑے کھائے ہیں۔

(ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 258)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مہمان داری کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ دوست دشمن کا امتیاز نہ تھا۔ آپ مخالف الرائے، ہندو، عیسائی یا مسلمان سبھی کے ساتھ اُسی محبت سے پیش آتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک عرب ہمارے ہاں آیا۔ وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہاں تک کہ اُس کے سامنے وہابیوں کا ذکر آتا تو گالیوں پر اُتر آتا۔ اُس نے یہاں آ کر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اُس کی کچھ پرواہ نہ کر کے اُس کی خوب خدمت کی اور اچھی طرح سے اُس کی دعوت کی اور ایک دن جب وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اُس کو کہا کہ جس کے گھر میں مہمان ٹھہرے ہوئے ہو وہ بھی تو وہابی ہے اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

(البدر 14/جولائی 1907ء)

ایک دفعہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی قادیان میں آیا۔ یہ بہت مخالف تھا اور اُس نے لاہور میں 1892ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اور اس مباحثہ کے کاغذات لے کر چلا گیا تھا۔ حضرت کو اُس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس کو ایک عمدہ کمرہ میں اُتارا گیا اور ہر قسم کی خاطر و تواضع کے لئے آپؑ نے حکم دیا اور ہدایت دی کہ کوئی شخص اس سے ایسی بات نہ کرے جو اُس کی دل شکنی کا باعث ہو اور چونکہ وہ مخالف ہے اگر ایسی بات بھی کرے کہ جو رنج دہ اور دل آزاری کی ہو تو صبر کیا جاوے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 160-161)

اکتوبر 1902ء میں ایک سادھو کوٹ کپورہ سے آیا اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شام کو ملاقات کی۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ یہ ہمارا مہمان ہے اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہیئے۔ ایک شخص کو خاص طور پر حکم دیا کہ ایک ہندو گھر سے اس کے لئے بندوبست کیا جاوے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 142)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک مہمان نے آ کر کہا کہ میرے پاس بستر ا نہیں ہے۔ حضرت صاحب نے حافظ حامد علیؓ صاحب کو کہا کہ اس کو لحاف دے دو۔ حافظ حامد علیؓ صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ’’اگر لحاف لے جائے گا تو اُس کا گناہ ہو گا اور اگر بغیر لحاف کے مر گیا تو ہمارا گناہ ہو گا۔‘‘

(الحکم 21/اپریل 1918ء)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ وہ مہمان بظاہر کوئی ایسا آدمی معلوم نہ ہوتا تھا جو کسی دینی غرض سے آیا ہو مگر

آپ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کے بعد چند احباب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک احمدی مہمان نظام الدین ساکن لدھیانہ، جو بہت غریب آدمی تھے اور اُن کے کپڑے بھی دریدہ تھے، حضرت مسیح موعودؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے، آتے گئے اور حضورؑ کے قریب بیٹھتے گئے جس کی وجہ سے میاں نظام الدین صاحب کو پَرے ہٹنا پڑتا رہا اور آپ سرکتے سرکتے جوتیوں تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے سالن کا ایک پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اُٹھائیں اور میاں نظام الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

’’آؤ !میاں نظام الدین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں‘‘

اور مسجد کے صحن کے ساتھ کوٹھڑی میں حضرت صاحب اورمیاں نظام الدین صاحبؓنے ایک پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی اندر نہیں گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی، جلد دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 55-56 روایت نمبر 1067)

مہمانوں میں آپ عام برتاؤ اور سلوک میں ہر گز کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے۔ گو منازل و مراتب مناسبہ کو بھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے اور یہ حضرت نبی کریمﷺ کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ 1905ء کے جلسہ سالانہ میں منتظمین نے مولوی غلام حسین پشاوری اور اُن کے ہمراہیوں کے لئے خاص طور پر چند کھانوں کا انتظام کرنا چاہا۔ حضرت مسیح موعودؑ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کیفیت طلب فرماتے کہ کھانے کا کیا انتظام ہے؟ اور کس قدر بن گیا ہے؟ اور کیا پکایا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں جب عرض کیا گیا کہ مولوی صاحب کےلئے خاص طور پر انتظام کر رہے ہیں تو فرمایا کہ:

’’میرے لئے سب برابر ہیں۔ اس موقع پر امتیاز اور تفریق نہیں ہو سکتی۔ سب کےلئے ایک ہی کھانا ہونا چاہئے یہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔ مولوی صاحب کےلئے الگ انتظام اُن کی لڑکی کی طرف سے ہو سکتا ہے اور وہ اس وقت میرے مہمان ہیں اور سب مہمانوں کے ساتھ ہیں۔ اس لئے سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا تیار کیا جائے۔ خبردار کوئی امتیاز کھانے میں نہ ہو۔ ‘‘

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 157)

مہمانوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے دلی جذبات آپ کے ان اشعار سے واضح ہو جاتے ہیں:

مہماں جو کر کے اُلفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب، یاد آئے وقتِ رخصت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے، آخر کو پھر جدا ہے

یہ واقعات، جو کہ مہمان نوازی، اکرامِ ضیف اور مشایعتِ مہمان کے پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں، یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا کام کرنے میں قطعاً کوئی تأمل نہ ہوتا تھا اوریہ آپ کی صداقت کی بھی زبردست دلیل ہیں۔

اگر تکلّف اور تصنّع کو آپ کے اخلاق کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا تو آپ اپنے مخلص اور جاں نثار مریدوں کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے ایک خادم کو دودھ نہ پلاتے جیسا کہ ایک خادم اپنے آقا کو پلاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ محبت اور ہمدردیٔ مخلوق کے اُس مقام پر کھڑا تھا جہاں انسان باپ سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہوتا ہے۔

وہ اپنے خادموں کو غلام نہیں بلکہ اپنے معزز اور شریف بھائی سمجھتا تھا اور اُن کے اِکرام و احترام سے وہ سبق دیتا تھا کہ ہمیں کس طرح اپنے بھائیوں سے سلوک کرنا چاہئے اور کس طرح ایک دوسرے سے احترام کے اُصولوں پر کاربند ہو کر اس حقیقی عزت اور احترام کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے جو مؤمنین کا خاصا ہے۔

کیا دنیاکے پیروں اور مرشدوں میں اس کی نظیر پائی جا سکتی ہے۔ ہر گز نہیں۔ ہاں اگر یہ نظیر ملے گی تو صرف اس جماعت میں جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہو۔ یا اُن لوگوں میں ملے گی جنہوں نے منہاج نبوّت پر خدا تعالیٰ کی تجلّیوں اور فیوض کوحاصل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ ان کے اُسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 22 دسمبر 2022ء)

(99)
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

(بلال حسن)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۷

(النساء: 37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتاہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۹

(الدھر: 9)

ترجمہ: اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ تو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ اس پر ابن

آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا جب کہ تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو تم میرے حضور اس کا اجر پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو ہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ مگر تم نے اسے پانی نہ پلایا۔ اگر تم اس کو پانی پلاتے تو اس کا اجر میرے حضور پاتے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادة المریض)

ایک اور روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(مشکوٰة باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے او روہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے (سبحانہ تعالیٰ شانہ)...... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر: 9) وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشا ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا

تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لیے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلدچہارم صفحہ 218-219)

جماعت میں خدمت خلق اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے جتنا زور دیا جاتاہے اور ہر امیر غریب اپنی بساط کے مطابق اس کوشش میں ہوتاہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اللہ کی رضا کی خاطر خدمت خلق کے کام کو سرانجام دے۔ کیوں ہر احمدی کا دل خدمت خلق کے کاموں میں اتنا کھلاہے اس لئے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو ہم بھول چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہوتو پھر اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرو، ان کی ضروریات کا خیال رکھو۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازے گا۔ اس خوبصورت تعلیم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت کی ایک بنیادی شرط قرار دیاہے کہ میرے ساتھ منسلک ہونے کے بعد اپنی تمام تر طاقتوں اور نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نہ صرف ہمدردی کرو بلکہ ان کو فائدہ بھی پہنچاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہو گا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہئے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 130)

پھر فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو! حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ دوسرے حق العباد۔حق اللہ میں بھی امراء کو دقّت پیش آتی ہے اور تکبر اور خود پسندی ان کو محروم کر دیتی ہے مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتی ہیں۔ اور وہ ان میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی طرح وہ حق العباد میں خاص خاص خدمتوں میں حصّہ نہیں لے سکتے۔ غریب آدمی تو ہر ایک قسم کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے یہاں تک کہ اُس کو اگر نجاست پھینکنے کا موقعہ ملے تو اس میں بھی اُسے دریغ نہیں ہوتا، لیکن امراء ایسے کاموں میں ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اس طرح پر اس سے بھی محروم رہتے ہیں۔ غرض امارت بھی بہت سی نیکیوں کے حاصل کرنے سے روک دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ مساکین پانچ سو برس اوّل جنت میں جائیں گے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 368)

فرمایا:

’’دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہو گا؟ کبھی نہیں۔ حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی، مگر نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک گویا مالک کے ساتھ حُسنِ سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چِڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سردمہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215 - 216 جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی ہمارے دلی محب مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں اور صاحبزادہ پیر جی سراج الحق صاحب نے تو ہزاروں مریدوں سے قطع تعلق کرکے اس

جگہ کی درویشانہ زندگی قبول کی۔ اور میاں عبداللہ صاحب سنوریؔ اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپوراور منشی جلال الدین صاحب یلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتاہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال دین اور امام دین کشمیری میرے گاؤں کے قریب رہنے والے ہیں۔ یہ تینوں غریب بھائی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سر گرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتاہوں کہ یہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ اس غریب نے شاید کئی برسوں میں جمع کیاہوگا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کاجوش دلایا‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 313-314)

ایک واقعہ ہے ایک احمدی حضرت نور محمد صاحب کا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ اور آپ کے پاس نہ کوٹ تھا نہ کمبل۔ صرف اوپر نیچے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں کہ گاڑی میں سوار تھے۔ ایک معذور بوڑھا ننگے بدن کانپتا ہوا نظر آیا۔ اسی وقت اپنی ایک قمیص اتار کر اسے پہنادی۔ ایک سکھ دوست بھی ساتھ سفر کر رہاتھا وہ یہ دیکھ کر کہنے لگا ’’بھائیاجی ہُن تہاڈاتے بیڑا پار ہوجائے گا، آپاں داپتہ نئیں کی بنے‘‘؟ پھر چند دن بعد یوں ہوا کہ یہی نور محمد صاحب ایک نیا کمبل اوڑھ کر بیت الذکر مغلپورہ میں نماز فجر کے لئے آئے تو دیکھا کہ فتح دین نامی ایک شخص جو کسی وقت بہت امیر تھا بیاری اور افلاس کے مارے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے۔ تو نور محمد صاحب نے فوراً اپنا نیا کمبل اتارا اور اسے اوڑھا دیا۔

(روح پرور یادیں صفحہ 687)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پس ہمیں ہر وقت یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ آجکل کی دنیا میں جہاں ہر وقت اور ہر جگہ فتنہ و فساد کی حالت طاری ہے ہم جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ایک حصار میں آیا ہوا سمجھتے ہیں اور اس بات پر شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی عمومی فساد کی حالت سے محفوظ رکھا ہوا ہے حقیقت میں ہم اس وقت محفوظ ہو سکتے ہیں جب ہر وقت ہم یہ احساس رکھیں کہ اپنے جائز معاملات میں بھی دوسروں سے معاملات پڑنے پر نرمی کا رویّہ رکھنا ہے اور صلح کی بنیاد ڈالنی ہے۔ ورنہ

ہماری باتیں صرف باتوں کی حد تک رہیں گی اور ہمارا دعویٰ صرف دعوے کی حد تک ہی ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو کر کوئی فائدہ ہوا ہے۔ یہ ہمارا دعویٰ تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں۔ فائدہ اُسی وقت ہو گا جب اعلیٰ اخلاق کا ہر خُلق ہم میں اپنی چمک دکھا رہا ہو گا۔ ہمدردیٔ خَلق اور صُلح ایک ایسا خُلق ہے جس کو اپنانے کی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ پس ہر احمدی کو اس پہ بہت توجہ دینی چاہئے۔ آپ کے بعض اور اقتباسات بھی ہیں۔ اپنی مختلف کتابوں میں، اپنی ملفوظات میں آپ نے بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/اگست 2017ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 جنوری 2023ء)

مضامین کے لنکس

1۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل ہونے والی تائیدات الٰہیہ اور قبولیت دعا کے نظارے

https://www.alfazlonline.org/14/12/2019/5595/

2۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذونسب بزرگ آباؤ اجداد

https://www.alfazlonline.org/20/12/2019/7847/

3۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے پُرمعارف، گرانقدر اور روح پرور ارشادات کی روشنی میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد، اہمیت اور شرکت کی تحریک

https://www.alfazlonline.org/28/12/2019/8588/

4۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ بعض روحانی فضائل اور پوشیدہ قرآنی اسرار

https://www.alfazlonline.org/08/01/2020/9635/

5۔ دس شرائط بیعت

https://www.alfazlonline.org/11/01/2020/9846/

6۔ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے، یہ آدمی نہیں، فرشتہ ہے

https://www.alfazlonline.org/15/01/2020/10111/

7۔ حضرت مسیح موعود کے ارشادات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کی وجہ تسمیہ اور قیام کا مقصد

https://www.alfazlonline.org/15/01/2020/10113/

8۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں چاند سورج اور سیاروں کی تاثیرات

https://www.alfazlonline.org/18/01/2020/10337/

9۔ آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے

https://www.alfazlonline.org/24/01/2020/10754/

10۔ نشانِ کسوف و خسوف۔ انکار بھی اقرار بھی

https://www.alfazlonline.org/25/01/2020/10810/

11۔ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کے شاہکار دُمدار ستاروں کا ظہور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے

https://www.alfazlonline.org/07/02/2020/11445/

12۔ ست بچن حضرت مسیح موعودؑ کی معرکۃ الآراء کتاب کی روشنی میں حضرت بابا گرو نانکؒ کے مسلمان ہونے کے ناقابل تردید دلائل

https://www.alfazlonline.org/08/02/2020/11484/

13۔ حضرت مسیح موعودؑ کا پیدا کردہ عظیم الشان علم الکلام اور ہندوؤں کی جارحانہ تحریک آریہ سماج کی شکست فاش

https://www.alfazlonline.org/11/02/2020/11591/

14۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد

https://www.alfazlonline.org/12/02/2020/11680/

15۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور غیروں کا اعترافِ حقیقت

https://www.alfazlonline.org/20/02/2020/12145/

16۔ حضرت مسیح موعودؑ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی

https://www.alfazlonline.org/27/02/2020/12467/

17۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پُر حکمت کلمات

https://www.alfazlonline.org/05/03/2020/12719/

18۔ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مخالفانہ پیشگو ئی لیکھرام بابت پسر موعود کا تقابلی نقشہ

https://www.alfazlonline.org/06/03/2020/12946/

19۔ کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا

https://www.alfazlonline.org/06/03/2020/12947/

20۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت نے میری روح کو صاف کردیا

https://www.alfazlonline.org/23/03/2020/13855/

21۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خُلقِ عظیم کے تین درخشاں پہلو

https://www.alfazlonline.org/23/03/2020/13858/

22۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانات اور اثرات

https://www.alfazlonline.org/23/03/2020/13875/

23۔ حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم اردو کلام

https://www.alfazlonline.org/23/03/2020/13887/

24۔ حضرت مسیح مو عودؑ اور سر سید احمد خان باہمی روابط، تائید و حمایت اور اختلافات تاریخ کے آئینہ میں

https://www.alfazlonline.org/23/03/2020/13888/

25۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور آپؑ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت

https://www.alfazlonline.org/27/03/2020/14185/

26۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آفات و حادثات کے بارہ میں الہامات

https://www.alfazlonline.org/26/03/2020/14158/

27۔ قدیم الہامی کتب میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئیاں

https://www.alfazlonline.org/31/03/2020/14334/

28۔ تحریرات حضرت مسیح موعودؑ اور وبائی امراض

https://www.alfazlonline.org/02/04/2020/14434/

29۔ حضرت مسیح موعودؑ کا صبر اور عفو و در گزر

https://www.alfazlonline.org/12/05/2020/17727/

30۔ حضرت مسیح موعودؑ کا بیماروں اورمریضوں سے حُسنِ سلوک

https://www.alfazlonline.org/20/05/2020/18792/

31۔ رسول اللہؐ کی بیان فرمودہ حضرت مہدی معہودؑ کی ایک علامت کا حضرت مرزا غلام احمدؑ کی ذات میں عظیم الشان ظہور

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19385/

32۔ حضرت مسیح موعودؑ کا سفر آخرت وفات سے متعلق مخالفین کے اعتراضات کے جوابات اور احمدیوں کے صبر کا نمونہ

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19351/

33۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے سفر لاہور 1892ء کے متعلق پیسہ اخبار لاہور کا ایک نوٹ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19354/

34۔ حضرت مسیح موعودؑ کا حُلیہ اور اخلاق و عادات

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19356/

35۔ حضرت مسیح موعودؑ فتح نصیب جرنیل جناب ابوالکلام آزاد کے حقیقت افروز مقالے

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19355/

36۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ذات اقدس پر ہونے والے اعتراضات آپؑ کی صداقت کا ثبوت ہیں

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19357/

37۔ حضرت مسیح موعودؑ کی غیرت توحید، محبت الٰہی اور توکل علی اللہ

https://www.alfazlonline.org/26/05/2020/19382/

38۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا حقیقی مقصد ’’شریعت اسلامیہ کا عملاً احیاء‘‘

https://www.alfazlonline.org/11/06/2020/20397/

39۔ صداقت حضرت مسیح موعودؑ

https://www.alfazlonline.org/18/06/2020/20690/

40۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا کا ایک عظیم الشان نشان

https://www.alfazlonline.org/19/06/2020/20724/

41۔ اخلاق مسیح کی ایک جھلک

https://www.alfazlonline.org/11/08/2020/22760/

42۔ سیرتِ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے بعض شیریں واقعات

https://www.alfazlonline.org/02/09/2020/23887/

43۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ پیدائش

https://www.alfazlonline.org/01/09/2020/23794/

44۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش معیّن ہو گئی

https://www.alfazlonline.org/15/12/2020/28302/

45۔ حضرت سلطان القلمؑ

https://www.alfazlonline.org/08/09/2020/24057/

46۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/09/09/2020/24095/

47۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی دعوی سے پہلی پا کیزہ زندگی کی چند جھلکیاں

https://www.alfazlonline.org/25/09/2020/24788/

48۔ صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی ایک دلیل دعویٰ سے قبل کی پا کیزہ زندگی

https://www.alfazlonline.org/29/09/2020/24882/

49۔ حضرت مسیح موعودؑ کے توکل علی اللہ کے واقعات

https://www.alfazlonline.org/23/10/2020/25884/

50۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر سیالکوٹ کے دوران پُر معارف و پُر تاثیر ’’لیکچر سیالکوٹ‘‘

https://www.alfazlonline.org/27/11/2020/27655/

51۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا وفات مسیح ناصریؑ سے گہرا تعلق ہے

https://www.alfazlonline.org/22/12/2020/28797/

52۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور وفات پر فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر

https://www.alfazlonline.org/05/01/2021/29567/

53۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں تین فتنوں کے متعلق پیشگوئی

https://www.alfazlonline.org/06/02/2021/31237/

54۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے متعلق قرآن و حدیث اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیاں

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33529/

55۔ سلطان القلم حضرت مسیح موعودؑ کے آخری سال

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33550/

56۔ حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33530/

57۔ خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33551/

58۔ حضرت مسیحِ موعودؑ اور تعلیمِ قرآن کا بیان

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33531/

59۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے آقا و مطاع و محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عشق

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33532/

60۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مقام ومرتبہ

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33533/

61۔ سیرت حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33534/

62۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عجز و انکساری

https://www.alfazlonline.org/23/03/2021/33541/

63۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی اصلاح کے حوالہ سے ایمان افروز روایات

https://www.alfazlonline.org/07/04/2021/34327/

64۔ حضرت مسیح موعودؑ کا حق کے طالبوں کے لیے چھ طریق فیصلہ کا عام اعلان

https://www.alfazlonline.org/30/04/2021/35484/

65۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے شدید مخالف اور معاند رشتے داروں سے حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/17/06/2021/38143/

66۔ کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!!!

https://www.alfazlonline.org/25/08/2021/42581/

67۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حج

https://www.alfazlonline.org/14/07/2021/39821/

68۔ برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب (قسط 1)

https://www.alfazlonline.org/10/09/2021/43802/

69۔ برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب (قسط 2)

https://www.alfazlonline.org/24/09/2021/44753/

70۔ حصول برکات کا ذریعہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

https://www.alfazlonline.org/15/09/2021/44093/

71۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں غلبہ اسلام کے لئے تڑپ

https://www.alfazlonline.org/25/09/2021/44837/

72۔ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

https://www.alfazlonline.org/01/10/2021/45263/

73۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عشق ووفا کے چند پاک نمونے

https://www.alfazlonline.org/20/10/2021/46495/

74۔ حضرت مسیح موعودؑ اور احیائے ایمان

https://www.alfazlonline.org/26/10/2021/46941/

75۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

https://www.alfazlonline.org/23/12/2021/50506/

76۔ جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں

https://www.alfazlonline.org/13/01/2022/52165/

77۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خلوت نشینی پر اعتراض کا جواب

https://www.alfazlonline.org/26/01/2022/52932/

78۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مہمانوں سے حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/31/01/2022/53555/

79۔ ’’لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے‘‘ (قسط اول)

https://www.alfazlonline.org/04/03/2022/55509/

80۔ ’’لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے‘‘ (قسط دوئم)

https://www.alfazlonline.org/05/03/2022/55648/

81۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعوت مباہلہ میں ڈوئی کی ہلاکت

https://www.alfazlonline.org/09/03/2022/55897/

82۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک دور کی ایک جھلک

https://www.alfazlonline.org/15/03/2022/56225/

83۔ ’’دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری‘‘

https://www.alfazlonline.org/17/03/2022/56485/

84۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں دفاع اسلام کی مساعی پر ایک نظر

https://www.alfazlonline.org/24/03/2022/57005/

85۔ حضرت مسیح موعودؑ غیروں کی نظر میں

https://www.alfazlonline.org/26/05/2022/61510/

86۔ حضرت سلطان القلمؑ کے تحریر کرنے کا طریق

https://www.alfazlonline.org/16/07/2022/64651/

87۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ

https://www.alfazlonline.org/22/07/2022/65054/

88۔ صداقت حضرت مسیح موعودؑ

https://www.alfazlonline.org/15/08/2022/66473/

89۔ چودہویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

https://www.alfazlonline.org/13/08/2022/66390/

90۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض احیائے دین اور قیامِ شریعت

https://www.alfazlonline.org/18/08/2022/66682/

91۔ کسرِ صلیب

https://www.alfazlonline.org/08/09/2022/67850/

92۔ اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل

https://www.alfazlonline.org/13/09/2022/68138/

93۔ دنیا میں ایک نذیر آیا

https://www.alfazlonline.org/14/09/2022/68225/

94۔ حضرت مسیح موعودؑ کے انداز تربیت

https://www.alfazlonline.org/19/10/2022/70702/

95۔ صداقتِ مسیح موعودؑ کے دو عظیم الشان معیار

https://www.alfazlonline.org/29/10/2022/71455/

96۔ اصلاح نفس کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کی روح پرور نصائح

https://www.alfazlonline.org/05/11/2022/71888/

97۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مطالعہ اخبارات اور ایڈیٹر الحکم اور البدر کو ہدایات

https://www.alfazlonline.org/13/12/2022/74531/

98۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

https://www.alfazlonline.org/22/12/2022/75160/

99۔ مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

https://www.alfazlonline.org/14/01/2023/76853/



ادارہ الفضل آن لائن کی کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتابِ تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور ان کے مقاصد
7. مجددین اسلام - تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

10. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد اول
11. حیاتِ نور الدینؓ
12. دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے
13. قرآنی انبیاء
14. معلمین وقف جدید کے لئے مشعل راہ
15. جامع المناھج والاسالیب
16. مقام و عظمتِ خلافت
17. اداریے (حنیف محمود کو قلم سے) جلد دوم
18. الفضل کی اہمیت، افادیت اور قلم کے استعمال کی ترغیب
19. مسز ناصر کی کہانی، مسز ناصر کی زبانی
20. واقعہ افک
21. اداریے (حنیف محمود کو قلم سے) جلد سوم
22. قرآنی سورتوں کا تعارف
23. سیّدنا حضرت امیر المومنین کا دورہ امریکہ 2022ء
24. ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
25. سیدنا حضرت مصلح موعودؓ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
26. جماعت احمدیہ کی دنیا بھر میں مساجد
27. احمدیت کے چمکتے ستارے۔ شہدائے برکینا فاسو
28. لجنہ اماءاللہ کے سو سال
29. دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
30. اپنے جائزے لیں

31. دعاؤں کا تحفہ قرآنی دعائیں
32. اداریے بابت رمضان المبارک
33. خلافت۔ اہمیت، فضیلت و برکات
34. ممکنہ تیسری عالمی جنگ
35. سیدنا حضرت مسیح موعودؑ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
36. بنیادی مسائل کے جوابات (زیر تکمیل)
37. اداریے بلحاظ ترتیب مضامین جلد اول (زیر تکمیل)
38. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد چہارم (زیر تکمیل)
39. بچوں کی تقاریر از فرخ شاد (زیر تکمیل)
40. ہجری شمسی مہینوں کا تعارف (زیر تکمیل)



